نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: ہشتم | پارہ: ۱۶-۱۸ | باب: ۲۱۶۹-۲۲۵۹ | حدیث: ۳۶۸۴-۴۱۴۶

کتاب المغازی

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: ہشتم — پارہ: ۱۶-۱۸ — باب: ۲۱۶۹-۲۲۵۹ — حدیث: ۳۶۸۴-۴۱۴۶

کتاب المغازی

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نام .... نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری ﴿جلد ہشتم﴾

مؤلف .... حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

ناشر .... مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

فہرست مضامین نصر الباری شرح اردو بخاری شریف

مناجات

یارب یہ آرزو ہے دلِ بیقرار کی ؛ خدمت ملے حبیبِ خدا کے کلام کی
ہیں خوش نصیب وہی فقط اس جہاں میں ؛ لگے ہیں غلامی میں جو عالی وقار کی
دیدارِ مصطفےٰ مجھے یارب نصیب ہو ؛ یارب دعا قبول ہو مجھ خاکسار کی

كتابُ المَغازِي :- اى هٰذا كتابٌ فِي بيانِ مَغازِي النّبي صلّى الله عَليهِ وَسلّمُ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

ربط صحیح بخاری شریف تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق جامع ہے جو انواع ثمانیہ پر مشتمل ہے۔

سیر و اداب تفسیر و عقائد * فتن و احکام اشراط و مناقب

انواعِ ثمانیہ میں سے ایک نوع سیر ہے جو تاریخ کا ایک شعبہ ہے تاریخ قدیم ترین علم ہے جس کا تعلق ابتدائے آفرینش سے ہے جسے بدء الخلوق کہتے ہیں پھر اس کے دو حصّے ہو گئے ایک کا تعلق سلطانی قوت و جبروت، حکومت و حکمرانی کے مظاہرے سے ہے اور دوسرے کا تعلق کسی اصلاح شعار شخصیت کے جمال جہان آرا کے پرتو سے۔ دوسرے حصے کو اسلامی تاریخ اور سیرت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ کی داغ وبیل جلد اول ہی کے اخیر میں ڈال دی۔ چنانچہ تیرھویں پارے کا آغاز کتاب بدء الخلق" سے فرمایا ہے جس میں عرشِ الٰہی کی تخلیق پھر زمین و آسمان، چاند سورج، ملائکۃ اللہ اور جنت وجہنم کے متعلقہ روایات کو بیان فرمایا۔ پھر کتاب الانبیاء" کا عنوان قائم کر کے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر فرمایا، پھر کتابُ المناقب" کے عنوان سے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر فرمایا۔

اور سیرت سید الانبیاء و اصحاب کرام کا ایک بڑا باغ اور عظیم باب مغازی ہے جس کے لئے امام بخاریؒ نے کتاب المغازی" کا ترجمہ قائم کر کے ان روایات و احادیث کو پیش کیا ہے جن میں غزوات و سرایا کا ذکر ہے۔

جس جنگ میں آپ نے شرکت کی ہے وہ غزوہ ہے اور جس میں آپ نے شرکت نہیں کی ہے وہ سریّہ ہے لیکن متقدمین میں ابن اسحاق، ابن ہشام اور امام بخاریؒ وغیرہ ایک کا اطلاق دوسرے پر کرتے ہیں اور فرق نہیں کرتے ہیں چنانچہ سریّہ موتہ کو غزوۂ موتہ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو بخاری صفحہ ۶۱۱ اور غزوۂ ذات السلاسل صفحہ ۶۲۵ ان غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے لیکن باوجود اس کے امام بخاریؒ اور اصحاب سیر غزوہ لکھتے ہیں حضورِ اقدس کے اقدامات کیسے تھے؟ دفاعی تھے یا اقدامی؟ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم نے جتنے غزوات کئے ہیں سب دفاعی تھے سوائے بدر و خیبر کے۔

مغازی جمع ہے مغزی کی، مغزی مصدر ہے غزا یغزو غزوا و مغزی ارادہ کرنا، طلب کرنا، مغزی الکلام کلام کا مقصد وفی العینی الغزو السیر الی القتال مع العدو یعنی دشمن کے ساتھ لڑنے کی غرض سے چلنا ومنہ الغازی بمعنی مجاہد جمع غزاۃ کالقاضی جمعہ قضاۃ۔

یہاں مغازی سے مراد وہ قصد ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی طرف کیا خواہ بذات خود آپ نے شرکت فرمائی ہو یا صرف لشکر کو اپنی طرف سے بھیجنے پر اکتفا فرمایا ہو، قال الحافظ والمراد بالمغازی ھنا ما وقع من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار بنفسہ اوبجیش من قبلہ

پھر ان کافروں کا قصد عام ہے کہ ان کے شہروں کی طرف ہو یا ان مقامات و میدان کی طرف ہو جہاں اُن کے لشکر پہونچے ہوں جیسے احد اور خندق۔

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ

غزوہ عشیرہ یا عسیرہ کا بیان

عشیرۃ بضم العین المهملة وفتح الشین وهو اسم مصغر۔

۲ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں ایک سو پچاس[۱۵۰] صحابہ کو لے کر نکلے تھے اور عند البعض اس غزوہ میں آپ کے ساتھ دو سو آدمی تھے واللہ اعلم۔

عشیرہ اور عسیرہ میں راوی کو شک ہے مگر صحیح تر قول یہ ہے کہ غزوہ عسیرہ بالسین المهملة غزوہ تبوک ہے جو ۹ھ میں ہوا اور یہاں ۲ھ والا غزوہ عشیرہ بالشین المنقوطة ہی صحیح تر قول ہے۔

وقال ابن اسحاق اول ما غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الابواء ثم بواط ثم العشیرۃ

(ابن اسحاق تابعی امام المغازی ہیں کما قال الشافعیؒ من اراد المغازی فهو عیال علی محمد بن اسحاق (بدایہ والنہایہ ص ۶۳) نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ ابواء ہے پھر بواط پھر عشیرہ۔

تشریحات ابواء بفتح الهمزة وسکون الموحدة بالمد۔ **بواط** بضم الموحدة وبفتحها وتخفیف الواؤ۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضور اقدس کا پہلا غزوہ "غزوہ ودان ہے"، نیز مغازی ابن اسحاق میں بھی یہی ہے کہ حضورؐ کا سب سے پہلا غزوہ "غزوہ ودّان ہے (فتح الباری) اور دراصل اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابواء اور ودان (بفتح الواؤ وتشدید الدال) دونوں مقام ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں صرف دونوں کے درمیان چھ میل یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے اس لئے اس غزوہ کی نسبت دونوں طرف درست ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ یہی غزوہ ابواء ہے۔ ہجرت کے پورے ایک سال گذرنے پر ۲ھ صفر کے مہینہ میں آپ نکلے اور قریش سے جنگ کا قصد تھا لیکن مصالحت کی بنا پر جنگ نہیں ہوئی[عہ] اور ابواء کے لئے جب آپؐ نکلے تو حضرت سعد بن عبادہؓ کو آپؐ نے مدینہ کا حاکم (گورنر) بنادیا تھا۔ اس غزوہ میں جھنڈا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔

ثم بواط:- بواط ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضور اقدسؐ ۲ھ ربیع الاول کے مہینہ میں قریش ہی سے جنگ کے لئے نکلے، اس وقت مدینہ کا حاکم سائب بن عثمان کو بنایا۔ اور جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دے کر دو سو سوار ہمراہ لے کر جبل بواط کی طرف نکلے۔ اس کے بعد اسی سال یعنی ۲ھ جمادی الاولیٰ میں عشیرہ کے لئے نکلے۔ اس میں مدینہ کا حاکم ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ کو بنایا۔ واقدی کا بیان ہے مذکورہ تینوں سفروں میں آنحضرتؐ کا مقصد قریش کا قافلہ تھا کہ قافلہ قریش شام کی طرف تجارت کے لئے آتا اور جاتا تھا۔ راستہ گذرنے کا ان ہی جگہوں سے تھا

عہ شرائط صلح یہ تھی بنو ضمرہ نہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے اور بوقت ضرورت مسلمانوں کی اعانت کرنی ہوگی۔

چنانچہ جنگِ بدر کا بھی سبب یہی ہوا ہے۔
عشیرہ کے سفر میں جھنڈا حضرتِ حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا قریش کا ایک قافلہ بغرض تجارت شام کے لئے نکلا۔ آنحضرتؐ نے اسی قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے سفر کیا لیکن مقام عشیرہ پہونچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ قریش نکل چکا ہے۔ بہر حال مذکورہ تینوں سفر میں جنگ کی نوبت نہیں آئی ہے مگر آنحضرت اس عظیم قافلہ کی شام سے واپسی کے منتظر رہے چنانچہ اس قافلہ کی واپسی کے وقت آپؐ نے تعاقب کیا اور غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔
آنحضرتؐ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سفر تھے۔ نکلتے وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ قریش مکہ نے اپنے پیغمبر کو نکال دیا ہے بلاشبہ یہ لوگ تباہ ہوں گے۔
چنانچہ جہاد کا حکم ۲ سنہ ھ میں نازل ہوا۔ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا الآیۃ (پ ع۱۳)
(۱) حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ كُنْتُ إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ قَالَ الْعُشَيْرُ أَوِ الْعُسَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ۔
ترجمہ:۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ میں زید بن ارقمؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا سوان سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کئے؟ آپ نے کہا "انیس ۱۹" پوچھا گیا کہ آپ نے آنحضرتؐ کے ساتھ کتنے غزوات کئے ہیں؟ فرمایا سترہ ۱۷۔ میں نے پوچھا ان غزوات میں سب سے پہلا غزوہ کون سا ہے؟ فرمایا عشیر یا عسیرہ یعنی شک کے ساتھ بیان کیا، پھر میں نے اس کا ذکر قتادہ سے کیا تو آپ نے کہا کہ عشیرہ ہے یعنی صحیح شین منقوطہ کے ساتھ ہے۔ مطابقة للترجمة ظاهرة في قوله "العشيرة أو العسيرة"

تعداد غزوات و سرایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت کی ہے کتنے ہیں؟ روایات میں اختلاف ہے تقریباً آٹھ اقوال ہیں مگر ائمہ مغازی و جمہور محدثین کے نزدیک صحیح تر قول یہ ہے کہ غزوات کی صحیح تعداد ستائیس ۲۷ ہے۔ یہی رائے موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق اور ابن سعد، علامہ واقدی اور علامہ ابن جوزی رحمہم اللہ کی ہے[۱]۔ ان میں سے صرف نو ۹ کے اندر قتل و قتال کی نوبت آئی ہے۔ بدر[۱]، احد[۲]، غزوۂ خندق[۳]، بنی قریظہ[۴]، بنی المصطلق[۵]، خیبر[۶]، فتح مکہ[۷]، حنین[۸]، طائف[۹]۔
حضرت زید بن ارقمؓ سے انیس ۱۹ کی تعداد مروی ہے۔ جیسا کہ بخاری کی یہ روایت ۱ نیز مسلم اور ترمذی میں اسی طرح ہے اور سعید بن مسیب سے چوبیس ۲۴، اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے اکیس ۲۱ کی تعداد منقول ہے۔
سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے اڑتیس ۳۸، واقدی نے اڑتالیس، ابن جوزی نے چھپن ۵۶، اور مسعودی نے ساٹھ ۶۰ نقل کیا ہے لیکن ابن سعد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ سرایا کی کل تعداد سینتالیس ہے "۱ ما

---

۱ علامہ عینی فرماتے ہیں قالوا عدد مغازی رسول اللہ سبع و عشرون غزوة (عمدہ ص۴۳ ج۱۷)

سرایاہ وبعوثہ فقال ابن اسحاق ثمانیۃ وثلثون وقال ابن سعد سبعۃ واربعون (عمدہ ص۱۷/۲۱۳) پوری تفصیل کے لئے زرقانی ص۴۱۲/۱ کی مراجعت کریں۔

رہا غزوات وسرایا میں اختلافِ تعداد؟ تو اصل وجہ راویوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق بیان کیا ہے یا بعض حضرات نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کرلیا۔ اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی۔ جیسے غزوۂ حنین اور طائف وغیرہ (حاشیہ بخاری ص۵۶۳)

بخاری ص۵۶۳

بابُ ذکرِ النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم من یقتلُ ببدرٍ

بخاری ص۵۶۳

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کر دینا ان لوگوں کا نام جو غزوۂ بدر میں قتل کیا جائے گا، یعنی جنگ شروع ہونے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ اس جگہ فلاں مارا جائے گا اور اس جگہ فلاں قتل کیا جائے گا۔ اور یہ آپؐ کا عظیم معجزہ ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف جلد ثانی ص۱۰۲ میں حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرمؐ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس جگہ فلاں گرے گا۔ سو حضورؐ کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرا بھی فرق نہیں ہوا، اور سو فی صد آپؐ کی پیشین گوئی صحیح نکلی۔

۲۔ حدثنی احمدُ بنُ عثمانَ قال حدثنا شُریحُ بنُ مَسلَمۃَ قال حدثنا ابراھیم بنُ یوسفَ عن ابیہِ عن ابی اسحاقَ قال حدثنی عمرو بن میمونٍ انہ سمعَ عبدَ اللہِ بنَ مسعودٍ حدّث عن سعدِ بنِ مُعاذٍ انہ قال کان صدیقاً لاُمیّۃَ بنِ خلفٍ وکان امیّۃُ اذا مرّ بالمدینۃِ نزَلَ علی سَعدٍ وکان سَعدٌ اذا مرّ بمکۃَ نزل علی اُمیّۃَ فلمّا قدِمَ رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ انطلق سعدٌ معتمراً فنزَلَ علی امیّۃَ بمکۃَ فقال لاُمیّۃَ انظر لی ساعۃَ خلوۃٍ لعلّی ان اطوفَ بالبیتِ فخرج بہ قریبًا من نصفِ النہارِ فلقیھما ابو جھلٍ فقال یا ابا صفوانَ من ھذا معکَ فقال ھذا سعدٌ فقال لہٗ ابو جھلٍ الا اراک تطوفُ بمکۃَ آمنًا وقد آویتمُ الصُّبا ۃ وزعمتمْ انکم تنصرونھم وتعینونھم اما واللہِ لولا انک مع ابی صفوانَ ما رجعتَ الی اَھلکَ سالمًا فقال لہ سَعدٌ ورفع صوتہٗ علیہِ اما واللہِ لئن منعتنی ھذا لامنعنّکَ ما ھو اشدُّ علیک منہ طریقکَ علی المدینۃِ فقال لہٗ اُمیّۃ لا ترفعْ صوتکَ یا سعدُ علی ابی الحکمِ سیّدِ اھلِ الوادی فقال سعدٌ دعنا عنک یا اُمیّۃُ فواللہِ لقد سمعتُ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ انھم قاتلوکَ قال بمکۃَ قال لا ادری ففزِعَ لذالکَ امیّۃُ فزعًا شدیدًا فلمّا رجعَ امیّۃُ الی اھلہٖ قال یا امَّ صفوانَ الم تری ما قال لی سَعدٌ قالت وما قال لکَ قال زعمَ انّ محمدًا اخبرھم انھم قاتلیّ فقلتُ لہ بمکۃَ قال لا ادری فقال امیّۃُ واللہِ لا اخرجُ من مکّۃَ فلمّا کان یومُ بدرٍ استنفرَ ابو جھلٍ الناسَ قال ادرکوا عیرکم فکرہ امیّۃُ ان یخرجَ فاتاہ ابو جھلٍ فقال یا ابا صفوانَ انک متیٰ یراک الناسُ قد تخلّفتَ وانت سیّدُ اھلِ الوادی تخلّفوا معکَ

فلم یزل بہ ابو جہل حتیٰ قال اما اذ غلبتنی فواللہ لاشترین اجود بعیر بمکۃ ثم قال امیۃ یا ام صفوان جہزینی فقالت لہ یا ابا صفوان وقد نسیت ما قال لک اخوک الیثربی قال لا وما ارید ان اجوز معہم الا قریبا فلما خرج امیۃ اخذ لا ینزل منزلا الا عقل بعیرہ فلم یزل بذالک حتیٰ قتلہ اللہ ببدر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے سعد بن معاذؓ کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ سعد نے بیان کیا کہ وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے (زمانہ جاہلیت سے) اور جب بھی امیہ مدینہ سے گذرتا تو حضرت سعدؓ کے پاس قیام کرتا تھا۔ (شام جاتے اور آتے وقت) اسی طرح حضرت سعدؓ جب مکہ سے گذرتے تو امیہ کے یہاں قیام کرتے، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر مدینہ تشریف لائے تو ایک مرتبہ سعدؓ عمرہ کے ارادے سے مکہ گئے۔ (معمول کے مطابق امیہ بن خلف کے یہاں قیام فرمایا) اور امیہ سے کہا کہ میرے لئے کوئی تنہائی کا وقت دیکھو (یعنی ایسا وقت سوچو جو اور لوگ نہ دیکھیں) تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں، چنانچہ امیہ آپ کو دوپہر کے قریب ساتھ لے کر نکلا (چونکہ عرب کی گرمیوں میں عام طور پر لوگ باہر نہیں نکلتے ہیں) اتفاقاً ابوجہل ان دونوں سے ملا اور کہا "اے ابو صفوان (امیہ کی کنیت ہے) یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے کہا یہ سعد (بن معاذ) ہیں، اس پر ابوجہل نے حضرت سعد سے کہا "کیا نہیں دیکھتا ہوں میں تجھ کو کہ تو مکہ میں بے خوف طواف کرتا ہے۔ حالانکہ تم نے دین سے پھرنے والوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد و اعانت کرو گے۔ سن لو! قسم ہے اللہ کی اگر تم ابو صفوان (امیہ بن خلف) کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر صحیح سالم نہ لوٹ سکتے تھے اس پر حضرت سعد نے آواز بلند کر کے فرمایا" سن لو! قسم ہے اللہ کی اگر تم نے مجھے اس طواف سے روک دیا تو میں یقیناً روک دوں گا اس چیز سے جو تجھ پر اس سے زیادہ سخت گراں ہوگی۔ یعنی تیرا راستہ جو مدینہ والوں پر سے گذرتا ہے (مکہ والوں کی زندگی تجارت پر گذرتی تھی یہ لوگ تجارت کے لئے شام جاتے تھے اور شام کا راستہ مدینہ سے ہو کر گذرتا تھا۔ اس لئے حضرت سعدؓ نے دھمکی دی کہ شام کا سفر بند کر دوں گا۔ جو تمہارے لئے موت وزیست کا سوال ہے) پھر امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا "اے سعد اپنی آواز کو ابوالحکم (ابوجہل کی کنیت) پر بلند مت کرو کہ یہ مکہ والوں کا سردار ہے۔ سعد نے فرمایا چھوڑ دو ہم کو اے امیہ (یعنی اس طرح کی باتیں نہ کرو) خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں۔ فرماتے تھے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے، امیہ نے پوچھا کیا مکہ میں؟ سعدؓ نے فرمایا اس کا مجھے کچھ علم نہیں، امیہ اس بات سے سخت گھبرا گیا (اس کا اصلی سبب یہ ہے جو دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ امیہ نے قسم کھا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب بات کرتے ہیں تو غلط نہیں ہوتا ہے اس لئے امیہ کی حالت خراب ہونے لگی) پھر جب امیہ گھر واپس آیا تو (اپنی بیوی سے) کہا کہ اے ام صفوان! دیکھا نہیں سعد مجھ سے کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے پوچھا کیا کہہ رہے تھے؟ امیہ نے کہا سعد نے کہا ہے کہ محمدؐ نے انہیں خبر دی ہے کہ مسلمان مجھے قتل کر دیں گے، میں نے پوچھا کیا مکہ میں مجھے قتل کریں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کا مجھے کچھ علم نہیں، امیہ کہنے لگا "خدا کی قسم اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا" پھر جب جنگ بدر کا موقع آیا اور ابوجہل نے لوگوں کو حکم دیا اور کہا کہ اپنے قافلہ کی مدد کو پہنچو تو امیہ نے باہر نکلنے کو مکروہ جانا، پھر ابوجہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو صفوان تم وادی مکہ کے ایک سردار ہو۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ تم لڑائی سے پیچھے رہ گئے ہو

تو بہت سے لوگ تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے چنانچہ ابوجہل اس کے ساتھ ہمیشہ لگا رہا اور اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ امیہ نے کہا، بہرحال جب تو نے مجھ پر غلبہ کیا (یعنی تمہارا اصرار ہے) تو خدا کی قسم میں مکہ کا سب سے عمدہ اونٹ خریدوں گا (تاکہ خطرہ کا موقع دیکھ کر بھاگنے میں آسانی ہو) پھر امیہ نے (اونٹ خریدنے کے بعد گھر آکر) کہا اے ام صفوان میرا ساز وسامان تیار کر دو، اس نے کہا کہ اے ابوصفوان کیا اپنے یثربی بھائی کی بات بھول گئے؟ امیہ بولا کہ میں بھولا نہیں ہوں میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ ساتھ جاؤں مگر تھوڑی دور (مطلب یہ ہے کہ صرف جان چھڑانے کے لئے صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا) پھر جب امیہ نکلا تو راستہ میں جس منزل پر بھی قیام ہوتا یہ اپنا اونٹ (اپنے قریب ہی) باندھے رکھتا۔ اسی طرح سارے سفر میں اس نے اہتمام کیا، لیکن اللہ نے اس کو بدر میں قتل کر دیا۔

تشریحات ترجمۃ الباب کی مطابقت اسی آخری جملہ حتیٰ قتلہ اللہ ببدر سے ہے۔
اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی حقانیت پھر حضور کی حدیث پر حضرت سعدؓ کا یقین واعتماد وغیرہ بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔
یہ حدیث ص۵۱۲ جلد اوّل میں گذر چکی ہے۔

(باب قصۃ غزوۃ بدر وقول اللہ تعالیٰ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون ○ اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ الف من الملئکۃ منزلین بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتھم فینقلبوا خائبین (۱۲۷) پ ۴ ع ۴)۔

وقال وحشی قتل حمزۃ طعیمۃ بن عدی بن الخیار یوم بدر وقولہ تعالیٰ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم الایۃ سورۂ انفال آیت، ع ۱

ترجمہ:- غزوۂ بدر کا واقعہ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے۔ بدر کی لڑائی میں حالانکہ تم کمزور تھے (یعنی فوج کے اعتبار سے بھی کہ کفار ایک ہزار اور مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔ نیز سازوسامان کے لحاظ سے بھی مقابلتہً بے سروسامان تھے) سو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گذار رہو۔ جب آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے کرے، کیوں نہیں (ہاں کافی ہوگا) اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہوگے (یعنی اگر مستقل ڈٹے رہوگے اور خلاف اطاعت نہ کروگے اور اگر وہ آئیں تم پر اسی دم (یعنی یکبارگی حملہ کردیں) تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں سے نشان دار گھوڑوں پر، اور یہ امداد تو محض اللہ نے اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو (فتح و غلبہ کی) اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور مدد تو صرف اللہ کی ہی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے (اور یہ مدد اس غرض سے تھی) تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر

دے (چنانچہ ستر روسار کفار مارے گئے) یا انہیں ذلیل کردے کہ وہ ناکام واپس جائیں (چنانچہ دونوں ہوا کہ ستر ہلاک ہوئے اور ستر قید ہو کر ذلیل ہوئے پھر باقی خائب و خاسر ذلیل ہو کر بھاگے۔

اور وحشیؓ نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو جنگ بدر میں قتل کیا، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور جب اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ ایک تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ الآیۃ

غزوۂ بدر مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں بدر ایک مشہور گاؤں کا نام ہے، یہاں ایک کنواں تھا جس میں اس وقت پانی صاف اور کثیر تھا۔ اور یہی سبب تھا کہ ریگستانی میدان میں پانی کی افراط اور وہ بھی صاف شفاف پانی، جس کی وجہ سے اس دور میں لوگوں کی منڈی اور مسافروں کی منزل اسی جگہ ہوتی تھی۔ اسی مقام پر اسلام و کفر کا سب سے پہلا معرکہ توحید و شرک کی عظیم جنگ ۲ھ، ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ مطابق ۱۱ مارچ ۶۲۴ء کو پیش آیا تھا جو غزوۂ بدر کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ فرنگی مورخوں نے اس جنگ کی اہمیت کا اقرار کیا ہے۔ امریکی پروفیسر اپنی کتاب "ہسٹری آف دی عربین" میں لکھتا ہے "یہ اسلام کی سب سے پہلی فتح مبین تھی"۔

اب غزوۂ بدر کی پوری تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

شروع رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے مکہ جارہا ہے جو مال و اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ اس قافلہ کے پورے سرمایہ کے متعلق ابن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ پچاس ہزار دینار تھے۔ دینار سونے کا سکہ ہے جو ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے جو آج سے پندرہ سو برس پہلے تقریباً پچیس لاکھ روپے کی مالیت تھی جو آج کے پچیس کروڑ سے بھی زیادہ حیثیت ہوگی۔ اس تجارتی قافلہ میں تقریباً ستر آدمی تھے۔ جس میں تیس یا چالیس علیٰ اختلاف الاقوال قریش کے سرداروں میں سے تھے۔

چونکہ جنگ و جدال اور قتل و قتال کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس لئے آپؐ بلا کسی اہتمام اور خصوصی تیاری کے ۱۲ رمضان المبارک کو شنبہ کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ صحابہ کرامؓ کی تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی اگرچہ ۳۱۴ اور ۳۱۵ کا قول بھی ہے۔

ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہونچا تو ہر راہ گیر اور ہر مسافر سے آپؐ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا۔ پھر بعض مسافروں سے ابوسفیان کو خبر ملی کہ حضور اقدس ؐ نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف نکلنے کا حکم دیا ہے، ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اُجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ تجارت کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ کے تعاقب میں مدینے سے روانہ ہوئے ہیں۔

نقل ہے کہ ضمضم جب مکہ پہونچا ہے تو اس زمانہ کی خاص رسم کے مطابق اپنا کرتہ پھاڑ کر چیخنا شروع کر دیا کہ اے گروہ قریش اپنا مال بچاؤ، قافلہ تجارت کو بچاؤ۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے ابوسفیان کو لوٹنے کی تیاری کی ہے۔ اس خبر کے پہونچتے ہی مکہ میں ہل چل پڑگئی۔ اس لئے کہ قریش میں کا کوئی عورت اور مرد

ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنا سرمایہ اس میں شریک نہ کیا ہو، اس لئے اس خبر کو سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا۔ اور ابوجہل فرعون مکہ کی سیادت وقیادت میں ایک ہزار مسلح فوج نکل پڑی۔ بعض روایات میں ساڑھے نوسو کی تعداد منقول ہے دفع تعارض کے لئے یہ تطبیق بالکل مناسب ہے کہ لڑنے والے تو ساڑھے نوسو تھے اور بقیہ پچاس خدمت گار وغیرہ تھے قریش نہایت کروفر اور سامانِ عیش وطرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے میدان میں روانہ ہوئے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ۔ سورۂ انفال آیت ۴۷

اے مسلمانو تم ان کافروں کے مشابہ مت ہونا کہ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی قوت دکھلاتے ہوئے نکلے۔

تقریباً تمام سردارانِ قریش دو سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں لے کر شریکِ لشکر ہوئے صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جاسکا اور اپنے بجائے ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا، چونکہ عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہوجانے کی وجہ سے ادا کرنے کی طاقت نہ رہی تھی اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا۔

اسی طرح امیہ بن خلف نے بھی بدر میں جانے سے شروع میں انکار کیا لیکن ابوجہل کے جبر واصرار سے ساتھ ہونا پڑا۔ امیہ کے انکار کا سبب حدیث ۱۰ میں گذر چکا ہے دیکھ لیا جائے۔

برخلاف اس کے آپؐ نے سب پر اس جہاد کی شرکت کو لازم نہیں قرار دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس سواریاں موجود ہیں اور جہاد میں جانا چاہیں صرف وہی لوگ ہمارے ساتھ چلیں اور اس اختیار کی وجہ سے صحابۂ کرام کی بہت بڑی تعداد اس جہاد میں شریک نہ ہوئی۔

آپؐ کا قافلہ جب بدر کے قریب مقام صفراء پہونچا تو آپؐ کے مخبروں نے آپؐ کو خبر دی کہ ابوسفیان کا قافلہ آں حضورؐ کے تعاقب کی خبر پاکر ساحل کے راستے سے گذر گیا اور اس کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مکہ معظمہ سے ایک ہزار مسلح فوج جنگ کے لئے آرہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خبر نے حالات کا نقشہ پلٹ دیا۔ اس وقت آپؐ نے حضرات مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا کہ اس آنے والی فوج سے جنگ کرنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور بعض حضرات نے عرض کیا کہ ہم میں اُن کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور نہ ہم اس قصد سے آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور آپ کے اشارے کو بسروچشم قبول کیا اور دل وجان سے تعمیل حکم کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، پھر فاروقِ اعظمؓ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ پھر حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے آپ اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کو دیا تھا۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ

یعنی جائیے آپ اور آپ کا رب لڑ بھڑلیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں ملک حبشہ کے برک الغماد

تک بھی لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ جنگ کے لئے چلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا اور مقداد کے لئے دعارخیر فرمائی۔ مگر ابھی تک حضرات انصار کی طرف سے موافقت میں کوئی آواز نہ اٹھی تھی، اور یہ احتمال تھا کہ حضرات انصار نے جو معاہدہ نصرتِ امداد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا وہ اندرون مدینہ کا تھا، مدینہ سے باہر امداد کرنے کے وہ پابند نہیں تھے اس لئے آپؐ نے پھر مجمع کو خطاب کرکے فرمایا:۔

اشیروا علیّ ایھا الناس — اے لوگو مجھ کو مشورہ دو۔

سردار انصار حضرت سعد بن معاذؓ سمجھ گئے کہ اس خطاب کا روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ فوراً حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور اس کی شہادت دی کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے اور ہم نے آپ سے عہد وپیمان کئے ہیں کہ ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے اس لئے آپ کو جو کچھ اللہ کا حکم ملا ہو اس کو جاری فرمائیے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں گھس جائیں گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالیقین ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ہمیں اللہ کے نام پر جہاں چاہیں لے چلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور قافلہ کو حکم دیا کہ اللہ کے نام پر چلو اور یہ خوشخبری سنائی کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت پر ہمارا غلبہ ہوگا اور مجھ کو توم کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص اس جگہ اور فلاں شخص اس جگہ مارا جائے گا۔

پھر جب ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر مکہ پہونچ گیا تو ابوجہل کو خبر بھیجی کہ تم لوگ صرف ہم لوگوں کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے نکلے تھے سو ہم لوگ بخیر مکہ پہونچ گئے ہیں لہٰذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ لیکن ابوجہل نے فرعونیت میں آکر جنگ کی ٹھان لی اور کہا کہ جب تک ہم بدر پہونچ کر تین دن تک کھاپی کر گابجا کر مزے نہ اڑالیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ چنانچہ یہ مکہ کا فرعون خود بھی ہلاک ہوا اور امیہ بن خلف کو بھی جہنم رسید کر دیا۔

ادھر صحابہ کرام کو میدانِ بدر ہی میں معلوم ہوا کہ کرز بن جابر محاربی نے بھی کفار مکہ کی مدد کا ارادہ کر لیا ہے اور فوجی دستہ لے کر آرہا ہے تو بارگاہِ رب العزت میں استغاثہ کیا جیسا کہ سورۂ انفال کی آیت کے الفاظ ہیں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (پ ع ۱۴)

جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے (اپنی قلت اور ان کی کثرت دیکھ کر) پھر اس نے تمہاری سن لی اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہونچیں گے۔

پھر جب کرز بن جابر کی امداد آنے کی خبر معلوم ہوئی تو حق تعالیٰ نے مزید دو وعدے فرمائے جو سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار مذکور ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی اس لئے پہلے ایک ہزار فرشتے آئے۔ پھر کافر مسلمانوں سے تین گنا تھے اس لئے فرشتے تین ہزار ہو گئے تاکہ کافروں سے تین گنا

رہیں۔ پھر پانچ ہزار میں یہ رعایت ہے کہ لشکر کے پانچوں حصوں کے ساتھ ایک ایک ہزار رہیں۔ واللہ اعلم۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ قتل حمزۃُ ای ابنُ عبد المطلب طعیمۃ بن عدی بن الخیار یہ وہم ہے صحیح نہیں بلکہ صحیح ابن نوفل ہے۔ وایضا فی حاشیۃ البخاری بحوالہ فتح الباری

۳۔ حدثنی یحیٰی بنُ بکیرٍ قال حدثنا اللیثُ عن عقیلٍ عن ابن شہابٍ عن عبد الرحمٰن بنِ عبد اللہِ بن کعبٍ انَّ عبدَ اللہِ بنَ کعبٍ قال سمعتُ کعبَ بنَ مالکٍ یقولُ لم اتخلّفْ عن رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃٍ غزاھا الّا فی غزوۃِ تبوکَ غیر انّی تخلّفتُ فی غزوۃِ بدرٍ ولم یعاتبْ احدٌ تخلّفَ عنہا انّما خرجَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیرَ قریشٍ حتّٰی جمعَ اللہُ بینہم وبین عدوّھم علٰی غیرِ میعادٍ۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے کہ میں نے کعب بن مالکؓ سے سنا آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوے کئے میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک کے البتہ غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ لیکن جو لوگ غزوۂ بدر میں پیچھے رہے ان پر کسی قسم کا کوئی عتاب نہیں ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ قریش کے ارادے سے نکلے تھے (یعنی کوئی جنگ وجہاد کا ارادہ نہیں تھا اس لئے اعلان بھی صحابہ میں نہیں ہوا) اتفاقاً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جمع کر دیا۔

(غیر میعاد ای لا ارادۃ فتح الباری۔ مطلب یہ ہے کہ بلا شان وگمان مڈبھیڑ ہوگئی اور خوب جنگ ہوئی۔

تشریحات:۔ چونکہ حضرت کعب بن مالکؓ کے دونوں تخلف میں فرق تھا اس لئے لم اتخلّف الّا فی غزوۃ تبوک کے ساتھ غزوۂ بدر کا استثناء نہیں کیا اور اس طرح نہیں فرمایا الا فی غزوۃ تبوک وغزوۃ بدر بلکہ غزوۂ تبوک کے لئے حرف الّا اور غزوۂ بدر کے لئے لفظ غیر کا استعمال کیا چونکہ اصل تخلف غزوہ تبوک ہی کا تخلف تھا جو اپنے اختیار سے تخلف تھا اور مذموم تھا۔ اس لئے کہ تبوک میں شرکت کا حکم ہو چکا تھا یہی وجہ ہے کہ تبوک سے تخلف کرنے والوں پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور غزوۂ بدر کا تخلف مذموم نہ تھا چنانچہ جو شخص غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا اس پر کوئی عتاب نہیں۔ اس لئے غزوۂ بدر کے تخلف کو حرف غیر کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ غزوۂ بدر کے تخلف کا غزوۂ تبوک سے مغایرت معلوم ہو جائے۔ فافہم ذالک فانہ دقیق فتح الباری۔)

باب قولِ اللہ تعالیٰ اذ تستغیثونَ ربکم فاستجابَ لکم انّی مُمدّکُم بالفٍ منَ الملائکۃِ مُردفین ⑨ وما جعلہ اللہ الا بشریٰ ولتطمئنَّ بہ قلوبکم وما النصرُ الا من عندِ اللہِ انّ اللہ عزیزٌ حکیم ⑩ اذ یغشیکمُ النعاسَ امنۃً منہ وینزّل علیکم منَ السّماءِ ماءً لیطہّرکم بہ ویذہب عنکم رجزَ الشیطانِ ولیربطَ علٰی قلوبکم ویثبّتَ بہ الاقدام ⑪ اذ یوحی ربّکَ الی الملائکۃِ انّی معکم فثبّتوا الّذینَ امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعبَ فاضربو فوقَ الاعناقِ واضربوا منہم کلّ بنان ⑫ ذالکَ بانّہم شاقّوا اللہ ورسولہ ومن یّشاققِ اللہ و

رسوله فان اللّٰه شديد العقاب ⑬ (پ ۹ ع ۱۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے (اپنی قلت اور ان کی کثرت دیکھ کر) پھر اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا) کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہونچیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہیں بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے۔ اور واقع میں نصرت تو صرف اللہ ہی کے پاس سے ہے، بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسے کو دور کر دے اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ذریعہ تمہارے پاؤں جما دے (یعنی تم ریگ میں نہ دھنسو) اور اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا پروردگار وحی کر رہا تھا، فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو ایمان والوں کو جمائے رکھو میں ابھی کافروں کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو، یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ سزا دینے میں سخت ہے۔

۴۔ حدثنا ابو نعيم قال حدثنا اسرائيل عن مخارق عن طارق بن شهاب قال سمعت ابن مسعود يقول شهدت من المقداد بن الاسود مشهدا لان اكون صاحبه احب الي مما عدل به اتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يدعو على المشركين فقال لا نقول كما قال قوم موسى اذهب انت وربك فقاتلا ولكنا نقاتل عن يمينك و عن شمالك وبين يديك و خلفك فرايت النبي صلى الله عليه وسلم اشرق وجهه و سره۔

ترجمہ:۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے ابن مسعود سے سنا فرما رہے تھے کہ میں نے مقداد بن اسودؓ کو پایا اس مقام پر کہ اس مقام والا ہونا مجھ کو محبوب ترین ہوتا ان تمام چیزوں سے جو اس سے مقابل کیا جائے (مطلب یہ ہے کہ حضرت مقدادؓ نے جنگ بدر کے سلسلے میں جو حضور اقدس سے بات کہی اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہوتی تو کائنات عالم کی ساری دولت اس کے مقابلہ میں ہیچ اور کمتر ہوتی)

حضرت مقدادؓ نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ دراں حالیکہ حضورؐ مسلمانوں کو مشرکین کے خلاف (یعنی جنگ پر) آمادہ کر رہے تھے، تو مقداد نے کہا "ہم وہ نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا (موسیٰؑ سے) کہ جاؤ تم اور تمہارا رب ان سے جنگ کرو، بلکہ ہم لڑیں گے آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم کا چہرہ مبارک کھل گیا اور آپؐ مقداد کے قول سے خوش ہوئے۔ (کتاب التفسیر ص ۶۶۳ میں روایت آئے گی)

تشریحات

مطابقة للترجمة حضرت مقداد کا خوش کن قول غزوۂ بدر ہی کے متعلق ہے۔

۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مقداد کی وہ بات جو ابن مسعود کو ہر چیز سے محبوب تر ہے، اس وقت کی ہے جبکہ آں حضرتؐ صفراء میں پہونچے اور آپؐ کو خبر ملی کہ قریش مکہ کا ارادہ بدر کی جنگ کا ہے اور ابوسفیان کا قافلہ مکہ نکل گیا تو آنحضرتؐ نے لوگوں سے مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور تائیدی تقریر کی پھر عمر فاروقؓ کھڑے ہوئے پھر حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر تقریر کی جو حدیث میں مذکور ہے۔

بعض روایات میں اتنا زیادہ ہے کہ مقدادؓ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اگر آپ ہم کو برک الغماد (یمن میں ایک جگہ ہے) تک لے جاویں تو ہم آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ہم کو مشورہ دو" پس لوگوں نے معلوم کر لیا کہ آنحضرتؐ کا مقصد حضرات انصار سے ہے اور آپؐ کو خطرہ تھا کہ شاید انصار آپ کا ساتھ نہ دیں اس لئے کہ انصار نے تو صرف اس پر بیعت کی تھی کہ ہم لوگ آپ کی مدد کریں گے جو بھی دشمن آپ پر حملہ آور ہو گا نہ یہ کہ آپ دشمن پر حملہ کریں، سو سعد بن معاذ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جس پر چلیں، اس پر آنحضورؐ بہت خوش ہوئے ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ نے فرمایا "شاید آپ ایک کام کے لئے نکلے تھے یعنی ابوسفیان کے قافلہ تجارت کے مالوں کو لوٹنے کے لئے لیکن خداوند قدوس نے دوسرا معاملہ پیدا کر دیا سو آپ کے ... جو حکم ہوا ہے بدستور چلیں۔ جو چاہیں کریں اور ہمارے اموال میں سے جو چاہیں لیں، حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ہم مدینے میں تھے کہ مجھ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پہونچی ہے پس کیا تم چاہتے ہو کہ اس کی طرف نکلو شاید حق تعالیٰ اس کا مال ہم کو دلا دے، ہم نے کہا ہاں" سو جب ہم لوگ ایک دو روز چلے تو آپؐ کو خبر ملی آپ نے ہمیں بتایا اور فرمایا، جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم نے کہا قسم ہے اللہ کی ہم تو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آں حضرتؐ نے وہی بات فرمائی تو مقدادؓ نے کہا کہ ہم آپ کو نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا "اذهب انت وربک الخ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے، اس پر ہم گروہ انصار نے تمنا کی کہ کاش ہم نے بھی حضرت مقداد کی طرح کہا ہوتا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکرھون ⑤ انفال پ ۹ ع ۱۵	جیسے آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو نکالا (یعنی بدر کی طرف روانہ کیا) اور مسلمانوں کی ایک جماعت (اپنی قلت تعداد کی وجہ سے) اسی کو گراں سمجھتی تھی۔

۵ حدثنی محمدؐ بن عبد اللہ بن حوشب قال حدثنا عبد الوھاب قال حدثنا خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر اللھم ان شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویولون الدبر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے روز فرمایا تھا اے اللہ میں آپ کے عہد اور وعدہ کا طلب گار ہوں (جو تو نے اپنے نبی کی مدد اور کفار پر غلبہ کے متعلق کیا ہے)

خدایا اگر تو چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ ہوگی (یعنی آج اگر ہم لوگ ختم ہو گئے تو تیری عبادت و بندگی ختم ہو جائیگی اور روئے زمین پر صرف بت پرستی ہوگی) اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا "بس کافی ہے (یعنی بس کیجئے) سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر نکلے تو آپ کی زبان مبارک پر آیت تھی" سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ عنقریب جماعتِ کفار کو شکست ہوگی اور یہ پیٹھ پھیرلیں گے۔

مر الحدیث فی الجهاد صفحہ ۴۰۸

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم بدر" یہ حدیث یہاں مرسل ہے چونکہ حضرت ابن عباسؓ جنگ بدر میں موجود نہیں تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے یہ حدیث لی ہے جیسا کہ مسلم شریف جلد ثانی ص ۹۳ میں حدیث موجود ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن الخطاب نے بیان فرمایا کہ جب بدر کے روز آنحضرتؐ نے مشرکوں کی طرف دیکھا اور وہ کفار ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس مرد تھے تو آنحضرتؐ نے قبلے کی طرف چہرہ کر کے اپنے دونوں ہاتھ دراز فرمائے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر مونڈھے سے گر گئی۔ الخ.

اور عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ جب بدر کا دن ہوا تو آنحضرتؐ نے مشرکوں کی طرف نظر کی تو بہت معلوم ہوئے اور مسلمانوں کی طرف دیکھا تو قلیل معلوم ہوئے اس پر آنحضرتؐ نے نماز پڑھی اور ابو بکرؓ آپؐ کے دائیں جانب کھڑے ہوئے اور آپؐ نے دعا کی "الٰہی مجھ کو خوار نہ کر، مجھ کو ذلیل نہ کر، الٰہی تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں" اور ایک روایت میں ہے الٰہی یہ قریش ہیں بڑے فخر و تکبر کے ساتھ آئے ہیں، لڑتے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں، اے اللہ میں تجھ سے وہ مدد چاہتا ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی حدیث مسلم میں ہے کہ الٰہی اگر تو مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو پھر زمین پر تیری بندگی نہ ہوگی۔ اور آپؐ نے یہ اس وجہ سے فرمایا کہ آپؐ کو معلوم تھا کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہے تو اگر آپ اور آپؐ کے ساتھی ختم ہو جائیں تو توحید کی دعوت دینے والا کون رہے گا؟

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہ دعا آنحضرتؐ نے جنگِ احد کے دن بھی کی تھی۔

مسلم شریف کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کی چادر مونڈھے پر ڈال دی۔ اور آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے "کہ حضورؐ کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا جو آپ سے کیا ہے پھر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ. الخ.

بَابٌ

یہ باب بلا ترجمہ ہے فهو کالفصل من الباب السابق

۵. حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ اَنَّهٗ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُولُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُونَ اِلٰى بَدْرٍ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ برابر نہیں ہوسکتے ہیں وہ مسلمان جو بدر سے بیٹھنے والے ہیں یعنی جنگ بدر میں شریک نہیں ہوسکے۔ اور جو لوگ بدر کی طرف نکلے یعنی شریک بدر ہوئے۔

تشریحات ابن عباس کا مقصد یہ ہے کہ آیتِ کریمہ لایستوی القاعدون الخ (پارہ ۵ ع ۱۰) بدر والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث کتاب التفسیر صـ۶۶۱ میں آرہی ہے۔

۵۶۴ (بابُ عِدَّةِ اصحابِ بَدرٍ)

اصحاب بدر کی تعداد کا بیان

یعنی جو اصحاب جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور جن حضرات کو شریک سمجھا گیا۔

۷. حدثنا مُسلمٌ قالَ حدثنا شعبةُ عن ابی اسحاقَ عن البراءِ قالَ اُستُصغِرتُ اناوابنُ عُمَرَ ح وحدثنی محمودٌ قالَ حدثنا وهبٌ عن شعبة عن ابی اسحاقَ عنِ البراءِ قالَ استُصغِرتُ اناوابنُ عُمَرَ یومَ بدرٍ وکانَ المُهاجرونَ یومَ بدرٍ نیِّفا علیٰ سِتّین والانصارُ نیِّفٌ واربعونَ ومائتانِ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ (غزوۂ بدر کے دن) میں اور ابن عمرؓ چھوٹے سمجھے گئے۔ یعنی نابالغ ہونے کی وجہ سے ہم دونوں کو غزوۂ بدر میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ بچوں کو جہاد سے چھانٹ دیتے تھے (فتح)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں اور ابن عمرؓ جنگِ بدر کے روز چھوٹے قرار دے دیئے گئے تھے اور جنگ بدر میں مہاجرین ساٹھ۶۰ سے زیادہ تھے اور انصار دوسو چالیس۲۴۰ سے زیادہ تھے۔

تشریحات ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ جنگ احد میں چھوٹے قرار دیئے گئے۔ مگر دونوں روایتوں میں تعارض اس لئے نہیں ہے کہ ابن عمرؓ جنگ بدر میں تیرہ برس کے اور جنگ احد میں چودہ سال کے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ دونوں جنگوں میں نابالغ قرار دیئے گئے ہوں۔ (فتح)

نیِّفا منصوب لانہ خبر کان، ویجوز فی نیِّفا الثانی النصب والرفع اما النصب فعلیٰ تقدیر وکان الانصار نیِّفا وقولہ اربعین عطف علیہ وقولہ مائتین عطف علیٰ اربعین۔ واما الرفع کما فی متنِ البخاری فعلیٰ انہ خبر لقولہ والانصار لکونہ مبتدأ ویقرأ علیٰ هذا اربعون ومائتان لانهما حینئذٍ معطوفان علی المرفوع ہمارے ہندوستانی نسخہ بخاری میں اسی طرح ہے۔

حاءِ تحویل اور اس کا مقصد یہاں پر سند میں ح واقع ہوئی ہے اس لئے اس کے بعد واو تحویل لایا گیا ہے۔

عہ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ عن بدرٍ والی بدر ای لامساواۃ بینهما

عہ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ کان المهاجرون یومَ بدرٍ الخ

حضرات محدثین کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک حدیث کی مختلف سندیں ہوں تو ہر ہر سند کو پوری بیان کرنے میں طوالت ہوگی۔ اس طوالت سے بچنے کے لئے محدثین کرام یہ صورت اختیار کرتے ہیں کہ پہلے ایک سند کو مشترک شیخ تک پہونچا دیتے ہیں پھر دوسری سند اور تیسری سند کو اس شیخ تک پہونچاتے ہیں اور دونوں سندوں کے درمیان میں فصل کے لئے ح مہملہ معزدہ لے آتے ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو متعدد سندوں پر ایک ہی سند کا گمان یا اشتباہ نہ ہو۔

اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ حار مہملہ ہے یا جو لوگ خا معجمہ قرار دیتے ہیں ان کے بھی دو قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ مخفف ہے ارتخ کا اور ارتخ مخفف ہے الی آخرہ کا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خار معجمہ مخفف ہے اسناد آخر کا۔ لیکن جماعت کثیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حار مہملہ غیر منقوطہ ہے پھر اس جماعت میں چار فریق ہیں۔

ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ الحدیث کا مخفف ہے لہذا یہاں پہونچ کر الحدیث پڑھنا چاہئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صح کا مخفف ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی تحریر میں کسی جگہ تردد اور شبہ کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس جگہ چھوٹا سا صح بنا دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت، ہے کہ عبارت میں شک و شبہ نہ کرو، یہ عبارت صحیح ہے اور چونکہ اس سے مقصود صرف تنبیہ ہے اس لئے اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ الحائل کا مخفف ہے حائل کے معنی آڑ کے ہیں تو چونکہ یہ حار دو سندوں کے درمیان حائل ہو رہی ہے یعنی صرف علامت حیلولت ہے اس لئے اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ حار تحویل ہے ای تحویل من سند الی سند آخر، یہاں پہونچ کر حار پڑھا جائے گا جمہور محدثین کے نزدیک یہی آخری قول اصح الاقوال اور معمول بہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۸۔ حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير قال حدثنا ابو اسحاق قال سمعت البراء يقول حدثني اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ممن شهد بدرا انهم كانوا عدة اصحاب طالوت الذين جازوا معه النهر بضعة عشر وثلث مائة قال البراء لا والله ما جاوز معه النهر الا مومن۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدسؐ کے اصحاب میں سے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی حدیث بیان کی کہ یہ لوگ اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر تھے جنہوں نے حضرت طالوت کے ساتھ نہر (فلسطین) پار کیا تھا یعنی تین سو دس سے کچھ اوپر، حضرت براء کا بیان ہے کہ نہیں خدا کی قسم طالوت کے ساتھ صرف وہی لوگ نہر سے پار اترے تھے جو ایمان والے تھے۔

تشریحاتع طالوت سے حضرت طالوت ہیں جو بنیامین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور حضرت بنیامین حضرت یوسفؑ کے بھائی تھے، اور ان طالوت ہی کو عبرانی زبان میں شاول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کا ذکر قرآن کی سورۂ بقرہ سیقول کے اخیر میں ہے فلیراجع لہ طالوت غریب تھے سقایا، دباغ (فتح)

ع مطابقة للترجمة ظاهرة هذا طريق اخر في حديث البراء“

صـ۵۶۴

۹. حدثنا عبد اللہ بن رجاء قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن البراء قال کنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نتحدث ان عدۃ اصحاب بدر علی عدۃ اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النھر ولم یجاوز معہ الا مومن بضعۃ عشر وثلثمائۃ

ترجمہ:۔ حضرت براء سے روایت ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی جنہوں نے آپ (طالوت) کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والے صرف مومن ہی تھے جو تین سو دس سے کچھ اوپر تھے۔

۱۰. حدثنی عبد اللہ ابن ابی شیبۃ قال حدثنا یحییٰ عن سفین عن ابی اسحاق عن البراء ح وحدثنا محمد بن کثیر قال اخبرنا سفین عن ابی اسحاق عن البراء قال کنا نتحدث ان اصحاب بدر ثلثمائۃ وبضعۃ عشر بعدۃ اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النھر وما جاوز معہ الا مومن

ترجمہ:۔ حضرت براء سے روایت ہے کہ ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ اوپر تھے موافق تعداد اصحاب طالوت کے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور اس سے عبور کرنے والے صرف مومن تھے۔

تشریحات نہر سے نہر اردن مراد ہے اور جالوت فلسطینی ظالم تھا۔ اسی ظالم سے مقابلہ کے لئے طالوت کا اعلان تھا کہ جو جالوت کو قتل کر دے گا میں اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دوں گا نیز آدھا ملک تقسیم کر کے دے دوں گا۔ چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی چھوٹی لڑکی حضرت داؤدؑ کے نکاح میں دے دی۔ پھر بنی اسرائیل میں حضرت داؤد کی قدر و عزت بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ حضرت داؤد مستقل بادشاہ ہو گئے تو طالوت کی نیت بدل گئی اور داؤد سے کچھ کشیدگی سی ہو گئی۔ پھر اس نے سلطنت چھوڑ دی اور جہاد میں نکلا چنانچہ شہید بھی ہو گئے۔

تفصیلی واقعہ کے لئے فیض الامامین شرح جلالین کا دوسرا پارہ آخری رکوع کا مطالعہ فرمایئے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش شیبۃ وعتبۃ والولید وابی جھل بن ھشام وھلاکھم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا قریش شیبہ اور عتبہ اور ابوجہل بن ہشام کے لئے اور ان کافروں کی ہلاکت کا بیان۔

تشریحات یہ بد دعا وہی ہے جو مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدبختوں کے لئے کی تھی جس وقت ان بدبختوں نے نماز کی حالت میں حضرت کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھدی تھی۔

صـ مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اصحاب بدر ثلثمائۃ وبضعۃ عشر"

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے بخاری ص۳۰ تا ص۳۱ نیز کتاب الصلوٰۃ ص۷۴

۱۱۔ حدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا زهیر قال حدثنا ابو اسحاق عن عمرو بن میمون عن عبد الله بن مسعود قال استقبل النبی صلی الله علیه وسلم الکعبة فدعا علی نفر من قریش علی شیبة بن ربیعة وعتبة بن ربیعة والولید بن عتبة وابی جهل بن هشام فاشهد بالله لقد رأیتهم صرعی قد غیرتهم الشمس وکان یوما حارا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کیا اور قریش کے چند شخصوں پر بددعا کی، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ہشام پر۔ سو میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں (یعنی قسم ہے اللہ کی) کہ میں نے (بدر کے میدان میں) ان کی لاشیں پڑی ہوئی دیکھیں، ان کی لاشوں کو سورج نے متغیر کر دیا تھا (یعنی بگاڑ دیا تھا) کیونکہ گرمی کا دن تھا۔ۂ والحدیث قد مر فی کتاب الوضوء ص۳۷ وفی کتاب الصلوٰۃ ص۷۴

(باب قتل ابی جهل)

۱۲۔ حدثنا ابن نمیر قال حدثنا ابو اسامة حدثنا اسمعیل قال اخبرنا قیس عن عبد الله انه اتی ابا جهل وبه رمق یوم بدر فقال ابو جهل هل اعمد من رجل قتلتموه

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ (عبد اللہؓ) ابوجہل کے پاس آئے اور ابھی اس میں جان باقی تھی جنگ بدر کے روز (ابوجہل تلواروں کے زخم سے زمین پر پڑا ہوا تھا مگر ابھی کچھ جان باقی تھی (حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس سے بات کی)، تو ابوجہل نے کہا کیا کوئی زیادہ تعجب خیز بات ہے اس آدمی سے جس کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے ؟ کتنے بڑے رئیس اور شریف قوم کو تم نے قتل کیا ہے ؟ کہ اس سے بڑے درجے کا قوم میں کوئی نہیں ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت آرہی ہے جس میں ابوجہل کے الفاظ ہیں "قال وهل فوق رجل قتلتموه کیا اس سے اوپر درجہ کا بڑے درجے والا کوئی آدمی ہے جس کو تو نے قتل کر دیا ہے۔ (رمق بقیۂ زندگی۔ طبرانی میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابوجہل کو بدر کے روز پڑا پایا تو میں نے کہا اے دشمنِ خدا، حق تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل کیا اس پر ابوجہل نے کہا" هل اعمد رجل قتلتموه"

۱۳۔ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا زهیر حدثنا سلیمن التیمی ان انسا حدثهم قال النبی صلی الله علیه وسلم ح وحدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا زهیر عن

ۂ مطابقة للترجمة فی قوله "رأیتهم صرعی ای یوم بدر"

ۂ یعنی کوئی تعجب کی بات اور باعث ننگ و عار نہیں ہے کیونکہ میں غیر لوگوں کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا بلکہ اپنی ہی قوم کے ہاتھ سے مارا گیا ہوں۔

سلیمان التیمیؒ عن انسٍ قال قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم مَن ینظرُ ما صنعَ ابو جهلٍ فانطلق ابنُ مسعودٍ فوجدہٗ قد ضربہ ابنا عفراءَ حتیٰ بَرَدَ قال أانتَ ابوجهلٍ قالَ فاخذ بلحیتہٖ قالَ وهل فوقَ رجلٍ قتلتموہٗ او رجلٍ قتلہٗ قومہٗ قالَ احمدُ بنُ یونسَ انتَ ابوجهلٍ

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو دیکھ آوے کہ ابوجہل نے کیا کیا ہے (یعنی زندہ ہے یا مرگیا) تو ابن مسعودؓ گئے اور ابوجہل کو پایا کہ عفراء کے دو صاجزادوں (معاذ اور معوذؓ) نے اس کو مارا ہے یہاں تک کہ ٹھنڈا کر دیا (یعنی سارا نخر و زور اس کا ختم کر دیا اب مرنے کے قریب ہے) ابن مسعودؓ نے کہا "کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ حضرت انس کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑلی، ابوجہل نے کہا کیا اس سے بھی کوئی بڑا انسان ہے جسے تم نے قتل کیا؟ یا اس نے یہ کہا کہ کیا اس سے بھی بڑا کوئی انسان ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے؟ دوسرا نسخہ انت ابا جهلٍ بالنصب علی النداء ای انت مصروع یا ابا جهلٍ [1]

غیر مقلدوں کا جاہلانہ یا متجاہلانہ اعتراض

غیر مقلد حضرات حضرت امام اعظم پر ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ امام اعظم علم نحو میں کمزور تھے کیونکہ ابو عمرو علاء نحوی نے حضرت امام اعظم سے سوال کیا کہ قتل بالمثقل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟ امامؒ نے فرمایا نہیں۔ اس پر ابو عمرو نے کہا کہ اگر وہ منجنیق کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں؟ امامؒ نے فرمایا: لو قتلہ بابا قبیس (اگرچہ جبل ابی قبیس سے قتل کرے) چونکہ اب اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے اور اس پر باء حرف جار داخل ہے اس لئے نحو کے مشہور قاعدے کے لحاظ سے حالت جر میں یاء کے ساتھ "لو قتلہ بابی قبیس ہونا چاہئے تھا اور حضرت امام اعظمؒ نے الف کے ساتھ بابا قبیس فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے امام اعظمؒ سے نحوی غلطی ہوئی۔

حالانکہ اس سے تو امام اعظمؒ کا نحوی تبحر ثابت ہوتا ہے اور معترضین کی بے مائیگی وجہالت ثابت ہوتی ہے حد یہ ہے کہ بخاری شریف پر بھی ان کی نظر نہیں ہے اگر دیکھنے اور پڑھتے بھی ہیں تو صرف روایت پڑھتے ہیں درایت وفہم سے محروم ہیں۔ بخاری شریف کتاب المغازی کی اس تیرھویں حدیث کو اگر بغور دیکھتے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب ابوجہل کا سر قلم کرنے گئے تو ابوجہل زخموں سے چور پڑا ہے مگر کچھ جان باقی ہے تو حضرت ابن مسعودؓ نے کہا انت ابا جهلٍ اگرچہ ایک نسخہ واؤ کے ساتھ بھی ہے۔ بہرحال اکثر نسخے اور معتمد نسخے الف کے ساتھ ہی ہیں اور دونوں نسخے صحیح ہیں۔ اسمائے ستہ مکبرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ جب غیر یا متکلم کی طرف مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا اعراب ہوگا جیسا کہ ایک شعر ہے ؎

ان اباها و ابا اباها   قد بلغا فی المجد غایتاها

اس کی طرف حاشیہ میں بھی اشارہ ہے "ولابن عساکر والاصیلی وابی ذر عن الحموی والکشمیهنی

---

[1] لیکن علامہ عینی نے لکھا ہے والفرق بین المثل والنحو ان المثل متحد فی الحقیقۃ والنحو اعم وقیل مترادفان (عمدۃ القاری ص ۲۹۳ ج ۱۷ یعنی فتح مکہ)

ابا جهل بالالف بدل الواؤ علی لغة من یثبت الالف فی الاسماء الستة فی کل حال ص ۵۶۵

تشریحات ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر کسان وکاشتکار کے علاوہ مجھ کو مارتا تو بہتر ہوتا یعنی اس کا عار مجھ کو ہے کہ کسان یعنی مدینہ کے انصار نے مارا جو میرے لئے شرم کی بات ہے مقصد اس مردود کا قاتل کی تحقیر وتوہین ہے، ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے جب دیکھا کہ اس میں جان باقی ہے تو میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھدیا اور میں نے کہا اے دشمنِ خدا، حق تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل کیا، اس نے کہا مجھ سے ذلیل تر کون ہے جس کو تم نے قتل کیا۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرکے عرض کیا" یہ سر اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا ہے"، پھر حضورؐ نے حق تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی۔

۱۴۔ حدثنی محمد بن المثنیٰ قال حدثنا ابن ابی عدیّ عن سلیمان التیمیّ عن انسٍ قال قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدرٍ من ینظر ما فعل ابوجهلٍ فانطلق ابن مسعودٍ فوجدہٗ قد ضربہ ابنا عفراء حتی برد فاخذ بلحیتہٖ قال انت ابوجهلٍ قال وهل فوق رجلٍ قتلہ قومہ او قال قتلتموہ

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز فرمایا "کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ تو حضرت ابن مسعودؓ گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دونوں صاحبزادوں نے اسے مار دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا پڑا ہے سو ابن مسعودؓ نے اس کی ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا" کیا تو ہی ابوجہل ہے"۔ اس نے کہا کیا اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے یا اس نے کہا تم لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

۱۵۔ حدثنی ابن المثنیٰ قال اخبرنا معاذ بن معاذٍ قال حدثنا سلیمان قال اخبرنا انس بن مالکٍ نحوہٗ۔ ترجمہ واضح ہے۔

نحوہ اور مثلہ کا فرق محدثین کرام کی اصطلاح ہے کہ اگر کسی حدیث کی دو سندیں ہوں تو پہلی حدیث بیان کرنے کے بعد دوسری سند ذکر کرکے اختصار کے لئے مثلہ یا نحوہ فرما دیتے ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ مثلہٗ کی صورت میں الفاظ بھی دونوں کے ایک ہی ہوتے ہیں اور نحوہٗ کی صورت میں صرف معنیٰ و مفہوم کی موافقت ہوتی ہے الفاظ بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔

۱۶۔ حدثنا علیّ بن عبد اللہ قال کتبتُ عن یوسف بن الماجشون عن صالح بن ابراهیم عن ابیہ عن جدہٖ لا فی بدرٍ یعنی حدیث ابنی عفراء۔

ترجمہ:۔ ہم سے علی بن عبد اللہؒ نے حدیث بیان کی، اس نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث یوسف بن ماجشون سے لکھی۔ انہوں نے صالح بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوفؓ سے اس نے اس صالح کے دادا (عبد الرحمان بن عوفؓ) سے بدر کے بارے میں یعنی عفراء کے دونوں بیٹوں کی حدیث۔

تشریحات علی بن عبد اللہ هو ابن المدینی، قولہ "کتبت" کنایت عن سمعت لان الکتابة لازم السماع عادة والضمیر فی جدہ راجع الی صالح۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا کہ مجھ سے معاذ بن عمرو بن جموح نے

کہا کہ میں نے جب بدر کے دن سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوجہل کے پاس کوئی نہیں پہونچ سکتا تو میں نے اس کیطرف قصد کیا، جب میں نے موقع پایا تو اس پر میں نے حملہ کرکے اس کا پاؤں زخمی کردیا پھر اس کے بیٹے عکرمہ نے مجھ پر حملہ کرکے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر معاذ رضؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک زندہ رہے، پھر ابوجہل کے پاس معوّذ بن عفراء پہونچا اور اس نے جو ابوجہل پر حملہ کیا تو ابوجہل کو گرا ہی دیا کہ چلنے پھرنے سے مجبور ہوگیا مگر پھر بھی معوّذ رضؓ سے جنگ جاری رہی یہاں تک کہ معوّذ شہید ہوگئے۔

اس روایت سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے تعارض ہوتا ہے حالانکہ حضرت عبدالرحمان کی حدیث بخاری کی حدیث ہے اسلئے تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح دونوں نے ابوجہل پر حملہ کیا اس کے بعد معوذ بن عفراء کا بھائی پہنچا اور اس نے ابوجہل کو گرایا پھر خود بھی شہید ہوگئے، مگر ابوجہل گرا ہوا پڑا تھا لیکن کچھ آخری سانس باقی تھی جیسے ذبح کیا ہوا جانور ہوتا ہے، تو حضرت ابن مسعود رضؓ پہونچے اور ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھکر گفتگو فرمائی پھر ابوجہل کا سر کاٹ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔
اس صورت میں تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

۱۷ :۔ حدثنی محمد بن عبد اللہ الرّقاشیُّ قال حدثنا مُعتمرٌ قال سمعتُ ابی یقولُ حدثنا ابو مجلزٍ عن قیسِ بنِ عُبادٍ عن علیِّ بنِ ابی طالب انّہٗ قال انا اوّلُ مَنْ یَجْثُو بین یدیِ الرحمٰنِ للخصومۃِ یومَ القیامۃِ وقال قیسُ بنُ عُبادٍ وفیہم اُنزِلتْ ھٰذانِ خصمانِ اختصموا فی ربّھم قال ھم الذین تبارزوا یومَ بدرٍ حمزۃُ وعلیٌّ وعُبیدۃُ او ابو عُبیدۃَ بنُ الحارثِ وشیبۃُ بنُ ربیعۃَ وعُتبۃُ والولیدُ بنُ عُتبۃَ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ میں قیامت کے روز پہلا شخص ہونگا جو خدائے رحمان کے سامنے فیصلہ کیلئے دوزانو ہوکر بیٹھے گا (یعنی سب سے پہلے خدا کے سامنے دوزانو بیٹھکر اپنا مقدمہ پیش کرونگا) اور قیس بن عباد نے بیان کیا ہے کہ انہیں حضرات (حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ھذان خصمان اختصموا فی ربھم، پ۱۷ ع۹ یہ دو فریق ہیں (صحابہ کرام اور کفار) جنہوں نے اللہ کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں تنہا تنہا جنگ کیلئے نکلے تھے یعنی حمزہ رضؓ، علی رضؓ اور عبیدہ یا ابوعبیدہ بن حارث رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں کیطرف سے، اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ کفار قریش کیطرف سے۔

تشریحات | محمد بن عبداللہ ابو قلابہ کے والد ہیں اور امام بخاری رحؒ نیز امام مسلمؒ دونوں کے شیخ ہیں۔
رقاشی۔ بفتح الراء والقاف المخففۃ وبالشین، قیس بن عباد بضم العین المہملہ وتخفیف الباء الموحدہ۔
انا اوّل من یجثو ماخوذ من جثا یجثو جُثوّ، دوزانو بیٹھنا، انگلیوں پر کھڑا ہونا۔
حضرت علی بن ابی طالب رضؓ کا مقصد اوّلیت سے یہ ہے کہ اس امت کے اولین مجاہدین میں سے ہیں، چونکہ اسلام میں سب سے پہلا معرکہ اور عظیم غزوہ جنگ بدر ہے جس نے کافروں پر اسلام کا رعب ڈالا ہے، اس روایت میں مبارزین کی تفصیل نہیں ہے کہ کون کس کے مقابل کھڑا ہوا اور جنگ کی لیکن ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ عبیدۃ بن

حارث اور عتبہ دونوں بوڑھے تھے اس لئے عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت عبیدہ اور شیبہ کے واسطے حضرت حمزہ اور ولید بن عتبہ کے لئے حضرت علیؓ نکلے۔ چنانچہ حضرت علی نے ولید کو قتل کیا اور حضرت حمزہ نے شیبہ کو ختم کیا اور عبیدہ سے مقابلہ عتبہ کا سخت ہو گیا تو حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ کا قتل کرنے میں مدد کی فرضی اللہ عنہم اجمعین۔

۱۸۔ حدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفیٰنُ عن ابی ھاشم عن ابی مجلز عن قیسِ بنِ عُبَادٍ عن ابی ذرؓ قال نزلت ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم فی ستّۃٍ من قریشٍ علیٍ وحمزۃ وعبیدۃ بن الحارث وشیبۃ بن ربیعۃ وعتبۃ بن ربیعۃ والولید بن عتبۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم قریش کے چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی (تین مسلمانوں میں سے ایک فریق) حضرت علی حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم (دوسرا فریق تین کفار) شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

۱۹۔ حدثنا اسحٰق بن ابراھیم الصوّاف حدثنا یوسف بن یعقوب کان ینزل فی بنی ضُبَیعۃ وھو مولی لبنی سدوس قال حدثنا سلیمان التیمی عن ابی مجلز عن قیسِ بنِ عُبَادٍ قال قال علیؓ فینا نزلت ھذہ الآیۃ ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم۔

ترجمہ:۔ ہم سے اسحاق بن ابراہیم صوّاف نے حدیث بیان کی ان سے یوسف بن یعقوب نے حدیث بیان کی (آپ کا بنی ضبیعہ کے یہاں آنا جانا تھا اور آپ بنی سدوس کے مولی تھے) ان سے سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی ان سے ابو مجلز نے اور ان سے قیس بن عباد نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم یہ دونوں فریق ہیں جنہوں نے خدا کے دین کے بارے میں نبرد آزمائی کی۔

۲۰۔ حدثنی یحیی بن جعفرٍ قال اخبرنا وکیعٌ عن سُفیان عن ابی ھاشم عن ابی مجلز عن قیسِ بنِ عُبَادٍ سمعت اباذرؓ یقسم لنزلت ھؤلاء الآیات فی ھؤلاء الرھط السّتّۃ یوم بدرٍ نحوہ۔

ترجمہ:۔ قیس بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے ابوذر سے سنا آپ (ابوذرؓ) قسمیہ بیان کرتے تھے کہ یقیناً یہ آئتیں ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم سے مکمل تین آیات (۱۹-۲۰-۲۱ سورۂ حج) اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو چھ آدمی تھے بدر کے دن حدیث قبیصہ کی طرح۔ (یعنی حدیث ۱۸)

۲۱۔ حدثنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ھشیمٌ قال اخبرنا ابو ھاشم عن ابی مجلز عن قیسٍ قال سمعت اباذرؓ یقسم قسما انّ ھذہ الآیۃ ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم نزلت فی الذین برزوا یوم بدرٍ حمزۃ وعلیٍ وعبیدۃ بن الحارث وعتبۃ وشیبۃ ابنی ربیعۃ والولید بن عتبۃ۔

ترجمہ:۔ قیس بن عباد سے روایت ہے کہ میں نے ابوذرؓ سے سنا آپ قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ یہ آیت ھذان خصمان اختصموا فی ربّھم ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن مبارزت کے لئے نکلے تھے یعنی حمزہ، علی

اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور عتبہ، شیبہ ربیعہ کے دو بیٹے اور ولید بن عتبہ۔

۲۲۔ حدثنی احمد بن سعید ابو عبد اللہ قال حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا ابراھیم بن یوسف عن ابیہ عن ابی اسحاق سأل رجل البراء وانا اسمع قال اشھد علیؓ بدرا قال بارز وظاھر حقا۔

ترجمہ:۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براءؓ سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کہ کیا حضرت علیؓ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے"؟ آپ نے فرمایا "ہاں مبارزت کی تھی (یعنی تنہا لڑنے کے لئے نکلے) اور غالب رہے۔

تشریحات حضرت علیؓ چونکہ کم عمر تھے یعنی نوجوان تھے اس لئے کچھ لوگوں کو شبہ تھا کہ جنگ بدر میں نکلے یا نہیں؟ اشھد ہمزہ استفہامیہ استخبار کے لئے اور شھد فعل ماضی بمعنی حضر ہے اور علی فاعل ہے۔ عبارت مختصر ہے اصل تقدیر عبارت یوں ہوگی۔" قال (یعنی براءؓ) نعم شھد بدرا وبارز وظاھر۔

۲۳۔ حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنی یوسف بن الماجشون عن صالح بن ابراھیم بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابیہ عن جدہ عبد الرحمٰن قال کاتبت امیۃ بن خلف فلما کان یوم بدر فذکر قتلہ وقتل ابنہ فقال بلال لا نجوت ان نجا امیۃ

ترجمہ:۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ امیہ بن خلف سے (ہجرت کے بعد) میرا عہد نامہ ہوگیا تھا (یعنی یہ معاہدہ ہوگیا تھا کہ میرے املاک جو مکہ میں ہیں اس کی حفاظت تو کر، تو میں مدینہ کے اندر تیرے املاک کی حفاظت کروں گا) پھر جب جنگ بدر کا دن ہوا تو آپ نے اس کے اور اس کے بیٹے کے قتل کا ذکر کیا تو حضرت بلالؓ نے (جب امیہ کو دیکھا) فرمایا" اگر امیہ نے نجات پالی (یعنی اگر وہ بچ گیا)، تو میں نے نجات نہیں پائی (یعنی میری سخت ناکامی ہوگی اس لئے کہ پھر ایسا موقع ملے نہ ملے۔

تشریحات چنانچہ حضرت بلالؓ نے اس کو صاف کر دیا چونکہ حضرت بلالؓ مکہ میں امیہ بن خلف کے غلام تھے، اور یہ خبیث محض اس وجہ سے کہ حضرت بلالؓ مسلمان تھے بے پناہ سزا دیتا تھا، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امیہ سے حضرت بلال کو خرید لیا تھا۔ مر الحدیث علی صفحہ ۳۰۔

۲۴۔ حدثنا عبدان بن عثمان قال اخبرنی ابی عن شعبۃ عن ابی اسحاق عن الاسود عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ والنجم فسجد بھا وسجد من معہ غیر ان شیخا اخذ کفا من تراب فرفعہ الی جبھتہ فقال یکفینی ھذا قال عبد اللہ فلقد رأیتہ بعد قتل کافرا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ میں) سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی اور اس سورہ میں آیت سجدہ تلاوت کی (یعنی مسلمان اور کافر جتنے موجود تھے سب نے سجدہ کیا) سوائے ایک بوڑھے کے کہ اس نے ہتھیلی میں مٹی لی اور اس کو اپنی پیشانی تک اٹھایا اور پھر کہنے لگا مجھ کو بس اسی قدر کفایت کرے گا (یعنی تکبر و گھمنڈ میں اس نے یہ کہا)، حضرت عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا کہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آنحضورؐ نے آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کیا تو سب حاضرین مجلس مسلمان اور مشرک جو موجود تھے سب سجدے میں گر گئے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ مشرکین کے سجدہ کرنے کا کیا سبب ہے؟ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ اس وقت سب کو ایک غاشیہ الٰہیہ نے گھیر لیا تھا گویا ایک غیبی اور قہری تصرف سے طوعاً وکرھاً سب کو سربسجود ہونا پڑا۔ (فوائد عثمانی سورۂ نجم)

تشریحات یہ وہی خبیث امیہ بن خلف بڈھا تھا جو غزوۂ بدر میں مارا گیا۔ ومر الحدیث فی سجود القرآن علی صفحہ ۱۴۶ ا ر

۲۵۔ اخبرني ابراهيم بن موسیٰ حدثنا هشام بن يوسف عن معمر عن عروة قال كان في الزبير ثلث ضربات بالسيف احدٰهن في عاتقه قال ان كنت لادخل اصابعي فيها قال ضرب ثنتين يوم بدر وواحدة يوم اليرموك قال عروة وقال لي عبد الملك بن مروان حين قتل عبد الله بن الزبير يا عروة هل تعرف سيف الزبير قلت نعم قال فما فيه قلت فيه فلة فلها يوم بدر قال صدقت بهن فلول من قراع الكتائب ثم رده على عروة قال هشام فاقمنا بيننا ثلثة الاف واخذه بعضنا ولوددت اني كنت اخذته۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت زبیر کے جسم میں تلوار کے تین زخم (نشانات) تھے ان تین میں سے ایک اُن کے شانے (مونڈھے) پر تھا (اور اتنا گہرا تھا کہ) میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر دیتا تھا' عروہ نے کہا ہے کہ دو زخم جنگ بدر میں لگے تھے اور ایک جنگ یرموک کے دن۔ عروہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن زبیر (میرا بھائی حجاج کے ہاتھوں) قتل کر دیا گیا تو مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا کہ اے عروہ تو زبیرؓ کی تلوار پہچانتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں" اس نے پوچھا" اس میں کیا نشان ہے؟ (یعنی کوئی علامت ونشانی بتاؤ) میں نے کہا اس میں شکستگی تھی' جنگ بدر کے دن اس کی دھار جھڑ گئی تھی (یعنی کافروں کو مارتے مارتے کچھ دھار ٹوٹ گئی تھی) عبدالملک نے کہا" تونے سچ کہا فوجوں کے ساتھ نبرد آزمائی کی وجہ سے ان تلواروں کی دھار کئی جگہ سے ٹوٹ گئی تھی۔ (یعنی دھاریں جھڑی ہوئی ہیں) پھر اس نے وہ تلوار حضرت عروہ کو لوٹا دی۔ ہشام نے بیان کیا کہ ہم نے آپس میں اس کی قیمت ٹھہرائی تین ہزار اور ہمارے بعض (کسی عزیز) نے وہ تلوار لے لی میں تمنا کرنے لگا کہ کاش اسے میں لے لیا ہوتا۔

تشریحات[1] یرموک ملک شام میں دمشق اور اذرعات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق کے دور حکومت میں ۱۵ھ کے اندر وقیل ۱۳ھ رومیوں سے مسلمانوں کی عظیم ترین جنگ ہوئی مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے اور رومی فوجوں کا امیر باہان یا ماہان تھا (عمدۃ القاری میں میم کے ساتھ ہے) اس روایت میں ان کنت لادخل الخ ہے یہ ان مخففہ من الثقیلہ ہے۔ (عمدہ)

اس جنگ میں مسلمانوں کی زبردست فتح اور کامیابی ہوئی رومیوں کے ستر ہزار فوجی وفي عمدة القاري مائة الف وخمسة آلاف یعنی ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے۔ اور چالیس ہزار گرفتار۔ جبکہ مسلمانوں کے صرف چار ہزار شہید ہوئے۔ اس جنگ میں شرکاء بدر میں سے ایک سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شریک تھے۔

---

[1] مطابقة للترجمة ظاهرة فانه يصرح بحضور الزبير بن العوام وقعة بدر فيدخل في العدة

بهنّ فلولٌ من قراعِ الکتائبِ ، یہ نابغہ ذبیانی کے ایک شعر کا ثانی مصرعہ ہے اور پورا شعر اس طرح ہے ۔

ولا عیبَ فیہم غیر ان سیوفہم بہنّ فلولٌ من قراعِ الکتائبِ

ان مجاہدوں کی تلواروں میں کوئی عیب نہیں ہے بجز اس کے کہ فوجوں کی نبرد آزمائی کی وجہ سے ان میں شکستگی ہے ۔ (یعنی مارتے مارتے تلوار کی دھار جھڑ گئی جو سراسر فضیلت ہے)

فلول ، جمع ہے فلّ کی ، تلوار کی دھار کی شکستگی فلۃ کے بھی یہی معنی ہیں (از نصر) قراع بکسر القاف مصدر بروزن قتال مقارعۃ و قراعا مضاربۃ بالسیف ، ایک دوسرے کو تلوار مارنا ، نیز ایک معنی قرعہ اندازی کرنے کے بھی آتے ہیں لیکن یہاں معنی اول ہی ہے ۔ کتائب اس کا واحد کتیبۃ ہے بمعنی فوج ، لشکر قولہ "ثم ردہ علی عروۃ " ای رد عبد الملک علی عروۃ یعنی عبد الملک نے وہ تلوار عروہ کو لوٹا دی ، یہ حضرت عروہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے بھائی ہیں جب حجاج بن یوسف (ظالم) نے مکہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور شہید کر دیا تو سارا سامان عبد الملک بن مروان کے پاس دمشق بھیج دیا گیا ۔ اس سامان میں حضرت زبیر کی تلوار بھی تھی ۔ حضرت عروہ شام جا کر عبد الملک سے ملے تھے ، یہ حجاج بن یوسف عبد الملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا ۔

۲۶ ۔ حدثنا فروۃُ عن علیٍّ عن ہشامٍ عن ابیہ کان سیفُ الزبیر محلیً بفضۃٍ قال ہشامٌ وکان سیف عروۃَ محلیً بفضۃٍ ۔

ترجمہ :۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا ، ہشام (عروہ کے صاحبزادے) نے کہا کہ عروہ کی تلوار پر بھی چاندی کا کام کیا ہوا تھا ۔

تشریحات یہ حدیث سابق ہی سے متعلق ہے اس لئے سابقہ مطابقت کافی ہے ۔

۲۷ ۔ حدثنا احمدُ بنُ محمدٍ قال حدثنا عبد اللہ قال اخبرنا ہشامُ بنُ عروۃَ عن ابیہِ انّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا للزبیر یومَ الیرموکِ الا تشدّ فنشدَّ معکَ فقال انی ان شددتُ کذبتم فقالوا لا نفعلُ فحمَلَ علیہم حتیٰ شق صفوفہم فجاوزہم وما معہ احدٌ ثم رجعَ مقبلاً فاخذوا بلجامہٖ فضربوہ ضربتینِ علیٰ عاتقہ بینہما ضربۃٌ ضربہا یومَ بدرٍ قال عروۃُ کنتُ ادخلُ اصابعی فی تلک الضرباتِ العبُ وانا صغیرٌ قال عروۃُ وکان معہ عبد اللہِ بنُ الزبیرِ یومئذٍ وہوَ ابنُ عشرِ سنین فحملہ علیٰ فرسٍ ووکّل بہٖ رجلاً ۔

ترجمہ :۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جنگ یرموک کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا آپ حملہ نہیں کریں گے ؟ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں ، آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے ان پر حملہ کیا تو تم لوگ پیچھے رہ جاؤ گے (یعنی جھوٹے ثابت ہوگے) تو اصحاب نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے (بلکہ آپ کا ساتھ دیں گے) چنانچہ آپ نے ان (رومی فوجوں) پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے اس حال میں آپ کے ساتھ کوئی (مسلمان) نہ تھا پھر واپس لوٹے اصحاب (مسلم فوج) کی طرف آنے لگے تو رومیوں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آپ کے مونڈھے پر (تلوار سے) دو ضرب (یعنی دو زخم) لگائے ۔ ان دونوں زخموں کے درمیان ایک اور زخم تھا جو جنگ بدر کے دن لگا تھا ۔

عروہ کا بیان ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا، عروہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر عبداللہ بن زبیرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی (چونکہ بہادری اور فروسیت کا جوہر رکھتے تھے) اس لئے حضرت زبیر نے ان کو گھوڑے پر چڑھا لیا اور ایک مرد کو اس پر متعین کر دیا کہ کہیں جوش میں جنگ نہ شروع کر دیں۔

مر الحدیث علیٰ صفحہ ۵۲۔

تشریحات اس روایت کا سابقہ روایت سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس روایت میں ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت زبیر کے دو زخم لگے تھے اور ان دو یرموکی زخموں کے درمیان ایک زخم بدری تھا اور سابقہ روایت میں اس کا برعکس معلوم ہوا کہ ضرب ثنتین یوم بدر یعنی دو زخم بدری اور ایک یرموکی تھا۔ تحقیقی تطبیق یہی ہے کہ کل زخم چار تھے۔ جس کی صورت اس طرح تھی یرموکی ا بدری ا یرموکی ا بدری ا یا ۱ـ ۱ـ ۱ـ ۱ـ۔ بہرحال کاندھے پر کل زخم چار تھے راویوں نے اختصار میں ایک زخم کو چھوڑ دیا ہے اور ہر ایک نے ایک طرف سے تین کا شمار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب حضرت زبیرؓ کی جنگ بدر کی بہادری کا بیان مقصود ہوا تو جنگ یرموک کے دو زخموں کا ذکر کرکے یرموک کے ایک زخم پر اکتفا کر لیا جو درمیان میں تھا اور جب جنگ یرموک کی بہادری کا بیان مقصود ہوا تو جنگ یرموک کے دو زخموں کا ذکر کیا اور بدر کے ایک زخم کے ذکر پر اکتفا کر لیا چونکہ ایک درمیان میں تھا۔

دوسرا جواب عمدۃ القاری میں یہ منقول ہے کہ پہلی روایت یعنی عبداللہ بن مبارک کی روایت کو ترجیح ہے چونکہ معمر کی روایت میں کلام ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر عبداللہ بن زبیر اپنے باپ حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے اور جب کسی کافر کو زخمی دیکھتے تو اس کو مار ڈالتے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر انتہائی دلیر اور جری شروع سے ہی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت زبیر نے ان پر نگراں مقرر کر دیا تھا نیز صحیح یہ ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر حضرت عبداللہ کی عمر بارہ برس کی تھی۔ دس برس کا مطلب یہ ہے کہ کسر کو چھوڑ کر صرف دہائی کے بیان پر اکتفا کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

۲۸۔ حدثنی عبدُ اللہِ بنُ محمدٍ سمعَ رَوحَ بنَ عُبادۃَ قال حدثنا سعید بنُ ابی عروبۃ عن قتادۃَ قال ذکرلنا انسُ بنُ مالکٍؓ عن ابی طلحۃ ان نبیَّ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم امرَ یومَ بدرٍ باربعۃٍ وعشرینَ رجلاً من صنادیدِ قریشٍ فقذفوا فی طویٍّ من اطواءِ بدرٍ خبیثٍ مخبثٍ وکانَ اذا ظھرَ علی قومٍ اقامَ بالعرصۃِ ثلٰث لیالٍ فلمّا کانَ ببدرٍ الیومَ الثالثَ امرَ براحلتہِ فشُدَّ علیھا رحلُھا ثم مشی واتَّبعہٗ اصحابُہٗ وقالوا ما نُریٰ ینطلقُ الّا لبعضِ حاجتِہٖ حتّٰی قامَ علی شفۃِ الرَّکیِّ فجعلَ ینادیھم باسمائھم واسماءِ آبائھم یا فلانُ بنَ فلانٍ ویا فلانُ بنَ فلانٍ ایَسُرُّکم انکم اطعتم اللہَ ورسولَہٗ فانّا قد وجدنا ما وعدنا ربُّنا حقًّا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقًّا قال فقال عمرُ یا رسولَ اللہِ ما تکلمُ من اجسادٍ لا ارواحَ لھا فقال النبیُّ صلی اللہ علیہِ وسلم والذی نفسُ محمدٍ بیدہٖ ما انتم باسمعَ لما اقولُ منھم قال قتادۃُ احیاھُم

ل مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ فی قولہ یوم بدر لدلالتہ علی حضورہ بدرا۔

اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخاً وتصغیراً ونقمۃً وحسرۃً وندماً۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قریش کے چوبیس سردار (جو قتل کر دیئے گئے تھے) بدر کے کنویں میں ڈال دیئے جائیں، چنانچہ بدر کے ایک کنویں میں جو بہت ہی گندہ اور گندہ کرنے والا تھا اس میں پھینک دیئے گئے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کسی قوم پر غالب ہوتے تھے تو میدان جنگ میں تین دن قیام فرماتے سو جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کی تیاری کا حکم فرمایا تو آپ کی سواری پر اس کا کجاوا باندھا گیا اور آپ روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کے پیچھے چلے، صحابہ نے کہا (یعنی سمجھا) کہ آپ کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آخر آپ کنویں کے کنارے کھڑے ہو گئے پھر آپ ان سردارانِ قریش کے (جن کی لاشیں کنویں میں پھینک دی گئی تھیں) نام ان کے باپ کے نام کے ساتھ لے کر آواز دینے لگے کہ اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں! کیا تم کو خوش کر دیتی یہ بات کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ (مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس کی تمنا کرتے ہو) بلاشبہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اس کو حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ حضرت ابو طلحہ کا بیان ہے کہ اس پر عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ! جن جسموں میں روح نہیں ہے آپ ان سے کیا بات فرما رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ اسے نہیں سن رہے ہو (یعنی یہ لوگ بھی اسی طرح سن رہے ہیں جیسے تم سن رہے ہو) قتادہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ کر دیا تھا اس وقت، یہاں تک کہ ان کو حضورؐ کا قول سنوا دیا ان کی توبیخ (سرزنش)، ذلت، عذاب اور حسرت وندامت کے لئے۔

تشریحات صنادید جمع ہے صندید بر وزن عفریت کی بمعنی بہادر، سردار۔ تعداد کے متعلق ایک روایت ہے بضعۃ وعشرین دونوں میں تعارض اس لئے نہیں ہے کہ اس کے معنی ہیں بیس سے کچھ زائد تو چوبیس بھی داخل ہے۔ جنگ بدر میں ستر کفار قریش قتل کئے گئے تھے جن میں چوبیس سردار تھے جو کنویں میں ڈالے گئے **فجعل ینادیھم** الخ آپ نے ولدیت کے ساتھ ان کا نام لے کر خطاب فرمایا کہ اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام، ان مذکورین میں سے امیہ بن خلف چونکہ بہت موٹا، بھاری لحیم وشحیم تھا اس لئے کنویں میں اگرچہ کھینچ کر نہیں ڈالا جا سکا لیکن چونکہ کنویں کے قریب اور متصل ہی اس پر پتھر ڈال دیا گیا تھا اس لئے کنویں والوں کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی خطاب فرمایا تھا فلا تعارض۔

مسئلہ سماع موتیٰ یہ مسئلہ کہ مردے زندوں کا کلام سن سکتے ہیں یا نہیں؟ ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام کا باہم اختلاف رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر سماع موتیٰ کے قائل تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس کی نفی کرتی تھیں اس لئے دوسرے صحابہ وتابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے بعض اثبات کے قائل ہیں، اور بعض نفی کے، نیز ائمہ مجتہدین سے بھی اختلاف منقول ہے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ مردے سنتے ہیں علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہی اکثر علماء اسلام کا مذہب ہے۔

دلائل:۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس پھرتے ہیں تو انہ لیسمع قرع نعالھم وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ بخاری شریف کی زیر بحث حدیث کہ جب کفار قریش جنگ بدر میں مارے گئے اور ان کی لاشیں بدر کے

خبیث کنوئیں میں ڈال دی گئیں تو تیسرے دن آنحضرتؐ نے ان سے خطاب فرمایا فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا۔ الخ کہ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ حق پایا، تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچ پایا؟ اس پر حضرت عمرؓ کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "ما انتم باسمع لما اقول منهم" جو کچھ میں ان لاشوں سے کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو (یعنی یہ لوگ بھی اسی طرح میری باتیں سن رہے ہیں جیسے تم سن رہے ہو)

۳ ان احادیث کے علاوہ وہ احادیث جو زیارتِ قبور کے متعلق وارد ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں اور استدلال میں آیاتِ کریمہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ سورۂ نمل انّك لاتسمع الموتىٰ، فانك لاتسمع الموتىٰ۔ سورۂ فاطر وما انت بمسمع من فى القبور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے ہیں جو قبروں میں ہیں۔

تطبیق و تحقیق امام اعظم سے سماعِ موتیٰ کا انکار ثابت نہیں ہے صرف ایک مسئلہ سے قیاس کیا گیا ہے جو فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے بات نہیں کروں گا اب اس آدمی کے انتقال کے بعد قبر کے پاس جاکر اگر کلام کیا تو حانث ہوگا یا نہیں؟ امام اعظم کے نزدیک حانث نہیں ہوگا"

بس اس سے اخذ کیا جاتا ہے کہ امام صاحب سماعِ موتیٰ کے منکر ہیں حالانکہ قسم کا معاملہ عرف پر معمول ہوتا ہے۔

۲ مذکورہ تینوں آیتوں میں اگر غور کیا جائے تو سماعِ موتیٰ کی نفی بالکل نہیں ہے بلکہ اسماعِ موتیٰ کی نفی ہے جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ہم باختیار خود مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں لیکن مردے نہیں سن سکتے یہ آیت سے بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندے کو طاقت نہیں ہے کہ اپنا کلام جب چاہے جو چاہے مردوں کو سنا سکے البتہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چیز ہماری سنانا چاہیں سنا دیتے ہیں پس جہاں نصوص احادیث موجود ہیں وہ مردہ کو حق تعالیٰ زندگی ڈال کر سنا دیتے ہیں جیسا کہ حضرت قتادہ کا قول شاہد ہے۔ نیز قرعِ نعال وغیرہ کی احادیث اسی طرح قبرستان میں جاکر سلام کے متعلق احادیث ہیں۔

لیکن جن چیزوں کے متعلق نصوص احادیث موجود نہیں ہیں ان چیزوں کے متعلق محض قیاس کرکے سماع کے تحت لانا غلط جسارت ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں ہمارا کلام سن لیں اور دوسرے وقت میں نہ سن سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کے کلام کو سنیں اور بعض کے کلام کو نہ سنیں یا بعض مردے سنیں اور بعض نہ سنیں، صرف مشیتِ ایزدی پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۲۹ حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا عمرو عن عطاء عن ابن عباس الذين بدلوا نعمة الله كفرا قال هم والله كفار قريش قال عمرو وهم قريش ومحمد صلى الله عليه وسلم نعمة الله واحلوا قومهم دار البوار قال النار يوم بدر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کریمہ الذين بدلوا نعمة الله كفرا کی تفسیر میں روایت ہے آپؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا خدا کی قسم کفار قریش ہیں، قال عمرو یعنی عمرو بن دینار نے کہا کہ وہ لوگ قریش ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں احلوا قومهم دار البوار" کفار قریش نے اپنی قوم کو دار البوار میں فرمایا جہنم کی آگ میں جھونک دیا بدر کے دن۔

تشریحات آیت کریمہ الم تر الى الذين بدلوا نعمة الله كفرا واحلوا قومهم دار البوار پ ۱۳،

کی تفسیر میں عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ الذین بدلوا کفار قریش ہیں اور اللہ کی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دار البوار یعنی دار الہلاک نار جہنم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر قریش نے اپنی قوم کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا۔
وسیاتی الحدیث فی التفسیر علی صفحہ ۶۸۲۔

۲۔ حدثنی عبید بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابیه قال ذُکِرَ عند عائشة ان ابن عمر رفع الی النبی صلی اللہ علیه وسلم ان المیت یعذب فی قبره ببکاء اهله فقالت انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه لیعذب بخطیئته وذنبه وان اهله لیبکون علیه الآن قالت وذالک مثل قوله ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قام علی القلیب وفیه قتلی بدر من المشرکین فقال لهم ما قال انهم لیسمعون ما اقول وانما قال انهم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لهم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور یقول حین تبوؤا مقاعدهم من النار۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک کسی نے اس کا ذکر کیا کہ ابن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حدیث کو مرفوع کیا ہے کہ میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے، اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ عذاب میت پر اس کی بدعملی اور گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کے گھر والے ہیں کہ اب تک اس پر رو رہے ہیں (یعنی اس کی جدائی اور مرنے کی وجہ سے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عمر کا یہ کہنا کہ (مردے کو عذاب ہوتا ہے بکاء اہل کی وجہ سے) اس کے اس قول کی مانند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکوں کے مقتولین بدر کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں ان کے متعلق فرمایا تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ اب وہ کفار قریش جانتے ہیں کہ میں جو کچھ ان لوگوں سے کہتا تھا (دنیا میں) وہ حق تھا پھر عائشہؓ نے (اپنے قول پر استدلال کے لئے) اس آیت کی تلاوت کی "آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے سورۂ نمل" اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے ہیں جو قبروں میں ہیں سورۂ فاطر۔ حضرت عروہ کہتے ہیں۔" جب انہوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا، بعض نسخوں میں تقول ہے۔ اس وقت فاعل حضرت عائشہ ہوں گی یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ الخ۔ ہمارے نسخوں میں پہلی صورت یعنی یقول بصیغۂ مذکر ہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا مقصد یہ تھا۔

حضرت عروہ کی اس تفسیر پر تو ابن عمر اور عائشہؓ کی تفسیر میں تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن بعض روایات صریحہ سے اختلاف کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ اس سے قبل والی حدیث کی تشریحات میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

ومر الحدیث فی الجنائز صفحہ ۱۷۱

تشریحات رونے سے مراد نوحہ اور مرثیہ ہے کہ میت کی خوبیوں کو بیان کر کر کے رویا جائے۔ بہر تعذیب میت ببکاء اہل اس صورت میں ہے جبکہ نوحہ کر کے رونا خود میت کی عادت ہو اس کا طریقہ ہو یا اس کے گھر و خاندان میں نوحہ کی رسم ہو اور میت منع نہ کرتا ہو بلکہ اس پر راضی ہو اب اگر اس کے مرنے پر نوحہ ہوگا تو اس نوحہ کی وجہ سے میت پر عذاب ہاں وجہ ہوگا کہ امر منکر پر اس نے منع نہیں کیا حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قوا انفسکم

واهليكم نارا" اس آیت میں امر معصیت سے بچنے اور بچانے کا حکم ہے کیونکہ میت نوحہ کا مرتکب تھا اور گھر والے اس کی موجودگی میں مرتکب تھے اور اس نے اس فعل بد سے منع نہیں کیا تو چونکہ نہ خود کو نار جہنم سے بچایا اور نہ اہل و عیال کو، اس لئے مجرم ہے۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ لیکن اگر نوحہ نہ میت کا طریقہ تھا اور نہ اس نے گھر والوں کو نوحہ کرنے کی وصیت کی اور نہ گھر و خاندان کا رسم مروج تھا تو بکاء اہلہ سے عذاب نہ ہوگا لقولہ تعالیٰ۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔

۳۱۔ حدثني عثمان حدثنا عبدة عن هشام عن ابيه عن ابن عمر قال وقف النبي صلى الله عليه وسلم على قليب بدر فقال هل وجدتم ما وعد ربكم حقا ثم قال انهم الآن يسمعون ما اقول لهم فذكر لعائشة فقالت انما قال النبي صلى الله عليه وسلم انهم الآن ليعلمون ان الذي كنت اقول لهم هو الحق ثم قرأت انك لا تسمع الموتى حتى قرأت الآية۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا "کیا تمہارے رب نے جو کچھ تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے حق پایا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ لوگ (صنادید قریش) سن رہے ہیں جو میں ان سے کہتا ہوں"۔ اس حدیث کا ذکر حضرت عائشہ کے سامنے کیا گیا تو عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ ان مشرکوں کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انك لا تسمع الموتى پوری آیت تلاوت فرمائی۔

باب فضل من شهد بدرا

ان حضرات کی فضیلت کا بیان جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، مطلب یہ ہے کہ شرکائے بدر کی خصوصی فضیلت و افضلیت

۳۲۔ حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا معاوية بن عمرو قال اخبرنا ابو اسحاق عن حميد قال سمعت انسا يقول اصيب حارثة يوم بدر وهو غلام فجاءت امه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله قد عرفت منزلة حارثة مني فان يك في الجنة اصبر واحتسب وان تك الاخرى ترى ما اصنع فقال ويحك او هبلت او جنة واحدة هي انها جنان كثيرة وانه في جنة الفردوس۔

ترجمہ:۔ حمید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ حارثہ بن سراقہ انصاریؓ غزوۂ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوعمر تھے (پانی پینے کے لئے حوض پر آئے تھے کہ ایک تیر نے شہید کر دیا) پھر ان کی والدہ (ربیع بنت النضر حضرت انسؓ کی پھوپھی)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں حارثہ کا مرتبہ مجھ سے (یعنی حارثہ میرا کتنا محبوب بیٹا تھا آپ کو معلوم ہے) سو اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور ثواب کی امید رکھوں گی اور اگر کہیں دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں (یعنی بہت رنجیدہ اور رو رہی ہوں) تو آپؐ نے فرمایا افسوس تجھ پر کیا تو رو رہی ہے کیا ایک جنت ہے وہاں بہت سی جنتیں ہیں اور بلاشبہ حارثہ (تیرا بیٹا) جنت الفردوس

میں ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی جنت میں ہے۔ مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۳۹۴

اس حدیث سے شرکاء بدر کی غیر معمولی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۳۳۔ حدثنی اسحٰق بن ابراھیم قال اخبرنا عبد اللہ بن ادریس قال سمعت حصین بن عبد الرحمٰن عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علیؓ قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا مرثد والزبیر وکلنا فارس قال انطلقوا حتی تاتوا روضۃ خاخ فان بھا امرأۃ من المشرکین معھا کتاب من حاطب الی المشرکین فادرکناھا تسیر علی بعیر لھا حیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا الکتاب فقالت ما معنا کتاب فانخناھا فالتمسنا فلم نر کتابا فقلنا ماکذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتخرجن الکتاب او لنجردنک فلما رأت الجد اھوت الی حجزتھا وھی محتجزۃ بکساء فاخرجتہ فانطلقنا بھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر یارسول اللہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی فلاضرب عنقہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما حملک علی ما صنعت قال حاطب واللہ مابی ان لا اکون مومنا باللہ ورسولہ اردت ان یکون لی عند القوم ید یدفع اللہ بھا عن اھلی ومالی ولیس احد من اصحابک الا لہ ھناک من عشیرتہ من یدفع اللہ بہ عن اھلہ ومالہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق ولا تقولوا لہ الا خیرا فقال عمر انہ قد خان اللہ ورسولہ والمومنین فدعنی لاضرب عنقہ فقال الیس من اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ او فقد غفرت لکم فدمعت عینا عمر وقال اللہ ورسولہ اعلم۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اور ابو مرثد اور زبیر رضی اللہ عنہم کو ایک مہم پر بھیجا، ہم سب شہسوار تھے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگ سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ روضہ خاخ (ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، روضہ خاخ کے لغوی معنی ہیں شفتالو کا باغ تو اس جگہ کا نام غالباً اسی وجہ سے روضۂ خاخ پڑ گیا کہ وہاں شفتالو کے بہت درخت تھے) پر پہونچو گے تو وہاں مشرکین کی ایک عورت (سارہ) ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام، سو ہم لوگوں نے اس عورت کو پالیا کہ اپنے اونٹ پر جارہی تھی جہاں کے متعلق حضرتؐ نے فرمایا تھا ٹھیک وہیں ہم نے اس کو پالیا، تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ خط لاؤ، اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا اور تلاشی لی سو ہم نے کوئی خط نہیں دیکھا یعنی اس کے پاس ہم کو کوئی خط نہیں ملا، لیکن ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط نہیں ہو سکتی تم ضرور خط نکالو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ جب اس نے ہمارا سخت رویہ دیکھا تو اپنے نیفہ (کمر ازار باندھنے کی جگہ) کی طرف مائل ہوئی حالانکہ ایک چادر سے کمر باندھے ہوئے تھی چنانچہ اس نے خط نکالا، ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "یا رسول اللہ اس نے (یعنی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے (کہ راز کی بات کافروں کو لکھ بھیجی) سو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی حاطب بن ابی بلتعہؓ سے دریافت فرمایا) کہ تمہیں

کس چیز نے اس حرکت پر آمادہ کیا؟ حاطبؓ نے کہا "خدا کی قسم یہ وجہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا، میرا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ قریش پر اس طرح میرا ایک احسان ہو جائے گا اور احسان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ (مکہ میں رہ جانے والے) میرے اہل و مال سے ضرر کو دفع کردیں گے۔ آپ کے اصحاب میں جتنے بھی حضرات (مہاجرین) ہیں ان سب کا خاندان وہاں موجود ہے اور اللہ کے حکم سے وہ وہاں ان کے اہل و مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچی بات بتادی اور تم لوگ ان کے متعلق اچھی بات ہی کہو، حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے آپ مجھ کو چھوڑ دیئے یعنی اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا لعل اللہ الخ یقیناً اللہ بدر والوں پر واقف تھا سو اس نے خود فرمایا ہے "تمہارا جو جی چاہے کرو، تمہارے لئے جنت لازم ہے یا فرمایا کہ میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا اللہ ورسولہ اعلم۔

مر الحدیث صفحہ ۴۲۲ اور جلد ثانی میں صفحہ ۵۶۷ صفحہ ۶۱۲، صفحہ ۶۲۶، صفحہ ۹۲۵ صفحہ ۱۰۲۶۔

تشریحات

اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ سے شرکاء بدر کی خصوصی اور عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے لعلّ جب خدا اور رسول کے لئے استعمال ہوگا تو تورع اور یقین کے لئے ہوگا (عمدہ)

ایک روایت میں آیا ہے لن یدخل النار احد شہد بدراً۔ شرکاء بدر میں سے کوئی جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔

البتہ اعملوا ما شئتم سے بظاہر یہ اشکال ضرور ہوگا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بدر کے لئے گناہ کرنا جائز ہے حالانکہ اصولِ شرع کے خلاف ہے، شریعت نے کسی کو گناہ کی اجازت نہیں دی ہے۔

جواب:- یہ اخبار ماضی کی قبیل سے ہے مطلب یہ ہے کہ جو گناہ تم کرچکے ہو سب معاف کردیا۔ پھر دوسرا اشکال یہ ہوگا کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کا واقعہ جنگ بدر کے چھ سال بعد کا ہے اگر پچھلا گناہ مراد ہو تو حضرت حاطب کے قصہ میں استدلال کس طرح درست ہوگا۔؟

اس لئے اصل جواب یہ ہے کہ اعملوا ما شئتم اہل بدر کی تکریم و تشریف کے لئے ہے نہ کہ گناہ کی اجازت البتہ اہل بدر کے گناہ مغفور ہوں گے فی الآخرت، چنانچہ احکام حدود بھی ثابت ہونے پر جاری ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی پر شراب نوشی کے ثابت ہونے پر حد جاری کی۔

باب ای ھٰذا باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے پس بغیر اعراب ہوگا یا مبتدا محذوف مان کر اعراب دیا جائے گا اور کالفصل من الباب السابق ہوگا۔

۳۴۔ حدثنی عبد اللہ بن محمد الجعفیؒ قال حدثنا ابو احمد الزبیریؒ قال حدثنا عبد الرحمٰن بن الغسیل عن حمزۃ بن ابی اسید والزبیر بن المنذر بن ابی اسید عن ابی اسید قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر اذا اکثبوکم فارموھم واستبقوا نبلکم۔

ترجمہ :- ابو اسید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ جب کفار تمہارے قریب آجائیں تو ان کو تیروں سے مارو اور اپنے تیر کو باقی رکھو (یعنی جب تک کافر دور ہیں اپنے تیروں کو محفوظ رکھو۔ والحدیث مضیٰ فی الجہاد علیٰ صفحہ ۴۰۶۔

تشریحات اکثبوا ماضی از باب افعال ہے کثب بمعنی قرب سے ماخوذ ہے۔ استبقوا امر از باب استفعال ہے مشتق از بقاء۔

۳۵۔ حدثنی محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا ابو احمد الزبیری قال حدثنا عبد الرحمٰن بن الغسیل عن حمزۃ بن ابی اسید والمنذر بن ابی اسید عن ابی اسید قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر اذا اکثبوکم یعنی اکثروکم فارموھم واستبقوا نبلکم

ترجمہ :- ابو اسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے روز ہم لوگوں سے فرمایا کہ جب کفار تمہارے قریب آجائیں (یعنی بکثرت ہجوم حملہ کریں اور اتنا قریب آجائیں کہ تم اپنے تیر کا نشانہ بنا سکو) پھر ان کو تیروں سے مارو اور اپنے تیروں کو باقی رکھو۔

تشریحات نبل بمعنی سہام ہے اور یہ جمع ہے اس لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا ہے یعنی ایک تیر کو نبلہ نہیں کہتے ہیں بلکہ سہم اور نشابہ کہتے ہیں۔ واستبقوا نبلکم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سارے تیر اندھا دھند پھینک کر ختم نہ کرو بلکہ کچھ بچا کر رکھو۔ اور اکثر حضرات شرح فرماتے ہیں اور یہی الفاظ حدیث سے بھی ظاہر ہیں کہ جب تک کفار اتنے دور ہیں کہ تیر کا نشانہ خطا کرنے کا گمان ہو تو ایسے وقت میں تیروں کو محفوظ رکھو۔ جب کفار اتنے قریب آجائیں کہ ظن غالب ہو جائے کہ نشانہ صحیح ہوگا تو تیر مارنا شروع کرو۔

دوسری روایت میں جو "یعنی اکثروکم" ہے اس کے متعلق حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے اکثبوکم کی تفسیر کی ہے مگر یہ تفسیر لغوی معنی سے بہت بعید ہے علامہ عینی فرماتے ہیں ھذا التفسیر لا یعرفہ اھل اللغۃ (عمدۃ القاری) اگرچہ میں نے ترجمہ میں قریب کرنے کی کوشش کر دی ہے ورنہ کثب بمعنی قرب اور کثرت سے کیا مناسبت ہے؟ لغت میں کثب بمعنی کثرت منقول نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۶۔ حدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا زھیر قال حدثنا ابو اسحٰق قال سمعت البراء بن عازب قال جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الرماۃ یوم احد عبد اللہ بن جبیر فاصابوا منا سبعین وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اصاب من المشرکین یوم بدر اربعین ومائۃ سبعین اسیرا وسبعین قتیلا قال ابو سفیان یوم بیوم والحرب سجال۔

ترجمہ :- حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ حضرت نبی اکرم نے جنگ احد کے دن عبد اللہ بن جبیر کو تیر اندازوں پر امیر مقرر کیا تھا سو کافروں نے ہم میں سے ستر آدمیوں کو شہید کیا اور نبی اکرم اور آپ کے اصحاب نے جنگ بدر کے دن نقصان پہونچایا تھا، مشرکوں میں سے ایک سو چالیس کو ستر کو قید کر کے اور ستر کو قتل کر کے، اس پر ابو سفیان نے کہا (احد کے دن) آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی کی مثال ڈول کی سی ہے (مطلب یہ ہے کہ کبھی تم ہم پر غالب ہوتے ہو کبھی ہم غالب ہوتے ہیں تم پر جیسا کہ ڈول کنویں میں کبھی وہ کھینچتا ہے کبھی ہم۔

تشریحات یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث مفصل جنگ احد میں آویگی انشاء اللہ۔
جنگ بدر کے اندر کفار کے قتل وقید میں راجح قول یہی ہے کہ ستر کفار مارے گئے تھے اور ستر کفار گرفتار ہوکر مدینہ لائے گئے تھے اگرچہ اہل سیر ومغازی کے اور بھی اقوال ہیں۔

مر الحدیث صفحہ ۴۲۶ وہذا علی صفحہ ۵۶۸ وسیجیئ صفحہ ۵۷۹۔

۳۷ حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید عن جدہ ابی بردۃ عن ابی موسیٰ اراہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واذا الخیر ما جاء اللہ بہ من الخیر بعدُ وثواب الصدق الذی اٰتانا اللہ بعد یوم بدر

ترجمہ:۔ ابوبردہ نے روایت نقل کی ہے ابوموسیٰ اشعریؓ سے' اراہ عن النبیؐ یہ امام بخاری کا قول ہے کہ میں سمجھتا ہوں، میرا غالب گمان ہے کہ میرے شیخ محمد بن علاء نے حدیث مرفوع نقل کی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ خیر وہ چیز ہے (یعنی خیر کی تعبیر وہ بھلائی ہے) جس کو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد کے بعد لایا اور ثواب صدق (صداقت وخلوص کا بدلہ) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنگِ بدر کے بعد عنایت فرمایا یعنی فتح خیبر اور فتح مکہ۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو متعدد مقامات پر نقل کیا ہے۔ صفحہ ۵۱۱ صفحہ ۵۶۸ صفحہ ۵۸۴ وصفحہ ۱۰۴۲ ان مقامات میں اس عبارت کا اضافہ ہے یعنی اراہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لیکن مسلم شریف میں اس سند کے ساتھ شیخ محمد بن علاء سے بغیر صیغہ شیخ منقول ہے یعنی اراہ عن النبی نہیں ہے

تشریحات یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث کا جو جلد اول کے صفحہ ۵۱۱ باب علامات النبوۃ میں ہے عن ابی موسیٰ اراہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے اور میں سمجھتا ہوں (یعنی غالب گمان ہے) کہ ابوموسیٰ نے نبی اکرمؐ سے نقل کیا ہے یعنی مرفوعاً کہ قال رأیت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل آپؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ہجرت کی ہے ایسی زمین کی طرف جہاں کھجور کے درخت ہیں فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او الھجر تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ نخلستان کھجور والا شہر یمامہ ہے یا ہجر (یمامہ اور ہجر یمن کا مشہور شہر ہے۔ فاذا ھی المدینۃ یثرب سو دیکھا تو وہ شہر نخلستان مدینہ یثرب ہے۔
اشکال ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت آئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ممانعت کی حدیث سے قبل کی ہے اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث ممانعت مکروہ تنزیہی پر محمول ہے ورأیت فی رؤیای انی ھززت سیفا فانقطع صدرہ اور میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کی نوک ٹوٹ گئی فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم احد اس کی تعبیر مسلمانوں کے لئے اس مصیبت کی صورت میں ظاہر ہوئی جو غزوۂ احد کے دن پہونچی (وجہ ظاہر ہے کہ تلوار انسان کی معاون ومددگار ہے کہ اس سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے، طاقت وقوت حاصل کرتا ہے تو اس تلوار کا ٹوٹنا مددگار ومعاون کا مارا جانا ہے۔ بعض روایات میں انقطع صدرہ کے بجائے فی ذباب سیفی ثلم آیا ہے جس کے معنی ہیں میری تلوار کی دھار میں رخنہ ہے تیسیر القاری نے ابن حبان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "بعض اہل علم گفتند مرا کہ آنحضرتؐ فرمود کہ ثلم یعنی رخنہ در شمشیر کشتہ شدن بعضے از اہل بیت من است گویا کنایت از حمزہؓ خواہد بود ودر روایت عروہ آمدہ کہ انچہ بشمشیر خود دیدہ چیز نیست کہ رسید روئے مبارک او را روز احد وایں ہر دو معنی را در ما اصیب من المومنین۔

میتواں داخل کرد. ثم هززته اخری فعاد احسن ما کان پھر میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ اس سے بھی زیادہ اچھی صورت میں ہوگئی جیسی پہلے تھی فاذا هو ما جاء الله به من الفتح واجتماع المومنین اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور مسلمانوں کے اجتماع واتحاد کی صورت میں ظاہر کی ورأیت بها بقرا اور میں نے اسی خواب میں ایک گائے دیکھی تھی اور بعض روایات میں ہے بقرة تذبح یعنی خواب میں جو گائے دیکھی تھی وہ ذبح ہو رہی تھی والله خیر فاذا هم المومنون یوم احد اور اللہ تعالیٰ کا کام بہتر ہے (یعنی اللہ کا سارا کام بہتر اور حکمت سے پر ہوتا ہے) اس کی تعبیر وہ مسلمان تھے جنگ احد کے دن (جو شہید ہوئے)

والله خیر کی مختلف ترکیبیں منقول ہیں ۱ مبتدا اور خبر ہے ای صنیع الله بالمومنین المقتولین خیر لهم من بقائهم فی الدنیا یعنی حق تعالیٰ کا کام جو شہدائے احد کے ساتھ ہوا ہے کہ شہادت بہتر ہے ان مسلمانوں کے حق میں دنیا میں باقی رہنے سے باعتبار اجر وثواب کے۔

۲ والله هذا خیر یعنی واؤ قسمیہ اور اللہ مجرور خیر خبر۔

واذا الخیر ما جاء الله به من الخیر بعد وثواب الصدق الذی اتانا الله بعد یوم بدر۔
یہی وہ ٹکڑا ہے جو یہاں حدیث ۳۷ میں نقل کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ والله خیر کے اندر جو خیر ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ خیر و بھلائی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ لایا (یعنی غزوۂ احد کے بعد شہادت) اور صدق و خلوص کا بدلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنگ بدر کے بعد عنایت فرمایا یعنی فتح مکہ وخیبر۔

۳۸. حدثنی یعقوبُ قال حدثنا ابراهیم بنُ سعدٍ عن ابیه عن جدّه قال قال عبد الرحمٰن بنُ عوفٍ انی لفی الصّفِّ یومَ بدرٍ اذ التفتُّ فاذا عن یمینی وعن یساری فتیانِ حدیثا السِّنِّ فکأنی لم آمن بمکانهما اذ قال لی احدُهما سرًّا من صاحبه یا عمِّ ارنی ابا جهلٍ فقلت یا ابنَ اخی وما تصنع به قال عاهدتُ الله ان رأیته ان اقتله او اموتَ دونه فقال لی الآخرُ سرًّا من صاحبه مثله قال فما سرّنی انّی بین رجلین مکانهما فاشرتُ لهما الیه فشدّا علیه مثل الصّقرین حتیٰ ضرباه وهما ابنا عفراءَ۔

ترجمہ:۔ مجھ سے یعقوب نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی اُن سے اُن کے والد سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی اُن سے سعد کے دادا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے۔

پس یہ حدیث مسلسل بالآباء ہے اس لئے کہ امام بخاریؒ کے شیخ یعقوب کا سلسلہ اس طرح ہے یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن رضی فروی کل عن ابیه قال الکرمانیؒ قال العینیؒ بعد النقل "قلت هذا غلط"۔ مدلل تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمایئے عمدۃ القاری ص۸۴۔

ترجمہ حدیث:۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جنگ بدر کے دن صف میں کھڑا تھا جب میں نے مڑ کر دیکھا تو یکایک میرے داہنی طرف اور بائیں طرف دو نوجوان ہیں جو بالکل نو عمر ہیں سو میں مطمئن نہیں ہوا ان دونوں کے مقام کی وجہ سے (یعنی مجھ کو خوف ہوا کہ دشمن مجھ پر حملہ نہ کردیں کیونکہ دونوں طرف صرف بچے ہیں گویا میں نے اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے خائف ہوا۔ بعض لوگوں نے اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں لڑکوں سے مطمئن نہیں کہ مبادا

دشمن ان لڑکوں کو مار دیں کہ میدان جنگ میں یہ نو عمر لڑکا ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ویحتمل ان یکون مکانہما کنایۃ عنہما ای لم اثق بہما لانہ لم یعرفہما فلم یامن ان یکونا من العدو، والاول انسب واصح)

اچانک ان دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا اپنے ساتھی سے چھپا کر (یعنی آہستہ سے کہا کہ اس کا ساتھی نہ سن سکے) اے چچا مجھے ابوجہل کو دکھا دیجئے تو میں نے کہا اے بھتیجے تم اس کو کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا اس کے سامنے، پھر دوسرے نے اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے اسی طرح کہا، آپ (یعنی عبدالرحمٰن بن عوف) کا بیان ہے کہ نہیں خوش کرتی مجھ کو یہ بات کہ میں ہوتا درمیان دو مردوں کے ان دو لڑکوں کے بدلے (یعنی اس وقت ان لڑکوں کی ہمت و دلاوری سے مجھے بہت خوشی ہوئی) پھر میں نے ان دونوں کو ابوجہل کی طرف اشارہ کر دیا تو دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے یہاں تک کہ دونوں نے اسے مار گرایا اور یہ دونوں عفرا کے بیٹے تھے۔

مر الحدیث صفحہ ۴۴۴ وصفحہ ۵۶۵ وہہنا صفحہ ۵۶۸

تشریحات

صقرین، صقر کا تثنیہ ہے بمعنی باز، یہ باز ایک شکاری پرندہ ہے چونکہ شکار پر اس کا حملہ کرنا مشہور ہے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور سب سے پہلے باز سے شکار حارث بن ثور نے کیا تھا۔ (فتح)

۳۹۔ حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابراہیم قال اخبرنا ابن شہاب قال اخبرنی عمرو بن اسید بن جاریۃ الثقفی حلیف بنی زہرۃ وکان من اصحاب ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ عینا وامّر علیہم عاصم بن ثابت الانصاری جدّ عاصم بن عمر بن الخطاب حتیٰ اذا کانوا بالہداۃ بین عسفان ومکۃ ذکروا لحیّ من ہذیل یقال لہم بنو لحیان فنفروا لہم بقریب من مائۃ رجل رام فاقتصّوا آثارہم حتی وجدوا ماکلہم التمر فی منزل نزلوہ فقالوا تمر یثرب فاتبعوا آثارہم فلما حسّ بہم عاصم واصحابہ لجؤا الیٰ موضع فاحاط بہم القوم فقالوا لہم انزلوا فاعطوا بایدیکم ولکم العہد والمیثاق الا نقتل منکم احدا فقال عاصم بن ثابت ایہا القوم اما انا فلا انزل فی ذمۃ کافر ثم قال اللّٰہم اخبر عنا نبیک فرموہم بالنبل فقتلوا عاصما ونزل الیہم ثلثۃ نفر علی العہد والمیثاق منہم خبیب وزید بن الدثنۃ ورجل آخر فلما استمکنوا منہم اطلقوا اوتار قسیہم فربطوہم بہا قال الرجل الثالث ہذا اول الغدر واللہ لا اصحبکم ان لی بہؤلاء اسوۃ یرید القتلیٰ فجرّروہ وعالجوہ فابیٰ ان یصحبہم فانطلق بخبیب وزید بن الدثنۃ حتی باعوہما بعد وقعۃ بدر فابتاع بنو الحارث بن عامر بن نوفل خبیبا وکان خبیب ہو قتل الحارث بن عامر یوم بدر فلبث خبیب عندہم اسیرا حتی اجمعوا قتلہ فاستعار من بعض بنات الحارث موسیٰ یستحد بہا فاعارتہ فدرج بنی لہا وہی غافلۃ حتی اتاہ فوجدتہ مجلسہ علیٰ فخذہ والموسیٰ بیدہ قالت ففزعت فزعۃ عرفہا خبیب فقال اتخشین ان اقتلہ ماکنت لافعل ذالک۔ قالت واللہ ما رأیت اسیرا خیرا من خبیب واللہ لقد وجدتہ یوما یاکل قطفا من عنب فی یدہ وانہ لموثق بالحدید وما بمکۃ من ثمرۃ وکانت تقول انہ لرزق

رزقه الله خبيبًا فلما خرجوا به من الحرم ليقتلوه في الحل قال لهم خبيب دعوني أصل ركعتين فتركوه فركع ركعتين فقال والله لولا ان تحسبوا ان ما بي جزع لزدت ثم قال اللهم احصهم عددًا واقتلهم بددا ولا تبق منهم احدًا ثم انشا يقول :-

فلست ابالي حين أقتل مسلمًا ۔۔۔ على اي جنب كان في الله مصرعي
وذالك في ذات الاله وان يشا ۔۔۔ يبارك في اوصال شلو ممزع

ثم قام اليه ابو سروعة عقبة بن الحارث فقتله وكان خبيب هو سن لكل مسلم قتل صبرًا الصلوة واخبر اصحابه يوم اصيبوا وبعث ناس من قريش الى عاصم بن ثابت حين حدثوا انه قتل ان يوتوا بشيء منه يعرف وكان قتل رجلا عظيما من عظمائهم فبعث الله لعاصم مثل الظلة من الدبر فحمته من رسلهم فلم يقدروا ان يقطعوا منه شيئًا وقال كعب بن مالك ذكروا مرارة بن الربيع العمري وهلال بن امية الواقفي رجلين صالحين فقد شهدا بدرًا ۔

فی البخاری صفحہ ۴۲۷ تا صفحہ ۴۲۸ ج۱ صفحہ ۵۶۸ ج۱ صفحہ ۵۸۵ ج۲ صفحہ ۱۱۰۰۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس جاسوس بھیجے اوران پر عاصم بن ثابت انصاریؓ کو امیر مقرر کیا جو عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے نانا تھے (علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ نانا نہیں بلکہ ماموں تھے، تیسیر القاری) جب یہ حضرات عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ہدّہ پر پہونچے تو بنی ھذیل کے ایک قبیلہ، جس کو بنو لحیان کہا جاتا تھا، کے پاس ذکر آگیا (یعنی ان جاسوسوں کی اطلاع بنو لحیان کو مل گئی)، چنانچہ تقریباً سو تیر انداز ان حضرات کو پکڑنے کے لئے نکلے اوران حضرات کے نشانات تلاش کرتے چلے یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان حضرات کے کھجور کھانے کی جگہ کو پایا ایک منزل میں جہاں یہ حضرات اترے تھے تو ان کافروں نے کہا کہ یہ یثرب (مدینہ) کا کھجور ہے (یعنی اس کی گٹھلیاں ہیں) تو ان کافروں نے ان حضرات کے نشانِ قدم کا پیچھا کیا، پس جب حضرت عاصم اوران کے ساتھیوں نے ان کافروں کو محسوس کیا (دیکھا)، تو ایک جگہ (محفوظ جگہ یعنی ٹیلہ) پر پناہ لی۔ پھر قوم یعنی کافروں نے ان حضرات کو گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے ہاتھ دو (یعنی اپنے تئیں ہمارے حوالہ کرو) اور تمہارے واسطے عہد وپیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے تو عاصم بن ثابت نے فرمایا" اے قوم (یعنی مسلمانو!) سن لو کہ میں کافر کی پناہ میں نہیں اتر سکتا پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اپنے نبی کو ہمارے حالات کی اطلاع کر دیجئے، پھر کافروں نے مسلمانوں پر تیر اندازی کی اور عاصمؓ کو شہید کر دیا، پھر تین صحابہ ان کافروں کے عہد وپیمان پر اترے ان میں سے حضرت خبیب، زید بن دثنہ، اور ایک شخص (عبد اللہ بن طارق) رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ تو جب کافروں نے ان حضرات پر قابو پا لیا تو ان حضرات کی کمانوں کی تانت کھول لی اور ان حضرات کو اس سے باندھا تیسرے شخص (عبد اللہؓ بن طارق) نے کہا کہ یہ پہلی بدعہدی (نقض عہد) ہے میں تمہارے ساتھ خدا کی قسم نہیں جا سکتا ہوں۔ بلاشبہ میرے لئے ان ہی کی زندگی نمونہ ہے۔ آپ کا مقصود وہ حضرات تھے جو شہید کئے گئے۔ پھر کافروں نے انہیں گھسیٹا اور زبردستی کی لیکن عبد اللہ بن طارق نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا (تو ان کافروں نے ان کو بھی شہید کر دیا) پھر خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر گئے اور (مکہ لے جا کر) انہیں فروخت کر دیا۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے بعد کا ہے، چنانچہ حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے حضرت خبیبؓ کو

خریدا، اور حضرت خبیب ہی نے جنگ بدر کے دن حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، پس خبیب کچھ دنوں ان کے پاس قید رہے (یعنی اشہر حرام نکلنے تک) یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپؓ کے قتل پر اتفاق کرلیا۔ ان ہی دنوں حارث کی کسی لڑکی سے آپ نے استرہ مانگا تاکہ زیر ناف صاف کرلیں، اس نے دے دیا پھر اس کا ایک چھوٹا بچہ (کھیلتا ہوا) ان کے پاس چلا گیا اور وہ عورت بے خبر تھی۔ یہاں تک کہ وہ لڑکا خبیب کے پاس آگیا تو اس عورت نے دیکھا کہ خبیب اس بچہ کو اپنی ران پر بٹھائے ہوئے ہیں اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میں سخت گھبرائی کہ خبیب نے اس گھبراہٹ کو محسوس کرلیا اور فرمایا "کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس کو قتل کردوں گا" میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، اس عورت نے بیان کیا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا خدا کی قسم میں نے اس کو ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ہاتھ میں لئے کھاتا ہے اور اس وقت وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اس وقت مکہ میں کوئی پھل بھی نہیں تھا، وہ بیان کرتی تھی کہ بلاشبہ وہ رزق تھا جو اللہ نے خبیب کو دیا تھا، پھر جب بنو حارثہ ان کو لے کر حرم سے نکلے تاکہ ان کو حل میں قتل کریں تو خبیب نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دو تو ان لوگوں نے ان کو اجازت دی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا خدا کی قسم اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرنے لگتے کہ مجھ کو گھبراہٹ ہے قتل کی تو یقیناً میں اور زیادہ کرتا (یعنی دیر تک نماز پڑھنے سے تم خیال کرنے لگو گے کہ قتل کی گھبراہٹ کی وجہ سے دیر لگا رہا ہے تو میں اور لمبی نماز پڑھتا) پھر آپ نے دعا کی (یعنی جب کافروں نے حرم سے باہر تنعیم لے جاکر آپ کو سولی پر لٹکا دیا تو آپ نے اس وقت ان کافروں کے حق میں بد دعا کی) اے اللہ ان کے عدد کا احاطہ کر (یعنی ہر ایک کو اپنی شمار میں رکھ) اور ان کو الگ الگ کرکے قتل کر اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، پھر آپ یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ اشعار:۔ میں اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا جبکہ مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کردیا جاؤں کہ کس پہلو پر اللہ کے بارے میں میرا پچھاڑا جانا ہوا۔

اور یہ (قتل ہونا) اللہ کی ذات کے بارے میں ہے (یعنی اس کی رضا کے لئے ہے) اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے۔

پھر ابوسروعہ عقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور ان کو شہید کردیا۔ اور خبیبؓ ہی ہیں وہ شخص جس نے نماز کی سنت قائم کر دی ہر اس مسلمان کے لئے جسے قید کرکے قتل کیا جائے (یعنی قتل سے پہلے دو رکعت)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اسی دن اطلاع دے دی جس دن شہید کئے گئے (وھو من المعجزات)

یومَ اصیبو یہاں دو نسخے ہیں (۱) یومَ اصیبو ای یوم اصیب ھُو لَار۔

دوسرا نسخہ بصیغۂ واحد اصیب ہے ای اصیب کل واحد منہم۔

وبعث الناس اور قریش کے کچھ لوگوں کو حضرت عاصم بن ثابتؓ کے پاس بھیجا گیا جبکہ ان کو معلوم ہوا کہ حضرت عاصم شہید کر دیئے گئے تاکہ حضرت عاصمؓ کا کوئی حصہ لے کر آئیں کہ جس سے پہچانا جاسکے یعنی معلوم ہو جائے کہ عاصم مارے گئے **وکان قتل رجلاً** الخ اور حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کو قتل کیا تھا (جنگ بدر میں) سو اللہ نے عاصم کے واسطے ایک زنبوروں کا جھنڈ بادل کے مانند بھیج دیا پس ان زنبوروں (بھیڑوں) نے ان کی حفاظت کی کفار قریش کے فرستادوں سے، چنانچہ وہ لوگ آپ کے جسم کا ایک حصہ بھی نہ کاٹ سکے۔

تشریحات | یہ حدیث واقعہ رجیع میں صفحہ ۵۰۵ پر آرہی ہے جس میں تصریح ہے **وکان خُبیبٌ ھو قتل الحارث**

یومَ بدرٍ" یعنی حضرت خبیب نے غزوۂ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا نیز یہاں یعنی صفحہ ۵۶۸ کی روایت میں بھی صاف ہے کہ وکان خبیبٌ ھو قتل الحارث بن عامر یوم بدر (عمدۃ القاری میں علامہ عینیؒ ترجمۃ الباب سے مطابقت و مناسبت میں لکھتے ہیں وذکرہ ھنا لاجل قولہ وکان قتل عظیما من عظمائھم الخ تو چونکہ حضرت عاصمؓ نے جنگ بدر میں کفار قریش کے سردار کو قتل کیا تھا۔ اس سے جنگِ بدر میں ان کی شرکت معلوم ہوئی اور حضرت عاصم شرکاء بدر میں سے ہوئے۔ پھر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عاصم نے عقبہ بن ابی معیط کو جنگ بدر میں باندھ کر قتل کیا تھا آنحضورؐ کے حکم سے۔

حتی اذا کانوا بالھدأۃ یہ لفظ ھدأۃ تین طرح سے منقول ہے جن میں اصح ترین نسخہ بسکون الدال بعدھا ہمزۃ مفتوحۃ ہے بفتح الدال وتسہیل الہمزہ۔ تیسرا نسخہ ھدّہ بتشدید الدال بغیر الف یہ ھدأۃ عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے (فتح الباری) وقال کعب بن مالک الخ اور حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے (یعنی اپنی طویل حدیث میں بیان کیا ہے) کہ میرے سامنے لوگوں نے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی کا ذکر کیا (جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے) کہ دونوں صالح صحابہ میں سے ہیں اور جنگ بدر میں دونوں شریک تھے

فائدہ:۔ یہ ایک ٹکڑا کعب بن مالکؓ کی حدیث کا ہے جو غزوۂ تبوک میں مفصل آئے گی اور اس طویل حدیث کا تعلق حضرت کعب کے واقعہ توبہ سے ہے۔

امام بخاریؒ نے اس ٹکڑے کو نقل کیا ہے کہ بعض لوگ مثلاً امام زہری اور علامہ دمیاطی وغیرہ کہتے ہیں کہ مرارہ اور ہلال غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان ہی لوگوں کی تردید میں امام بخاریؒ نے اس ٹکڑے کو یہاں نقل کیا ہے ورنہ اس ٹکڑے کو حضرت عاصم اور خبیب کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری کا مقصد استشہاد ہے اس بات پر کہ مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما بدری ہیں اور باب در اصل شرکاء بدر کی فضیلت کے بیان میں ہے۔

استشہاد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ مرارہ اور ہلال کے ساتھی ہیں پھر غزوۂ تبوک کے تخلف نیز واقعہ توبہ کے شریک ہیں اس لئے ان دونوں بزرگوں کے حالات جتنا صحیح کعب کو معلوم ہوگا اتنا بعد میں آنے والوں کو نہیں ہو سکتا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے حضرت کعب سے استشہاد پیش کر کے امام زہری وغیرہ کی تردید کی ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں صحیح اور حق یہ ہے جو حضرت کعبؓ نے فرمایا ہے کہ مرارہ اور ہلال دونوں صالح بزرگ اور شرکاء بدر میں سے ہیں اور امام زہری وغیرہ کا قول اس معاملہ میں صحیح نہیں ہے۔

۴۰۔ حدثنا قتیبۃُ قال حدثنا لیثٌ عن یحییٰ عن نافعٍ ان ابنَ عمرَ ذُکِرَ لہٗ ان سعید بنَ زیدِ بن عمرو بن نفیلٍ وکان بدریا مَرِضَ فی یوم جمعۃٍ فَرَکِبَ الیہ بعد ان تعالی النہارُ واقتربتِ الجمعۃُ وترکَ الجمعۃَ وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہابٍ قال حدثنی عبیدُ اللہ بنُ عبدِ اللہ بنِ عتبۃَ ان اباہ کتبَ الیٰ عمرَ بنِ عبدِ اللہِ بنِ الارقمِ الزہریِّ یامرہ ان یدخل علیٰ سُبَیعۃَ بنتِ الحارثِ الاسلمیۃِ فیسالہا عن حدیثہا وعمّا قال لہا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حینَ استفتتہُ فکتب عمرُ بنُ عبدِ اللہِ بنِ الارقمِ الیٰ عبدِ اللہ بنِ عتبۃَ یخبرُہٗ ان سُبَیعۃَ بنتَ الحارثِ اخبرتہ انہا کانت تحتَ سعدِ بنِ خولۃَ وھو من بنی عامرِ بنِ لؤیٍّ وکان ممّن شَھِدَ بدراً فتوفیَ عنہا فی حجۃِ الوداعِ وھیَ حاملٌ فلم تنشب ان وضعت حملَہا بعدَ وفاتہِ

فلما تعلّت من نفاسها تجمّلت للخطّاب فدخل عليها ابو السنابل ابن بعكك رجل من بني عبد الدار فقال لها مالي اراك تجمّلت للخطاب ترجّين النكاح وانك والله ما انت بناكح حتى تمرّ عليك اربعة اشهر و عشر قالت سبيعة فلما قال لي ذالك جمعت عليّ ثيابي حين امسيت واتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألته عن ذالك فافتاني باني قد حللت حين وضعت حملي وامرني بالتزوّج ان بدالي تابعه اصبغ عن ابن وهب عن يونس وقال الليث حدثني يونس عن ابن شهاب وسالناه فقال اخبرني محمد ابن عبد الرحمن بن ثوبان مولى بني عامر بن لؤي ان محمد بن اياس بن البكير وكان ابوه شهد بدرا اخبره۔

ترجمہ:۔ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ذکر کیا گیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ جو بدری صحابی تھے بیمار ہو گئے ہیں جمعہ کے روز، سو ابن عمرؓ سوار ہو کر سعید کے پاس بیمار پرسی کے لئے گئے بعد اس کے کہ دن چڑھ چکا تھا اور جمعہ کی نماز کا وقت قریب ہو گیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جمعہ چھوڑ دیا یعنی جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکے۔

تشریحات ترجمۃ الباب کی مطابقت وکان بدریا سے ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے مگر ان کو بدری صحابی اس لئے شمار کیا گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ نکالا اور حضور نے ان کو شرکاءِ بدر میں سے قرار دیا چونکہ آنحضورؐ نے حضرت سعید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو شام کے راستے کی طرف قافلۂ عیر کے تفتیش حال (جاسوسی) کے لئے بھیجا تھا۔ پھر ان دونوں کے جاتے ہی بدر کی جنگ واقع ہو گئی ان حضرات کی واپسی سے پہلے ہی مگر آنحضورؐ نے ان حضرات کو شریک غزوہ قرار دے کر حصہ غنیمت دیا اس لئے شرکاءِ بدر میں شمار کئے گئے۔

قولہ "ذکر لہ" علیٰ صیغۃ المجہول حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ لم اقف علیٰ اسم ذاکر ذالک" قولہ " واقترب الجمعۃ" جمعہ کی نماز کا وقت قریب آ گیا یعنی وقت داخل نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قبل الزوال جمعہ کے روز سفر کرنا جائز ہے البتہ زوال کے بعد چونکہ وقت داخل ہو گیا اس لئے سفر درست نہیں الا لعذر معقول۔

حضرت سعید بن زید حضرت عمر فاروق کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے یعنی قریبی رشتہ دار تھے، وہ جاں کنی کے عالم میں ہونے کی خبر پر حضرت ابن عمر عذراً جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکے واللہ اعلم۔

وقال الليث حدثني يونس عن شهاب قال حدثني عبيد الله۔ الخ

ترجمہ:۔ اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی ابن شہاب سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد عبد اللہ بن عتبہ نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کے واقعہ کے متعلق پوچھیں اور جو کچھ اس (سبیعہؓ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آنحضورؐ سے فتویٰ طلب کیا، تو عمر بن عبد اللہ بن ارقم نے عبد اللہ بن عتبہ کو جواباً لکھا کہ حضرت سبیعہ بنت حارثؓ نے ان کو خبر دی کہ وہ (سبیعہ) سعد بن خولہ کے نکاح میں تھی اور وہ (سعد) بنی عامر بن لؤی میں سے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں، شریک ہوئے تھے پھر حجۃ الوداع میں ان کی وفات ہو گئی اور وہ (سبیعہ) حاملہ تھیں۔ سو زیادہ دن نہیں گذرا کہ ان کا وضع حمل ہو گیا (مطلب یہ ہے کہ سعد بن خولہ کی وفات کے پچیس دن یا اس سے بھی کم دن گذرے کہ حضرت سبیعہ کا وضع حمل ہو گیا) پھر جب اپنے

نفاس سے پاک ہوئیں تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے اس (سبیعہ) نے اچھے کپڑے پہنے، سو بنی عبدالدار میں سے ایک شخص ابوالسنابل ابن بعلکؓ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تم نے نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لئے زیب وزینت کی ہے شاید تو نکاح کا ارادہ رکھتی ہے لیکن خدا کی قسم تو نکاح والی نہیں یعنی نکاح درست نہیں یہاں تک کہ تجھ پر چار مہینے دس روز (عدت وفات) گذر جائے۔ سبیعہ کا بیان ہے کہ جب ابوالسنابل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام ہوتے ہی اپنے کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اس کے متعلق آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے مجھ کو فتویٰ دیا کہ میں بلاشبہ حلال ہو چکی جس وقت کہ میرا وضع حمل ہوا اور آپؐ نے مجھ کو نکاح کی اجازت دی اگر میری خواہش ہو۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت سعدؓ شرکاء بدر میں سے ہیں یعنی بدری صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

نوٹ:۔ لیث کی اس روایت کو امام بخاریؒ نے بواسطہ یحییٰ بن بکیر کتاب الطلاق میں بھی لکھا ہے۔
دیکھئے جلد ثانی صفحہ ۸۰۱ تا صفحہ ۸۰۲

تابعه اصبغ عن ابن وهب عن يونس

یعنی لیث کی متابعت اصبغ بن الفرج مصری نے کی ہے جو بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ مذکورہ روایت میں اصبغ نے متابعت کی، عن ابن وہب یعنی عن عبداللہ بن وہب عن یونس۔

وقال الليث حدثني يونس عن ابن شهاب وسألناه فقال اخبرني الخ

اور لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے روایت کی، یونس کا بیان ہے کہ ہم نے ان سے یعنی ابن شہاب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو خبر دی بنو عامر بن لؤی کے مولیٰ محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان نے کہ بے شک محمد بن ایاس بن بکیر نے انہیں خبر دی اور ان کے والد غزوہ بدر میں شریک تھے۔

فائدہ:۔ امام بخاریؒ نے یہاں کی مناسبت سے صرف ایک ٹکڑا نقل کیا ہے اور وہ ٹکڑا وکان ابوہ شهد بدراً ہے ورنہ یہ حدیث طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اب اس کے لئے یہ بیوی جائز نہیں۔

وکان ابوہ شهد بدراً جملہ معترضہ ہے انّ کے اسم اور اس کی خبر کے درمیان۔

(باب شهود الملائكة بدراً)

تشریحات | دو باب پہلے صفحہ ۵۶۴ پر گذر چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر حق تعالیٰ نے بشارت دی انّي ممدكم بالف من الملائكة مردفين الخ

بیہقی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے کہ جنگ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے ان میں فرشتوں کے ذریعہ جو مارے گئے تھے صحابہ کرام گردن پر اور جوڑ جوڑ پر چوٹ کے خاص نشانات کے ذریعہ معلوم کر لیتے تھے کہ یہ فرشتوں کے ذریعہ قتل کئے گئے چونکہ مقتولین ملائکہ کی گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ داغ ہوتے تھے (فتح) اور مسند اسحاق میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے روز کافروں کی شکست سے پہلے جب میں نے دیکھا کہ آسمان سے چیونٹیوں کی طرح نازل ہو رہے اس وقت بالکل سیاہ غبار کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت مجھ کو ذرا بھی شک نہیں تھا کہ وہ فرشتے تھے، فرشتوں کے نزول کے بعد ہی کافروں کی شکست ہو گئی۔

اور مسلم میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب کسی کافر کے پیچھے مسلمان دوڑتا تھا تو گھوڑے کی آواز اور کوڑے کی آواز سنتا تھا۔ ایک انصاری صحابی نے یہ آواز سنی کہ اے حیزوم آگے بڑھ (حیزوم حضرت جبریلؑ کے گھوڑے کا نام ہے) اس کے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ مشرک زمین پر گر پڑا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلے ہوگئے ہیں۔

۴۱۔ حدثنی اسحٰق بن ابراھیم قال اخبرنا جریر عن یحیی بن سعید عن معاذ بن رفاعة بن رافع الزرقی عن ابیه وکان ابوہ من اھل بدر قال جاء جبریل الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ما تعدون اھل بدر فیکم قال من افضل المسلمین او کلمة نحوھا قال وکذالک من شھد بدرا من الملائکة۔

ترجمہ:- معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد رفاعہؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد حضرت رفاعہؓ اہل بدر میں سے تھے (یعنی بدری صحابی ہیں) رفاعہ کا بیان ہے کہ حضرت جبریل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "آپ اپنے درمیان بدر والوں کو کیا شمار کرتے ہیں" یعنی کس درجہ میں گنتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا "مسلمانوں میں افضل" یا آنحضورؐ نے اسی طرح کا کوئی اور کلمہ فرمایا، حضرت جبریلؑ نے فرمایا، اسی طرح فرشتوں میں وہ فرشتے افضل ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔

تشریحات ترجمۃ الباب کا تعلق حدیث شریف کے آخری جملہ وکذالک من شھد بدرا من الملائکة سے ہے۔

اوکلمة نحوھا شک من الراوی، مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے افضل المسلمین فرمایا یا من خیار المسلمین جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے۔

۴۲۔ حدثنا سلیمٰن قال حدثنا حماد عن یحیٰی عن معاذ بن رفاعة بن رافع وکان رفاعة من اھل بدر وکان رافع من اھل العقبة وکان یقول لابنه مایسرنی انی شھدت بدرا بالعقبة قال سأل جبریل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بھذا۔

ترجمہ:- معاذ بن رفاعہ بن رافع سے روایت ہے اور حضرت رفاعہؓ بدر والوں میں سے تھے اور ان کے والد حضرت رافع اہل عقبہ میں سے تھے اور آپ اپنے بیٹے رفاعہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ نہیں خوش کرتی مجھ کو یہ بات کہ میں بیعت عقبہ کے بدلے جنگ بدر میں حاضر ہوتا (یعنی بیعت عقبہ کی شرکت کے مقابلے میں بدر کی شرکت کو میں ترجیح نہیں دیتا ہوں) آپ نے بیان کیا کہ جبریل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔

مطلب صاف ہے کہ سابقہ روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جبریلؑ نے پوچھا ما تعدون اھل بدر فیکم الخ۔

تشریحات حضرت رافعؓ نے بیعت عقبہ کی شرکت کو جنگ بدر کی شرکت سے بھی افضل سمجھا حالانکہ آنحضورؐ کی احادیث سے اصحاب بدر کی ترجیح وافضلیت ثابت ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت رافع کو اصحاب بدر کی فضیلت والی روایت نہیں پہونچی اس لئے اپنے اجتہاد سے فرمایا چونکہ بیعت عقبہ ہجرت کا سبب ہے نیز تمام غزوات میں قوت کا سبب بنا۔

عقبہ ایک گھاٹی کا نام ہے جو مکہ کے پاس منیٰ میں ہے اسی میں جمرہ یعنی ستون ہے جس پر حاجی کنکریاں مارتے ہیں اسی سے بیعۃ العقبۃ الاولیٰ اور بیعۃ العقبۃ الثانیہ ہے جس میں ہجرت سے پہلے انصار لوگوں نے مکہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بیعت کی تھی عقبہ اولیٰ میں بارہ اور ثانیہ میں ستر حضرات تھے۔

لیکن پھر بھی اصحاب بدر افضل ہیں والفضل بید اللہ یوتیہ من یشار۔

علامہ عینی علامہ کرمانی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ما یسرّنی کے اندر لفظ ما استفہامیہ ہے اور اس میں حضوریٔ بدر کے لئے تمنا ہے ترجمہ ہوگا کیا ہی خوشی ہوتی مجھ کو کہ میں عقبہ کے بدلے عقبہ کے ساتھ بدر میں حاضر ہوتا، اس صورت میں بدر کی افضلیت کا کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

۳۷۴۳۔ حدثنا اسحٰق بن منصور اخبرنا یزید اخبرنا یحیٰی سمع معاذ بن رفاعة ان ملکاً سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن یحیٰی ان یزید بن الھاد اخبرہ انہ کان معہ یوم حدثہ معاذ ھذا الحدیث فقال یزید قال معاذ ان السائل ھو جبریل ؑ۔

ترجمہ:۔ معاذ بن رفاعہ سے روایت ہے کہ ایک فرشتے نے نبی اکرم ؐ سے پوچھا۔ اور یحیٰی سے روایت ہے کہ یزید بن ہاد نے انہیں خبر دی کہ جس دن معاذ بن رفاعہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی تھی تو وہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ یزید کا بیان ہے کہ معاذ نے فرمایا تھا کہ سائل حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

۳۷۴۴۔ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا عبدالوھاب حدثنا خالد عن عکرمة عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم بدر ھذا جبریل اٰخذ براس فرسہ علیہ اداة الحرب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر فرمایا کہ یہ جبریل ؑ ہیں۔ اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے اس پر جنگ کے اسباب یعنی ہتھیار ہیں۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

سعید بن منصور نے عطیہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے روز جنگ سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل سرخ گھوڑے پر سوار زرہ پہنے ہوئے آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ راضی نہ ہو جائیں سو کیا آپ راضی ہو گئے۔؟ آپ نے فرمایا "ہاں"۔ (عمدہ، فتح)

ابن اسحاق نے ابو واقد لیثیؓ سے روایت کی ہے کہ ابو واقد کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے روز میں ایک کافر کا پیچھا کر رہا تھا کہ اس کو قتل کردوں اتنے میں دیکھتا ہوں کہ اس کافر کا سر جدا ہو کر زمین پر گر پڑا قبل اس کے کہ میری تلوار اس کی گردن تک پہونچے (فتح)

بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم کی حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے سنا، حضرت علی فرماتے تھے کہ آندھی سخت چلی کہ میں نے ایسی سخت آندھی نہیں دیکھی تھی، پھر سخت آندھی چلی اور میرا خیال ہے کہ تیسری مرتبہ کو ذکر کیا سو پہلی آندھی حضرت جبریل تھے اور دوسری آندھی حضرت میکائیل اور تیسری حضرت اسرافیل ؑ۔ حضرت میکائیل ؑ آنحضرت کے دائیں جانب تھے، اور اسی جانب حضرت ابوبکرؓ تھے اور اسرافیل آنحضرت ؐ کے بائیں جانب تھے اور میں اسی جانب تھا۔ نیز حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ بدر کے روز مجھ سے اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل ایک عظیم فرشتہ ہے جو صف میں آتے ہیں اور قتال میں موجود رہتے ہیں۔ (عمدہ)

حافظ عسقلانی نے شیخ تقی الدین سبکی سے نقل کیا ہے کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جبرئیلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے ہیں جبکہ جبرئیل اپنے ایک پر کے ذریعہ کافروں کو شکست دے سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ حضرتؑ کی معیت میں حکمت یہ ہے کہ یہ جنگ آنحضور اور آپ کے اصحاب کی جنگ کہلائے اور فرشتے بطور لشکر اور فوج کے معاون کہلائیں کہ عادت اللہ اس عالم اسباب میں یہی رہی ہے۔

باب

صفحہ ۵۷۰

یہ باب بلا ترجمہ ہے جو کالفصل من الباب السابق ہے یعنی تذکار بدر کے متعلق ہے۔

۴۵۔ حدثنی خلیفۃ قال حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاریؓ قال حدثنا سعید عن قتادۃ عن انس قال مات ابو زید ولم یترک عقبا وکان بدریاً۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابو زید (ہو قیس بن السکن الانصاریؓ) وفات پا گئے آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور آپ بدری تھے۔

تشریحات (مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "کان بدریا") امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں مختصر بیان کیا ہے باب مناقب الانصار صفحہ ۵۳۰ میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت انس کا بیان ہے کہ عہد رسالت میں چار اصحاب نے قرآن حکیم جمع کیا جو سب کے سب انصاری تھے۔ ۱؎ ابی بن کعبؓ ۲؎ معاذ بن جبلؓ ۳؎ ابو زیدؓ ۴؎ زید بن ثابتؓ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ ابو زید کون ہیں تو فرمایا کہ میرے ایک چچا۔

نوٹ:- اس مقام پر فتح الباری نے مناقب انصار کے حوالہ سے جس روایت کو نقل کیا ہے وہ روایت مناقب انصار میں نہیں ملی ہے، مناقب انصار میں جو روایت ملی ہے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ نیز اس مفہوم کی حدیث جلد ثانی صفحہ ۴۲۸ میں بھی ہے۔

۴۶۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث قال حدثنی یحیی بن سعید عن القاسم بن محمد عن ابن خباب ان ابا سعید بن مالک الخدری قدم من سفر فقدم الیہ اھلہ لحما من لحوم الاضاحی فقال ما انا بآکلہ حتی اسأل فانطلق الی اخیہ لامہ وکان بدریاً قتادۃ بن النعمان فسألہ فقال انہ حدث بعدک امر نقض لما کانوا ینھون عنہ من اکل لحوم الاضحی بعد ثلثۃ ایام۔

ترجمہ:- ابن خباب (عبد اللہ بن خبابؓ) سے روایت ہے کہ ابو سعید بن مالک خدریؓ سفر سے آئے تو ان کے گھر والوں نے قربانی کا گوشت ان کے سامنے کیا تو ابو سعید نے فرمایا کہ میں اس کو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک اس کا حکم دریافت نہ کر لوں (کیونکہ ابتدائے اسلام میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کر دیا گیا تھا) چنانچہ ابو سعید خدریؓ اپنے ایک اخیافی بھائی کے پاس گئے اور وہ بدری تھے (یعنی غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے تھے) یعنی قتادہ بن نعمانؓ تو ابو سعید خدری نے حضرت قتادہ سے پوچھا تو قتادہ نے فرمایا کہ تیرے بعد ایک نیا حکم آیا جو ناسخ ہے اس حکم کے لئے جس سے تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کھانے کی ممانعت کی جاتی تھی۔

تشریحات مقصد یہ ہے کہ تین دن سے زائد کی ممانعت والا حکم منسوخ ہے لہذا اب کھا سکتے ہو، مزید شرح اس کی قربانی

کے بیان میں آوے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمۃ الباب کی مطابقت وکان بدریا الخ سے ہے۔

۴۷۔ حدثنی عبیدُ بنُ اسمٰعیلَ قال حدثنا ابواسامۃَ عن ھشامِ بنِ عروۃَ عن ابیہ قال قال الزبیرُ لقیتُ یومَ بدرٍ عبیدۃَ بنَ سعیدِ بنِ العاصِ وھو مدجّجٌ لایُرٰی منہ الا عیناہ وھو یُکنی ابو ذات الکرشِ فقالَ انا ابو ذاتِ الکرشِ فحملتُ علیہ بالعنزۃِ فطعنتہ فی عینہ فمات قال ھشامٌ فاُخبِرتُ ان الزبیرَ قالَ لقد وضعتُ رِجلی علیہ ثم تمطّأتُ فکان الجھدُ ان نزعتُھا وقد انثنی طرفاھا قالَ عروۃُ فسألہ ایّاہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاہ فلمّا قُبِضَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذھا ثم طلبھا ابوبکرٍ فاعطاہ فلمّا قُبِضَ ابوبکرٍ سألھا ایّاہ عُمَرُ فاعطاہ ایاھا فلما قُبِضَ عمرُ اخذھا ثم طلبھا عثمانُ منہ فاعطاہ ایاھا فلمّا قُتِلَ عثمانُ وقعت عندَ اٰلِ علیٍّ فطلبھا عبدُ اللہِ بنُ الزبیرِ فکانت عندہ حتی قُتِلَ۔

ترجمہ:۔ حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے روز میری ملاقات (مڈبھیڑ) عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوگئی اور اس کا سارا جسم ہتھیاروں میں ڈھکا ہوا تھا اس کی صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی سو اس نے کہا میں ابو ذات الکرش ہوں، تو میں نے نیزے سے اس پر حملہ کر دیا اور میں نے نیزہ اس کی آنکھ میں مارا چنانچہ وہ مرگیا۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت زبیر نے فرمایا کہ میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھ دیا پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور انتہائی مشقت سے اس نیزہ کو کھینچا اور اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کا وہ نیزہ عاریۃً طلب فرمایا چنانچہ زبیر نے آپؐ کو دے دیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو حضرت زبیرؓ نے اس کو لے لیا، پھر حضرت ابوبکرؓ نے طلب فرمایا تو حضرت زبیرؓ نے ان کو دے دیا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت زبیرؓ نے اس کو لے لیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے طلب فرمایا تو زبیر نے حضرت عثمان کو وہ نیزہ دے دیا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے تو حضرت علی کے ہاتھ آیا اور حضرت علیؓ کی اولاد کے پاس رہا پھر عبداللہ بن زبیرؓ نے طلب کرلیا چنانچہ وہ نیزہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہا، یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔

تشریحات

مطابقت ترجمہ" لقیتُ یومَ بدرٍ

عنزۃ بفتح النون وھی الحربۃ، نیزہ۔

۴۸۔ حدثنا ابوالیمانِ قال اخبرنا شعیبٌ عن الزُّھریِّ قال اخبرنی ابوادریسَ عائذُ اللہِ بنُ عبدِاللہِ انَّ عبادۃَ بنَ الصّامتِ وکان شھِدَ بدراً انَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالَ بایعونی۔

ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے اور عبادہ بدر میں شریک ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے بیعت کرو۔

کتاب الایمان صفحہ، میں حدیث گذرچکی ہے۔

۴۹۔ حدثنا یحیی بنُ بُکیرٍ قال حدثنا اللیثُ عن عقیلٍ عنِ ابنِ شھابٍ اخبرنی عروۃُ بنُ

الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ ابا حذیفۃ وکان ممّن شھد بدرًا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبنیٰ سالمًا وانکحہ بنت اخیہ ھند بنت الولید بن عتبۃ وھو مولیٰ لامرأۃ من الانصار کما تبنّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیدًا وکان من تبنّی رجلاً فی الجاھلیۃ دعاہ الناس الیہ وورث من میراثہ حتی انزل اللہ تعالیٰ ادعوھم لاٰبائھم فجاءت سھلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث۔

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک تھے حضرت سالمؓ کو متبنّیٰ (منھ بولا بیٹا) بنایا تھا اور اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ سے اس کا نکاح کر دیا اور سالم ایک انصاری عورت کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو لے پالک (متبنّیٰ) بنایا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو لے پالک بنا لیتا تو لوگ اس کو اسی کی طرف منسوب کر کے پکارتے (یعنی اس کا بیٹا کہتے تھے اور وہ متبنّیٰ اس کی میراث کا وارث ہوتا تھا یعنی مرنے کے بعد ترکہ پاتا تھا) یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ادعوھم لاٰبائھم ان لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو تو حضرت سہلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں پھر تفصیل سے آپ نے حدیث بیان کی۔

فائدہ:۔ مطابقۃ للترجمۃ وکان ممّن شھد بدرًا اس حدیث کی شرح کتاب النکاح صفحہ ۷۶۲ کی شرح میں مفصل بحث کے ساتھ آئے گی ان شاء اللہ۔

۵۔ حدثنا علی قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا خالد بن ذکوان عن الربیّع بنت معوّذ قالت دخل علیّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ بُنِیَ علیّ فجلس علیٰ فراشی کمجلسک منّی وجویریاتٌ یضربن بالدّف یندبن من قُتل من اٰبائھنّ یوم بدر قالت جاریۃ وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولی ھکذا وقولی ما کنت تقولین۔

ترجمہ:۔ ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ جس روز میری شادی ہوئی تھی اس کی صبح کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے جیسے تو میرے پاس بیٹھا ہے (یہ خطاب اس شخص کو ہے جس نے ربیّع سے روایت کی) چند لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے اشعار میں خوبیاں بیان کر رہی تھیں اپنے باپ دادوں کی جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے یہاں تک کہ ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غد" کہ ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو آئندہ کل ہونے والی بات جانتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس طرح مت کہو اور جو تم پہلے سے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ! چونکہ حدیث شریف میں یوم بدر کا لفظ آگیا ہے اس لئے ادنیٰ مناسبت کی بنا پر یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

غداۃ نصب علی الظرف مضاف الی الجملۃ التی بعدھا۔ بُنِیَ بضم الباء علی صیغۃ المجھول علیّ بتشدید الیاء والبناء عبارۃ عن الدخول بالمرأۃ (عمدہ)، وجویریات یضربن جملہ حالیہ ہے۔ بالدّف بضم الدال وفتحھا وتشدید الفاء۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر دف بجانا اور سننا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ علم غیب کی نسبت مخلوق کی طرف جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری)

۵۱۔ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشامٌ عن معمرٍ عن الزھریِّ ح وحدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنی اخی عن سلیمٰن عن محمدِ بنِ ابی عتیقٍ عن ابن شھابٍ عن عبیدِ اللّٰہِ بنِ عبد اللّٰہ بنِ عتبۃ بنِ مسعودٍ انَّ ابنَ عباسٍ قال اخبرنی ابو طلحۃَ صاحبُ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان قد شھدَ بدرًا معَ رسولِ اللّٰہ علیہ السلام انّہ قال لاتدخُلُ الملائکۃُ بیتًا فیہ کلبٌ ولا صورۃٌ یریدُ صورۃَ التماثیلِ التی فیھا الارواحُ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے اور ابوطلحہ آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ابوطلحہ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو، مراد ان مجسموں کی تصویر ہے جن میں روح ہو یعنی جاندار کی تصویر۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ قد شھدَ بدرًا۔

یہ حدیث صفحہ ۲۶۸ میں گذر چکی ہے جہاں عن ابی طلحۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پس یہاں اختصار ہے اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے۔

نیز کتاب اللباس صفحہ ۸۸۱ پر دو روائتیں آرہی ہیں جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو میں [illegible] داخل نہیں ہوتا ہوں۔

۵۲۔ حدثنا عبدانُ قال اخبرنا عبد اللّٰہ اخبرنا یونسُ ح وحدثنا احمدُ بنُ صالحٍ قال حدثنا عَنبسۃُ قال حدثنا یونس عن الزھریِّ قال اخبرنا علیُّ بنُ حسینٍ انَّ حسین بن علیٍّ اخبرہٗ انَّ علیًا قال کانت لی شارفٌ من نصیبی من المغنمِ یومَ بدرٍ وکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعطانی ممّا افاء اللّٰہ علیہ من الخُمُسِ یومئذٍ فلمّا اردتُ ان ابتنی بفاطمۃَ بنت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واعدتُ رجلًا صوّاغًا فی بنی قینقاعَ ان یرتحِلَ معی فنأتی باذخرٍ فاردتُ ان ابیعہ من الصوّاغین فنستعین بہ فی ولیمۃِ عرسی فبینا انا اجمع بشارفیَّ من الاقتابِ والغرائر والحبالِ وشارفایَ مناختانِ الی جنب حُجرۃِ رجلٍ من الانصار حتی جمعتُ ما جمعتُ فاذا انا بشارفَیَّ قد اُجِبَّت اسنمتُھما وبُقِرَت خواصرھما واُخِذَ من اکبادِھما فلم املکْ عینیَّ حین رایتُ المنظرَ قلتُ من فعل ھذا؟ قالوا فعلہ حمزۃُ بنُ عبد المطلبِ وھو فی ھذا البیتِ فی شربٍ من الانصارِ عندہٗ قینۃٌ واصحابُہٗ فقالوا فی غنائھا "الا یا حمزُ للشُّرُفِ النِّواءِ" فوثب حمزۃُ الی السیفِ فاجَبَّ اسنمتَھما وبقرخواصرھما فاخذ من اکبادِھما قال علیٌّ فانطلقتُ حتی ادخل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعندہٗ زیدُ بنُ حارثۃَ فعرفَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی لقیتُ فقال مالکَ قلتُ یارسول اللّٰہ ما رأیتُ کالیوم عدا حمزۃُ علی ناقتی فاجبّ اسنمتَھما وبقرخواصرھما، وھوذا فی بیتٍ معہ شربٌ فدعا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بردائہ فارتدا ثم انطلق یمشی واتبعتہ انا وزیدُ بنُ حارثۃ حتی جاء البیتَ الذی فیہ حمزۃُ

فاستاذن علیہ فاذن لہ فطفق النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلوم حمزۃ فیما فعل فاذا حمزۃ ثمل محمرۃ عیناہ فنظر حمزۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صعّد النظر فنظر الی رکبتہ ثم صعّد النظر فنظر الی وجہہ ثم قال حمزۃ وھل انتم الا عبید لابی فعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ثمل فنکص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عقبیہ القھقری فخرج وخرجنا معہ۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ میرے پاس ایک اونٹنی وہ تھی جو جنگ بدر کی غنیمت میں سے میرے حصے کی ملی تھی اور ایک اونٹنی مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ اس خمس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس روز کی غنیمت میں سے آپؐ کا حصہ مقرر فرمایا تھا پھر جب میں نے ارادہ کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو رخصتی کرا کے لاؤں تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار مرد سے پختہ بات کر لی (آمادہ کر لیا) کہ وہ میرے ساتھ چلے کہ ہم اذخر گھاس لائیں اور میرا ارادہ تھا کہ میں اس گھاس کو سناروں کے پاس فروخت کروں اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد لوں، سو اس اثنا میں کہ میں اپنی اونٹنی کے لئے پالان اور بورے و رسیاں جمع کر رہا تھا اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری مرد (صحابی) کے حجرہ کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں یہاں تک کہ میں نے جمع کر لیا جو کچھ جمع کیا (یعنی اذخر لانے کے لئے سارا انتظام مکمل کر لیا اور اونٹوں کو لینے گیا) سو اچانک دیکھتا ہوں کہ میری دونوں اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ لی گئیں اور ان کی کوکھیں چیر کر ان دونوں کی کلیجیاں لے لی گئیں سو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا (بے اختیار آنسو جاری ہو گئے) جس وقت میں نے یہ منظر دیکھا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبد المطلبؓ نے کیا ہے اور وہ ابھی اس حجرے میں ہیں انصار کے کچھ پینے والوں میں، ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور اس کے احباب ہیں سو گانے والی لونڈی اور اس کے ساتھیوں نے اپنے گانے میں کہا (یہ مصرعہ) ؏

الا یا حمز للشرف النواء اور اے حمزہ اٹھ موٹی موٹی اونٹنیوں کی طرف۔

چنانچہ حمزہ نے کود کر تلوار لی اور ان دونوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان دونوں کی کوکھیں چیر کر کلیجیاں نکال لیں۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ پھر میں چلا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہ موجود تھے نبی اکرمؐ نے معلوم کر لیا اس رنج و غم کو جو مجھ کو پہونچی (یعنی چہرہ اداس و غمگین دیکھ کر آپؐ نے بھانپ لیا) آپ نے دریافت فرمایا "تمہیں کیا ہوا؟" میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول میں نے آج کی طرح افسوس ناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت حمزہ نے میری دو اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے کہ ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کوکھیں چیر ڈالیں اور وہ یہیں ایک گھر میں ہیں ان کے ساتھ چند شراب پینے والے بھی ہیں۔ پس آپؐ نے اپنی چادر طلب فرمائی اور اوڑھ کر تشریف لے چلے۔ میں اور زید بن حارثہ آپؐ کے پیچھے چلے یہاں تک کہ آپ اس گھر میں آئے جس میں حمزہ تھے پھر آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت مل گئی۔ پھر آنحضورؐ حضرت حمزہؓ کو ملامت کرنے لگے اس فعل کے سلسلہ میں جو اس نے کیا تھا (اونٹنیوں کے ساتھ) حمزہ نشے میں مست تھے۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، حمزہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی (پاؤں کی طرف) پھر نظر کو اونچا کیا تو گھٹنہ کی طرف نظر ڈالی پھر نظر کو اونچا کیا تو آپؐ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا اس کے بعد حمزہؓ نے کہا "تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو" پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ وہ مدہوش ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے اور گھر سے باہر نکل گئے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ:۔ بدر کے دن مال غنیمت سے ایک اونٹنی حصہ میں آئی۔

عا یہ واقعہ حرمت شراب سے پہلے کا ہے۔

حل لغات :۔ یا حمز منادیٰ مرخم۔ شُرُف شارف کی جمع بوڑھی اونٹنی۔ لنواء بکسر النون جمع ناویۃ یہ شرف کی صفت ہے بمعنی فربہ، موٹی۔

فائدہ عا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خمس کی آیت جنگ بدر کے موقع پر نازل ہوئی یہی جمہور علماء کا قول ہے بخلاف ابو عبیدہ کے کہ فرماتے ہیں کہ خمس کی آیت بدر کی غنیمت تقسیم ہونے کے بعد نازل ہوئی۔

والحدیث مضیٰ علیٰ صفحہ ۳۱۹ تا صفحہ ۳۲۰ ایضاً صفحہ ۴۳۴ تا صفحہ ۴۳۵۔

فائدہ عا :۔ گانے والی عورت نے جو اشعار پڑھے تھے جن سے متاثر ہو کر حضرت حمزہ نے اونٹنیوں پر حملہ کر دیا وہ یہ ہیں :۔

۱۔ الا یا حمزۃ للشرف النواء — وهن معقلات بالفناء

ترجمہ :۔ ارے حمزہ (اٹھ) موٹی فربہ اونٹنیوں کی طرف، اور وہ بندھی ہوئی ہیں گھر سے باہر میدان میں۔

۲۔ ضع السکین فی اللبات منها — وضرّجهنّ حمزۃ بالدماء

رکھ دے چھری ان کے گلے پر اور ان کو اے حمزہ خون میں لت پت کر دے۔

۳۔ وعجّل من اطایبها لشرب — قدیدا من طبیخ او شواء

اور ان کا اچھا اچھا گوشت شراب پینے والوں کے لئے جلدی لے آ، بوٹیاں پکائی ہوں یا بھنی ہوئی ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ معجم الشعراء میں مرزبانی نے لکھا کہ یہ اشعار عبداللہ بن السائب مخزومی کے ہیں پھر یہ اشکال کیا ہے کہ روایت میں تصریح ہے کہ اس وقت جو لوگ شراب پینے والے تھے وہ انصار تھے اور عبداللہ بن السائب انصاری نہیں ہیں۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ تمام حاضرین پر لفظ انصار کا اطلاق بطور تغلیب کر دیا ہو۔

مقصد اس شعر کے پڑھوانے کا یہ تھا کہ حضرت حمزہ کے اندر اونٹ کاٹنے کا جوش پیدا ہو جائے تاکہ تمام حاضرین گوشت کھالیں، حضرت حمزہؓ کی سخاوت پہلے سے معروف و معلوم تھی ان کو اشعار میں خطاب کر کے متوجہ کیا تاکہ اونٹنیاں کاٹ ڈالیں۔

۵۳۔ حدثنی محمد بن عبّاد قال حدثنا ابن عیینۃ قال انفذہ لنا ابن الاصبهانی سمعه من ابن معقل انّ علیاً کبّر علیٰ سهل بن حُنیف فقال انه شهد بدراً

ترجمہ :۔ مجھ سے محمد بن عباد نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ مجھ سے ابن عیینہ نے حدیث بیان کی کہ ہمارے پاس ابن الاصبہانی سے یہ حدیث پہونچی۔ انہوں نے ابن معقل سے حدیث سنی کہ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف پر تکبیر کہی (جنازہ کی نماز پڑھائی۔) اور فرمایا کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

فائدہ :۔ مطابقۃ للترجمہ "انه شهد بدراً"

انفذہ انفذ الکتاب الیٰ فلان بھیجنا، جاری کرنا، انفذہ فلان یعنی فلاں نے ہمارے پاس بھیجا یا فلاں سے ہم کو پہنچی بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاصبہانی سے بطور مکاتبہ سفیان بن عیینہ کو یہ حدیث پہونچی۔

جنازے میں کتنی تکبیریں ہیں ؟ روایات مختلف ہیں جمہور کے نزدیک چار تکبیریں ہیں، حضرت علیؓ نے حضرت سہل بن حنیف کی نماز میں کتنی تکبیریں پڑھیں ؟ تو ایک روایت میں پانچ اور ایک میں چھ منقول ہیں۔ اس کی وجہ کی طرف شاید حضرت علیؓ نے اشارہ کیا ہے کہ بدری صحابہ کی خصوصیت اور افضلیت دوسروں پر ہے۔ تفصیلی بحث کے لئے کتاب الجنائز دیکھئے۔

۵۴- حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزهری قال اخبرنی سالم بن عبد اللہ انہ سمع عبد اللہ بن عمر یحدث ان عمر بن الخطاب حین تایمت حفصۃ بنت عمر من خنیس بن حذافۃ السھمی وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد شھد بدرا توفی بالمدینۃ قال عمر فلقیت عثمان بن عفان فعرضت علیہ حفصۃ فقلت ان شئت انکحتک حفصۃ بنت عمر قال سانظر فی امری فلبثت لیالی فقال قد بدا لی ان لا اتزوج یومی ھذا قال عمر فلقیت ابابکر فقلت ان شئت انکحتک حفصۃ بنت عمر فصمت ابوبکر فلم یرجع الی شیئا فکنت علیہ اوجد منی علی عثمان فلبثت لیالی ثم خطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانکحتھا ایاہ فلقینی ابوبکر فقال لعلک وجدت علی حین عرضت علی حفصۃ فلم ارجع الیک قلت نعم قال فانہ لم یمنعنی ان ارجع الیک فیما عرضت الا انی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ذکرھا فلم اکن لافشی سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو ترکھا لقبلتھا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حفصہؓ بنت عمر اپنے خاوند خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے انتقال سے بیوہ ہوئیں اور حضرت خنیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملا تو میں نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، حضرت عثمان نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا (یعنی سوچ کر جواب دوں گا) سو میں چند دن وہاں ٹھہرا رہا۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہوا کہ میں ابھی نکاح نہ کروں، حضرت عمر کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت ابوبکرؓ سے ملا اور میں نے کہا" اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا نکاح آپ سے کر دوں، تو حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا سو میں حضرت ابو بکرؓ پر اور زیادہ ناراض ہوا بہ نسبت حضرت عثمانؓ کے۔ پھر میں کچھ دنوں ٹھہرا رہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ کا پیغام بھیجا، چنانچہ میں نے اس کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر مجھ سے ملے تو کہا" شاید کہ آپ مجھ سے ناراض ہو گئے، جس وقت آپ نے مجھ سے حضرت حفصہ کا ذکر کیا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے کہا ہاں ناراضگی ہوئی تھی۔ ابو بکر نے فرمایا کہ آپ کی بات کا جواب دینے سے مجھ کو کوئی مانع نہیں تھا، بجز اس کے کہ میرے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ سو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کھولنا نہیں چاہتا تھا، اگر آنحضورؐ اس کو چھوڑ دیتے تو میں اس کو ضرور قبول کرتا۔

فائدہ:۔ مطابقۃ للترجمۃ قد شھد بدرا۔

خنیس بضم الخاء المعجمۃ وفتح النون وسکون الیاء والسین۔ حضرت خنیس مہاجرین اولین میں سے بدری صحابی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ مشہور صحابی کے حقیقی بھائی ہیں۔

تایمت بتشدید الیاء رانڈ و بیوہ ہونا، صیغۂ صفت ایّم بیوہ نیز اس کا اطلاق مطلقہ پر بھی ہوتا ہے۔ جمع ایائم ایامیٰ، ایمات۔

یہ حدیث کتاب النکاح صفحہ ۷۶، پر آرہی ہے انشاء اللہ مفصّل بحث ہوگی۔

۵۵ - حدثنا مسلمٌ قال حدثنا شعبة عن عدي عن عبد الله بن يزيد سمع ابا مسعودٍ البدريَّ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال نفقة الرجل على اهله صدقة ۔

ترجمہ :- عبداللہ بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو مسعود بدری سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے یعنی ثواب ملتا ہے ۔

فائدہ :- مطابقت بالترجمہ : حضرت ابو مسعود بدری تھے ۔

تشریحات اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ ابو مسعود غزوۂ بدر میں شریک تھے یا نہیں ؟ محمد بن اسحاق وغیرہ نے بدریوں میں شمار نہیں کیا ہے ۔ قال السیوطیؒ الاکثر انہ لم یشہد " ان کو بدری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بدر میں سکونت پذیر تھے ۔

لیکن امام بخاریؒ کا خیال یہی ہے کہ ابو مسعودؓ بدری صحابی ہیں ۔ چنانچہ علامہ بغویؒ ابن کلبی اور طبرانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ بدری تھے ، نیز مثبت اور منفی میں تعارض کے وقت اصول ہے کہ مثبت کو ترجیح ہوگی نیز بعد والی روایت یعنی حدیث ۵۶ میں تصریح ہے کہ بدر کی لڑائی میں شریک تھے ۔

مر الحدیث فی الایمان علی صفحہ ۱۳

۵۶ - حدثنا ابو اليمان قال اخبرنا شعيبٌ عن الزهريِّ قال سمعت عروة بن الزبير يحدث عُمَرَ بن عبد العزيز في امارته اخَّرَ المغيرة بن شعبة العصرَ وهو امير الكوفة فدخل ابو مسعودٍ عقبة بن عمرو الانصاريّ جدُّ زيد بن حسنٍ شهد بدرًا فقال لقد علمت نزل جبريل فصلّى فصلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات ثم قال هكذا امرت كذالك كان بشير بن ابي مسعود يحدث عن ابيه ۔

ترجمہ :- امام زہری سے روایت ہے کہ میں نے عروہ بن زبیر سے سنا کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؓ سے ان کے عہد خلافت میں یہ حدیث بیان کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک روز عصر کی نماز میں دیر کردی اور وہ کوفہ کے امیر (حاکم) تھے ۔ حضرت معاویہ کی طرف سے، تو زید بن حسن کے نانا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری داخل ہوئے (یعنی مغیرہ کے پاس پہونچے) اور ابو مسعود جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ۔ پس ابو مسعود نے کہا " اے مغیرہ آپ کو معلوم ہے کہ جبرئیل نازل ہوئے (نماز کا طریقہ بتانے کے لئے ۔) پس نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی (آپ کے پیچھے) ، پانچ نمازیں پھر جبرئیلؑ نے کہا " اسی طرح مجھ کو حکم ملا ہے ۔ عروہ کہتے ہیں کہ اسی طرح بشیر بن ابی مسعود یہ حدیث اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے تھے

فائدہ :- مطابقت بالترجمہ " شہد بدرًا ۔

یہ روایت مفصل مواقیت صفحہ ۵ ، میں گذر چکی ہے اس میں تصریح ہے کہ ابو مسعود بدری صحابی تھے ۔

۵۷ - حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابو عوانة عن الاعمش عن ابراهيم عن عبد الرحمٰن بن يزيد عن علقمة عن ابي مسعودٍ البدريِّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الآيتان من آخر سورة البقرة من قرأهما في ليلةٍ كفتاه قال عبد الرحمٰن فلقيت ابا مسعودٍ وهو يطوف بالبيت فسألته فحدثنيه ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابومسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ کی دو آئیتیں (امن الرسول سے ختم سورۃ تک) ایسی ہیں کہ جو شخص انہیں رات میں پڑھ لے وہ اس کے لئے کافی ہوجائیں گی۔ عہ عبدالرحمن نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابومسعودؓ سے ملاقات کی۔ آپؓ اس وقت بیت اللہ کا طواف کررہے تھے۔ میں نے آپ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ:۔ "عن ابی مسعود البدری"

ویاتی الحدیث فی فضائل القرآن علیٰ صفحہ ۵۳۰ر

۵۸۔ حدثنا یحییٰ قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب اخبرنی محمود بن الربیع ان عتبان بن مالک وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ممن شہد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا احمد قال حدثنا عنبسۃ حدثنا یونس قال ابن شہاب ثم سألت الحصین بن محمد وھو احد بنی سالم وھو من سراتہم عن حدیث محمود بن الربیع عن عتبان بن مالک فصدقہ۔

ترجمہ:۔ محمود بن الربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالکؓ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر میں شریک ہونے والے انصار میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ پھر میں نے حصین بن محمد سے جو بنی سالم کے ایک فرد تھے اور قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے، محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق پوچھا جو اس (محمود) نے عتبان بن مالک سے روایت کی تھی تو اس نے اس کی تصدیق کی۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ "ممن شہد بدرا" ومر الحدیث علیٰ صفحہ ۶۰ر

۵۹۔ حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ وکان من اکبر بنی عدی وکان ابوہ شہد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عمر استعمل قدامۃ بن مظعون علی البحرین وکان شہد بدرا وھو خال عبد اللہ بن عمر وحفصۃ۔

ترجمہ:۔ زہری سے روایت ہے کہ مجھے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی اور عبداللہ بن عامر قبیلہ بن عدی کے سن رسیدہ بزرگوں میں سے تھے اور آپ کے والد بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین (ایک جگہ کا نام ہے بصرہ اور عمان کے درمیان۔) کا عامل بنایا تھا۔ آپ بدر کی جنگ میں شریک تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہ اور قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہما کا شریک بدر ہونا۔

تشریحات امام بخاری نے حضرت قدامہؓ کا اصل واقعہ بیان نہیں کیا چونکہ علیٰ شرط البخاری نہیں تھا۔ یہاں تو صرف بدری ہونے کا بیان مقصود تھا لیکن پوری روایت عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں امام زہری سے نقل کیا ہے۔ اصل واقعہ کو علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے تو چونکہ عمدۃ القاری

عہ ای اغناہ عن قیام اللیل۔ قیل یقیان من المکروہ۔

میں اختصار ہے اس لئے یہاں فتح الباری کا بعینہ ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق کی خدمت میں جارود عقدی آیا اور کہا کہ حضرت قدامہ نے شراب پی ہے تو حضرت عمر نے فرمایا "تیرے ساتھ گواہ کون ہے؟ تو جارود نے کہا "ابوہریرہؓ" حضرت ابوہریرہ نے شہادت دی کہ میں نے نشہ کی حالت میں قے کرتے دیکھا ہے پھر حضرت عمر نے قدامہ کو بلا بھیجا تو جارود نے حضرت عمر فاروق سے کہا کہ قدامہ پر حد جاری کیجئے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ تو مدعی ہے یا گواہ؟ اس پر جارود خاموش رہا، پھر اس نے حضرت عمر سے حد جاری کرنے کے لئے دوبارہ کہا تو حضرت عمر نے فرمایا "تو رک جا، ورنہ میں تجھے ذلیل کر دوں گا" تو جارود نے کہا کہ یہ انصاف نہیں ہے کہ آپ کا چچازاد بھائی شراب پئے اور مجھے ذلیل کریں چنانچہ حضرت عمر نے قدامہ کی بیوی ہند بنت ولید کو بلا بھیجا، اس نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دی کہ بے شک قدامہ نے شراب نوش کی ہے تو حضرت عمر نے قدامہ سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ پر حد جاری کروں تو قدامہ نے کہا "یہ آپ کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناحٌ فیما طعموا الآیہ۔

اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ تو نے اس آیت کا مطلب نہیں سمجھا اس لئے کہ آیت کا بقیہ حصہ یہ ہے اذا ما اتقوا جب پرہیزگاری کریں سو تو اگر پرہیزگاری کرتا، تو اللہ کی حرام کردہ چیز سے پرہیز کرتا، پھر حضرت عمر نے حد جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ کوڑے لگائے گئے، اس پر قدامہ حضرت عمر سے ناراض ہو گئے، پھر دونوں نے ایک ساتھ حج کیا اور ایک روز خواب میں دیکھا کہ کہا جا رہا ہے صالح قدامة قدامہ سے صلح کر لے اس لئے کہ وہ تیرا بھائی ہے" چنانچہ حضرت عمر جب بیدار ہوئے تو قدامہ کو بلوا کر صلح کر لی (فتح الباری)

۶۰- حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جویریة عن مالک عن الزهری ان سالم بن عبد اللہ اخبرہ قال اخبر رافع بن خدیج عبد اللہ بن عمر ان عمیه وکانا شهدا بدرا اخبراہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن کراء المزارع قلت لسالم فتکریها انت قال نعم ان رافعا اکثر علی نفسه۔

ترجمہ- حضرت سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ حضرت رافع بن خدیج نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے بیان کیا کہ ان کے دو چچاؤں (ظہیر و مظہرؓ) جنہوں نے بدر کی لڑائی میں شرکت کی تھی، نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے سالم سے کہا "آپ تو کرایہ پر اس کو دیتے ہیں؟ سالم نے فرمایا کہ "ہاں" بلاشبہ رافع نے اپنے اوپر زیادتی کر لی ہے۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ" وکانا شهدا بدرا

تشریحات

ظہیر مصغر ہے۔

کراء الارض یعنی زمین کا مالک کاشتکار (عامل کسان) سے جو اجرت اپنی زمین کی لے گا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ملا وہ صورت جو عرب میں رائج تھی کہ جس حصہ میں پیداوار زیادہ ہوتی تھی، مثلاً نالیوں کے کنارے کا حصہ، اس کو مالک زمین اپنے لئے مخصوص کر لیتا تھا اور باقی جو کم پیداوار والا ہوتا وہ کاشتکار کو ملتا اسی طرح جو زمین کا حصہ معین کر کے غیر منصفانہ صورت ہوگی وہ ممنوع ہے۔ اور حدیث میں یہی مراد ہے۔

دوسری صورت نقد کرایہ کی ہے یا غیر معین نصف، ربع وغیرہ پر یہ ممنوع نہیں ہے، پورے طور پر تفصیلی بحث

مزارعت میں ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت رافع نے جو ممانعت کو بالکل عام رکھا۔ گویا اپنے اوپر زیادتی اور تشدد کیا۔

۶۱۔ حدثنا آدمُ قال حدثنا شعبة عن حُصَينِ بنِ عبدِ الرحمٰنِ قال سمعتُ عبدَ اللهِ بنَ شدادِ بنِ الهادِ الليثيَّ قال رأيتُ رفاعةَ بنَ رافعِ الانصاريَّ وكان شهِدَ بدرًا۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن شداد بن الہاد نے بیان کیا کہ میں نے رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا اور وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ وکان شھد بدرًا۔

تشریحات باقی حدیث اس طرح ہے کہ جب رفاعہ بدری صحابی نماز میں داخل ہوئے تو تکبیر اس طرح کہی اللہ اکبر کبیرا" امام بخاری نے یہاں اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ موقوف ہے یعنی علی شرط البخاری نہیں ہے۔

۶۲۔ حدثنا عبدانُ قال اخبرنا عبدُ اللهِ قال اخبرنا معمرٌ ويونسُ عن الزهريِّ عن عروةَ بنِ الزبيرِ انه اخبره ان المسورَ بنَ مخرمةَ اخبره ان عمرو بنَ عوفٍ وهو حليفٌ لبني عامرِ بنِ لؤيٍّ وكان شهِدَ بدرًا مع النبي صلى الله عليه وسلم ان رسولَ الله صلى الله عليه وسلم بعث ابا عبيدةَ بنَ الجراحِ الى البحرين ياتي بجزيتها وكان رسولُ الله صلى الله عليه وسلم هو صالحَ اهلَ البحرينِ وامّرَ عليهم العلاءَ بنَ الحضرميِّ فقدِمَ ابو عبيدةَ بمالٍ من البحرين فسمعتِ الانصارُ بقدومِ ابي عبيدةَ فوافوا صلوةَ الفجرِ مع رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فلما انصرفَ تعرضوا له فتبسّمَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم حين رآهم ثم قال اظنكم سمعتم ان ابا عبيدةَ قدِمَ بشيءٍ قالوا اجل يا رسولَ الله قال فابشروا واملوا ما يسرّكم فواللهِ ما الفقرَ اخشى عليكم ولكني اخشى ان تبسطَ عليكم الدنيا كما بُسِطت على من قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها وتهلككم كما اهلكتهم۔

ترجمہ: مسور بن مخرمہ نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن عوف جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور جنگِ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ بحرین کا جزیہ لے آویں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی۔ اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر بنا دیا تھا پھر حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے اور حضرات انصار نے ابو عبیدہ کے آنے کی خبر سُن لی تو حضرات انصار فجر کی نماز میں آپ پہونچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی مسجد نبوی میں) پھر جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو حضرات انصار آنحضرت کے سامنے آئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے جب ان حضرات کو دیکھا پھر فرمایا "میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ آگئے ہیں کچھ (یعنی بحرین کا مال) لے کر؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اور امید رکھو اس کی جو تم کو خوش کر دے، سو خدا کی قسم مجھ کو تم پر محتاجی کا خوف نہیں ہے ولیکن مجھے تو اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی۔ پھر تم لوگ اس دنیا کی رغبت کروگے جیسا کہ پہلوں نے رغبت کی اور تمہیں بھی ہلاک کر دے گی جیسا کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ وکان شھد بدرا

مر الحدیث فی الجہاد علی صفحہ ۴۴۷۔

۶۳- حدثنا ابو النعمان قال حدثنا جریر بن حازم عن نافع ان ابن عمر کان یقتل الحیات کلها حتی حدثه ابو لبابة البدری ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن قتل جنان البیوت فامسک عنها۔

ترجمہ:- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ ہر قسم کے سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے (یعنی جب بھی انہیں نظر آتا خواہ جنگلی ہو یا خانگی) حتی کہ ابولبابہ بدری نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھروں میں نکلنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا تو ابن عمر اس سے رک گئے یعنی مارنا چھوڑ دیا۔

مر الحدیث صفحہ ۴۶۷۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ "ابو لبابة البدری" لبابہ بضم اللام وتخفیف الباء الموحدہ۔

تشریحات جنان بکسر الجیم وتشدید النون جمع الجان وہی الحیة البیضاء او الرقیقة او الصغیرة (عمدہ)

ابولبابہ حافظ عسقلانی "فتح الباری" میں فرماتے ہیں "وابو لبابة ممن ضرب له بسهمه واجره ولم یحضر القتال یعنی حضرت ابولبابہؓ بدر کی لڑائی میں موجود نہیں تھے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ نکالا تھا۔ والحدیث مضیٰ فی بدء الخلق علی صفحہ ۴۶۷۔

۶۴- حدثنی ابراهیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فلیح عن موسیٰ بن عقبة قال ابن شهاب حدثنا انس بن مالک ان رجالا من الانصار استاذنوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا ائذن لنا فلنترک لابن اختنا عباس فداءه قال والله لا تذرون منه درهما۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ بن مالک نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی بہن کے بیٹے حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑ دیں' حضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم ایک درہم بھی اس میں نہ چھوڑنا۔

فائدہ:- مطابقت بالترجمہ: ان رجالا من الانصار لانهم کانوا بدریین۔

ومر الحدیث صفحہ ۴۲۸۔

تشریحات جنگ بدر میں اسلامی لشکر کو عظیم الشان فتح وکامیابی ہوئی جس میں ستر کافر مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرتؐ کے چچا عباس بھی تھے' آنحضرتؐ نے اسیران بدر کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟ اور آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا" ان الله امکنکم منهم (بلاشبہ حق تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے" حضرت عمر نے عرض کیا "یارسول اللہ مناسب یہ ہے کہ سب کی گردنیں اڑادی جائیں' صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ' ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے' علیؓ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میری رائے ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں' عجب نہیں کہ

اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابلہ میں ہمارے معین و مددگار ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سن کر یہ ارشاد فرمایا اے عمر تیری شان حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنی قوم کے حق میں یہ دعا کی، نوح نے یہ دعا کی تھی:-

رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا	اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو۔

اور حضرت موسیٰ نے یہ دعا مانگی۔

ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلایؤمنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم سورۂ یونس	اے ہمارے پروردگار ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے کہ نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں

اور اے ابوبکر تیری شان حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی۔

فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم	پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے وابستہ ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ بخشنے والے مہربان ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز یہ فرمائیں گے۔

ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔	اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو آپ بڑے غالب حکمت والے ہیں۔

چنانچہ رحمت عالم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔

ابن اختنا عباس یعنی عباس بن عبدالمطلب۔ حضرت عباس کی والدہ انصار میں سے نہیں تھیں بلکہ عباس کی دادی عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید خزرجی انصاریہ تھیں۔ حضرات انصار نے اس رشتہ سے عباس کو مجازاً بہن کا بیٹا (بھانجہ) فرمایا کیونکہ عباس کی ماں نتیلہ انصار میں سے نہیں تھیں۔ نتیلہ بنون و مثناۃ من فوق لام مصغر بنت جناب۔ بجیم و نون خفیفۃ بعدالالف موحدۃ من ولد تیم اللات (فتح)

روایت ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بیڑی باندھنے کا کام حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا تو حضرت عباس کی بیڑی کچھ سخت باندھی گئی تھی جس سے حضرت عباس کراہنے اور رونے لگے اطلاع آنحضرتؐ کو ملی تو آنحضرت کو اس غم میں نیند نہیں آئی۔ یہ خبر انصار کو پہونچی تو حضرات انصار نے عباس کی بیڑی کھول دی۔ پھر حضرات انصار نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرتؐ عباس کی بیڑی کھولنے پر راضی ہیں اسی پر قیاس کر کے انصار نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو عباس کا فدیہ بھی چھوڑ دیا جائے اور بغیر فدیہ لئے اُن کو آزاد کر دیا جائے چونکہ حضرات انصار کو آنحضرتؐ کی پوری خوشنودی مطلوب تھی لیکن آنحضرتؐ نے فدیہ کی معافی کو قبول نہیں فرمایا جیسا کہ اس روایت (۴۲) میں تصریح ہے۔ (فتح الباری)

حضرات انصار کے ابن اختنا عباس ہم اپنے بھانجہ عباس الخ کے کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ عباس کے فدیہ چھوڑنے کا احسان ہماری گردن پر ہے نہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر' اس لئے کہ یہ فدیہ ہم اپنا بھانجہ ہونے کی حیثیت سے چھوڑتے ہیں نہ کہ آپ کے چچا ہونے کے لحاظ سے۔ یہ تھا حضرات انصار کا سلیقہ اور حسنِ ادب' رضی اللہ عنہم۔

ابن اسحاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے عباس سے فرمایا "اے عباس تم اپنا فدیہ اور اپنے دونوں بھتیجے (عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث) کا فدیہ اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو' اس لئے کہ تم مالدار ہو۔ عباس نے عرض کیا" حضرت میں تو مسلمان تھا لیکن قریش .. اپنے ساتھ مجھ کو زبردستی میدان میں لائے۔ آپ نے فرمایا" تم جو کہتے ہو اس کا صحیح علم تو حق تعالیٰ کو ہے اگر تم سچ کہتے ہو تو حق تعالیٰ تم کو بدلہ دیں گے لیکن تمہارا ظاہری معاملہ یہی ہے کہ تم نے ہم لوگوں پر چڑھائی کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ عباس کا فدیہ سونے کے چالیس اوقیئے تھے' حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ تھا' سو عباس پر سو اوقیئے اور عقیل پر اسّی اوقیئے مقرر کئے گئے تو عباس نے کہا کہ آپ نے یہ قرابت کی وجہ سے کیا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے نازل فرمایا:۔

یاایّھا النبیّ قل لِمَن فی ایدیکم مِنَ الاسریٰ ان یعلمِ اللّٰہ فی قلوبکم خیرًا یؤتکم الآیہ	اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جو آپ کے قبضہ میں قید ہیں' اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں خیر جانے گا تو تم کو اس سے بہتر دے گا جو تم سے لی گئی۔

تو حضرت عباس نے کہا مجھے پسند ہے کہ مجھ سے کئی گنا لئے جاتے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے یؤتکم خیراً مِمّا اُخذ منکم۔ (فتح الباری)

لا تذرون. بفتح الذال ای لاتترکون من الفداء شیئاً۔

۱۵ حدثنا ابو عاصم عن ابن جریج عن الزھریّ عن عطاءِ بنِ یزیدَ عن عبیدِ اللّٰہِ بنِ عدیٍّ عن المقدادِ بنِ الاسودِ ح وحدثنی اسحاقُ قال حدثنا یعقوبُ بنُ ابراھیمَ بنِ سعدٍ قال حدثنا ابنُ اخی ابنِ شھابٍ عن عمہ اخبرنی عطاءُ بنُ یزیدَ اللّیثیُّ ثم الجندَعیُّ انّ عبیدَ اللّٰہ بنَ عدیّ بن الخیار اخبرہٗ انّ المقدادَ بنَ عمروٍ الکندیّ وکان حلیفاً لبنی زھرۃ وکانَ ممّن شھدَ بدرًا مع رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخبرہٗ انّہ قال لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارایتَ ان لقیتُ رجلاً من الکفّارِ فاقتتلنا فضرب احدی یدیّ بالسّیفِ فقطعھا ثم لاذ منی بشجرۃٍ فقال اسلمتُ للّٰہِ أاقتُلُہ یارسول اللّٰہ بعد ان قالھا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقتلہ فقال یارسول اللّٰہ انّہ قطعَ احدی یدیّ ثم قال ذالک بعد ما قطعھا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقتلہ فان قتلتہ فانّہ بمنزلتک قبل ان تقتلہ وانک بمنزلتہ قبلَ ان یقولَ کلمتَہ التی قالَ۔

ترجمہ:۔ حضرت مقداد بن عمرو الکندیؓ سے روایت ہے اور وہ (مقداد) بنی زہرہ کے حلیف تھے اور ان اصحابؓ میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "آپ فرمائیں تو اگر کسی کافر سے میری ملاقات (مڈبھیڑ) ہو جائے اور ہم قتال کریں پھر وہ مقابل میرے ہاتھ پر تلوار مارے اور اس کو کاٹ دے پھر مجھ سے (بچنے کے لئے) ایک درخت کی پناہ لے اور کہنے لگے "اسلمت للہ" میں مسلمان ہو گیا ہوں یعنی ایمانی کلمہ پڑھ لیا تو اے اللہ کے رسول! میں اس کلمہ کے پڑھنے کے بعد اسے قتل کر سکتا ہوں ؟ تو آنحضورؐ نے فرمایا" اس کو مت قتل کرو۔ مقداد نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ پہلے میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے اس کے بعد اس نے اس کلمہ ایمان کو پڑھا ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا" لا تقتلہ" اسے مت قتل کرو، اس لئے کہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو وہ تیرے اس مرتبے میں ہو جائے گا جو اس کو قتل کرنے سے پہلے تیرا مرتبہ تھا اور تو اس کے مرتبے میں ہوگا۔ جو اس کا مرتبہ کلمہ پڑھنے سے قبل تھا۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ ممن شھد بدرا۔

۶۶۔ حدثنی یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ابن عُلیّۃ قال حدثنا سلیمٰن التیمیؒ قال حدثنا انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر من ینظر ما صنع ابو جھل فانطلق ابن مسعود فوجدہٗ قد ضربہ ابنا عفراء حتی برد فقال آنت ابا جھل قال ابن علیّۃ قال سلیمٰن ھکذا قالھا انسؓ قال انت ابا جھل قال وھل فوق رجل قتلتموہ قال سلیمٰن او قال قتلہ قومہ قال وقال ابو مجلز قال ابو جھل فلو غیر اکّار قتلنی۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا" کون ہے؟ کہ دیکھ آوے گا کہ ابو جہل نے کیا کیا؟ (یعنی زندہ ہے یا مر گیا) تو ابن مسعودؓ چلے سو پایا ابو جہل کو اس حال میں کہ عفراء کے دو بیٹوں نے اس کو مارا ہے یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی ساری بہادری ٹھنڈی ہو گئی اور مرنے کے قریب ہے) پھر ابن مسعود نے کہا۔ کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ ابن علیہ کا بیان ہے کہ سلیمان نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ان سے انس نے اس قصہ کو بیان کیا تو ابن مسعود نے کہا (یعنی ابو جہل سے پوچھا) کیا تو ہی ابو جہل ہے؟ ابو جہل نے کہا "کیا اس سے کوئی فائق (بڑے درجہ کا) ہے جس کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے؟ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ یا ابو جہل نے یوں کہا" جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابو مجلز نے بیان کیا کہ ابو جہل نے کہا۔ کاش کسان کے علاوہ نے مجھ کو قتل کیا ہوتا۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ" عفراء کے دو بیٹے (معاذ اور معوذ) جنگِ بدر میں شریک تھے۔

ابو جہل کو چونکہ انصار نے قتل کیا تھا یعنی معاذ اور معوذ دونوں انصاری تھے اور انصارؓ مدینہ کے کاشتکار کسان تھے۔ ابو جہل کا مقصد اس سے تحقیر ہے۔

۶۷۔ حدثنا موسیٰ قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا معمرٌ عن الزُّھریؒ عن عبید اللہ بن عبد اللہ حدثنی ابن عباسٍ عن عُمَرَ لمّا توفّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت لابی بکرٍ انطلق بنا الی اخواننا من الانصار فلقینا منھم رجلان صالحان شھدا بدرا فحدثت عروۃ بن الزبیر فقال ھما عُوَیمُ بن سَاعِدۃ ومعن بن عدیؒ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلئے، سو ان میں سے دو ایسے نیک آدمی ہم کو ملے جو دونوں بدر کی

لڑائی میں شریک تھے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا یعنی میں نے عروہ سے پوچھا کہ وہ دونوں کون تھے۔؟) تو عروہ نے کہا کہ وہ دونوں اصحاب عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی ہیں۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ:۔ رجلان صالحان شهدا بدرا۔

۶۸۔ حدثنی اسحاق بن ابراهيم سمع محمد بن فضيل عن اسمٰعيل عن قيس كان عطاء البدريين خمسة الاف خمسة الاف وقال عمر لافضلنهم على من بعدهم۔

ترجمہ:۔ حضرت قیس سے روایت ہے کہ بدری صحابہ کا عطیہ (یعنی سالانہ وظیفہ جو بیت المال سے دیا جاتا تھا) پانچ پانچ ہزار تھا، حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ میں ان (بدریوں) کو ترجیح دوں گا ان لوگوں پر جو اُن کے بعد ایمان سے مشرف ہوئے ہیں۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ ظاہر ہے کہ شرکاء بدر کا تذکرہ ہے۔

۶۹۔ حدثنی اسحٰق بن منصور قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهري عن محمد بن جبير عن ابيه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بالطور وذالك اول ما وقر الايمان في قلبي وعن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال في اسارى بدر لو كان المطعم بن عدي حيا ثم كلمني في هؤلاء النتنى لتركتهم له وقال الليث عن يحيى عن سعيد بن المسيب وقعت الفتنة الاولى يعني مقتل عثمان فلم تبق من اصحاب بدر احدا ثم وقعت الفتنة الثانية يعني الحرة فلم تبق من اصحاب الحديبية احدا ثم وقعت الثالثة فلم ترتفع وللناس طباخ

ترجمہ:۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ مغرب کی نماز میں سورۂ والطور کی تلاوت فرمارہے تھے اور یہ پہلا موقع تھا جب کہ ایمان میرے دل میں قرار پکڑا تھا۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے محمد بن جبیر نے اپنے والد جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان بدبوداروں گندوں (اسارائے بدر) کے حق میں مجھ سے سفارش کرتے تو میں ان لوگوں کو اس کی وجہ سے چھوڑ دیتا۔ یعنی بغیر فدیہ لئے صرف سفارش پر چھوڑ دیتا)

اور لیث نے یحیٰی سے اور یحیٰی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا فتنہ برپا ہوا تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی حرہ کا (۶۳ھ میں یزید کا فتنہ) تو اس نے اصحابِ حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا، پھر واقع ہوا تیسرا فتنہ سو رفع نہیں ہوا اور اں حالیکہ لوگوں کے لئے قوت ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ تیسرا فتنہ دور نہیں ہوا جبکہ مسلمانوں کو اسلامی قوت تھی یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے تو پھر جب صحابہ نہ رہے تو کیا دور ہوگا چنانچہ یہ فتنہ اب تک دور نہ ہوا۔

تشریحات یہ روایت تین حدیثوں پر مشتمل ہے۔ پہلی حدیث جبیر بن مطعم کی جس میں نماز مغرب کے اندر سورۂ طور کی تلاوت کا بیان ہے جو جلد اول صفحہ ۱۰۵ میں روایت گذر چکی ہے نیز صفحہ ۴۲۸ کتاب الجہاد۔

مطابقت بالترجمہ:۔ جیسا کہ کتاب الجہاد صفحہ ۴۲۸ میں گذر چکا ہے وکان جاء فی اساری بدر۔

علامہ عینیؒ نے اس مطابقت پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا قلت هذا الوجه غير ظاهر على ما لا يخفى لیکن خود کوئی جواب پیش نہیں فرمایا، احقر کا خیال ہے کہ اعتراض ہی غیر وقیع ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری حدیث بھی حضرت جبیر بن مطعم ہی کی ہے کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے تو میں اساریٰ بدر کے متعلق اس کی سفارش سُن لیتا۔ الخ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطعم بن عدی کے کس احسان پر مبنی ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ جب آنحضورؐ طائف سے واپس ہوئے تو مطعم بن عدی کی پناہ میں ٹھہرے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مطعم نے اپنے چار لڑکوں کو آنحضورؐ کی حفاظت کے لئے مسلح کیا اور خانہ کعبہ کے پاس کھڑا کر دیا جب قریش مکہ کو معلوم ہوا تو قریش نے کہا کہ تیرے ذمہ و پناہ کو ہم نہیں توڑیں گے۔

بعض حضرات سے یہ منقول ہے کہ احسان مذکور سے مراد وہ احسان ہے کہ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسی شخصیت مشرف بہ اسلام ہو گئے، کافروں کا زور ٹوٹ رہا ہے تب کفار قریش کے قبائل نے جمع ہو کر ایک معاہدہ لکھا کہ آپؐ اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں کا مقاطعہ کر دیا جائے یعنی سوشل بائیکاٹ، کہ کھانا پانی، بیاہ شادی حتی کہ سلام و کلام اس وقت تک بند رکھا جائے جب تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں، ۷ نبوی سے ۱۰ نبوی تک آپ مع جملہ حامیوں کے شعب ابی طالب میں محصور رہے، انتہائی تکالیف و مصائب سے اوقات گذرتے، پھر بعض رشتہ داروں نے اس معاہدے کو توڑنے کا ارادہ کیا تو ہشام بن عمرو اور زہیر وغیرہ کے ساتھ مطعم بن عدی نے بھی بلیغ کوشش کی کہ اس عہدنامہ کو چاک کیا جائے یہ انسانیت کے خلاف صحیفۂ ظالمہ کو پھاڑ دیا جائے۔ الخ۔ تفصیل کے لئے تاریخ طبری جلد ثانی، طبقات ابن سعد جلد اول یا سیرۃ مصطفےٰ حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ ملاحظہ فرمایئے۔ پھر مطعم جنگ بدر سے قبل ہی انتقال کر گئے۔ نوّے برس سے زائد عمر پائی تھی۔

ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۰۹ پر حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کو اساریٰ کے سلسلہ میں اختیار دے دیجئے۔ کہ چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں، ورنہ اس شرط پر فدیہ لے کر چھوڑ دیں کہ آئندہ سال اُن کے برابر (یعنی ستر قیدیوں کے بدلے ستر صحابہ) شہید کئے جائیں گے، صحابہ کرام نے فرمایا کہ فدیہ لینا ہے اور ہمیں منظور ہے کہ ہم میں سے آئندہ سال اتنے اصحاب شہید ہوں۔

مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۹۳ پر ایک طویل حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور یہ مسلمان ہو جائیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اس لئے سب کی گردن اڑا دی جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم فرمایا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ما کان لنبیٍّ ان یکون لہٗ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاٰخرۃ ط واللہ عزیزٌ حکیم ○ لولا کتٰبٌ من اللہ سبق لمسّکم	نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں خونریزی نہ کرلے (یعنی سب قتل کر دئے جائیں) تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں

فیما اخذتم عذاب عظیم ○ (پارہ ۱۰ سورۂ انفال)

اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہوچکا ہوتا تو اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے تم کو بڑا عذاب پہونچتا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ جب منجانب اللہ فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دے دیا گیا تھا جیسا کہ ترمذی کی روایت اوپر مذکور ہوئی، پھر فدیہ لینے پر عتاب کیوں آیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اختیار ظاہر میں اختیار تھا مگر حقیقت میں اختیار یعنی امتحان تھا کہ دیکھیں دشمنانِ اسلام کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا دنیا کے مال و متاع کو، جیسا کہ ازواج مطہرات نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید نان و نفقہ کا تقاضہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰایُّھا النبی قل لازواجک الآیۃ پارہ ۲۱ سورۂ احزاب) یعنی اے نبی اپنی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو جوڑا دے کر مناسب طرح سے رخصت کر دوں، اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالم آخرت میں تم میں سے نیکو کاروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اس آیت میں اگرچہ ظاہری طور پر ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کریں اور خواہ اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کریں لیکن درحقیقت اختیار نہیں تھا بلکہ اختیار یعنی امتحان و آزمائش تھی۔

اور جیسا کہ ہاروت و ماروت کا تعلیم سحر کے لئے بابل میں آتارنا محض آزمائش و امتحان کے لئے تھا، جادو کے سیکھنے اور نہ سیکھنے کا اختیار دینا مقصود نہ تھا۔

اور جیسا کہ شبِ معراج میں آپ کے سامنے شراب دودھ، اور شہد کے مختلف برتن پیش کئے گئے اور آپ نے دودھ کو اختیار کیا، اس پر حضرت جبریل نے کہا کہ اگر آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی امت گمراہی میں پڑ جاتی۔

خلاصہ کلام:- یہ کہ حضرت صدیق اکبر اور دیگر صحابہ کرام نے جو فدیہ کا مشورہ دیا وہ محض دینی اور اخروی مصلحت کی بنا پر تھا اور بعض نے زیادہ تر مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس لئے یہ آیت عتاب نازل ہوئی اور اس عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جن کو زیادہ تر مالی فائدہ پیش نظر تھا جیسا کہ تریدون عرض الدنیا کے لفظ سے مترشح ہوتا ہے اور مطلب عتاب کا یہ ہے کہ تم رسولِ خدا کے اصحاب ہوکر دنیا کے فانی مال و متاع اور حقیر اسباب پر کیوں نظر کرتے ہو۔ اے اصحابِ رسول تم جیسے سابقین اور مقربین کی شان جلیل اور منصب عالی کے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ دنیا (مال فدیہ وغنیمت) پر نظر کرو۔ باقی آنحضور نور مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اس کا منشار محض صلہ رحمی اور رحمدلی تھا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضور پر نور اور صدیق اکبر کے سامنے ذرہ برابر بھی مالی فائدہ پیش نظر نہ تھا اس لئے وہ اس عتاب میں داخل نہیں۔ بارگاہ رسالت میں تو پوری دنیا کا وجود و عدم برابر تھا وہاں فدیہ کے دراہم معدودہ پر کیا نظر ہوتی۔

مسئلہ اجتہاد

اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ انبیاء کرام کو کبھی خطا پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں۔

انبیا کرام اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ نزول آیت کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی فدیہ پر قائم رہے۔ بخلاف مجتہد کے کہ اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے۔

تیسری حدیث سعید بن مسیب کی ہے جس میں ہے کہ پہلے فتنے نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا، اس میں شبہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عرصہ تک زندہ رہے۔

جواب:- اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ فتنہ جس بنیاد پر اٹھا تھا اس وقت سے اکابرین بدر رخصت ہونے لگے یہاں تک کہ دوسرا فتنہ حرہ تک میں شرکاء بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اکثر پر کل کا حکم لگا دیا گیا ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

۷۰۔ حدثنا الحجّاج بنُ منهالٍ قال حدثنا عبد اللهِ بنُ عُمَرَ النميريُّ قال حدثنا يونسُ بنُ يزيدَ قال سمعت الزهريَّ قال سمعتُ عروةَ بنَ الزبيرِ وسعيدَ بنَ المسيّبِ وعلقمةَ بنَ وقّاصٍ وعبيدَ اللهِ بنَ عبدِ اللهِ عن حديثِ عائشةَ زوجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم كلٌّ حدثني طائفةً من الحديثِ قالت فأقبلتُ أنا وأمُّ مِسطحٍ فعثرت أمُّ مِسطحٍ في مِرطِها فقالت تَعِسَ مسطحٌ فقلت بئسَ ما قلتِ تسبّينَ رجلاً شهِدَ بدرًا فذكرَ حديثَ الإفكِ۔

ترجمہ:- زہری کا بیان ہے کہ میں نے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کے واقعہ (افک) کے متعلق سنا مذکورہ حضرات میں سے ہر ایک نے حدیث افک (واقعہ افک) کا ایک حصہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں اور مسطح کی ماں متوجہ ہوئے (یعنی قضائے حاجت کو چلے کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنا ہوا نہیں تھا) کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر پھسل گئیں اس پر ان کی زبان سے نکلا "مسطح کا برا ہو" تو میں نے کہا آپ نے بری بات کہی، آپ ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکا ہے پھر اس نے حدیث الافک یعنی تہمت کا واقعہ سنایا۔

فائدہ:- اس کی پوری تفصیل عنقریب ہی آرہی ہے یہاں صرف اس وجہ سے لایا گیا ہے کہ حضرت مسطح شهد بدرا" شرکاء بدر میں سے ہیں۔

۷۱۔ حدثنا إبراهيمُ بنُ المنذرِ قال حدثنا محمدُ بنُ فليحِ بنِ سليمانَ عن موسى بنِ عقبةَ عن ابنِ شهابٍ قال هذهِ مغازي رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فذكر الحديثَ فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وهو يلقيهم هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقًا قال موسى قال نافعٌ قالَ عبدُ اللهِ قالَ ناسٌ من أصحابهِ يا رسولَ اللهِ تنادي ناسًا أمواتًا قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ما أنتم بأسمعَ لِما أقولُ منهم فجميعُ من شهِدَ بدرًا من قريشٍ ممن ضُرِبَ له بسهمهِ أحدٌ وثمانونَ رجلاً وكان عروةُ بنُ الزبيرِ يقولُ قال الزبيرُ قُسِمَت سُهمانُهم

فکانوا مائۃً واللہ اعلم۔

ترجمہ:۔ ابن شہاب سے روایت ہے یعنی ابن شہاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ھٰذہٖ مغازی الخ۔ یہ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پھر انہوں نے حدیث بیان کی یعنی بدر کا واقعہ جو ابن شہاب سے موسیٰ بن عقبہ نے نقل کیا ہے کہ جب کفار مقتولین کنویں میں ڈالے جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دراں حالیکہ آپ ان کافر مقتولوں کو ڈال رہے تھے "کیا تم لوگوں نے اس چیز کو حق پایا جس کا تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا، موسیٰ نے بیان کیا کہ نافع نے کہا ان سے عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ اس پر آپ کے بعض اصحاب نے کہا۔ یارسول اللہ آپ ایسے لوگوں کو آواز دے رہے ہیں جو مرچکے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" تم لوگ میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجموعہ ان لوگوں کا جو قریش میں سے بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اور جن کو حصہ (مال غنیمت میں سے) دیا گیا تھا اکیاسی آدمی تھے اور عروہ بن زبیر کہا کرتے تھے کہ زبیر نے فرمایا کہ جن (مہاجرین) کے حصے تقسیم کئے گئے تھے وہ سو آدمی تھے۔ واللہ اعلم۔

تشریحات ومن ضرب لہ بسھمہ مراد وہ حضرات ہیں جن کے حصے مال غنیمت سے مقرر کئے گئے تھے اگرچہ وہ قتال کے وقت کسی عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہوں۔

بمائۃ سھم ماقبل کے اکیاسی سے تعارض اس لئے نہیں ہوگا کہ مجاہدین میں سوار اور پیدل کے حصہ میں فرق ظاہر ہے اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ اکیاسی آدمیوں کے حصے مقرر ہوئے اور تقسیم ہوئے سو حصے فلا تعارض۔

البتہ حضرت برار بن عازب کی روایت جو صفحہ ۵۶۴ پر گذری ہے کہ مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے زیادہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس ساٹھ سے مراد وہ حضرات ہیں جو فی الواقع قتال میں موجود تھے اور اکیاسی سے مراد موجود و معذور دونوں ہوں۔ فلا تعارض۔

جواب ۲ ساٹھ سے مراد آزاد مجاہد اور اکیاسی سے مراد مع خدام و غلام ہوں۔ واللہ اعلم

۷۰۔ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشامٌ عن معمرٍ عن ھشامِ بنِ عروۃَ عن ابیہ عن الزبیر قال ضُرِبَت یومَ بدرٍ للمھاجرینَ بمائۃِ سھمٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت زبیر سے روایت ہے کہ بدر کے دن (جنگ بدر کے موقعہ پر) مہاجرین کے لئے سو حصے مقرر کئے گئے تھے

تشریحات ماقبل کی روایت کے اکیاسی حصے میں اور اس روایت کے سو حصے میں بظاہر جو تعارض نظر آتا ہے اس کا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ کل سو حصوں میں سے جب خمس کے حصے نکالے گئے تو اسی حصے رہ گئے اور ایک کا کسر کی وجہ سے ممکن ہے کہ ایک سو ایک ہوں مگر کسر کا اعتبار نہ کیا گیا ہو، واللہ اعلم۔

بابُ تسمیۃ من سُمّیَ من اھلِ بدرٍ فی الجامع

ان اسمائے گرامی کا بیان کہ شرکاء بدر میں سے جن کا نام جامع بخاری میں ذکر کیا گیا ہے کہ شریک بدر ہوئے۔

فائدہ:۔ بعض نسخوں میں اس کا اضافہ ہے الذی وضعہ ابو عبد اللہ علیٰ حروف المعجم جس کو ابو عبد اللہ یعنی امام بخاریؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ پس اس باب میں صرف ان بدری حضرات

کا نام آئے گا جن کا بدری ہونا بخاری شریف میں مذکور ہے اس لئے کہ بعض حضرات کا بدر میں شریک ہونا مسلّم ہے لیکن یہاں باب میں مذکور نہیں جیسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ وغیرہ فلا اشکال۔

۲ تمام اسمائے گرامی حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے ذکر کئے گئے ہیں صرف آقائے کائنات حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کو اظہار فضیلت کے لئے تبرکاً مقدم کردیا گیا ہے۔

النبی محمد بن عبد اللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ایاس بن البکیر بلال بن رباح مولی ابی بکر القرشی، حمزۃ بن عبد المطلب الہاشمی، حاطب بن ابی بلتعۃ حلیف لقریش، ابو حذیفۃ بن عتبۃ بن ربیعۃ القرشی حارثۃ بن الربیع الانصاری قتل یوم بدر وھو حارثۃ بن سراقۃ کان فی النظارۃ، خبیب بن عدی الانصاری، خنیس بن حذافۃ السہمی رفاعۃ بن رافع الانصاری، رفاعۃ بن عبد المنذر، ابو لبابۃ الانصاری، زبیر بن العوام القرشی زید بن سہل، ابو طلحۃ الانصاری، ابو زید الانصاری، سعد بن مالک الزہری، سعد بن خولۃ القرشی، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی، سہل بن حنیف الانصاری ظہیر بن رافع الانصاری واخوہ عبد اللہ بن عثمان، ابو بکر الصدیق القرشی عبد اللہ بن مسعود الہذلی، عبد الرحمن بن عوف الزہری عبیدۃ بن الحارث القرشی، عبادۃ بن الصامت الانصاری، عمر بن الخطاب العدوی، عثمان بن عفان القرشی خلفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ وضرب لہ بسھمہ علی بن ابی طالب الہاشمی، عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لؤی، عقبۃ بن عمرو الانصاری عامر بن ربیعۃ العنزی، عاصم بن ثابت الانصاری، عویم بن ساعدۃ الانصاری عتبان بن مالک الانصاری، قدامۃ بن مظعون، قتادۃ بن النعمان الانصاری، معاذ بن عمرو بن الجموح، معوذ بن عفراء واخوہ مالک بن ربیعۃ ابو اسید الانصاری، مرارۃ بن الربیع الانصاری معن بن عدی الانصاری مسطح بن اثاثۃ بن عباد بن المطلب بن عبد مناف مقداد بن عمرو الکندی حلیف بنی زہرۃ ہلال بن امیۃ الانصاری۔

فائدہ:- مذکورہ اسمائے گرامی جو تقریباً پینتالیس ہیں ان میں سے جن کی شرکت کے لئے بخاری شریف کے اندر جہاں روایت ہے حاشیہ بخاری پر مع صفحہ درج ہے اس لئے احقر چھوڑ رہا ہے۔ ؎۱

؎۱ فتح الباری میں جملہ تعدادی ہے اربعۃ واربعون رجلاً لیکن میں نے جو شمار کیا تو ۴۵ ہوئے ممکن کہ رجلاً سے مراد صحابہ ہوں آقا کے علاوہ کان فی النظارۃ یعنی حارثہ بن ربیع (بضم الراء مصغرا) جو بدر کے دن سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ امیری حارثہ بن سراقہ ہیں جو صرف دیکھنے والوں میں تھے جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے۔

باب حدیث بنی النضیر

بنو نضیر کے واقعہ کا بیان

تشریحات مدینہ اور اس کے اطراف میں یہود کے مختلف قبائل آباد تھے جن میں تین زیادہ مشہور قبائل تھے، بنو قریظہ بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ اور چونکہ یہ لوگ اہل کتاب تھے اس لئے بمقابلہ مشرکین ان کو علمی تفوق و امتیاز حاصل تھا، ان لوگوں کو کتب سماویہ کے ذریعہ پیغمبر آخر الزماں کے احوال و اوصاف کا بخوبی علم تھا کما فی تنزیل العظیم **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم** مدینہ اور خیبر میں ان کے مدارس اور علمی مراکز بھی قائم تھے مگر ان کے مزاج و طبیعت میں سلامتی نہ تھی۔ حق سے حسد و عناد، جحود و استکبار ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا کما فی القرآن الحکیم **وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا۔**

ہجرت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو جن کافروں سے سابقہ پڑا وہ تین قسم کے تھے۔ ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا کہ نہ خود جنگ کریں گے اور نہ دشمنانِ اسلام کی مدد کریں گے اور یہ قبائل یہود بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ تھے۔

دوسری قسم ان کافروں کی تھی جنہوں نے معاہدہ نہیں کیا اور برسرپیکار و جنگ رہے جیسے کفار قریش۔

تیسری قسم ان کافروں کی تھی جنہوں نے درمیانی راہ اختیار کی، نہ معاہدہ کیا اور نہ ہی جنگ۔ بلکہ منتظر تھے کہ انجام کار کیا ہوتا ہے اور یہ لوگ عرب کے چند قبائل تھے پھر ان میں کچھ تو ایسے تھے کہ دل سے حضور کا غلبہ چاہتے تھے۔ جیسے بنو خزاعہ اور کچھ اس کے برعکس تھے۔

یہود کے جن تینوں قبائل سے معاہدہ ہوا تھا سب سے پہلے بنو قینقاع نے عہد شکنی کی پھر بنو نضیر نے پھر بنو قریظہ نے اور ہر ایک کا حشر و انجام آرہا ہے۔

ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھم فی دیۃ الرجلین وما ارادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کا عطف حدیث بنو نضیر پر ہے اس لئے مخرج کا جیم مکسور ہے اور مخرج مصدر میمی بمعنی خروج ہے۔

ترجمہ:۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مردوں کی دیت کے سلسلہ میں ان کی طرف نکلنا اور اس غدر (نقض عہد) کا بیان جس کا ارادہ ان لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔

تشریحات واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے ایسے دو آدمی قتل ہو گئے تھے جن سے معاہدہ تھا اگرچہ یہ دونوں کافر ہی تھے مگر بنو کلاب یا بنی عامر کے لوگ تھے جن سے معاہدہ تھا اور عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ دشمن سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر جب مدینہ پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں آدمی اس قبیلہ کے تھے جن سے رسول اللہ کا معاہدۂ صلح تھا۔ اس لئے ان دونوں کی دیت (خون بہا) ادا کرنی ہوگی۔ آپ نے اپنے مسلمانوں سے اس دیت کے لئے چندہ حاصل کیا پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہود بھی از روئے صلح نامہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اس لئے دیت میں ان کو بھی شریک کیا جائے اسی کام کے لئے آنحضرت قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ ان غداروں نے یہ سازش کی کہ آپ کو

قتل کر دینے کا موقع ہمارے ہاتھ آگیا۔ اس لئے آنحضرتؐ کو ایک جگہ بٹھلا دیا اور کہا کہ ہم دیت کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور خفیہ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپؐ تشریف فرما ہیں کوئی شخص اوپر چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپؐ کے اوپر چھوڑ دے کہ آپؐ کا کام تمام ہو جائے۔ آپ کو فوراً بذریعہ وحی بنو نضیر کی یہ سازش معلوم ہو گئی، آپؐ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کر کے صلح توڑ دی اس لئے اب تمہیں دس روز کی مہلت دی جاتی ہے کہ اس میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص یہاں نظر آئے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

انہوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ۔ میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے جو تمہاری مدد کریں گے۔ بنو نضیر ان منافقوں کے کہنے میں آگئے اور آنحضورؐ سے کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے آپ سے جو کچھ ہو سکے کیجئے۔ آپ صحابہ کرام کے ساتھ اس قبیلہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے درخت جلوا دیئے، کچھ کٹوا دیئے، آخر تنگ آکر انہوں نے جلا وطن ہونا منظور کر لیا، آپؐ نے اس حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دے دیا کہ جتنا سامان تم لے جاسکتے ہو لے جاؤ، بجز ہتھیار کے، کہ ہتھیار ضبط کر لئے جائیں گے۔ یہ لوگ خیبر چلے گئے، یہ واقعہ ۴ھ ربیع الاول میں پیش آیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو دوسرے یہود کے ساتھ خیبر سے ملک شام کی طرف جلا وطن کیا یہ دونوں جلا وطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ بیر معونہ میں آئے گی۔

قال الزهري عن عروة كانت على رأس ستة أشهر من وقعة بدر قبل أحد۔

امام زہری (محمد بن مسلم) نے عروہ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ (غزوۂ بنو نضیر) غزوۂ بدر کے چھ مہینے بعد اور غزوۂ احد سے پہلے ہوا تھا۔

وقول الله تعالىٰ هو الذي أخرج الذين كفروا من أهل الكتاب من ديارهم لأول الحشر۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "وہ اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا پہلی بار اکٹھا کر کے یعنی پہلی جلا وطنی ہے اور دوسری جلا وطنی حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ہوئی۔

لاول الحشر حشر کے معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، مطلب یہ ہے کہ جب یہود بنی نضیر نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو ڈر گئے اور جلا وطنی پر راضی ہو گئے۔

فائدہ:۔ چونکہ بنو نضیر کے اموال بغیر قتل و قتال کے حاصل ہوئے تھے اس لئے سارے اموال بنو نضیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص ہیں۔

وجعله ابن اسحاق بعد بئر معونة واحد۔

اور ابن اسحاق (امام مغازی محمد بن اسحاق بن یسار) نے اس واقعہ کو بیر معونہ اور غزوۂ احد کے بعد قرار دیا ہے۔

تشریحات اکثر اصحاب سیر و مغازی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے چونکہ یہ واقعہ سریۃ القراء کہلاتا ہے کہ ابو براء عامر بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے یہاں اسلام کے لئے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھیجنے کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے ستر صحابہ ان کے ساتھ کر دیئے۔ بعد میں یہ حقیقت کھلی تو ان لوگوں نے

یہ محض سازش کی تھی۔ ان سب کو گھیر کر قتل کر دیا، صرف عمرو بن امیہ ضمری کسی طرح بچ گئے اور مدینہ واپس آرہے تھے کہ راستے میں بنی عامر کے دو مشرک ملے، مسلمانوں نے ابھی ابھی مشرکوں کی یہ غداری (بچشم خود دیکھی تھی) کہ فریب دے کر انہتر ۶۹ بھائیوں کا قتل کر دیا ان کا جوش وجذبہ کفار کے مقابلے میں کیا ہوگا؟ ہر شخص خود اندازہ کر سکتا ہے۔ عمرو بن امیہ نے ان دونوں مشرکوں کو قتل کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے تھے جن سے آنحضور کا عہد و پیمان تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے ہمارا معاہدہ تھا اس لئے ان کی دیت دینا ضروری ہے۔ اس کی پوری تفصیل بیر معونہ میں آئے گی ان شاء اللہ۔

۳۷۔ حدثنی اسحٰق بنُ نصرٍ قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابنُ جُرَیجٍ عن موسی بن عقبة عن نافعٍ عن ابن عمرَ قال حاربتِ النضیرُ وقریظةُ فاجلا بنی النضیر واقرّ قریظةَ ومنّ علیهم حتی حاربت قریظةُ فقتل رجالهم وقسم نساءهم واولادهم واموالهم بین المسلمین الا بعضهم لحقوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فآمنهم واسلموا واجلا یهودَ المدینة کلّهم بنی قینقاعَ وهم رهط عبد اللہ بن سلامٍ ویهود بنی حارثةَ وکلّ یهودٍ بالمدینة۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے (معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر کے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اس لئے آپؐ نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور قریظہ کو برقرار رکھا (یعنی تجدید عہد کی وجہ سے جلا وطن نہیں کیا) اور ان پر احسان فرمایا۔ یہاں تک کہ قریظہ نے بھی جنگ کی (یعنی پھر عہد شکنی کی) تو آنحضرتؐ نے ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور ان کے اموال اور اولاد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا مگر ان (بنو قریظہ) میں سے بعض کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تو آپؐ نے ان کو امن دے دیا اور وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور آنحضرتؐ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا تھا۔ بنی قینقاع کو بھی جو حضرت عبد اللہ کا قبیلہ تھا اور یہود بنی حارثہ اور مدینہ کے تمام یہودیوں کو۔

تشریحات بنو نضیر کا جلا وطن ہونا، ایک تو ابھی معلوم ہو چکا جو امام المغازی ابن اسحاق کا بیان ہے۔ دوسرا قول موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ بنو نضیر نے قریش کو پوشیدہ طور سے خط لکھا جس میں مسلمانوں سے جنگ کی ترغیب تھی، ممکن ہے کہ دونوں اسباب جمع ہو گئے ہوں، فلا اشکال۔

اور بنو قریظہ کا حال مفصل آئے گا۔ غزوۂ خندق سے متصل انشاء اللہ کہ ان بدبختوں نے معاہدہ کے خلاف غزوۂ خندق میں کفار قریش کی مدد کی۔

۴۔ حدثنی الحسنُ بنُ مُدرِکٍ قال حدثنا یحییٰ بنُ حمّادٍ قال اخبرنا ابو عوانة عن ابی بشرٍ عن سعید بنِ جبیرٍ قال قلت لابن عباسٍ سورة الحشر قال قل سورة النضیر تابعه هشیمٌ عن ابی بشرٍ۔

ترجمہ:۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کے سامنے کہا "سورۂ حشر"، تو ابن عباسؓ نے فرمایا "اس کو سورۂ نضیر کہو" اس کی متابعت ہشیم نے ابو بشر کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریحات ایک روایت میں ابن عباس سے منقول ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حق تعالیٰ نے اس سورہ میں ان کے عذاب وسزا کا ذکر فرمایا ہے۔ (فتح الباری)

۵۔ حدثنا عبد اللہ بنُ ابی الاسود قال حدثنا معتمرٌ عن ابیه قال سمعت انس بن

مالکٍ قال کان الرجلُ یجعلُ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم النخلاتِ حتی افتتح قریظۃَ والنضیر فکان بعدَ ذالکَ یردُّ علیھم۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کے کچھ درختوں کو مقرر کر لیتے تھے (یعنی حضرات انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت کے ابتدائی سالوں میں اپنے باغات کے چند درخت بطور ہدیہ مخصوص کر لیتے تھے کہ ان درختوں کے پھل آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے متعلقین ہی کھائیں گے) یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے قریظہ اور بنو نضیر کو فتح کیا تو اس کے بعد ان کو پھل واپس کر دیتے تھے (جو درخت حضراتِ انصار نے حضرت کے لئے مخصوص کئے تھے کہ ان درختوں کا پھل آنحضورؐ کی خدمت میں بھیج دیتے بنو نضیر کے باغوں پر قبضہ کے بعد ان کے پھل واپس کر دیتے کہ اب ضرورت نہیں

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

مرالحدیث علی صفحہ ۱۴۴ وسیاتی صفحہ ۵۹۱ مفصلاً۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو فتح کیا تو انصار سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں جو حق تعالیٰ نے مجھ کو عطا کیا ہے اور مہاجرین بدستور تمہارے مکانوں اور مالوں پر رہیں اور اگر تم چاہو تو میں یہ مال مہاجرین کو دے دوں اور وہ لوگ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں تو حضرات انصار نے دوسری صورت کو پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرات مہاجرین نے ان مکانوں اور مالوں کو واپس کر دیا جو بطور عاریت تھے۔ (فتح)

۷۶۔ حدثنا آدمُ قال حدثنا اللیثُ عن نافعٍ عن ابنِ عُمرَ قال حرّقَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخلَ النضیرِ وقطعَ وھیَ البُوَیرۃُ فنزلت ما قطعتم من لینۃٍ او ترکتموھا قائمۃً علیٰ اُصولھا فباذنِ اللہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلا دیا اور کاٹ دیا اور وہ مقام بویرہ تھا چنانچہ اس پر آیت نازل ہوئی ما قطعتم من لینۃٍ، الخ جو درخت تم نے کاٹ دیا ہے یا جنہیں چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑے ہیں سو یہ اللہ کے حکم سے ہے۔ (یعنی دونوں افعال میں مصلحت ہے چنانچہ ترک میں یہ مصلحت ہے کہ مسلمان اس سے نفع اندوز ہوں گے اور قطع کرنے اور جلانے میں کافروں کو مرعوب و خائف کرنا اور غلبہ کا مظاہرہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کام مصلحت و حکمت پر مبنی ہو اس میں قباحت نہیں۔

تشریحات بویرۃ بضم الباء الموحدہ وفتح الواؤ، مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے جہاں بنو نضیر کا باغ تھا۔ لینۃ ایک قسم کے کھجور کا درخت ہے۔ ابن اسحاق سے منقول ہے کہ عجوہ کے علاوہ تمام کھجوروں کو لینہ کہتے ہیں۔

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ سیاتی الحدیث علی صفحہ ۷۲۵

۷۷۔ حدثنی اسحٰقُ قال اخبرنا حبّانُ قال اخبرنا جویریۃُ بنُ اسماءَ عن نافعٍ عن ابنِ عُمرَ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرّق نخلَ بنی النضیرِ قال ولھا یقولُ حسّانُ بنُ ثابت:۔

وھانَ علیٰ سراۃِ بنی لؤیٍّ ❊ حریقٌ بالبُویرۃِ مُستطیرُ

قال فاجابہ ابوسفیانُ بنُ الحارثِ:۔

اَدامَ اللّٰہُ ذالکَ من صَنِیعٍ وحرّقَ فی نواحیھا السعیرُ
ستعلم اینّا منھا بنُزہٍ وتعلمُ ای اَرضینا تضیرُ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت جلوا دیئے اور ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ اس کے متعلق حسان بن ثابت نے یہ شعر پڑھا تھا ۔ وھان علیٰ الخ ۔ بنی لوی (مہاجرین قریش) کے سرداروں پر آسان ہوا جلانا بویرہ کا ایسی آگ سے جو مشتعل تھی ۔ (جن کے شرارے اڑ رہے تھے) بیان کیا کہ اس کے جواب میں ابو سفیان بن حارث نے پڑھا اَدامَ اللّٰہ ۔ اللہ ہمیشہ رکھے اس کام کو (یعنی آگے جلانے کو) اور آگ جلاتی رہے مدینہ کے گردونواح میں ۔ تو عنقریب جان لے گا کہ کون ہم میں سے اس زمین (بویرہ) سے دور ہے اور تو (یہ بھی) جان لے گا کہ دونوں زمینوں (یعنی سرزمین مکہ ومدینہ) میں سے تم کس کو نقصان پہونچا رہے ہو۔"

تشریحات ابو سفیان نے اپنے پہلے شعر میں مسلمانوں کو بددعا دی کہ یہ باغات جلنے جلانے کا کام مدینہ میں ہوتا رہے اور اس کے اطراف میں آگ دھکتی رہے اور گو اس میں اس کے حلیفوں یعنی یہود کے لئے بھی بددعا ہے لیکن چونکہ مدینہ پر مکمل اقتدار مسلمانوں کا ہو چکا تھا اور اکثر یہود یعنی بنی قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے جلا وطن ہو چکے تھے اور یہود بنی قریظہ کے آثار بھی جمنے کے نہیں تھے اس لئے اس بددعا کا رخ مسلمانوں ہی کی طرف ہے، دوسرے شعر میں اس نے حضرت حسانؓ کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً خطاب کر کے کہا کہ بویرہ میں آگ لگنے کی بات ہم کو کیا سناتے ہو یہ تو تمہارا اپنا نقصان ہے ہم تو مکہ میں ہیں جو مدینہ سے بہت دور ہے اور تم لوگ اسی زمین میں ہو جس میں آگ لگی ہے اس کے اثر سے تمہاری زمینوں کو نقصان ہو سکتا ہے ہم کو اتنی دور سے کیا نقصان ہوگا۔ تم خود سمجھ لو کہ آگ لگا کر تم نے کس کا نقصان کیا ہے؟ کس سرزمین کو نقصان پہونچایا؟ ہماری زمین کو نقصان پہونچایا یا اپنی سرزمین کو؟ ارضینا بکسر الضاد جمع بھی منقول ہے اور ارَضینا بفتح الضاد تثنیہ بھی، مفہوم اور مآل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شارح کرمانی نے لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں نضیر بالنون ہے (یعنی بجائے تا کے نون ہے) اس وقت فعیل کے وزن پر نضارۃ سے ماخوذ ہوگا اور اس مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ اے مخاطب تو جان لے گا کہ ہماری زمینوں میں کون سی زمین پر رونق ہے، ہماری یا تمہاری؟ مطلب یہ ہے کہ تم نے آگ لگا کر اپنی زمین خود خراب کر دی ہماری زمین اپنی تروتازگی پر باقی رہی۔

۷۸۔ حدثنا ابوالیمانِ قال اخبرنا شعیبٌ عنِ الزھریِّ قال اخبرنی مالکُ بنُ اوسِ بنِ الحدثانِ النَّصریُّ انّ عمرَ بنَ الخطّابِ دعاہُ اذ جاءَہُ حاجبُہٗ یرفا قالَ ھل لکَ فی عثمانَ وعبدِ الرحمٰنِ والزبیرِ وسعدٍ یستاذنون قال نعم فادخِلھم فلبثَ قلیلاً ثمّ جاءَ فقال ھل لکَ فی عباسٍ وعلیٍّ یستاذنانِ قال نعم فلمّا دخلا قال عباسٌ یا امیرَ المؤمنینَ اقضِ بینی وبینَ ھذا وھما یختصمانِ فی الّتی افاءَ اللّٰہُ علیٰ رسولہٖ من بنی النضیرِ فاستبَّ علیٌّ وعباسٌ فقالَ الرھطُ یا امیرَ المؤمنینَ اقضِ بینھما وارِح احدَھما من الآخرِ فقال عمرُ اتئدوا انشدُکم باللّٰہِ الذی باذنہٖ تقومُ السماءُ والارضُ ھل تعلمونَ انّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالَ لانورثُ ماترکنا صدقۃٌ یریدُ بذالکَ نفسَہٗ قالوا قد قالَ ذالکَ فاقبلَ عمرُ علیٰ علیٍّ

وعباسٍ فقال انشدكما بالله هل تعلمانِ انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قد قال ذالك قالا نعم قالَ فانّي احدّثكم عن هذا الامرِ انّ الله كانَ خصّ رسوله في هذا الفيءِ بشيءٍ لم يعطِه احدًا غيرَه فقال جلّ ذكرُه وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيلٍ ولا ركابٍ الى قوله قديرٌ فكانت هذه خالصةً لرسولِ الله صلى الله عليه وسلم ثمّ والله ما احتازها دونكم ولا استاثرها عليكم لقد اعطاكموها وقسمها فيكم حتى بقي هذا المالُ منها فكانَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفقُ على اهله نفقةَ سنتِهم من هذا المالِ ثم ياخذُ ما بقي فيجعله مجعل مالِ الله فعمِلَ ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم حياته ثمّ توفّيَ النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابوبكر فانا وليُّ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فقبضه ابوبكرٍ فعمِل فيه بما عمِل رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتم حينئذٍ واقبل على عليٍّ وعباسٍ وقال تذكران انّ ابا بكرٍ فيه كما تقولانِ والله يعلمُ انّه فيه لصادقٌ بارٌّ راشدٌ تابعٌ للحق ثم توفّى الله ابا بكرٍ فقلتُ انا وليُّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكرٍ فقبضته سنتينِ من امارتي اعمل فيه بما عمِل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكرٍ والله يعلمُ انّي فيه صادقٌ بارٌّ راشدٌ تابعٌ للحق ثم جئتماني كلاكما كلمتكما واحدةٌ وامركما جميعٌ فجئتني يعني عباسًا فقلتُ لكما انّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قالَ لا نورَثُ ما تركنا صدقةٌ فلمّا بدا لي ان ادفعه اليكما قلتُ ان شئتما دفعته اليكما على انّ عليكما عهدَ اللهِ وميثاقه لتعملانِ فيه بما عمِلَ فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكرٍ وما عمِلتُ فيه منذ وليتُ والا فلا تكلّماني فقلتما ادفعه الينا بذالك فدفعته اليكما افتلتمسانِ منّي قضاءً غيرَ ذالك فوالله الذي باذنه تقومُ السّماءُ والارضُ لا اقضي فيه بقضاءٍ غيرَ ذالك حتى تقومَ الساعةُ فان عجزتما عنه فادفعا اليَّ فانا اكفيكماه قال فحدّثتُ هذا عروةَ بنَ الزبيرِ فقالَ صدق مالكُ بنُ اوسٍ انا سمعتُ عائشةَ زوجَ النبي صلى الله عليه وسلم تقولُ ارسَل ازواج النبي صلى الله عليه وسلم عثمانَ الى ابي بكرٍ يسالنَه ثمنَهنَّ ممّا افاءَ الله على رسوله صلى الله عليه وسلم فكنتُ انا اردُّهنَّ فقلتُ لهنّ الا تتّقينَ اللهَ الم تعلمنَ انّ النبي صلى الله عليه وسلم كانَ يقولُ لا نورثُ ما تركنا صدقةٌ يريدُ بذالك نفسه انّما ياكل آلُ محمدٍ في هذا المال فانتهى ازواج النبي صلى الله عليه وسلم الى ما اخبرتهنَّ قالَ فكانَت هذه الصدقةُ بيدِ عليٍّ منعها عليٌّ عباسًا فغلبه عليها ثم كانَ بيدِ حسنِ بنِ عليٍّ ثم بيدِ حسينِ بنِ عليٍّ ثم بيد علي بنِ حسينٍ وحسنِ بنِ حسنٍ كلاهما كانا يتداولانها ثم بيدِ زيدِ بنِ حسنٍ وهيَ صدقةُ رسول الله صلى الله عليه وسلم حقًّا۔

ترجمہ:۔ مالک بن اوس بن حدثان نصری نے بیان کیا کہ عمر بن الخطابؓ نے ان کو (یعنی مجھ کو) بلایا اچانک آپ کا دربان یرفا آپ کے پاس پہونچا (یعنی میں آپ کی مجلس میں موجود تھا کہ یرفا آیا) اور یرفا نے کہا "کیا آپ کی اجازت ہے؟ حضرت عثمان (ابن عفان) اور حضرت عبدالرحمٰن (ابن عوفؓ) اور حضرت زبیر (ابن العوامؓ) اور حضرت سعد (بن ابی وقاص)

اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا "ہاں سو ان لوگوں کو اندر بلالو" پھر تھوڑی دیر بعد یرفا آئے اور کہا۔ کیا آپ کی مرضی ہے؟ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہاں" چنانچہ جب دونوں حضرات اندر تشریف لائے تو عباسؓ نے کہا۔" اے امیر المومنین میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ کر دیجئے، اور ان دونوں حضرات کا اختلاف ان اموال کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال بنی نضیر میں سے بطور فی دیا تھا، سو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے سے سخت کلامی کی (تنقید کی)، تو حاضرین نے کہا۔" اے امیر المومنین ان دونوں کا فیصلہ کر دیجئے اور ایک کو دوسرے پر راحت دے دیجئے (یعنی ایسا فیصلہ کر دیجئے کہ جھگڑا باقی نہ رہے اور دونوں آرام پالیں) تو حضرت عمر نے فرمایا، جلدی نہ کیجئے۔ میں آپ لوگوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔" ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اور اس سے مراد آنحضورؐ کی خود اپنی ذات تھی۔ حاضرین نے کہا" بے شک آنحضورؐ نے یہ فرمایا ہے، پھر حضرت عمر، حضرت علی وعباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں آپ دونوں کو قسم دیتا ہوں اللہ کی۔ کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے یہ حدیث فرمائی تھی؟ ان دونوں حضرات نے فرمایا "ہاں" تو عمرؓ نے فرمایا پھر میں آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں اس معاملہ کے متعلق کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو خاص کیا تھا اس فیٔ میں (جو بنی نضیر سے ملی تھی) ایسی خصوصیت کے ساتھ کہ آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم الخ۔ جو کچھ اللہ نے دیا ہے اپنے رسول کو ان سے سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (یعنی بغیر جنگ یہ مال حاصل ہوا) ارشاد باری تعالیٰ قدیر تک سو یہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ پھر خدا کی قسم آنحضور نے ان مالوں کو تمہیں چھوڑ کر جمع نہیں کیا اور تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی بلکہ ان مالوں کو تمہیں دیا اور تم میں اس کی تقسیم کی۔ یہاں تک کہ ان اموال فیٔ میں سے یہ مال بچ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے سال بھر کا خرچہ پھر ما بقیہ مال کو لے کر اللہ کے مال کے مصرف میں خرچ کرتے تھے (یعنی ہتھیاروں کی خریداری اور دیگر رفاہِ عام میں) چنانچہ یہ معمول رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری حیات، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ابو بکرؓ نے کہا کہ بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی (جانشین) ہوں۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس مال میں عمل کرتے رہے جس طرح رسول اللہؐ نے کیا تھا (یعنی جن مصارف میں آنحضرتؐ خرچ کرتے تھے بعینہٖ حضرت ابو بکر کرتے رہے)، اور تم لوگ اس وقت موجود تھے (یعنی تم لوگوں کے علم میں ہے)، پھر حضرت عمر، علی اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور فرمایا" آپ دونوں کو یاد ہے (یعنی معلوم وملحوظ ہے)، کہ ابو بکر اسی میں رہے (یعنی اسی طرز عمل میں رہے جو آنحضورؐ کا تھا) جیسا کہ آپ کا قول ہے (یعنی آپ کو اقرار واعتراف ہے)، اور اللہ شاہد ہے کہ وہ (ابو بکر) اپنے طرزِ عمل میں صادق رہے، تھے نیک (مخلص) تھے راہِ راست پر اور حق کے تابع تھے۔

نوٹ :- وقال تذکران ان ابابکر فیہ کما تقولان کے معنی بعض حضرات سے اس طرح منقول ہے۔ اور فرمایا" آپ حضرات ذکر کرتے تھے یعنی کہتے اور بیان کرتے تھے کہ ابو بکر اس میں ہیں یعنی خطا پر جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں حالانکہ خدا شاہد ہے۔ الخ۔

ثم توفی اللہ الخ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کو اٹھا لیا تو میں نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا،

اور حضرت ابوبکر کا چنانچہ میں اس (جائیداد) پر قابض ہوں اپنی امارت (خلافت) کے دو سالوں سے سو میں عمل کرتا رہا اس میں جو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کرتے تھے اور اللہ گواہ ہے کہ میں اس طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں حضرات میرے پاس آئے اور آپ دونوں کی بات ایک ہی تھی اور دونوں کا معاملہ متفق تھا، پھر آپ میرے پاس آئے یعنی عباس، تو میں نے آپ دونوں سے کہہ دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا نورث ما ترکنا صدقة** ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے" پھر جب میرے لئے ظاہر ہوا (یعنی جب میری سمجھ میں آیا) کہ میں وہ جائیداد آپ دونوں کو دے دوں تاکہ اس کا انتظام کریں اور ان مصارف میں خرچ کریں جن میں وہ خرچ ہوتی آئی ہیں ملکیت کے طور پر نہیں) تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ حضرات چاہیں تو میں یہ جائیداد آپ کو دے سکتا ہوں اس شرط پر کہ آپ حضرات پر اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ آپ دونوں عمل کریں اس میں جو عمل کیا ہے اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے اور جو عمل خود میں نے کیا ہے۔ اس میں جب سے والی بنا ہوں، ورنہ (یعنی اگر یہ شرط منظور نہ ہو تو) پھر مجھ سے اس کے بارے میں آپ لوگ گفتگو نہ کریں، سو آپ دونوں نے کہا" ہمارے سپرد کر دیجئے اس شرط پر" تو میں نے اس کو آپ دونوں کے سپرد کر دیا، کیا آپ حضرات اس کے سوا کوئی اور فیصلہ مجھ سے طلب کرتے ہیں (کروانا چاہتے ہیں؟) اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں قیامت تک میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ دونوں (شرط کے مطابق انتظام سے) عاجز ہیں تو مجھ کو واپس دے دیجئے کہ میں کفایت کروں تم کو اس سے (میں خود اس کا انتظام کر لوں گا)

زہری نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کا تذکرہ عروہ بن زبیر سے کیا تو عروہ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے سچ کہا ہے (یعنی روایت صحیح بیان کی ہے) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے سنا ہے فرماتی تھیں کہ آنحضورؐ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھیجا (جب خلیفہ ہوئے) کہ اپنے آٹھویں حصہ کا مطالبہ کرتی ہیں اس مال فئی سے جو اللہ نے اپنے رسول کو دیا سو میں انہیں (ازواج مطہرات کو) روکتی تھی اور میں نے ان سے کہا" تم لوگ خدا سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا" ہم پیغمبروں کے مال کا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہے" مراد اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خود ذات شریفہ تھی البتہ آل محمدؐ اس مال میں سے کھائیں گے، پھر میں نے جب انہیں حدیث سنائی تو ازواج مطہرات رک گئیں (اپنی رائے بدل دی) عروہ نے بیان کیا سو یہی صدقہ ہے جو حضرت علی کے قبضہ میں تھا بطور متولی کے، حضرت علی نے اس صدقہ کو عباسؓ سے باز رکھا یعنی انتظام میں شریک نہیں کیا اور اس پر غالب رہے (تصرف کے لحاظ سے) پھر وہ حسن بن علیؓ کے تصرف میں رہا۔ پھر حسین بن علی کے، پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن دونوں کے کہ دونوں نوبت بہ نوبت اس کا انتظام کرتے رہے پھر زید بن حسن کے تصرف میں آیا، اور یہ صدقہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا" سچ سچ (یہ حضرات ملکیت و مالکیت کے طور پر تصرف نہیں کرتے تھے بلکہ بطور متولی انتظام کرتے تھے۔

تشریحات

مطابقت بالترجمہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کا مخاصمہ اس مال میں تھا جو بنی نضیر سے بطور فئی حاصل ہوئے تھے" باقی تفصیل کے لئے "فرض الخمس" ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۴۲۵۔

اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب تک خیانت ظاہر نہ ہو تو افضل یہی ہے کہ وقف کا متولی واقف ہی کی

اولاد میں سے ہو واللہ اعلم۔

۹۔ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام قال اخبرنا معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثھما ارضہ من فدک وسھمہ من خیبر فقال ابوبکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل اٰل محمد فی ھذا المال واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ ان اصل من قرابتی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباسؓ دونوں حضرات ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ دونوں مطالبہ کرنے لگے اپنی میراث کا جو آنحضورؐ کی زمین فدک میں تھی اور آنحضورؐ کے حصہ سے جو خیبر میں تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ کا ارشاد ہے۔ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہیں جو کچھ ہم چھوڑیں صدقہ ہے البتہ آل محمد اس مال میں سے کھائیں گے، اور خدا کی قسم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھ کو زیادہ محبوب وعزیز تر ہے اس سے کہ اپنی قرابت (رشتہ داری) سے صلہ رحمی کروں۔

تشریحات روایت تو فرض الخمس صفحہ ۴۳۵ میں گذر چکی ہے لیکن یہاں مغازی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے حضرت ابوبکر صدیق کا قول واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ۔ الخ۔

اور یہ دراصل حضرت صدیق اکبر کا اعتذار ہے تقسیم سے رکاوٹ پر نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے حسنِ سلوک میں کوئی اثر نہیں پڑے گا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرابت ورشتہ داری کا حق مقدم ہے لیکن اگر کوئی قابلِ ترجیح ذات پیش نظر ہو تو قرابت پر بھی ترجیح ہوسکتی ہے واللہ اعلم۔

باب قتل کعب بن الاشرف

کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی بشارت پہونچی تو کعب بن اشرف یہودی کو بے حد صدمہ ہوا اور کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار واشراف مارے گئے تو پھر مرجانا بہتر ہے جینے سے تاکہ آنکھیں ذلت ورسوائی کو نہ دیکھیں۔ یہ کعب یہودی تھا۔ بڑے ڈیل وڈول، دراز قامت، بڑی توندوالا، مدینہ کے پاس رہتا تھا۔ جب جنگِ بدر کی تصدیق ہوگئی تو مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا اور جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے مرثیئے لکھے۔ جن کو پڑھ پڑھ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رلاتا تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں لوگوں کو جوش دلاتا تھا اور آمادہ قتال کرتا تھا۔ ایک روز قریش کو حرم میں لے کر آیا سب نے بیت اللہ کا غلاف تھام کر مسلمانوں سے قتال وجنگ کرنے کا حلف اٹھایا۔

یہ یہودی آنحضرتؐ کی ہجو میں اشعار لکھتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں پہونچاتا تھا۔ رسول اللہ مسلمانوں کو صبر وتحمل کا حکم فرماتے رہے۔ لیکن کعب جب کسی شرارت سے باز نہ آیا تو آپؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا (ابوداؤد، ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے آپؐ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے

کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپؐ ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ جبریل امینؑ نے آکر آپؐ کو اس کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ آپؐ فوراً وہاں سے روح الامین کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لائے اور واپسی کے بعد قتل کا حکم دیا۔ (فتح)

اس کے قتل کی پوری تفصیل حدیث شریف سے معلوم ہوگی، ۳ھ میں اس کو قتل کیا گیا ہے ایک قول ہے کہ رمضانؒ المبارک کا مہینہ تھا اور دوسرا قول ہے کہ ربیع الاول میں قتل کیا گیا۔ (عمدہ)

۸۰۔ حدثنا عليُّ بنُ عبدِ اللهِ قالَ حدثنا سُفيٰنُ قالَ عمروٌ سمعتُ جابرَ بنَ عبدِ اللهِ يقولُ قالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم من لِكعبِ بنِ الاشرفِ فانّهُ قد اٰذى اللهَ ورسولَه فقامَ محمّدُ بنُ مَسلمةَ فقالَ يارسولَ اللهِ اتحبُّ اَن اقتُلَهُ قالَ نعم قالَ فاذنْ لي ان اقولَ شيئًا قالَ قل فاتاهُ محمّدُ بن مَسلمةَ فقالَ انَّ هٰذا الرَّجُلَ قد سالنا صدقةً وانّهُ قد عنّانا وانّي قد اتيتُكَ استسلِفُكَ قالَ وايضا واللهِ لتملّنّهُ قالَ انّا قدِ اتّبعناهُ فلا نحبُّ ان ندعهُ حتّى ننظرَ الى ايِّ شيئٍ يصيرُ شانُه وقد اردنا ان تُسلِفَنا وسقًا او وسقينِ وحدثنا غيرَ مرةٍ فلم يذكر وسقًا او وسقينِ فقلتُ له فيه وسقًا او وسقين فقالَ ارى فيه وسقًا او وسقين قالَ نعم ارهَنوني قالوا ايَّ شيئٍ تريدُ قالَ ارهنوني نساءَكُم قالوا كيفَ نرهنُكَ نساءَنا وانتَ اجملُ العربِ قالَ فارهنوني ابناءَكُم قالوا كيفَ نرهنُكَ ابناءَنا فيُسبُّ احدُهم فيقالُ رُهِنَ بوَسقٍ او وسقينِ هٰذا عارٌ علينا ولكنّا نرهنُكَ اللّامةَ قالَ سُفيانُ يعني السِّلاحَ فواعدَهُ ان يّاتيَهُ فجاءهُ ليلًا ومعَهُ ابونائلةَ وهوَ اخو كعبٍ منَ الرَّضاعةِ فدعاهُم الى الحِصنِ فنزلَ اليهم فقالت لهُ امراتُهُ اينَ تخرجُ هٰذهِ السّاعةَ فقالَ انّما هو محمدُ بنُ مسلمةَ واخي ابونائلةَ وقالَ غيرُ عمروٍ قالت اسمعُ صوتًا كانّهُ يقطرُ منهُ الدّمُ قالَ انّما هوَ اخي محمدُ بنُ مَسلمةَ ورضيعي ابونائلةَ انَّ الكريمَ لو دُعِيَ الى طعنةٍ بليلٍ لاجابَ قالَ ويدخلُ محمدُ بنُ مسلمةَ معَهُ برجلينِ قيلَ لسُفيانَ سمّاهُم عمروٌ قالَ سمّى بعضهُم قالَ عمروٌ جاءَ معهُ برجلينِ فقالَ اذا ما جاءَ وقالَ غيرُ عمروٍ ابوعبسِ بنُ جَبرٍ والحارثُ بنُ اوسٍ وعبّادُ بنُ بشرٍ قالَ عمروٌ جاءَ معه برجلين فقالَ اذا ما جاءَ فانّي قائلٌ بشعرِهِ فاشمُّهُ فاذا رايتموني استمكنتُ من راسِهِ فدونكم فاضربوهُ وقالَ مرّةً ثمَّ اُشِمُّكم فنزلَ اليهم متوشّحًا وهوَ ينفحُ منه ريحُ الطِّيبِ فقالَ ما رايتُ كاليومِ ريحًا اي اطيبَ وقالَ غيرُ عمروٍ قالَ عندي اعطرُ سيِّدِ العربِ واكملُ العربِ قالَ عمروٌ فقالَ اتاذنُ لي ان اشمَّ راسَكَ قالَ نعم فشمّهُ ثمَّ اشمَّ اصحابه ثمَّ قالَ اتاذنُ لي قالَ نعم فلمّا استمكنَ منه قالَ دونكم فقتلوهُ ثمَّ اتوا النبيَّ صلى الله عليه وسلم فاخبروهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون ایسا شخص ہے جو کعب بن اشرف کے قتل کے لئے تیار ہوگا بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہونچائی ہے (ہجو کر کے اور کفار قریش کو برانگیختہ کر کے) پس محمد بن مسلمہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں" محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ باتیں کہوں۔

(یعنی کچھ خوش کن باتیں بنا کر مطمئن کردوں اگرچہ وہ باتیں غلط ہوں) ارشاد فرمایا: کہو! جو مناسب سمجھو) چنانچہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا یہ شخص (اشارہ حضور اقدس ﷺ کی طرف) ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور بلاشبہ اس نے ہم لوگوں کو تھکا مارا ہے اور میں تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھ سے کچھ قرض حاصل کروں، کعب نے کہا اور نیز خدا کی قسم تم اکتا جاؤ گے (یعنی کعب نے موقع کو غنیمت سمجھا اور بھڑکانے کی کوشش کی کہ اے محمد بن مسلمہ ابھی کیا ہوا۔ آگے چل کر تم بالکل کبیدہ خاطر ہو جاؤ گے) محمد بن مسلمہ نے کہا بے شک ہم نے اس کی اتباع کرلی ہے: سو ہم پسند نہیں کرتے ہیں اس کو چھوڑنا، یہاں تک کہ دیکھیں انجام تک، البتہ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں قرض دے دے ایک وسق (شک راوی) یا دو وسق۔

سفیان کا بیان ہے کہ ہم سے عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی لیکن ایک وسق یا دو وسق کا تذکرہ نہیں کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر بھی ہے تو عمرو نے کہا کہ میرا بھی خیال ہے کہ اس میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا "ہاں" (میں قرض دینے کے لئے تیار ہوں) میرے پاس کچھ رہن رکھو، محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ رہن میں تم کیا چیز چاہتے ہو ؟ کعب نے کہا "تم اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھدو" اصحاب نے کہا۔ تم عرب کے حسین ترین آدمی ہو، ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کس طرح رہن رکھدیں ؟ تو کعب نے کہا پھر اپنے بچوں کو رہن رکھدو۔ اصحاب نے کہا ہم اپنے بچوں کو کیسے رہن (گروی) رکھدیں ؟ اور کہا جائے گا کہ ایک وسق یا دو وسق میں رہن رکھے گئے تھے بعد میں ان میں سے ہر ایک کو طعنے دیئے جائیں گے۔ یہ ہمارے لئے عار، بے غیرتی کی بات ہے۔ لیکن ہم تمہارے پاس لامہ رہن رکھدیں گے سفیان نے بیان کیا کہ لامہ سے مراد ہتھیار ہے، چنانچہ محمد مسلمہ نے وعدہ کرلیا اس کے پاس آنے کا۔ اور رات کو اس کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ابو نائلہ تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ سو کعب نے ان حضرات (محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ وغیرہ) کو قلعہ کے پاس بلایا اور خود ان کے پاس اترا تو کعب کی بیوی نے کعب سے کہا اس وقت (اتنی رات کو) باہر کہاں جا رہے ہو ؟ تو کعب نے کہا "صرف محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہیں۔

عمرو بن دینار کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب بن اشرف کی بیوی نے کہا تھا۔ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں گویا کہ اس سے خون کا قطرہ ٹپک رہا ہے، کعب نے کہا وہ تو صرف محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے، شریف آدمی اگر رات میں بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جاتا ہے تو قبول کرتا ہے (یعنی نکل پڑتا ہے) کعب نے کہا کہ داخل کرے محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو (یعنی اندر آوے) یا ترجمہ اس طرح ہوگا غیر عمرو نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ داخل کرنے لگے اپنے ساتھ دو اشخاص کو، سفیان سے پوچھا گیا۔ کیا عمرو نے ان لوگوں کا نام بھی لیا تھا ؟ سفیان نے بتایا کہ بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمی لائے جب وہ آئے۔ اور عمرو بن دینار کے سوا راوی نے کہا، ابو عبس بن جبیر اور حارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ وہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لائے تھے اور کہا (یعنی محمد بن مسلمہ نے اپنے اصحاب کو ہدایت کی) کہ جب وہ کعب آئے گا تو میں اس کے سر کا بال ہاتھ میں لے لوں گا اور سونگھنے لگوں گا۔ پھر جب تم مجھ کو دیکھ لو (یعنی اندازہ کرلو) کہ میں نے اس کا سر اپنے قابو میں لے لیا ہے تو اس کو پکڑ لو اور مار ڈالو۔ عمرو نے ایک مرتبہ یوں بیان کیا "پھر میں تم کو سنگھاؤں گا۔ چنانچہ کعب چادر لپیٹے ہوئے ان اصحاب کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کے جسم سے خوشبو پھیل رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے فرمایا" میں نے آج کی طرح خوشبو کبھی نہیں دیکھی تھی۔

عمرو کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب اس پر بولا کہ میرے پاس سیّد العرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی سب سے کامل و اکمل ہے۔

عمرو نے بیان کیا کہ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: "تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارا سر سونگھوں؟" کعب نے کہا "ہاں" پس محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا پھر اپنے اصحاب کو سنگھایا پھر کہا کیا مجھے اجازت ہے؟ کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے اس کو اپنے قابو میں لے لیا فرمایا لے لو! پس اصحاب نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصحاب آئے اور آنحضورؐ سے بیان کر دیا۔

مر الحدیث صفحہ ۱۴۱، ۲۲۴، ایضاً صفحہ ۴۲۵،

بخاری ۵۵۵ بابُ قتلِ ابی رافعٍ عبدِ اللّٰہِ بنِ ابی الحُقیقِ ویقالُ سلّامُ بنُ ابی الحقیقِ کان بخیبرَ ویقالُ فی حِصنٍ لہ بارضِ الحجازِ وقالَ الزہریُّ ھوَ بعدَ کعبِ بنِ الاشرفِ۔

ابو رافع عبد اللہ بن ابی حقیق کے قتل کا بیان اور اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے وہ خیبر میں رہتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سرزمین حجاز کے اندر اپنے ایک قلعہ کے اندر رہتا تھا۔ زہری نے بیان کیا ہے کہ اس کا قتل کعب بن اشرف کے بعد ہوا تھا۔

تشریحات ممکن ہے کہ ابو رافع کا قلعہ حجاز کی سرزمین میں ایسی سرحد پر ہو کہ خیبر کے قریب ہو اس طرح ہر دو نسبتیں صحیح ہو سکتی ہیں۔ ابو رافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ کعب بن اشرف کا معین و مددگار تھا، یہ ابو رافع ان لوگوں میں تھا جو احزاب وقبائل کو آمادہ کر کے غزوۂ خندق میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لایا تھا۔ اس کا ساتھی حیی بن اخطب معاہدے کے مطابق خندق کے بعد بنی قریظہ میں جا کر ٹھہرا اور وہیں مارا گیا یہ بچ نکلا۔

یہ معلوم ہے کہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور رسول اللہ کے سامنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے تو چونکہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے بڑے خطرے میں پڑ کر کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا۔ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابو رافع ہے۔ اس لئے ہم لوگ اسی گستاخ دریدہ دہن دشمن کو قتل کریں۔ چنانچہ عبد اللہ بن عتیک، عبد اللہ بن انیس، ابو قتادہ وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابو رافع کے قتل کی اجازت چاہی آپؐ نے اجازت دے دی اور حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور آپؐ نے تاکید فرمائی کہ بچے اور عورتیں ہرگز نہ قتل کئے جائیں۔

قتل کی پوری تفصیل حدیث میں موجود ہے ترجمہ سے وضاحت ہوگی۔

قتل کی تاریخ میں اقوال مختلف ہیں، رمضان ۶ھ عند البعض ذی الحجہ ۵ھ یا ۴ھ یا ۳ھ البتہ امام بخاریؒ نے زہری کی روایت سے اتنا واضح کر دیا کہ ابو رافع کا قتل کعب بن اشرف کے بعد ہوا ہے۔

۸۱۔ حدثنا اسحٰقُ بنُ نصرٍ قال حدثنا یحیی بنُ آدمَ قال حدثنا ابنُ ابی زائدۃَ عن

ابیہ عن ابی اسحٰق عَنِ البراءِ بنِ عازبٍ قالَ بعثَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رھطاً الی ابی رافعٍ فدَخلَ علیہ عبدُ اللّٰہِ بنُ عتیکٍ بیتہ لیلاً وھوَ نائمٌ فقتلہ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کی طرف (قتل کے لئے) بھیجا۔ سو حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ رات کو اس کے گھر میں داخل ہوئے، ابو رافع سو رہا تھا پس عبد اللہ بن عتیک نے اس کو قتل کر دیا۔

۸۲۔ حدثنا یوسفُ بنُ موسیٰ قال حدثنا عُبیدُ اللّٰہِ بنُ موسیٰ عن اسرائیلَ عن ابی اسحٰق عَنِ البراءِ قالَ بعثَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی ابی رافعٍ الیہودیّ رجالاً منَ الانصارِ وامّرَ علیھم عبدَ اللّٰہِ بنَ عتیکٍ وکانَ ابو رافعٍ یوذی رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویُعینُ علیہ وکانَ فی حِصنٍ لہ بارضِ الحجازِ فلمّا دنوا منہ وقد غربتِ الشمسُ وراحَ الناسُ بسرحِھم قالَ عبدُ اللّٰہ لاصحابہ اجلسوا مکانکم فانّی منطلقٌ ومتلطّفٌ للبوّابِ لعلّی ان ادخلَ فاقبلَ حتیٰ دنا منَ البابِ ثمّ تقنّعَ بثوبہ کانّہ یقضی حاجۃً وقد دخلَ الناسُ فھتفَ بہ البوّابُ یا عبدَ اللّٰہِ ان کنتَ تریدُ ان تدخلَ فادخُل فانّی اریدُ ان اُغلِقَ البابَ فدخلتُ فکمنتُ فلمّا دخلَ النّاس اغلقَ البابَ ثم علّقَ الاغالیقَ علیٰ ودٍّ قالَ فقمتُ الی الاقالیدِ فاخذتُھا ففتحتُ البابَ وکانَ ابو رافعٍ یسمرُ عندَہٗ وکانَ فی علالیّ لہ فلمّا ذھبَ عنہ اھلُ سمرِہٖ صعدتُ الیہ فجعلتُ کلّما فتحتُ باباً اغلقتُ علیّ من داخلٍ قلتُ ان القومَ لونذِرُوا بی لم یخلصُوا الیّ حتی اقتلہ فانتھیتُ الیہِ فاذا ھُوَ فی بیتٍ مُظلمٍ وسطَ عیالہ لا ادری این ھوَ منَ البیتِ قلتُ ابا رافعٍ قالَ مَن ھٰذا فاھویتُ نحوَ الصَّوتِ فاضربہ ضربۃً بالسّیفِ وانا دھشٌ فما اغنیتُ شیئاً وصاحَ فخرجتُ منَ البیتِ فامکثُ غیرَ بعیدٍ ثمّ دخلتُ الیہِ فقلتُ ما ھٰذَا الصَّوتُ یا ابا رافعٍ فقالَ لامّکَ الویلُ انّ رجلاً فی البیتِ ضربنی بالسّیفِ قالَ فاضربہ ضربۃً اثخنتُہٗ ولم اقتلہ وضعتُ ضبیبَ السّیفِ فی بطنہ حتی اخذَ فی ظھرِہٖ فعرفتُ انی قتلتُہ فجعلتُ افتحُ الابوابَ باباً باباً حتی انتھیتُ الی درجۃٍ لہ فوضعتُ رجلی وانا اُرٰی انّی قد انتھیتُ الی الارضِ فوقعتُ فی لیلۃٍ مُقمرۃٍ فانکسرت ساقی فعصبتُھا بعمامۃٍ ثمّ انطلقتُ حتی جلستُ علی البابِ فقلتُ لا اخرجُ اللیلۃَ حتی اعلمَ اقتلتُہ فلمّا صاحَ الدّیکُ قامَ الناعی علی السّورِ فقالَ انعی ابا رافعٍ تاجرَ اھلِ الحجازِ فانطلقتُ الی اصحابی فقلتُ النجاءَ فقد قتلَ اللّٰہُ ابا رافعٍ فانتھیتُ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فحدّثتُہٗ فقالَ ابسُط رِجلکَ فبسطتُ رجلی فمسحَھا فکانّما لم اشتکِھا قطّ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے انصار میں سے کچھ لوگوں کو ابو رافع یہودی کے پاس بھیجا اور حضرت عبد اللہ بن عتیک کو ان لوگوں کا امیر مقرر فرمایا۔ ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف

پہونچاتا تھا اور آپؐ کے خلاف دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا وہیں وہ رہتا تھا پس جب یہ حضرات اس قلعہ کے قریب پہونچے تو سورج غروب ہوچکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر واپس ہوچکے تھے۔ عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم لوگ اسی جگہ بیٹھو اور میں جارہا ہوں اور دربان سے حیلہ کرتا ہوں۔ شاید کہ میں اندر جاسکوں چنانچہ وہ (یعنی عبداللہ بن عتیکؓ، قلعہ کے پاس آئے یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہونچ گئے پھر اپنے کپڑے سے اپنے آپ کو اس طرح چھپالیا (یعنی کپڑا اوڑھ کر بیٹھ گئے) گویا کہ قضائے حاجت کررہے ہیں اور قلعہ کے تمام لوگ اندر داخل ہوچکے تھے، دربان نے (قلعہ کا آدمی سمجھ کر) ان کو بھی آواز دی، اے خدا کے بندے اگر اندر آنے کا ارادہ ہے تو اندر آجاؤ اس لئے کہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں (حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ) پس میں داخل ہوگیا اور چھپ گیا۔ پھر جب سارے لوگ اندر آگئے تو دربان نے دروازہ بند کردیا، پھر کنجیوں کو ایک میخ (کھونٹی) پر لٹکادیا۔ عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں کنجیوں کی طرف تیار ہوا اور کنجیوں کو لے لیا پھر دروازہ کھول لیا۔ اور ابورافع کے پاس قصہ گوئی کی جاتی تھی۔ (یعنی دستور و معمول تھا کہ سونے سے پہلے قصہ کہانی کی محفل جمتی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے اس کے پاس رات کا کھانا کھایا اور قصہ کہانی میں مشغول ہوگئے۔ پھر رات کا ایک حصہ گذرا تو لوگ اپنی اپنی منزلوں پر آگئے) ابورافع اپنے بالاخانے میں رہتا تھا، پھر جب قصہ گو احباب اس کی مجلس سے چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چڑھنے لگا اور میں ایسا کرنے لگا کہ جب میں کوئی دروازہ کھولتا تو میں اندر سے بند کردیتا تھا، میں نے کہا (دل میں یعنی اس بند کرنے سے میرا مقصد یہ تھا) کہ اگر لوگوں نے مجھ کو معلوم کرلیا تو مجھ تک نہیں پہونچ سکیں گے یہاں تک کہ میں اس کو قتل کرلوں گا، چنانچہ میں اس کے پاس پہونچ گیا۔ دیکھا تو وہ ایک اندھیرے گھر میں تھا اور اپنے اہل و عیال کے اندر تھا میں معلوم نہیں کرسکا کہ ابورافع گھر میں کہاں ہے؟ کس جگہ ہے؟ میں نے کہا یعنی آواز لگائی "اے ابورافع! وہ بولا کون ہے؟ پس میں نے آواز کی جانب قصد کیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی اور میں گھبرارہا تھا سو میں نے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا یعنی اس کو قتل نہیں کرسکا اور ابورافع نے چیخ ماری تو میں کمرے سے باہر نکل آیا، اور میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا پھر میں اندر اس کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ تو ابورافع نے کہا۔ تیری ماں کی تباہی ہو، بلاشبہ کوئی آدمی گھر میں ہے جس نے ابھی مجھ پر تلوار سے حملہ کیا، عبداللہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے ایک ضرب ماری کہ گہری کردی اور قتل نہیں کرسکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھسائی یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک پہونچ گئی تو میں نے معلوم کرلیا کہ میں نے اس کو قتل کردیا۔ سو میں لگا دروازے کو ایک ایک کرکے کھولنے یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہونچ گیا۔ پس میں نے اپنا پاؤں رکھا درآں حالیکہ میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین تک پہونچ چکا ہوں سو میں گرگیا، چاندنی رات تھی سو میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے اسے اپنی پگڑی سے باندھ لیا۔ پھر میں چلا یہاں تک کہ دروازہ پر آکر بیٹھ گیا اور میں نے دل میں کہہ لیا (یعنی ارادہ کرلیا) تھا کہ رات کو نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ معلوم کرلوں کہ میں نے اس کو قتل کردیا ہے، پھر جب صبح کے وقت مرغ نے بانگ دی تو موت کی خبر دینے والا قلعہ کی دیوار پر کھڑا ہوا اور اعلان کیا کہ میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کے مرنے کی خبر دیتا ہوں۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس چلا اور میں نے کہا اب جلد کرو۔ بے شک اللہ نے ابورافع کو ہلاک کردیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا اور آپ سے بیان کردیا تو آپؐ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ، تو میں نے اپنا پاؤں پھیلایا، آپ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا (سو وہ ایسا اچھا ہوا، گویا کہ اس میں کبھی چوٹ ہی نہیں آئی تھی۔

تشریحات اصح قول یہی ہے کہ ابورافع کا قتل غزوۂ خندق کے بعد ۵ھ میں ہوا ہے۔ یہی قول حافظ ابن کثیر کا ہے (دیکھو البدایہ والنہایہ جلد رابع صفحہ ۱۳۷) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "قال ابن سعد کانت فی رمضان سنۃ ست" (فتح صفحہ ۳۶۳) اور باقی اقوال کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابورافع کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق ہے اور اسی کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا تھا حقیق بضم الحاء مصغر ہے سلام بفتح السین وتشدید اللام۔ راحَ الناس بسرحهم ای رجعوا بمواشیهم۔ تقنع بثوبه ای تغطی به۔ اغالیق جمع غلق بفتح الغین، غلق کے معنی تو اصل میں قفل اور تالے کے ہیں لیکن یہاں مراد کنجیاں ہیں۔ چونکہ اس سے تالے کھولے اور بند کئے جاتے ہیں۔ ودّ بفتح الواؤ وتشدید الدال بمعنی وتد یعنی کھونٹی اور بعض نسخوں میں وتد ہی ہے۔ اقالید جمع اقلید بمعنی کنجی۔ علالی جمع علیّۃ بضم العین وکسر اللام وتشدید الیاء وہی الغرفۃ۔ ضبیب السیف بفتح الضاد وکسر الباء بروزن رغیف اس کے اصل معنی سیلان خون کے آتے ہیں اسی لئے علامہ عینی، خطابی اور حافظ عسقلانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اصل میں یہاں ظبیۃ السیف ہے تلوار کی نوک جمع ظبات۔

نعی کے معنی ہیں موت کی خبر دینا، عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا تو کسی اونچی جگہ میں جاکر گھوڑے پر سوار ہوکر اعلان کرتے کہ فلاں آدمی مرگیا۔

۸۳۔ حدثنا احمدُ بنُ عثمانَ قال حدثنا شریحٌ قال حدثنا ابراهیمُ بنُ یوسفَ عن ابیه عن ابی اسحاقَ قالَ سمعتُ البراءَ قالَ بعثَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الی ابی رافعٍ عبدَ اللّٰهِ بنَ عتیكٍ وعبدَ اللّٰه بنَ عتبةَ فی ناسٍ معهم فانطلقوا حتی دنوا مِنَ الحصن فقالَ لهم عبدُ اللّٰهِ بنُ عتیكٍ امکثوا انتم حتی انطلقَ انا فانظرَ قال فتلطفتُ ان ادخلَ الحصنَ ففقدوا حمارًا لهم قال فخرجوا بقبسٍ یطلبونه قالَ فخشیتُ انْ اُعرَفَ قالَ فغطیتُ راسی ورجلی وجلستُ کانی اقضی حاجةً ثم نادیٰ صاحبُ البابِ مَن ارادَ ان یدخلَ فلیدخل قبلَ انْ اُغلقه فدخلتُ ثم اختبأتُ فی مربطِ حمارٍ عندَ بابِ الحصنِ فتعشّوا عند ابی رافعٍ وتحدّثوا حتی ذهبتْ ساعةٌ منَ اللیلِ ثم رجعوا الی بیوتهم فلمّا هدأتِ الاصواتُ ولا اسمعُ حرکةً خرجتُ قال ورأیتُ صاحبَ البابِ حیثُ وضعَ مفتاحَ الحصنِ فی کوّةٍ فاخذتُه ففتحتُ به بابَ الحصنِ قال قلتُ ان نذرَ بی القومُ انطلقتُ علی مهلٍ ثمّ عمدتُ الی ابوابِ بیوتهم فغلقتُها علیهم من ظاهرٍ ثم صعدتُ الی ابی رافعٍ فی سلّمٍ فاذا البیتُ مظلمٌ قد طفی سراجُه فلم ادرِ این الرجلُ فقلتُ یا ابا رافعٍ قال من هذا؟ قالَ فعمدتُ نحوَ الصوتِ فاضربُه وصاحَ فلم تغنِ شیئًا ثم جئتُ کانی اُغیثُه فقلتُ مالكَ یا ابا رافعٍ وغیّرتُ صوتی فقالَ الا اُعجبُك لِاُمّكَ الویلُ دخلَ علیّ رجلٌ فضربنی بالسیفِ قالَ فعمدتُ له ایضًا فاضربُه اخریٰ فلم تغنِ شیئًا فصاحَ وقامَ اهلُه قالَ ثم جئتُ وغیّرتُ صوتی کهیأةِ المغیثِ واذا هو مستلقٍ علی ظهرِه فاضعُ السیفَ فی بطنِه ثم انکفئُ علیه حتی سمعتُ صوتَ العظمِ ثم خرجتُ دهشًا حتی اتیتُ السلّمَ ارید انزلَ

فاسقطُ منہ فانخلعت رجلی فعصبتُھا ثمّ اتیتُ اصحابی احجُلُ فقلتُ انطلقوا فبشّروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی لا ابرحُ حتیٰ اسمعَ الناعیۃ فلمّا کانَ فی وجہ الصبح صَعِدَ الناعیۃ فقالَ انعیٰ ابارافعٍ قالَ فقمتُ امشی مابی قلبۃٌ فادرکتُ اصحابی قبلَ ان یاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبشّرتُہٗ ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیکؓ اور عبداللہ بن عتبہ کو چند اصحاب کے ساتھ ابورافع کے (قتل) کے لئے بھیجا، پس یہ حضرات چلے جب قلعہ کے قریب پہونچے تو عبداللہ بن عتیک (امیر جماعت) نے ان اصحاب سے کہا "تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک نے بیان کیا کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کی تدبیر میں لگ گیا۔ اتفاق سے ان لوگوں کا ایک گدھا گم ہوگیا تھا، بیان کیا کہ قلعہ کے لوگ آگ کا ایک شعلہ لے کر نکلے کہ گدھے کو تلاش کریں۔ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ڈرا۔ کہ میں پہچان لیا جاؤں گا بیان کیا کہ میں نے اپنا سر اور پاؤں ڈھانک لیا اور بیٹھ گیا، گویا کہ میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد دربان نے آواز دی "جو قلعہ کے اندر جانا چاہتا ہے وہ اندر آجائے قبل اس کے کہ میں دروازہ بند کردوں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوگیا، پھر میں چھپا رہا گدھوں کے اصطبل میں جو قلعہ کے دروازے کے پاس ہی تھا، پھر لوگوں نے ابورافع کے نزدیک رات کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے (قصہ کہانی میں مشغول ہوگئے)، یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا پھر لوگ اپنے اپنے گھروں میں واپس آئے۔ پھر جب آوازیں رک گیئں اور میں کوئی حرکت نہیں سننے لگا یعنی سناٹا ہوگیا تو میں نکلا یعنی اس جگہ سے جہاں چھپا تھا) آپ نے بیان کیا کہ میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا جہاں اس نے قلعہ کی کنجی رکھی ہے طاق میں، سو میں نے اس کو لیا اور اس سے قلعہ کا دروازہ کھولا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے دل میں کہا (سوچا) کہ اگر قوم (کفار قلعہ) نے مجھ کو معلوم کرلیا تو میں آسانی سے نکل بھاگوں گا۔ پھر میں نے ان کے کمروں کے دروازوں کا قصد کیا (یعنی کھولنا شروع کیا جن کے بعد ابورافع کا مخصوص کمرہ پڑتا تھا) اور اندر سے بند کر دیتا، پھر میں سیڑھی سے ابورافع کی طرف چڑھا، دیکھا تو کمرہ اندھیرا ہے اس کا چراغ بجھا ہوا ہے سو میں نہیں معلوم کرسکا کہ وہ شخص (ابورافع) کہاں ہے؟ تو میں نے کہا اے ابورافع، اس نے کہا کون ہے؟ آپ نے بیان کیا کہ میں نے آواز کی طرف قصد کیا اور اس پر حملہ کیا، اس نے چیخ لگائی سو اس حملہ نے کوئی نفع نہیں پہونچایا۔ پھر میں دوبارہ آیا گویا کہ اس کا فریاد رس ہوں چنانچہ میں نے کہا "کیا حال ہے اے ابورافع؟ اور میں نے اپنی آواز بدل دی، اس نے کہا کیا تجھ پر تعجب نہ کروں، تیری ماں کی تباہی کوئی آدمی میرے کمرے میں آیا اور مجھ پر تلوار سے حملہ کیا، آپ نے بیان کیا کہ پھر میں نے قصد کیا اور دوسری مرتبہ اس پر حملہ کیا پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور وہ چیخا اور اس کے گھر والے اٹھ گئے۔ آپ نے بیان کیا کہ میں اپنی آواز بدل کر پھر آیا جیسے کوئی فریاد رس ہو دیکھا تو وہ اپنی پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا ہے۔ سو میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں رکھدی اور زور سے اسے دبایا یہاں تک کہ میں نے ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن لی۔ پھر میں وہاں سے نکلا گھبراتا ہوا۔ یہاں تک کہ سیڑھی کے اوپر آگیا۔ میں اترنا چاہتا تھا کہ میں گر پڑا، سو میرا پاؤں ٹوٹ گیا، پھر میں نے اس پر پٹی باندھی (یعنی اپنی پگڑی سے) اور میں لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا سو میں نے کہا "تم لوگ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنادو۔ اس لئے کہ میں تو یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ موت کی خبر دینے والے کی خبر سن لوں، پھر صبح ظاہر ہوئی تو موت کی خبر دینے والا قلعہ کی فصیل پر چڑھا اور بولا کہ میں ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں اٹھ کر چلا تو مجھ کو

کوئی تکلیف نہیں تھی (یعنی فرطِ مسرت سے تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہوا) چنانچہ میں نے ساتھیوں کو پالیا قبل اس کے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، پھر میں نے آنحضورؐ کو خوشخبری سنائی۔

تشریحات اس روایت میں ہے کہ ۱ نخلعت رجلی میرے پاؤں کا جوڑ اکھڑ گیا اور سابقہ روایت گذری ہے کہ میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔

دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پاؤں کا جوڑ اکھڑ گیا تھا اور پنڈلی بھی ٹوٹ گئی تھی واللہ اعلم۔ اس سے چند مسائل پر روشنی پڑتی ہے ۱ جاسوسی کرنا درست اور جائز ہے۔

۲ مصلحت کے وقت مبہم اور گول مول باتیں کرنی درست ہیں ۳ دشمن اسلام اور دشمن نبی کا قتل ہر حال میں جائز ہے وغیرہ

بابُ غزوۂ اُحُد

غزوۂ احد کا بیان بماہ شوال ۳ سنہ ھ مطابق مارچ ۶۲۵ سنہ ء

اُحُد بضمتین، مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

وجہ تسمیہ:۔ علامہ عینی فرماتے ہیں سمی احد التوحدہ وانقطاعہ عن جبال اخر یعنی اس پہاڑ کو اُحد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے پہاڑوں سے متوحد (منفرد) وعلیحدہ ہے

سبب غزوہ:۔ قریش مکہ جب بدر سے بری طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ قافلہ تجارت جس کو ابو سفیان ساحلی راستہ سے بچا کر نکال لائے تھے وہ مع اصل سرمایہ اور زرِ منافع دار الندوہ میں محفوظ ہے۔ بدر کی یہ ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو کفار مکہ کے ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے باپ، بھائی اور بیٹے بھتیجے بدر میں مارے گئے تھے، ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا، جذبۂ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔ بالآخر ابو سفیان بن حرب، عبد اللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور دوسرے معززین ایک مجلس میں جمع ہوئے اور مدینہ منورہ پر زبردست حملہ کی تیاری پر غور و خوض ہوا سب نے بیک آواز طے کیا کہ اپنے باپ، بھائی اور اپنے اعیان واشراف کا انتقام لینا ہے چنانچہ سب نے مل کر مال جمع کیا۔ اور قبائل میں قاصد دوڑائے جس سے تین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اس جنگ میں خاص کر عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تاکہ رجزیہ اشعار سے مجاہدوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں۔ یہ لوگ ابو سفیان کی سرکردگی میں ۵ رشوال ۳ سنہ ھ کو مکہ سے روانہ ہوئے جن میں سات سو زرہ پوش لشکر، اور تین ہزار اونٹ، دو سو گھوڑے اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں۔ الغرض قریش اس طرح پورے ساز و سامان سے آئے اور جبل احد کے قریب مقام عینین میں آکر ٹھہرے۔

صحابہ کرام سے مشورہ:۔ قریش مکہ کے ان تمام حالات کی خبر جب مدینہ پہونچی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟

خود آنحضورؐ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں، کفار اگر مدینہ آکر حملہ کریں تو شہر ہی میں مرد آمنے سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کافروں کو پریشان کر دیں، یہی رائے کچھ اکابر صحابہ کی تھی، نیز یہی رائے عبد اللہ بن ابی کی بھی تھی لیکن بہت سے جلیل القدر صحابہ اس رائے کے خلاف ہو گئے بالخصوص وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور شوق شہادت میں بے چین دبیتاب تھے کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کریں گے شہر میں بیٹھے رہنا بزدلی کی علامت

ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جارہی ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ منورہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقرہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے لہٰذا میری رائے میں مدینہ میں قلعہ بند ہوکر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا، اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ عمدہ ہوگئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلہ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار ہلانے کے تھے۔ ایک مرتبہ ہلایا یعنی غزوۂ احد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا یعنی کچھ صحابہ شہید ہوگئے پھر اس تلوار کو دوسرے غزوے میں استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہوگئی اور خوب دشمنوں پر چلی مگر نوجوانوں کے علاوہ بعض اکابر صحابہ مثلاً حضرت حمزہ، سعد بن عبادہ وغیرہ کا بھی شوقِ شہادت میں اصرار رہا کہ مدینہ سے باہر نکل کر ہی حملہ کیا جائے تو آپ نے بھی یہی عزم فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر وعظ فرمایا اور جہاد و قتال کی ترغیب دے کر تیاری کا حکم صادر فرمایا، یہ حکم سنتے ہی شیدایانِ اسلام کی جان میں جان آگئی کہ اب اس دنیا کے جیل خانہ سے رہائی کا وقت آگیا۔ ؎

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم ؛ راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

حضور اقدس ﷺ کی تیاری و سلاح پوشی

عصر کی نماز سے فارغ ہوکر آپ حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے تو سعد بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ نے سب لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کرنے پر مجبور کیا ہے مناسب یہ ہے کہ حضورؐ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ اتنے میں آپ مسلح ہوکر باہر تشریف لائے تو مخلص اصحاب کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے غلطی سے اصرار کیا جو ہمارے لئے بالکل مناسب نہ تھا آپ اپنی رائے پر عمل فرمائیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار بند ہوجانے کے بعد دشمن سے فیصلہ کئے بغیر ہتھیار اتار دے۔

الغرض آپ بروز جمعہ ۱۱ شوال ۳ھ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں امامت کے لئے حضرت ابن ام مکتوم کو مقرر کردیا جب حضور اقدسؐ احد کے قریب مقام شوط پہونچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو منافقوں کو ساتھ لے کر جدا ہوگیا اور کہا کہ آپ نے جب میری بات نہیں مانی تو بلا وجہ ہم اپنی جانوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں؟ ان منافقوں کی علیحدگی پر قبیلہ خزرج میں سے بنی سلمہ اور قبیلہ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی واپسی کا ارادہ کرلیا مگر فضل الٰہی نے ان کی دست گیری کی اور واپس نہیں ہوئے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا والله وليهما وعلى الله فليتوكل المؤمنون" یاد کرو اس وقت کو جب تم مسلمانوں میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ ان کا مددگار تھا اس لئے واپس ہونے سے محفوظ رہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

پھر جب آپؐ مقامِ شیخین پر پہونچے (شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جہاں ایک بوڑھا اور ایک بوڑھی رہتے تھے دونوں اندھے اور یہودی تھے۔ تو ان دونوں کی وجہ سے دونوں ٹیلے شیخین کے نام سے مشہور ہوگئے) آپؐ نے فوج کا جائزہ لیا جو ان میں نوعمر اور کمسن تھے ان کو واپس کردیا، قتال میں شرکت کی اجازت نہیں دی جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت براء بن عازب وغیرہ۔ ان کم عمر نوجوانوں میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی تھے

جن کو شرکت سے منع کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہؓ اور رافعؓ بہت اچھے تیر انداز ہیں تو آپؐ نے دونوں حضرات کو شرکت کی اجازت دے دی اور شب کے آخری حصہ میں آپ نے کوچ کیا۔ جب احد کے قریب پہونچے تو صبح کی نماز ہوئی اور سنیچر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ روایت آرہی ہے کہ آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ماتحت جبلِ احُد کے پیچھے بٹھلا دیا کہ کفار قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکوں پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی تم اس جگہ سے نہ سرکنا۔ غرض فوج کی جو بھی حالت ہو تم یہاں سے ہرگز نہ حرکت کرو۔

اس کے بعد آپؐ نے صف بندی کی اور لوآء حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیا اور اپنی تلوار ابو دجانہؓ کو عنایت فرمائی مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صیفی نکلا، یہ ایام جاہلیت میں قبیلہ بنی اوس کا بڑا سردار تھا، اسلام کے ظہور کے بعد حضورؐ کا بڑا دشمن ہوگیا۔ مکہ چلا گیا اور قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور امید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر بنی اوس کے سارے لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس چلے آئیں گے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا۔ آنحضورؐ نے ابو عامر فاسق کہا اور اسی لقب سے مشہور ہوگیا۔ اس نے میدان میں آکر اپنی قوم کو آواز دی مگر قوم نے اس فاسق کو وہی جواب دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ خود اس کے لڑکے حنظلہؓ ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے انہوں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی، ابو عامر فاسق نے اس روز مسلمانوں سے خوب شدید جنگ کی۔

اسلامی لشکر میں سے جن بزرگوں نے داد شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ حضرت علیؓ حضرت ابو دجانہؓ حضرت حمزہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت انس بن نضرؓ وغیرہ۔

دن کے اول وقت مسلمانوں کی فتح تھی کفار پسپا ہوتے ہوئے اس مقام تک پہونچ چکے تھے جہاں اُن کی عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کافروں کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغنیمۃ الغنیمۃ کہتے ہوئے میدان میں چلے آئے اور اس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا، ان تیر اندازوں کے امیر حضرت عبد اللہ بن جبیر روکتے رہے مگر انہوں نے خیال نہ کیا مرکز پر صرف عبداللہ بن جبیر اور دس تیر انداز رہ گئے اور باقی چالیس حضرات غنیمت جمع کرنے والوں میں جا ملے، حکمِ نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکایک لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور فتح شکست سے بدل گئی، خالد بن ولید جو اس وقت مشرکوں کے میمنہ پر تھے درہ احد کو خالی دیکھ کر پشت پر سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہوگئے۔

مشرکوں کے اس اچانک اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور مشرکین آنحضورؐ تک آپہونچے مسلمانوں کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ آپ کے قریب تھے۔ انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے، چونکہ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضورِ اقدس ؐ کے مشابہ تھے اس لئے عبداللہ بن قمیئہ نے حضرت مصعبؓ کو شہید کر کے سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا ہے اور اپنے مشرکوں میں جا کر اس نے یہی مشہور بھی کیا چنانچہ اس خبر وحشت اثر سے تمام مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا۔ سب کے سب بدحواس ہوگئے اور اس بدحواسی میں دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا، اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلنے لگی اور حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمان مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہوئے۔

شیر خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود ان کے قاتل حضرت وحشی کا بیان ہے کہ حضرتِ حمزہ جس طرف جاتے تھے کفار

منتشر ہو جاتے تھے اور جو سامنے پڑتا تھا اس کو حضرت حمزہؓ قتل کر دیتے تھے آخر میں جبیر بن مطعم کے حبشی غلام وحشی نے چھپ کر دور سے نیزہ پھینکا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

ابو عامر فاسق کے لڑکے حضرت حنظلہؓ بڑے مرتبے کے صحابی ہیں غسیل الملائکہ ان کا لقب ہے احد کے روز ابو سفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اس کو قتل کریں لیکن شداد نے یہ دیکھا تو ابو سفیان کی مدد کی اور ان کو قتل کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں ان کے گھر تحقیق کرو کہ یہ خاص معاملہ ان کے ساتھ کیوں ہے۔ ؟ ان کی زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ جنبی تھے اور اسی حالت میں وہ چلے گئے تھے، حضور نے فرمایا۔ "یہی وجہ ہے۔"

اسی روز کسی کی ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ نکل پڑی، لوگ ان کو آنحضورؐ کے پاس لائے آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اس کی جگہ پر لگا دیا تو کہتے ہیں کہ وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحیح تھی۔

الغرض مسلمان ہر طرف سے گھر گئے تھے، ہر طرف زور کی لڑائی ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ ایک جانب سے حضور اقدسؐ تشریف لائے تو کعب بن مالک نے مغفر کے نیچے سے آپؐ کی آنکھیں دیکھیں اور پہچان لیا، زور سے آواز دی کہ مسلمانو! بشارت ہو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ یہ سن کر ہر طرف سے صحابہ کرام آکر جمع ہو گئے آپؐ ایک شعب میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علی اور حضرت طلحہ وغیرہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور بیٹھ کر ہی نماز بھی ادا فرمائی، ملعون ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے وہاں آیا، آنحضورؐ نے حارث بن الصمہؓ سے ایک حربہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔ قریش میں جاکر اپنے زخم کی وجہ سے اس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو لوگوں نے کہا کہ تمہاری عجب حالت ہے یہ تو ایک معمولی سی خراش ہے اس سے اتنے پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کریں گے اس لئے یہ تو زخم ہے اگر وہ تھوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ مکہ میں اس ملعون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود تھا اس کو چراتا تھا اور کہتا تھا کہ اس پر چڑھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ حضورؐ کو خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں اس کو قتل کروں گا اس روز اسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ آخر مکہ کی طرف لوٹتے وقت مقام سرف میں مر گیا۔

بنی عبدالاشہل میں ایک شخص تھے جو اصیرم مشہور تھے نام عمرو بن ثابت تھا، مسلمانوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، جس روز غزوۂ احد ہوا ان کے دل میں خود بخود اسلام کی محبت پیدا ہوئی مسلمان ہوتے، تلوار ہاتھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہو گئے مگر کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ جب بنی عبدالاشہل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو ان پر نظر پڑ گئی، استعجاباً لوگوں کی زبان سے نکلا یہ تو اصیرم ہیں دیکھا تو کچھ رمق زندگی باقی تھی پوچھا۔ کیسے آئے ہو؟ قومی محبت سے یا اسلام کی رغبت سے؟ انہوں نے کہا میں خدا اور رسول پر ایمان لایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لڑا اور جو حال اب ہے دیکھتے ہو، اس وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصیرمؓ نے ایک وقت کی نماز بھی قطعاً نہیں پڑھی مگر حضورؐ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

مدینہ میں ایک شخص قزمان تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ جہنمی ہے لیکن غزوۂ احد کے روز اس نے کفار کا مقابلہ بڑی بہادری سے کیا۔ اس نے تنہا سات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہ اس کی بہادری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہونے پر لوگ دار بنی ظفر میں اس کو لے گئے اور اس سے دریافت کیا: "اے قزمان ہم تجھ کو بشارت دیتے ہیں آج تو تو نے بڑا کام کیا ہے۔ قزمان بولا بشارت کیسی؟ اور کس چیز کی؟ ہم تو صرف قومی محبت میں لڑے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے، اس کے بعد جب زخم کی تکلیف اس کو زیادہ ہوئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے شہداء احد کو مثلہ کیا ان کے کان اور ناک کاٹے اور ہار بنایا حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر نکال کر چبایا اور فخریہ اشعار پڑھے۔

اس کے بعد ابو سفیان جبل احد پر چڑھا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا کہ یہ غزوۂ بدر کا برابر بدلہ ہے، آج ہبل غالب ہوا آنحضرتؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے۔ اور برابری نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں۔

ابو سفیان نے جب حضرت عمر کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کیا یہ سچ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہوئے، حضرت عمر نے فرمایا "بخدا نہیں وہ تو تمہارا کلام سن رہے ہیں" ابو سفیان نے کہا کہ ابن قمیہ کہتا ہے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا مگر ہم تم کو اس سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں، پھر ابو سفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ مثلہ کر دیئے گئے ہیں ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض نہ ہم نے کسی کو ایسا کرنے کو کہا نہ منع کیا، اس کے بعد کفار روانہ ہو گئے۔ مگر ابو سفیان کہتا گیا کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ کہہ دیں نعم هو بيننا وبينك موعدا ان شاء الله" ہاں ہمارا اور تمہارا یہ وعدہ ہے انشاء اللہ۔

مشرکین کی واپسی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی نعش مبارک دیکھی تو آپؐ کو عظیم صدمہ ہوا۔ تمام شہداء کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو وہیں دفن کیا ایک ایک قبر میں دو دو تین شہداء دفن کئے گئے بعض اصحاب بعض شہداء کی نعش کو مدینہ لے گئے مگر بعد میں آپ نے فرمایا کہ شہداء کو ان کے مقتل ہی میں دفن کرو۔

اس غزوہ میں صادق الایمان اور منافق اچھی طرح پہچان لئے گئے۔ اس غزوہ میں صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہو سکتی ہے۔

وقول الله تعالىٰ "وإذ غدوتَ من أهلكَ تبوّئ المؤمنينَ مقاعدَ للقتالِ والله سميعٌ عليم" وقولِه جلّ ذكره "ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلونَ إن كنتم مؤمنينَ إن يمسسكم قرحٌ فقد مسّ القومَ قرحٌ مثلُه وتلكَ الأيامُ نداولها بين الناسِ وليعلمَ اللهُ الذين آمنوا ويتخذَ منكم شهداءَ والله لا يحبُّ الظالمين وليمحّصَ الله الذين آمنوا ويمحقَ الكافرين أم حسبتم أن تدخلوا الجنّةَ ولمّا يعلمِ اللهُ الذينَ جاهدوا منكم ويعلمَ الصابرين ولقد كنتم تمنّونَ الموتَ من قبلِ أن تلقوهُ فقد رأيتموهُ وأنتم تنظرونَ" وقوله "ولقد صدقكم اللهُ وعدَه إذ تحسّونهم بإذنه حتىٰ إذا فشلتم وتنازعتم في الأمرِ وعصيتم من بعدِ

ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ثم صرفکم عنہم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ الآیۃ

سورۂ آل عمران

فائدہ :۔ وقولِ اللہ بالجر عطفاً علیٰ قولہ غزوۃ احد۔ واذ غدوت تقدیرہ اذکر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ارشاد الٰہی :۔

ترجمہ :۔ اور اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ آپ صبح کو اپنے گھر (مدینہ) سے نکلے بٹھلا رہے تھے (جما رہے تھے) مسلمانوں کو جنگ کے مقامات (مورچوں) پر اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اور اللہ جل ذکرہ کا ارشاد :۔ اور ہمت مت ہارو اور نہ غم کرو، غالب تم ہی رہوگے اگر تم پورے مومن رہے اگر تم کو زخم پہونچ جائے (جیسا کہ جنگ احد میں ہوا) تو اس قوم کو بھی پہونچ چکا ہے ایسا ہی زخم (یعنی گذشتہ سال بدر میں ایسا ہی صدمہ اٹھا چکے ہیں اس لئے گھبرانے کی بات نہیں) اور ان ایام کو ہم ادلتے بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ایمان والوں کو اور تم میں سے بعض کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتے، اور تاکہ اللہ تعالیٰ میل کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو اور کافروں کو مٹا دے، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں (ظاہری طور پر) جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ ان کو جانا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں اور تم تو مرنے (یعنی شہادت) کی تمنا کر رہے تھے، موت کے سامنے آنے سے پہلے سے سو اس کو اب تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

فائدہ :۔ چونکہ اس غزوہ میں ستر یا پچھتر صحابہ شہید ہوگئے اس کے علاوہ زخمی اس لئے صحابہ کو بہت رنج وغم پہونچا تو حق تعالیٰ نے لا تہنوا ولا تحزنوا سے تسلی دی اور مسلمانوں کی ہزیمت وشکست کے اسباب وعلل، اسرار وحکم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر امسال ۳ھ میں تم کو دکھ پہونچا ہے تو کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ گذشتہ سال قوم کفار کو تمہارے ہاتھوں اسی طرح کا دکھ پہونچ چکا ہے۔ تلک الایام نداولہا بین الناس، ع کہ ایک سی نہیں رہتی روش زمانے کی۔

دوسری حکمت :۔ ولیعلم اللہ الذین آمنوا، الخ تاکہ پکے مومن اور کچے کا، اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے

تیسری حکمت :۔ تاکہ مخلصین وشائقین شہادت کو شہادت کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔

چوتھی حکمت :۔ شہادت کی بدولت گناہوں سے پاک وصاف کرنا وغیرہ۔

وقولہ" ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم الخ۔

اور ارشادِ الٰہی :۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدے (نصرت) کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم ان کافروں کو قتل کر رہے تھے (یعنی ان کو قتل کے ذریعہ جڑ سے اکھاڑ رہے تھے) اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم خود ہی (رائے میں) کمزور ہوگئے (اس طرح کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ تیر اندازوں کو مورچہ پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی تھی بعضوں نے غلط فہمی سے خلاف ورزی کی اور مورچہ چھوڑ دیا) اور باہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض تو اسی حکم پر ثابت رہے اور بعضوں نے اجتہاد سے غلطی کی) اور نافرمانی کی۔ بعد اس کے کہ اللہ نے دکھا دیا تھا جو کچھ تم چاہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کفار (پر غالب آنے) سے ہٹا لیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور اللہ نے بلا شبہ تم سے درگذر کی اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑا فضل والا ہے۔

اور آیت کریمہ لا تحسبن الذین الخ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو۔ الآیۃ

فائدہ:۔ روایت ہے کہ اس آیت میں وعدے سے مراد آنحضورؐ کا حکم تیر اندازوں سے ہے کہ تم اپنے مورچہ کو مت چھوڑنا تم غالب ہوگے جیسا کہ روایت آرہی ہے بحث ہوگی انشاءاللہ۔

طبری نے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے تیر اندازوں سے فرمایا کہ جب تک تم اپنی جگہ پر ثابت رہے غالب رہے اور مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی پھر تیر اندازوں میں سے چالیس نے مورچہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں مجاہدوں کے ساتھ مشغول ہوگئے تو حضرت خالدؓ نے جو اس وقت کافروں کے سواروں میں تھے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اصحاب رسول میں سے کوئی بھی طالب دنیا ہوگا یہاں تک کہ غزوۂ احد میں یہ آیت نازل ہوئی منکم من یرید الدنیا الخ۔

اور یہ جو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ شہداء کو مردہ مت سمجھو۔ مسلم شریف میں مسروق سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو ہم سے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے روز شہید ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ڈالیں اور وہ بہشت کے میوے کھاتے ہیں۔

۸۴۔ حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا عبد الوھاب قال حدثنا خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد ھذا جبرئیل آخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے روز فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو گھوڑے کی لگام تھامے ہیں اور اس پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

تشریحات یہ روایت جنگ بدر میں صفحہ ۵۰ پر گذر چکی ہے۔ حدیث ۱۵۱۲ ملاحظہ فرمائیے۔
حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ الصواب اسقاطہ کما فی الحاشیہ۔ اور مشہور عند المحدثین بھی یہی ہے کہ اس کا تعلق غزوۂ بدر ہی سے ہے جیسا کہ علامہ عینی فرماتے ہیں "ھذا الحدیث غیر واقع فی محلہ ھنا۔ الخ۔

۸۵۔ حدثنا محمد بن عبد الرحیم قال اخبرنا زکریا بن عدی قال اخبرنا ابن المبارک عن حیوۃ عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقال انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شھید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ من مقامی ھذا وانی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوھا قال فکانت آخر نظرۃ نظرتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہیدوں پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی (یعنی آپ نے وفات سے پہلے غزوۂ احد کے شہیدوں کے لئے دعا فرمائی) اس طرح جیسے آپؐ زندوں اور مردوں کو وداع کر رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا میں تمہارے آگے پیش خیمہ ہوں (یعنی میرا آخرت کا سفر قریب ہے یعنی تمہاری مغفرت کا سامان درست کرنے کے لئے آگے جاتا ہوں) اور میں تم پر گواہ رہوں گا (یعنی قیامت

ہیں) اور بلاشبہ تمہارے وعدے کا مقام حوض ہے (یعنی تم لوگ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کروگے) اور بے شک میں اپنی اس جگہ سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھ کو تم پر اس کا خوف (خطرہ) نہیں ہے کہ تم شرک کروگے لیکن میں ڈرتا ہوں تمہارے بارے میں دنیا سے کہ تم دنیا سے رغبت کرنے لگو (یعنی کہیں لالچ میں نہ پڑ جاؤ) عقبہ کا بیان ہے کہ یہ آخری دید تھی جس سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ ہے کیونکہ شہداء احد کے لئے دعا ہے۔

زندوں کا وداع تو ظاہر ہے چونکہ سیاق سے ظاہر ہے کہ آپؐ کی اخیر زندگی کا واقعہ ہے، رہا مردوں کا وداع؟ سو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں قبرستان کی زیارت فرماتے اور مُردوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے تو اب چونکہ یہ زیارت بند ہو رہی ہے اس کو صحابہ نے وداع سے تعبیر کیا کہ اب نہیں۔

باقی تفصیل کے لئے کتاب الجنائز دیکھئے: مر الحدیث صفحہ ۱۷۹۔

۸۶ - حدثنا عبیدُ اللهِ بنُ موسىٰ عن اسرائیلَ عن ابی اسحاقَ عنِ البراء قال لقینا المشرکین یومئذٍ فاجلسَ النبی صلی الله علیه وسلم جیشاً من الرُّماۃ وامّرَ علیهم عبدَ اللهِ وقال لا تبرحوا ان رأیتمونا ظهرنا علیهم فلا تبرحوا وان رأیتموهم ظهروا علینا فلا تعینونا فلمّا لقینا هربوا حتی رأیتُ النساءَ یشتددنَ فی الجبلِ رفعنَ عن سوقهنَّ قد بدت خلاخلُهنَّ فاخذوا یقولون الغنیمۃَ الغنیمۃَ فقال عبد الله عهدَ الیَّ النبیُّ صلی الله علیه وسلم ان لا تبرحوا فابوا فلمّا ابوا صُرفَ وجوهُهم فاُصیبَ سبعین قتیلا واشرفَ ابوسفیانَ فقالَ افی القومِ محمدٌ فقال لا تجیبوہ فقالَ افی القومِ ابنُ ابی قحافۃَ قال لا تجیبوہ فقالَ افی القومِ ابنُ الخطابِ فقالَ انَّ هؤلاءِ قُتِلوا فلو کانوا احیاءً لاجابوا فلم یملکْ عمرُ نفسَه فقال کذبتَ یا عدوَّ اللهِ ابقی اللهُ لک ما یخزیکَ قالَ ابوسفیانَ اُعلُ هبلُ فقال النبی صلی الله علیه وسلم اجیبوہ قالوا ما نقولُ قال قولوا اللهُ اعلیٰ واجلُّ قال ابوسفیان لنا العزّیٰ ولا عزّیٰ لکم فقال النبی صلی الله علیه وسلم اَجیبوہ قالوا ما نقولُ قال قولوا اللهُ مولانا ولا مولیٰ لکم قال ابوسفیانَ یومٌ بیومِ بدرٍ والحربُ سِجالٌ وتجدونَ مُثْلۃً لم آمُرْ بها ولم تسؤنی۔

ترجمہ:- حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ ہم اس دن مشرکوں سے ملے (یعنی جنگِ احد کے موقع پر جب مشرکوں سے مقابلہ کے لئے پہونچے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک لشکر (پہاڑ پر) بٹھا دیا اور عبد اللہ کو امیر مقرر کر دیا اور فرما دیا (حکم دیا) کہ تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اور اگر تم دیکھو کہ وہ کفار ہم پر غالب آگئے ہیں تو بھی تم لوگ ہماری مدد کے لئے نہ آنا (ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ ہم کو جانور اچک لے جائیں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا جب تک ہم بلانہ بھیجیں، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ان تیر اندازوں کو ایک جگہ متعین کر کے فرمایا کہ تم ہماری پشت کی طرف نگاہ رکھو کہ دشمن پیچھے سے نہ آئیں) پھر جب ہم ملے (یعنی کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی) تو وہ بھاگے (یعنی ان کی شکست ہوگئی اور ان میں بھگدڑ مچ گئی) یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا جو ان کی ہمتیں بڑھانے کے لئے آئی تھیں، کہ پہاڑ میں شدت سے دوڑی جارہی ہیں پنڈلیوں سے اوپر کپڑے اٹھائے ہوئے کہ جس سے ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں تو تیر انداز کہنے لگے۔

الغنیمۃ الغنیمۃ غنیمت لو غنیمت لو، تو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تاکید فرمائی ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا (اس لئے تم لوگ مال غنیمت لوٹنے نہ جاؤ) لیکن ان کے ساتھیوں نے نہیں مانا، سو جب ساتھیوں نے نہ مانا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے (یعنی شکست ہوگئی) اور ستر مسلمان شہید ہوگئے، اور ابوسفیان پہاڑ پر چڑھا اور بولا کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ (یعنی کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں؟) آنحضورؐ نے فرمایا اس کا جواب مت دو، پھر ابوسفیان نے آواز دی "کیا قوم میں ابن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر زندہ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اس کا جواب مت دو، پھر ابوسفیان نے آواز دی۔ کیا قوم میں ابن خطاب عمر فاروق زندہ ہیں؟ پھر ابوسفیان نے کہا کہ یہ سب قتل کر دیئے گئے اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔ اس پر عمر فاروقؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور فرمایا "اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے اللہ نے تمہیں رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے انہیں باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا" بلند ہوا ہے ہبل (ہبل ایک بت کا نام ہے آج کل کے مشرکوں کی زبان میں ترجمہ ہوگا ہبل کی جے ہو) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا جواب دو، صحابہ نے عرض کیا "ہم کیا جواب دیں؟ ارشاد فرمایا۔ "کہو اللہ سب سے بلند و بزرگ تر ہے"، ابوسفیان نے کہا" ہمارے واسطے عزّیٰ ہے (یعنی ہمارا مددگار عزّیٰ بت ہے) اور تمہارے لئے عزّیٰ نہیں ہے (تمہارا مددگار عزّیٰ نہیں ہے) آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اس کا جواب دو۔ صحابہ نے عرض کیا" ہم کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا "کہو اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہیں ہے"۔ ابوسفیان نے کہا "آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی مثل ڈول ہے (کبھی ہمارے ہاتھ اور کبھی تمہارے ہاتھ، کبھی ہماری فتح اور کبھی تمہاری فتح) اور تم اپنے مقتولین میں مثلہ پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں نے اس حرکت کو برا جانا۔

مر الحدیث صفحہ ۴۲۶

تشریحات یہ جو روایت میں ہے "الغنیمۃ الغنیمۃ" تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبیر کے تیر اندازوں نے کہا "مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا اب کیا انتظار ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا تم آنحضورؐ کا حکم بھول گئے؟ لیکن تیر انداز لشکروں نے نہیں مانا اور اتر کر غنیمت میں مشغول ہوگئے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کیا تو تیر انداز لشکر بھی آکر شریک ہوگئے اور مسلمانوں کی صفیں باہم مل گئیں سو جب تیر اندازوں کا ناکہ خالی ہوگیا تو کافروں کا لشکر اس ناکہ پر آپہونچا جہاں مسلمانوں کے تیر انداز لشکر تھے اور مسلمانوں کو شہید کرنے لگے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست ہوگئی اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی، آنحضورؐ اور تقریباً بارہ اصحاب آنحضورؐ کے پاس رہے۔ شیطان نے آواز لگادی کہ محمد (ؐ) مارے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض اصحاب بھاگ کر مدینے چلے گئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آنحضرتؐ اپنی جگہ ثابت قدم رہے سو موقع خالی دیکھ کر ابن قمیئہ نے آپؐ کو پتھر مارا اور دندان مبارک شہید کر دیا۔ چہرہ مبارک خون آلود ہوگیا جیساکہ روایت آرہی ہے۔ اور یہ جو ابوسفیان کا قول گذرا کہ تم اپنے مقتولین میں مثلہ کیا ہوا پاؤ گے تو ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ابوسفیان کی عورت ہند نے اپنے ساتھ چند کافرہ عورتوں کو لے کر میدان پہونچی اور شہیدوں کے کان ناک کاٹے۔ یہاں تک کہ ایک ہار بنالیا اور حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کرکے جگر نکالا اور اس کو چبانے لگی اور جب نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔

نیز اس حدیث کے بے شمار فوائد (مسائل) نظر آتے ہیں مثلاً شیخین کا مقام و مرتبہ جیساکہ ابوسفیان نے آنحضرتؐ کے بعد ان دو بزرگوں کا ذکر خاص کیا اور دوسروں کی طرف توجہ نہیں کی کہ کون زندہ ہے اور کون مرگیا۔

ﷺ یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت میں اگر کچھ لوگ ارتکاب جرم کریں گے تو مصیبت سب کو عام ہو سکتی ہے وغیرہ۔

مر الحدیث صفحہ ۴۲۶

۸۷۔ اخبرنی عبدُ اللہِ بنُ محمدٍ قال حدثنا سفیانُ عن عمرٍو عن جابرٍ قال اصطبحَ الخمرَ یومَ احدٍ ناسٌ ثم قُتِلوا شہداءَ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے روز کچھ لوگوں نے صبح کو شراب نوشش کی (اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی) پھر مقتول ہوئے شہید ہو کر رضی اللہ عنہم۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب کی حرمت غزوہ احد کے بعد ہوئی۔

۸۸۔ حدثنا عبدانُ قال حدثنا عبدُ اللہِ اخبرنا شعبةُ عن سعدِ بنِ ابراھیمَ عن ابیہ ابراھیمَ انّ عبدَ الرحمٰن بنَ عوفٍ اُتی بطعامٍ وکان صائمًا فقال قُتِلَ مصعبُ بنُ عمیرٍ وھو خیرٌ منی کُفِّنَ فی بُردۃٍ ان غُطِّیَ راسہ بدت رجلاہ وان غُطِّیَ رجلاہ بدا راسہ واُراہ قال وقُتِلَ حمزۃُ وھو خیرٌ منی ثم بُسِطَ لنا من الدنیا ما بُسِطَ وقال اُعطینا من الدنیا ما اُعطینا وقد خشینا ان تکون حسناتُنا عُجِّلت لنا ثم جعل یبکی حتی ترک الطعامَ۔

ترجمہ:۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا (افطار کے وقت) اور آپ روزہ دار تھے تو آپ نے فرمایا "مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے افضل و بہتر تھے ایک چادر میں کفنائے گئے کہ اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پاؤں چھپائے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ (اسی غزوے میں) شہید کئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہم کو دنیا کی وسعت اور کشادگی دی گئی جو وسعت دی گئی (یعنی تم دیکھ رہے ہو) یا آپ نے فرمایا "ہمیں دنیا دی گئی جو دی گئی اور ہمیں تو اس کا خوف ہے کہ یہی ساری نیکیوں کا بدلہ ہو جو اس دنیا میں جلد دیا جا رہا ہے۔ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا بھی تناول نہ کر سکے۔

مطابقۃ للترجمۃ "قتل مصعب بن عمیرؓ وقتل حمزۃؓ" مر الحدیث صفحہ ۱۷۰

تشریحات

حضرت مصعب بن عمیرؓ جلیل القدر صحابی ہیں وکان من السابقین الی الاسلام والی الھجرۃ۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ابن قمیہ نے احد کے روز شہید کیا تھا اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی خیال کے پیش نظر اس نے شور بھی مچایا کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے۔

ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا یہ فرمانا "ھو خیر منی" محض اظہار تواضع اور انکساری کے طور پر تھا کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ (فتح)

اس حدیث کے پیش نظر ابن بطال نے فرمایا کہ صلحاء کرام کی سیرتوں کا بیان کرنا ثابت ہوتا ہے اور بلاشبہ مفید ہے واللہ اعلم۔

۸۹۔ حدثنا عبدُ اللہِ بنُ محمدٍ قال حدثنا سفیانُ عن عمرٍو سمع جابرَ بنَ عبدِ اللہِ قال قال رجلٌ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یومَ احدٍ ارایتَ ان قُتِلتُ فاینَ انا قال فی الجنۃِ فالقی تمراتٍ فی یدہ ثم قاتل حتی قُتِلَ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک شخص (صحابی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ احد کے روز دریافت کیا کہ بتلایئے تو کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو کہاں ہوں گا، آپ نے فرمایا "بہشت میں"، تو انہوں نے ان کھجوروں کو پھینک دیا جو ان کے ہاتھ میں تھیں پھر لڑنے لگے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

تشریحات صاحب تلویح اور صاحب توضیح وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ سوال کرنے والے صحابی حضرت عمیر بن حمام (بضم الحاء وتخفیف المیم) انصاری تھے اور صحابہ میں ان کے علاوہ اس نام کے اور کوئی نہیں تھے۔

انس بن مالکؓ کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمیر کا یہ سوال بدر میں ہوا تھا اور اس میں صاف ہے کہ جنگ احد کا واقعہ ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دراصل دونوں روایتوں میں دو اشخاص کا الگ الگ واقعہ ہے فالظاہر انہما قضیتان وقعتا لرجلین وہذا ہو الصواب (عمدۃ القاری)

۹۔ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا زهیر قال حدثنا الاعمش عن شقیق عن خباب قال هاجرنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم نبتغی وجه الله فوجب اجرنا علی الله ومنا من مضی او ذهب لم یاکل من اجره شیئًا کان منهم مصعب بن عمیر قتل یوم احد لم یترك الا نمرة کنا اذا غطینا بها راسه خرجت رجلاه واذا غطی بها رجلاه خرج راسه فقال لنا النبی صلی الله علیه وسلم غطوا بها راسه واجعلوا علی رجله الاذخر او قال القوا علی رجله من الاذخر ومنا من قد اینعت له ثمرته فهو یهدبها۔

ترجمہ:۔ حضرت خباب (ابن الارتؓ) سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ ہمارا مقصد اللہ کی خوشنودی تھا سو ہمارا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ تھا پھر ہم میں سے بعض حضرات وہ تھے جو گذر گئے یا چلے گئے (شک راوی، یعنی وفات پا گئے جیسا کہ بعض روایات میں مات ہے) اور اپنے اجر و ثواب میں سے کچھ نہیں کھایا (یعنی اس دنیا میں مال غنیمت وغیرہ میں سے کچھ نہیں کھایا ان ہی میں سے مصعب بن عمیرؓ تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، آپ نے ایک دھاری دار چادر کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا (اور اسی چادر میں آپ کفنائے گئے) جب ہم لوگ اس سے ان کے سر کو ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے۔ اور جب ان کے پاؤں اس چادر سے ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے ان کے سر کو ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو یا آپ نے بجائے اجعلوا کے القوا علی رجلہ من الاذخر فرمایا۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کے لئے ان کا پھل پک چکا ہے چنانچہ وہ اس کو چنتے ہیں (یعنی اس دنیا کے مال سے نفع اندوز ہو رہے ہیں)

تشریحات مطابقت بالترجمہ "کان منهم مصعب بن عمیر قتل یوم احد"

ومر الحدیث فی الجنائز صفحہ ۱۷۰ ایضًا فی بنیان الکعبہ صفحہ ۵۵۱ نیز کتاب المغازی میں دو جگہ صفحہ ۵۷۹ و صفحہ ۵۸۴۔ کتاب المغازی کی دونوں روایتوں میں نبتغی وجه الله ہے لیکن جلد اول صفحہ ۵۵۱ پر نرید وجه الله ہے۔ معنی میں کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ جملہ محل نصب میں ہے بنا بر حال کے۔

فوقع اجرنا علی الله الخ۔ حق تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں مگر حق تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے وعدہ فرما کر۔ اینعت از نتح یفتح اور از افعال پھل کا پختہ ہونا، پک جانا۔ یهدبها از ضرب پھل توڑنا، پھل کاٹنا، علامہ عینیؒ نے

لکھا ہے کہ بیھدث کے دال کو کسرہ اور ضمہ دونوں درست ہیں۔

مسئلہ:- ابن بطال نے کہا ہے کہ کفن کی تنگی پر سر ڈھانکنا چاہئے بہ نسبت پاؤں کے اس لئے کہ سر افضل ہے۔

۹۱۔ اخبرنا حسان بن حسان قال حدثنا محمد بن طلحۃ قال حدثنا حمید عن انس ان عمہ غاب عن بدر فقال غبت عن اول قتال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لئن اشھدنی اللہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیرین اللہ ما اجد فلقی یوم احد فھزم الناس فقال اللھم انی اعتذر الیک مما صنع ھؤلاء یعنی المسلمین وابرأ الیک مما جاء بہ المشرکون فتقدم بسیفہ فلقی سعد بن معاذ فقال این یا سعد انی اجد ریح الجنۃ دون احد فمضی فقتل فما عرف حتی عرفتہ اختہ بشامۃ او ببنانہ وبہ بضع وثمانون من طعنۃ وضربۃ و رمیۃ بسھم

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کے چچا (انس بن نضر) بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے تو اس نے کہا (افسوس) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد میں غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر کیا تو اللہ تعالیٰ دیکھیں گے جو میں کوشش کروں گا (یعنی کس بے جگری سے لڑوں گا) سو وہ انس بن نضر اُحد کے دن ملے یعنی کافروں سے پھر لوگوں یعنی مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اس نے کہا "اے اللہ میں آپ کے سامنے معذرت خواہ ہوں اس چیز سے جو انہوں نے کی یعنی مسلمانوں نے (یعنی مسلمانوں نے بھاگ کر جو حرکت کی اس سے عذر پیش کرتا ہوں۔ یہ حضرت انس بن نضر کی طرف سے سفارشی کلمات ہیں اپنے اصحاب کے لئے) اور بیزاری ظاہر کرتا ہوں تیرے حضور اس چیز سے کہ جس کو مشرک لائے" پھر اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے، پس سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے کہا "اے سعد! کہاں جا رہے ہو؟ میں تو احد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں" پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ آپ نہیں پہچانے گئے (یعنی آپ کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی کثرت زخم کی وجہ سے) یہاں تک کہ آپ کی بہن نے ایک تل سے یا انگلی کے ذریعہ پہچانا۔ ان پر نیزے، تلوار اور تیر کے زخم اسی سے زیادہ تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

ومر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۳۹۳۔

معانی الالفاظ:- اول قتال الخ سے مراد اول قتالات العظیمۃ ہے اس لئے کہ بعض غزوات اس سے پہلے ہو چکے تھے البتہ قتل وخون کی لڑائی کے لحاظ سے جنگ بدر اول غزوہ ہے۔

لیرین اللہ سارے حروف مفتوح ہیں اور نون مشدد ہے لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ ہے اور لفظ اللہ فاعل ہے

ما اجد بفتح الھمزہ وکسر الجیم وتشدید الدال کسی کام میں انتہائی کوشش کرنا، مبالغہ کرنا۔

انی اجد ریح الجنۃ حضرت انس بن نضرؓ کا یہ قول کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں" بعض حضرات نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے کہ ایک خاص قسم کی خوشبو محسوس کی جس کو جنت کی خوشبو سے تعبیر فرمایا یا اپنی شہادت پر جنت کا تصور فرمایا اور شہیدوں کے لئے جو بشارتیں منقول ہیں اس پر یقین کی بنا پر جنت کی خوشبو محسوس کی۔ لیکن بہتر اور انسب ہے کہ حقیقت پر محمول کیا جائے جیسا کہ ابن بطال وغیرہ نے محمول کیا ہے اس لئے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومن

صالح کو موت کے وقت فرشتے رضا باری تعالیٰ کی خوشخبری سناتے ہیں ابن ماجہ کی روایت عن ابی ھریرۃؓ المیت تحضرہ الملائکۃ فاذا کان الرجل صالحا قالوا اخرجی ایتھا النفس الطیبۃ وابشری بروح وریحان۔ الحدیث۔ تفصیل کے لئے دیکھئے لامع الدراری ثالث صفحہ ۱۳۰۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے حضرت انس بن نضرؓ کی بہادری و دلاوری ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ موجود ہوتے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے جس طرح حضرت انس بن نضر بڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں نے ان کے کان اور ناک کاٹ ڈالے تھے، حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ کنا نظن ان ھذہ الآیۃ الخ یعنی آیت مبارکہ من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الآیۃ، حضرت انس بن نضر وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بخاری صفحہ ۳۹۴۔

۹۲۔ حدثنا موسیٰ بنُ اسمٰعیلَ قال حدثنا ابراھیمُ بنُ سعدٍ قال حدثنا ابنُ شھابٍ قالَ اخبرنی خارجۃُ بنُ زیدِ بنِ ثابتٍ انّہ سمعَ زیدَ بنَ ثابتٍ یقولُ فقدتُّ آیۃً منَ الاحزاب حین نسخنا المصحفَ کنتُ اسمعُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأُ بھا فالتمسناھا فوجدنا ھا مع خزیمۃ بنِ ثابتٍ الانصاریِّ "من المومنینَ رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم مّن ینتظِرُ" فالحقناھا فی سورتھا فی المُصحَفِ۔

ترجمہ:۔ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ مجھے سورۂ احزاب کی ایک آیت نہیں ملی (یعنی لکھی ہوئی نہیں پائی) جس وقت ہم قرآن لکھنے لگے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) میں سنتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس آیت کو پڑھتے تھے سو ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس آیت کو خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس پایا (آیت یہ تھی)

من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر (احزاب)	ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر ان میں سے بعضے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔

پھر ہم نے اس آیت کو اس کی سورت میں قرآن شریف میں لاحق کر دیا (یعنی لکھدیا)

تشریحات ترجمۃ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ منھم من قضیٰ نحبہ میں، سے حضرت انس بن نضر ہیں جن کا ذکر حدیث سابق ۹۱ میں گذرا، اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت انس بن نضر اور ان کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہم اجمعین مع الحدیث صفحہ ۳۹۴۔

فالتمسناھا ای طلبناھا۔ خزیمۃ بضم الخاء المعجمہ و فتح الزاء۔ ما عاھدوا اللہ المعاھدۃ کانت لیلۃ العقبہ علی الاسلام والنصرۃ۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ شبہ یہ ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کے لئے تواتر شرط ہے پھر خبر واحد سے حضرت زید بن ثابت نے کس طرح جزء قرآن کر دیا ؟

جواب :- آیت کریمہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس تواتر ہی سے ثابت تھی جیسا کہ لفظ "فقدت" دال ہے کہ ایک آیت نہیں ملی جس کو آنحضرتؐ سے میں بار ہا سنتا رہا۔

تو معلوم ہوا کہ صرف ان کو مکتوب کی تلاش تھی آیت قرآنی میں تو شبہ تھا ہی نہیں۔

۹۳۔ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبة عن عدیّ بن ثابت سمعت عبد الله بن یزید یحدث عن زید بن ثابت قال لما خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی احد رجع ناسٌ ممن خرج معه وکان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فرقتین فرقةٌ تقول نقاتلهم وفرقة تقول لا نقاتلهم فنزلت "فما لکم فی المنافقین فئتین والله ارکسهم بما کسبوا" وقال انها طیبة تنفی الذنوب کما تنفی النار خبث الفضة۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ احد کے لئے نکلے تو کچھ لوگ واپس لوٹ گئے آپ کے ساتھ نکلنے والوں میں سے (یعنی عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے ساتھی تین سو کے قریب بہانہ بنا کر واپس ہوگئے) اور نبی اکرمؐ کے اصحاب دو گروہ ہوگئے (یعنی عبد اللہ بن ابی کے ساتھ بھاگنے والے منافقوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی دو رائیں ہوگئیں یعنی رائے اور خیال کے لحاظ سے دو جماعتیں ہوگئیں) ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم جنگ نہیں کریں گے اور ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم جنگ کریں گے یعنی یہ دوسری جماعت اب تک ان کے کفر ونفاق میں متردد تھی اور مسلمان سمجھتی تھی اس لئے جنگ سے انکار کرنے لگی۔) اس پر آیت نازل ہوئی :-

فما لکم فی المنافقین فئتین والله ارکسهم بما کسبوا (پ ۵ ع ۹)	پھر تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ ہوگئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی وجہ سے الٹا پھیر دیا ہے۔

اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ مدینہ طیبہ ہے (مقدس وپاک مقام ہے) جو گناہوں کو دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

فائدہ :- مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ مر الحدیث صفحہ ۲۵۳

تشریحات رجع ناس الخ جو لوگ غزوۂ احد کے موقع پر واپس پھر گئے تھے وہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے تین سو ساتھی تھے، بات یہ تھی کہ آنحضرتؐ نے اس جنگ کے لئے جو مشورہ کیا تھا تو اس میں منافق کی رائے وہی تھی جو ابتداءً آنحضورؐ کی ذاتی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں لیکن اکثر اصحاب بالخصوص وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے باہر نکل کر مقابلہ کے لئے اصرار کرنے لگے تو آنحضور ان حضرات کے جذبۂ جہاد اور شوق شہادت دیکھ کر باہر نکلنے پر راضی ہوگئے اور مسلح ہوکر نکل پڑے اس پر عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب ہماری بات ہی نہیں مانی گئی تو ہم اپنی جانوں کو کیوں قربان کریں گے اور تین سو ساتھیوں کو لے کر لوٹ گیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح تر قول یہی ہے کہ آیت فما لکم فی المنافقین الخ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اگرچہ اقوال اور بھی ہیں مگر مرجوح ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب افک عائشہؓ کے متعلق آنحضرتؐ نے خطبہ دیا اور حضرت سعد بن معاذؓ و سعد بن عبادہؓ کے مابین جھگڑنے میں نازل ہوئی پوری تفصیل

آگے آئے گی انشاء اللہ ۔

بخاری ۵۵۸ بابُ اذ همّت طائفتانِ منکم ان تفشلا واللہ ولیّھما وعلی اللہ فلیتوکّلِ المومنون (پ ۴ ع ۴)

یہ باب اس آیت کی تفسیر میں ہے ۔ ای ہذا باب فی تفسیر الآیۃ ،

ترجمہ آیتِ کریمہ :۔ جب تم (مسلمانوں) میں سے دو جماعتوں (بنوسلمہ وبنوحارثہ) نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں (اور ہم بھی عبداللہ بن ابی کی طرح گھر جابیٹھیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے ۔"

تشریحات احادیث مافی الباب میں تفصیل آرہی ہے کہ یہ دونوں جماعتیں قبیلہ انصار سے تھیں ۔ قبیلہ خزرج میں سے بنوسلِمہ (بفتح السین وکسر اللام) اور قبیلہ اوس میں سے بنوحارثہ نے صرف کم ہمتی کا خیال کیا ۔

جنگِ احد میں آنحضور مدینہ سے تقریباً ایک ہزار صحابہ کے ساتھ نکلے پھر ایک تہائی یعنی تین سو آدمی عبداللہ بن ابی پیش النفاق کے ساتھ واپس لوٹ گئے اس پر ان دونوں جماعتوں (بنوسلِمہ اور بنوحارثہ) نے کم ہمتی کا خیال دل میں کیا لیکن حق تعالیٰ کی غایت عنایت نے ارتکاب جرم سے بچالیا ۔

۹۴۔ حدثنا محمدُ بنُ یوسفَ حدثنا ابنُ عُیَیْنَۃَ عن عمروٍ عن جابرٍ قالَ نزلت هٰذهِ الآیۃُ فینا اذ همّت طائفتانِ منکم ان تفشلا بنی سَلِمۃَ وبنی حارثۃَ وما اُحبُّ انّها لم تنزل واللہ یقول واللہ ولیّهما ۔

ترجمہ :۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت اذ همّت طائفتانِ منکم ان تفشلا ہماری قوم بنی سلِمہ اور بنی حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں "اللہ ان دونوں جماعتوں کا مددگار ہے ۔"

تشریحات حضرت جابر کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر اگرچہ ہماری پستی اور ہم پر عتاب کا ذکر ہے اس کے باوجود ہم اس کے خواہشمند نہیں ہیں کہ آیت نازل نہیں ہوتی کیونکہ عتاب کے ساتھ ہی عنایت وشرف کا کلمہ واللہ ولیّهما بھی تو ہے ، کیا خوب کہا گیا ہے ۔

سہ اگر یکبار گوید بندۂ من از عرشش بگذرد خندۂ من ۔

فائدہ :۔ ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ بنوسلِمہ وبنوحارثہ نے جنگ احد ہی میں کم ہمتی کا خیال دل میں کیا تھا مگر اللہ نے مدد فرمائی اور اس شیطانی خیال کو دور فرمادیا ۔

یہ حدیث مغازی صفحہ ۵۸۰ کے علاوہ تفسیر صفحہ ۶۵۴ تا ۶۵۵ پر آرہی ہے ۔

۹۵۔ حدثنا قتیبۃُ قال حدثنا سفیٰنُ حدثنا عمروٌ عن جابرٍ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل نکحتَ یا جابرُ قلتُ نعم قال ماذا ابکراً ام ثیّباً قلتُ لا بل ثیّباً قال

فهلا جاریۃ تلاعبہا وتلاعبک قلت یا رسول اللہ ان ابی قتل یوم احد وترک تسع بنات کن لی تسع اخوات فکرھت ان اجمع الیھن جاریۃ خرقاء مثلھن ولکن امرأۃ تمشطھن وتقوم علیھن قال اصبت۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "اے جابر کیا تونے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا "ہاں" آپؐ نے فرمایا "کیا ہے وہ عورت؟ کنواری ہے یا ثیبہ؟ میں نے عرض کیا کنواری نہیں بلکہ ثیبہ ہے" آپ نے فرمایا "کیوں نہیں کسی کنواری سے کیا کہ وہ تجھ سے کھیلتی (تلاعبک جملہ جاریہ کی صفت ہے چونکہ ثیبہ کو جب کبھی پہلا شوہر خیال آئے گا تو توجہ اور محبت کامل نہیں ہوگی جیسی محبت باکرہ کی ہوگی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد (عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاریؓ) جنگ احد میں شہید ہوگئے، انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑیں سو میرے پاس نو بہنیں ہیں اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کے پاس جمع کردوں انہیں جیسی ناتجربہ کار لڑکی، لیکن میں نے چاہا کہ لاؤں ایسی عورت کو، جو ان کو کنگھی کرے (یعنی ان کی صفائی ستھرائی کرے) اور دیکھ بھال کرے۔ آپؐ نے فرمایا "تم نے ٹھیک کیا"۔

فائدہ:۔ مطابقتہ للترجمہ فی قولہ ان ابی قد قتل یوم احد۔

تشریحات

اس کے بعد والی روایت یعنی حدیث ۹۶ میں ہے کہ ترک ست بنات یعنی چھ لڑکیاں چھوڑیں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ تین لڑکیوں کی شادی ہوچکی تھی۔ اس لئے بعض روایات میں لڑکیوں کی پوری تعداد ہے اور بعض میں صرف غیر شادی شدہ لڑکیوں کی تعداد ہے جیسا کہ جلد اول کتاب الجہاد صفحہ ۱۲۹ کی روایت میں ہے وتوفی والدی ولی اخوات صغار فکرھت الخ۔

خرقاء بفتح الخاء وسکون الراء۔ از باب کرم خراقۃ نادان وناتجربہ کار ہونا صیغہ صفت اخرق اور مونث خرقاء

۹۶۔ حدثنی احمد بن ابی سریج قال اخبرنا عبید اللہ بن موسیٰ قال حدثنا شیبان عن فراس عن الشعبی قال حدثنی جابر بن عبد اللہ ان اباہ استشھد یوم احد وترک علیہ دینا وترک ست بنات فلما حضر جزاز النخل قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت قد علمت ان والدی قد استشھد یوم احد وترک دینا کثیرا وانی احب ان یراک الغرماء فقال اذھب فبیدر کل تمر علی ناحیۃ ففعلت ثم دعوتہ فلما نظروا الیہ کانھم اغروا بی تلک الساعۃ فلما رأی ما یصنعون اطاف حول اعظمھا بیدرا ثلث مرات ثم جلس علیہ ثم قال ادع لک اصحابک فما زال یکیل لھم حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ وانا ارضی ان یؤدی اللہ امانۃ والدی ولا ارجع الی اخواتی بتمرۃ فسلم اللہ البیادر کلھا حتی انی انظر الی البیدر الذی کان علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانھا لم تنقص تمرۃ واحدۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ان کے والد جنگ احد میں شہید ہوگئے اور چھوڑ گئے ان پر بہت قرض اور چھ لڑکیوں کو، سو جب کھجوروں کے کاٹنے کا وقت آیا تو حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد احد کے دن شہید ہوگئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں۔ میں چاہتا

ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (ہو سکتا ہے کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ کر کچھ نرمی برتیں) تو آپؐ نے فرمایا "جاؤ اور ہر قسم کے کھجوروں کا علیحدہ ڈھیر لگاؤ چنانچہ میں نے (حکم کے مطابق) کیا، پھر میں نے آپ کو بلایا، سو جب ان قرض خواہوں نے آپؐ کو دیکھا تو جیسے اس وقت مجھ پر اور بھڑک اٹھے (قرض خواہ یہودی تھے جیسا کہ صفحہ ۳۲۲ کی حدیث میں تصریح ہے) تو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا جو وہ کر رہے تھے یعنی سخت طرز عمل تو آپ سب سے بڑے ڈھیر کے چاروں طرف پھرے اس کے بعد اس پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلالو، آنحضورؐ ان لوگوں کو برابر ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کی طرف سے ان کی امانت (قرض واجب الادا) ادا کردی، اور میں اس پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کردے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں (یعنی قرض ادا ہو جائے اور گھر کے لئے ایک کھجور بھی باقی نہ بچے تب بھی میں راضی ہوں) سو اللہ تعالیٰ نے تمام ڈھیروں کو بچا دیا یہاں تک کہ میں اس ڈھیر کی طرف دیکھنے لگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (اور جس سے آپؐ نے قرض خواہوں کو دیا تھا) کہ گویا ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

فائدہ:۔ مطابقت بالترجمہ "ان اباہ استشہد یوم احد"

اخراج حدیث:۔ یہاں یعنی مغازی صفحہ ۵۸۰ تا صفحہ ۳۲۲ پر دو حدیثیں نیز صفحہ ۳۲۳ تا صفحہ ۳۷۴

۹۸۔ حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن جدہٖ عن سعد بن ابی وقاص قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد ومعہ رجلان یقاتلان عنہ علیہما ثیاب بیض کاشد القتال ما رأیتہما قبل ولا بعد۔

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احد میں دیکھا اور آپ کے ساتھ دو اشخاص تھے (حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام) جو آپ کی جانب سے لڑ رہے تھے، سخت لڑنا، ان دونوں کے جسم پر سفید کپڑے تھے میں نے ان دونوں بزرگوں کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔

فائدہ:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

مسلم شریف میں ہے کہ یہ دونوں حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے۔

۹۰۔ حدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا مروان بن معاویۃ قال حدثنا ہاشم بن ہاشم السعدی قال سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت سعد بن ابی وقاص یقول نثل لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنانتہ یوم احد فقال ارم فداک ابی وامی۔

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن اپنی ترکش کا تیر میرے لئے نکالا اور فرمایا "تیر مارو میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں"۔

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

نثل بالنون وبالثاء المثلثۃ از باب نصر وضرب نثل الکنانۃ ترکش سے تیروں کو نکالنا اور بکھیر دینا نثل الجراب توشہ دان خالی کرنا۔ فائدہ:۔ مسلسل روائتیں آ رہی ہیں۔

۹۹۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحیی عن یحیی بن سعید قال سمعت سعید بن المسیب قال سمعت

سعدًا يقولُ جَمَعَ لى النبى صلى الله عليه وسلم ابَوَيه يومَ اُحُدٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت سعدؓ (بن ابی وقاص) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے والدین کو جمع فرمایا یعنی غزوہ احد کے موقعہ پر آپ نے اپنے ماں اور باپ کو ایک ساتھ جمع کر کے فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں دشمنوں پر تیر مارو۔

۱۰۰۔ حدثنا قتيبةُ قال حدثنا الليثُ عن يحيى عنِ ابنِ المسيّبِ انّه قال قال سعدُ بنُ ابى وقاصٍ لقد جَمَعَ لى رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يومَ اُحُدٍ ابوَيهِ كليهما يُرِيدُ حين قال فداكَ ابى وامّى وهوَ يقاتِلُ۔

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں (میری ہمت افزائی کے لئے) اپنے ماں اور باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا اُن کی مراد آنحضرتؐ کے اس وقت کے ارشاد سے تھی جب آپؐ نے فرمایا "فداكَ ابى وامّى" اور حضرت سعد جنگ کر رہے تھے۔

مر الحدیث صفحہ ۵۲۷

تشریحات حافظ عسقلانیؒ نے اس واقعہ کا سبب حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ احد کے دن لوگوں نے اس شکست کے بعد چکر لگایا تو میں ایک طرف ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اپنی ذات سے مدافعت کروں گا پھر یا بچ رہوں گا یا شہید ہوں گا، اچانک دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کا چہرہ سرخ ہے اور مشرکین اس پر حملہ کرنے کے درپے ہیں پھر کسی مشرک نے کنکری ہاتھ میں لی اور کنکری پھینکی۔ اتنے میں اچانک دیکھا کہ میرے اور اس سرخ رو ذات کے درمیان مقدادؓ ہیں تو میں نے مقدادؓ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کرنا چاہا کہ یہ کون ہے؟ کہ مقدادؓ نے مجھ سے کہا:۔ اے سعد یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور تجھ کو بلا رہے ہیں سو میں اس طرح اٹھ کر کھڑا ہوا کہ جیسے مجھ کو کوئی تکلیف ہی نہیں پہونچی ہے اور آنحضرتؐ نے مجھ کو آگے بٹھایا تو میں تیر مارنے لگا پھر حضرت سعد نے حدیث مذکور بیان کی (فتح) یعنی اس موقع پر آنحضورؐ نے میری ہمت افزائی کے لئے یہ کلمہ ارشاد فرمایا تھا ارمِ فداك ابى وامّى"

۱۰۱۔ حدثنا ابونعيم قال حدثنا مِسعرٌ عن سعدٍ عنِ ابنِ شدّادٍ قال سمعتُ عليًّا يقولُ ماسمعتُ النبىَّ صلى الله عليه وسلم يجمعُ ابوَيهِ لاحدٍ غيرِ سعدٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی کے لئے نہیں سنا کہ اپنے والدین کو ایک ساتھ ذکر کریں (یعنی ارم فداك ابى وامى سوائے سعد کے کسی کے لئے فرماتے نہیں سنا ہے)

فائدہ:۔ چونکہ اس کا تعلق حدیث سابق ۱۰۰ سے ہے اور حدیث سابق کے اندر غزوہ احد کا ذکر ہے اس لئے ترجمۃ الباب سے مطابقت ہو گئی۔ (عمدہ)

یا یہ کہا جائے کہ اس ارشاد (جمع ابوین) کا تعلق جنگِ احد سے ہی ہے اس لئے مطابقت واضح ہے۔

۱۰۲۔ حدثنا يَسَرَةُ بنُ صفوانَ قال حدثنا ابراهيمُ عن ابيهِ عن عبدِ اللهِ بنِ شدّادٍ عن عليٍّ قال ماسمعتُ النبىَّ صلى الله عليه وسلم جَمَعَ ابويهِ لاَحدٍ الّا لِسعدِ بنِ مالكٍ فانّى

سمعتُہ یقولُ یومَ احُدٍ یاسعدُ ارمِ فداکَ ابی وامیّ۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے سعد بن مالک کے سوا اور کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کیا ہو (یعنی فداکَ ابی وامی فرمایا ہو) اس لئے کہ میں نے خود سنا کہ آپ احد کے دن فرما رہے تھے "اے سعد خوب تیر برساؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں"۔

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ

فائدہ:۔ سعد بن ابی وقاصؓ کے والد کا نام مالک ہے اس لئے اس روایت میں ہے الالسعدِ بنِ مالک۔

تشریحات علامہ عینیؒ نے امام زہری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس روز حضرت سعد نے ایک ہزار تیر پھینکے ایک شبہ اور اس کا جواب:۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کے لئے فداکَ ابی وامی فرمایا ہے پھر حضرت علی کا حصر کے ساتھ بیان کرنا کہ سعد کے علاوہ کسی کے متعلق نہیں سنا ہے بظاہر تعارض ہے۔

جواب ۱ حضرت علیؓ صرف اپنے سماع کی نفی کر رہے ہیں نہ کہ نفسِ وقوع کے۔

۲ احتمال ہے کہ حصر حضرت علی کا غزوہ احد کے ساتھ خاص ہو۔ ۳ حضرت علیؓ نے آنحضورؐ سے براہِ راست یعنی بلا واسطہ حضرتِ سعدؓ کے لئے اسی ارشاد کو سنا ہو اور حضرت زبیرؓ کے لئے بواسطہ، پس حصر بلا واسطہ کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۰۳ حدثنا موسیٰ بنُ اسمٰعیلَ عن مُعتمِرٍ عن ابیہ قال زعمَ ابوعثمانَ انہ لم یبقَ معَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعضِ تلکَ الایامِ التی یقاتلُ فیہنَّ غیرُ طلحۃَ وسعدٌ عن حدیثہما۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوعثمان (نہدی) کا بیان ہے کہ ان ایام واوقات میں سے جن میں آپ نے کفار سے قتال کیا ہے بعض میں (یعنی غزوہ احد میں ایک موقع پر) نبی اکرم کے ساتھ کوئی نہیں رہا سوائے حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے ان ہی دونوں (طلحہؓ وسعدؓ) کی حدیث سے۔

مطلب یہ ہے کہ ابوعثمان نہدی نے ان ہی دونوں بزرگوں سے یہ حدیث بیان کی تھی۔

تشریحات ترجمۃ الباب کی مطابقت فی بعضِ تلکَ الایامِ سے ہے اس لئے کہ مراد جنگِ احد ہے۔ فی بعضِ تلکَ الایامِ التی الخ اور بعض نسخوں میں الذی ہے جیسا کہ حاشیہ میں نسخہ موجود ہے، تو اول صورت یعنی التی مونث میں تلکَ الایامِ کا اعتبار ہوگا اور الذی یعنی مذکر کی صورت میں لفظ بعض کا لحاظ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگِ احد کی شکست کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ (یعنی ابن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرہ) اور حضرت سعد کے کوئی نہ رہا، لیکن کتاب الجہاد صفحہ ۵۳۱ پر حضرت انس بن مالک کی روایت گذر چکی ہے "لما کان یوم احد انہزم الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو طلحۃ بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجوّب علیہ بحجفۃٍ لہ" الخ حجفۃ بتقدیم المہملۃ الترس۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صحابہؓ آنحضورؐ کے قریب سے اِدھر اُدھر منتشر ہونے لگے تو حضرت ابو طلحہ اسی

وقت اپنے ڈھال سے آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے الخ دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔
جواب ۱؎ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ اس شکست کے بعد آنحضرتؐ کے پاس آئے ہوں۔
۲؎ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کی تخصیص باعتبار مہاجرین کے ہو یعنی مہاجرین میں سے سوائے ان دونوں حضرات کے کوئی باقی نہیں رہا اور حضرت ابو طلحہ انصار میں سے تھے۔
۳؎ نیز یہ اختلاف روایت باعتبار اختلاف احوال کے ہے (عمدۃ القاری)

۱۰۴۔ حدثنا عبد اللهِ بنُ ابی الاسودِ قالَ حدثنا حاتِمُ بنُ اسمٰعیلَ عن محمدِ بنِ یوسفَ قال سمعتُ السائبَ بنَ یزیدَ قالَ صاحبتُ عبدَ الرحمنِ بنِ عوفٍ وطلحۃَ بنَ عبیدِ اللهِ والمقدادَ وسعداً فما سمعتُ احداً منهم یحدثُ عن النبیِ صلی اللهُ علیه وسلم الّا انّی سمعتُ طلحۃَ یحدثُ عن یومِ اُحُدٍ۔

ترجمہ:۔ سائب بن یزیدؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ، مقداد بن اسود اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا ہوں لیکن میں نے ان حضرات میں کسی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا، مگر میں نے حضرت طلحہ سے سنا کہ وہ جنگِ احد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔
فائدہ:۔ ترجمۃ الباب کی مطابقت اسی آخری جملہ یحدث عن یوم احد سے ہے۔
۱؎ سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں (عمدہ، فتح)
۲؎ جب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا "ان کذبا علیّ لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار (مسلم) میرے بارے میں جھوٹ بولنا ایسا نہیں ہے جیسے تم میں سے کسی کے بارے میں جو شخص خلاف واقعہ بات بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کر لے۔
اس ارشاد گرامی کے بعد ہی سے صحابہ حدیث پاک بیان کرتے ہوئے بہت ڈرتے اور انتہائی احتیاط برتتے تھے اور کثرتِ تحدیث سے بچتے تھے۔ رہ گیا معاملہ حضرت طلحہ کا کہ وہ جنگ احد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے تو چونکہ یہ خود واقعہ احد میں شریک تھے اس لئے جن لوگوں کو معلوم نہیں تھا ان سے آپ نے بیان کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت طلحہ احد کے دن دو زرہیں چڑھائے ہوئے تھے۔

۱۰۵۔ حدثنی عبدُ اللهِ بنُ ابی شیبۃَ قالَ حدثنا وکیعٌ عن اسمٰعیلَ عن قیسٍ قالَ رأیتُ یدَ طلحۃَ شلاّءَ وقیٰ بها النبیَ صلی اللهُ علیه وسلم یومَ اُحُدٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت قیس (ابن ابی حازم البجلی) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت طلحہ (ابن عبید اللہ) کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا جس ہاتھ سے طلحہ نے احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔
فائدہ:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ۔ شلاء بفتح الشین وتشدید اللام از سمع شل ہونا ہاتھ کا بیکار ہونا۔
۱؎ حافظ عسقلانی نے اکلیل کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت طلحہ کو انتالیس یا پینتیس زخم لگے اور ان کی دو انگلیاں شہید ہو گئیں۔ (فتح)
ایک روایت حضرت عائشہ سے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب جنگ کا ذکر کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے

کہ وہ سب دن حضرت طلحہؓ کے لئے تھے اور میں پہلا شخص تھا جو واپس پھرا تو دیکھا کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قتال کر رہا ہے ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے کہ وہ حضرت طلحہ ہوں یا میری قوم میں سے کوئی ہو اور میرے اور اس کے درمیان ایک مشرک مرد تھا، سو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ ابو عبیدہ تھا۔ پھر ہم آنحضرتؐ کے پاس پہونچے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے ساتھی کی خبر لو یعنی طلحہ کی، سو ہم نے دیکھا کہ اس کی انگلی کٹ گئی۔ چنانچہ ہم نے اس کا حال درست کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تو بسم اللہ کہتا تو البتہ فرشتے تم کو آسمان کی طرف اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے، پھر حق تعالیٰ نے مشرکوں کو دفع کر دیا۔ (فتح)

۱۰۶۔ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز عن انسٍ قال لما كان يومُ أُحدٍ انهزمَ الناسُ عن النبي صلى الله عليه وسلم وابو طلحة بينَ يدَيِ النبي صلى الله عليه وسلم مجوِّبٌ عليه بحَجَفَةٍ له وكان ابو طلحةَ رجلاً رامياً شديدَ النزعِ كسرَ يومئذٍ قوسين او ثلثا وكان الرجل يمرّ معه بجعبةٍ من النبل فيقولُ انثرها لابي طلحةَ قال ويشرفُ النبي صلى الله عليه وسلم ينظر الى القومِ فيقولُ ابو طلحةَ بابي انت وامي لا تشرف يصيبك سهمٌ من سهامِ القومِ نحري دون نحرِك ولقد رأيتُ عائشةَ بنتَ ابي بكر وامّ سُليم وانهما لمشمّرتان ارى خدَمَ سوقِهما تنقزانِ القِرَبَ على متونهما تفرغانه في افواهِ القومِ ثمّ ترجعانِ فتملآنها ثم تجيئان فتفرغانه في افواه القومِ ولقد وقع السيفُ من يدي ابي طلحةَ امّا مرتين وامّا ثلثاً۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جنگِ احد کے دن جب ایسا ہوا کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گئے (یعنی شکست دیکھ کر صحابہ بھاگنے لگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر میدانِ جنگ میں پورے استقلال اور بہادری کے ساتھ کھڑے رہے) اور ابو طلحہ اپنے چمڑے کی ڈھال سے نبی اکرمؐ کے سامنے پردہ کئے ہوئے یعنی آپ کی حفاظت کر رہے تھے، ابو طلحہ تیر انداز آدمی تھے جو کمان خوب کھینچ کر چلایا کرتے تھے۔ اس روز انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑیں اور کوئی آدمی (مسلمانوں میں سے) ایسا گذرتا جس کے ساتھ تیر کا ترکش (تھیلا) ہوتا تو آنحضرتؐ فرماتے کہ تیروں کو ابو طلحہ کے لئے ڈال دو، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ آنحضورؐ جھانک کر قومِ کفار کی طرف نظر کرتے (ابو طلحہ کی ڈھال کے اوپر سر اٹھا کر قومِ کفار کو دیکھتے) تو حضرت ابو طلحہ کہتے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مت جھانکئے (یعنی سرِ مبارک اوپر نہ اٹھائیے) کہیں قومِ کفار کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینے سے پہلے ہے (یعنی میں اپنی جان آپ پر قربان کرتا ہوں) اور میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ اور ام سُلیم (حضرت انسؓ کی والدہؓ) اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں ان دونوں (عائشہ اور والدہ) کے پازیب کو دیکھ رہا تھا، دونوں اپنی کمر پر مشکیزے اٹھا رہی تھیں اور لوگوں کو پلا رہی تھیں، پھر واپس لوٹ جاتیں اور مشکیزے بھرتیں اور آکر لشکر والوں کو پلاتیں، اور بلاشبہ حضرت ابو طلحہؓ کے ہاتھوں سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ (شک راوی) تلوار گر گئی۔

فائدہ:۔ مطابقة للترجمة لما كان يوم احد مر الحديث صفحہ ۴۰۳ و ۵۳۷

مجوّب اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں درست ہے لیکن اسم فاعل کو ترجیح ہے۔ حجفة بفتح الحاء المہملہ والجیم

ڈھال جعبۃ بفتح الجیم وسکون العین وفتح الباء ترکش۔

فائدہ ۲: مسلم کی روایت میں اتنی زیادتی ہے "یہ تلوار کا گرنا اونگھنے کی وجہ سے تھا اور یہی مراد ہے آیت کریمہ میں ـــ اذ یغشیکم النعاس امنۃ (عمدۃ القاری)

۱۰۷۔ حدثنی عبید اللہ بن سعید قال حدثنا ابو اسامۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت لما کان یوم احد ھزم المشرکون فصرخ ابلیس لعنۃ اللہ علیہ ای عباد اللہ اخراکم فرجعت اولاھم فاجتلدت ھی واخراھم فبصر حذیفۃ فاذا ھو بابیہ الیمان فقال ای عباد اللہ ابی ابی قال فواللہ ما احتجزوا حتی قتلوہ فقال حذیفۃ یغفر اللہ لکم قال عروۃ فواللہ مازالت فی حذیفۃ بقیۃ خیر حتی لحق باللہ بصرت علمت من البصیرۃ فی الامر وابصرت من بصر العین ویقال بصرت وابصرت واحد۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب جنگِ احد کا دن ہوا تو پہلے مشرکین شکست کھا گئے تو شیطان لعنت اللہ علیہ چلایا کہ اے اللہ کے بندو (اے مسلمانو) اپنے پیچھے والوں سے بچو، چنانچہ ان کے اگلے مسلمان لوٹ پڑے اور وہ (اگلے) اور پچھلے لڑنے لگے (مطلب یہ ہے کہ شیطان کے چلانے سے مسلمانوں کو غلط فہمی ہوئی اور شیطان کی آواز کو اپنے کسی آدمی کی آواز سمجھ کر پیچھے والوں پر حملہ کر دیا حالانکہ ان کے پیچھے بھی مسلمان ہی تھے۔ اس طرح مسلمان آپس ہی میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور تلوار بازی کرنے لگے) سو حذیفہ (بن یمانؓ) نے دیکھا کہ ان کے باپ یمان ہیں (جن کو مسلمان کافر سمجھ کر مار رہے تھے) تو حذیفہؓ نے کہا اے اللہ کے بندو! میرا باپ ہے میرا باپ۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم مسلمان باز نہیں آئے یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا، پھر حذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم حضرت حذیفہؓ میں ہمیشہ رہی بقیہ نیکی (یعنی اپنے باپ کے قاتل مسلمانوں کے لئے دعاءِ مغفرت کرتے رہے) یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے (یعنی مرتے دم تک) بصرت (بضم الصاد وسکون الراء) بمعنی علمت ہے۔ بصیرت فی الامر سے مشتق ہے یعنی میں نے معاملہ کو جان لیا سمجھ لیا، اور ابصرت مشتق ہے بصر العین سے یعنی آنکھ سے دیکھا، اور یہ بھی قول ہے کہ بصرت اور ابصرت دونوں کے معنی ایک ہیں۔

فائدہ: مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔ وھٰذا الحدیث صفحہ ۴۶۴ تا صفحہ ۴۶۵

اخراکم ای احترزوا من جہۃ اخراکم یعنی اپنی پیچھے کی طرف سے بچو۔ یہ کلمہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کو لڑائی کے وقت پیچھے سے دشمن کے حملہ کا خوف ہو اور جنگِ احد میں یہ حال اس وقت ہوا جبکہ تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے کافروں میں گھس پڑے۔ فبصر حذیفۃ یعنی حذیفہ نے جب اپنے باپ کو دیکھا تو کہا ابی ابی یعنی میرا باپ ہے، اس کو چھوڑ دو، یہ تو مسلمان ہے اور تمہارا آدمی ہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ کے والد یمانؓ اور ثابت بن وقش دونوں شیخ کبیر یعنی بہت بوڑھے تھے اس لئے آنحضرتؐ نے ان دونوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا لیکن دونوں نے مسلمانوں کی شکست دیکھی تو شوقِ شہادت میں مسلمانوں سے جا ملے تو ثابتؓ کو کافروں کے ہی ہاتھوں شہادت ملی لیکن حضرت حذیفہ کے والد یمانؓ سہواً غلطی میں مسلمانوں ہی کی تلواریں لگ گئیں ـــ حضرت حذیفہؓ نے کہا تم لوگوں نے میرے باپ کو قتل کر دیا، مسلمانوں نے کہا خدا کی قسم ہم نے ان کو نہیں پہچانا۔ اس پر

حضرت حذیفہ نے تصدیق کی اور فرمانے لگے خدا تم لوگوں کو معاف کر دے، آنحضرت ﷺ نے حذیفہ کو دیت دینا چاہا مگر حذیفہ نے مسلمانوں سے دیت بھی معاف کر دی اس وجہ سے مزید خیر ونیکی حاصل کی۔

باب قول الله تعالیٰ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلهم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا الله عنهم ان الله غفور حلیم (پ ع)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ بے شک تم میں سے جن لوگوں نے اس دن (میدان جنگ سے) پشت پھیر دی تھی جس دن کہ دونوں جماعتیں (مسلمانوں اور کافروں کی) باہم مقابل ہوئیں (یعنی احد کے روز) یہ تو صرف اسی سبب سے ہوا کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی ان کے بعض اعمال کے سبب سے، اور بلاشبہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں (کہ مخلص مسلمان کے صدور خطا کے وقت بھی کوئی سزا نہیں دی اور معاف فرما دیا۔)

فائدہ:۔ علماء نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے کہ بھگدڑ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تیرہ آدمی رہ گئے تھے مگر حق تعالیٰ نے اس فرار کو معاف کر دیا۔

جن لوگوں نے اس آیت میں جنگ بدر مراد لی ہے اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر کسی مسلمان سے تولی وفرار ثابت نہیں البتہ سورۂ انفال کی آیت وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم التقی الجمعان میں جنگ بدر مراد ہے۔ بعض ما کسبوا حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ پچاس تیر اندازوں میں صرف دس آدمی قائم رہے اور چالیس اصحاب نے مرکز چھوڑ دیا۔ پس اس قصور نے کتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا اور کتنا عظیم نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۰۸۔ حدثنا عبدان قال اخبرنا ابو حمزة عن عثمان بن موهب قال جاء رجل حج البیت فرای قوما جلوسا فقال من هؤلاء القعود قالوا هؤلاء قریش قال من الشیخ قالوا ابن عمر فاتاه فقال انی سائلك عن شئی افتحدثنی قال انشدك بحرمة هذا البیت اتعلم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم قال فتعلمه تغیب عن بدر فلم یشهدها قال نعم قال فتعلم انه تخلف عن بیعة الرضوان فلم یشهدها قال نعم قال فکبر قال ابن عمر تعال لاخبرك ولابین لك عما سألتنی اما فراره یوم احد فاشهد ان الله عفا عنه واما تغیبه عن بدر فانه کانت تحته بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانت مریضة فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ان لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه واما تغیبه من بیعة الرضوان فانه لو کان احد اعز ببطن مکة من عثمان بن عفان لبعثه مکانه فبعث عثمان وکان بیعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الی

مکۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الیمنیٰ ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ فقال ھذہ لعثمان اذھب بھذا الآن معک۔

ترجمہ:۔ عثمان بن موہب (بفتح المیم والہا) سے روایت ہے کہ ایک شخص حج بیت اللہ کے لئے آیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سو پوچھا کہ یہ بیٹھے ہوئے کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں، اس نے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہیں؟ یعنی جو مجلس میں سب سے ممتاز و مرجع قوم معلوم ہوتے ہیں وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا "ابن عمر رضی اللہ عنہما یعنی عبد اللہ بن عمرؓ ہیں، پھر وہ شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا:" میں آپ سے کچھ پوچھتا ہوں کیا آپ مجھے بتائیں گے (یعنی آپ صاف صاف مجھ کو بتائیے، ہمزہ استفہام لاستعلام ہے۔ بعض روایات میں اس کے بعد نعم بھی ہے) شخص نے کہا میں اس گھر (بیت اللہ) کی عزت کی قسم دیتا ہوں آپ کو، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بن عفانؓ جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس شخص نے کہا" کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بن عفانؓ جنگ بدر سے غائب رہے کہ اس میں شریک نہیں تھے، ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ بھی صحیح ہے، اس شخص نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت الرضوان (حدیبیہ) میں پیچھے رہ گئے اور حاضر نہیں ہوئے تھے، ابن عمر نے فرمایا ہاں یعنی یہ بھی صحیح ہے۔ اس پر اس شخص نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر کہا (چونکہ اس مصری شخص نے اپنے خیال کے مطابق جواب پایا اس لئے انتہائی خوشی اور تعجب کا اظہار کیا اور تکبیر کہی) حضرت ابن عمر نے فرمایا" آؤ تاکہ میں تفصیل بیان کر دوں تجھ سے ان چیزوں کے متعلق جو تم نے سوالات کئے ہیں، بہر حال حضرت عثمان کا فرار جنگ احد میں، سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے، اور جنگ بدر سے حضرت عثمان کا غائب رہنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نکاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (حضرت رقیہؓ) تھیں اور بیمار تھیں اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ جو لوگ غزوۂ بدر میں حاضر و شریک ہوں گے ان میں سے ایک آدمی کا اجر (ثواب آخرت) اور اس کا حصہ (مال غنیمت) تجھ کو ملے گا (مطلب یہ ہے کہ تم رقیہ کی تیمار داری و خبر گیری کرو، پس غزوۂ بدر کی غیر حاضری چونکہ آنحضرتؐ کے حکم سے ہے اس لئے حاضری و شرکت سے بڑھ کر ہے واللہ اعلم) اور ان کا بیعت رضوان سے پیچھے رہنا (شریک نہ ہونا) سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وادی مکہ میں حضرت عثمان سے زیادہ عزیز کوئی ہوتا تو آنحضورؐ عثمانؓ کے بجائے اسی کو بھیجتے (مطلب یہ ہے کہ مکہ میں حضرت عثمان بن عفان کی قرابت اور عزت سب سے زیادہ تھی اس لئے آنحضورؐ نے عثمان ہی کو بھیجا تاکہ مکہ والوں کو خبر کر دیں کہ آنحضرتؐ صرف عمرہ کی غرض سے تشریف لا رہے ہیں جنگ کا ارادہ نہیں ہے) اور بیعت رضوان اس وقت ہوئی جب حضرت عثمان مکہ چلے گئے (یعنی اس میں بھی حضرت عثمانؓ کی غیر حاضری بحکم رسول اللہؐ ہے اسی لئے بیعت کے وقت آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا:" یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اس کو اپنے (بائیں) ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ بیعت عثمان کی ہے، اذھب بھذا! یعنی ابن عمر نے اس شخص (مصری) سے کہا اب اپنے ساتھ اس حدیث کو لے کر جاؤ یعنی سابقہ جوابات کے ساتھ اس تفصیل کو شامل کر لو تاکہ تمہارا دل و دماغ صاف ہو جائے۔

فائدہ:۔ ترجمۃ الباب کی مطابقت حدیث کے مفہوم سے ظاہر ہے اور احد کا تذکرہ اس حدیث میں مکرر ہے۔

۲۸ مر الحدیث صفحہ ۵۲۳

غزوۂ احد کے موقع پر کفار مکہ کے اچانک حملہ سے دہشت پھیل گئی اور صحابہ کرام منتشر ہو گئے مگر آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور صحابہ میں اس قدر افراتفری ہوئی کہ اکثر اصحاب آنحضور ﷺ سے منتشر ہو گئے انہیں میں حضرت عثمان بھی تھے۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد جب آنحضور ﷺ نے صحابہ کو آواز دی تو اصحاب کرام جمع ہو گئے، حق تعالیٰ نے صحابہ کی اس غلطی کو معاف کر دیا اور اپنی کتاب مقدس میں معافی کا اعلان کر دیا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کو اگرچہ نقصان بہت اٹھانا پڑا لیکن یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی کیونکہ نہ مسلمانوں نے ہتھیار ڈالے تھے اور نہ ان کے قائد آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ چھوڑا تھا فتح و شکست کا دار و مدار فوج کے ساتھ کمانڈر کے ہتھیار ڈالنے پر ہوتا ہے حتیٰ کہ آخر میں آنحضرت ﷺ کے پکارنے پر سارے اصحاب جمع ہو گئے تو کافروں ہی نے میدان چھوڑا۔

فائدہ ملا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرمت بیت اللہ کی قسم کھانی جائز ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منع نہیں فرمایا

بخاری صفحہ ۵۸۲

بَابُ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ پ ع، تصعدون تذهبون اصعد و صعد فوق البيت.

ترجمہ:- ہذا باب فی ذکر قولہ تعالیٰ یعنی یہ باب آیت کریمہ کی تفسیر کے بیان میں ہے۔

وہ وقت یاد کرو جب تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے (کہ ادھر آؤ ادھر آؤ مگر تم نے سنا ہی نہیں) سو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں غم دیا بسبب (تمہارے) غم دینے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکہ (اس پاداش اور مصیبت سے تم میں پختگی پیدا ہو جائے جس سے پھر) تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور نہ اس پر جو تم پر مصیبت پڑے اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے کاموں کی۔ تصعدون بمعنی تذهبون مقصد یہ ہے کہ تصعدون اصعاد سے ماخوذ ہے جو ذہاب یعنی جانے کے معنیٰ میں ہے اور صعد ثلاثی ہے جو صعد فوق البیت سے ماخوذ ہے گھر کے اوپر چڑھنا یعنی صعد کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ پس امام بخاریؒ نے یہ بتایا کہ ثلاثی اور رباعی میں فرق ہے (فتح) لیکن امام بخاری کا طرز بیان بتلاتا ہے کہ اصعد اور صعد مترادف و متحد المعنی ہیں یعنی زمین پر چلنے اور بلند جگہ پر چڑھنے کے لئے مشترک ہے واللہ اعلم۔ (فتح)

۱۰۹۔ حدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا زهير قال حدثنا ابو اسحٰق قال سمعت البراء بن عازب قال جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الرجالة یوم احد عبد اللہ بن جبیر واقبلوا منهزمين فذاك اذ يدعوهم الرسول في أخراهم۔

ترجمہ:- حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں پیدل دستہ پر

دشمن کی تعداد پچاس تھی، عبد اللہ بن جبیر کو امیر بنایا تھا ان میں سے کچھ لوگ شکست خوردہ ہو کر آ گئے سو یہی سبب نزول ہے آیت کریمہ "اذ یدعوھم الرسول فی اخراھم" والحدیث مضی صفحہ ۵۷۹
فائدہ:۔ مفصل طور پر یہ حدیث گذر چکی ہے۔ دیکھئے حدیث ۱۰۵

بخاری صفحہ ۵۸۰

باب قوله ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاسا یغشی طائفة منکم و طائفة قد اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیة یقولون ھل لنا من الامر من شیء قل ان الامر کلہ للہ یخفون فی انفسھم ما لا یبدون لک یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم ولیبتلی اللہ ما فی صدورکم ولیمحص ما فی قلوبکم واللہ علیم بذات الصدور ○ (پ ۴)

ترجمہ:۔ یہ باب ارشاد الٰہی کے بیان میں:۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر راحت نازل کی یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت (یعنی اہل ایمان) پر تو نیند کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی (یعنی منافقین کی) کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی (کہ دیکھئے یہاں سے بچ کر بھی جاتے ہیں) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف حقیقت گمان کر رہے تھے مشرکوں جیسا گمان، وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے؟ (مطلب یہ تھا کہ ہماری رائے کسی نے نہیں سنی جو جنگ سے پہلے ہم نے دی تھی خواہ مخواہ سب کو مصیبت میں پھنسا دیا ہے) آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ کا ہی ہے (یعنی سارا معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر تمہاری رائے پر عمل بھی ہوتا جب بھی قضاء الٰہی غالب رہتی اور جو افتاد آنے والی تھی آکر رہتی) وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے رکھتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے (دل میں مشرکانہ خیال لاتے کہ کیا اللہ کی مدد؟ اور کیا روز جزاء؟ سب بناوٹی باتیں ہیں) اور کبھی کہتے کہ اگر ہماری بات مان کر مدینہ سے باہر نہ نکلتے تو ہم مارے نہ جاتے، کبھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار چلتا (یعنی ہماری رائے پر عمل ہوتا) تو ہم یہاں نہ مارے جاتے آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور سب اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات (یعنی ایمان) کی آزمائش کرے اور تاکہ تمہارے دلوں کی بات (یعنی اس ایمان) کو صاف کر دے (کیونکہ مصیبت سے مومن کی توجہ غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جاتی ہے جس سے ایمان کو جلاء اور قوت پہونچتی ہے) اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

۱۱۰۔ وقال لی خلیفة حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا سعید عن قتادة عن انس عن ابی طلحة قال کنت فیمن تغشاہ النعاس یوم احد حتی سقط سیفی من یدی مرارا یسقط واٰخذہ ویسقط واٰخذہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہیں اونگھ ڈھانک رہی تھی احد کے دن یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی تھی گر جاتی (یعنی اونگھ کے غلبہ سے بے اختیار) اور میں

اس کو اٹھالیتا پھر گر جاتی اور میں اس کو اٹھالیتا۔

فائدہ:- مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو چونکہ علی سبیل المذاکرہ ذکر کیا ہے اس لئے حدثنا یا اخبرنا کے صیغہ سے ذکر نہیں کیا گیا چنانچہ شارح بخاری علامہ عینی نے اس حدیث کے شمار میں نہیں لیا ہے لیکن حدیث مسند اور متصل السند ہے اس لئے میں نے اس حدیث پر شمار نمبر قصداً ڈالا ہے۔ اس کی مزید شرح کے لئے حدیث ۱۰۱۸ دیکھئے۔

فائدہ ۱۰۳:- ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ کا عجیب وغریب فضل تھا کہ مخلص مسلمانوں پر ایسی اونگھ نازل فرما دی کہ جیسے کوئی غم نہیں فکر نہیں، ایسا سو رہے ہیں کہ ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑتی ہے بخلاف منافقوں کے کہ مارے غم وفکر کے ذرہ برابر بھی سکون نہیں بالکل خوف کے مارے لرز رہے تھے۔

بخاری صفحہ ۵۸۲

باب لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (پ ۴ ع ۴)

ترجمہ:- یہ باب اس آیت کریمہ کے سبب نزول (شان نزول) کے بیان میں ہے آپ کو اس معاملہ میں (یعنی کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق) کوئی دخل نہیں (خواہ علم کا دخل ہو یا قدرت کا بلکہ یہ سب حق تعالیٰ کے علم اور قبضہ میں ہے آپ کو صبر کرنا چاہئے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا (اسلام کی توفیق دے کر) یا انہیں عذاب دے گا (اگر کفر پر رہے) کیونکہ وہ ظالم ہیں (دونوں صورتوں میں معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے۔

فائدہ:- امام بخاریؒ نے اس باب میں دو روائتیں نقل کی ہیں جس سے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ حافظ عسقلانی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں روایتوں کا تعلق ایک ہی واقعہ (غزوۂ احد) سے ہے کہ غزوۂ احد میں آنحضورؐ کے زخمی ہونے کا جو واقعہ ہوا وہ پہلی روایت حضرت انسؓ کی ہے اور اس پر آنحضورؐ نے جو لعنت وبددعا فرمائی وہ دوسری روایت حضرت عمرؓ کی ہے۔ ان دونوں واقعات پر آیت مذکورہ "لیس لک من الامر" الخ نازل ہوئی۔

نیز اس کا ایک سبب اور ہے جو باب کے اخیر میں ذکر ہوگا (فتح)

قال حميدٌ وثابتٌ عن انسٍ شُجَّ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يوم احدٍ فقال كيف يُفلح قومٌ شجّوا نبيّهم فنزلت ليس لك من الامر شيئٌ۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے (یعنی آپؐ کے دانت شہید ہوگئے اور سر مبارک زخمی ہو کر خون بہنے لگا، تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے اس پر آیت مذکورہ بالا لیس لک من الامر شیئٌ نازل ہوئی۔

فائدہ:- امام بخاری نے حمید الطویل کی اور ثابت البنانی کی حدیث تعلیقاً ذکر کی ہے۔ یہ دونوں روائتیں دوسری کتابوں (ترمذی ومسلم وغیرہ) میں موصول مذکور ہیں۔ حمید کی اس حدیث کو ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ حمید نے مجھ سے حضرت انسؓ کی حدیث بیان کی، حضرت انس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ احد میں رباعی دانت

دنیچے کا) شہید ہوگیا اور چہرہ مبارک زخمی ہوکر خون بہنے لگا تو آپؐ چہرہ انور سے خون پونچھتے اور فرماتے کہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا دراں حالیکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلارہا ہے اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت لیس لك من الامر شیئ نازل فرمائی

ثابت بنانی کی حدیث بھی اسی طرح ہے جس کو مسلم نے موصولا حماد بن مسلمہ سے عن ثابت عن انس نقل کیا ہے۔

ابن ہشام نے ابو سعید خدری کی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (برادر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا بائیں دانت اور نیچے لب مبارک مجروح ہوگیا اور عبداللہ بن شہاب زہری نے آپؐ پر پتھر پھینک کر آپ کا چہرہ مبارک زخمی کیا اور عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو حلقے آپؐ کے رخسار مبارک میں گھس گئے اور مالک بن سنان ابو سعید خدریؓ کے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوس کر نگل گئے تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم کو آگ ہرگز نہیں چھو سکتی یعنی نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

معجم طبرانی میں ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ احد کے دن عبداللہ بن قمیہ نے آنحضورؐ کو پتھر مارا جس سے آپ کا چہرۂ انور زخمی اور دندان مبارک شہید ہوگیا تو آنحضورؐ نے فرمایا "خدا تجھ کو ذلیل و خوار کرے" سو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جو ہمیشہ سینگوں سے مارتا رہا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے (فتح)

نوٹ:۔ دانت کی شہادت سے یہ مراد نہیں ہے کہ جڑ سے اکھڑ گیا بلکہ صرف دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹ پڑا تھا۔

۱۱۱۔ حدثنا یحیی بن عبد الله السلمی قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا معمر عن الزهری حدثنی سالم عن ابیه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رفع راسه من الرکوع من الرکعة الاخرة من الفجر یقول اللهم العن فلانا وفلانا وفلانا بعد ما یقول سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد فانزل الله لیس لك من الامر شیئ الی قوله فانهم ظالمون وعن حنظلة بن ابی سفین سمعت سالم بن عبد الله یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعو علی صفوان بن امیة وسهیل بن عمرو والحارث بن هشام فنزلت لیس لك من الامر شیئ الی قوله فانهم ظالمون۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آنحضورؐ فجر کی دوسری رکعت سے سر اٹھاتے تھے تو فرماتے تھے "اے اللہ فلاں اور فلاں اور فلاں شخص پر لعنت کر (یعنی صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرؓ اور حارث بن ہشام کو اپنی رحمت سے دور کر دیجئے) اور یہ بددعا آپؐ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کے بعد کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت لیس لک من الامر شیئ سے فانھم ظالمون تک نازل کی۔

اور حنظلہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا وہ (سالم) بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بددعا کرتے تھے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر اس پر یہ آیت

لیس لک من الامر شیئی سے فانہم ظالمون تک نازل ہوئی۔

فائدہ:۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تینوں حضرات (صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام) فتح مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کیا اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی (فتح الباری ص۲۸۱ ج۷) اور ایک روایت مسلم شریف جلد اول ص۲۳۷ پر حضرت ابوہریرہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل کفار رعل وذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے تھے پھر جب آیت کریمہ لیس لک من الامر الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے بددعا کرنی چھوڑ دی۔

اب اشکال ہوتا ہے کہ رعل وذکوان کا واقعہ غزوۂ احد کے بعد کا ہے کیونکہ اس کا تعلق بیر معونہ سے ہے جو صفر ۴ھ میں واقع ہوا۔

اس کا جواب حافظ عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ اتنا مضمون "لما نزلت الآیۃ" یعنی یہ آیت نازل ہوئی کا حصہ مدرج منقطع ہے پس شان نزول کے سلسلے میں پہلی روایات صحیح ہیں یعنی آیت کا تعلق غزوۂ احد ہی سے ہے لیکن یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ پھر آنحضورؐ نے بددعا کیوں فرمائی؟ اس لئے صحیح تر جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے بقرینہ تخصیص ضمائر اس حکم کو اہل احد کے ساتھ خاص سمجھا ہو بالخصوص "یتوب علیہم" سے اشارہ ان کے احتمال ایمان کا بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے آپؐ نے رعل وذکوان پر بددعا فرمائی ہو اور وہی آیت دوبارہ وحی سے یاد دلائی گئی ہو تاکہ آپ کو حکم کا عموم معلوم ہو جائے۔

جواب ۲: تطبیق کے لئے یہ بھی جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ غزوۂ احد کے صرف چار ماہ بعد ماہ صفر ۴ھ میں رعل وذکوان کا قصہ ہوا تھا (جس کی تفصیل انشاءاللہ بیر معونہ میں آئے گی)، اس لئے ممکن ہے کہ آیت کا نزول دونوں واقعات کے بعد ہوا ہو اگر سبب نزول سے کچھ مدت بعد آیت کا نزول ہوا ہو تو بعید نہیں۔ بہرحال آپؐ کا بددعا کرنا یا بددعا کا قصد کرنا اجتہاداً تھا وحی الٰہی سے نہ اذن ثابت تھا اور نہ ہی ممانعت، پس عصمت کے متعلق کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

باب ذکر امّ سلیط صفحہ ۵۸۲

یہ باب امّ سلیط کے تذکرہ کے بیان میں ہے

فائدہ:۔ سلیط سین کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

۲ امّ سلیط حضرت ابوسعید خدریؓ کی والدہ ہیں یہ پہلے ابوسلیط کے نکاح میں تھی، ہجرت سے قبل ہی ابوسلیط کا انتقال ہوگیا تھا تو امّ سلیط نے مالک بن سنان خدری سے نکاح کیا اور ابوسعید خدریؓ مشہور صحابی پیدا ہوئے۔ حضرت امّ سلیط ان صحابیات میں سے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں۔

۱۱۲۔ حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن یونس عن ابن شہاب وقال ثعلبۃ بن ابی مالک انّ عمر بن الخطاب قسم مروطا بین النساء اہل المدینۃ فبقی منہا مرط جید فقال لہ بعض من عندہ یا امیر المومنین اعط ھذا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی عندک یریدون امّ کلثوم بنت علیّ فقال عمر امّ سلیط احق بہ وامّ سلیط

من نساءِ الانصار ممّن بایع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال عمر فانہا کانت تزفر لنا القِرَبَ یومَ اُحُدٍ۔

ترجمہ:۔ ثعلبہ بن ابی مالک نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب (فاروقِ اعظم) نے اہل مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، سو ان میں سے ایک عمدہ قسم کی چادر باقی بچ گئی تو ایک شخص نے جو اُن کے قریب تھے کہا "اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی بیٹی (یعنی نواسی) کو دے دیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں" ان کا اشارہ حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی طرف تھا تو عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اس کی زیادہ حقدار ام سلیط ہے۔ ام سلیطؓ ان خواتین انصار میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ وہ ام سلیط غزوۂ احد میں ہم لوگوں کے لئے مشک اٹھا کر لاتی تھیں۔

فائدہ:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ ۔ و مر الحدیث صفحہ ۴۰۳۔

مروط بفتحتین جمع مرط بکسر المیم، اون یا ریشم کی چادر، نیز ہر بے سلا ہوا کپڑا۔ تزفر بالزاء والفاء ای تحمل وزنا و معنی۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رضی اللّٰہ عنہ

یہ باب حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بیان میں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب" (حمزہ) یعنی حضرت حمزہؓ (آنحضورؐ کے چچا) شہیدوں کے سردار ہیں۔

۱۱۳۔ حدثنی ابوجعفرٍ محمدُ بنُ عبدِ اللّٰہِ قال حدثنا حُجَینُ بنُ المثنّی قال حدثنا عبدُ العزیزِ بنُ عبدِ اللّٰہِ بنِ ابی سَلَمۃَ عن عبدِ اللّٰہِ بنِ الفضلِ عن سلیمنَ بن یسارٍ عن جعفرِ بنِ عمرو بنِ امیۃَ الضمریِ قال خرجتُ معَ عبیدِ اللّٰہِ بنِ عدیّ بنِ الخیارِ فلما قدمنا حِمصَ قال لی عبیدُ اللّٰہ هل لکَ فی وحشیٍّ نسألُه عن قتلِ حمزۃَ قلتُ نعم وکان وحشیٌّ یسکنُ حِمصَ فسألنا عنہ فقیل لنا هو ذاک فی ظلِّ قصرِہٖ کانّہ حمیتٌ قال فجئنا حتی وقفنا علیہ بیسیرٍ فسلّمنا فردّ السلامَ قال وعبیدُ اللّٰہ معتجرٌ بعمامتہ ما یری وحشیٌّ الّا عینیہ ورجلیہ فقال عبیدُ اللّٰہ یا وحشیُّ اتعرفنی قال فنظر الیہ ثم قال لا واللّٰہ الا انی اعلم انّ عدیَّ بنَ الخیارِ تزوّج امرأۃً یقال لہا امُّ قتالٍ بنتُ ابی العیصِ فولدت لہ غلامًا بمکۃَ فکنتُ استرضعُ لہ فحملتُ ذالک الغلامَ مع امہ فناولتُہا ایاہ فلکانی نظرتُ الی قدمیک قال فکشف عبیدُ اللّٰہ عن وجهہ ثم قال الا تخبرنا بقتلِ حمزۃَ قال نعم انّ حمزۃَ قتلَ طُعیمۃَ بنَ عدیِّ بنِ الخیارِ ببدرٍ فقال لی مولای جُبیرُ بنُ مطعمٍ ان قتلتَ حمزۃَ بعمّی فانت حرٌّ قال فلما ان خرج الناسُ عامَ عینینَ وعینینُ جبلٌ من جبالِ احدٍ بینہ وادٍ خرجتُ مع الناسِ الی القتالِ فلما ان اصطفّوا للقتالِ خرج سباعٌ فقال هل من مبارزٍ قال فخرج الیہ حمزۃُ بنُ عبدِ المطلبِ فقال یا سباعُ یا ابنَ امِّ انمارٍ مقطعۃِ البظورِ

انحاد الله ورسوله قال ثم شد علیه فکان کامس الذاهب قال وکمنت لحمزة تحت صخرة فلما دنا منی رمیته بحربتی فاضعها فی ثنته حتی خرجت من بین وركیه قال فکان ذاك العهد به فلما رجع الناس رجعت معهم فاقمت بمکة حتی فشا فیها الاسلام ثم خرجت الی الطائف فارسلوا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رسلا فقیل لی انه لا یهیج الرسل قال فخرجت معهم حتی قدمت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما رانی قال انت وحشی قلت نعم قال انت قتلت حمزة قلت قد کان من الامر ما بلغك قال فهل تستطیع ان تغیب وجهك عنی قال فخرجت فلما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم فخرج مسیلمة الکذاب قلت لاخرجن الی مسیلمة لعلی اقتله فاکافی به حمزة قال فخرجت مع الناس فکان من امره ما کان قال فاذا رجل قائم فی ثلمة جدار کانه جمل اورق ثائر الراس قال فرمیته بحربتی فاضعها بین ثدییه حتی خرجت من بین کتفیه قال ووثب الیه رجل من الانصار فضربه بالسیف علی هامته قال عبد الله بن الفضل فاخبرنی سلیمان بن یسار انه سمع عبد الله بن عمر یقول فقالت جاریة علی ظهر بیت وا امیر المؤمنین قتله العبد الاسود۔

ترجمہ:- حضرت جعفر بن عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا (یعنی سفر میں) سو جب حمص پہونچے تو مجھ سے عبید اللہ نے کہا "کیا تجھ کو وحشی سے ملاقات کی خواہش ہے؟ (یعنی جس نے غزوہ احد میں بحالت کفر آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ ہم لوگ وحشی سے مل کر حضرت حمزہ کی شہادت کا حال معلوم کریں) میں نے کہا ہاں (یعنی ٹھیک ہے چلنا چاہیئے) اور وحشی حمص میں رہتا تھا، چنانچہ ہم نے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا تو ہم سے کہا گیا (یعنی وحشی کا پتہ بتایا گیا) کہ وہ یہ اپنے محل کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کہ وہ موٹا سا کپّا کالے رنگ کا یعنی پانی سے بھری مشک ہو (اور ایک روایت میں ہے کہ جب ہم نے لوگوں سے وحشی کا پتہ پوچھا تو ایک شخص نے ہم سے کہا کہ وہ بہت شراب پیتا ہے سو اگر تم اس کو نشہ کی حالت میں پاؤ تو اس سے کچھ مت پوچھنا اور واپس لوٹ آنا۔ اور اگر افاقہ کی حالت ہو تو جو دل چاہے پوچھو) جعفر نے بیان کیا کہ پھر ہم ان کے پاس آئے اور تھوڑی دیر ان کے پاس کھڑے رہے پھر ہم نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، جعفر نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی اس طرح لپیٹ لی تھی کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں اور دونوں پاؤں دیکھ سکتے تھے، سو عبید اللہ نے کہا، اے وحشی! کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ جعفر نے بیان کیا کہ پھر وحشی نے عبید اللہ کی طرف نظر کی اور کہا کہ نہیں خدا کی قسم مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا سو اس عورت نے عدی بن خیار کے لئے مکہ میں ایک لڑکا جنا سو میں نے اس کے لئے انّا (دودھ پلانے والی عورت) تلاش کی تھی پھر میں اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اس کی ماں (رضاعی) کے پاس اور اس لڑکے کو اس مرضعہ کو دے دیا، سو گویا کہ میں نے تیرے دونوں پاؤں کو دیکھا تھا اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ خدا کی قسم میں نے تجھ کو اس وقت سے نہیں دیکھا جب سے میں نے تجھ کو تیری ماں سعدیہ کے حوالے کیا جس نے تجھ کو مقام ذی طوی میں دودھ پلایا، میں نے جس وقت تجھ کو سعدیہ کے ہاتھ میں دیا تھا وہ اس وقت اونٹ پر تھی۔

توجب اس نے لیا تو میں نے تیرے پاؤں کو دیکھا تھا پھر میں نے تجھ کو کبھی نہیں دیکھا مگر یہ کہ تو میرے پاس کھڑا ہوا اور میں نے تیرا قدم پہچانا' اس روایت سے وضاحت ہوتی ہے۔ روایت ماتی الباب کا لفظ لکانی نظرت الیٰ قدمیک' یعنی وحشی نے تشبیہ دی اس لڑکے کے قدمین کو جس کو اٹھایا تھا کہ ہو بہو وہی ہے حالانکہ درمیان میں پچاس سال کا فاصلہ ہے اس سے وحشی کی ذکاوت اور کمال قیافہ شناسی کا اندازہ ہوتا ہے، جعفر نے بیان کیا کہ عبید اللہ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا لیا پھر کہا" کیا آپ ہم سے حضرت حمزہ کی شہادت نہیں بیان کریں گے ؟ اس نے کہا ہاں (یعنی ان کا قصہ یہ ہے) کہ حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا تو میرے مولیٰ (مالک) جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے میرے چچا (طعیمہ) کے بدلے میں حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' وحشی نے کہا کہ پھر جب لوگ یعنی قریش عینین کے سال (غزوۂ احد کے سال) جنگ کے لئے نکلے اور عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے اس کے درمیان (یعنی احد اور عینین کے درمیان) ایک وادی (نالا) حائل ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف نکلا سو جب لوگوں نے جنگ کے لئے صف بندی کی تو سباع نکلا' (یعنی قریش کی صف میں سے سباع بن عبد العزی نکلا) اور اس نے کہا "هل من مبارز" ہے کوئی لڑنے والا ؟ اس نے بیان کیا کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اس کی طرف نکلے اور فرمایا " اے سباع اے ام انمار کے بیٹے جو عورتوں کی ختنہ کرنے والی ہے (مطلب یہ ہے کہ حضرت حمزہ نے اس کو عار دلایا کہ تو اس عورت کا بیٹا ہے جو مکہ میں عورتوں کی شرمگاہ کی ختنہ کیا کرتی تھی) کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے ؟ بیان کیا کہ پھر حمزہؓ نے اس پر حملہ کیا چنانچہ وہ زائل ہونے والے گذشتہ دن کی طرح ہوگیا یعنی بالکل مرگیا۔ وحشی نے بیان کیا کہ میں حمزہ کے مارنے کے لئے ایک چٹان کے نیچے چھپ گیا سو جب وہ مجھ سے قریب ہوئے میں نے ان کو اپنا نیزہ مارا، چنانچہ میں نے اس نیزہ کو ان کی شرمگاہ یعنی ناف کے نیچے لگایا یہاں تک کہ ان کے دونوں سرین کے پار ہوگیا' بیان کیا کہ سو تھا یہ نیزہ مارنا اس کا معاملہ (یعنی ان کی موت ہوگئی) پھر جب لوگ (قریش) واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آگیا اور میں مکہ میں مقیم رہا یہاں تک اس مکہ میں اسلام پھیل گیا (یعنی مکہ فتح ہوگیا) تو میں طائف چلا گیا (ابن اسحاق کی روایت میں ہے فلما افتتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ هربت منها الی الطائف حضور نے جب مکہ فتح کرلیا تو میں مکہ سے بھاگ کر طائف نکل گیا) پھر طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصدوں کو یعنی وفد بھیجا (ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ طائف کا وفد اسلام و اطاعت کے لئے نکلا تو میں تردد میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں ؟ شاید یمن وغیرہ بھاگنا پڑے گا) تو مجھ سے کسی نے کہا کہ وہ (یعنی آنحضورؐ) قاصدوں پر برانگیختہ نہیں ہوتے ہیں۔

(یعنی حضورؐ سے قاصدوں کو تکلیف نہیں پہونچتی ہے، طیالسی کی روایت میں ہے کہ جب طائف والوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے وفد بھیجا تو مجھ پر زمین تنگ ہوگئی اور میں نے شام کی طرف بھاگنے کا ارادہ کرلیا تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تجھ پر تباہی ہے۔ اسے تو مسلمان ہو جا' خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو بالکل چھوڑ دیتے ہیں) وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں ان قاصدوں کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سو جب آنحضورؐ نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا "کیا تو وحشی ہے ؟ میں نے عرض کیا ہاں' آنحضور نے فرمایا" کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا ؟ میں نے عرض کیا بے شک ہوا ہے وہ کام جو آپ کو پہونچا (یعنی حضرت حمزہ کی شہادت کے متعلق جو خبر آپ کو پہونچی ہے کہ یہ کام وحشی نے کیا ہے تو یہ خبر صحیح ہے) آنحضور نے فرمایا کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنی صورت مجھ سے چھپائے رکھو یعنی میری نظر کے سامنے نہ آؤ۔ وحشی نے بیان کیا کہ میں نکل گیا (یعنی مجھ کو بہت افسوس ہوا کہ آنحضرتؐ کی زیارت سے محرومی ہے۔

یہاں تک کہ آنحضور کا انتقال ہوگیا)، ایک روایت میں ہے کہ آنحضور نے فرمایا "اے وحشی جا اور خدا کی راہ میں جہاد کر جیسے تو لوگوں کو خدا کی راہ سے روکا کرتا تھا) پھر جب آنحضور کی وفات ہوئی اور مسیلمہ کذاب نے خروج کیا (یعنی پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کیا)، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا شاید میں اس کو قتل کر سکوں اور اس سے حضرت حمزہؓ کی مکافات کر سکوں (یعنی شرالناس و بدترین خلائق کو قتل کر کے خیرالناس کے گناہ قتل کی معافی ہو سکے)، وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں لوگوں (مسلمانوں) کے ساتھ نکلا سو ہوا اس کے معاملہ میں جو ہوا (یعنی مسیلمہ کذاب اور حضرات صحابہ کے درمیان جنگ ہوئی مسیلمہ کذاب مارا گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی جس کی تفصیل کتاب الفتن میں آئے گی انشاء اللہ) وحشی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا (میدان جنگ میں) کہ ایک شخص یعنی مسیلمہ دیوار کی شگاف (درار) میں لگا کھڑا ہے جیسے گندمی رنگ کا کوئی اونٹ ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے وحشی نے بیان کیا کہ میں نے اپنا نیزہ اس پر پھینک کر مارا۔ (یعنی وہ نیزہ جس سے حضرت حمزہ کی شہادت ہوئی تھی) سو میں نے اس نیزے کو اس کے سینے پر لگایا یہاں تک کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان پار نکل گیا، بیان کیا کہ ایک انصاری مرد (صحابی) جھپٹے اور تلوار سے اس کی کھوپڑی پر مارا (مطلب یہ ہے کہ جب حضرت وحشی کا نیزہ مسیلمہ کو لگا تو مسیلمہ گر کر تڑپنے لگا تو ایک انصاری صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے تلوار سے مارا) عبداللہ بن فضل نے بیان کیا کہ مجھ سے سلیمان بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا آپ (عبداللہ بن عمر) بیان کر رہے تھے کہ (مسیلمہ کذاب کے قتل ہونے پر) ایک لڑکی نے گھر کی چھت پر اعلان کیا "کہ امیرالمومنین (یعنی مسیلمہ کذاب) کو ایک کالے غلام حضرت وحشی نے قتل کر دیا۔

فائدہ:- مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

جمل اورق خاکستری رنگ والا اونٹ یعنی جنگ کے گرد وغبار سے بالکل بھوت بنا ہوا تھا۔ **رجل من الانصار** عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں جیسا کہ اسحاق بن راہویہ اور واقدی کا بیان ہے۔ **فقالت جاریۃ علیٰ ظھر بیت** الخ اس میں اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مسیلمۃ الکذاب کو حضرت وحشی نے قتل کیا لیکن اس لڑکی نے جو مسیلمہ کے بارے میں امیرالمومنین کا لفظ کہا اس میں نظر ہے اس لئے کہ مسیلمہ کا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا تھا نیز اس وقت تک امیرالمومنین کا لقب موجود ہی نہیں تھا۔ یہ لقب سب سے پہلے حضرت عمر فاروق کو دیا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ مسیلمہ کذاب کے بہت بعد کا ہے اس لئے اس نسبت میں تامل ہے۔

استنباط مسائل:- اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے پر پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ وارد ہے الاسلام یہدم ما کان قبلہ" ۲ جنگ و لڑائی میں اپنی حفاظت و بچاؤ کا خیال رکھنا چاہئے ۳ جنگ کے موقعہ پر کسی دشمن کو حقیر و معمولی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ حضرت حمزہ نے سباع کو مار کر واپسی میں وحشی کو ضرور دیکھا ہو گا۔ لیکن معمولی و حقیر سمجھ کر توجہ نہیں کی پھر جو ہونا تھا ہوا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کی تلاش میں نکلے تو آپؐ نے ان کو بطن وادی میں مثلہ کیا ہوا (ناک کان کٹا ہوا) پایا آپ کا دل بھر آیا، آپ نے فرمایا کہ اگر صفیہ (بنت عبدالمطلب یعنی حمزہ کی بہن) غمناک و رنجیدہ نہ ہوتی اور اس کا خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد طریقہ مسنون ٹھہر جائے گا تو میں یہیں چھوڑ دیتا کہ درندے اور پرندے کھاتے پھر قیامت کے روز درندوں کے شکم سے اور پرندوں کے پوٹوں سے اٹھائے جاتے۔

ابن ہشام نے اتنی زیادتی کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہوکر فرمایا کہ حضرت حمزہ کا نام آسمان میں اسد اللہ اور اسد رسولہ (یعنی اللہ اور اس کے رسول کا شیر) لکھا گیا ہے۔

آپ نے اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تو تیرے بدلے ستر کافروں کو مثلہ کروں گا آپ اس جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (سورۂ نحل)	اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم کو تکلیف پہونچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا محض اللہ کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ آپ ان پر غمگین ہوں اور نہ ان کے مکر سے تنگ دل ہوں۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں اور نیکوں کے ساتھ ہے۔

آپ نے صبر فرمایا اور قسم کا کفارہ دیا اور اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔

باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد

یہ باب ان زخموں کے بیان میں ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احد میں پہونچے تھے

فائدہ:۔ کچھ بیان اس کا "باب لیس لک من الامر شیئ" کے ماتحت گذر چکا ہے، خلاصہ تمام اخبار کا یہ ہے کہ آپ کا چہرۂ انور زخمی ہوا ۱ دندان مبارک ٹوٹے ۲ ۳ رخسار مبارک اور نیچے کے ہونٹ اندر سے زخمی ہوئے ۴ ۵ اور گھٹنے میں خراش آگئی۔ (فتح)

۱۱۴۔ حدثنا اسحٰق بن نصر قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ھمام سمع ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتد غضب اللہ علی قوم فعلوا بنبیہ یشیر الی رباعیتہ اشتد غضب اللہ علی رجل یقتلہ رسول اللہ فی سبیل اللہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا آپ اشارہ کرتے تھے اپنے رباعی (دندان مبارک کے ٹوٹنے) کی طرف، اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص (ابی بن خلف) پر جس کو اللہ کے رسول اللہ کے راستے میں قتل کر دیں۔

فائدہ:۔ ترجمہ کی مطابقت یشیر الی رباعیتہ الخ سے حاصل ہوگی۔ یعنی دندان مبارک کا زخمی ہونا اُحد کے روز ہوا۔

۱۔ یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے نیز اس کے بعد والی حدیث حضرت ابن عباس کی بھی مراسیل صحابہ میں سے ہے چونکہ حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما غزوۂ احد میں شریک نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ بعد میں کسی صحابی سے سن کر روایت کی ہے۔

۲۔ رباعیتہ بفتح الراء وتخفیف الموحدہ (فتح) اوزاعی سے روایت ہے کہ جب آنحضور احد کے روز زخمی ہوئے تو کوئی چیز لے کر خون پونچھنے لگے اگر خون کا کچھ حصہ زمین پر گرتا تو آسمان سے عذاب نازل ہوجاتا۔ پھر آنحضور نے

فرمایا اللّٰھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

۱۱۵۔ حدثنی مخلد بن مالکٍ قال حدثنا یحیی بن سعیدِ الاُموی قال حدثنی ابن جُرَیج عن عمرو بن دینارٍ عن عِکرمۃ عن ابن عباسٍ قال اشتد غضبُ اللّٰہ علیٰ من قتلہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سبیل اللّٰہ اشتد غضب اللّٰہ علی قومٍ دمّوا وجہَ نبیّ اللّٰہِ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر انتہائی غضب نازل ہوا جس کو اللہ کے نبی نے اللہ کے راستے میں قتل کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب اس قوم پر ہوا جنہوں نے اللہ کے نبی کا چہرۂ انور خون آلود کیا۔

فائدہ:۔ یعنی غزوۂ احد کے موقع پر اور یہی ترجمۃ الباب کی مطابقت ہے۔

بابٌ ای ہٰذا بابٌ وہو کالفصل من الباب السابق اور اکثر نسخوں میں اس جگہ لفظ باب نہیں ہے۔

۱۱۶۔ حدثنا قتیبۃ بن سعیدٍ قال حدثنا یعقوبُ عن ابی حازمٍ انّہ سمع سہلَ بن سعدٍ وھو یُسأل عن جرحِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اما واللّٰہ انّی لاَعرفُ من کان یغسلُ جرحَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومن کان یسکبُ الماءَ وبما دُووِیَ قال کانت فاطمۃ بنتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تغسلہ وعلیٌّ یسکب الماءَ بالمجَنّ فلما رأت فاطمۃ انّ الماءَ لا یزید الدّمَ الّا کثرۃً اخذت قطعۃً من حصیرٍ فاحرقتہا فالصقتہا فاستمسک الدمُ وکسرت رباعیتہ یومئذٍ وجرح وجہہ وکُسرت البیضۃُ علیٰ راسہ

ترجمہ:۔ ابو حازم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعدؓ سے سنا، آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا گیا تھا (جو زخم غزوۂ احد میں آپ کو پہونچا تھا) آپ (سہل بن سعد) نے کہا سنو خدا کی قسم میں خوب پہچانتا ہوں (یعنی یقینی طور پر یاد ہے)، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھوتا تھا اور جو پانی ڈالتا تھا اور جس چیز سے آپ کا علاج کیا گیا، حضرت سہل نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈالتے تھے پھر جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی سے اور خون بہہ رہا ہے تو فاطمہ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اس کو جلایا پھر اس کو زخم پر چپکا دیا چنانچہ خون بند ہو گیا، اسی روز آپ کے دندان مبارک ٹوٹے تھے اور آپؐ کا چہرہ انور زخمی ہوا تھا۔ اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔

فائدہ:۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مشرکین جب میدان احد سے واپس لوٹ گئے تو مسلمانوں کی عورتیں صحابہ کی خبر گیری کرنے کے لئے مدینہ سے نکلیں ان میں سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ بھی تھیں، آکر حضرت فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ چہرۂ انور سے خون جاری ہے تو حضرت علیؓ سپر (ڈھال) میں پانی بھر کر لاتے اور فاطمہؓ دھوتی تھیں لیکن خون کسی طرح تھمتا نہیں تھا، جب دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جاتا ہے تو ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ زخم پر چپکائی تب خون بند ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد کے دن ابن قمیہ نے آنحضورؐ کو زخمی کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے یہ زخم لو اور میں ابن قمیہ ہوں۔ تو آنحضور نے اس کو بد دعا دی کہ خدا تجھ کو ذلیل و خوار کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب ابن قمیہ گھر پہونچا اور بکریاں لے کر پہاڑ پر گیا تو ایک جنگلی بکرے نے اس پر سخت حملہ کیا اور سینگ سے مار مار کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

استنباط مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری میں علاج کرنا جائز ہے۔ ۲۔ علاج کرنا توکل کے منافی نہیں

ہو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی امراض جسمانیہ و تکالیف بدنیہ لاحق ہوتی ہیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور ان کے متبعین ان حضرات کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ حضرات اللہ جل جلالہ کے پاک اور مخلص بندے ہیں۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی مختار کل اور خدا نہیں ہیں۔ ان حضرات کے معجزات کو نبوت و رسالت کے دلائل سمجھیں۔

۱۱۷۔ حدثنی عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا ابن جریج عن عمرو بن دینار عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اشتد غضب اللہ علی من قتلہ نبی واشتد غضب اللہ علی من دمی وجہ رسول اللہ۔

ترجمہ:۔ ابن عباس سے روایت ہے آپؓ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس شخص پر جس کو اللہ کا نبی قتل کردے اور اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے اس شخص پر (یعنی عبداللہ بن قمیہ پر) جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو خون آلود کیا

فائدہ:۔ حدیث ۱۱۱ اور حدیث ۱۱۲ دیکھئے۔

منہ باب الذین استجابوا للہ والرسول۔

یہ باب ارشاد باری تعالیٰ الذین استجابوا للہ الخ کے شان نزول کے بیان میں ہے۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ جنہوں نے زخم پہنچنے کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم قبول کیا تو ایسے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم ہے۔

غزوۂ حمراء الاسد جنگ احد ختم ہو جانے کے بعد جب کفار قریش میدان احد سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ غالب آجانے کے بعد ہم واپس لوٹ آئے۔ ہمیں چاہیئے تھا کہ ایک حملہ کر کے ہزیمت یافتہ مسلمانوں کو ختم کر دیتے اس پر واپسی اور دوبارہ حملہ کے مشورے ہونے لگے۔ کفار قریش کا یہ مشورہ ۱۵ شوال شنبہ کا دن گذار کر یکشنبہ کی رات کو ہوا، علی الصباح جس وقت حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی اور آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کے مخبر نے اس کی اطلاع دی کہ کفار قریش کی فوجیں ابھی مکہ واپس نہیں گئی ہیں بلکہ مقام روحاء میں جا کر ٹھہر گئی ہیں اور دوبارہ حملہ کا مشورہ ہو رہا ہے۔ آنحضورؐ نے فوراً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو طلب فرما کر مشورہ کیا، انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ خود دشمن کا تعاقب فرمائیں ان کافروں کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ ہمارے اہل و عیال کی طرف نظر اٹھائیں۔ اس مشورہ کے بعد آنحضورؐ نے اسی وقت حضرت بلال کو بھیج کر منادی کرا دی کہ دشمنوں کے تعاقب میں نکلنے کے لئے تیار ہو جائیں اور صرف وہی لوگ نکلیں جو کل جنگ احد میں شریک تھے۔

اس پر حضرت جابر بن عبداللہؓ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ" حضور پر روشن ہے کہ اس جاں نثار کو شرف حاضری کا بے حد شوق ہے لیکن غزوۂ احد میں یہ عذر پیش آگیا کہ والد محترم جب احد کے لئے روانہ ہونے لگے تو مجھے میری بہنوں کی خبرگیری کے لئے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ عورتیں بالکل تنہا رہ جائیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تم کو اجازت دے دوں اور خود آنحضورؐ کے ساتھ شریک جہاد ہونے کی سعادت سے محروم ہو جاؤں شاید مجھے شہادت ہی نصیب ہو جائے اس لئے والد کے حکم پر مجھے بہنوں کی خبرگیری کے لئے رکنا پڑا اور والد صاحب کو اللہ نے اس نعمت سے نوازا اور وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اب مجھے ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیں، آپ نے اجازت دے دی اس خروج سے آنحضور کا مقصد

یہ تھا کہ کفار قریش یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان کمزور و پست ہو چکے ہیں ۔ صحابہ باوجودیکہ زخمی اور نیم جان ہو چکے تھے اور کچھ آرام کا موقع بھی نہ ملا تھا لیکن آپ کے اعلان پر نکل پڑے ۔

رشتہ درگردنم افگندہ دوست　　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۶ شوال یوم یکشنبہ مدینہ سے نکل کر آپ نے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے آپ مقام حمراء الاسد میں مقیم تھے کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی معبد خزاعی جو اس وقت تک مسلمان نہیں تھا مگر مسلمانوں کا بہت بڑا ہمدرد اور حلیف تھا ۔ احد کی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ان اصحاب کی تعزیت کی جو احد میں شہید ہوئے تھے ۔ معبد آپ سے رخصت ہو کر کفار قریش کے لشکر میں پہنچا جو ابھی تک مقام روحاء میں پڑے ہوئے مشورہ کر رہے تھے ، معبد ابوسفیان سے جا کر ملا ۔ ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے ، معبد نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک بڑی فوج لے کر تمہارے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکل چکے ہیں ان کے بڑے لشکر کو حمراء الاسد میں دیکھ کر آیا ہوں جو پورے ساز و سامان سے تمہارے تعاقب میں نکلا ہے ۔ یہ سنتے ہی ابوسفیانؓ انتہائی مرعوب ہوا اور مکہ واپس ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن قیام فرما کر جمعہ کے دن مدینہ تشریف لائے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ الذین استجابوا الآیۃ (فتح)

۸۱۰ ۔ حدثنا محمد قال حدثنا ابو معاویۃ عن هشام عن ابیه عن عائشۃ الذین استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرح للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم قالت لعروۃ یا ابن اختی کان ابوك منهم الزبیر و ابوبکر لما اصاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اصاب یوم احد فانصرف عنه المشرکون خاف ان یرجعوا فقال من یذهب فی اثرهم فانتدب منهم سبعون رجلا قال کان فیهم ابوبکر والزبیر ۔

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آیت مبارکہ الذین استجابو للّٰہ الخ کے شان نزول میں ، جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی بات کو مانا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہونچ چکا تھا تو ایسے نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے عظیم اجر ہے حضرت عائشہ نے عروہ سے کہا " اے میرے بھانجے تمہارے والد زبیر اور دادا تمہارے نانا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما انہیں (اجر عظیم کے مستحقین) میں سے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز تکلیف پہونچی جو پہونچی تھی ، اور مشرکین واپس جانے لگے تو آنحضورؐ کو اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں مشرکین واپس لوٹ کر حملہ نہ کریں اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان مشرکین کا تعاقب کرنے کون جائے گا ؟ اسی وقت ستر صحابہ نے اپنی خدمات پیش کیں ۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر ان ہی میں سے تھے ۔

فائدہ :- ان ہی بزرگوں میں سے تھے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ عمار بن یاسرؓ طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبد الرحمن بن عوف وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

بَابُ من قُتِلَ مِنَ المُسلِمِینَ یَومَ اُحُدٍ مِنھُم حَمزَۃُ بنُ عَبدِ المُطَّلِبِ وَالیَمَانُ وَالنَّضرُ بنُ اَنَسٍ وَمُصعَبُ بنُ عُمَیرٍ

یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جو غزوۂ احد کے اندر مسلمانوں میں سے شہید ہوئے ان میں سے حمزہ بن عبد المطلب اور یمان اور انس بن نضر اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم تھے۔

فائدہ :۔ حضرت حمزہ کا مفصل بیان مستقل باب میں صفحہ ۱۶۵ میں نیز حدیث ۱۱۳ میں گذر چکا ہے۔ ملا حضرت یمان رضی اللہ عنہ یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں جن کا بیان حدیث ۱۰۲ میں گذر چکا ہے۔

ملا نضر بن انس اصل کتاب کے متن میں اسی طرح ہے لیکن صحیح انس بن نضر ہے جیسا کہ کتاب کے بغل میں نسخہ کے نشان سے ظاہر کر دیا گیا ہے کیونکہ نضر بن انس جو حضرت انس بن نضر کے صاحبزادے کا نام ہے اس وقت کم عمر تھے جو غزوۂ احد کے بعد بہت دنوں تک حیات رہے، ان بزرگوں کے علاوہ غزوۂ احد میں شہید ہونے والے بزرگوں میں سے حضرت جابر کے والد حضرت عبد اللہ اور تیر اندازوں کے سردار عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ وغیرہم ہیں رضی اللہ عنہم

۱۱۹۔ حدثنی عمرو بن علی قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادۃ قال ما نعلم حیًّا من احیاء العرب اکثر شهید اا عزّ یومَ القیامۃ من الانصار قال قتادۃ وحدثنا انس بن مالک انّہ قُتِل منهم یومَ اُحُدٍ سبعون ویوم بئر معونۃ سبعون ویومَ الیمامۃ سبعون قال فکان بئر معونۃ علیٰ عهدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویومُ الیمامۃ علیٰ عهد ابی بکر یومَ مُسَیلَمَۃَ الکذّاب۔

ترجمہ :۔ قتادہ نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ عرب کے تمام قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ ہو شہید ہونے میں اور قیامت کے روز باعزت ہونے میں (یعنی میرے علم میں تمام قبائل سے قبیلہ انصار زیادہ شہید ہوئے ہیں اور قیامت کے روز سب سے زیادہ عزت پانے والے ہوں گے)، قتادہ نے بیان کیا (موصولا بالاسناد المذکور) کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ غزوۂ احد میں قبیلہ انصار کے ستر افراد شہید ہوئے اور ستر بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور ستر افراد یمامہ کے دن شہید ہوئے، بیان کیا کہ بیر معونہ کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آیا تھا اور یمامہ کی جنگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی تھی جو مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی

فائدہ :۔ ترجمہ کی مطابقت غزوۂ احد میں ستر انصار کی شہادت کا ذکر ہے۔

فائدہ ملا شہداء احد میں سے پینسٹھ اصحاب انصار میں سے اور چار مہاجرین میں سے تھے جیسا کہ ابن اسحاق نے نام بنام شمار کر کے بیان کیا ہے اور ابن مندہ نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ غزوہ احد کے اندر شہید ہونے والوں میں سے چونسٹھ اصحاب انصار میں سے اور چھ اصحاب مہاجرین میں سے تھے تو چونکہ ستر اصحاب میں اکثر حضرات قبیلہ انصار

میں سے تھے اور دوسرے حضرات کی تعداد انتہائی قلیل ہے اس لئے بقاعدہ للاکثر حکم الکل یہاں کل کی نسبت انصار کی طرف ہے۔

ؔ۳ اس حدیث میں ہے کہ ستر انصار بیر معونہ میں شہید ہوئے، اس کی پوری تفصیل "واقعہ بیر معونہ یعنی سریۃ القراء میں واقعہ رجیع کے بعد آ رہی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ شہید ہونے والوں میں سے حضرت عامر بن فہیرہ اور نافع بن ورقاء وغیرہ بھی جو مہاجرین میں سے تھے رضی اللہ عنہم۔ (فتح)

۱۲. حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن عبد الرحمٰن بن كعب بن مالك ان جابر بن عبد الله اخبره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الرجلين من قتلى احد في ثوب واحد ثم يقول ايهم اكثر اخذا للقرآن فاذا اشير له الى احد قدمه في اللحد قال انا شهيد على هؤلاء يوم القيامة وامر بدفنهم بدمائهم ولم يصل عليهم ولم يغسلوا وقال ابو الوليد عن شعبة عن ابن المنكدر قال سمعت جابرا قال لما قتل ابي جعلت ابكي واكشف الثوب عن وجهه فجعل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهوني والنبي صلى الله عليه وسلم لم ينه وقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تبكيه او ما تبكيه ما زالت الملائكة تظله باجنحتها حتى رفع۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے (یعنی دو دو صحابہ کو ایک ہی چادر میں کفناتے تھے) اور آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے، تو جب کسی ایک طرف اشارہ کیا جاتا تو لحد میں آپ اس کو مقدم رکھتے یعنی اس کو قبلہ کی طرف مقدم کر دیتے گویا کہ وہ امام ہے بسبب قاری قرآن کے اور بعد والے بمنزلہ مقتدی) اور آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس پر گواہ ہوں گا۔ (یعنی ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا)، پھر آپ نے ان تمام شہداء کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور نہ ان پر نماز (یعنی نماز جنازہ) پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا۔

فائدہ:- مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ کان یجمع بین الرجلین من قتلی احد"

ؔ۱ مر الحدیث فی کتاب الجنائز صفحہ ۱۷۹، ایضا صفحہ ۱۸۰ و فی المغازی صفحہ ۵۸۴۔

صلوۃ جنازہ

شہداء کی صلوۃ جنازہ کے متعلق اختلاف ہے امام مالکؒ امام شافعیؒ وغیرہ شہید پر صلوۃ جنازہ منع کرتے ہیں۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ واجب کہتے ہیں۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اختلاف اقوال کی وجہ سے نقل مذاہب میں اختلاف ہوتا ہے، امام ترمذیؒ اسحاقؒ کو امام اعظمؒ کے ساتھ بیان کرتے ہیں دیکھئے ترمذی صفحہ ۱۲۳۔ امام احمد کے دو قول ہیں ایک منع اور دوسرا تعارض ادلہ کی وجہ سے پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر ترمذی میں ہے وقال احمد الصلوۃ مستحبۃ ویجوز ترکھا (العرف الشذی صفحہ ۳۴۷)

امام مالکؒ کا مسلک عام کتابوں میں مذہب شوافع کے مطابق منع صلوۃ ہی ملتا ہے لیکن مدونہ کے حاشیہ میں ہے کہ اگر کفار چڑھائی کر کے آئیں تو اس جنگ کے شہداء پر نماز جنازہ نہ ہوگی اور اگر مسلمان چڑھ کر جائیں تو اس

وقت شہداء پر نماز ہوگی تو چونکہ غزوۂ احد میں کفار چڑھ کر آئے تھے اس لئے نماز جنازہ نہیں ہوئی۔

بہرحال اصل مسلک دو ہیں ۱ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ شہید پر نماز نہیں پڑھی جائے گی چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔ فذھب الشافعی ومالک واحمد واسحاق فی روایۃ الی ان الشھید لا یصلی علیہ کما لا یغسل والیہ ذھب الظاھر (عمدہ ص۱۵۲) یعنی امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ اور ایک قول میں اسحاق رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ شہید پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، جس طرح شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ہے اور اسی طرف اصحاب ظواہر بھی گئے ہیں (عمدہ ص۱۵۲)۔

دلائل ائمہ ثلاثہ :۔ ۱ حضرت جابرؓ کی مذکورہ بالا روایت ہے جس کو امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز صفحہ ۱۷۹ اور صفحہ ۱۸۰ میں بھی ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ ان شہداء احد پر نماز نہیں پڑھی گئی اور نہ انہیں غسل دیا گیا، نیز یہ حدیث ترمذی جلد اول صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔

۲ حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے ان شھداء احد لم یغسلوا ودفنوا بدمائھم ولم یصل علیھم یعنی شہداء احد کو غسل نہیں دیا گیا اور اپنے خون آلود کپڑے میں دفنائے گئے اور ان شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۱)۔ تیسری دلیل ائمہ ثلاثہؒ کی یہ ہے کہ جنازہ کی نماز اصل میں میت کی شفاعت و مغفرت کے لئے دعا ہے اور شہید معرکہ جہاد میں شہادت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوگیا لان السیف محاء الذنوب اس لئے اب نماز جنازہ کے ذریعہ کسی کی دعاء مغفرت و شفاعت کی حاجت نہیں۔

چوتھی دلیل ارشاد ربانی ہے لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الخ یعنی اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ سب زندہ ہیں اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ مردوں پر ہوتی ہے نہ کہ زندوں پر دوسرا مسلک یہ ہے کہ نماز پڑھی جائے گی اور ان شہداء کی نماز جنازہ واجب ہے یہی مسلک ہے امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اور اسی طرف گئے ہیں امام اوزاعی، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ اور احمد بن حنبل فی روایۃ رحمہم اللہ جیسا کہ علامہ الترکمانی لکھتے ہیں قال فقھاء الکوفۃ ابن ابی لیلیٰ والثوری وابو حنیفۃ واصحابہ وفقھاء البصرۃ عبید اللہ الحسن وغیرہ وفقھاء الشام سلیمان بن موسیٰ والاوزاعی وسعید بن عبد العزیز یصلی علی الشھداء (الجوہر النقی علی السنن الکبری للبیہقی ص۱۱ عمدۃ القاری ص۱۵۲)

دلائل احناف وغیرہ :۔ ۱ اگلے باب میں حدیث آرہی ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت الخ بخاری ثانی صفحہ ۵۸۵ ایضا ابوداؤد صفحہ ۱۱۱) یعنی ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہل احد پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھتے ہیں الخ ۲ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اغرنا علی حی من جھینۃ۔ الخ (ابوداؤد ص۳۴۰)

ترجمہ :۔ ابو سلامؒ نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ ہم نے جہینہ کے ایک قبیلہ پر حملہ کیا پس ایک مسلمان نے دشمنوں میں سے ایک شخص کا پیچھا کیا اور اس پر وار کیا سو اس (دشمن) کو نہیں لگا اور خود مارنے والے کو لگ گیا اور وہ شہید ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے مسلمانو تمہارا بھائی ہے پس لوگ دوڑے تو مردہ پایا۔ پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسکے کپڑے اور خون میں لپیٹ دیا اور اس پر نماز پڑھی اور دفن کیا، لوگوں نے کہا یارسول اللہ کیا یہ شہید ہے، آپ نے فرمایا ہاں یہ شہید ہے اور میں اس کا گواہ ہوں۔

اس میں بھی صاف اور صریح ہے "صلیٰ علیہ" آپ نے اس شہید پر نماز پڑھی۔

ع۳ مولانا شاہ عبدالحق صاحب نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عمرو بن العاص کو نو ہزار آدمیوں کے ساتھ آیلہ اور شام کی جانب بھیجا تھا ان میں سے ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے ان شہدار کے جنازے کی نماز عمرو بن العاص نے پڑھی (جامع السیر ص۱۵۸ ایضاً فتح القدیر صفحہ ۴۷۵)

ع۴ حضرات شداد بن الہادؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور اس نے کہا کہ میں اسی واسطے ایمان لایا ہوں کہ میرے حلق میں تیر لگے پس مرکر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر تم نے اللہ سے سچا معاملہ کیا تو وہ تمہاری بات سچ کر دے گا۔ کچھ دیر کے بعد دشمنوں سے جنگ کے لئے لوگ اٹھے پھر وہ شخص زخمی ہو کر آنحضورؐ کی خدمت میں لایا گیا اس کے حلق میں ہی تیر لگا تھا آپؐ نے فرمایا "کیا یہ وہی ہے ؟" لوگوں نے کہا جی ہاں، فرمایا اس نے اللہ سے سچ بولا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سچ کر دکھایا، پھر آنحضورؐ نے اس کو کفن دیا پھر اس پر نماز پڑھی (طحاوی ص۲۴۴ وایضاً نسائی شریف)۔

علامہ شوکانی تو کہتے ہیں کہ مانعین صلوٰۃ کے پاس ابو سلاّم کی حدیث جو ابوداؤد میں ہے اور حضرت شداد بن الہاد کی اس روایت کا کوئی جواب نہیں ہے، اور ان صریح روایتوں کی وجہ سے علامہ شوکانی نے صلوٰۃ علی الشہدار کو ترجیح دی ہے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علمار احناف کے مسلک کو دس وجوہ سے ترجیح حاصل ہے۔ اول یہ کہ حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث اور اس کے علاوہ ہر وہ حدیث جس سے نماز ثابت ہوتی ہے مثبت ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی حدیث نافی ہے اور اصول کے لحاظ سے تعارض کے وقت احادیث مثبتہ کو ترجیح ہوگی۔ دوم حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کے شہید ہونے کی وجہ سے مشغول تھے چنانچہ مدینہ چلے گئے تھے تاکہ ان کو مدینہ لے جاکر دفن کا انتظام کریں لیکن جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہدار کو ان کی شہادت گاہ میں ہی دفن کیا جائے تب وہ جلدی سے لوٹے اس لئے وہ نماز جنازہ کے وقت موجود نہ تھے۔

سوم حنفیہ کے موافق روایت مخالفین کی روایات سے زائد ہیں۔

چہارم، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے لہذا تعارض روایات کی وجہ سے اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا لیکن غسل کو اس لئے چھوڑا گیا کہ اس کے بارے میں روایات میں تعارض نہیں ہے۔

پنجم، اگر شہدار پر نماز مشروع نہ ہوتی تو آنحضورؐ اس کو بیان فرما دیتے جیسا کہ غسل نہ دینے کا حکم فرمایا۔

ششم، ممکن ہے کہ حضور اقدسؐ نے نماز نہ پڑھی ہو اور صحابہ کرام نے پڑھ لی ہو۔

ہفتم، یہ احتمال بھی ہے کہ اس روز نہ پڑھی ہو اور اس کے بعد پڑھی ہو کیونکہ اس روز آپ بہت زخمی اور خاص کر اپنے چچا حمزہ کی وجہ سے غمگین تھے اور بعد میں اس لئے پڑھی ہو کہ شہدار کے اجسام میں تغیر نہیں ہوتا کہ ایک روایت میں ہے کہ آٹھ سال کے بعد آپ نے شہدار احد پر نماز پڑھی۔

ہشتم، متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے دوسرے مواقع کے شہیدوں پر نماز پڑھی ہے۔

نہم، نماز پڑھنے کی روایت کی یہ تاویل درست نہیں کہ نماز سے مراد دعا ہے کیونکہ روایت میں یہ لفظ موجود

ہے کہ آپ نے اسی طرح نماز پڑھی جیسے مردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ (بخاری)

دہم، نماز پڑھنے میں احتیاط اور تحصیل ثواب ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے من صلّیٰ علیٰ میت فلہ قیراط اور ظاہر ہے کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۵)

جوابات شوافع:۔ ان بزرگوں کی پہلی دلیل حضرت جابر کی روایت اور دوسری دلیل انسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں، لم یُصَلِّ علیہم یعنی ان شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی گئی، ہم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لم یُصَلِّ علیہم کصلوٰتہ علیٰ حمزۃ حیث صلی علیہ مرارا (یعنی حضرت حمزہؓ پر جس طرح بار بار نماز پڑھی گئی اس طرح دوسرے شہداء پر نماز نہیں پڑھی گئی جیساکہ ابن ماجہ اور طحاوی میں روایات ہیں کہ آنحضورؐ نے شہداء احد پر نوبت بہ نوبت نماز پڑھی کہ دس دس صحابہ کو حضرت حمزہ کے پاس رکھتے جاتے تھے نماز کے بعد ان کو اٹھاکر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح حضرت حمزہ پر ستر بار نماز پڑھی گئی (پوری تفصیل کے لئے کتابیں دیکھئے)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے خود نہیں پڑھی چونکہ بہت زخمی ہو گئے تھے باقی دوسرے صحابہ نے پڑھی ہو جیساکہ بعض روایات میں لم یُصَلِّ علیہم بصیغہ معروف منقول ہے۔ (طحاوی)

دلیل ثالث کا جواب:۔ حضرات شوافع کی تیسری دلیل تھی کہ شہادت کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے دعا کی حاجت نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ کمالات کے بلند سے بلند درجہ پر کیوں نہ پہونچ جائے تاہم دعا سے بے نیاز نہیں ہوتا کیونکہ مراتب قرب کی انتہا نہیں ہے۔ شہادت کی وجہ سے اگر بے نیازی ہو جاتی تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تو نہیں بڑھ سکتے تھے اور ان حضرات پر نماز ہوئی، پھر ان سے آگے بڑھئے کہ آنحضور پر صحابہ نے نماز پڑھی، ظاہر ہے کہ نبوت فائق ہے ہزار شہادت پر چہ جائیکہ افضل الانبیاء و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلیل رابع کا جواب:۔ حضرات شوافع کی چوتھی دلیل یہ تھی کہ شہداء باحیات ہیں اور نماز جنازہ مردوں پر ہوتی ہے اس کا جواب صاف ہے کہ شہداء باحیات ہیں اخروی احکام کے اعتبار سے نہ کہ دنیوی احکام کے اعتبار سے، ورنہ ان کی بیویوں کا نکاح درست نہ ہوتا اور نہ ہی ان کے اموال ورثہ میں تقسیم ہوتے واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عثمان چلمل۔

وقال ابوالولید عن شعبۃ عن ابن المنکدر قال سمعت جابراً قال لما قتل ابی جعلت ابکی واکشف الثوب عن وجھہ فجعل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھونی والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تبکیہ او ما تبکیہ مازالت الملائکۃ تظلہ باجنحتھا حتی رفع۔

ترجمہ:۔ اور ابوالولید (یعنی ہشام بن عبدالملک الطیالسی) نے بیان کیا کہ انہوں نے شعبہ سے اور شعبہ نے ابن المنکدر (یعنی محمد بن المنکدر) سے سنا، محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر سے سنا، حضرت جابر نے بیان کیا کہ جب میرے والد (حضرت عبداللہ) شہید ہو گئے (یعنی جنگ احد میں) تو میں رونے لگا اور میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا (یعنی کپڑا اٹھاکر چہرہ دیکھنے لگا) تو آنحضورؐ کے اصحاب مجھ کو روکنے لگے لیکن نبی اکرمؐ نے نہیں روکا۔ اور نبی اکرمؐ نے فرمایا" اس پر تم مت روؤیا آپ نے فرمایا" کیا تم اس پر روتے ہو؟ فرشتے برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ تاآنکہ اسے اٹھالیا گیا۔

مرا لحدیث صفحہ ۱۶۶ و ۱۷۲

فائدہ:۔ یہ حدیث تعلیقات بخاری میں سے ہے اس حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد ہیں جو اسی غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ لا تبکیہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خطاب حضرت جابر بن عبد اللہ سے ہے اور اسی کی تصریح کی ہے شارح بخاری علامہ کرمانیؒ نے لیکن اکثر محدثین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضرت فاطمہ بنت عمروؓ سے ہے جو حضرت جابرؓ کی پھوپھی اور حضرت عبد اللہ کی بہن تھیں جیسا کہ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۲۹۵ میں تصریح ہے وجعلت فاطمۃ بنت عمرو تبکیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبکیہ الخ نیز بخاری صفحہ ۱۷۲ کے الفاظ ہیں فسمع صوت صائحۃ فقال من ھذہ فقالوا ابنت عمرو الخ نیز بخاری صفحہ ۱۶۶ کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ فجعلت عمتی فاطمۃ تبکی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبکین الخ ان تمام روایتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خطاب حضرت فاطمہ بنت عمروؓ سے ہے۔

لا تبکیہ او ما تبکیہ شک راوی ہے اور ما استفہامیہ بمعنی لم تبکیہ ہے قالہ الکرمانی وقال فی الخیر الجاری ما نافیۃ کما فی الحاشیہ۔

نوٹ:۔ حاشیہ بخاری صفحہ ۵۸۴ اور عمدۃ القاری نے جس باب کا حوالہ دیا ہے اس باب میں مجھ کو یہ حدیث نہیں ملی بلکہ صفحہ ۱۶۶ پر باب الدخول علی المیت بعد الموت میں یہ حدیث ہے۔

۱۲۱۔ حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید بن عبد اللہ بن ابی بردۃ عن جدہ ابی بردۃ عن ابی موسیٰ اُریٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت فی رؤیای انی ھززت سیفا فانقطع صدرہ فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم احد ثم ھززتہ اخریٰ فعاد احسن ما کان فاذا ھو ما جاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المومنین ورأیت فیھا بقرا واللہ خیر فاذا ھم المومنون یوم احد۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کے اوپر سے اس کی دھار ٹوٹ گئی تو اس کا انجام (یعنی اس کی تعبیر) وہ ہے کہ مسلمان احد کے دن شہید ہوئے پھر میں نے تلوار کو دوسری مرتبہ ہلایا تو وہ اس سے بھی اچھی صورت میں ہوگئی جیسے پہلے تھی سو اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کی صورت میں ظاہر کی، اور میں نے اسی خواب میں ایک گائے دیکھی تھی (جو ذبح ہو رہی تھی) اور اللہ تعالیٰ کا کام بہتر ہے (یعنی مضاف محذوف ہے ای وصنع اللہ خیر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سارا کام بہتر اور حکمت سے پُر ہوتا ہے) اس کی تعبیر وہ مسلمان تھے جو جنگ احد کے دن (شہید ہوئے)

فائدہ:۔ مطابقت ظاہر ہے۔ اور تلوار سے مراد ذوالفقار ہے۔

تحقیق و تشریح کے لئے ملاحظہ فرمایئے حدیث ۳۷

۱۲۲۔ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا زھیر قال حدثنا الاعمش عن شقیق عن خباب قال ھاجرنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نبتغی وجہ اللہ فوجب اجرنا علی اللہ فمنا من مضیٰ او ذھب لم یاکل من اجرہ شیئا کان منھم مصعب بن عمیر قتل یوم

احدٍ فلم یترك الا نمرۃً کنّا اذا غطّینا بھا راسہ خرجت رجلاہ واذا غُطّی بھا رجلاہ خرج راسہ قال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم غطّوا بھا راسہ واجعلوا علیٰ رجلیہ من الاذخر او قال القوا علیٰ رجلیہ من الاذخر ومنا من اینعت لہ ثمرتہٗ فھو یھدُبُھا۔

ترجمہ:۔ ترجمہ مع تشریح کے لئے حدیث ۹۶ ملاحظہ فرمایئے کیونکہ سنداً و متناً متحد ہے اسی وجہ سے علامہ عینی فرماتے ہیں "ھذا الطلق علیہ حقیقۃ التکرار فافہم عمدۃ القاری ص ۱۶۵/۱۷"۔

بخاری صفحہ ۵۸۵

بَابٌ اُحُدٌ یُحِبُّنَا قَالَہٗ عَبَّاسُ بْنُ سَہْلٍ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ای ھذا بابٌ الخ یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، عباس بن سہل نے ابوحمید کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

فائدہ:۔ یہ تعلیقات بخاری میں سے ہے۔ فائدہ ۲ ہمارے ہندوستانی نسخوں میں صرف اتنا ہی ہے احد یحبنا لیکن فتح الباری، عمدۃ القاری وغیرہ میں نحبّہ کا اضافہ ہے چنانچہ حاشیہ پر یہ نحبّہ کا اضافہ موجود ہے اور یہی اصح نسخہ ہے۔ اس لئے کہ اس باب کے ماتحت جو پہلی حدیث آرہی ہے اس میں یہ زیادتی موجود ہے اس لئے ترجمہ میں بھی ہونا اغلب ہے۔

نوٹ:۔ ایسے مقامات متعدد ہیں جہاں بہ نسبت حوض متن کے حاشیہ کا نسخہ اصح ہے واللہ اعلم۔

فائدہ ۳ حافظ عسقلانی نے احد پہاڑ کی وجہ تسمیہ سہیلی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جبل احد سے متصل کوئی پہاڑ نہیں ہے یہ واحد اور اکیلا پہاڑ ہے اس لئے اس کو احُد کہتے ہیں جو اَحَد سے مشتق ہے اور احد مرفوع الحروف اسم مرتجل ہے

فائدہ ۴ احد یحبّنا قیل بحذف المضاف ای یحبنا اھلہ والمراد اہل المدینۃ۔ لیکن یہ احتمال بھی درست ہے کہ محبت کی نسبت حقیقۃً احد کی طرف مانی جائے کہ حق تعالیٰ احد کے اندر یہ صفت پیدا فرمادیں واللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر جیسے تسبیح پڑھنے کی نسبت غیر جاندار مخلوق کی طرف ثابت ہے نیز احد پہاڑ سے محبت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جبل احد بہشت کے پہاڑوں میں سے ہے نیز اس کے نام احد کا احدیت سے ماخوذ ہونا اور اس کے حرفوں پر رفع مشعر ہے اس کی رفعت و عظمت پر۔

۱۲۳۔ حدثنی نصر بن علی قال اخبرنی ابی عن قرۃ بن خالد عن قتادۃ قال سمعت انساً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھٰذا جَبَلٌ یحبنا ونحبّہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہاڑ (یعنی احد پہاڑ) جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

۱۲۴۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالکٌ عن عمرو مولی المطّلب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلع لہٗ احد فقال ھٰذا جبلٌ

یحبنا ونحبہ اللّٰھم ان ابراھیم حرّم مکۃ وانی حرّمت مابین لابتیھا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبل احد نظر آیا تو فرمایا (یعنی جب آپ خیبر سے واپس ہو رہے تھے اور مدینہ سے قریب ہوئے تو سب سے پہلے احد پہاڑ پر نظر پڑی اس وقت آپ نے فرمایا) یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جو دو پتھریلے میدانوں کے درمیان واقع ہے۔

فائدہ:۔ مر الحدیث صفحہ ۴۰۴۔

۲ مدینہ منورہ کے مشرق اور مغرب ہر دو طرف پتھریلے میدان ہیں لابہ کے معنی ہیں سنگلاخ پتھریلا میدان۔

۳ اس امر میں اختلاف ہے کہ حرم مدینہ کے بعینہ وہی احکام ہیں جو حرم مکہ کے ہیں یا فرق ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ، ابن مبارکؒ اور ثوری وغیرہ فرماتے ہیں کہ حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ کا حکم نہیں ہے لیکن ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک مدینہ منورہ بھی حرم مکہ کی طرح حرم ہے (حاشیہ بخاری صفحہ ۲۵۱)

مفصّل مدلّل بحث باب حرم المدینہ بخاری صفحہ ۲۵۱ میں آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن۔

۱۲۵۔ حدثنی عمرو بن خالد قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیّت ثم انصرف الی المنبر فقال انی فَرَطٌ لکم وانا شھیدٌ علیکم وانی لانظر الی حوضی الاٰن وانی اُعطیتُ مَفاتیحَ خزائنِ الارض او مفاتیحَ الارضِ وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔

ترجمہ:۔ حضرت عقبہ (ابن عامر الجہنیؓ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے اور آپ نے غزوۂ احد کے شہیدوں پر اسی طرح نماز پڑھی جیسے میت پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے واسطے پیشوا، آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بلاشبہ میں اپنے حوض (کوثر) کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانے کی کنجیاں دی گئیں یا (آپ نے فرمایا) مفاتیح الارض (شک راوی ہے مگر مفہوم میں کوئی فرق نہیں)، اور خدا کی قسم میں تم پر اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، لیکن میں تم پر اس سے ڈرتا ہوں کہ اس دنیا میں باہمی منافست کرنے لگو (یعنی دنیاوی دولت کے لالچ میں پڑ کر باہمی حسد نہ کرنے لگو۔

فائدہ:۔ ترجمہ سے مطابقت فصلی علی اھل احد — مر الحدیث صفحہ ۵۷۸

تشریح کے لئے حدیث ۸۵ ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری صفحہ ۵۸۵

باب غزوۃ الرجیع و رعل و ذکوان و بئر معونۃ و حدیث عضل والقارۃ و عاصم بن ثابت و خبیب واصحابہ قال ابن اسحاق حدثنا عاصم بن عمر انھا بعد احد۔

ترجمہ:- یہ باب غزوۂ رجیع کے بیان میں ہے اور غزوۂ رعل وذکوان اور بیر معونہ کے بیان میں وحدیث عضل الخ اور قبائل عضل وقارہ اور عاصم بن ثابت وخبیب اور ان کے ساتھیوں کا بیان۔
ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ہم سے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ وہ یعنی غزوۂ رجیع غزوۂ احد کے بعد واقع ہوا۔

تشریحات

حافظ عینی اور حافظ عسقلانی رحمہما اللہ دونوں کے نزدیک ابوذر کی روایت میں لفظ باب نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ "غزوۃ الرجیع" ہے
رجیع بفتح الراء وکسر الجیم وسکون الیاء وفی آخرہ عین مہملہ، رجیع کے لغوی معنی گوبر اور لید کے ہیں لیکن یہاں مراد بنی ھذیل کا موضع ہے تو چونکہ یہ واقعہ اسی مقام رجیع کے قریب ہوا تھا اس لئے اس واقعہ کا نام غزوہ رجیع یعنی (سریہ رجیع) رکھدیا گیا۔ (عمدہ، فتح)
حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ رجیع، بنی ھذیل کے پانی کا مقام ہے یعنی رجیع بنی ھذیل کے ایک تالاب کا نام ہے، مقصد میں کوئی فرق نہیں ہوگا کہ رجیع جگہ کا نام ہے جس کی طرف یہ واقعہ منسوب ہے۔
ورعل وذکوان ای غزوۂ رعل وذکوان۔ رعل بکسر الراء وسکون العین وباللام۔ ذکوان بفتح الذال۔ رعل اور ذکوان دونوں قبیلے قبائل عرب میں سے بنی سلیم کی دونوں شاخیں ہیں۔ بئر معونۃ بفتح المیم وضم العین وسکون الواؤ وبالنون، معونہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے اور یہ رعل وذکوان کا ظالمانہ حادثہ یہیں پیش آیا تھا اس لئے اس کو واقعہ بیر معونہ کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام سریۃ القراء ہے جیسا کہ واقعہ بیر معونہ میں تفصیل آرہی ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ غزوۂ رجیع کا تعلق عضل وقارہ سے ہے اور بیر معونہ کا تعلق رعل وذکوان سے ہے۔
امام بخاریؒ نے دو الگ الگ واقعات کو ایک باب میں ایک ساتھ بیان کیا ہے چونکہ ایک ہی سال ۴ھ میں نیز ایک ہی مہینہ ماہ صفر میں دونوں حادثے ہوئے۔
واقدی نے بیان کیا ہے کہ بیر معونہ کی خبر اور اصحاب رجیع کی خبر دونوں ایک ہی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوگا کہ آنحضورؐ نے بنی لحیان اور بنی عصیہ وغیرہ پر ایک ہی ساتھ بد دعا کی۔ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

واقعہ رجیع

صفر کی ابتداء میں کچھ لوگ عضل وقارہ کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں لہٰذا ایسے چند حضرات کو ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہمیں دین کی باتیں بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے دس آدمیوں کو ان کے ساتھ بھیجا اور عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ لیکن

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ آپؐ نے چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ بھیجا اور مرثد بن ابی مرثد کو امیر مقرر کیا اور یہی موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے (البدایہ والنہایہ ج۴ صفحہ ۶۳) واللہ اعلم۔

جب یہ حضرات مقام رجیع پر پہونچے تو ان غداروں نے صحابہ کرام کے ساتھ بدعہدی کی اور قبیلہ ھذیل کے دو سو جوانوں کو بلالیا جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے، صحابہ کرام نے جب ان کافروں کو دیکھا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے، کافروں نے جماعت صحابہ کو گھیر لیا اور کہا "تم لوگ نیچے اتر آؤ، ہم تم کو امان دیتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ تمہارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہیں کریں گے، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ تمہارے ذریعہ اہل مکہ سے کچھ مال حاصل کرلیں۔ حضرت عاصمؓ نے فرمایا میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا اور یہ دعا کی۔

اللّٰھم اخبر عنّا رسولک اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔

اس کے بعد حضرت عاصم منجملہ سات رفقاء کے کافروں سے لڑکر شہید ہوگئے، باقی تین حضرات زید بن دثنہ، خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کافروں کے عہد و پیمان کی بناء پر ٹیلے سے نیچے اترے، کافروں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا، اسی وقت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا "یہ پہلی عہد شکنی ہے نہ معلوم آئندہ کیا کروگے کچھ ہی دور چلنے پر مقام ظہران پہونچے تو کسی طرح عبداللہ بن طارق ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہوگئے اور تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کافروں نے پتھر مار کر شہید کر دیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ لے گئے، قریش مکہ کے پاس ھذیل کے دو قیدی تھے ان کے بدلے میں ان دونوں کو فروخت کر دیا۔

صفوان بن امیہ نے (جس کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا تھا) حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں قتل کرنے کے لئے خریدا، حضرت خبیبؓ کے ہاتھ سے غزوہ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیبؓ کو حارث کے بیٹوں نے اپنے باپ کے عوض قتل کرنے کے لئے خریدا۔

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حضرت زید بن دثنہ کو حرم کے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا، قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہوگئی جس میں ابو سفیان بن حرب بھی تھے، جب حضرت زید کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے کہا "اے زید کیا تم اس کو پسند کروگے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے بدلے میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید نے جھنجلا کر کہا "خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہم اپنے اہل و عیال میں رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے"، ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا ایسا محب اور جاں نثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کو محبوب رکھتے ہیں پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون

بعد میں چل کر نسطاس مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنہ (اصابہ)

حضرت خبیبؓ ماہ محرم ختم ہونے تک ان لوگوں کی قید میں رہے جب لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا تو حارث کی بیٹی زینب سے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوگئی) نظافت اور صفائی کی غرض سے استرہ مانگا، زینب استرہ دے کر اپنے کام میں مشغول ہوگئی، زینب کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر میں دیکھتی ہوں کہ میرا بچہ خبیب کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرہ ہے یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گئی، حضرت خبیبؓ نے مجھ کو دیکھ کر یہ فرمایا "کیا تجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ میں اس

بچہ کو قتل کر دوں گا، ہرگز نہیں انشاء اللہ مجھ سے ایسا کام ہرگز نہ ہوگا، اس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا، جب حضرت خبیب کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے تو حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ مجھ کو اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، لوگوں نے اجازت دے دی آپ نے خشوع، خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا فرمائی اور مشرکوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو میں نماز کو اور طویل کر دیتا اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی :-

اللّٰهمّ احصهم عددًا واقتلهم بددًا ولا تبق منهم احدًا — اے اللہ انہیں ایک ایک کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔ اس کے بعد اشعار پڑھے جو حدیث کے ترجمہ میں آرہا ہے۔

اس کے بعد حضرت خبیبؓ سولی پر لٹکائے گئے اور شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

۱۲۶- حدثنی ابراهیم بن موسیٰ قال اخبرنا هشام بن یوسف عن معمر عن الزهری عن عمرو بن ابی سفیان الثقفی عن ابی هریرة قال بعث النبی صلی الله علیه وسلم سریة عینًا وامّر علیهم عاصم بن ثابت وهو جد عاصم بن عمر بن الخطاب فانطلقوا حتی اذا کان بین عسفان ومکة ذکروا الحیّ من هذیل یقال لهم بنو لحیان فتبعوهم بقریب من مائة رامٍ فاقتصّوا آثارهم حتی اتوا منزلا نزلوه فوجدوا فیه نوی تمرٍ تزوّدوه من المدینة فقالوا هذا تمر یثرب فتبعوا آثارهم حتی لحقوهم فلما انتهیٰ عاصم واصحابه لجئوا الی فدفد وجاء القوم فاحاطوا بهم فقالوا لکم العهد والمیثاق ان نزلتم الینا ان لا نقتل منکم رجلا فقال عاصم اما انا فلا انزل فی ذمة کافر اللهم اخبر عنا رسولک فقاتلوهم فرموهم حتی قتلوا عاصمًا فی سبعة نفر بالنبل وبقی خبیب وزید ورجل آخر فاعطوهم العهد والمیثاق فلما اعطوهم العهد والمیثاق نزلوا الیهم فلما استمکنوا منهم حلّوا اوتار قسیّهم فربطوهم فقال الرجل الثالث الذی معهما هذا اوّل الغدر فابیٰ ان یصحبهم فجرّروه وعالجوه علی ان یصحبهم فلم یفعل فقتلوه وانطلقوا بخبیب وزید حتی باعوهما بمکة فاشتری خبیبًا بنو الحارث بن عامر بن نوفل وکان خبیب هو قتل الحارث یوم بدرٍ فمکث عندهم اسیرًا حتی اذا اجمعوا قتله استعار موسیٰ من بعض بنات الحارث لیستحدّ بها فاعارته قالت فغفلت عن صبیّ لی فدرج الیه حتی اتاه فوضعه علی فخذه فلمّا رأیته فزعت فزعة عرف ذاک منی وفی یده الموسیٰ فقال اتخشین ان اقتله ما کنت لافعل ذاک ان شاء الله وکانت تقول ما رأیت اسیرًا قط خیرًا من خبیب لقد رأیته یاکل من قطف عنب وما بمکة یومئذ ثمرة وانه لموثق فی الحدید وما کان الا رزق رزقه الله فخرجوا به من الحرم لیقتلوه فقال دعونی اصلی رکعتین ثم انصرف الیهم فقال لولا ان تروا ان ما بی جزع من الموت لزدت فکان اوّل من سنّ رکعتین عند القتل هو ثم قال اللهم احصهم عددًا ثم قال "ما ان ابالی حین اقتل مسلمًا

علیٰ ایّ شقٍّ کان للہِ مصرعی ٭ وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء ٭ یبارک علیٰ اوصال شلوٍ ممزّع ٭

ثم قام الیہ عقبۃ بن الحارث فقتلہ وبعث قریش الیٰ عاصم لیوتوا بشیئٍ من جسدہٖ یعرفونہ وکان عاصم قتل عظیمًا من عُظمائھم یوم بدرٍ فبعث اللہ علیھم مثل الظُلّۃ من الدّبر فحمتہ من رسلھم فلم یقدروا منہ علیٰ شیئٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریۃ جاسوسی کے لئے بھیجا (تاکہ حالات کا جائزہ لے کر تحقیقی خبر دیں) اور عاصم بن ثابتؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور آپ (یعنی عاصم بن ثابتؓ) عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے نانا ہیں (شارح بخاری علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ نانا کا قول عند البعض ہے اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ ماموں تھے) (عمدہ) چنانچہ یہ لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہونچے تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ سے جس کو بنو لحیان کہا جاتا تھا تذکرہ کیا گیا، پس ایک سو تیر اندازوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے نشانات قدم کو تلاش کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی منزل پر یہ کفار پہونچے جہاں اصحاب نے پڑاؤ کیا تھا، سو ان کافروں نے اس منزل میں کھجور کی گٹھلیاں پائیں جو اصحاب کرام مدینہ سے راہ خرچ لائے تھے (جس کو اسی منزل میں بیٹھ کر کھایا تھا) ان کافروں نے کہا یہ تو یثرب (مدینہ) کی کھجور ہے۔ پھر حضرات اصحاب کے نشانات قدم کا پیچھا کیا یہاں تک کہ ان کو پالیا، پھر جب عاصم اور ان کے اصحاب چلنے سے رک گئے (یعنی بے کس ہوگئے) تو ان اصحاب نے ایک اونچے ٹیلے کی پناہ لی (یعنی چڑھ گئے) اور قوم (قبیلہ والوں) نے آکر انہیں گھیر لیا اور اصحاب سے کہا "تمہارے لئے عہد و پیمان ہے اگر تم لوگ اتر کر ہمارے پاس آگئے تو ہم تم میں سے کسی شخص کو قتل نہیں کریں گے"، اس پر عاصم نے کہا کہ میں تو کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ اے اللہ اپنے رسول کو ہمارے حال کی خبر کر دے، پھر کافروں نے ان سے جنگ کی اور ان اصحاب پر تیر اندازی کی۔ یہاں تک کہ حضرت عاصمؓ اپنے سات رفقاء کے ساتھ شہید ہوگئے اور حضرت خبیب و زید اور ایک دوسرا آدمی (عبد اللہ بن طارق) رضی اللہ عنہم باقی رہے۔ پھر کافروں نے ان اصحاب (ثلثہ) کو عہد و پیمان دیا تو ان کے عہد و پیمان پر تینوں اصحاب ٹیلہ سے نیچے اتر آئے۔ سو جب کافروں نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمان کی تانت کو اتارا اور اس تانت سے ان اصحاب کو باندھ دیا اس پر تیسرے صحابی (عبد اللہ بن طارق) جو ان دونوں (خبیب اور زید) کے ساتھ تھے کہا یہ پہلی غداری ہے اور ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تو کافروں نے ان کو کھینچا اور کوشش کی ان کو لے جانے کی لیکن عبد اللہ نے ایسا نہیں کیا تو کافروں نے ان کو قتل کر دیا اور خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان دونوں اصحاب کو مکہ میں فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، خبیب نے بدر کے دن حارث کو قتل کیا تھا۔ سو خبیب ان کے پاس قیدی ہو کر رہے یہاں تک کہ جب سب نے ان کے قتل پر اتفاق کر لیا تو حضرت خبیبؓ نے حارث کی کسی بیٹی (یعنی زینب) سے استرہ مانگا تاکہ اس سے زیر ناف صاف کر لیں۔ زینب نے استرہ دیا، زینب کا بیان ہے (مسلمان ہونے کے بعد) کہ میں اپنے ایک بچہ سے غافل ہوگئی (یعنی استرہ دینے کے بعد اپنے کام میں مشغول ہوگئی) تو وہ بچہ خبیب کی طرف چلا، یہاں تک کہ ان کے پاس پہونچ گیا تو آپؓ نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا، سو جب میں نے اس کو دیکھا تو میں بہت گھبرائی، حضرت خبیب نے میری اس گھبراہٹ کو بھانپ لیا اور استرہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ پھر آپؓ نے کہا "کیا تو اس بات سے طورتی ہے کہ میں اس کو قتل

کر دوں گا' میں انشاء اللہ ایسا نہیں کروں گا' اور زینب بار بار کہا کرتی تھی۔

ما رأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته يأكل من قطف عنب وما بمكة يومئذ ثمرة وانه لموثق في الحديد وما كان الا رزق رزقه الله۔

میں نے کبھی کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا البتہ تحقیق میں نے ان کو دیکھا کہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں حالانکہ اس وقت مکہ میں کسی طرح کا پھل موجود نہ تھا اور وہ خود لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے' یہ رزق ان کے پاس صرف اللہ کی طرف سے آتا تھا۔

پھر یہ لوگ حضرت خبیب کو لے کر حرم سے باہر نکلے تاکہ ان کو قتل کریں تو خبیبؓ نے کہا' مجھ کو اتنی دیر چھوڑ دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں' پھر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ مجھ کو موت سے گھبراہٹ ہے تو میں اور زیادہ پڑھتا۔

سو خبیبؓ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت کی سنت جاری کی' پھر آپؓ نے فرمایا (یعنی بد دعا کی) اے اللہ ان کے عدد کو شمار کر لے یعنی ایک ایک کر کے ہلاک کر کسی کو باقی نہ چھوڑ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ما ان ابالي حين اقتل مسلما على اي شق كان لله مصرعي

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کس پہلو پر اللہ کی راہ میں میرا پچھڑنا ہوگا

وذلك في ذات الاله وان يشاء يبارك على اوصال شلو ممزع

اور یہ مرنا اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہے گا تو ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے عضو کے ہر جوڑ میں برکت دے گا۔

پھر عقبہ بن حارث ان کی طرف اٹھا اور انہیں شہید کر دیا۔

اور قریش نے کچھ لوگوں کو عاصم کی طرف بھیجا (یعنی جب کفار قریش کو حضرت عاصم کے قتل کی خبر ملی تو اپنا آدمی بھیجا) تاکہ ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ لائیں کہ جس سے یہ لوگ ان کو پہچان لیں' اور حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کی طرح زنبوروں (بھڑوں) کا ایک جھنڈ بھیج دیا۔ سو زنبوروں نے ان کے قاصدوں سے عاصم کو محفوظ رکھا چنانچہ ان کی لاش میں سے کچھ بھی نہ کاٹ سکے۔

فائدہ:۔ مطابقة للترجمة ظاهرة۔

مر الحديث في الجهاد صفحہ ۴۲۷۔ مغازی صفحہ ۵۶۸۔ ایضاً صفحہ ۵۸۵۔ ایضاً صفحہ ۱۱۰۰۔

عسفان بضم العين وسكون السين۔ بنو لحيان بكسر اللام وقيل بفتحها ولحيان هو ابن هذيل۔

باقی تشریح کے لئے حدیث ۱۰۰۳ دیکھئے۔

۱۲۷۔ حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا سفين عن عمرو سمع جابرا يقول الذي قتل خبيبا هو ابو سروعة۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ کو جس نے قتل کیا وہ ابو سروعہ تھا۔

فائدہ:۔ ابو سروعہ کا نام عقبہ بن حارث ہے۔

۱۲۸۔ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا عبد العزيز عن انس قال بعث

النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعین رجلاً لحاجۃ یقال لهم القراء فعرض لهم حیان من بنی سلیم رعل وذکوان عند بئر یقال لها بئر معونۃ فقال القوم واللہ ما ایاکم اردنا انما نحن مجتازون فی حاجۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقتلوهم فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیهم شهرا فی صلوٰۃ الغداۃ وذالك بدؤ القنوت وما کنا نقنت قال عبد العزیز وسأل رجل انسا عن القنوت ابعد الرکوع او عند فراغ من القراءۃ قال لا بل عند فراغ من القراءۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی ضرورت کے لئے (یعنی تبلیغ اسلام کے لئے) بھیجا۔ انہیں قراء کہا جاتا تھا، سو بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان اصحاب کے سامنے آئے (جنگ کے لئے) ایک کنویں کے پاس جس کو بیر معونہ کہا جاتا تھا تو جماعت صحابہ نے کہا "خدا کی قسم ہم نے تمہارا ارادہ نہیں کیا ہے (یعنی ہم تم لوگوں سے لڑنے نہیں آئے ہیں) بلکہ ہم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کے لئے جا رہے ہیں مگر کافروں نے ان اصحاب کو شہید کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ صبح کی نماز میں ان لوگوں پر بددعا کی اور یہ قنوت (نازلہ) کی ابتدا ہے اور ہم اس سے پہلے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

عبد العزیز راوی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت انسؓ سے دعاء قنوت کے متعلق پوچھا کہ یہ دعا رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے وقت؟ (یعنی رکوع سے پہلے) انس نے فرمایا کہ نہیں بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت (یعنی رکوع سے پہلے)

تشریحات اس حدیث میں سریۃ القراء یعنی بیر معونہ کا قصہ ہے واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

واقعہ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ھ مطابق ۶۲۶ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ سے مشہور تھا آنحضورؐ کی خدمت میں آیا، حضورؐ نے اسلام کی دعوت دی لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رد کیا بلکہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ چند اصحاب کو اہل نجد کی طرف بھیجیں اور وہ دین کی دعوت دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ اسلام قبول کریں گے، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ ہے، ابو براء نے کہا "کہ آپ مطلق اندیشہ نہ کریں، میں ضامن ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قراء مشہور تھے اس کے ہمراہ روانہ فرمایا اور حضرت منذر بن عمرو ساعدیؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ اصحاب یعنی جماعت قراء نہایت مقدس اور پاکباز تھے، دن کو لکڑیاں چنتے اور شام کو فروخت کر کے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لاتے اور رات کو کچھ وقت درس قرآن اور کچھ وقت قیام لیل میں گذارتے۔

جب یہ حضرات قراء یہاں سے چل کر بیر معونہ پہنچے جو ارض بنی عامر اور حرۃ بنی سلیم کے درمیان ہے تو آنحضرتؐ کا خط انسؓ کے ماموں حرام بن ملحان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس بھیجا جو ابو براء کا بھتیجا اور قبیلہ بنو عامر کا رئیس تھا۔ عامر بن طفیل نے خط پڑھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا اس نے حرام بن ملحان کو شہید کر دیا، حضرت حرام بن ملحانؓ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے۔

اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ — اللہ سب سے بڑا ہے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

پھر اس نے اپنی قوم بنی عامر کو ترغیب دی کہ ان تمام مسلمانوں کو قتل کر دو لیکن ابو براء کے عہد و امان کی وجہ سے بنی عامر نے انکار کر دیا اور صاف کہا کہ ہم اپنے رئیس ابو براء کے ذمہ کو خفیف نہیں کر سکتے تب عامر بن طفیل نے بنی سلیم سے کہا تو بنی سلیم کے قبائل رعل، ذکوان اور عصیہ تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو گھیر لیا، صحابہ نے کہا "ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہیں جا رہے ہیں، مگر کفار نے نہیں مانا۔ مجبوراً صحابہ نے کچھ مدافعت کی مگر سب کے سب شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید انصاری جو اگرچہ بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور کچھ عرصہ زندہ رہے پھر غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے علاوہ دو اشخاص اور بچ گئے تھے ایک کا نام منذر (یعنی ابن عقبہ بن عامر بقول ابن قیم یا منذر بن محمد بقول ابن ہشام) اور دوسرے کا نام عمرو بن امیۃ الضمری تھا، یہ دونوں حضرات مویشی چرانے جنگل گئے تھے یکایک آسمان کی طرف پرندے اڑتے دکھائی دیئے یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کوئی بات ضرور ہے، جب قریب پہونچے تو دیکھا کہ تمام رفقاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کریں، عمرو بن امیہ نے کہا کہ مدینہ چلیں اور آنحضور کو جا کر اس کی خبر دیں، منذر نے کہا خبر تو ہوتی رہے گی شہادت کیوں چھوڑوں۔ الغرض دونوں آگے بڑھے حضرت منذر تو لڑ کر شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے۔ عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی لہذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

ابو براء بن عامر بن مالک کو اس حادثہ کا بڑا رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا۔

اس معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا:-

من الرجل منهم لما قتل رایته	مسلمانوں میں کا وہ کون مرد ہے کہ جب قتل ہوا
رفع بین السماء والارض حتی رایت	تو میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے مابین
السماء من دونه	اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا۔

اور بخاری شریف کی روایت (صرف تین حدیثوں کے بعد صفحہ ۵۸۶) میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا:-

لقد رایته بعد ما قتل رفع الی	میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود دیکھا
السماء حتی انی لانظر الی السماء بینه	کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان
وبین الارض ثم وضع	اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھدی گئی۔

عمرو بن امیہ جب بیر معونہ سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک درخت کے نیچے بنی عامر کے دو اشخاص سوئے ہوئے تھے عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمانوں کو شہید کیا ہے اس کے انتقام میں ان دونوں کو قتل کر دیا مگر وہ دونوں مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہد تھے عمرو بن

امیہ کو اس کی خبر نہ تھی، یہ جب مدینہ آئے اور سارا واقعہ سنایا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کی دیت اور خوں بہا دینا ضروری ہے اور بنو نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے آنحضورؐ اسی دیت کی گفتگو کے لئے بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے جو غزوہ بنی نضیر کا سبب ہوا۔

غزوہ بنی نضیر کے لئے صفحہ ۷۹ دیکھئے۔

۱۲۹۔ حدثنا مسلم قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن انس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً بعد الركوع يدعو على احياء من العرب۔

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینے تک قنوت پڑھی جس میں آپؐ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریحات

اس حدیث کا تعارض ہے عبد العزیز کی مذکورہ بالا روایت سے جس کو امام بخاریؒ نے حدیث ۱۲۸ کے ماتحت تعلیقاً نقل کیا ہے اور یہ عبد العزیز ابن صہیب وہی ہیں جو حدیث ۱۲۸ کی سند میں ہیں کیونکہ عبد العزیز کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ دعا ر قنوت قرأت سے فارغ ہونے کے وقت یعنی رکوع سے پہلے۔ اور اس حدیث یعنی ۱۲۹ میں حضرت انسؓ ہی سے قتادہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی جس میں آپؐ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے۔

دفع تعارض صاف ہے کہ عبد العزیز کی روایت دوامی قنوت فی الوتر کے متعلق ہے کہ دعا قنوت کا محل قرأت سے فارغ ہونے کے وقت رکوع سے پہلے ہے کیونکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ کسی نے حضرت انس بن مالکؓ سے دعاء قنوت کے متعلق پوچھا کہ دعا ر قنوت رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فارغ ہونے کے وقت، حضرت انسؓ نے جواباً فرمایا بل عند فراغ من القرأة۔

اور دوسری حدیث یعنی حدیث ۱۲۹ میں قنوت نازلہ کے متعلق ہے جو حضرت انس سے قتادہ نقل کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی جس میں آپ عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے، یعنی قنوت نازلہ جو صرف بڑے حوادث و نوازل کے وقت پڑھی جاتی ہے۔

اور اسی کے متعلق مابعد کی بعض روایتیں آرہی ہیں۔

قنوت نازلہ

مذکورہ بالا روایت ۱۲۹ اور اس کے بعد آنے والی متعدد روایتیں متفق ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سریۃ القراء یعنی بیر معونہ کے واقعہ کے بعد حضرات قراء رضی اللہ عنہم کے قاتلوں پر ایک مہینہ مسلسل نماز فجر میں رکوع کے بعد بد دعا کی۔ ان احادیث صحیحہ کی وجہ سے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب امت پر کوئی مصیبت پیش آئے تو قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے اور رکوع سے قبل و بعد دونوں طرح درست ہے لیکن افضل و بہتر رکوع کے بعد ہے جیسا کہ حضرت انسؓ کی مذکورہ روایت میں تصریح ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قنوت نازلہ تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔

حنفیہ کا قول یہ ہے کہ صرف فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے، اور یہی منقول ہے امام احمد بن حنبل سے حنفیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ سب جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جاسکتی ہے۔ شامی نے پہلے قول کو راجح کہا ہے۔

جمہور محدثین اور حضرت گنگوہی و حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک حوادث و مصائب کی شدت میں جہری اور سری تمام نمازوں میں پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ مختلف صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ سب نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی گئی۔

چنانچہ ایک حدیث انس بن مالکؓ کی ہے قال کان القنوت فی المغرب والفجر (بخاری صفحہ ۱۳۶)
دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے فکان ابو ھریرۃؓ یقنت فی الرکعۃ الاخرۃ من صلوٰۃ الظھر وصلوٰۃ العشاء وصلوٰۃ الصبح بعد مایقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعوا للمومنین ویلعن الکفار (بخاری صفحہ ۱۱۰) ایضاً مسلم شریف۔

ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر سب میں آخری رکعت کے اندر سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد قنوت نازلہ پڑھی۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قنوت نازلہ بوقتِ ضرورت شدیدہ تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے۔
بعض حنفیہ جیسے شارح منیہ ابن امیر الحاج کہتے ہیں کہ فجر کے سوا باقی تمام نمازوں میں قنوت منسوخ ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ صرف احتمال سے نسخ نہیں ہوتا جب تک صراحۃً نسخ کی دلیل موجود نہ ہو نسخ کا دعویٰ نہیں مانا جاسکتا، یہاں نسخ کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور آیت "لیس لك من الامر شیئ" قنوت نازلہ کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ کچھ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ فرمادیا تھا اس لئے ان کے حق میں بددعا کرنے سے ممانعت فرمادی، اس سے قنوت نازلہ کا مطلق منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ورنہ صحابہ کرام اپنے دور میں قنوت نازلہ پڑھتے لیکن صحابہ کرام کا پڑھنا ثابت ہے۔

مسیلمہ کذاب سے حضرت صدیق اکبرؓ کے وقت میں جنگ ہوئی تو انہوں نے قنوت میں دعا کی، حضرت عمر نے اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت قنوت میں دعا کی، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دعا کی پس صحابہ کرام کا تعامل اس کی دلیل ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہے۔

اسی طرح فجر کے سوا دوسری نمازوں میں بھی منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، نسخ کے قائلین کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز میں نہیں پڑھی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر فجر میں منسوخ ہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیثِ مرفوعہ صحیحہ غیر منسوخہ کے موجود ہوتے ہوئے صحابہ کرام کے عدم فعل سے منسوخ ثابت کرنا درست نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ صحابہ نے اتنی شدید ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ صرف نماز فجر میں قنوت پڑھنے پر اکتفا کیا نیز صبح کی نماز میں صحابہ کے قنوت پڑھنے کی خاص وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں طول مشروع ہے اور وہ صلوٰۃ لیل سے متصل ہوتی ہے اور وقت سحر نیز ساعت اجابت سے قریب ہوتی ہے۔ نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے اس وقت ملائکہ لیل و نہار کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے قنوت اس وقت زیادہ مناسب ہے۔ بہرحال عام مصائب کے لئے فجر کا وقت ہے اور شدت کی حالت میں تمام جہری نمازوں میں پھر انتہائی شدت کے وقت تمام نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے بحر الرائق میں ہے کہ قنوت کی اجازت عند النازلہ صلوٰۃ جہریہ میں ہے۔

صاحب درمختار کہتے ہیں لا یقنت بغیر الوتر الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجھریۃ وقیل

فی الکل یعنی غیر وتر میں قنوت نہیں پڑھنی چاہئیے مگر مصیبت کے وقت امام صلوٰۃ جہریہ میں قنوت نازلہ پڑھے اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ کل نمازوں میں پڑھے۔ اگرچہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ کل نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا امام شافعی کا قول ہے حنفیہ کے نزدیک قنوت نازلہ فجر کے ساتھ خاص ہے اور کسی نماز کے ساتھ درست نہیں مگر یہ قوی نہیں ہے جیساکہ بحر الرائق اور در مختار سے اوپر معلوم ہو چکا ہے اور احادیث قویہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جیساکہ گذرا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی اس کے مطابق یہی قول راجح ہونا چاہئیے، علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حنفیہ کی بعض کتابوں سے صرف جہری نمازوں میں اور بعض سے تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے (معارف مدینہ بحوالہ فیض الباری، عرف الشذی)

قنوت نازلہ بعد الرکوع اور جہراً پڑھنا چاہئیے۔ یہی راجح قول ہے۔

اب رہا دعار قنوت فی الوتر اور دعار قنوت فی الصبح دائمی کا مسئلہ؟ تو اس مسئلہ پر کتاب الصلوٰۃ میں مفصل بحث آئے گی انشاء اللہ۔

۱۳۔ حدثنی عبد الاعلیٰ بن حماد قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا سعید عن قتادۃ عن انس بن مالکؓ ان رعلاً وذکوان وعصیۃ وبنی لحیان استمدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عدو فامدھم بسبعین من الانصار کنا نسمیھم القراء فی زمانھم کانوا یحتطبون بالنھار ویصلون باللیل حتی کانوا ببئر معونۃ قتلوھم وغدروا بھم فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقنت شھراً یدعو فی الصبح علی احیاء من احیاء العرب علی رعل وذکوان وعصیۃ وبنی لحیان قال انس فقرأنا فیھم قرانا ثم ان ذالک رفع بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا وعن قتادۃ عن انس بن مالکؓ حدثہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شھراً فی صلوٰۃ الصبح یدعو علی احیاء من احیاء العرب علی رعل وذکوان وعصیۃ وبنی لحیان زاد خلیفۃ حدثنا ابن زریع حدثنا سعید عن قتادۃ قال حدثنا انس ان اولئک السبعین من الانصار قتلوا ببئر معونۃ قرانا کتابا نحوہ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اشاعت اسلام کے لئے) مدد طلب کی دشمن کے خلاف، تو آنحضورؐ نے ستر انصاری صحابہ سے ان کی مدد کی۔ ہم لوگ اس زمانے میں ان کا نام "القراء" رکھتے تھے (قراء کہا کرتے تھے، قرار قاری کی جمع ہے) یہ حضرات دن میں لکڑیاں جمع کرتے تھے (معاش حاصل کرنے کے لئے) اور رات میں نماز پڑھا کرتے تھے، جب یہ حضرات قرار بیر معونہ پر پہونچے تو مشرکین (بنو سلیم) نے ان حضرات کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ غداری کی۔ جب یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپؐ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی کہ صبح کی نماز میں قبائل عرب میں سے ان قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان پر بددعا کرتے تھے۔ انسؓ نے بیان کیا کہ ان کے بارے میں ہم نے قرآن پڑھا یعنی ہم اس آیت قرآنی کی تلاوت کرتے تھے) پھر یہ آیت اٹھالی گئی یعنی اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی "بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا فرضی عنا وارضانا" ہماری طرف سے ہماری قوم (مسلمانوں) کو پہنچادو کہ ہم اپنے رب سے مل گئے ہیں سو وہ ہم سے راضی ہے

اور ہم کو خوش کر دیا ہے (یعنی اپنی بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے)۔

وعن قتادة عن انس بن مالك حدثه ان نبي الله صلى الله عليه وسلم قنت شهراً في صلوٰة الصبح يدعو على احياء من احياء العرب على رعل وذكوان وعصية وبني لحيان۔

اور قتادہ سے روایت ہے ان سے حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں عرب کے چند قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان کے لئے بد دعا کی تھی۔

زاد خليفة حدثنا ابن زريع حدثنا سعيد عن قتادة قال حدثنا انس ان اولئك السبعين من الانصار قتلوا ببئر معونة۔

خلیفہ نے (امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں) یہ اضافہ کیا ہے ان سے ابن زریع نے بیان کیا اور ان سے سعید نے حدیث بیان کی ان سے قتادہ نے اور ان سے حضرت انسؓ نے کہ یہ ستر صحابہ قبیلہ انصار میں سے تھے۔ جو بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

"قرآناً کتاباً نحوہ" قرآن سے مراد کتاب اللہ ہے (مقصد قرآن کی تفسیر کتاب سے بیان کرنا ہے)۔

نحوہ ای نحو روایت عبد الاعلیٰ۔

تشریحات حدیث مذکور میں قتادہ کی دو روایتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

پہلی روایت سعید عن قتادہ عن انس ہے اور دوسری روایت بھی عن قتادہ عن انس ہے جس میں یہ اضافہ ہے:۔ عن يزيد بن زريع عن سعيد بن ابي عروبة عن قتادة الخ

رعل قبیلہ رعل وذکوان کے ساتھ میں سریۃ القراء کے اندر بنو لحیان کا ذکر وہم ہے اس لئے کہ بنی لحیان کا تعلق واقعہ رجیع سے ہے جیسا کہ گذر چکا۔ (فتح)

"قرآناً کتاباً نحوہ" اس سے مقصد قرآن کی تفسیر کرنا ہے کتاب اللہ سے، بخاری جلد اول صفحہ ۳۹۳ میں ہے۔

فاخبر جبريل النبي صلى الله عليه وسلم انهم قد لقوا ربهم فرضي عنهم وارضاهم فكنا نقرأ ان بلغوا قومنا ان قد لقينا ربنا فرضي عنا وارضانا ثم نسخ بعد الخ

مطلب یہ ہے کہ حسب دعا حضرات صحابہؓ حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضور کو خبر کر دی کہ صحابہ اپنے رب سے جا ملے سو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے ان صحابہ کو خوش کر دیا۔

۱۳۱۔ حدثنا موسى بن اسمٰعيل قال حدثنا همام عن اسحٰق بن عبد الله بن ابي طلحة قال حدثني انس ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث خاله اخ لام سليم في سبعين راكباً وكان رئيس المشركين عامر بن الطفيل خيّر بين ثلث خصال فقال يكون لك اهل السهل ولي اهل المدر او اكون خليفتك او اغزوك باهل غطفان بالف والف فطعن عامر في بيت ام فلان فقال غدة كغدة البعير في بيت امرأة من آل فلان ائتوني بفرسي فمات على ظهر فرسه فانطلق حرام اخو ام سليم

وهو رجل اعرج ورجل من بني فلان قال كونا قريبا حتى آتيهم فان آمنوني كنتم وان قتلوني اتيتم اصحابكم فقال اتؤمنوني ابلغ رسالة رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يحدثهم واومؤا الى رجل فاتاه من خلفه فطعنه قال همام احسبه حتى انفذه بالرمح قال الله اكبر فزت ورب الكعبة فلحق الرجل فقتلوا كلهم غير الاعرج كان في رأس جبل فانزل الله علينا ثم كان من المنسوخ انا قد لقينا ربنا فرضي عنا وارضانا فدعا النبي صلى الله عليه وسلم عليهم ثلثين صباحا على رعل وذكوان وبني لحيان وعصية الذين عصوا الله ورسوله۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دانسؓ) کے ماموں ام سلیم (انس کی والدہ) کے بھائی (حرام بن ملحان) کو ستر سواروں میں بھیجا (یعنی ستر قراء کی جماعت میں حضرت انس کے ماموں بھی شامل تھے) اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ رئیس المشرکین عامر بن طفیل تھا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں کے درمیان اختیار دیا تھا چنانچہ اس نے کہا کہ دیہات کے لوگ آپ کا اور شہر والے میرا (یعنی شہریوں پر میری حکومت رہے اور دیہات والوں پر آپ کی حکومت رہے، یا میں آپ کا خلیفہ ہو جاؤں یا پھر میں ہزاروں غطفانیوں کو لے کر آپ سے جنگ کروں گا (اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی) پھر عامر ام فلاں (آل سلول کی ایک عورت) کے گھر میں طاعون میں مبتلا ہوا (یعنی عامر کے کان کی جڑ میں طاعون کا غدود ظاہر ہوا) تو کہنے لگا یہ غدود (یعنی طاعون ہو گیا ہے مجھ کو جوان اونٹ کے طاعون کی طرح آل فلاں کی عورت کے گھر میں میرا گھوڑا لاؤ، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا۔ فانطلق حرام الخ اس کا عطف بعث خالہ پر ہے درمیان کلام بطور استطراد ہے) بہر حال ام سلیم کے بھائی (حرام بن ملحان) اور ایک شخص جو لنگڑے تھے (اسمہ کعب بن زید) اور ایک تیسرے شخص جو بنی فلاں میں سے تھے (اسمہ منذر بن محمد) آگے بڑھے (جب بنی عامر تک پہونچے تو اپنے دونوں ساتھیوں کعب بن زید اور منذر بن محمد سے خطاب کیا) حرامؓ نے کہا آپ دونوں میرے قریب رہئے یہاں تک کہ میں ان کے پاس جاتا ہوں سو اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دے دیا تو تم ثابت قدم رہو اور اگر انہوں نے مجھ کو قتل کر دیا تو آپ حضرات اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جائیں۔ (اور صورت حال کی اطلاع کر دیں) چنانچہ حضرت حرامؓ نے کہا (جب بنی عامر کے پاس پہونچ گئے) کیا تم مجھ کو امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچا دوں؟ پھر وہ (حضرت حرامؓ) انہیں پیغام رسول پہونچانے لگے اور قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا سو وہ شخص حضرت حرام کے پیچھے آیا اور نیزہ ملا، ہمام نے بیان کیا "میرا خیال ہے کہ نیزہ آرپار ہو گیا تھا حضرت حرام نے کہا اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ" اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں کامیاب ہو گیا (یعنی شہادت نصیب ہو گئی) سو مل گیا رجل (یعنی حرام کا ساتھی اپنے اصحاب میں جا ملا) پھر کافروں نے تمام صحابہ کو شہید کر دیا سوائے لنگڑے صحابی کے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ہم پر آیت کریمہ نازل فرمائی بعد میں وہ آیت منسوخ ہو گئی وہ آیت یہ ہے انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا" ترجمہ گذر چکا ہے تو آنحضور نے قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان پر جنھوں نے اللہ اور اس کے

رسول کی نافرمانی کی تھی ان پر تیس دن صبح کی نماز میں بد دعا کی۔

تشریحات حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے کہ پورا واقعہ سریۃ القراء کا ہے جو بیر معونہ میں پیش آیا۔ مر الحدیث صفحہ ۳۹۳۔

وھو رجل اعرج علامہ عینی لکھتے ہیں "والصواب فانطلق حرام ھو و رجل اعرج۔ الخ عینی اس جگہ کاتب کی غلطی سے ھو اور واؤ میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے کیونکہ حضرت حرام اعرج نہیں تھے۔ جیساکہ آگے کی عبارت قال کونوا قریبا منی دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت حرام کے علاوہ دو اشخاص اور تھے۔ نیز ایک روایت میں ہے فانطلق حرام و رجلان معہ رجل اعرج و رجل من بنی فلان الخ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اعرج حرام کی صفت نہیں ہے اس لئے صحیح یہی ہے کہ اصل عبارت اس طرح ہوگی ھو و رجل اعرج "عمدۃ القاری، فلحق الرجل اس کے معنی میں مختلف احتمالات ہیں۔ ۱ لحق صیغہ معروف ہو اور رجل اس کا فاعل اور رجل سے مراد حضرت حرام کے ساتھی ہوں اس صورت میں تقدیر عبارت ہوگی فلحق الرجل بالمسلمین اور اسی کا لحاظ ترجمہ میں کیا گیا ہے۔ ۲ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رجل سے مراد حضرت حرام کا ساتھی ہی ہو لیکن لحق صیغہ مجہول ہو اس صورت میں معنی ہوں گے وہ شخص حرام کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ۳ تیسرا احتمال یہ ہے کہ رجل سے مراد حضرت حرام کا قاتل ہو اور لحق صیغہ معروف ہو یعنی لحق رجل بالمشرکین قاتل اپنے مشرکوں سے مل گیا پھر سارے مشرکین جمع ہوکر تمام صحابہ کو شہید کر دیا۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ رجل بسکون الجیم راجل کی جمع ہو یعنی مشرکوں کی پیدل جماعت نے مسلمانوں کو پالیا پھر سارے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

۱۳۲۔ حدثنی حبان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر قال حدثنی ثمامۃ بن عبد اللہ بن انس انہ سمع انس بن مالکؓ یقول لما طعن حرام بن ملحان وکان خالہ یوم بیر معونۃ قال بالدم ھکذا فنضحہ علی وجہہ و راسہ ثم قال فزت و رب الکعبۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حرام بن ملحان کو جو آپ کے ماموں تھے بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو آپ (حرام) نے خون کو ہاتھ میں لیا اس طرح (یعنی زخم کی جگہ سے) اور اس کو اپنے چہرے اور سر پر لگایا، پھر فرمایا، "میں کامیاب ہوگیا کعبہ کے رب کی قسم"۔

تشریحات قال بالدم ھذا من اطلاق القول علی فعل معناہ اخذ الدم من موضع الطعن فنضحہ ای رشہ علی وجہہ وراسہ۔

۱۳۳۔ حدثنی عبید بن اسمعیل قال حدثنا ابو اسامۃ عن ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر فی الخروج حین اشتد علیہ الاذی فقال لہ اقم فقال یا رسول اللہ اتطمع ان یوذن لک فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لارجو ذالک قالت فانتظرہ ابوبکر فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ظھرا فناداہ فقال اخرج من عندک فقال ابوبکر انما ھما ابنتای فقال اشعرت

انہ قد اذن لی فی الخروج فقال یا رسول اللہ الصحبة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصحبة. قال یا رسول اللہ عندی ناقتان قد کنت اعددتهما للخروج فاعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدٰهما وهی الجدعاء فرکبا فانطلقا حتی اتیا الغار وهو بثور فتواریا فیہ فکان عامر بن فهیرة غلاما لعبد اللہ بن الطفیل بن سخبرة اخو عائشة لامها وکانت لابی بکر منحة فکان یروح بها ویغدو علیهم ویصبح فیدلج الیهما ثم یسرح فلا یفطن به احد من الرعاء فلما خرجا خرج معهما یعقبانه حتی قدما المدینة فقتل عامر بن فهیرة یوم بئر معونة وعن ابی اسامة قال قال هشام بن عروة فاخبرنی ابی قال لما قتل الذین ببئر معونة واسر عمرو بن امیة الضمری قال له عامر بن الطفیل من هذا واشار الی قتیل فقال له عمرو بن امیة هذا عامر بن فهیرة فقال لقد رأیته بعد ما قتل رفع الی السماء حتی انی لانظر الی السماء بینه وبین الارض ثم وضع فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرهم فنعاهم فقال ان اصحابکم قد اصیبوا وانهم قد سألوا ربهم فقالوا ربنا اخبر عنا اخواننا بما رضینا عنک ورضیت عنا فاخبرهم عنهم واصیب یومئذ فیهم عروة بن اسماء بن الصلت فسمی عروة به ومنذر بن عمرو سمی به منذرا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ جب کفار مکہ کی تکلیف شدید ہوگئی، آنحضورؐ نے ان سے فرمایا "ٹھہرے رہو (فی الحال) اس پر ابوبکر نے کہا "یا رسول اللہؐ کیا آپ بھی امید رکھتے ہیں کہ آپ کو ہجرت کی اجازت ہو جائے گی (اللہ کی طرف سے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ابوبکر انتظار کرنے لگے، سو ایک دن رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت ابوبکر کے پاس تشریف لائے اور آواز دی اور فرمایا (یعنی گھر کے اندر تشریف لاکر) اپنے پاس والوں کو نکال دو (مطلب یہ ہے کہ تخلیہ کر دو تاکہ ہماری بات کو کوئی اور نہ سن سکے) تو ابوبکر نے فرمایا یہاں تو صرف دونوں لڑکیاں ہیں (یہاں کوئی غیر نہیں ہے) آنحضور نے فرمایا کیا آپ کو معلوم ہے؟ کہ ہجرت کے بارے میں مجھ کو اجازت مل گئی ہے، حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ صحبت (رفاقت) چاہتا ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں تیرا ساتھ ہوگا" ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں اور میں نے ان دونوں کو ہجرت کے لئے ہی تیار کر رکھا ہے چنانچہ صدیق اکبرؓ نے ایک اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جس کا نام جدعاء تھا، پھر دونوں حضرات سوار ہوئے اور چلے یہاں تک کہ دونوں حضرات غار کے پاس آئے اور وہ غار ثور تھا پھر دونوں حضرات اس میں چھپ گئے۔ اور عامر بن فہیرہؓ جو حضرت عائشہ کے مادری بھائی عبداللہ بن طفیل بن سخبرہ کے غلام تھے، اور حضرت ابوبکر کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی تو عامر بن فہیرہ اس اونٹنی کو شام صبح لے جاتے تھے اہل مکہ کے ساتھ اور صبح کرتے تھے مکہ والوں کے ساتھ اور رات کے آخری حصہ میں ان دونوں (آنحضورؐ اور ابوبکر) کے پاس آئے تھے (یعنی دودھ پلانے کے لئے) کیونکہ غار ثور کے اندر آپ حضرات کی خوراک اسی اونٹنی کا دودھ تھی) اور پھر عامر اس کو چرانے لے جاتے تھے اس طرح کہ کوئی چرواہا اس راز کو سمجھ نہ سکے، پھر جب دونوں حضرات

(آنحضور اور صدیق اکبر) غار سے نکلے تو عامر بن فہیرہ ان دونوں کے ساتھ نکلے کہ دونوں باری باری اپنے پیچھے اس کو بٹھا لیتے یہاں تک کہ دونوں حضرات مدینہ تشریف لے آئے، پھر عامر بن فہیرہ بیر معونہ کے حادثہ میں شہید ہوگئے۔

تشریحات ترجمۃ الباب کی مطابقت اسی آخری ٹکڑے سے ہے اور یہاں امام بخاری کا مقصد بھی اسی کا بیان کرنا ہے کہ عامر بن فہیرہ سابقین میں سے ہیں۔

(۱) حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ ہے اس میں قلب ہوگیا ہے۔ صحیح طفیل بن عبداللہ بن سخبرہ ہے کمافی الحاشیہ صفحہ ۵۸۰۔

ومر الحدیث صفحہ ۵۵۱ بطولہ مفصلا۔

وعن ابی اسامۃ قال قال هشام بن عروۃ فاخبرنی ابی قال لما قتل الذین ببئر معونۃ واسر عمرو بن امیۃ الضمریؓ قال لہ عامر بن الطفیل من هذا واشار الی قتیل فقال لہ عمرو بن امیۃ هذا عامر بن فہیرۃ فقال لقد رأیتہ بعد ما قتل رفع الی السماء بینہ وبین الارض ثم وضع فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرہم فنعاهم فقال ان اصحابکم قد اصیبوا وانہم قد سألوا ربنا اخبر عنا اخواننا بما رضینا عنک و رضیت عنا فاخبرہم عنہم واصیب یومئذ فیہم عروۃ بن اسماء بن الصلت فسمیؓ عروۃ بہ ومنذر بن عمرو سمیؓ بہ منذرا۔

ترجمہ:- ابواسامہ سے روایت ہے ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ہشام کو ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبر دی حضرت عروہ کا بیان ہے کہ جب بیر معونہ میں حضرات قراء شہید ہوگئے اور عمرو بن امیہ ضمری گرفتار کر لئے گئے تو عامر بن طفیل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اور ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا، تو عمرو بن امیہ نے اس سے کہا کہ یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں پھر عامر بن طفیل نے کہا "البتہ میں نے اس کو دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد وہ لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی یہاں تک میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی پھر زمین پر رکھدی گئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان شہداء کی خبر آئی (یعنی حضرت جبریلؑ نے آنحضور کو اطلاع دی) چنانچہ آنحضورؐ نے ان حضرات کے شہید ہونے کی خبر صحابہ کرام کو دی اور فرمایا کہ تمہارے اصحاب شہید ہوگئے ہیں اور بلاشبہ ان حضرات نے اپنے پروردگار سے درخواست کی اور کہا "اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو ہمارے حال کی خبر کر دیجئے کہ ہم آپ سے راضی ہیں اور آپ ہم سے راضی ہوگئے چنانچہ حق تعالیٰ نے ان حضرات کے متعلق (قرآن مجید کے ذریعہ) صحابہ کو خبر دے دی۔ اور اس دن (یعنی بیر معونہ میں) ان حضرات میں شہید ہوئے عروہ بن اسماء بن صلتؓ سو عروہ بن زبیر کا نام عروہ ان ہی کے نام پر رکھا گیا (یعنی بہت دنوں کے بعد جب زبیر کو لڑکا ہوا تو عروہ بن اسماء کے نام پر اپنے صاحبزادے کا نام تفاؤلا عروہ رکھدیا) اور منذر بن عمرو بھی اسی موقع پر شہید ہوئے تھے (اور زبیر کے دوسرے لڑکے کا نام منذر ان ہی کے نام پر رکھا گیا۔

تشریحات وعن ابی اسامۃ الخ اس کا عطف امام بخاری کا قول حدثنا عبید بن اسماعیل حدثنا ابواسامۃ پر ہے، امام نے محض موصول اور مرسل کو الگ کرنے کے لئے اس کو علیحدہ بیان

کیا ہے چونکہ پہلی حدیث یعنی حدیث ہجرت میں ام المومنین حضرت عائشہؓ آنحضورؐ اور ابوبکر صدیق کی ہجرت کا واقعہ نقل کرتی ہیں بخلاف دوسری حدیث کے یعنی حدیث بیر معونہ میں حضرت عائشہ کا ذکر نہیں ہے، اور دونوں میں مناسبت ظاہر ہے کہ عامر بن فہیرہ کی شرکت کا بیان ہے کہ ہجرت میں بھی شریک تھے اور بیر معونہ کے حادثہ میں تو ایسی شرکت فرمائی کہ کامیاب و کامران ہو گئے۔

مثّ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش مبارک آسمان کی طرف فرشتوں کے اٹھانے میں حضرت عامر کی عظمت شان کا اظہار و کافروں پر رعب طاری کرنا ہے

۱۳۴۔ حدثنی محمدٌ قال اخبرنا عبد اللہِ قال اخبرنا سلیمٰنُ التیمیُّ عن ابی مجلزٍ عن انسٍ قال قنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شہراً یدعو علی رعل وذکوان ویقول عصیۃ عصت اللہ ورسولہٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ (بن مالک) نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھا رکوع کے بعد اس میں آپ رعل وذکوان پر بد دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قبیلہ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

مر الحدیث صفحہ ۱۳۶

مفصل واقعہ بیر معونہ میں گذر چکا ہے دیکھئے تشریحات حدیث ۱۳۵

۱۳۵۔ حدثنا یحییٰ بنُ بکیرٍ قال حدثنا مالکٌ عن اسحٰقَ بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ عن انسِ مالکٍ قال دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الذین قتلوا یعنی اصحابہ ببئر معونۃ ثلٰثین صباحًا حین یدعو علی رعل وذکوان ولحیان وعصیۃ عصتِ اللہ ورسولہ قال قال انسٌ فانزل اللہ لنبیہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فی الذین قتلوا اصحاب بئر معونۃ قراٰنا قرأناہ حتی نُسِخ بعد بلّغوا قومنا فقد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر جنہوں نے آپؐ کے اصحاب کو بیر معونہ میں شہید کیا تھا تیس دن صبح کی نماز میں بد دعا کی تھی اس وقت آپ بد دعا کرتے تھے قبائل رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حضرت انس نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہی لوگوں کے حق میں جو بیر معونہ میں شہید کئے گئے قرآن (یعنی آیت قرآن) نازل فرمایا جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں وہ آیت منسوخ ہو گئی (وہ آیت یہ ہے:۔

بلّغوا قومنا فقد لقینا (الخ)

تشریحات

مر الحدیث صفحہ ۳۹۵۔

۱۳۶۔ حدثنا موسیٰ بنُ اسمٰعیلَ قال حدثنا عبد الواحدِ قال حدثنا عاصم الاحول قال سألتُ انسَ بنَ مالکٍ عن القنوتِ فی الصلوٰۃ فقال نعم فقلت کان قبل الرکوع او بعدہٗ قال قبلہٗ قلت فانّ فلانا اخبرنی عنک انّک قلت بعدہٗ قال کذب انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شہرا انّہ کان بعث ناسا

يقال لهم القراءُ وهم سبعون رجلا الى ناس من المشركين وبينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد قبلهم فظهر هؤلاء الذين كان بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد فقنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا يدعو عليهم۔

ترجمہ:- عاصم احول کا بیان ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے نماز میں دعا ر قنوت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے تو میں نے پوچھا کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد؟ فرمایا رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کہ فلاں (محمد بن سیرین کما فی البخاری صفحہ ۱۳۶) صاحب نے تو آپ ہی کے واسطے سے مجھے بتایا ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ انسؓ نے فرمایا کہ انہوں نے غلط کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے (جس کا واقعہ یہ ہے کہ) آپ نے کچھ لوگوں کو بھیجا جنہیں قرا کہا جاتا تھا اور وہ ستر آدمی تھے۔ مشرکوں میں سے ایک جماعت کی طرف بھیجا تھا اور ان مشرکوں کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کی جانب سے عہد تھا (یعنی حفظ و امان کی ذمہ داری لی تھی) پھر غالب آگئے (یعنی غداری کی) ان لوگوں نے جن کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت پڑھی کہ ان مشرکوں پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریحات لفظ عہد مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے (۱) یمین وقسم (۲) امان (۳) حفاظت کی ذمہ داری وغیرہ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ سے جس قبیلہ نے عہد کیا تھا اور حفظ و امان کی ذمہ داری لی تھی وہ قبیلہ بنی عامر تھا جس کا سردار ابو براء تھا اور جن لوگوں نے صحابہ کرام (حضرات قراء) کو شہید کیا وہ دوسرا قبیلہ یعنی قبیلہ بنی سلیم تھا جس کا سردار عامر بن طفیل تھا جس کی وضاحت واقعہ بیر معونہ میں گذر چکی ہے۔

باب غزوة الخندق وهى الاحزاب

یہ باب غزوۂ خندق کے بیان میں ہے اور یہی غزوہ غزوۂ احزاب بھی ہے۔

قال موسى بن عقبة كانت فى شوال سنة اربع۔

موسیٰ بن عقبہ (صاحب المغازی المتوفی ۱۴۱ھ) کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق شوال ۴ھ میں ہوا۔

وجہ تسمیہ اس غزوے کے دو نام ہیں چونکہ حفاظت کے لئے آنحضورؐ کے حکم سے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی اس لئے اس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں۔

اور دوسرا نام احزاب ہے حزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے آتے ہیں، اس غزوہ میں کفار کے بہت سے قبائل اور بہت سی جماعتیں متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں کو ختم کر دینے کا معاہدہ کر کے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں اس لئے اس غزوہ کا نام احزاب بھی رکھا گیا (فتح الباری ص ۳۰۱)

واقعہ غزوۂ خندق شوال ۵ھ مطابق ۶۲۷ء

اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ غزوہ خندق

۴ سنہ ھ میں ہوا، اس لئے کہ حدیث ۱۳۵ آرہی ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ غزوۂ احد کے وقت چودہ سال کے تھے۔ آنحضورؐ نے ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی لیکن غزوۂ خندق کے وقت پندرہ برس کے تھے تو اجازت دے دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے اور یہ مسلّم ہے کہ غزوۂ احد ۳ سنہ ھ میں ہوا لہذا غزوۂ خندق کا ۴ سنہ ھ میں ہونا ثابت ہے۔

اسی دلیل کے پیش نظر امام بخاریؒ نیز ابن حزم کے نزدیک موسیٰ بن عقبہ کا قول راجح ہے۔

دوسرا قول امام المغازی محمد بن اسحاق کا ہے کہ غزوۂ خندق شوال ۵ سنہ ھ میں ہوا تمام ائمہ مغازی اور اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے علامہ ابن قیم اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

جمہور ائمہ مغازی اور اہل سیر صحیحین کی روایت کا جواب دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ غزوۂ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہ ہوں بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہوا ہو اور غزوۂ خندق کے وقت پندرہ سال کے ہوں یا ایک دو ماہ پندرہ سال سے زائد ہو اس اعتبار سے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں دو سال کا وقفہ ہو سکتا ہے کیونکہ سال کے شمار میں کسر یعنی مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔

نیز غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابو سفیان نے یہ کہا تھا کہ سال آئندہ بدر پر ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا یہ وعدہ کر کے مکہ واپس ہوا، جب سال آئندہ ایفائے وعدہ کا وقت آیا تو ابو سفیان یہ کہہ کر راستہ سے واپس ہو گیا کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے جنگ کے لئے مناسب نہیں پھر ایک سال کے بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس کو غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کہتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ غزوۂ احد اور غزوۂ احزاب میں دو سال کا وقفہ ہے جو جمہور ائمہ مغازی علماء سیر کے قول کا مؤید ہے۔ (فتح الباری)

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہے کہ یہود کے قبیلہ بنی نضیر کو آنحضورؐ نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا اس کے بعد وہ منتشر ہو گئے اور ایک جماعت ان کی خیبر میں مقیم ہوئی جب خیبر والوں کو معلوم ہوا کہ غزوۂ احد میں قریش مکہ کو غلبہ ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے پھر جنگ کی دھمکی دی ہے تو حی بن اخطب وغیرہ سرداران بنی نضیر اور قبیلہ بنی وائل کے سردار ابو عمار وائلی کی ایک جماعت لے کر مکہ پہونچا اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کو ترغیب دی اور مقابلہ کے لئے تیار کیا اور بنی غطفان کو بطور رشوت یہ لالچ دیا کہ خیبر کے نخلستان میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا نصف ہم تم کو دیا کریں گے یہ سن کر عیینہ بن حصن فزاری تیار ہو گیا قریش تو پہلے ہی سے تیار تھے لیکن سرداران قریش کو یہود پر اعتماد نہیں تھا قریش سردار سمجھتے تھے کہ جس طرح مسلمان ہماری بت پرستی کو کفر کہتے ہیں اور اس لئے ہمارے مذہب کو برا سمجھتے ہیں یہود کا بھی یہی خیال ہے تو ان سے موافقت و اتحاد کی کیا توقع رکھی جائے اس لئے ان لوگوں نے یہود سے سوال کیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان دین و مذہب کا اختلاف ہے اور آپ لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہیں پہلے ہمیں یہ بات بتلایئے کہ آپ کے نزدیک ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا؟ ہم دونوں میں کس کا مذہب اچھا ہے؟ یہودیوں نے اپنے علم و ضمیر کے بالکل خلاف قریش کو جواب دیا کہ تمہارا دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین سے اچھا ہے اور تمہارا دین

قدیم و مقدم ہے ان ہی یہود کی شان میں آیت نازل ہوئی۔

الم ترالی الذین اوتو نصیبًا من الکتٰب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھٰٓؤلاء اھدی من الذین اٰمنوا سبیلًا۔ ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ وکفٰی بجھنم سعیرا (پ ۵ ع ۴)

(اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (یعنی تورات کے علم) کا ایک حصہ ملا ہے (پھر باوجود اس کے) وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں (کیونکہ مشرکین کا دین بت پرستی اور شیطان کی پیروی تھا جب ایسے دین کو اچھا بتلایا تو بت اور شیطان کی تصدیق لازم آئی) الخ

اس جواب کو سن کر یہ لوگ کچھ مطمئن ہوئے مگر اس پر بھی معاملہ یہ ٹھہرا کہ آنے والے سرداران یہود اور سرداران ابن وائل نے سرداران قریش ایک ساتھ مسجد حرام میں جاکر بیت اللہ کی دیواروں کو سینے سے لگاکر اللہ کے سامنے یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ رہے گا مسلمانوں سے جنگ کرتے رہیں گے۔

اس طرح باہمی قرار داد کے مطابق قریش مکہ کا لشکر چار ہزار آدمیوں اور تین سو گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ ابو سفیان کی قیادت میں مکہ سے نکلا جب یہ لشکر مرّ الظہران پہونچا تو قبیلہ بنی غطفان اور قبیلہ اشجع و فزارہ وغیرہ کے قبائل آآکر شامل ہوگئے جن کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی (فتح ص۳۰۱)

جب اس کی خبر آنحضور کو ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے مشورہ دیا کہ ایسی صورت میں کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں بلکہ حفاظت کے لئے خندق کھودی جائے تاکہ دشمن پار کرکے نہ آسکیں سب نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عجلت کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کردیا گیا آنحضور نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی (فتح صفحہ ۳۰۵) ایک روایت یہ ہے کہ ہر دس افراد کو چالیس گز خندق کھودنے کو دی گئی تھی لمبائی تقریبًا ساڑھے تین میل تھی۔

ابن سعید فرماتے ہیں کہ چھ دن میں خندقیں کھودی گئیں (طبقات ابن سعد ص۴۷) حافظ عسقلانی نے ان ایام کی تعداد میں چار قول نقل کئے ہیں، پندرہ دن، بیس دن، چوبیس دن اور ایک ماہ (فتح ص۳۰۲) صحابہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوئے اور اول خود دست مبارک سے کدال زمین پر مارا اور یہ پڑھا:۔

بسم اللہ وبہ بدینا ولو عبدنا غیرہ شقینا

ہم نے اللہ کے نام سے اور اس کی مدد سے ابتدا کی، اور اگر اس کے سوا کسی کی عبادت کریں تو بدبخت ہوجائیں۔

فحبذا ربا وحبذا دینا پس کیا ہی اچھا رب ہے اور کیا ہی اچھا دین ہے۔

خندق کی کھدائی ایسے وقت میں شروع ہوئی کہ موسم جاڑے کا تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں کئی کئی دن کا فاقہ تھا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا مگر حضرات صحابہ نہایت ذوق کے ساتھ خندق میں مشغول تھے پھر خود ہی مٹی اٹھا اٹھاکر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے:۔

نحن الذين بايعوا محمدا ؎ على الجهاد ما بقينا ابدا

ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں یہ ارشاد فرماتے۔

اللّٰهمّ انّ العيشَ عيشُ الآخرة ؎ فاغفر للانصار والمهاجرة

اے اللہ بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے، پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔
اور آپؐ کبھی یہ فرماتے:۔

اللّٰهم انه لاخيرَ الا خيرُ الآخرة ؎ فبارك فى الانصار والمهاجرة

اے اللہ بلاشبہ حقیقی بھلائی آخرت ہی کی بھلائی ہے پس برکت عطا فرما انصار اور مہاجرین میں۔

حضرت براء بن عازبؓ راوی ہیں (جو حدیث ۱۴۴ آرہی ہے) کہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفسِ نفیس مٹی ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے یہاں تک کہ شکم مبارک گرد آلود ہوگیا اور غبار نے ڈھانپ لیا تھا اور آپؐ یہ فرماتے تھے:۔

واللّٰه لولا اللّٰه ما اهتدينا ؎ ولا تصدّقنا ولا صلّينا

خدا کی قسم اگر اللہ کی ہدایت (توفیق) نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سكينةً علينا ؎ وثبّتِ الاقدام ان لاقينا

سو اے اللہ ہم پر سکون (قلبی اطمینان) نازل فرما اور قدموں کو ثابت قدم رکھئے اگر (دشمن سے، ہماری) مڈبھیڑ ہوجائے

انّ الاُولى قد بغوا علينا ؎ اذا ارادوا فتنةً ابَينا

بلاشبہ ان لوگوں (دشمنوں) نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے، اور آخری لفظ اَبَینا کو بلند آواز سے بار بار اَبَینا اَبَینا فرماتے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے (جو حدیث ۱۴۱ میں آرہی ہے) کہ خندق کھودتے کھودتے ایک سخت اور چکنے پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی تو حضرت سلمان وغیرہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتلایا آپؐ نے ارشاد فرمایا "ٹھہرو۔ میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکمِ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، آپؐ نے کدال اپنے دستِ مبارک میں لے کر چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر بن کر رہ گئی۔ (بخاری صفحہ ۵۸۸ حدیث ۱۴۱)

مسند احمد اور نسائی کی روایت ہے کہ آپؐ نے کدال لے کر بسم اللہ پڑھا اور تین ضربیں ماریں، ہر ضرب میں اس سے روشنی نکلتی تھی، آپؐ اللہ اکبر فرماتے پھر صحابہ بھی تکبیر کہتے، پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جبریل امینؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی (فتح ص ۳۰۴)

اس غزوہ میں صحابہ کی تعداد تین ہزار تھی اور سارے زور آور حضرات زور آزمائی کر چکے تھے جب پتھر کسی سے نہ ٹوٹ سکا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑا جو کھلا ہوا عظیم معجزہ تھا۔

گذارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں ؎ رخ شامی پہ خندق کھود لی ارباب ہمت نے
مگر اک مرحلے پر ہوگئی حائل چٹان ایسی ؎ اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی

لگا کر ضرب پتھر پر جوان و پیر سب ہارے ٭ پیمبر کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے
کیا نظارہ حسن صابری کا چشم شاہد نے ٭ کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا ٭ ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبر پیمبر کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاروں کے ٭ کہ دو پتھر بندھے پیٹ پر محبوب باری کے
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو ٭ کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

دوسرا معجزہ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق میں اتر کر وہ پتھر توڑا جو کسی سے نہ ٹوٹ سکا اس وقت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے آپؐ نے اور آپؐ کے اصحاب نے کچھ نہ کھایا پیا تھا۔

حضرت جابر بھی وہاں موجود تھے، ان سے بھوک کی یہ حالت دیکھ کر نہ رہا گیا، آنحضرتؐ سے اجازت لے کر گھر گئے، بیوی سے کہا کہ میں نے حضور اقدس کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے، تیرے پاس کچھ ہے؟ یہ سن کر بیوی نے ایک تھیلی نکالی، جس میں ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو تھے اور گھر میں بکری کا ایک بچہ تھا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے جو پیسے اور میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور بوٹیاں کر کے تین پتھروں کا چولہا بنا کر ہانڈی میں چڑھا دیا، جب بوٹیاں گلنے کے قریب ہوگئیں اور آٹا گوندھے جانے کے بعد پکنے کے لائق ہوگیا تو میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا، بیوی نے کہا کہ کہیں ایسا مت کرنا کہ حضور اقدسؐ اور آپ کے (سب یا اکثر) ساتھیوں کو لے کر آؤ اور (کھانا کم پڑنے کی وجہ سے) میری رسوائی کراؤ۔

میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور چپکے سے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم نے تھوڑا سا کھانا تیار کر رکھا ہے آپؐ اور آپ کے ساتھ چند آدمی چلے چلیں، آپ نے فرمایا، کتنا کھانا ہے؟ میں نے پوری صورت حال عرض کر دی۔ آپؐ نے فرمایا (یہ تو) بہت ہے اور فرمایا کہ بیوی سے جاکر کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی کو چولہے سے نہ اتارے اور روٹی پکانا شروع نہ کرے، ساتھ ہی آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اے خندق والو! جلدی سے چلو، جابر نے کھانا تیار کیا ہے، میں جلدی جلدی (سب سے آگے) گھر کی طرف چلا اور بیوی سے کہا کہ وہ تو تمام حضرات مہاجرین وانصار اور سارے مسلمان آگئے۔ اول تو بیوی بہت بگڑی اور الٹا سیدھا کہا پھر جب میں نے بتایا کہ تو نے جو بات کہی تھی (کہ کھانا تھوڑا سا ہے) وہ میں نے حضور اقدس سے عرض کر دی تھی اس پر وہ کہنے لگی "اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں ہم نے تو بتا دیا جو ہمارے پاس ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے ایسی بات کہدی کہ جس سے میری بڑی پریشانی دور ہوگئی (کیونکہ اس نے مجھے سمجھا دیا کہ جب ہم نے بتا دیا کہ کھانا تھوڑا سا ہے اور پھر بھی حضورؐ سب کو لے کر آئے تو حضور جانیں، ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بارہا تھوڑے کھانے میں بہت برکت ہوئی ہے آج بھی ہو سکتی ہے۔

بیوی سے باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئے آپؐ آگے آگے چل رہے تھے اور باقی حضرات پیچھے پیچھے آرہے تھے آپ نے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ اور آپس میں تنگی نہ کرو، میری بیوی نے آپ کی خدمت میں آٹا پیش کر دیا۔ آپؐ نے اس میں لعاب مبارک ڈال دیا اور برکت کی دعا کی، پھر ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا اور برکت کی دعا کی، پھر فرمایا کہ تو اپنے ساتھ روٹی پکانے کے لئے ایک

اور پکانے والی ہانڈی۔

چنانچہ روٹی پکنی شروع ہوئی اور آنحضرت روٹی توڑ توڑ کر اور اس پر گوشت رکھ رکھ کر اپنے صحابہ کو دیتے رہے۔ جب ہانڈی سے سالن اور تنور سے روٹی لیتے تھے تو اسی وقت ڈھانک دیتے تھے، پس آپ برابر روٹی توڑ توڑ کر اور سالن بھر بھر کر دیتے رہے یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور بہت کھانا بچ گیا، آپ نے (میری بیوی سے) فرمایا کہ اس کو کھاؤ اور (پڑوسیوں کو) ہدیہ بھیج دو کیونکہ لوگ بھوک سے دوچار ہیں۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک ہزار افراد کھا کر تشریف لے گئے اور ہماری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی جیسا کہ شروع میں تھی اور ہمارا آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا جیسا کہ شروع میں تھا (بخاری صفحہ ۵۸۸ فتح صفحہ ۴۵۶)

غرض مسلمان خندقیں کھود کر فارغ ہوئے تو کفار قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر مدینہ پہنچے اور جبلِ احد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے، خندقیں فریقین کے درمیان حائل تھیں، عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں محفوظ ہونے کا حکم دیا۔

بیس دن کفار کا محاصرہ رہا، خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی البتہ طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہی، اسی تیر اندازی میں حضرت سعد بن معاذ کے ایک ہاتھ پر تیر آ کر لگا جس سے بہت خون نکلا اور حضرت سعد زخمی ہو گئے۔ کفار حیران تھے خندق کی تدبیر ان لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، خندق کے ارد گرد چکر کاٹتے اور حیران رہتے، بالآخر ان کا مشہور شہسوار عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب اور ضرار شاعر مقابلہ کے لئے نکلے۔ جب خندق کے پاس پہنچے حیران ہو کر چکر لگایا تو ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے اور مبارزت طلب کی، حضرت علی اور چند مسلمان پہونچ گئے، مقابلہ ہوا، حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، جس سے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ حق تعالیٰ نے فتح دی بقیہ لوگ بھاگ گئے، ایک کافر نوفل بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا گھوڑے پر سوار تھا، خندق کو پھاندنا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

حملہ کا یہ دن نہایت سخت تھا تمام دن سنگ باری اور تیر اندازی ہوتی رہی، اسی میں آنحضورؐ اور صحابہ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ محاصرہ طویل ہو گیا تھا، صحابہ کرام مصائب میں گھرے ہوئے تھے، بظاہر کوئی امید افزا حالت نہ تھی۔ حق تعالیٰ نے لطائفِ غیبی سے امداد کا ایک عجیب ذریعہ پیدا کر دیا۔ قبیلہ بنی غطفان کا ایک رئیس نعیم بن مسعودؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ لیکن اب تک کفار کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں، اگر اجازت ہو تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ حصار ختم ہو۔ آپؐ نے فرمایا تم کو اجازت ہے جو ممکن تدبیر کر سکتے ہو کرو فان الحرب خدعۃ (اس لئے کہ جنگ میں فریب جائز ہے)، یہ پہلے بنی قریظہ میں گئے۔ اظہار یگانگت و ہمدردی کے بعد کہا کہ تم لوگ لڑائی میں شریک تو ہو گئے ہو مگر یہ بھی سوچا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ قریش اور غطفان کا کیا ہے اگر فتح ہوئی تب تو خیر لیکن اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے، پھر تمہارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سابقہ ہوگا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ بنی قریظہ نے پوچھا،

کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کر لو، قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو اگر دے دیں تو شرکت کرو۔ سب نے کہا واقعی یہ بہت صحیح اور ضروری ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود اس کے بعد قریش کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کر دوں، سنا ہے کہ یہود اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ کیا آپ لوگ راضی ہو جائیں گے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کر دی ہے، اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے مطلوبہ کچھ آدمی طلب کریں گے اور ان کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیں گے، نعیم بن مسعود نے یہی باتیں اس کے بعد غطفان سے بھی بیان کیں۔ اس کے بعد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہو گئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہئے تم لوگ بھی باہر نکلو تو مل کر زبردست حملہ کیا جائے، بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کل سبت (سنیچر) ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کر سکتے اس کے علاوہ ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ بھی نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کس حال میں ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔ اس جواب سے قریش اور غطفان کو یقین ہو گیا کہ نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے، ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے، تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ، اس جواب سے بنی قریظہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔

اس طرح ان کفار میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے، پھر لطائف غیبی سے ایک دوسری امداد ہوئی کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کے لشکر بھیجے اور رات کے وقت سخت طوفان آیا کہ قریش کے تمام خیمے ڈیرے اکھڑ گئے طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں منتشر ہو گئیں، چولہے بجھ گئے سارے لوگ پریشان اور بدحواس ہو گئے، آنحضور نے فرمایا کہ کوئی دیکھے کہ کفار کا کیا حال ہے اور کیا ارادہ ہے، لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اٹھا، آخر حضور اقدس نے حضرت حذیفہ بن یمان کو نام لے کر بلایا اور بھیجا، انہوں نے جا کر دیکھا کہ سارے کفار حواس باختہ ہیں اور یہ وہیں موجود تھے کہ ابو سفیان نے قریش سے کہا کہ "اے گروہ قریش، بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، آندھی نے ہمارے خیمے اجاڑ دیئے، ہمارے جانور ہلاک ہو گئے فوراً چلو، یہ کہہ کر ابو سفیان اونٹ پر سوار ہو گیا اور سارے کفار روانہ ہو گئے۔ جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:-

الان نغزوهم ولا يغزوننا نحن نسير اليهم۔	اب آئندہ ہم ان سے جنگ کریں گے یہ ہم سے جنگ کرنے نہ آئیں گے۔ (بخاری صفحہ ۵۹۰)

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خداوند کریم نے باد صبا کے ذریعہ (جو مشرق سے مغرب کو چلتی ہے) میری امداد فرمائی اور دبور (جو مغرب سے مشرق کو چلتی ہے) کے ذریعہ قوم عاد کو ہلاک کیا۔

نوٹ:- اس غزوہ کے وقت بیان القرآن سورۂ احزاب کا مطالعہ ضرور فرمالیں۔

۱۳۷- حدثنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد الله قال اخبرني نافع عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم عرضه يوم احد وهو ابن اربع عشرة فلم

یجزہ و عرضہ یوم الخندق وھو ابن خمسۃ عشر فاجازہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوۂ احد کے دن ان کا جائزہ لیا، اس وقت آپؓ چودہ سال کے تھے تو آنحضورؐ نے انہیں اجازت نہیں دی بلکہ واپس فرمادیا) اور غزوۂ خندق کے موقع پر ان کا جائزہ لیا اس وقت آپ پندرہ سال کے تھے تو آنحضورؐ نے آپ کو اجازت دے دی (جہاد میں شریک کرلیا)

تشریحات عَرَضَہ عرض الجند سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں لشکر کا جائزہ لیا، مسلم کی روایت میں ہے عرضنی یوم احد الخ یعنی احد کے دن میرا جائزہ لیا۔

۱۳۸۔ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا عبد العزیز عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخندق وھم یحفرون ونحن ننقل التراب علیٰ اکتادنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ فاغفر للمھاجرین والانصار۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے اصحاب خندق کھود رہے تھے اور ہم لوگ مٹی اپنے کاندھوں پر منتقل کر رہے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ فاغفر للمھاجرین والانصار

اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین وانصار کی مغفرت فرمایئے۔

تشریحات مر الحدیث صفحہ ۵۲۵ پر صفحہ ۳۹، حضرت انسؓ سے اسی طرح کی روایت ہے۔

۱۳۹۔ حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا معاویۃ بن عمرو حدثنا ابو اسحٰق عن حمید سمعت انسا یقول خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المھاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ فلم یکن لھم عبید یعملون ذالک لھم فلما رای مابھم من النصب والجوع قال اللھم ان العیش عیش الاٰخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ فقالوا مجیبین لہ نحن الذین بایعوا محمدا علی الجھاد ما بقینا ابدا۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے آپؐ نے دیکھا کہ سرد صبح میں خندق کھود رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کے واسطے کام انجام دیتے (یعنی صحابہ کرام کے پاس نوکر چاکر نہیں تھے اس لئے خود ہی محض رضائے مولیٰ کی خاطر بغرض ثواب سخت سردی میں کام کر رہے تھے) سو جب آنحضورؐ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو فرمانے لگے "اے اللہ بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے پس انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما دیجیئے" پھر انصار ومہاجرین اس کے جواب میں کہنے لگے "ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے ہمیشہ جہاد کرنے پر جب تک زندہ رہیں گے۔

تشریحات مطابقت ظاہر ہے والحدیث مضیٰ فی الجہاد صفحہ ۳۹۔

آنحضورؐ کا مقصد شعر پڑھنے سے یہ تھا کہ صحابہ چند روزہ تکلف سے بددل نہ ہوں اور آخرت کی کامیاب زندگی کو سامنے رکھ کر کام کرتے رہیں اور حق تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے امیدوار رہیں، صحابہ نے بھی جواب میں یہ ظاہر کردیا

کرتا دمِ حیات جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محنت و مشقت کے کاموں میں اشعار سے کام میں جوش و جذبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آج بھی دیکھا جاتا ہے۔

۱۴۰۔ حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث عن عبد العزیز عن انس قال جعل المهاجرون یحفرون الخندق حول المدینة وینقلون التراب علی متونهم وهم یقولون:

نحن الذین بایعوا محمدا ۞ علی الجهاد ما بقینا ابدا ۞ قال یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یجیبهم اللهم انه لا خیر الا خیر الآخرة ۞ فبارك فی الانصار والمهاجرة ۞

قال ویؤتون بملء کفی من الشعیر فیصنع لهم باهالة سانخة توضع بین یدی القوم والقوم جیاع وهی بشعة فی الحلق ولها ریح منتن۔

ترجمہ: حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ حضرات مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھودنے لگے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے اور کہتے تھے (یعنی یہ شعر پڑھتے تھے) نحن الذین بایعوا محمدا الخ یعنی ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرماتے تھے "اللهم انه لا خیر الا خیر الآخرة الخ" یعنی اے اللہ بلاشبہ حقیقی بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، پس برکت فرما دے انصار و مہاجرین میں حضرت انس نے فرمایا کہ مٹھی بھر جَو دیئے جاتے پھر بدبودار چربی میں پکا کر مسلمانوں کے سامنے رکھدیا جاتا اور مسلمان بھوکے تھے اور حلق میں بدمزہ تھا (جس کا حلق سے اترنا دشوار ہوتا تھا) اور اس میں بدبو بھی ہوتی تھی۔

تشریحات یؤتون بصیغہ مجہول ہے کفی من الشعیر علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس میں تین طرح کے نسخے ملتے ہیں ۱: جو اکثر نسخوں کے متن میں کفی تثنیہ ہے جو اصل میں کفین تھا یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے تثنیہ کا نون ساقط ہو گیا ۲: بصیغہ مفرد بیائے متکلم یعنی کفی بکسر الفاء ۳: کف من الشعیر بغیر اضافت (عمدة القاری ص۱۸۱ ج۱۷)

یصنع بمعنی یطبخ۔ اهالة بکسر الهمزه وتخفیف الهاء بمعنی چربی۔ سانخة بفتح السین وکسر النون و فتح الخاء المعجمه بعدها تاء التانیث بمعنی بدبودار جس کا مزا بگڑ چکا ہو بشعة بفتح الباء وکسر الشین ایسی سڑی ہوئی چیز جو حلق سے اتارنا دشوار ہو۔

۱۴۱۔ حدثنا خلاد بن یحیی قال حدثنا عبد الواحد بن ایمن عن ابیه قال اتیت جابرا فقال انا یوم الخندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة فجاؤا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا هذه کدیة عرضت فی الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنه معصوب بحجر ولبثنا ثلاثة ایام لا نذوق ذواقا فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعول فضرب فعاد کثیبا اهیل او اهیم فقلت یا رسول اللہ ائذن لی الی البیت فقلت لامرأتی رأیت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ما کان فی ذلك صبر فعندك شیء قالت عندی شعیر وعناق فذبحت العناق وطحنت

الشعیرَ حتی جعلنا اللحم فی البرمۃ ثم جئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعجین قد انکسر والبرمۃ بین الاثافی قد کادت ان تنضج فقلت طُعَیِّمٌ لی فقم انت یا رسول اللہ ورجلٌ او رجلان قال کم ھو فذکرت لہ قال کثیر طیّب قال قل لھا لا تنزع البرمۃ ولا الخبز من التنوّر حتی اٰتی فقال قوموا فقام المھاجرون والانصار فلما دخل علی امرأتہٖ قال ویحک جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمھاجرین والانصار ومن معھم قالت ھل سالک قلت نعم فقال ادخلوا ولا تضاغطوا فجعل یکسر الخبز ویجعل علیہ اللحم ویخمّر البرمۃ والتنوّر اذا اخذ منہ ویقرّب الی اصحابہ ثم ینزع فلم یزل یکسر الخبز ویغرف حتی شبعوا وبقی بقیۃ قال کلی ھذا واھدی فانّ الناس اصابتھم مجاعۃ''۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت قسم کی چٹان سامنے آگئی (ایسی سخت چٹان جو کسی سے نہیں ٹوٹ سکی اور بعض اصحاب کے کدال ٹوٹ گئے) تو صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یہ ایک چٹان ہے جو خندق میں سامنے آگئی ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خندق میں اترتا ہوں پھر آپؐ کھڑے ہوئے دراں حالیکہ (شدت بھوک کی وجہ سے) آپؐ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن سے کوئی کھانے کی چیز نہیں چکھی ہے۔ سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لیا اور چٹان پر مارا تو وہ پتھر ریت کا ڈھیر ہو گیا (شک راوی ہے کہ اھیل کہا ہے یا اھیم معنی میں کوئی فرق نہیں ہے) پھر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے (یعنی تھوڑی دیر کے لئے) پھر (گھر آکر) میں نے اپنی بیوی سے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہوسکا' سو کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ (یعنی کھانے کی چیز) اس نے کہا میرے پاس کچھ جَو ہے اور ایک بکری کا بچہ' چنانچہ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے' یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہانڈی میں رکھا (پکنے کے لئے) پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آٹا گوندھا جا چکا' ہانڈی چولہے پر تھی اور پکنے کے قریب تھی پس میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھانا ہے سو آپ یا رسول اللہؐ اور آپ کے ساتھ ایک یا دو آدمی اور تشریف لے چلیں' آپؐ نے فرمایا "کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپؐ کو بتا دیا تو آپؐ نے فرمایا' بہت ہے اور خوب عمدہ ہے' اور آپؐ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہدو کہ ہانڈی نہ اتارے اور نہ روٹی چولہے سے' یہاں تک کہ میں آجاؤں' پھر آپ نے (صحابہ سے) فرمایا تم سب اٹھ کھڑے ہو۔ چنانچہ تمام مہاجرین وانصار تیار ہوگئے' پھر جابر جب بیوی کے پاس پہونچے تو کہا "تیرا بھلا ہو نبی اکرمؐ تو تمام مہاجرین وانصار اور اپنے سب ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں' بیوی نے پوچھا کہ کیا حضورؐ نے آپ سے دریافت کیا تھا (کہ کھانا کتنا ہے) میں نے کہا ہاں' پھر آنحضورؐ نے (صحابہ سے) فرمایا اندر داخل ہو جاؤ اور بھیڑ و تنگی نہ کرو' پس آپؐ روٹی توڑتے اور اس پر گوشت رکھتے اور اپنے اصحاب کے قریب کر دیتے اور ہانڈی اور تنور کو ڈھانک دیتے جب اس سے لے لیتے (مطلب یہ ہے کہ جب آپ ہانڈی سے سالن اور تنور سے روٹی نکالتے تو اسی وقت ڈھانک دیتے تھے جب اس سے پھر نکالتے۔ چنانچہ برابر آپ روٹی توڑتے اور بوٹی نکالتے یہاں تک کہ سب آسودہ ہوگئے اور کچھ باقی بھی رہ گیا' آپ نے فرمایا (جابرؓ کی بیوی سے) یہ تم کھاؤ اور ہدیہ' تحفہ بھیجو (لوگوں کے پاس) اس لئے کہ لوگ بھوکے ہیں (یعنی فقر

وفاقہ میں مبتلا ہیں)

تشریحات ایک روایت میں ہے کہ آنحضورؐ کے حکم سے ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ ایک سفید پتھر پیش آگیا۔ جس نے ہمارے کدال توڑ دیئے لہٰذا ہم نے سوچا کہ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں لیکن پھر خیال کیا کہ بارگاہ رسالت میں عرض کرنا چاہئے، لہٰذا ہم نے بارگاہ رسالت میں (بواسطہ حضرت سلمانؓ) اس کے متعلق عرض کیا، آپؐ نے بسم اللہ پڑھکر کدال مارا تو اس میں روشنی چمکی اور وہ پتھر ایک تہائی ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کہا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، خدا کی قسم میں اس کے سرخ محل اس وقت دیکھ رہا ہوں مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ ملکِ شام پر میری امت کا غلبہ ہوگا۔

پھر آپ نے دوسری بار کدال مارا تو اس پتھر کی دوسری تہائی ٹوٹ گئی، آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مجھ کو ملک فارس کی کنجیاں عطا ہوئیں خدا کی قسم میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے تیسری بار کدال مارا تو بقیہ پتھر بھی ٹوٹ گیا آپ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مجھ کو ملک یمن کی کنجیاں عطا ہوئیں خدا کی قسم میں ابھی صنعاء شہر کے دروازے اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں (فتح الباری ص۳۰۰ ج۷)

آپؐ کو کنجیاں دیئے جانے کا مطلب ان ممالک کے فتح ہونے کی بشارت تھی والحمد للہ کہ پیشین گوئی پوری ہوگئی

کدیۃ بضم الکاف وسکون الدال ثم الیاء وھی قطعۃ الصلبۃ من الارض یعنی ٹھوس زمین، سخت چٹان اصح اور اغلب نسخہ یہی ہے اگرچہ بعض نسخوں میں کبدۃ بفتح الکاف وسکون الباء قبل الدال ہے معنی میں خاص فرق نہ ہوگا۔ یعنی سخت اور ٹھوس زمین کا ایک ٹکڑا، اس کے علاوہ بھی نسخے ہیں تفصیل کے لئے عمدہ دیکھئے۔

کثیبا بفتح الکاف وکسر الثاء ھو الرمل قال اللہ تعالیٰ "کانت الجبال کثیبا مھیلا (پارہ ۲۹ سورہ مزمل)

او اھیم شک الراوی والمعنی واحد وقد قال تعالیٰ "فشاربون شرب الھیم" پارہ ۲۷، سورۂ واقعہ)

۱۴۲۔ حدثنی عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال اخبرنا حنظلۃ بن ابی سفیان قال اخبرنا سعید بن میناء قال سمعت جابر بن عبد اللہ قال لما حفر الخندق رأیت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمصا شدیدا فانکفیت الی امرأتی فقلت ھل عندکِ شیئ فانی رأیت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمصا شدیدا فاخرجت الیّ جرابا فیہ صاع من الشعیر ولنا بھیمۃ داجن فذبحتھا وطحنت الشعیر ففرغت الی فراغی وقطعتھا فی برمتھا ثم ولیت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لا تفضحنی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبمن معہ فجئتہ فساررتہ فقلت یا رسول اللہ ذبحنا بھیمۃ لنا وطحنت صاعا من شعیر کان عندنا فتعال انت ونفر معک فصاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اھل الخندق ان جابرا قد صنع سورا فحی ھلا بکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلن برمتکم ولا تخبزن عجینکم حتی اجیئ فجئت وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقدم الناس حتی جئت امرأتی فقالت بک وبک فقلت قد فعلت الذی قلت فاخرجت لہ عجینا فبسق فیہ وبارک ثم عمد

الیٰ برمتنا فبسق فیہ وبارک ثم قال ادع خابزۃ فلتخبز معی واقدح من برمتکم فلا تنزلوھا وھم الف فاُقسم باللہ لاکلوا حتی ترکوہ وانحرفوا وان برمتنا لتغط کما ھی وان عجیننا لیخبز کما ھو۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں دیکھا (یعنی محسوس کیا کہ آپ انتہائی بھوک میں مبتلا ہیں) سو میں اپنی بیوی کے پاس پہونچا اور میں نے کہا "کیا تمہارے پاس کچھ (کھانا) ہے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سخت بھوکے ہیں۔ سو بیوی ایک تھیلا نکال کر میرے پاس لائی جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک پالتو بچہ تھا، پس میں نے اس بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسا، چنانچہ وہ بھی فارغ ہو گئی (جو پیسنے سے) میرے فارغ ہونے تک اور میں نے اس کا گوشت کاٹ کر ہانڈی میں رکھدیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرا تو میری بیوی نے کہا کہ رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کے ذریعہ رسوا نہ کرنا (کہ اتنے زیادہ لوگوں کو نہ لے آؤ کہ کھانا کم ہونے کی وجہ سے رسوائی اور شرمندگی ہو) چنانچہ میں نے آپ کے کان میں عرض کیا اور کہا اے اللہ کے رسول ہم نے اپنا ایک بکری کا بچہ ذبح کر لیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیس لئے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ سو آپ اور آپ کے ساتھ چند آدمی تشریف لے چلیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا۔ "اے خندق والو! بے شک جابر نے تمہارے لئے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے سو جلدی چلو (یعنی سب کام چھوڑ کر جلدی کرو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مجھ سے) کہ جب تک میں نہ آجاؤں اپنی ہانڈی کو چولہے پر سے مت اتارو اور نہ آٹے سے روٹی پکاؤ۔ میں گھر آیا اور رسول اللہ لوگوں سے آگے تشریف لانے لگے۔ یہاں تک کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو کہنے لگی "خدا تیرے ساتھ ایسا کرے ایسا کرے (یعنی مجھ کو برا بھلا کہنے لگی) میں نے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا تھا میں نے کیا، یعنی آنحضرت سے عرض کر دیا تھا۔ پھر میری بیوی نے آنحضور کے سامنے آٹا نکالا تو آنحضور نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ہماری ہانڈی کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں بھی لعاب مبارک کی آمیزش کی اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ کہ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور تم اپنی ہانڈی سے گوشت نکالو لیکن ہانڈی کو چولہے سے مت اتارو، اور وہ اصحاب ایک ہزار تھے، اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھایا یہاں تک کہ سب نے شکم سیر ہو کر چھوڑ دیا اور بلا شبہ ہماری ہانڈی ابل رہی تھی جیسا کہ وہ (شروع میں بھری ہوئی) تھی اور ہمارا آٹا پکایا جا رہا تھا جیسا کہ شروع میں تھا۔

تشریحات

مر الحدیث مختصرا صفحہ ۴۳۲۔

خمصا بفتح الخاء والمیم ثم الصاد المہملہ یعنی بھوک **بہیمۃ** بضم الباء **بہمۃ** کی تصغیر یعنی بکری کا چھوٹا بچہ۔ **داجن** بکسر الجیم از باب نصر دجنا دجونا اقامت کرنا، پالتو ہونا داجن بکری کا وہ بچہ جو گھر میں پالا جائے۔ **تعال** بفتح اللام صیغہ امر یعنی آؤ تشریف لایئے از تعالیٰ یتعالیٰ تعالیا، جس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ **سور** بضم السین وسکون الواؤ بدون الہمزہ تیار کھانا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ دعوت کے کھانے کو

فارسی زبان میں سور کہتے ہیں اور ہمزہ کے ساتھ سؤر کے معنی ہیں جھوٹا۔ حیّ ھلاً بکلم اسم فعل بمعنی اقبل وعجّل یعنی آؤ جلدی کرو، اسی سے ہے حیّ علی الصّلوٰۃ نماز کے لئے آؤ، جلدی کرو اس میں مختلف لغات ہیں حیّھل حیّھلا بزیادۃ الالف۔ حیّھلاً بالتنوین للتنکیر۔ حیھلا بتخفیف الیاء وغیرہ (عمدہ)

حدیث شریف کی پوری وضاحت غزوۂ خندق میں ہوچکی ہے۔

۱۴۳۔ حدثنی عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا عبدۃ عن هشام عن ابیه عن عائشۃ اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار، قالت کان ذالک یوم الخندق۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے آیت کریمہ "اذ جاؤکم من فوقکم الآیۃ کے متعلق روایت ہے۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ یہ آنا کافروں کا خندق کے دن ہوا تھا۔

تشریحات آیت کریمہ سورۂ احزاب کی دسویں آیت ہے اب آیت کریمہ کا واضح ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

اذجاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللّٰہ الظنونا (۱۰)	یاد کرو اس وقت کو جبکہ وہ (دشمن) لوگ تم پر آپہونچے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے بھی (یعنی کوئی قبیلہ مدینہ کے نشیب کی طرف سے اور کوئی قبیلہ فراز کی طرف سے) اور جبکہ آنکھیں (مارے دہشت کے چکا چوند ہو

گئی تھیں اور کلیجے منھ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے (جیسا کہ مواقع شدت میں طبعی طور پر مختلف وسوسے آیا کرتے ہیں اور یہ غیر اختیاری طور پر ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور نہ اس قول کے منافی ہے جو آگے اہل ایمان کا قول آئے گا "ھٰذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ" کیونکہ اس میں لفظ ھٰذا کا مشار الیہ احزاب کا آنا ہے پس چونکہ اس کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے دی گئی تھی۔ اس لئے یہ تو متعین تھا لیکن انجام اس واقعہ کا نہیں بتلایا گیا تھا اس لئے اس میں احتمالات مختلفہ غالب آنے اور مغلوب ہونے کے پیدا ہوتے تھے، مزید وضاحت کے لئے واقعہ غزوہ کو دوبارہ پڑھئے اور مزید تفصیل کے لئے بیان القرآن کا مطالعہ فرمایئے۔

۱۴۴۔ حدثنا مسلم بن ابراهیم قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحٰق عن البراء قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ینقل التراب یوم الخندق حتی اغمر بطنه او اغبر بطنه یقول "واللّٰہ لولا اللّٰہ ما اهتدینا ۞ ولا تصدقنا ولا صلینا فانزلن سکینۃ علینا ۞ وثبت الاقدام ان لاقینا ۞ ان الاولی قد بغوا علینا ۞ اذا ارادوا فتنۃ ابینا ۞ ورفع بها صوته ابینا ابینا۔

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن (خندق کھودنے کے دوران)

مٹی ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے یہاں تک کہ گرد وغبار نے آپ کے شکم مبارک کو ڈھانپ لیا کہ جلد مبارک چھپ گئی، یا آپ کا شکم مبارک گرد آلود ہوگیا (شک راوی) اور آپ (مٹی ڈھوتے وقت) کہتے جاتے :-

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ؎ ولا تصدقنا ولا صلینا

خدا کی قسم اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃً علینا ؎ وثبت الاقدام ان لاقینا

پس آپ ہم پر سکون واطمینان نازل فرمائیے، اور قدموں کو ثابت رکھئے اگر ہماری مڈبھیڑ ہوجائے۔

ان الاولیٰ قد بغوا علینا ؎ اذا ارادو فتنۃ ابینا

بلاشبہ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم قبول نہیں کرتے۔

اور اس آخری کلمہ کو بلند آواز سے بار بار فرماتے۔

تشریحات والحدیث مضیٰ فی الجہاد صفحہ ۳۹۸۔

۱۴۵۔ حدثنا مسددٌ قال حدثنا یحیی بن سعیدٍ عن شعبۃَ قال حدثنی الحکمُ عن مجاھدٍ عن ابن عباسٍ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نُصِرتُ بالصّبا و اُھلکت عادٌ بالدَّبورِ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پروا ہوا کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور پچھوا ہوا کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی۔

تشریحات ترجمہ سے مطابقت اسی طرح ہے کہ پروا ہوا کے ذریعہ مدد غزوۂ خندق میں ہوئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فارسلنا علیھم ریحا الخ (سورہ احزاب آیت ۹)

۱۴۶۔ حدثنی احمدُ بنُ عثمان قال حدثنا شریحُ بن مسلمۃَ قال حدثنی ابراھیم بن یوسف قال حدثنی ابی عن ابی اسحٰق قال سمعت البراءَ یحدث قال لما کان یوم الاحزاب وخندقَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایتہ ینقل من ترابِ الخندقِ حتی واری عنی الغبارُ جلدۃَ بطنہ وکان کثیر الشعرِ فسمعتہ یرتجزُ بکلماتِ ابنِ رواحۃ وھو ینقل من التراب ویقول :-

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ؎ ولا تصدّقنا ولا صلینا

فانزِلن سکینۃ علینا ؛ وثبت الاقدام ان لاقینا ؛ ان الاولیٰ رغبوا علینا ؛ و ان ارادوفتنۃ ابینا ؛ قال ثم یمدُّ صوتہ باٰخرھا

ترجمہ :- حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ جب غزوۂ احزاب کا موقع آیا اور رسول اللہ نے خندق کھودی (یعنی بنفس نفیس بھی خندق کھودنے میں شرکت فرمائی) تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؐ خندق سے مٹی منتقل کر رہے ہیں (ڈھو رہے ہیں)، یہاں تک کہ مٹی (گرد وغبار) نے آپ کے بطن مبارک کی کھال کو

چھپادیا اور آپ کے سینے پر بال بہت تھے (یعنی سینے سے پیٹ تک گھنے بالوں کی ایک لکیر تھی) سو میں نے سنا کہ آپ ابن رواحہ کے رجزیہ اشعار مٹی ڈھونے کی حالت میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے :۔

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر آپ ہدایت نہ دیتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃً علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

سو آپ ہم پر سکون قلبی نازل فرمایئے اور قدموں کو ثابت رکھئے اگر (دشمن سے) ہماری مڈبھیڑ ہو جائے

ان الاولیٰ قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

بلا شبہ ان لوگوں نے ہم پر چڑھائی کی ہے، جب یہ لوگ فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے

حضرت براءؓ نے بیان کیا ہے کہ آپؐ اس آخری کلمہ ابینا کو کھینچ کر پڑھتے۔

تشریحات اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے سینہ مبارک پر بہت بال تھے حالانکہ حضرت علی کی روایت میں ہے کہ آپؐ طویل المسربہ تھے اور دوسری روایت میں "دو مسربہ" کا لفظ ہے۔ امام ترمذیؒ تفسیر کرتے ہیں "والمسربۃ ھوالشعیر الدقیق الذی کانہ قضیب من الصدر الی السرۃ" مسربہ وہ باریک بال ہے (یعنی گھنے بالوں کی لکیر ہے) گویا سینہ سے ناف تک ایک شاخ ہے۔ اس تفسیر سے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں رہتا ہے اس لئے کہ شمائل ترمذی سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کے سینۂ مبارک کے بال منتشر اور پھیلے ہوئے نہیں تھے بلکہ ایک باریک لکیر تھی اور بخاری کے کثیر الشعر کا مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ باریک لکیر تھی مگر لکیر گھنی تھی۔

۱۴۷۔ حدثنی عبدۃ بن عبد اللہ قال حدثنا عبد الصمد عن عبد الرحمٰن ھو ابن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ ان ابن عمر قال اول یوم شھدتہ یوم الخندق۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں میں نے شرکت کی ہے غزوۂ خندق ہے۔

۱۴۸۔ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشامٌ عن معمرٍ عن الزھریؒ عن سالم عن ابن عمر قال واخبرنی ابن طاؤسٍ عن عکرمۃ بن خالدٍ عن ابن عمر قال دخلت علی حفصۃ ونوساتھا تنطف قلت قد کان من امر الناس ماترین فلم یجعل لی من الامر شیئٌ فقالت الحق فانھم ینتظرونک واخشیٰ ان یکون فی احتباسک عنھم فرقۃٌ فلم تدعہ حتی ذھب فلما تفرق الناس خطب معاویۃ قال من کان یرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ قال حبیب بن مسلمۃ فھلا اجبتہ قال عبد اللہ فحللت حبوتی وھممت ان اقول احق بھذا الامر منک من قاتلک واباک علی الاسلام فخشیت ان اقول کلمۃ تفرق بین الجمیع وتسفک الدم

ويجعل علىّ غيره الث فذكرتُ ما اعدّ الله فى الجنانِ قال حبيبٌ حُفِظت وعُصمت قال محمودٌ عن عبد الرزاق ونوساتها ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں حضرت حفصہؓ (ام المومنین) کے یہاں گیا، آپ کی زلفوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے عرض کیا ”لوگوں کے معاملہ میں سے جو کچھ ہوا وہ آپ دیکھ رہے ہیں (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صفین میں جنگ ہوئی وہ آپ کے سامنے ہے یعنی آپ کے علم میں ہے) اور معاملہ امارت وحکومت میں سے میرے لئے کچھ نہیں مقرر کیا گیا ہے (یعنی نہ حکومت ملی اور نہ کسی طرح کا کوئی دخل ہے) تو حضرت حفصہ نے فرمایا کہ ”ملو“ (یعنی مشورہ کی مجلس میں جاؤ) اس لئے کہ وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ڈرتی ہوں اس بات سے کہ ہو جائے تیرے رکنے میں ان سے پھوٹ (یعنی اس بات کا خطرہ ہے کہ تمہارا موقع پر نہ پہونچنا مزید اختلافات کا سبب بن جائے اور فساد بڑھ جائے اس لئے تمہیں جانا ہی چاہئے) چنانچہ حضرت حفصہ نے ان کو نہ چھوڑا یعنی اصرار کیا یہاں تک کہ گئے پھر جب لوگ منتشر ہو گئے (مجلس ختم ہو گئی) تو حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیا اور کہا کہ جو لوگ امارت (خلافت) کے معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے سامنے آئیں اس لئے کہ ہم اس سے (اشارہ ابن عمرؓ کی طرف تھا) خلافت کے زیادہ حقدار ہیں اور اس کے باپ سے بھی (یعنی حضرت عمر فاروقؓ) حضرت حبیب بن مسلمہ نے ابن عمر سے کہا، پھر آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبداللہ بن عمر نے کہا سو میں اپنا کپڑا کھول لیا تھا (یعنی آستین چڑھائی اور دامن سمیٹ لیا) اور میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان سے کہوں کہ ”اس خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لئے جنگ کی (یعنی حضرت علیؓ زیادہ مستحق ہیں کہ جنگ احد اور غزوۂ خندق میں تم لوگوں سے اسلام کی خاطر جنگ کی اور تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا) پھر میں ڈرا کہ میں ایسی بات کہہ دوں کہ جس سے جماعت میں اختلافات پڑیں اور خوں ریزی ہونے لگے اور محمول کیا جائے میری بات کو میری مراد کے خلاف پر (یعنی میری بات کا مطلب میرے منشا کے خلاف لیا جائے) سو میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ نے جنت میں (صبر کرنے والوں کے لئے) تیار کر رکھی ہیں۔ حضرت حبیب نے کہا واقعی آپ محفوظ رہے اور اپنے آپ کو بچالے گئے (یعنی آپ نے صحیح کیا اور جذبات پر کنٹرول کر کے دور اندیشی سے کام لیا) محمود نے عبدالرزاق کے واسطے سے ”ونوساتھا“ کہا ہے یعنی بجائے نسواتها کے۔

تشریحات ترجمۃ الباب کی مطابقت اسی ٹکڑے سے ہے ”وھممت ان اقول احق بھذا الامر منک ومن قاتلک واباک علی الاسلام“ یعنی میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ان سے کہدوں کہ اس خلافت کا تم سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ (ابوسفیان) سے اسلام کی خاطر جنگ کی ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیان غزوۂ احد اور جنگِ خندق میں کافروں کے کمانڈر اور سردار تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضرت معاویہؓ نے فلنحن احق بہ ومن ابیہ سے قرابت نسبی مراد لی حالانکہ خلافت کی ترتیب قرابت سے بالکل عکس ہے کیونکہ حضرت علی قرابت بالنبی میں حضرت ابوبکرؓ سے قریب تر تھے اور حضرت معاویہؓ بہ نسبت عمرؓ کے اقرب بالنبی تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث کا تعلق جنگ صفین سے ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہوئی تھی اس لئے جنگِ صفین کا اجمالی خاکہ پہلے ملاحظہ فرمائیے:-

جنگِ صفّین

اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ حضرت عثمان کا قصاص لینا چاہتے تھے اور حضرت علی فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت ابھی زیادہ ہے ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے، حضرت معاویہ کہتے تھے کہ آپ درمیان سے ہٹ جائیے میں ابھی ان سے قصاص لے لیتا ہوں، سبائی پارٹی اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھی ہی دونوں طرف سے اسی پارٹی نے بہت مبالغہ آمیزی کر کے لوگوں کو بھڑکایا بالآخر خوں کشتی ہوئی اور تحکیم پر معاملہ ختم ہوا۔ جنگ کی تفصیل یوں ہے :-

ذی الحجہ ۳۶ھ میں اسّی ہزار فوج کے ساتھ حضرت علی شام کی طرف بڑھے اس فوج میں عام مسلمانوں کے علاوہ ستر بدری صحابہ، سات سو بیعت رضوان کے جاں نثار اور چار سو عام مہاجرین و انصار صحابہ تھے۔

اِدھر سے حضرت معاویہؓ اپنی فوجوں کے ساتھ صفین کے میدان میں پہونچے اور فرات کے ساحل پر فوجیں اتار دیں، درمیان میں صلح کی گفتگو ہوتی رہی لیکن ناکام ہو گئی۔

جمادی الاولیٰ ۳۷ھ سے جنگ شروع ہو گئی لیکن کوئی بڑی خونریز جنگ نہیں ہوئی بلکہ ایک ایک دستہ میدان میں آتا تھا اور صبح شام معمولی جھڑپ ہو جاتی تھی، پھر رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی اشہر حرم کی حرمت میں جنگ روک دی گئی اور خیر خواہانِ امت نے پھر صلح کی کوششیں شروع کر دیں مگر مصالحت کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور صفر ۳۸ھ سے فریقین پوری قوت سے میدان میں اتر آئے اور خونریز جنگ شروع ہو گئی جس کا سلسلہ کئی مہینے تک جاری رہا۔

مختصر یہ ہے کہ فریقین کے درمیان نوّے معرکے ہوئے ان میں ۴۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی کام آئے۔ (تاریخ اسلام صفحہ ۳۳۱ تا صفحہ ۳۳۳ بحوالہ ابو الفداء ج ۱ صفحہ ۱۷۵)

اظہارِ شکست سے بچنے کی ایک سیاسی تدبیر اور جنگ کا التواء!

جنگ کا نقشہ ہر دو فریق کے سامنے آشکارا ہو چکا تھا، حضرت علیؓ کو اس کا پورا اندازہ ہو گیا تھا کہ اب شامی کوئی دم میں میدان چھوڑنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اب شامیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی اور پست ہمت ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور فرمایا "لوگو اب جنگ آخری حد کو پہونچ چکی ہے تمہارا حریف آخری سانس لے رہا ہے اس لئے فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حضرت معاویہ کو بھی اپنی فوج کی حالت کا اندازہ ہو چکا تھا کہ حالت نازک ہے اب شکست کا خطرہ ہے تو اپنے مشیر خاص اور عرب کے مشہور و مسلّم سیاسی مدبر عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ایسے وقت

کئے ہوئے میں نے پہلے سے یہ تدبیر سوچ رکھی تھی کہ ہم لوگ قرآن کو حکم بنانے کی دعوت دیں اس کے قبول وانکار دونوں صورتوں میں حضرت علی کی فوج میں پھوٹ " پڑ جائے گی، چنانچہ دوسرے دن جب شامی (معاویہ کی فوج) میدان میں آئے تو دمشق کے مصحف اعظم کو پانچ شامی آگے آگے نیزے پر اٹھائے تھے اور اس کے پیچھے ہزاروں قرآن نیزوں پر بلند تھے۔ یہ تدبیر حضرت معاویہ کی شکست سے بچنے کے لئے بہت کارگر ثابت ہوئی۔ حضرت علی اس سیاسی چال کو خوب سمجھ چکے تھے آپ نے صفائی کے ساتھ فرمایا کہ محض فریب ہے لیکن حضرت علی کی ایک بڑی جماعت پر یہ جادو چل گیا تھا۔ اس نے کہا "شامیوں کو اسی کتاب کا پابند بنانے کے لئے تو ہم ان سے لڑ رہے تھے اب جبکہ وہ خود ہمیں اس کی دعوت دیتے ہیں تو ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف امیر معاویہ نے اعلان کرا دیا کہ جنگ بہت طویل کھنچ گئی ہے اور حد سے زیادہ خونریزی ہو چکی ہے اس لئے اس جھگڑے کو چکانے کے لئے ہم نے قرآن شریف کو حکم ماننے کی دعوت دی ہے اگر اسے وہ لوگ قبول کرینگے تو بہتر ورنہ ہماری حجت تمام ہو چکی، اس اعلان کے ساتھ حضرت علی کو بھی لکھا کہ اس خونریزی کا مواخذہ میرے اور تمہارے سر ہے اب میں تم کو اس کے بند کرنے، الفت و محبت کو قائم کرنے اور بغض و عناد کو بھلا دینے کی دعوت دیتا ہوں۔

چنانچہ اس قرارداد پر جنگ روک دی گئی اور فریقین کی جانب سے ایک ایک حکم منتخب کئے گئے۔ امیر معاویہ کی جماعت نے عمرو بن العاص کو اپنا حکم بنایا، اور حضرت علی کی جماعت نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام پیش کیا اور حضرت علی چار و ناچار حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حکم بنانے پر راضی ہو گئے چنانچہ ایک مفصل عہد نامہ لکھا گیا اور اس عہد نامہ پر فریقین کے ممتاز لوگوں کے دستخط ہو گئے اس جنگ بندی اور معاہدے کی کتابت کے بعد تمام مکہ، مدینہ کے اکابر و ممتاز اصحاب کو خطوط لکھے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ سے مشورہ کیا اور فیصلہ کے اعلان کے روز دومۃ الجندل تشریف لائے جس کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

فلما تفرق الناس ای بعد ان اختلف الحکمان، یعنی اعلان فیصلہ میں دونوں حکم کے اختلاف کے بعد لوگ منتشر ہو گئے جس کی تفصیل یہ ہے:-

حکمین کے درمیان کافی گفتگو ہوئی۔ آخر میں دونوں حکموں نے اس تجویز پر اتفاق کر لیا کہ دونوں حضرت علی کو بھی معزول کر دیا جائے اور حضرت معاویہؓ کو بھی چھوڑ دیا جائے اور مسلمانوں کو نئے سرے سے خلیفہ کے انتخاب کا حق دیا جائے اس قرارداد کے بعد دونوں حکم فیصلہ سنانے کے لئے دومۃ الجندل آئے اور یہ فیصلہ چونکہ امت کی قسمت کا فیصلہ تھا اس لئے ہزاروں مسلمان اور بہت سے اکابر صحابہ بھی آئے جس میں حضرت عبد اللہ بن عمر بھی تھے۔

پہلے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن العاص سے کہا "پہلے تم سناؤ" لیکن عمرو بن العاص انتہائی چالاک تھے۔ انہوں نے کہا آپ فضل و منقبت میں آپ مجھ سے افضل ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا، حضرت ابو موسیٰ پر یہ جادو چل گیا چنانچہ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فیصلہ کا اعلان کیا:-

اما بعد، لوگو! ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا، اس امت کے اتفاق و اتحاد و اصلاح کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر کے خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ عام مسلمان

جسے اہل سمجھیں اسے منتخب کرلیں۔ اس لئے میں علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ آئندہ تم جسے پسند کرو اپنا خلیفہ بناؤ۔

ان کے بعد عمرو بن العاصؓ نے اپنا فیصلہ سنایا:۔

اما بعد، لوگو! ابو موسیٰ کا فیصلہ آپ لوگوں نے سن لیا، انہوں نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا، میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے آدمی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔

یہ فیصلہ سن کر حضرت ابو موسیٰ چلائے کہ یہ کیا غداری ہے؟ لیکن اب تیر کمان سے چھوٹ چکا ہے، اس کی تلافی کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ دونوں اپنے اپنے حامیوں کے خلیفہ ہو گئے۔

انتخابِ خلافت کے بعد مخالفت بغاوت ہے

امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے تین دن بعد تمام مہاجرین و انصار نے حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور مجمع عام میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ شریک تھے۔

۲۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویح عمار تقتله الفئة الباغية الخ افسوس ہے کہ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی (بخاری صفحہ ۶۴ ، ایضاً بخاری صفحہ ۳۹۴)

حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین کے اندر حضرت علی کے لشکر میں شریک تھے، حضرت معاویہ کے حامی لشکر کے ہاتھوں سے آپ کی شہادت ہو گئی، چونکہ حضرت عمار کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد سارے صحابہ میں مشہور و معروف تھا جس کی روایت بخاری کے علاوہ مسلم، ترمذی، نسائی اور ابو داؤد وغیرہ میں بھی ہے اور متعدد صحابہ و تابعین نے جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ میں مذبذب تھے۔ حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لئے ایک علامت بھی قرار دے دی تھی کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ حافظ نے الاصابہ ص ۵۰۲ میں لکھا ہے کہ قتل عمار کے بعد یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حق صرف حضرت علی کے ساتھ تھا اور اہل سنت اس بات پر متفق ہو گئے۔ دراں حالیکہ پہلے اس میں اختلاف تھا۔ حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ ص ۲۷۰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمار کی شہادت سے اس حدیث کا راز کھل گیا کہ حضرت عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا" اور اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باغی۔

صاحب تاریخ الخمیس نے خلاصۃ الوفا سے اس طرح نقل کیا ہے "حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت معاویہؓ کے وزیر تھے۔ جب حضرت عمار شہید کر دیئے گئے تو آپ جنگ سے رک گئے۔ پھر آپ کی اتباع میں ایک بڑی تعداد رک گئی، اس پر حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ تم کیوں رک گئے؟ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ ہم نے اس شخص کو قتل کر دیا اور میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ "ان کو باغی جماعت قتل کرے گی" حضرت معاویہؓ نے کہا، چپ ہو جاؤ۔ کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان کو تو علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے جنہوں نے ان کو ہم سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ پھر جب یہ بات حضرت علی کو پہونچی تو فرمایا کہ اگر میں نے ان کو قتل کیا ہے تو حضرت حمزہؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا ہوگا کیونکہ آپ نے ہی ان کو قتال کفار کے لئے بھیجا تھا۔

بہر حال بخاری شریف کی حدیث مذکور سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ چوتھے نمبر پر حضرت علی کی خلافت بر حق تھی اور ان کی مخالفت بغاوت تھی اگرچہ امر اجتہادی ہونے کی وجہ سے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی ماخوذ نہ ہوں۔

۳۔ علماء اہل سنت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں گذرا جس نے حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم نہ کیا ہو یا ان کی بیعت خلافت کے صحیح ہونے میں شک کیا ہو۔

۴۔ صاحب ہدایہ نے بھی ہدایہ ثالث کتاب ادب القاضی میں حضرت علیؓ کی خلافت کے دور میں معاویہؓ کی مخالفت کو جور وبغاوت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے "والحق کان بید علی رضی اللہ عنہ فی نوبتہ"

بہر حال حضرت معاویہؓ جنگ صفین میں بلاشبہ غلطی پر تھے مگر ایک عظیم المرتبت صحابی تھے اس وجہ سے گستاخانہ کلمات سے پرہیز لازم ہے، واللہ اعلم۔

۱۴۹۔ حدثنا ابونعیم قال حدثنا سفیان عن ابی اسحٰق عن سلیمٰن بن صُرد قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب نغزوھم ولا یغزوننا۔

ترجمہ:۔ سلیمان بن صُردؓ (بضم الصاد و فتح الراء) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر (جب کفار کا لشکر ناکام واپس ہوگیا) فرمایا "اب ہم ان سے لڑیں گے (یعنی اب کفار قریش میں یہ ہمت وطاقت نہیں ہوگی کہ ہم سے لڑنے کے لئے چڑھ آئیں البتہ ہم ان سے لڑنے جائیں گے۔

فائدہ:۔ چنانچہ یہی ہوا کہ غزوۂ خندق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق کفار قریش کبھی نہیں آسکے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے فتح مکہ سے مسلمانوں کو مشرف کیا اور یہ بھی عظیم معجزہ ہے آنحضرتؐ کا کہ آپؐ نے آئندہ کی خبر دی اور جیسی خبر دی ویسا ہی ہوا۔

۱۵۰۔ حدثنی عبداللہ بن محمد قال حدثنا یحیی بن اٰدم قال حدثنا اسرائیل سمعت ابا اسحٰق یقول سمعت سلیمٰن بن صُرد یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول حین اُجلی الاحزاب عنہ الاٰن نغزوھم ولا یغزوننا نحن نسیر الیھم۔

ترجمہ:۔ ابو اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے سلیمان بن صرد سے سنا آپ بیان کررہے تھے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ سے جب کفار کے سارے گروہ ہٹا دیئے گئے (بھگا دیئے گئے) تو آپ فرمارہے تھے کہ اب ہم ان سے جنگ کریں گے وہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے ہم ان پر فوج کشی کریں گے۔

فائدہ:۔ اجلی الاحزاب اکثر نسخوں میں بضم الہمزہ وسکون الجیم یعنی بصیغہ مجہول ہے۔

فتح الباری، عمدۃ القاری میں اسی طرح ہے اس میں اشارہ ہے کہ کفار سخت پریشان ہو کر بھاگے گویا بھگا دیئے گئے محض حق تعالیٰ کی غیبی مدد سے ایک تو حضرت نعیم کا بروقت مسلمان ہو کر تدبیر کرنا' دوسرا طوفان شدید۔

تفصیل کے لئے غزوۂ خندق کا دوبارہ مطالعہ فرمائیے۔

دوسرا نسخہ اجلی الاحزاب بصیغہ معروف ہے کما فی الحاشیہ یعنی جب کفار کے سارے گروہ بھاگ گئے، ناکام واپس ہوگئے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ واقعہ غزوہ خندق ۵ھ کا ہے، سال آئندہ ۶ھ میں آپ بغرض عمرہ مدینہ سے چلے لیکن کفار قریش نے مکہ جانے سے روکا اور معاملہ صلح حدیبیہ پر ختم ہوا، پھر آپ ۷ھ میں مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کرکے واپس تشریف لے گئے یہاں تک کہ کفار قریش سے صلح کی خلاف ورزی ہوئی اور مکہ فتح ہوا۔

۱۵۱۔ حدثنا اسحٰق قال حدثنا روح قال حدثنا هشام عن محمد عن عبيدة عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال يوم الخندق ملأ الله عليهم بيوتهم وقبورهم نارا كما شغلونا عن الصلوٰة الوسطىٰ حتىٰ غابت الشمس۔

ترجمہ:۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح کافروں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ (صلوٰۃ عصر) سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

فائدہ:۔ مر الحديث في الجهاد صفحہ ۴۱۰ ومطابقة الحديث للترجمة ظاهرة۔

فائدہ ۲:۔ یہاں تو صرف ایک نماز عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے مگر بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ ظہر عصر اور مغرب تین نمازیں فوت ہوئی تھیں۔

۱۵۲۔ حدثنا المكي بن ابراهيم قال حدثنا هشام عن يحيىٰ عن ابي سلمة عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله ما كدت ان اصلي حتىٰ كادت الشمس ان تغرب قال النبي صلى الله عليه وسلم وانا والله ما صليتها فنزلنا مع النبي صلى الله عليه وسلم بطحان فتوضأ للصلوٰة وتوضانا لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ (فاروقِ اعظم) غزوہ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نماز کے قریب نہیں ہو سکا (یعنی عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا) اور آفتاب غروب ہونے کو ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واللہ نماز تو میں بھی نہیں پڑھ سکا"۔ جابر کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام بطحان میں اترے تو آپؐ نے نماز کے لئے وضو کیا پھر آپؐ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

فائدہ ۱:۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۸۴ میں گذر چکی ہے۔

بطحان، بضم الباء الموحدة غير منصرف وهو اسم وادي المدينة۔

فائدہ ۲:۔ اس حدیث سے ترتیب صلوٰۃ فائتہ اور وقتیہ کا ثبوت ہوتا ہے، امام بخاری بھی وجوب ترتیب ہی کی طرف مائل ہیں جیسا کہ صفحہ ۸۴ کے ترجمۃ الباب سے واضح ہے۔

۱۵۳۔ حدثنا محمد بن كثير قال اخبرنا سفيان عن ابن المنكدر قال سمعت جابرا يقول

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب من یأتینا بخبر القوم فقال الزبیر انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم فقال الزبیرُ انا قال ان لکل نبیّ حواریًّا و ان حواری الزبیرُ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب (غزوۂ خندق) کے دن فرمایا "کون ہے کہ قوم کفار کی خبر ہمارے پاس لائے، تو زبیرؓ نے کہا کہ میں تیار ہوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے گا؟ تو زبیرؓ نے فرمایا "میں ہوں" آپ نے پھر فرمایا کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے گا، تو زبیرؓ نے فرمایا میں ہوں، آنحضورؐ نے فرمایا بلاشبہ ہر نبی کے لئے حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

فائدہ:۔ مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۴۲۰ تا صفحہ ۴۲۱۔

فائدہ ۲:۔ علامہ عینی نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ یہاں قوم سے مراد بنو قریظہ ہے کہ اس قوم نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے کفار قریش کا ساتھ دیا، اور حضرت حذیفہؓ کو جو آنحضورؐ نے قوم کفار کی خبر لانے بھیجا وہ اور ہے کہ جب طوفانِ شدید سے کفار بدحواس ہوگئے تھے اس وقت کی خبر لانے کے لئے حضرت حذیفہ کو بھیجا تھا۔

۱۵۴۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا اللیث عن سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا الٰہ الا اللہ وحدہ اعز جندہ و نصر عبدہ و غلب الاحزاب وحدہ فلا شیئ بعدہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنے لشکر (یعنی مسلمانوں) کو عزت دی، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی، اور غالب ہوا احزاب (قبائل عرب) پر تنہا وہی، پس اس کے بعد کسی چیز کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں۔

فائدہ:۔ یعنی حق تعالیٰ کے مقابلے میں ساری کائنات کالعدم ہے کما قال اللہ تعالیٰ، کل شیئ ھالک الا وجھہ۔

۱۵۵۔ حدثنا محمد قال حدثنا الفزاری وعبدۃ عن اسمٰعیل بن ابی خالد قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی یقول دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاحزاب فقال اللّٰھم منزل الکتٰب سریع الحساب اھزم الاحزاب اللّٰھم اھزمھم و زلزلھم۔

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے گروہوں پر بددعا کی "اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، کفار کے گروہوں کو شکست دے، اے اللہ انہیں شکست دیجئے اور جھنجوڑ دیجئے۔

فائدہ:۔ مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۴۱۱۔

فائدہ ۲:۔ معلوم ہوا کہ اگر بلا تکلف اور بلا قصد مقفی عبارت ہوجائے تو مذموم نہیں ہے اور جس حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ تکلف اور التزام مالایلزم پر محمول ہوگا۔

۱۵۶۔ حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا موسی بن عقبۃ عن سالم ونافع عن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قفل من الغزو والحج او العمرۃ یبدأ فیکبر ثلث مرار ثم یقول لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد حج یا عمرہ سے واپس آتے تو سب سے پہلے تین بار تکبیر کہتے پھر فرماتے لا الٰہ الا اللہ الخ خدائے وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے، تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم سفر سے واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے، اپنے رب کے حضور سجدہ ریز اور اس کی حمد بیان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے تمام گروہوں کو تنہا اسی نے شکست دی۔

فائدہ:۔ مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۴۲، ایضاً صفحہ ۴۳۳ تا صفحہ ۴۳۴۔

فائدہ ۲:۔ مطابقۃ الحدیث فی آخر الحدیث "وھزم الاحزاب وحدہ"

بابُ مَرجِعِ النَّبیِ صلَّی اللّٰہُ علیہِ وسلَّمَ مِنَ الاَحزابِ وَ مَخرَجِہٖ اِلٰی بَنِی قُرَیظَۃَ وَ مُحاصَرَتِہٖ اِیَّاھُم۔

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے مدینہ واپس ہونا اور بنو قریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ

غزوہ بنی قریظہ ۵ھ

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی قریظہ کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا، جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنی قریظہ رسول اللہ کا عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے، حق تعالیٰ نے جب احزاب کو شکست دی تو آپ غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے، جب ظہر کا وقت قریب آیا تو حضرت جبرئیل امینؑ ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا "کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے"؟ آپ نے فرمایا "ہاں" جبرئیل نے کہا فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے آپ فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا، میرے اصحاب ابھی تھکے ہوئے ہیں، جبرئیلؑ نے کہا آپ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں، میں ابھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں، یہ کہہ کر جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچہ بنی غنم تمام گرد و غبار سے بھر گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے بنی قریظہ کے کہیں نماز عصر نہ پڑھے، راستہ میں جب نماز عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا، بعض نے کہا ہم تو بنی قریظہ ہی پہونچ کر نماز پڑھیں گے، بعض نے کہا

ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہ تھا کہ نماز قضا کر دی جائے بلکہ تعجیل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر اظہار ناراضی نہیں فرمایا، ملاحظہ ہو حدیث ۱۵۹ اس لئے کہ نیت ہر ایک کی بخیر تھی۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جنہوں نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا اور جس نے اجتہاد کیا اس کو بھی اجر ملا لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کرکے بنی قریظہ پہونچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کی حتیٰ کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت حاصل ہوئی یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور جن لوگوں نے اجتہاد و استنباط سے کام لیا اور سمجھا کہ منشاء نبوی یہ نہیں ہے کہ نماز عصر قضا کر دی جائے بلکہ مقصود جلد پہونچنا ہے اس لئے نماز عصر راستہ میں پڑھ لی۔ ان لوگوں کو اس اجتہاد کی بدولت دو فضیلتیں حاصل ہوئیں، ایک فضیلت حکم نبوی کی تعمیل کی اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطیٰ (نماز عصر) کی محافظت کی جو درحقیقت بے شمار فضائل کو متضمن اور شامل ہے جس کی محافظت کا حکم قرآن حکیم میں آیا ہے —— حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ اور حدیث میں ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہو گئی اس کے مال اور اہل سب برباد ہو گئے۔

پھر آپؐ نے بنی قریظہ پہونچ کر پچیس ۲۵ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا۔ اس اثناء میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس ایک کو چاہو اختیار کر لو تاکہ تم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔

اوّل یہ کہ ہم اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں اور اس کے مطیع اور پیرو بن جائیں:

فواللہ لقد تبین لکم انہ لنبی مرسل وانہ للذی تجدونہ فی کتابکم فتامنون علی دمائکم واموالکم و نسائکم۔	کیونکہ خدا کی قسم تم پر یہ بات واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور بلاشبہ یہ وہی نبی ہیں جن کو تم توراۃ میں لکھا پاتے ہو اگر ایمان لے آؤ گے تو

تمہاری جان اور مال، بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے بنی قریظہ نے کہا کہ ہم کو یہ منظور نہیں کہ ہم اپنا دین چھوڑ دیں۔

کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکف ہو کر پوری ہمت اور تن دہی کے ساتھ محمد (صلعم) کا مقابلہ کرو اگر ناکام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گئے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے۔

بنو قریظہ نے کہا بلاوجہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف ختم کرنا ہوگا۔ کعب نے کہا "اچھا اگر یہ بھی منظور نہیں تو تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے بایں وجہ مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ حملہ نہیں

کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکایک ان پر شب خون مارو، بنو قریظہ نے کہا:" اے کعب تجھے معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے بندر اور سور بنائے گئے پھر تم ہمیں اس کا حکم دیتے ہو الغرض بنو قریظہ نے کعب کی ایک بات کو بھی نہ مانا۔

بالآخر مجبور ہو کر بنو قریظہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے جس طرح خزرج اور بنو نضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی طرح اوس اور بنو قریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے اوس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خزرج کے التماس پر بنی نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعاء پر بنی قریظہ کے ساتھ فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا " کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تمہیں میں کا ایک شخص کر دے" انہوں نے کہا یا رسول اللہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں گے وہ ہمیں منظور ہے۔

سعد بن معاذؓ جب غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں، ان کے بلانے کے لئے آدمی بھیجا، حمار پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہونچے تو آپ نے فرمایا " قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو، جب اتار کر بٹھا دیئے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے۔ سعد نے کہا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں کے لڑنے والے یعنی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور مرد اسیر کر کے لونڈی اور غلام بنا لئے جائیں اور ان کے تمام مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں، آپ نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔ چنانچہ تمام بنی قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے، اور ایک انصاری عورت کے مکان میں ان کو محبوس رکھا گیا اور بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں۔ بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حی ابن اخطب اور سردار بنی قریظہ کعب بن اسد کی بھی گردنیں ماری گئیں۔ ترمذی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔

عورتوں میں سوائے ایک عورت کے جس کا نام بنانہ تھا اور کوئی قتل نہیں کی گئی اس عورت کا جرم یہ تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلاد بن سویدؓ شہید ہو گئے۔

۱۵۱۔ حدثنی عبد اللہ بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابن نمیر عن ہشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل اتاہ جبریل فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعناہ اخرج الیہم قال این قال ھٰھنا واشار الی بنی قریظۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور کہا " آپ نے ہتھیار اتار دیا؟" خدا کی قسم ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، سو آپ ان کی طرف نکلیں (یعنی فوج کشی کیجئے) آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ کس طرف؟ جبریلؑ نے کہا اس طرف اور اشارہ کیا (یعنی) بنی قریظہ کی طرف۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی۔

۱۵۸۔ حدثنا موسیٰ قال حدثنا جریر بن حازم عن حُمید بن ھلال عن انس قال کأنی انظر الی الغبار ساطعًا فی زقاق بنی غنم موکب جبریل حین سار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بنی قریظۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ گویا کہ میں اب بھی غبار دیکھ رہا ہوں جو اٹھا تھا بنو غنم کی گلی میں جبریلؑ کے سوار فرشتوں سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلے۔

۱۵۹۔ حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جُویریۃ بن اسماء عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لایُصَلِّیَنَّ احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصرُ فی الطریق فقال بعضھم لانصلّی حتی ناتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یُرِدمنّا ذالک فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یُعنّف واحداً منھم

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر (یعنی احزاب سے واپسی پر) نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمان عصر کی نماز بنو قریظہ تک پہونچ کر ہی ادا کریں، پھر بعضوں نے عصر کی نماز کا وقت راستہ میں پایا (جو کچھ پیچھے رہ گئے ہوں گے) ان میں سے بعض نے کہا ہم نماز نہیں پڑھیں گے یہاں تک کہ بنی قریظہ میں پہونچیں (کیونکہ آنحضورؐ نے بنی قریظہ میں عصر پڑھنے کے لئے فرمایا ہے) اور بعضوں نے کہا ہم تو نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اگر راستہ میں نماز کا وقت ہوجائے پھر بھی نہ پڑھی جائے بلکہ صرف بنی قریظہ تک پہونچنے میں عجلت مقصود تھی) پھر بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان میں سے کسی پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔

فائدہ:۔ مرالحدیث صفحہ ۱۲۹۔

مل غزوہ بنی قریظہ کے آخر میں حافظ ابن قیم کی تحقیق دوبارہ دیکھئے۔

ستل بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی اور مسلم کی حدیث ہے کہ وہ ظہر کی نماز تھی۔

بعض علماء نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ ممکن ہے کہ حکم سے پہلے کچھ لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی اور کچھ نے نہیں پڑھی تو جن لوگوں نے ظہر نہیں پڑھی ان کو حکم دیا گیا لایصلین احد الظھر الخ اور جنھوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی انہیں حکم دیا گیا لایصلین احد العصر۔

تطبیق مل احتمال ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت دوپہر کے بعد پہلے روانہ ہوگئی پھر دوسری جماعت بعد میں روانہ ہوئی پس پہلی جماعت کو ظہر اور دوسری جماعت کو عصر کے متعلق کہا گیا ہو۔

۱۶۰۔ حدثنا ابن ابی الاسود قال حدثنا معتمرؒ ح وحدثنی خلیفۃ قال حدثنا معتمر قال سمعت ابی عن انس قال کان الرجل یجعل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم النخلات حتی افتتح قریظۃ والنضیر وان اھلی امرونی ان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسألہ الذین کانوا اعطوہ اوبعضہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اعطاہ ام ایمن فجاءت ام ایمن فجعلت الثوب

فی عنقی تقول کلا والذی لا الہ الا ہو لا یعطیکم وقد اعطانیہا او کما قالت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لک کذا وتقول کلا واللہ حتی اعطاہا حسبت انہ قال عشرۃ امثالہ او کما قال۔

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کے چند درخت متعین کر دیتے تھے (یعنی صرف پھل کھانے کے لئے بغیر تملیک رقبہ کے چند درخت آنحضرتؐ کو دے دیتے تھے یہاں تک کہ قبائل قریظہ و نضیر فتح ہوگئے تو آنحضورؐ نے ان ہدایا کو واپس کر دیا) اور میرے گھر والوں نے بھی مجھ کو حکم دیا کہ میں نبی اکرمؐ کے پاس جاؤں اور آپؐ سے مانگوں جو انہوں نے حضرتؐ کو دیا تھا کل یا بعض اور نبی اکرمؐ نے وہ کھجور ام ایمنؓ کو دے دی تھی اتنے میں ام ایمن آگئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں ۔" ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپؐ یہ کھجور تم کو نہیں دیں گے دراں حالیکہ آپؐ مجھے عنایت فرما چکے ہیں او کما قالت شک راوی ہے یعنی یا اسی طرح کے کوئی اور الفاظ حضرت ام ایمنؓ نے بیان کئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمنؓ سے فرماتے تھے " تیرے لئے اتنا ہے (یعنی اس کے بدلے اتنا لے لو اور ان کا مال انہیں واپس کر دو) اور ام ایمن کہتی تھی ۔" ہرگز نہیں خدا کی قسم یہاں تک حضرتؐ نے اس کو دیا حسبت انہ قال الخ لفظ حسبت راوی حدیث سلیمان بن طرفان کا قول ہے یعنی راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ آنحضورؐ نے اس کو اس کھجور کا دس گنا دیا او کما قال یا اسی کے مثل کوئی کلمہ انسؓ نے فرمایا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے " او قریبا من عشرۃ امثالہ "

فائدہ :۔ مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ حتی افتتح قریظۃ والنضیر "

عـ۲ مر الحدیث فی الہبۃ صفحہ ۳۵۸، ایضا فی الجہاد صفحہ ۴۴۱ ۔

فائدہ عـ۳ ابتدا میں حضرات انصارؓ نے اپنے باغوں کے کچھ درخت مہاجرین کو دیئے تھے کہ موسم پر یہ حضرات بھی پھل کھائیں ۔ پھر جب حق تعالیٰ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے غنائم سے مسلمانوں کو سرفراز کیا تو آنحضرتؐ نے یہ غنیمتیں مہاجرین میں تقسیم فرما کر مہاجرین کو حکم دیا کہ اب تم لوگ اپنے بھائی انصار کے درخت واپس کر دو، چنانچہ سب نے عمل کیا، حضرت ام ایمن نے یہ سمجھا کہ شاید میں اصل درخت کی مالک ہوگئی ہوں حالانکہ سب کو صرف پھل کھانے کے لئے دیا گیا تھا بغیر تملیک رقبہ کے ۔ پھر آنحضرتؐ نے انتہائی نرمی اور کمال مہربانی کا برتاؤ دکھا کر دس گنا پر راضی کیا۔

۱۶۱ ۔ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن سعد قال سمعت ابا امامۃ قال سمعت ابا سعید ن الخدریؓ یقول نزل اہل قریظۃ علی حکم سعد بن معاذ فارسل النبی صلی اللہ علیہ . . . . . . وسلم الی سعد فاتی علی حمار فلما دنا من المسجد قال للانصار قوموا الی سیدکم او خیرکم فقال ہؤلاء نزلوا علی حکمک فقال تقتل مقاتلتہم وتسبی ذراریہم قال قضیت بحکم اللہ وربما قال بحکم الملک۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ بنو قریظہ سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اترے (یعنی راضی ہوئے)

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا چنانچہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، سو جب مسجد کے قریب آئے (یہاں مسجد سے مراد نماز پڑھنے کی وہ جگہ ہے جو آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے ایام حصار میں نماز کے لئے منتخب اور متعین فرمائی تھی)، تو آنحضرتؐ نے انصار سے فرمایا قوموا الی سیدکم "اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو" (یا آنحضرتؐ نے فرمایا شک راوی) اپنے سے بہتر کی تکریم کے لئے اٹھو، پھر آنحضورؐ نے سعد سے فرمایا کہ یہ لوگ (یہود بنی قریظہ) تمہارے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں، چنانچہ سعد نے کہا "ان کے لڑنے والے جوان قتل کر دیئے جائیں، اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں، اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو نے اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور کبھی راوی نے بحکم الملک کا لفظ کہا پس اگر بکسر اللام ہو یعنی بادشاہ کے حکم کے مطابق تو اولیٰ معنی سے فرق ہوگا بادشاہ کے حکم کے مطابق یعنی خدا کے حکم کے مطابق، اور اگر بفتح اللام ہو تو معنی ہوں گے کہ اے سعدؓ تو نے جبریلؑ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا۔

فائدہ:۔ مر الحدیث فی الجہاد صفحہ ۴۲۷۔

۱۶۲۔ حدثنا زکریا بن یحییٰ قال حدثنا عبد اللہ بن نُمیر قال حدثنا هشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت اُصیبَ سعدٌ یومَ الخندق رماہ رجل من قریش یقال لہ حبّان العرقۃِ رماہ فی الاکحل فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیمۃً فی المسجد لیعودہ من قریبٍ فلمّا رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق وضع السلاحَ واغتسل فاتاہ جبریل وہو ینفضُ رأسہُ من الغبار فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعتُہ اخرج الیہم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاین فاشار الی بنی قریظۃ فاتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلوا علیٰ حُکمِہ فردّ الحکمَ الی سعدٍ قال فانی احکم فیہم ان تقتل المقاتِلۃُ وان تسبی النساء والذریّۃ وان تقسم اموالُہم قال هشامٌ فاخبرنی عن عائشۃ ان سعداً قال اللّٰہمّ انک تعلم انہ لیس احدٌ احبّ الیّ ان اجاہدَہم فیک من قومٍ کذّبوا رسولک واخرجوہ اللّٰہم فانی اظنّ انک قد وضعتَ الحرب بیننا وبینہم فان کان بقی من حرب قریش شیئٌ فابقنی لہم حتی اجاہدہم فیک وان کنت وضعتَ الحربَ فافجرہا واجعل موتتی فیہا فانفجرت من لبّتہ فلم یرعہم وفی المسجد خیمۃٌ من بنی غفار الّا الدّمُ یسیل الیہم فقالوا یا اہلَ الخیمۃِ ماہذا الذی یاتینا من قبلکم فاذا سعدٌ یغذو جُرحُہ دمًا فمات منہا۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ سعدؓ غزوۂ خندق کے موقع پر زخمی ہو گئے قریش کے ایک شخص جس کا نام حبّان بن عرقہ تھا ان پر تیر پھینکا اور اس نے ان کے ایک بازو کی رگ میں ان کو تیر مارا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کرا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبریلؑ آپؐ کے

پاس آئے اس حال میں کہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے تو جبریل نے کہا "آپ نے ہتھیار رکھ دیئے؟ خدا کی قسم میں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارا ہے آپ ان کی طرف نکلئے (یعنی فوج کشی کیجئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کس طرف؟ تو جبریلؑ نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہونچے (یعنی ان کا محاصرہ کیا۔ بنو قریظہ جب پندرہ روز کے مسلسل محاصرہ سے پریشان ہوگئے) تو آنحضورؐ کے فیصلہ پر اترے (یعنی بس آپ جو فیصلہ ہمارے حق میں کریں ہمیں منظور ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کو حضرت سعد کی طرف پھیر دیا، سعدؓ نے کہا میں ان کے بارے میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں لڑنے کے قابل لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لئے جائیں اور ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔

ہشام نے بیان کیا کہ پھر مجھے میرے والد (عروہ) نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے خبر دی کہ سعدؓ نے یہ دعا کی تھی "خدایا تو خوب جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں کہ میں تیرے راستہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور انہیں ان کے وطن سے نکالا۔ سوائے اللہ اب مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی تو نے موقوف کر دی لیکن اگر قریش سے ہماری لڑائی کا کوئی بھی سلسلہ باقی ہے تو اس کے لئے مجھے زندہ رکھئے یہاں تک کہ میں تیرے راستے میں ان سے جہاد کروں اور اگر تو نے لڑائی کو موقوف کر دیا ہے تو میرے زخم کو پھر سے ہرا کر دیجئے (آپؓ کے زخم تقریباً ٹھیک ہونے لگے تھے) اور اسی میں میری موت واقع کر دیجئے، چنانچہ سینہ پر ان کا زخم پھر سے تازہ ہوگیا۔ مسجد میں ایک اور خیمہ . . . . قبیلہ بنو غفار کے کچھ صحابہ کا تھا خون ان کی طرف بہہ کر آیا تو وہ گھبرائے اور ان لوگوں نے کہا۔ "اے اہل خیمہ، یہ خون تمہاری طرف سے آرہا ہے یہ کیا ہے (یعنی کیا سبب ہے) دیکھا تو سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، چنانچہ اسی کی وجہ سے آپؓ کی وفات ہوگئی، فرضی اللہ عنہ۔

فائدہ ۱:۔ مر الحدیث صفحہ ۶۶۔

فائدہ ۲: الکحل بفتح الہمزہ وسکون الکاف وباللام وھو عرق فی وسط الذراع یعنی اکحل بازو کے درمیان ایک رگ ہے، علامہ عینی نے خلیل سے نقل کیا ہے کہ وہ زندگی کی رگ جب کٹ جاتی ہے تو اس کا خون بند نہیں ہوتا لبتہ بفتح اللام وتشدید الباء الموحدہ۔

باقی فوائد کے لئے غزوۂ بنی قریظہ دیکھئے۔

۱۶۳۔ حدثنا حجاج بن منہال قال اخبرنا شعبۃ قال اخبرنی عدی انہ سمع البراءَ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحسان اھجُھُم او ھاجھم وجبریلُ معک وزاد ابراھیم بن طھمان عن الشیبانی عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم قریظۃ لحسان بن ثابت اھجُ المشرکین فان جبریل معک۔

ترجمہ:۔ براء (ابن عازبؓ) کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو۔ (او ھاجھم شک راوی ہے)، اور جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔

اور ابراہیم بن طہمان نے شیبانی سے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں (یعنی جبرئیل کی طرف سے مضمون کا فیضان ہوگا۔

فائدہ :۔ مر الحدیث صفحہ ۴۵۶ تا صفحہ ۴۵۷۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ

من بني ثَعلبةَ مِن غطفانَ فنزلَ نخلًا وهيَ بعدَ خيبرَ لانَ ابا موسىٰ جاءَ بعدَ خيبر وقال عبدُ اللهِ بنُ رجاءٍ اخبرنا عمرانُ القطّان عن يحيىٰ بنِ ابي كثيرٍ عن ابي سَلَمَةَ عن جابر بن عبدِ اللهِ انّ النبي صلى الله عليه وسلم صلّىٰ باصحابه في الخوفِ في غزوةِ السابعةِ غزوة ذاتِ الرقاعِ وقال ابنُ عباس صلى النبي صلى الله عليه وسلم الخوف بذي قَرَدٍ وقال بكرُ بنُ سوادةَ حدثني زيادُ بنُ نافعٍ عن ابي موسىٰ انّ جابراً حدثهم صلى النبي صلى الله عليه وسلم بهم يومَ محاربٍ وثعلبةَ وقال ابنُ اسحاقَ سمعت وهب بنَ كيسانَ سمعتُ جابراً خرج النبي صلى الله عليه وسلم الى ذاتِ الرقاع من نخلٍ فلقي جمعاً من غطفان فلم يكن قتالٌ واخاف الناسُ بعضُهم بعضاً فصلى النبي صلى الله عليه وسلم ركعتي الخوفِ وقال يزيد عن سلمة غزوتُ مع النبي صلى الله عليه وسلم يومَ القَرَدِ۔

ترجمہ :۔ یہ باب غزوہ ذات الرقاع کے بیان میں ہے اور یہ غزوہ (جنگ) قبیلہ محارب خصفہ کا ہے محارب کی اضافت خصفہ کی طرف تعین اور تمیز کے لئے ہے چونکہ عرب کے اور قبائل میں محارب نام کے لوگ تھے جیسے محارب بن فہر وغیرہ، پس محارب خصفہ کہہ کر معین کر دیا گیا کہ یہ محارب بن خصفہ ہے اسی کو محارب بن فہر سے الگ کرنے کے لئے اضافت کے ساتھ محارب خصفہ کہدیا گیا)

من بني ثعلبة من غطفان اس ٹکڑے کا ترجمہ تو یہ ہے کہ محارب بن خصفہ کا غزوہ جو محارب بن خصفہ ثعلبہ کی اولاد میں سے ہے قبیلہ غطفان سے، اس سے تو یہ مفہوم نکلا کہ ثعلبہ جدّ محارب ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ ثعلبہ غطفان کی اولاد ہے اور غطفان کا نسب اس طرح ہے۔ غطفان بن سعد بن قیس بن غیلان الخ

اور محارب کا نسب : محارب بن خصفہ بن قیس، پس غطفان اور محارب دونوں چچا زاد بھائی ہیں۔

ھٰکذا :۔

قیس
سعد — خصفہ
غطفان — محارب

اس لئے صحیح عبارت اس طرح ہوگی جو

محمد بن اسحاق سے حافظ عسقلانی، علامہ عینی، و علامہ سیوطی رحمہم اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اصل عبارت اس طرح ہونی چاہئے " وهي غزوة محارب خصفة وبني ثعلبة من غطفان " مطلب یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہی کا دوسرا نام غزوہ محارب خصفہ اور بنی ثعلبہ ہے جو قبیلہ غطفان میں سے تھا یعنی من بنی ثعلبة کے بجائے واؤ عاطفہ ہے " وبني ثعلبة "

وجہ تسمیہ امام نووی اور ابن سعد کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں آپؐ نے اس غزوہ میں نزول فرمایا تھا، اس میں سیاہ اور سفید اور سرخ نشانات تھے۔

ابن اسحاق سے منقول ہے کہ ذات الرقاع ایک درخت کا نام ہے۔

لیکن خود بخاری شریف اور مسلم شریف میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ سواری کی کمی کی وجہ سے ہم لوگ چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو کر گئے تھے ہم لوگوں کے پیر چلتے چلتے پھٹ گئے تھے تو چونکہ پیروں میں چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا۔

تطبیق کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس چیتھڑے کے علاوہ درخت اور پہاڑ کے نام بھی ہوں۔

یہ غزوہ کب ہوا؟ اس کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے امام المغازی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوۂ بنی نضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے جمادی الاولیٰ ۴ھ میں ہوا۔

فعند ابن اسحاق انها بعد بني النضير وقبل الخندق سنة اربع الخ (فتح)

اور ابن سعد اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ غزوہ محرم ۵ھ میں ہوا۔

لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں ہوا جیسا کہ آرہا ہے۔

غزوہ ذات الرقاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں تو آپ چار سو صحابہ کی جمعیت لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ نجد پہونچے تو کچھ لوگ غطفان کے ملے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔

واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکا دی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپؐ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا، آپؐ نے نہایت اطمینان سے فرمایا اللہ۔

یہ بخاری کی روایت ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جبریل امین نے اس کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا فوراً ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور آپؐ نے اٹھالی اور فرمایا " بتلا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں " آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں پہونچ کر اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگ اس کی دعوت سے مسلمان ہوئے، صحیح بخاری میں ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔

فنزل نخلا وھی بعد خیبر لان ابا موسیٰ الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نخل (بفتح النون وسکون الخاء) میں نزول فرمایا، پڑاؤ کیا (یہ نخل ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو دن کا راستہ ہے نجد میں) اور یہ غزوہ، غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے کیونکہ ابو موسیٰ اشعری غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ آئے تھے۔

فائدہ :- امام بخاری کا استدلال ہے کیونکہ آنے والی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری غزوۂ ذات الرقاع میں شریک ہیں اور راوی واقعہ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ ذات الرقاع میں شریک ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی آمد خیبر کے بعد ہے۔ لامحالہ غزوۂ ذات الرقاع کا واقعہ خیبر کے بعد ہونا لازمی ہے کیونکہ روایت آئے گی کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ آپؐ نے خیبر کو فتح کیا۔

بعض حضرات نے تطبیق کے لئے کہا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع دو جنگوں کا نام ہے ایک خیبر کے قبل اور دوسرا بعد خیبر۔

وقال عبد اللہ بن رجاء الخ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خوف کی حالت میں نماز پڑھائی (یعنی صلوٰۃ خوف) ساتویں غزوہ، غزوہ ذات الرقاع میں۔

فائدہ:- غزوۃ ذات الرقاع مجرور ہے چونکہ غزوۃ السابعۃ سے بدل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے ساتواں غزوہ ذات الرقاع ہے ۱ بدر ۲ احد ۳ خندق ۴ بنی قریظہ ۵ مریسیع ۶ خیبر، اور ساتواں غزوہ غزوہ ذات الرقاع ہے۔

مشروعیت صلوٰۃ خوف

حضرت جابر کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ ذات الرقاع میں آنحضرتؐ نے صحابہ کے ساتھ صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ خوف کس سال مشروع ہوئی۔؟

جمہور کہتے ہیں ان اول ما صلیت فی غزوۃ ذات الرقاع یعنی سب سے پہلے صلوٰۃ خوف غزوۂ ذات الرقاع میں پڑھی گئی، نیز مسند امام احمد اور سنن میں روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے سامنے ابوھریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوہ نجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابو ھریرہ غزوۂ خیبر کے قریب مسلمان ہوئے، پھر سب کا اتفاق ہے کہ صلوٰۃ خوف کی مشروعیت غزوۂ خندق کے بعد ہے۔ علامہ ابن قیم بھی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف کی مشروعیت غزوۂ ذات الرقاع میں ہوئی۔

وقال ابن عباس الخ ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے صلوٰۃ خوف ذی قرد میں پڑھی۔

فائدہ :- قرد بفتح القاف والراء ھو موضع علی نحو یوم من المدینۃ مما یلی من بلاد غطفان یعنی ذی قرد ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ بلاد غطفان کے قریب۔

ابن عباسؓ کی اس روایت کو امام نے تعلیقاً نقل کیا ہے، نسائی اور طبرانی نے موصولاً تخریج کی ہے۔

وقال بکر بن سوادۃ الخ اور بکر بن سوادہ نے بیان کیا (بکر بفتح الباء الموحدہ وسکون الکاف، سوادۃ بفتح السین و فتح الواؤ) حضرت جابر نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ محارب اور

ثعلبہ کے دن صحابہ کرام کو نماز پڑھائی یعنی صلوٰۃ خوف (یہی غزوہ ذات الرقاع ہے)

نوٹ :۔ اس حدیث سے ترجمۃ الباب کی عبارت کی غلطی بھی صراحۃً معلوم ہوگئی کہ محارب و ثعلبہ کے درمیان واؤ عاطفہ ہے۔

وقال ابن اسحٰق الخ حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے لئے موضع نخل سے نکلے تو بنی غطفان کی ایک جماعت سامنے آئی مگر جنگ نہیں ہوئی اور لوگ خوف کرتے رہے بعض بعض سے (یعنی اچانک حملہ سے ڈرتے رہے) اس لئے نبی اکرم ؐ نے دو رکعت صلوٰۃ خوف پڑھی۔

فائدہ :۔ نخل نجد کے ایک موضع کا نام ہے حافظ عسقلانی کہتے ہیں **غفل من قال ان المراد نخل** الخ یعنی جن لوگوں نے یہاں نخل سے مراد مدینہ کے کھجور کا درخت لیا ہے اس نے غلطی کی ہے۔

وقال یزید عن سلمۃ الخ اور یزید نے سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نبی اکرم ؐ کے ساتھ غزوہ قرد میں شریک تھا۔

فائدہ :۔ حضرت سلمہ بن اکوع کی یہ حدیث پورے طور پر صفحہ ۶۰۳ پر آرہی ہے جس کا عنوان ہی ہے۔

باب غزوۃ ذات القرد " لیکن وہاں صلوٰۃ خوف کا ذکر نہیں ہے۔ امام بخاری ؒ نے جو مختلف آثار نقل کئے ہیں بعض سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ خوف ذات الرقاع میں پڑھی گئی اور بعض سے معلوم ہوا کہ غزوہ قرد میں اور یہ بلاشبہ دونوں الگ الگ غزوے ہیں۔

بیہقی نے کہا کہ ہم کو ذرا بھی شک نہیں ہے کہ ذی قرد کا غزوہ حدیبیہ اور خیبر کے بعد تھا۔

امام بخاری کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ صلوٰۃ خوف کی اولیت میں اختلاف ہے لیکن یہ مسئلہ صاف ہے کہ آں حضرت ؐ نے صلوٰۃ خوف مختلف غزوات میں پڑھی ہے۔

صلوٰۃ خوف

اس کی پوری اور تفصیلی بحث کے لئے جلد اول باب صلوٰۃ الخوف دیکھئے جس کا حاصل یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف متعدد طریقوں سے پڑھی گئی۔

امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کے سلسلہ میں حضرت ابن عمر ؓ کی روایت راجح ہے جو بخاری اول صفحہ ۱۲۸ پر ابواب صلوٰۃ الخوف کی پہلی حدیث ہے نیز یہ روایت صحاح ستہ میں سب نے تخریج کی ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے سہل بن حثمہ کی روایت کو راجح قرار دیا ہے جو اسی صفحہ ۵۹۲ کے نیچے آرہی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کا افضل طریقہ یہ ہے کہ مجاہدین کے دو گروہ کرکے ایک گروہ کو دشمن کے سامنے کر دیا جائے اور دوسرے گروہ کو امام ایک رکعت پڑھائے، پھر یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور پہلا گروہ دشمن کے مقابل والا امام کے پیچھے آجائے، اس کو بھی امام ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے اور گروہ دشمن کے مقابل چلا جائے اور اول گروہ جس نے سب سے پہلے ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھی تھی وہ آکر ایک رکعت لاحق کی طرح پوری کرے پھر یہ چلا جائے اور دوسرا گروہ (امام کی آخری رکعت والا) آکر اپنی رکعت مسبوق

کی طرح پوری کرے لیکن امام کے سلام کے بعد اگر دونوں گروہ ترتیب وار اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پوری کر لیں، تب بھی جائز ہے۔ (شامی)

نیز یہ کیفیت مؤطا امام محمد میں ابن عباس کی روایت سے بھی ثابت ہے پس حنفیہ کا مسلک ابن عمرؓ، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق ہے نیز قرآن حکیم میں جو ارشاد الٰہی ہے واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اخذرھم واسلحتھم۔ اس سے بھی حنفیہ کا مسلک قریب تر ہے کیونکہ فاذا سجدوا فلیکونوا کا مطلب یہ ہوا کہ پہلا گروہ سجدے سے فارغ ہو کر چلا جائے، یہ حنفیہ کا مسلک ہے ائمہ ثلاث کے مسلک میں سجدے سے فارغ ہو کر اپنی نماز پوری کرنی ہوتی ہے۔

شوافع اور مالکیہ میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ شوافع کے نزدیک دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھا کر امام انتظار کرے گا جب وہ اپنی رکعت پوری کر کے قعدہ کر لیں گے تب امام سلام پھیرے گا، مالکیہ کے نزدیک امام انتظار کئے بغیر سلام پھیر دے گا۔

ائمہ ثلاث نے سہل بن حثمہ کی روایت کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس میں حرکات کی کمی ہے اس کے برخلاف حضرت ابن عمرؓ کے روایت کردہ طریقے میں حرکات کی کثرت ہے جو شان نماز کے خلاف ہے۔

(۲) کثرت طرق کی وجہ سے یہ روایت قابل ترجیح ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی روایت آیت قرآنی کے زیادہ مطابق ہے، رہا کثرت حرکات کا معاملہ تو اس موقع پر شریعت نے کثرت حرکات کو جائز قرار دیا ہے اور خود آیت میں نقل وحرکت کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت ابن عمرؓ کی روایت مرفوع اور بہت قوی ہے، بخاری اور مسلم نے اس کو ذکر کیا ہے بخلاف سہل بن حثمہ کی روایت کے کہ موقوف ہے اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے علماء تاریخ کا اتفاق ہے کہ سہل بن حثمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے پھر اس صلوٰۃ خوف کے وقت ان کی عمر کیا ہوگی؟ پس روایت یقیناً مرسل ہے اور مرسل عند الشوافع حجت نہیں۔

(۳) نیز ابن حثمہ کی روایت میں مقتدیوں کا امام سے پہلے نماز سے فارغ ہونا لازم آتا ہے جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

(۴) اس میں قلب موضوع لازم آتا ہے کہ امام کو مقتدیوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے گویا امام کا تابع ہونا لازم آتا ہے جو منصب امام کے خلاف ہے، برخلاف اس کے کہ ابن عمر کے طریقے میں صرف نقل وحرکت کی کثرت لازم آتی ہے جس کی شریعت میں متعدد نظیریں ملتی ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے اور آنحضورؐ نے آگے بڑھ کر امامت فرمائی، اسی طرح نماز کی حالت میں اگر حدث لاحق ہو جائے تو وضو کرنے کے لئے نقل وحرکت کی اجازت ثابت ہے مگر امام کا انتظار کرنا ثابت نہیں ــــــ فتدبر۔

۱۶۴۔ حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ عن برید بن عبد اللہ بن ابی بردۃ عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ ونحن ستۃ نفر بیننا بعیر نعتقبہ فنقبت اقدامنا ونقبت قدمای وسقطت اظفاری فکنا نلف علی ارجلنا الخرق فسمیت غزوۃ ذات الرقاع لما کنا نعصب من الخرق علی ارجلنا وحدث ابو موسیٰ بھذا ثم کرہ ذاک قال ما کنت اصنع بان اذکرہ کانہ کرہ ان یکون شیئ من عملہ افشاہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے، ہم چھ آدمی تھے کہ ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم یکے بعد دیگرے (باری باری) سوار ہوتے تھے۔ سو ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے، اور میرے دونوں پاؤں پھٹ گئے تھے (چونکہ زمین پتھریلی اور ریتیلی تھی، نیز طویل سفر پیدل)، اور میرے ناخن گر گئے تھے چنانچہ ہم لوگ اپنے پیروں پر کپڑے کی پٹیاں باندھتے تھے اس لئے اس کا نام غزوۂ ذات الرقاع رکھا گیا (رقعہ کپڑے کا ٹکڑا، خرقہ) چندیا پیروں پر باندھ باندھ کر چلنے کی وجہ سے چنانچہ وجہ تسمیہ میں اس حدیث کا بھی ذکر کیا گیا ہے)، اور ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کر دی پھر یہ بیان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوا فرمانے لگے کہ میں اس کام کو اس لئے نہیں کرتا تھا کہ اس کو بیان کروں گویا کہ آپ نے اچھا نہیں سمجھا اس بات کو کہ آپ اپنے عمل خیر میں سے کوئی عمل ظاہر کریں۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ اپنے اعمال صالحہ کو چھپانا افضل ہے لیکن بسا اوقات اگر ترغیب و ترہیب کے پیش نظر عمل خیر کا اظہار کریں تو یقینا بہتر ہوگا، انما الاعمال بالنیات۔

۱۶۵۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک عن یزید بن رومان عن صالح بن خوات عمن شھد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم ذات الرقاع صلوٰۃ الخوف ان طائفۃ صفت معہ وطائفۃ وجاہ العدو فصلی بالتی معہ رکعۃ ثم ثبت قائما واتموا لانفسھم ثم انصرفوا فصفوا وجاہ العدو وجاءت الطائفۃ الاخری فصلی بھم الرکعۃ التی بقیت من صلاتہ ثم ثبت جالسا واتموا لانفسھم ثم سلم بھم وقال معاذ حدثنا ھشام عن ابی الزبیر عن جابر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنخل فذکر صلوٰۃ الخوف قال مالک وذالک احسن ما سمعت فی صلوٰۃ الخوف تابعہ اللیث عن ھشام عن زید بن اسلم ان القاسم بن محمد حدثہ صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی انمار۔

ترجمہ:۔ صالح بن خوات سے روایت ہے صالح نے ایک ایسے صحابی سے روایت کی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں شرکت کی تھی صلوٰۃ خوف کی (یعنی آنحضور کے ساتھ صلوٰۃ خوف اس طرح پڑھی) کہ ایک گروہ نے آپ کے ساتھ صف باندھی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہا تو آپ

نے اس گروہ کو جو آپ کے ساتھ (پیچھے) تھا ایک رکعت ماز پڑھائی پھر آپ اپنی جگہ کھڑے رہے اور اس گروہ نے اپنی نماز پوری کرلی (یعنی الگ الگ از خود باقی ایک رکعت پوری کرلی پھر یہ لوگ واپس آگئے اور دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے اور دوسرا گروہ آیا آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو وہ رکعت پڑھائی جو آپؐ کی نماز سے باقی رہ گئی تھی، یعنی دوسری رکعت، پھر اپنی جگہ قعدہ میں آپ بیٹھے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز (جو باقی رہ گئی تھی) پوری کرلی پھر حضرتؐ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

اور معاذ نے بیان کیا ان سے ہشام بن عبداللہ نے حدیث بیان کی ان سے ابوزبیر نے اور اُن سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام نخل میں تھے پھر آپؐ نے صلوٰۃ خوف کا تذکرہ کیا۔ امام مالک نے بیان کیا کہ صلوٰۃ خوف کا یہ طریقہ سب سے بہتر ہے ان طریقوں میں جو میں نے صلوٰۃ خوف کے اندر سنی ہے، لیث نے اس روایت میں متابعت کی (یعنی معاذ کی) عن ہشام عن زید بن اسلم کہ قاسم بن محمد نے اس (زید بن اسلم) سے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی انمار میں نماز پڑھی (یعنی صلوٰۃ خوف)

نوٹ:۔ یہ ہشام جس سے لیث نے روایت کی ہے ہشام بن سعد اونی ہیں بخلاف ہشام مذکور کے جن سے معاذ نے روایت کی وہ دستوائی تھے۔

فائدہ:۔ ان متابعات سے امام کا مقصد کیا ہے؟ غالباً امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت جابر کی مختصر و مفصل تمام روایتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوہ ذات الرقاع ہی میں ہوئی جو کنا مع النبی بنخل سے صاف ظاہر ہے لیکن حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ لکن فیہ نظر الخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہشام کی روایت عن ابی الزبیر کا سیاق دال ہے اس بات پر کہ دوسری حدیث ہے اور دوسرے غزوہ کے متعلق ہے اور ابوالزبیر کی روایت حضرت جابر سے عسفان کے واقعہ میں ہے جس کو امام احمد اور اصحاب سنن ابوعیاش الزرقی سے اور ترمذیؒ ابوھریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہل غزوہ عسفان میں آنحضورؐ نے پڑھی ہے اور ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضورؐ ضبحان اور عسفان کے درمیان اترے تھے اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے، مسلمان جب نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو کافروں نے افسوس کیا کہ ہم نے ایک موقع کھودیا، پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی عزیز ہے، جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو متفقہ طور پر حملہ کردیا جائے، حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کو اس مشورے کی خبر دی اور اصحاب کو دو حصہ کرکے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہل حکم دیا۔ اب اگر بات یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوہ عسفان میں ہوا جو بالاتفاق غزوہ خندق کے بعد ہے۔ اب اگر ذات الرقاع کو غزوہ خندق سے پہلے مانا جائے جیسا کہ ارباب سیر و مغازی کی رائے ہے تو عظیم اشکال ہوگا کہ آنحضورؐ نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی؟ تو امام بخاریؒ ان دلائل سے اپنی رائے مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے ان دلائل سے متاثر ہوکر علامہ ابن قیم بھی یہی کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوہ عسفان اور غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔

رہا یہ اشکال کہ پھر امام بخاری نے غزوہ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر سے مقدم کیوں بیان کیا، اس کا

جواب صرف یہ ہوسکتا ہے کہ رواۃ بخاری سے ترتیب کی گڑبڑی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ ۱؎ قال مالك وذالك احسن ماسمعت الخ امام مالک کا یہ کہنا کہ یہ طریق یعنی صالح بن خوات کی روایت عمن شہد والا طریق جو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک راجح ہے احسن طریق ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالکؒ نے صلوٰۃ خوف کے مختلف طریقے سنے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صلوٰۃ خوف کے طریقے آنحضور سے مختلف منقول ہیں، اب بعض حضرات نے اس کو اختلاف احوال پر محمول کیا ہے، بعض نے توسع و تخییر پر یعنی طرق منقولہ میں سے جس طریقہ پر ادا کرے جائز اور درست ہے اور یہی ائمہ مجتہدین کا فتویٰ ہے کہ ابن عمر کے منقول طریقہ ادا کرے، یا سہل بن حثمہ کے طریقہ منقولہ پر درست سب ہے صرف افضلیت کا اختلاف ہے عمن شهد مع رسول الله سے مراد کون ہیں؟ دو قول ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ قيل ان اسم هذا المبهم سهل بن حثمة پھر فرماتے ہیں هذا هو الظاهر من رواية البخاری ولكن الراجح انه ابوه خوات بن جبير۔ خلاصہ یہ ہے کہ راوی کے والد حضرت خوات بن جبیر ہوں یا سہل بن حثمہ ہر دو بزرگ صحابی ہیں اور صحابی کی جہالت و ابہام روایت کے لئے قادح نہیں ہے لان الصحابة كلهم عدول، باقی احناف و شوافع کا مسلک ہم نقل کر چکے ہیں۔

۱۶۶۔ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيىٰ عن يحيى عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات عن سهل بن حثمة قال يقوم الامام مستقبل القبلة وطائفة منهم معهم وطائفة من قبل العدو وجوههم الى العدو فيصلي بالذين معه ركعة ثم يقومون فيركعون لانفسهم ركعة ويسجدون سجدتين في مكانهم ثم يذهب هؤلاء الى مقام اولئك فيجئ اولئك فيركع بهم ركعة فله ثنتان ثم يركعون ويسجدون سجدتين۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن حثمہؓ سے روایت ہے کہ (صلوٰۃ خوف میں) امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہوگا اور ایک گروہ ان میں سے (یعنی مجاہدین میں سے) امام کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ایک جماعت دشمن کے سامنے یعنی مقابل کھڑی ہوگی۔ ان کا رخ دشمن کی طرف ہوگا۔ امام اپنے ساتھ والی جماعت کو پہلے ایک رکعت پڑھا دے گا پھر یہ لوگ (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) کھڑے ہوجائیں گے اور ایک رکوع اور سجدے سے ایک رکعت خود پوری کرلیں اسی جگہ پھر یہ لوگ ان کی جگہ چلے جائیں گے (یعنی دشمن کے مقابل) اور وہ لوگ آدیں گے تو امام اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائے گا پس امام کی دو رکعتیں پوری ہوجائیں گی اور یہ دوسری جماعت ایک رکوع اور دو سجدے خود پورے کریں گے یعنی بغیر متابعت امام کے۔

فائدہ:۔ یہ روایت ائمہ ثلاثہؒ کی مستدل ہے اور اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ امام بیٹھ کر مقتدی کے ختم نماز کا انتظار کرے۔

۱؎ اس متابعت کا مقصد یہ ہے کہ غزوہ بنی انمار و غزوۂ ذات الرقاع ایک ہے۔

۱۶۷۔ حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن شعبة عن عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابيه عن صالح بن خوات عن سهل بن حثمة عن النبي صلى الله عليه وسلم

مثلہ۔

ترجمہ:۔ مسدد نے دوسری سند سے اسی سابق کی طرح حدیث نقل کی ہے۔

۱۶۸۔ حدثنی محمد بن عبید اللہ قال حدثنی ابن ابی حازم عن یحیی سمع القاسم اخبرنی صالح بن خوات عن سہل حدثہ قولہ۔

ترجمہ:۔ صالح بن خوات نے سہل بن حثمہ سے روایت کی ہے جس میں سہل بن حثمہ نے اپنے سابق قول یعنی مذکورہ بالا حدیث صلوٰۃ خوف کے متعلق صالح سے بیان کی ہے۔

۱۶۹۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی سالم ان ابن عمر قال غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نجد فوازینا العدو فصاففنا لہم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا، سو ہم دشمن کے مقابل ہوئے اور ہم نے ان کے مقابلہ کے لئے صف بندی کی۔

فائدہ:۔ چونکہ امام بخاریؒ ابن عمرؓ کی اس حدیث کو مکمل پوری حدیث صفحہ ۱۲۸ باب الخوف میں نقل کر چکے تھے اس لئے صرف ٹکڑا نقل کر کے اشارے پر اکتفاء کیا ہے پوری حدیث کے لئے بخاری صفحہ ۱۲۸ دیکھو اصلوٰۃ خوف کے اندر حنفیہ کا عمل اسی پر ہے۔ اور نجد کی طرف جہاد سے مراد غزوہ ذات الرقاع ہے۔

۱۷۰۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا معمر عن الزہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی باحدی الطائفتین والطائفۃ الاخری مواجھۃ العدو ثم انصرفوا فقاموا فی مقام اصحابہم فجاء اولئک فصلی بہم رکعۃ ثم سلم علیہم ثم قام ہؤلاء فقضوا رکعتہم وقام ہؤلاء فقضوا رکعتہم۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ نماز (خوف) پڑھی، دوسری جماعت اس عرصہ میں دشمن کے مقابل رہی پھر یہ لوگ پلٹ گئے (جو ایک رکعت پڑھ چکے) اور اپنے ان ساتھیوں کی جگہ میں کھڑے ہو گئے (جو دشمن کے مقابل تھے) پس وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ نے ان پر سلام پھیرا، پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک (باقی) رکعت پوری کی اور ان لوگوں نے (جو پہلی جماعت تھی) کھڑے ہو کر اپنی ایک رکعت پوری کی۔

۱۷۱۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال حدثنی سنان و ابو سلمۃ ان جابراً اخبرانہ غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نجد۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف (یعنی غزوہ ذات الرقاع میں) جہاد کے لئے گئے۔

۱۶۲۔ ح وحدثنا اسمٰعیل قال حدثنی اخی عن سلیمان عن محمد بن ابی عتیق عن ابن شہاب عن سنان بن ابی سنان الدؤلی عن جابر بن عبد اللّٰہ اخبرہ انہ غزا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل نجد فلما قفل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قفل معہ فادرکتھم القائلۃ فی وادٍ کثیر العضاہ فنزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وتفرق الناس فی العضاہ یستظلون بالشجر ونزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحت سمرۃ فعلق بھا سیفہ قال جابرٌ فنمنا نومۃ ثم اذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدعونا فجئناہ فاذا عندہ اعرابیٌّ جالسٌ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ھٰذا اخترط سیفی وانا نائمٌ فاستیقظت وھو فی یدہ صلتًا فقال لی من یمنعک منی قلت اللّٰہ فھا ھو ذا جالس ثم لم یعاقبہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقال ابانُ حدثنا یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن جابر قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذات الرقاع فاذا اتینا علی شجرۃ ظلیلۃٍ ترکناھا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فجاء رجلٌ من المشرکین وسیف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم معلقٌ بالشجرۃ فاخترطہ فقال تخافنی قال لا قال فمن یمنعک منی قال اللّٰہ فتھددہ اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واقیمت الصلوٰۃ فصلی بطائفۃٍ رکعتین ثم تاخروا وصلی بالطائفۃ الاخری رکعتین وکان للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربع وللقوم رکعتین وقال مسددٌ عن ابی عوانۃ عن ابی بشر اسم الرجل غورث بن الحارث وقاتل فیھا محارب خصفۃ وقال ابو الزبیر عن جابر کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنخل فصلی الخوف وقال ابو ھریرۃ صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی غزوۃ نجدٍ صلوٰۃ الخوف وانما جاء ابو ھریرۃ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایام خیبر۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف (غزوہ ذات الرقاع میں) جہاد کے لئے نکلے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس ہوئے سو ان لوگوں کے قیلولہ کا وقت ایسی وادی میں آیا جہاں کانٹے دار درخت (ببول) بہت تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا اور تمام لوگ (صحابہ کرام) درخت کا سایہ حاصل کرنے کے لئے وادی میں پھیل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار کو اس درخت پر لٹکا دیا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ سو گئے ایک نیند کہ اچانک آنحضرتؐ ہم کو پکارنے لگے چنانچہ ہم آپ کے پاس پہونچے دیکھا تو کہ آپ کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجھ پر) کھینچ لی تھی دراں حالیکہ میں سویا ہوا تھا، پس میں بیدار ہوا دراں حالیکہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، اس نے مجھ سے کہا "آپ کو کون بچائے گا مجھ سے" میں نے کہا "اللہ" سو دیکھو وہ بیٹھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے پھر اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

وقال ابان حدثنا الخ یہاں سے بطور تعلیق حضرت جابرؓ کی مذکورہ روایت بیان کررہے ہیں

ترجمہ:۔ ابان کا بیان ہے کہ ہم سے یحییٰ بن کثیر نے حدیث بیان کی ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے حضرت جابر نے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر ہم ایسے درخت کے پاس پہونچے جو بہت سایہ دار (گھنا) تھا ہم نے اس درخت کو آنحضرت کے لئے چھوڑ دیا (تاکہ آپ آرام فرمائیں) پھر مشرکین میں سے ایک شخص آیا، آنحضورؐ کی تلوار درخت پر لٹک رہی تھی۔ اس مشرک نے اس تلوار کو حضور پر کھینچ لیا اور کہا "تم مجھ سے ڈرتے ہو" آپ نے فرمایا نہیں، مشرک نے پوچھا "اس وقت میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟" آپ نے فرمایا اللہ۔ پھر آنحضورؐ کے اصحاب نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کیا اور نماز کی اقامت کہی گئی، پھر آنحضور نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی (صلوٰۃ خوف) اس کے بعد یہ جماعت پیچھے ہٹ گئی اور آپؐ نے دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور قوم کی دو رکعتیں۔

اور مسدد نے بواسطہ ابوعوانہ ابوبشر سے نقل کیا کہ اس شخص کا نام (جس نے آپ پر تلوار کھینچی تھی) غورث بن حارث تھا، اور آنحضورؐ نے اس غزوہ (غزوہ ذات الرقاع) میں محارب خصفہ سے جنگ کی تھی۔

اور ابوالزبیر نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام نخل میں تھے تو آپؐ نے نماز خوف پڑھی۔

اور حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف غزوۂ نجد میں پڑھی، اور یقینی بات ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضور کی خدمت میں (سب سے پہلے) غزوۂ خیبر کے موقع پر آئے تھے (مر الحدیث فی الجہاد)

فائدہ:۔ ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ نجد کی جانب غزوہ سے مراد غزوۂ ذات الرقاع ہی ہے۔ عرب کے دو حصے ہیں، نشیبی علاقہ تہامہ اور بالائی علاقہ کو نجد کہتے ہیں جو عراق کی جانب کا علاقہ ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ غورث بن حارث بعد میں مسلمان ہوگیا تھا، علامہ خطابی کا بیان ہے کہ جب غورث نے آنحضرتؐ کی دلیری وثبات قدمی دیکھی تو اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ کوئی طاقت ہے جو حملہ سے مانع ہے، پھر اس نے ہتھیار رکھ دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے اس کے سینے پر مارا تو مارے خوف کے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، آنحضرتؐ نے تلوار لے لی اور آپؐ نے فرمایا "اب بتا، کہ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائیگا" اس نے جواب دیا کوئی نہیں، آپؐ نے پھر چھوڑ دیا اور فرمایا جاؤ، پھر آنحضرتؐ کے اصحاب جمع ہوگئے اور غورث مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم میں گیا اور بہتیرے لوگوں کو مشرف باسلام کیا۔

اشکال:۔ یہ ہوتا ہے کہ آپؐ مسافر تھے پھر چار رکعتیں کس طرح پڑھیں۔؟

جواب:۔ یہ ہے کہ قوم نے آنحضور کے ساتھ دو رکعتیں ادا کیں یعنی ایک جماعت نے ایک رکعت

اور دوسری جماعت نے بھی ایک رکعت لیکن راوی نے دو رکعت کو دو، دو رکعت سمجھ کر جمع کر دیا۔

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ

أي هذا باب في بيان غزوة بني المصطلق، مصطلق بضم الميم وسكون الصاد المهملة وفتح الطاء وكسر اللام
یعنی یہ باب غزوہ بنی المصطلق کے بیان میں ہے "من خزاعة" بضم الخاء وتخفيف الزاء یعنی بنی المصطلق خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔

اور اس غزوے کا دوسرا نام غزوہ مریسیع ہے۔ مریسیع بضم الميم وفتح الراء وسكون الياء تين وفي آخره عين مهملة، مریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنی المصطلق سے مقابلہ ہوا۔

وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ وَذَالِكَ سَنَةَ سِتٍّ

محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ یہ غزوہ ۶ سنہ ھ میں ہوا۔

فائدہ:۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ شعبان ۵ سنہ ھ میں ہوا۔

وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ

اور موسیٰ ابن عقبہ نے بیان کیا کہ یہ غزوہ ۴ سنہ ھ میں ہوا۔

فائدہ:۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے سنة خمس کے بجائے سنة اربع لکھ گیا۔ اس لئے کہ موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں متعدد طرق سے منقول ہے کہ یہ غزوہ ۵ سنہ ھ میں ہوا۔ حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح تر قول ہے اس لئے کہ سعد بن معاذ کا اس غزوہ میں شریک ہونا بخاری میں مذکور ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سعد بن معاذ نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر غزوہ بنی قریظہ کے زمانے میں وفات پائی جو ۵ سنہ ھ میں ہوا۔ پس اگر غزوہ مریسیع ۶ سنہ ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے ایک سال بعد مانا جائے تو سعد بن معاذ کی شرکت مریسیع میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے، پس یہی صحیح ہے کہ غزوہ مریسیع ۵ سنہ ھ میں ہوا۔ یہی ابن سعد کی رائے ہے وقال ابن سعد خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المريسيع يوم الاثنين لليلتين خلتا من شهر شعبان سنة خمس (عمدة القاري ص۱۷۶)

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ

اور نعمان بن راشد نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ واقعہ افک جنگ مریسیع میں پیش آیا تھا۔

فائدہ:۔ واقعہ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ جنگ مریسیع سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

غزوہ بنی المصطلق

یہ غزوہ شعبان ۵ سنہ ھ میں ہوا۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، حضور نے بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا، بریدہؓ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے، آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔ اس مرتبہ منافقین بھی مالِ غنیمت کے لالچ میں شریک ہوئے جو اس سے پہلے کسی غزوے میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضورؐ نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین ام سلمہ کو ساتھ لے کر ۲ شعبان بروز دوشنبہ مدینہ سے نکلے، راستہ میں ایک جاسوس ملا، جس کو کفار نے مخبری کے لئے مقرر کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو گرفتار کرلیا اور رسول اللہؐ سے اجازت لے کر اس کو قتل کیا، جب کفار کو حضور کی روانگی اور جاسوس کے قتل ہونے کی خبر ملی تو کفار پر رعب چھاگیا اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے، حارث کے ساتھ صرف اس کے قبیلے کے آدمی رہ گئے۔ حضورؐ جب اسلامی لشکر لے کر پہونچے تو کفار اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اسلامی لشکر نے اچانک حملہ کر دیا جیسا کہ بخاری اول صفحہ ۳۴۵ میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغار علی بنی المصطلق وھم غارّون وانعامھم تسقی علی الماء الخ نبی اکرمؐ نے بنی المصطلق پر اچانک حملہ کر دیا اور وہ لوگ غافل اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، حملہ کی تاب نہ لاسکے، دس آدمی ان کے قتل ہوئے باقی مرد، عورت، بچے، اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے، مال واسباب لوٹ لئے گئے دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں ملیں، کوئی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوتا مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہ خود حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے، حضرت عبادہ نے دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ

بنی المصطلق کے دو سو گھرانے قید ہوئے انہیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ حضور اقدسؐ جب تقسیم غنائم سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہؓ آپؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ میں سردار بنی المصطلق کی بیٹی جویریہ ہوں تقسیم میں ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں پڑی ہوں، ثابت نے مجھ کو مکاتبہ بنا دیا ہے (یعنی اگر اتنی رقم ادا کردوں تو آزاد ہو جاؤں گی)، مگر میں مال ادا نہیں کر سکتی بدل کتابت میں آپ سے اعانت وامداد کی امید لے کر آئی ہوں کہ آپ میری امداد کریں تاکہ میں وہ مال ادا کر سکوں، حضور نے فرمایا اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا، پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ مال مکاتبت ادا کر کے میں خود تمہارے ساتھ عقد کر لوں گا، بہت خوش ہوئیں اور فرمایا ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپ نے ثابت بن قیس کو بلوایا اور مال ادا کر دیا اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا۔

صحابہ میں جب یہ خبر پھیلی تو سب نے بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے لئے بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد ابواب العتاق ص۲)

منافقین کی شرارت

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا ہر موقع پر اپنی شر انگیزی اور فتنہ پردازی کو ظاہر کرتا تھا، چنانچہ ابھی مسلمانوں کا لشکر اسی مریسیع کے پانی پر جمع تھا کہ ایک ناگوار حادثہ پیش آگیا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری میں باہم جھگڑا ہوگیا، کہ مہاجرین میں سے بنی غفار کے ایک شخص جہجاہ بن مسعود، جو حضرت عمر بن الخطابؓ کے اجیر تھے اور سنان بن وبر الجہنی ابن خزرج کے حلیف تھے پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہوگئی، جہجاہ نے سنان کو ایک لات ماری، سنان نے انصار کو یا للانصار کہہ کر، اور جہجاہ نے مہاجرین کو اپنی اپنی مدد کے لئے آواز دی، دونوں جمع ہوگئے اور بات بڑھ گئی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے باہم قتل وقتال کی نوبت آجائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور سخت ناراضگی کے ساتھ فرمایا " مابال دعوی الجاهلية " یعنی یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ کہ وطنی اور نسبی قومیت کو بنیاد بنا کر امداد و دفاع کا معاملہ ہونے لگا اور فرمایا دعوها فانها منتنة اس نعرے کو چھوڑ دو، یہ نعرہ بدبودار ہے، نسبی قومیت کی بنیاد پر تعاون وتمام کفر و جاہلیت کا نعرہ ہے، اور فرمایا کہ مسلمانوں کو ہر معاملہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مظلوم کون ہے اور ظالم کون؟ پھر ہر مسلمان کا خواہ مہاجر ہو یا انصاری اور کسی قبیلہ و خاندان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ مظلوم کو ظلم سے چھڑائے اور ظالم کا ہاتھ روکے، خواہ وہ اپنا حقیقی بھائی اور باپ ہی کیوں نہ ہو، یہ نسبی اور وطنی قومیت جاہلانہ اور بدبودار نعرہ ہے جس سے گندگی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی جھگڑا ختم ہوگیا، اس معاملہ میں زیادتی جہجاہ مہاجری کی ثابت ہوئی، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سمجھانے سے سنان بن وبرہ نے معاف کر دیا اور جھگڑنے والے ظالم و مظلوم پھر بھائی بھائی بن گئے، بات رفع دفع ہوگئی۔

مگر اس سفر میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی تھا اس کو موقع مل گیا، اس نے کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی سمن کلبك یاکلك اناوالله لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل۔ یعنی کتے کو موٹا کرو کہ تمہیں کو کھائے، خدا کی قسم اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا، گویا کہ ملعون نے اپنے آپ کو اعزّ کہا اور رسول اللہ کو اذل، اور اس قصہ کی وجہ سے لوگوں کو حضور اقدس سے برانگیختہ کرنا چاہا، جس وقت وہ بک رہا تھا حضرت زید بن ارقمؓ وہاں موجود تھے، انہوں نے جب حضور سے تذکرہ کیا تو اس وقت حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے، ان کو جلال آگیا، کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کر دوں، حضور نے فرمایا، رہنے دو، لوگ حقیقتِ حال کو تو سمجھیں گے نہیں اور یہ گمان کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ سخت دھوپ کا وقت تھا اور ایسے وقت حضور سفر نہیں کیا کرتے تھے مگر اس روز اسی وقت کوچ کا حکم دے دیا، اُسید بن حضیر نے مودبانہ عرض کیا کہ حضور! آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے تھے، آج

کیا ہے ؟ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے ؟ حضرت اسیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو بکنے دیجئے وہ سمجھتا ہے کہ آپؐ نے اس کی امارت چھین لی ہے۔

آپ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہوگئی پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہوگئی، دوسرے روز جیسے ہی صحابہ کرام منزل پر اترے کہ محو خواب ہوگئے، رات دن کے سفر سے ہر شخص تھک گیا تھا، آپؐ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گفتگو کا تذکرہ زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین وانصار میں اختلاف پیدا نہ ہوں۔ عبداللہ بن ابی سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا ؟ تو اس نے انکار کیا کہ میں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر اس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا ہے۔

حضرت زید بن ارقم کمسن تھے لوگوں نے سمجھا کہ انہوں نے غلطی کی اور انصار ان سے کہنے لگے کہ تم نے ایک معزز سردار پر تہمت باندھ کر یہ کیا ہنگامہ مچا دیا ہے۔ حضرت زیدؓ اس الزام سے بہت افسردہ اور پریشان ہوئے لیکن اس کے بعد سورۂ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں حضرت زید کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہوگیا۔

جب اس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کردی اور صحابہ کو صحیح حال معلوم ہوا تو یہ مدینہ میں ہر جگہ ذلیل ہوا، اور لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا اس کے لڑکے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں، اگر ایسا ارادہ ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں اس کا سر خدمت میں حاضر کر دوں، میں خزرج میں باپ کا سب سے مطیع لڑکا مشہور رہا لیکن میں مسلمان ہوں آپ کا حکم مقدم ہے۔ اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو دیکھ کر مجھ میں حمیت پیدا ہو جائے اور مبادا ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر کے جہنمی نہ بن جاؤں، حضور نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو میں عبداللہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا نہیں چاہتا۔

واقعہ افک

اسی غزوہ (مریسیع) میں افک کا واقعہ یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ پیش آیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب غزوے میں جاتے تو امہات المومنین کے نام قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے، اس غزوے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ساتھ تھیں، فتح کے بعد واپسی میں مدینہ کے قریب ایک مقام پر قیام کیا، حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لئے لشکر سے دور میدان میں چلی گئیں جب لوٹنے لگیں تو دیکھا کہ گلے میں ہار نہیں ہے، یہ ہار اپنی بہن اسماء سے عاریۃً لے کر آئی تھیں، اس کو تلاش کرنے پھر اسی مقام پر گئیں اور یہاں قافلہ کو روانگی کا حکم ہوگیا۔

چونکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے ہودج میں سوار کی جاتی تھیں اور جب اتاری جاتیں تو ہودج سمیت اتاری جاتیں اور ہودج پر پردے لٹکے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ کا ہودج اٹھانے کے لئے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے، سمجھا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں ہیں ہودج کو اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوگئے، کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کم عمر تھیں اور دبلی پتلی تھیں۔

اس کے علاوہ کئی آدمی مل کر ھودج اٹھاتے تھے وزن سے کچھ اندازہ نہ کرسکے۔ حضرت عائشہؓ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے، اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا، خدا کی مرضی پر بھروسہ کر کے چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں، رات باقی تھی نیند آگئی۔

خود فرماتی ہیں کہ میری نیند صفوان بن معطلؓ کے استرجاع (اناللّٰہ وانا الیہ راجعون) سے ٹوٹی، حضرت صفوان بن معطلؓ جو قافلہ کی گری پڑی چیز کے اٹھانے کے لئے پیچھے رہا کرتے تھے وہ آئے اور دیکھتے ہی پہچان لیا چونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا اس وقت دیکھتے ہی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا، یہ تو رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ ہیں، پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خدا آپ پر رحم کرے میں نے کچھ جواب دیا۔ فرماتی ہیں واللّٰہ ما کلمنی کلمۃ ولا سمعت منہ کلمۃ غیر استرجاعہ (خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور نہ ان کی زبان سے سوائے انا للّٰہ کے میں نے کوئی کلمہ سنا۔

وہ اونٹ میرے قریب لے آئے اور کہا سوار ہو جائیے اور خود پیچھے ہٹ گئے، میں اونٹ پر سوار ہو گئی وہ مہار (ڈوری) پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد لشکر سے مل جائیں، دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر پہونچ چکے تھے کہ میرا اونٹ پہونچا۔

لوگوں میں چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں بالخصوص عبداللہ بن ابی خبیث منافق نے باتیں بنا بنا کر لوگوں میں خوب پھیلایا سب سے اس کا تذکرہ کرتا، کچھ لگا کچھ بڑھاتا تھا اور اس کے ساتھی ہر جگہ اس کا تذکرہ کرتے تھے لیکن مجھے ان باتوں کا علم نہ ہوا۔

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہونچ کر میں بیمار ہو گئی اور وہاں ہر طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا حتی کہ کچھ صادق مسلمان بھی منافقین کے دھوکہ میں آگئے اور اس بلا میں مبتلا ہو گئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت حسان بن ثابتؓ حضور اقدس کے مشہور شاعر (۲) مسطح بن اثاثہ حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ زاد بہن کے بیٹے یعنی خالہ کے ناتی (۳) حمنہ بنت جحش ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہیں ہوا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا نہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا نہ کسی اور شخص نے، لیکن میں یہ دیکھتی تھی کہ رسول اللہ کا لطف وکرم جو اور بیماریوں میں میرے حال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا، آتے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے، اس تغیر کا سبب نہ سمجھ سکی مگر اس کا مجھ کو رنج ہوتا تھا۔

ایک رات میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجت ضروری کے لئے مدینہ سے باہر جنگل کی طرف گئی کیونکہ ان دنوں بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے تھے، عورتیں صرف رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اور ام مسطح ابی رھم بن مطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور ان کی ماں حضرت ابو بکر صدیق کی خالہ تھیں، راستہ میں ان کا پیر چادر میں پھنس گیا تو ان کی زبان سے نکلا کہ مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا تم ایسے شخص کو جو بدری ہیں کیوں برا کہتی ہو۔ ام مسطح نے کہا اے بھولی بھالی تم کو قصہ کی خبر نہیں، مسطح

کیا بکتا ہے، میں نے کہا وہ کیا؟ تو انہوں نے سب حال بیان کیا، میرا تو ہوش جاتا رہا میں نے کہا کیا تم سچ کہتی ہو، انہوں نے کہا ہاں بالکل سچ۔

میں لوٹ کر گھر آئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت چاہی تاکہ ماں باپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کروں۔ آپ نے مجھ کو اجازت دے دی، میں اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی اور اپنی ماں سے کہا یہ کیا قصہ ہے؟ اتنی بات میری بابت ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا، انہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو، سوتن والی عورتوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے، میں نے کہا کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں کے منہ سے یہ بات نکلی ہے؟ کیا رسول اللہ تک ایسی گفتگو پہونچی ہے؟ کیا میرے باپ نے یہ سب سنا ہے؟ یہ کہہ کر میں بے اختیار رونے لگی۔ تمام رات روتی رہی، صبح ہوگئی مگر آنسو نہ رکے نہ نیند آئی، بیماری اور بھی بڑھ گئی، دوسرے گھر میں والد صاحب قرآن مجید پڑھ رہے تھے میرے رونے پر وہ بھی رو پڑے اور فرمایا عائشہ صبر کرو، دیکھو خدا کیا حکم کرتا ہے۔

حضرت عائشہ کی بیماری کی حالت حضور کو ملتی تھی اور خاطر شریف کو بہت قلق ہوتا تھا اکثر گھر میں تنہا اور ملول رہتے تھے اس عرصہ میں کوئی وحی بھی اس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوئی تو حضور نے مشورے کے لئے لوگوں کو بلایا، حضرت اسامہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے اہل میں خیر وبھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت اسامہ کی طرح صاف صاف صفائی نہیں پیش کی بلکہ رسول اللہ کو رنج وغم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا:-

یا رسول اللہ لم یضیق اللہ علیک	یا رسول اللہ، اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں
والنساء سواھا کثیر وان تسال	ان کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر کی لونڈی سے
الجاریۃ تصدقک۔	دریافت کریں تو وہ سچ سچ بتا دے گی۔

یعنی آپ مجبور نہیں، مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمالیں، وہ آپ سے بالکل سچ سچ بتا دے گی، اس لئے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت مردوں کے خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں۔

اس پر حضرت بریرہ بلائی گئیں، انہوں نے کہا: خدا کی قسم میں نے حضرت عائشہ کی کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں دیکھی، البتہ غافل اور کمسن لڑکی ہے سو جاتی ہے بکری آکر گندھا ہوا خمیر کھا جاتی ہے، یہ تو صحیح بخاری میں ہے، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور دوسرے اصحاب نے کہا سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ بعض ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے فرمایا کہ یا رسول اللہ، یہ ہو نہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوث ہونے دے اور حضرت علی نے بھی پیچھے ایسا ہی کہا، صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحش سے رسول اللہ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ میں اپنے کان آنکھ کو اس سے بچانا چاہتی ہوں کہ بغیر دیکھے سنے کوئی بات دیکھنے سننے کی طرف منسوب کر دوں، خدا کی قسم عائشہ سے سوائے خیر کے میں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینب حسن وجمال اور

قدر و منزلت میں رسول اللہ کے نزدیک میری برابری کرتی تھیں لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے کذب و افتراء میں نہ پھنسیں، ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان سے لڑتی تھیں کہ اس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اس کے بعد حضور مسجد تشریف لے گئے، خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے اور انتقام لے اس شخص (عبد اللہ بن ابی) سے جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت ایذا دی ہے حالانکہ بخدا میں اپنے اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس کے متعلق ایسے شخص (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس پر قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں اگر وہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہے تو بتائیے ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر برادران خزرج کا ہے اور آپ نے حکم دیا تو ہم تعمیل حکم کریں گے۔

عبد اللہ بن ابی قبیلہ خزرج کا تھا اس لئے سعد بن عبادہ سردار خزرج کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ ہم پر تعریض کر رہے ہیں کہ اہل افک قبیلہ خزرج سے ہیں اس لئے ان کو جوش آگیا انہوں نے سعد بن معاذ کو خطاب کر کے کہا "خدا کی قسم تم اس کو ہرگز نہ قتل کر سکو گے (مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے قبیلہ کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی اُسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو، رسول اللہ جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے۔ اگرچہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو کوئی ہم کو روک نہیں سکتا اور کیا تم منافقین کی پاسداری کرتے ہو، اس پر بات بڑھ گئی، دونوں طرف لوگ جنگ کے لئے مستعد ہو گئے، حضورؐ منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اوس و خزرج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو روتے روتے میری بری حالت ہو گئی، میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور اب تک خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی، یک بیک حضور تشریف لائے، سلام کیا، حال پوچھا، پھر میرے قریب بیٹھ گئے، پہلے آپؐ نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا کہ اے عائشہ مجھ کو تیرے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں، اگر تو پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برارت ظاہر کرے گا اور اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے معافی طلب کر، توبہ کر اور خدا کی طرف رجوع کر کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے کلام کو ختم فرمایا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے، میں نے والدین سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دو انہوں نے کہا خدا کی قسم ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دیں سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر پر جو مصیبت ان دنوں گذری ویسی کبھی نہ گذری تھی۔

عائشہ فرماتی ہیں کہ میں خوب سمجھتی تھی کہ میں پاک ہوں مجھ کو اطمینان تھا کہ حق تعالیٰ ضرور اپنے رسول پر حق ظاہر کرے گا مگر میں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برارت میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوں گی جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔ میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضور کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے خود کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن شریف بھی زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی

ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سنی ہیں وہ آپ کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ لوگ اس کو سچا سمجھ چکے ہیں اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں پاک اور منزہ ہوں تو آپ لوگ یقین نہ کریں گے اور میری بات کو سچا نہیں سمجھیں گے لیکن اگر میں آپ کے سامنے بالفرض ان خرافات کا اعتراف کر دوں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ اس کو سچا سمجھیں گے۔
پس اس وقت میں وہی کہتی ہوں جو یوسفؑ کے باپ نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ غایت حزن و اضطراب کی وجہ سے اس وقت مجھ کو باوجود کوشش کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا اس لئے یوسفؑ کا باپ کہا، فرماتی ہیں کہ یہ کہہ کر میں تکیہ پر جھک گئی۔ فرماتی ہیں کہ ان باتوں کے بعد ابھی اہل بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپؐ پر نزول وحی کے آثار شروع ہو گئے اور رخسار مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا، میں یہ دیکھ کر بہت مطمئن ہوئی اور سمجھی کہ اب اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرے گا اور میں نے حضورؐ کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا، لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان نکل رہی ہے اس خیال سے کہ نہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہ تجھ کو بشارت ہو، خدا نے تجھ کو تہمت سے پاک کیا، تیری پاکی کی گواہی دی اور تیری شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں، والدین نے کہا اے عائشہ اٹھ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر، میں نے کہا خدا کی قسم میں ان کا شکریہ ادا نہیں کرتی میں اپنے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور میرے حق میں قرآن نازل فرمایا۔ اس کے بعد حضور مسجد تشریف لے گئے، خطبہ پڑھا اور جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سنائیں یعنی سورۂ نور کی دس آیتیں۔

پھر اہل افک میں سے حسان بن ثابتؓ مسطح بن اثاثہؓ اور حمنہ بنت جحش کو حدّ قذف میں اسّی اسّی درّے مارے گئے۔

حضرت مسطح بن اثاثہ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے، حضرت ابو بکر صدیق ان کی کفالت کرتے تھے مگر واقعہ افک کے بعد قسم کھالی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیت نازل ہوئی ولا یاتل اولوا الفضل الخ یعنی سورہ کی آیت ۲۲

اور اس طرح کی قسم سے منع کیا گیا، آپؓ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ کبھی امداد بند نہ کروں گا۔
حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہ کے سامنے برا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسان نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہ کی مدح کی ہے ان کو برا نہ کہو۔

فائدہ ۱۔ سورہ نور کی ان آیات سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کیا اور طیبہ فرمایا اور مغفرت و رزق کا وعدہ فرمایا جس سے حضرت عائشہ کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔

فائدہ ۲۔ آیت کریمہ ولا یاتل اولوا الفضل الیٰ آخر الآیۃ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت

ظاہر ہوئی، حق تعالیٰ جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل و کمال میں کہاں شبہ کی مجال ہے۔

فائدہ ۳ واقعہ افک سے صدیق اکبرؓ کے کمال ورع اور غایت تقویٰ کا پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا مگر بیٹی کی حمایت میں ایک حرف زبان سے نہیں نکلا۔ شدت رنج و غم میں صرف ایک مرتبہ ابوبکرؓ کی زبان سے یہ نکلا:-

واللہ ما قیل لنا ھٰذا فی الجاھلیۃ فکیف بعد ما اعزنا اللہ بالاسلام۔
(فتح الباری صفحہ ۳۶۹)

خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں کہی گئی پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے۔

فائدہ ۴ ان آیات اور احادیث افک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ کامل تردد میں رہے لیکن بدون حق تعالیٰ کے بتلائے حقیقت حال نہ کھلی۔

تیمم کے حکم کا نزول

ابن سعد اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہ کہتے ہیں کہ اسی غزوہ (غزوہ بنی المصطلق، جس کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں) میں حضرت عائشہ کا ہار گم ہو جانے پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ جیسا کہ بخاری کتاب التیمم کی پہلی حدیث میں یہ واقعہ ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم لوگ مقام بیدا یا ذات الجیش میں پہونچے تو میرا ہار گم ہو گیا رسول اللہ اس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپؐ کے ساتھ سب لوگ ٹھہر گئے اس جگہ پانی نہ تھا اس لئے سب لوگ پریشان ہوگئے، کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک دیا جہاں پانی نہیں ہے۔

فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر میرے پاس آئے، اس وقت رسول اللہ میرے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے تھے حضرت ابوبکر نے (ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا "تو نے رسول اللہ کو اور تمام لوگوں کو ایسی جگہ روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر مجھ پر غصہ ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا کہا اور میری کمر میں اپنے ہاتھ سے کچوکے لگانے لگے اور میں رسول اللہ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی چنانچہ صبح کو جس وقت اٹھے تو پانی نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی تو سب نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔

اسید بن حضیر نے کہا ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر۔ یعنی اے آل ابی بکر یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی سہولت اور آسانیوں کے حکم نازل ہو چکے ہیں۔

حضرت اسید اور دوسرے لوگ ہار تلاش کرنے گئے تھے جب نہیں ملا تو واپس لوٹے پھر حضرت عائشہؓ کا اونٹ اٹھا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

علامہ ابن قیم اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ اس غزوہ

کے بعد کوئی دوسرا سفر پیش آیا اور حضرت صدیقہ کا ہار دوسری مرتبہ گم ہوا پہلی مرتبہ غزوہ بنی المصطلق میں ہار گم ہونے پر حضرت عائشہ خود تلاش کرنے گئیں جس میں قصہ افک پیش آیا، اور دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تلاش کے لئے بھیجا جن کے سردار حضرت اسید بن حضیر تھے اور اسی دوسری مرتبہ آیت تیمم کا نزول ہے جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میرا ہار گم ہوا جس پر اہل افک کو جو کچھ کہنا تھا کہا اس کے بعد پھر دوسرے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی اور میرا ہار گم ہوا، اور اس کی تلاش میں ایسی جگہ رکنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کرو، تیمم کی رخصت نازل ہونے سے حضرت ابوبکر کو خاص مسرت ہوئی اور عائشہ سے مخاطب ہو کر تین بار یہ کہا انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ اے بیٹی تو بلاشبہ بڑی مبارک ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی دوسرے غزوے اور سفر میں دوبارہ ایسی جگہ ہار گم ہوا جہاں پانی نہیں تھا اور نماز صبح کا وقت آ گیا تھا اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۱۱۷۳۔ حدثنا قتیبۃ بنُ سعید قال اخبرنا اسمٰعیل بنُ جعفرٍ عن ربیعۃَ بن ابی عبد الرحمٰن عن محمد بن یحیی بن حَبّانَ عن ابن محیریز انہ قال دخلتُ المسجد فرأیتُ ابا سعیدٍ الخدریؓ فجلستُ الیہ فسألتُہ عن العزلِ قال ابو سعیدٍ خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی المصطلقِ فاصبنا سبیًا من سبیِ العَرَبِ فاشتھینا النساءَ واشتدت علینا العُزبۃُ واحببنا العزل فاردنا ان نعزلَ وقلنا نعزل ورسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھرنا قبل ان نسألہ فسألناہ عن ذالک فقال ما علیکم ان لا تفعلوا ما من نَسَمۃٍ کائنۃٍ الی یومِ القیامۃ الّا وھی کائنۃٌ۔

ترجمہ:- ابن محیریز سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے حضرت ابو سعد خدری کو دیکھا، سو میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور عزل کے متعلق ان سے سوال کیا، ابو سعید نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق میں نکلے سو عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمیں ملے (جن میں عورتیں بھی تھیں) پھر ہم نے عورتوں کی خواہش کی (یعنی صحبت کی خواہش ہوئی) اور مجرد رہنا ہم پر سخت مشکل ہوا اور ہم نے عزل کرنا چاہا (مطلب یہ ہے کہ ہماری خواہش وطی کی ہوئی مگر چونکہ ام ولد کی بیع جائز نہیں اس لئے استقرار حمل سے بچنے کے لئے عزل کرنے کو سوچا) چنانچہ ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا، اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم عزل کریں دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں قبل پوچھنے کے مناسب نہ ہوگا، چنانچہ ہم نے آپؐ سے اس (عزل) کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم عزل نہ کرو کیونکہ قیامت تک جو جان آنے والی ہے وہ تو ضرور آ کر رہے گی۔

فائدہ:- مر الحدیث فی البیوع صفحہ ۲۹۷ نیز صفحہ ۵۹۳، صفحہ ۳۴۵ صفحہ ۹۷۷ و صفحہ ۱۱۰۱۔

عزل اور اس کا حکم

عزل یہ ہے کہ عورت سے جماع (صحبت) کرے اور جب انزال (منی نکلنے کا وقت) قریب ہو تو آلۂ تناسل کو شرمگاہ سے نکال کر منی کو باہر خارج کیا جائے تاکہ استقرار حمل نہ ہو۔

مسئلہ عزل میں ائمہ کے اقوال مختلف ہیں چونکہ جس عورت سے صحبت کے وقت عزل کیا جائے گا اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) زوجہ حرہ یعنی آزاد عورت سے عزل بلا اجازت جائز نہیں اور اس پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے، امام نووی شافعی فرماتے ہیں "اما زوجته الحرة فان اذنت فيه لم يحرم" (شرح مسلم جلد اول صفحہ ۴۶۴) یعنی اگر زوجہ حرہ عزل پر راضی ہو اور اجازت دے دے تو عزل بلا شبہ جائز ہے لیکن اگر راضی نہ ہو تو شوافع کے اقوال مختلف ہیں اصح قول جائز ہے کیونکہ شوافع کے نزدیک جماع میں عورت کا کوئی حق نہیں ہے۔

حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک حرہ سے عزل بلا اجازت ممنوع ہے جیسا کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں قال مالک لا يعزل الرجل المرأة الحرة الا باذنها الخ (اوجز ص ۵۱/۴)

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں وتفصيل القول فيه ان المرأة ان كانت حرة فقد ادعى فيه ابن عبد البر في التمهيد انه لا خلاف بين العلماء في انه لا يعزل عنها الا باذنها (عمدة القاری کتاب النکاح صفحہ ۱۹۵)

(۲) اپنی مملوکہ باندی سے عزل بلا اجازت بھی بالاتفاق جائز ہے لانہ لا حق لہا فی الجماع۔

(۳) اگر باندی منکوحہ ہے یعنی غیر کی باندی سے شادی کی ہے اس صورت میں اگر منکوحہ برضا و رغبت اجازت دے دے تو بطریق اولی عزل جائز ہے اس لئے کہ جب حرہ منکوحہ سے بصورت اذن عزل جائز ہے تو باندی سے بطریق اولی جائز ہوگا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ منکوحہ باندی سے اجازت کی ضرورت ہے یا اس کے مولی سے۔؟ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام دار الہجرت مالک کے نزدیک باندی کے مولی سے اذن کی ضرورت ہے والراجح عن احمدؒ لان العزل يخل بمقصود الولد وهو حق المولى فيعتبر رضاه۔

صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک منکوحہ باندی سے عزل کرنے میں خود باندی سے اذن کی ضرورت ہے وهي رواية عن احمدؒ

حضرات صاحبینؒ حرہ پر قیاس کرتے ہیں کہ خود بیوی سے اذن کی ضرورت ہے مگر یہ قیاس درست نہیں کیونکہ منکوحہ باندی پر اس کے مولی کا حق ہے بخلاف حرۃ کے کہ اس پر مولی کا حق نہیں ہے۔ قال الحافظ في حديث الباب اشارة صلى الله عليه وسلم الى ان الاولى ترك العزل لانه انما كان خشية حصول الولد فلا فائدة في ذلك لان الله تعالى ان كان قدر خلق الولد لم يمنع العزل ذلك فقد يسبق الماء ولا يشعر العازل فيحصل العلوق ويلحقه الولد ولا راد لما قضى الله"، حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں اشارہ ہے کہ عزل کرنا خلاف اولی ہے۔ یعنی عزل نہ کرنا افضل ہے اس لئے کہ عزل حصول ولد کے خوف سے ہوتا ہے یعنی عزل اس لئے کیا جاتا ہے کہ استقرار

حمل نہ ہو، سو اس تدبیر میں کوئی فائدہ نہیں یہ خام خیالی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے جس روح کا پیدا کرنا مقدر کیا ہے اس کو عزل روک نہیں سکتا۔ کبھی منی سبقت کر جاتی ہے اور عزل کرنے والے کو خبر تک نہیں ہوتی چنانچہ حمل کا استقرار ہوجاتا ہے اور بچہ پیدا ہوجاتا ہے اور حق تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اس کو پھیر نہیں سکتا۔

امام نوویؒ نے بھی قریب قریب یہی لکھا ہے (شرح مسلم ص۴۶۵)

وتدل الاحادیث علی الکراہۃ کما فی حدیث ابی سعید الخدریؓ قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال لا علیکم الا تفعلوا ذاکم فانما ھو القدر (مسلم شریف صفحہ ۴۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ عزل وأد خفی ہے وأد کے معنی ہیں زندہ درگور کرنا تو چونکہ نطفہ میں روح نہیں ہے اس لئے یہ حقیقۃً وأد نہیں بنابریں وأد خفی فرمایا گیا پس مکروہ ہوگا یعنی تنزیہی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

جذامہ بنت وھب کی حدیث میں تو حضور اقدسؐ نے عزل کو وأد خفی فرمایا حالانکہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ یہود جب اس عزل کو موؤدۃ الصغری کہتے تھے حضور اقدسؐ نے یہود پر رد کرتے ہوئے فرمایا کذبت الیہود۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ وأد خفی حضرت جابرؓ کی حدیث سے منسوخ ہے۔

۲۔ یہ کہ جس کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تو آنحضورؐ نے اس میں اہل کتاب کے موافق فرمایا ذالک الوأد الخفی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو اطلاع دی تو فرمایا کذبت الیہود۔

فلا تعارض ولا اشکال۔

۱۰۴۔ حدثنا محمودٌ قال حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهريّ عن ابی سلمۃ عن جابر بن عبد اللہ قالَ غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ نجدٍ فلما ادرکتہ القائلۃ وھو فی وادٍ کثیر العضاہ فنزل تحت شجرۃٍ واستظلّ بھا وعلّق سیفہ فتفرق الناس فی الشجر یستظلّون وبینا نحن کذالک اذ دعانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئنا فاذا اعرابیٌّ قاعدٌ بین یدیہ فقال ان ھذا اتانی وانا نائمٌ فاخترط سیفی فاستیقظتُ وھو قائمٌ علی رأسی مخترطٌ صلتاً قال من یمنعک منّی قلتُ اللہ فشامہ ثم قعد فھو ھذا قال ولم یعاقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزوہ کے لئے نکلے، سو جب دوپہر کا وقت ہوا تو آپ ایک ایسی وادی میں پہونچے جہاں ببول کے درخت بہت تھے، آپؐ نے ایک بڑے درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے قیام کیا اور اپنی تلوار لٹکا دی، پھر لوگ (یعنی صحابہ بھی) درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے منتشر ہوگئے اور ابھی اسی حال میں تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا پھر ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آنحضورؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضور نے فرمایا کہ یہ شخص میرے پاس آیا تو میں سو رہا تھا اتنے میں اس نے میری تلوار کھینچی تو میں جاگ پڑا اور یہ میری تلوار کھینچے

ہوئے میرے سر پر کھڑا تھا، مجھ سے کہنے لگا کہ مجھ سے تمہیں کون بچائے گا میں نے کہا اللہ وہ شخص اس لفظ سے اتنا مرعوب ہوا کہ تلوار نیام میں رکھ کر بیٹھ گیا اور دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے، آنحضور نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔

فائدہ:۔ یہ حدیث اسی صفحہ ۵۹۳ پر گذر چکی ہے دیکھو حدیث ۱۱۰۲

تشریحات یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے تفصیل کے لئے حدیث ۱۱۰۲ دیکھئے۔
اب یہ اشکال کہ جب اس کا محل غزوہ ذات الرقاع تھا چنانچہ وہاں یہ حدیث گذر بھی چکی ہے۔ پھر اس باب میں یہ حدیث کیوں اور کیسے آگئی۔؟

اس کا جواب ۱؎ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں یہ حدیث یہاں نہیں ہے بلکہ سابق باب ہی میں ہے۔
۲؎ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث حاشیہ پر تھی کاتب نے اس کو اس باب میں نقل کر دیا ہے بخاری صفحہ ۵۹۳

باب غزوة انمار

ای هذا باب فی ذکر غزوة انمار یعنی غزوہ بنی انمار کا بیان

تشریحات حافظ عسقلانی اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کا محل غزوہ بنی المصطلق سے پہلے ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد متصلاً باب حدیث الافك آرہا ہے اور ظاہر ہے کہ واقعہ افک کا تعلق غزوہ بنی المصطلق سے ہے نہ کہ غزوہ بنی انمار سے۔

بنی انمار کا علاقہ بنی ثعلبہ کے ہی قریب ہے اس لئے احتمال ہے کہ غزوہ بنی انمار و غزوہ محارب و ثعلبہ ایک ہی غزوہ ہو چنانچہ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں غزوہ انمار الگ کوئی غزوہ نہیں ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۱۰۵۔ حدثنا آدمُ قال حدثنا ابنُ ابی ذئبٍ قال حدثنا عثمانُ بنُ عبدِ اللّٰهِ بنِ سراقةَ عن جابر بن عبد اللّٰه الانصاری قال رأیتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی غزوة انمار یصلی علی راحلته متوجها قِبَلَ المشرقِ متطوعا۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرمؐ کو غزوہ انمار میں دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر نفل نماز مشرق کی طرف رخ کر کے پڑھ رہے تھے۔

فائدہ:۔ یعنی آپ سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے اور سواری پر مشرق کی طرف یعنی غیر قبلہ کی طرف رخ تھا۔

۲؎ والحدیث مضی فی الصلوٰۃ ص۱۴۸
۳؎ متطوعا نصب علی الحال من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

باب حدیث الافك

یہ واقعہ افک کے بیان میں ہے۔

تشریحات باب غزوۃ بنی المصطلق میں گذر چکا ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوے سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا جس کی تفصیل غزوہ بنی المصطلق میں گذر چکی ہے۔

الإفكِ والأفَكِ بمنزلةِ النِّجسِ والنَّجَسِ يقال افكهم وافكهم وَ افّكهم۔

یعنی اس میں دو لغتیں ہیں مشہور لغت بکسر الہمزہ وسکون الفاء ہے اور دوسری لغت بفتحتین ہے جیسے نِجس اور نَجَس۔

امام بخاری نے لغوی تحقیق کرتے ہوئے دونوں کی نظیر پیش کی ہے کہ اِفک اور اَفَک دونوں اسم ہیں اور اس کی نظیر نِجس اور نَجَس ہے۔

یقال افکہم اس سے امام بخاری نے مشہور لغت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کریمہ **بل ضلوا عنهم وذالك افكهم وما كانوا يفترون** (پ ۲۶ ع۴) میں مشہور قرأت بکسر الہمزہ وسکون الفاء ہی ہے اور کاف کا رفع اس بنا پر ہے کہ افکہم ذالک کی خبر ہے۔ البتہ شاذ قرأت اَفَكَهم بالفتحات بصیغہ ماضی ہے۔ یعنی پھیران کو نیز ایک لغت بتشدید الفاء افّکہم بھی منقول ہے۔ فمن قال اَفَكَهم یعنی فعل ماضی کے ساتھ تو اس کے معنی پھیرنے کے ہیں۔

يقول صَرَفهم عن الايمان وكذبهم كما قال يوفك عنه من اُفِكَ يُصرَف عنه مَن صُرِفَ۔

یعنی افک بمعنی صرف ہے جیسے بولتے ہیں ان کو ایمان سے پھیر دیا اور ان کو غلط خبر دی جیسا کہ ارشاد ہے:۔
يوفك عنه من اُفِك (پارہ ۲۶، سورۂ ذاریات) مطلب یہ ہے کہ اس قرآن سے وہی پھیرے جاتے ہیں جو ازل ہی میں پھیرے گئے یعنی ازلی محروم ہی قرآن حکیم سے باز رہتے ہیں۔

بہرحال امام بخاری اکثر لفظی ولغوی تحقیق کرتے اور خوب کرتے ہیں، جب کوئی لفظ قرآن حکیم کا مل جاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری جس طرح حدیث کے حافظ تھے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن حکیم کے ماہر حافظ تھے۔

۱۶۲۔ حدثنا عبد العزيز بنُ عبدِ الله قال حدثنا ابراهيمُ بنُ سعدٍ عن صالحٍ عن ابن شهاب قال حدثنا عروةُ بنُ الزبيرِ وسعيدُ بنُ المسيَّب وعلقمةُ بنُ وقاصٍ و عبيد الله بن عبد اللهِ بن عتبةَ بنِ مسعودٍ عن عائشةَ زوجِ النبي صلى الله عليه وسلم حين قال لها اهل الافك ما قالوا وكلهم حدثني طائفةً من حديثها وبعضهم كان اوعىٰ لحديثها من بعضٍ واثبتَ له اقتصاصًا وقد وعيتُ عن كلِ رجلٍ منهم الحديثَ

الذی حدثنی عن عائشۃ وبعض حدیثهم یصدق بعضا وان کان بعضهم اوعی له من بعض قالوا قالت عائشۃ کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا اراد سفراً اقرع بین ازواجه وایتهن خرج سهمها خرج بها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم معه قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاها فخرج فیها سهمی فخرجت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بعد ما انزل الحجاب فکنت أحمل فی هودج و أنزل فیه فسرنا حتی اذا فرغ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من غزوته تلك وقفل دنونا من المدینۃ قافلین اذن لیلۃً بالرحیل فقمت حین اذنوا بالرحیل فمشیت حتی جاوزت الجیش فلما قضیت شانی اقبلت الی رحلی فلمست صدری فاذا عقد لی من جزع ظفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدی فحبسنی ابتغاؤہ قالت واقبل الرهط الذین کانوا یرحلون بی فاحتملوا هودجی فرحلوہ علی بعیری الذی کنت ارکب علیه وهم یحسبون انی فیه وکان النساء اذ ذاك خفافا لم یهبلن ولم یغشهن اللحم انما یأکلن العلقۃ من الطعام فلم یستنکر القوم خفۃ الهودج حین رفعوہ وحملوہ وکنت جاریۃ حدیثۃ السن فبعثوا الجمل فساروا ووجدت عقدی بعد ما استمر الجیش فجئت منازلهم ولیس بها منهم داع ولا مجیب فتیممت منزلی الذی کنت به وظننت انهم سیفقدونی فیرجعون الی فبینا انا جالسۃ فی منزلی غلبتنی عینی فنمت وکان صفوان بن المعطل السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش فاصبح عند منزلی فرای سواد انسان نائم فعرفنی حین رانی وکان رانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی فخمرت وجهی بجلبابی وواللّٰه ما تکلمنا بکلمۃ ولا سمعت منه کلمۃ غیر استرجاعه وهوی حتی اناخ راحلته فوطیٔ علی یدها فقمت الیها فرکبتها فانطلق یقود بی الراحلۃ حتی اتینا الجیش موغرین فی نحر الظهیرۃ وهم نزول قالت فهلك فی من هلك وکان الذی تولی کبر الافك عبد اللّٰه بن ابی بن سلول قال عروۃ اخبرت انه کان یشاع ویتحدث به عندہ فیقرہ ویستمعه ویستوشیه وقال عروۃ ایضا لم یسم من اهل الافك ایضا الا حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثۃ وحمنۃ بنت جحش فی ناس آخرین لا علم لی بهم غیر انهم عصبۃ کما قال اللّٰه تعالی وان کبر ذلك یقال عبد اللّٰه بن ابی بن سلول قال عروۃ کانت عائشۃ تکرہ ان یسب عندها حسان وتقول انه الذی قال۔

فان ابی ووالدہ وعرضی ۞ لعرض محمد منکم وقاء

قالت عائشۃ فقدمنا المدینۃ فاشتکیت حین قدمت شهرا والناس یفیضون فی قول اصحاب الافك لا اشعر بشیٔ من ذلك وهو یریبنی فی وجعی انی لا اعرف من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللطف الذی کنت اریٰ منہ حین اشتکی انما یدخل
علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیُسلّمُ ثم یقول کیف تِیکم ثم ینصرفُ فذلک
یریبنی ولا اشعر بالشرّ حتی خرجت حین نقھتُ لخرجتُ معی امُّ مسطحٍ قِبَل
المناصِعِ وکان متبرزنا وکنا لا نخرج الا لیلاً الی لیل وذلک قبل ان نتخذ الکنُف قریبا
من بیوتنا وامرُنا امرُ العرب الاُوَلِ فی البریّۃ قِبَل الغائط وکنّا نتاذّی بالکُنف ان نتخذھا
عند بیوتنا قالت فانطلقتُ انا وامُّ مِسطحٍ وھی ابنۃ ابی رُھم بنِ المطلبِ بن عبد
منافٍ وامّھا بنت صَخرِ بن عامرٍ خالۃ ابی بکر الصدیق وابنھا مسطحُ بن اثاثۃ بن عبّاد
بن المطّلب فاقبلتُ انا وامّ مسطح قبل بیتی حین فرغنا من شاننا فعثرت امّ مسطح
فی مرطھا فقالت تعِسَ مسطح فقلتُ لھا بئس ما قلتِ اَتَسُبّین رجلا شھد بدرًا فقالت ای
ھنتاہ ولم تسمَعِی ما قال قالت وقلتُ ما قال فاخبرتنی بقول اھل الافک قالت فازددتُ
مرضًا علیٰ مَرضی فلمّا رجعتُ الیٰ بیتی دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم قال کیف تِیکم فقلتُ لہ اتاذنُ لی ان اٰتیَ اَبَوَیّ قالت وارید ان استیقِنَ الخبرَ من
قِبَلِھما قالت فاذِنَ لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لامّی یا امّتاہ ماذا یتحدّثُ
الناسُ قالت یا بنیّۃُ ھَوِّنی علیکِ فواللہ لقلّما کانت امرأۃٌ قطُّ وضیئۃٌ عند رجل یحبّھا
لھا ضرائرُ الّا کثّرنَ علیھا قالت فقلتُ سبحان اللہ اوَ لقد تحدّثُ الناس بھذا قالت
فبکیتُ تلک اللیلۃ حتی اصبحت لا یرقأ لی دمعٌ ولا اکتحل بنوم ثم اصبحتُ ابکی قالت ودعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیّ بن ابی طالبٍ واسامۃ بن زیدٍ حینَ استلبثَ الوحی یسألھما ویستشیرھما فی فراق
اھلہ قالت فامّا اسامۃ فاشار علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالذی یعلم من
براءۃ اھلہ وبالذی یعلم لھم فی نفسہ فقال اسامۃ اَھلکَ ولا نعلم الّا خیرًا وامّا علیٌّ
فقال یا رسول اللہ لم یضیّقِ اللہ علیکَ والنساء سواھا کثیرٌ وسل الجاریۃ تصدُقکَ
قالت فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرۃ فقال ای بریرۃُ ھل رأیتِ من شیئٍ
یریبکِ قالت لہ بریرۃ والذی بعثکَ بالحق ما رأیتُ علیھا امرا قط اغمِصُہ غیرَ انھا
جاریۃ حدیثۃ السِّنّ تنام عن عجین اھلھا فتاتی الداجنُ فتاکلہ قالت فقام رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یومہ فاستعذر من عبد اللہ بن ابیّ وھو علی المنبر
فقال یا معشرَ المسلمین مَن یعذرنی من رجلٍ قد بلغنی عنہ اذاہ فی اھلی واللہ ما
علمتُ علیٰ اھلی الّا خیرا ولقد ذکروا رجلاً ما علمتُ علیہ الا خیرا وما یدخل علیٰ اھلی
الا معی قالت فقام سعدُ بنُ معاذٍ اخو بنی عبد الاشھلِ فقال انا یا رسول اللہ اعذرُکَ
فان کان من الاَوسِ ضربتُ عنقہ وان کان من اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا

امرئٍ قالت فقام رجل من الخزرج وكانت امّ حسّان بنت عمّه من فخذه وهو سعد
بن عبادة وهو سيّد الخزرج قالت وكان قبل ذالك رجلا صالحا ولكن احتملته الحميّة
فقال لسعدٍ كذبتَ لعمرُ الله لا تقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما
احببت ان يُقتل فقام اسيد بن حُضيرٍ وهو ابن عمّ سعدٍ فقال لسعد بن عبادة
كذبت لعمرُ الله لنقتلنّه فانك منافق تجادل عن المنافقين قالت فثار الحيّان الاوس
والخزرج حتى همّوا ان يقتتلوا ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائمٌ على المنبر
قالت فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يخفّضهم حتى سكتوا وسكت قالت فبكيت
يومي ذالك كلّه لا يرقأ لي دمعٌ ولا اكتحل بنومٍ قالت واصبح ابواي عندي وقد بكيت
ليلتين ويوما لا اكتحل بنوم ولا يرقأ لي دمعٌ حتى انّي لاظنّ انّ البكاء فالق كبدي فبينا
ابواي جالسان عندي وانا ابكي فاستأذنت عليّ امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست
تبكي معي قالت فبينا نحن على ذالك دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا
فسلم ثم جلس قالت ولم يجلس عندي منذ قيل ما قيل قبلها وقد لبث شهرا لا
يوحى اليه في شاني بشيئٍ قالت فتشهّد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس
ثم قال امّا بعد يا عائشة انّه بلغني عنكِ كذا وكذا فان كنتِ بريئةً فسيبرئكِ الله
وان كنتِ الممتِ بذنبٍ فاستغفري الله وتوبي اليه فانّ العبد اذا اعترف ثم تاب تاب
الله عليه قالت فلمّا قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمعي حتى ما
احسّ منه قطرةً فقلت لابي اجب رسول الله صلى الله عليه وسلم عنّي فيما قال فقال
ابي والله ما ادري ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لامّي اجيبي رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيما قال قالت امّي والله ما ادري ما اقول لرسول الله صلى الله عليه
وسلم فقلتُ وانا جارية حديثة السنّ لا اقرأ من القران كثيرا انّي والله لقد علمتُ لقد
سمعتم هذا الحديث حتى استقرّ في انفسكم وصدّقتم به فلئن قلت لكم انّي بريئةٌ لا
تصدّقوني ولئن اعترفتُ لكم بامرٍ والله يعلم انّي منه بريئة لتصدّقنّي فوالله لا اجد لي ولكم
مثلا الّا ابا يوسف حين قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون ثم تحوّلت
واضطجعت على فراشي والله يعلم انّي حينئذ بريئةٌ وانّ الله مبرّئي ببرائتي ولكن
والله ما كنت اظنّ انّ الله منزل في شاني وحيا يتلى لشاني في نفسي كان احقر من ان
يتكلم الله فيّ بامر ولكن كنت ارجو ان يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم
رؤيا يبرئني الله بها فوالله ما رام رسول الله صلى الله عليه وسلم مجلسه ولا خرج احدٌ
من اهل البيت حتى انزل عليه فاخذه ما كان ياخذه من البرحاء حتى انّه ليتحدّر

منه من العرق مثل الجمان وهو فی یوم شاتٍ من ثقل القول الذی انزل علیه قالت فسرّی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یضحك فكانت اول كلمةٍ تكلم بها ان قال یا عائشة اما الله فقد برّأكِ قالت فقالت لی امی قومی الیه فقلت والله لا اقوم الیه فانی لا احمدُ الا الله قالت وانزل الله تعالیٰ ان الذین جاء و بالافك عصبة منكم العشر الآیات ثم انزل الله هذا فی براءتی قال ابوبكر الصدیق وكان ینفق علیٰ مسطح بن اثاثة لقرابته منه وفقره والله لا انفقُ علیٰ مسطح شیئا ابدا بعد الذی قال لعائشة ما قال فانزل الله ولا یاتل اولوا الفضل منكم الی قوله غفورٌ رحیم قال ابوبكر الصدیق بلیٰ والله انی لاُحبُّ ان یغفر الله لی فرجع الی مسطح النفقة التی كان ینفق علیه وقال والله لا انزعها منه ابداً قالت عائشة وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم سأل زینب بنت جحشٍ عن امری فقال لزینبَ ماذا علمتِ او رأیت فقالت یا رسول الله احمی سمعی و بصری والله ما علمت الا خیرا قالت عائشة وهی التی تسامینی من ازواج النبی صلی الله علیه وسلم فعصمها الله بالورع قالت وطفقت اختها حمنة تحارب لها فهلكت فیمن هلك قال ابن شهابٍ فهذا الذی بلغنی من حدیث هؤلاء الرهطِ ثم قال عروة قالت عائشة والله ان الرجل الذی قیل له ما قیل لیقول سبحان الله فوالذی نفسی بیده ما كشفتُ من كنف انثیٰ قط قالت ثم قتل بعد ذلك فی سبیل الله۔

ترجمہ:۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہؓ سے کہ جب اہل افک (تہمت لگانے والے) نے حضرت عائشہ کے متعلق کہا جو کچھ کہا اور سب نے (یعنی مذکورہ چاروں حضرات نے) عائشہ کی حدیث کا ایک ایک حصہ مجھ سے بیان کیا اور ان حضرات میں سے بعض عائشہ کی حدیث کو زیادہ یاد رکھنے والے تھے بعض سے اور حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ ثابت اور عمدہ تھے اور بلا شبہ میں نے ان تمام حضرات سے وہ حدیث محفوظ کی جنہوں نے عائشہ کے واسطے سے مجھ سے بیان کی اگرچہ بعض حضرات کو بعض کے مقابلے میں حدیث بہتر طریقہ پر محفوظ تھی پھر بھی ان میں ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے ان حضرات نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے اور جس کا نام قرعہ میں نکلتا آنحضرت اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے، عائشہؓ نے بیان کیا کہ ایک غزوے میں جس کا آپؐ نے ارادہ کیا قرعہ ڈالا سو اس غزوے میں میرا نام نکلا چنانچہ میں آنحضورؐ کے ساتھ نکلی، یہ واقعہ پردے کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا ہے چنانچہ میں ہودج کے اندر (یعنی ہودج سمیت) اٹھائی جاتی اور اسی ہودج میں اتاری جاتی (یعنی اتارتے وقت میں ہودج کے اندر رہتی ہودج سے باہر نہیں نکلتی تھی) سو ہم چلے پھر جب رسول اللہ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس ہوئے، واپسی میں ہم لوگ مدینے کے قریب پہنچے (ایک مقام پر پڑاؤ تھا) آنحضورؐ نے رات کو کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھی

اور چل پڑی (قضائے حاجت کے لئے) یہاں تک کہ میں لشکر سے تجاوز کرگئی (باہر دور نکل گئی) پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی اور اپنی سواری کے پاس آئی سو میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو اچانک دیکھا کہ میرا ہار جو ظفار (یمن کے ایک شہر) کے مہرے کا تھا ٹوٹ کر گر پڑا ہے پھر میں واپس ہوئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی، سو اس ہار کی تلاش میں مجھ کو دیر ہوگئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جو لوگ مجھے سوار کیا کرتے تھے وہ آئے اور میرے ھودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھدیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ھودج کے اندر ہوں اور عورتیں اس وقت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں موٹی نہ تھیں اور نہ ان کے جسم پر گوشت ہوتا تھا کیونکہ بہت معمولی خوراک کھاتی تھیں اس لئے لوگوں نے جب اٹھایا تو ھودج کے ہلکے پن میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی اور میں اس وقت کم سن لڑکی تھی، سو ان لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہوگئے، اور مجھ کو اپنا ہار لشکر کے کوچ کے بعد ملا۔ پھر میں ان کی منزل (قیام گاہ) پر آئی اس حال میں کہ وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا (مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہ تھا) سو میں نے اس منزل کا قصد کرلیا جس منزل میں میں تھی اور میں نے خیال کرلیا کہ عنقریب وہ لوگ مجھ کو نہیں پائیں گے تو میرے لینے کو واپس آئیں گے، سو اس اثناء میں کہ میں اپنی منزل میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی چنانچہ میں سوگئی اور صفوان بن معطل سلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے (تاکہ لشکر کی گری پڑی چیز یا خود لشکر کے تھکے ماندے شخص کو ساتھ لائیں) سو صبح کے وقت میری منزل کے پاس پہونچے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ دیکھا اور جب مجھے دیکھا (قریب آکر) تو پہچان لیا اور وہ (یعنی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) پردے کے حکم سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے سو میں ان کے استرجاع سے بیدار ہوگئی (یعنی جب قریب آکر انہوں نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا تو تعجب سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کہ یہ تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ کیسے یہاں رہ گئیں، اور میں ان کے استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کے پڑھنے سے جاگ اٹھی) پھر میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ چھپالیا اور قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی بات نہیں کی اور نہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا ان سے کوئی بات سنی، وہ سواری سے اتر گئے اور اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا (یعنی اونٹ کی اگلی ٹانگ کو موڑ دیا تاکہ ام المومنین حضرت عائشہ آسانی سے سوار ہوسکیں) تو میں اٹھی اور اس پر سوار ہوگئی، پھر وہ سواری کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے یہاں تک کہ ہم کڑکتی دوپہر میں لشکر کے پاس پہونچے اور وہ لوگ (لشکر) پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر جسے میرے بارے میں ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوئے اور وہ شخص جس نے تہمت کا بیڑا اٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، عروہ نے بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ تہمت کی اشاعت کرتا تھا اور اس کے پاس اس کا چرچا ہوتا تھا تو وہ (عبداللہ بن ابی) اس کو ثابت رکھتا تھا (یعنی اس کی تصدیق کرتا تھا) اور اس کو خوب سنتا اور اس کو پھیلاتا تھا، نیز عروہ نے بیان کیا کہ حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے سوا تہمت لگانے میں شریک کا نام بھی نہیں لیا گیا، مجھے ان لوگوں کا علم نہیں مگر بلاشبہ ان (تہمت لگانے والوں) کا ایک گروہ تھا جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان الذین جاءوا بالافك عصبة یعنی تہمت لگانے

والوں کا ایک گروہ ہے اور بے شک اس کا بڑا بوجھ اٹھانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حسان کو برا بھلا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ وہ حسانؓ ہی ہے جس نے یہ شعر کہا ہے :-

فان ابی الخ میرے والد اور والد کے والد (یعنی دادا) اور میری عزت محمدؐ کی عزت کی خاطر تمہارے سامنے ڈھال بنی رہیں گی۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم مدینہ آئے، جب میں پہونچی تو ایک مہینہ بیمار رہی اور لوگ چرچا کرتے تھے تہمت والوں کے قول کا اور اس تہمت کے متعلق مجھ کو کچھ خبر نہیں البتہ مجھ کو میری بیماری کے دوران شک پڑتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی جو بیماری کے وقت پہلے دیکھا کرتی تھی وہ اب معلوم نہیں ہوتا ہے صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے پھر دریافت کرتے کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ پھر واپس تشریف لے جاتے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے مجھ کو شک ہوتا تھا لیکن شر (تہمت) کا مجھے کوئی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب مجھ کو کچھ صحت ہوئی تو میں اور میرے ساتھ ام مسطح مناصع (آبادی سے باہر میدان) کی طرف نکلی اور وہ ہمارے قضائے حاجت (پاخانہ پھرنے) کی جگہ تھی اور ہم نہیں نکلتے تھے مگر رات کو رات (یعنی ہم عورتیں اس زمانے میں صرف رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے باہر میدان جاتے تھے) اور یہ (یعنی میدان جانا) اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جائیں، ہمارا دستور عرب قدیم کا دستور تھا کہ قضائے حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے ہمیں اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنائیں۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ میں اور ام مسطح (قضائے حاجت کے لئے) نکلے اور ام مسطح ابورھم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہے اور اس کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ ہیں اور اس (ام مسطح) کے بیٹے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب ہیں، پھر ام مسطح اپنے کام سے فارغ ہو کر آرہی تھیں اپنے گھر کی طرف کہ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑی تو بولی "مسطح ہلاک ہو"، پھر میں نے اس سے کہا آپ نے جو زبان سے نکالا، برا ہے۔ کیا ایسے شخص کو آپ برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے (یعنی وہ تو بدری صحابی ہیں)، اس پر ام مسطح نے کہا کہ اے بھولی بھالی کیا آپ نے نہیں سنا جو مسطح نے کہا ہے ؟ عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے، پھر اس نے تہمت لگانے والے کی باتیں مجھ سے بیان کیں، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ پھر میرا مرض اور بڑھ گیا، پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور سلام کے بعد دریافت فرمایا کیسی طبیعت ہے۔؟ پھر میں نے آپؐ سے عرض کیا "کیا آپ مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں ؟ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ والدین سے اپنی خبر کی تصدیق کر لوں گی۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اجازت دے دی پھر میں نے (گھر جا کر) اپنی ماں سے پوچھا اے ماں وہ بات کیا ہے جس کا چرچا لوگ کر رہے ہیں اس نے کہا اے بیٹی تو مت گھبرا، سو قسم ہے خدا کی ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ایک عورت جو خوبصورت ہو اور ایسے مرد کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں پھر بھی اس پر تہمتیں نہ لگتی ہوں (یعنی اس پر بکثرت عیب

لگتے ہیں) عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ (میری سوکنوں سے اس کا کیا تعلق ہے) کیا لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں؟ بیان کیا کہ پھر میں روتی رہی اس رات صبح تک میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ مجھ کو نیند ہی آتی تھی پھر میں نے روتے ہوئے صبح کی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید کو بلایا، اس وقت تک وحی رکی رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے پوچھ رہے تھے اور مشورہ طلب کر رہے تھے اپنی بیوی کو (یعنی میرے) الگ کرنے کے متعلق۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضرت اسامہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مطابق مشورہ دیا جو اُن کی اہلیہ (مراد خود اپنی ذات ہے) کی پاک دامنی جانتا تھا اور جو اپنے ذہن میں اہلِ بیت کے متعلق علم رکھتا تھا چنانچہ اسامہؓ نے کہا کہ وہ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ اور حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ، اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اور عورتیں بھی ان کے علاوہ بہت ہیں اور آپ باندی (حضرت بریرہؓ) سے پوچھئے وہ آپ سے سچ سچ بتلا دے گی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ آپ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا اے بریرہ تو نے کبھی عائشہ سے ایسی چیز دیکھی ہے جس سے اس کی پاک دامنی میں شک ہوا ہو۔ بریرہ نے آپؐ سے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جسے میں معیوب سمجھوں مگر اتنی بات البتہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر والوں کے آٹے گوندھ کر سو جاتی ہیں پھر گھر کی بکری آکر اسے کھا جاتی ہے (یعنی نوعمری کی وجہ سے غفلت ہے)

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور منبر پر کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی کے معاملہ میں مدد طلب کی، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اے گروہ مسلمین اس شخص کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی طرف سے مجھے تکلیف پہونچی ہے میرے اہل (یعنی میری بیوی) کے بارے میں، خدا کی قسم میں نے اپنے اہل میں نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور نام بھی ان لوگوں نے ایسے شخص (صفوان بن معطلؓ) کا لیا ہے کہ جس کے بارے میں بھی سوائے خیر و نیکی کے کچھ نہیں جانتا ہے وہ تو میرے گھر میں داخل نہیں ہوتے مگر میرے ساتھ۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ اس پر سعد بن معاذ بنی عبد الاشہل کا بھائی کھڑا ہوا اور عرض کیا: میں ہوں اے اللہ کے رسول کہ آپ کی مدد کروں گا (یعنی تکلیف دینے والے سے بدلہ لوں گا۔) سو اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہوگا تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں کے قبیلہ سے ہوا تو آپ جو حکم دیں گے ہم آپ کا حکم بجالائیں گے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس پر قبیلہ خزرج میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن تھی اس کے خاندان میں سے (یعنی حقیقی چچا کی بیٹی نہ تھی بلکہ صرف قبیلہ کی وجہ سے چچازاد بہن تھی) اور وہ شخص قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ تھے اور وہ اس سے پہلے نیک شخص تھے لیکن خاندانی حمیت ان پر غالب آگئی چنانچہ انہوں نے سعد بن معاذ سے کہا، خدا کی قسم تم جھوٹے ہو تم اسے قتل نہیں کر سکتے ہو اور نہ تم اس کے قتل پر قدرت رکھتے ہو اور اگر وہ (مجرم) تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو تم نہیں چاہتے کہ قتل کیا جائے، پھر حضرت اسید بن حضیرؓ اٹھے، جو سعد بن معاذ

کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے سعد بن عبادہ سے کہا خدا کی قسم تم جھوٹے ہو ہم اسے ضرور قتل کریں گے بلاشبہ تو منافق ہے تو منافقوں کی طرف سے مدافعت کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پھر دونوں قبیلے اوس و خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ آپس میں لڑنے کا ارادہ کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اُن لوگوں کو خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہوگئے اور آنحضرتؐ بھی خاموش ہوگئے، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ پھر میں اس روز پورے دن روتی رہی نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھ لگتی تھی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ صبح کو میرے والدین میرے پاس آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی، نہ آنسو بند ہوتے تھے اور نہ ہی نیند آتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے کلیجہ پھٹ جائے گا، ابھی میرے والدین میرے پاس ہی بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی میں نے انہیں اجازت دے دی سو وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ ہم ابھی اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سلام کیا پھر بیٹھ گئے۔ عائشہ نے بیان کیا کہ اس سے قبل حضور میرے پاس نہ بیٹھے تھے جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی ایک مہینہ گذر گیا تھا اور آپ پر میرے حال کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے تو آپؐ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا امّا بعد اے عائشہ مجھے تمہارے بارے میں ایسی اطلاعات ملی ہیں سو اگر تم اس معاملہ سے بری (پاک) ہو تو اللہ تمہاری برائت کردے گا اور اگر تو گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرلیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کرلیتے ہیں۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کرچکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہوگئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا سو میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کلام کا جواب دیجئے تو میرے والد نے کہا خدا کی قسم میں کچھ نہیں جانتا کہ رسول اللہ سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا جواب دو، میری ماں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ آنحضورؐ کو کیا جواب دوں، پھر میں نے خود ہی عرض کی حالانکہ میں کم عمر لڑکی تھی اور قرآن مجید بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا میں نے عرض کی کہ خدا کی قسم مجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سنی ہے یہاں تک کہ وہ بات آپ کے دلوں میں جم گئی ہے، اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کی اب اگر میں آپ سے کہوں کہ میں پاک ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں معاملہ تہمت کا اعتراف کرلوں اور اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری اور پاک ہوں تو یقیناً آپ لوگ اس کی تصدیق کرنے لگ جائیں گے، پس خدا گواہ ہے میری اور آپ لوگوں کی مثال یوسفؑ کے باپ (یعقوبؑ) جیسی ہے۔ جب انہوں نے کہا تھا فصبرٌ جمیلٌ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون اب صبر ہی بہتر ہے،

اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے اس بارے میں جو تم کہہ رہے ہو، پھر میں پھر گئی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی (کیونکہ میں بیمار اور کمزور تھی) اور اللہ خوب جانتے تھے کہ میں اس وقت بالکل بری اور پاک ہوں اور اللہ میری برات کرے گا میرے پاک دامن ہونے کی وجہ سے، لیکن خدا کی قسم مجھے اس کا وہم و گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں ایسی وحی نازل کرے گا، جو ہمیشہ تلاوت کیا جائے گا (یعنی قرآن مجید کی آیات) کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں خود کوئی کلام فرمائیں لیکن مجھ کو یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برات کر دیں گے سو خدا گواہ ہے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے اور نہ کوئی گھر والوں میں سے باہر نکلا یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی چنانچہ آپ پر وہ شدت طاری ہونے لگی جو شدت آپ پر طاری ہوا کرتی تھی وحی کے بوجھ سے، یہاں تک کہ موتیوں کی طرح آپ کے چہرہ انور سے پسینہ گرنے لگا حالانکہ موسم سردی کا تھا یہ اس کلام ربانی کے ثقل کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل ہو رہا تھا۔

حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر وہ حالت رسول اللہ سے دور ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے، سب سے پہلا کلام جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا کہ اے عائشہ حق تعالیٰ نے تیری پاک دامنی بیان کر دی۔

عائشہ کا بیان ہے کہ اس پر میری ماں نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدسؐ کے سامنے تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاؤ میں نے کہا خدا کی قسم میں ان کے سامنے نہیں کھڑی ہوں گی، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کروں گی (کہ اسی نے میری برات نازل کی)

حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان الذین جاؤا بالافک دس آیات (یعنی سورۂ نور کی آیت ۱۱ سے آیت ۲۰ تک یعنی ان لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے الخ

پھر جب اللہ نے یہ آیات میری برات کے لئے نازل فرمائیں تو ابوبکر صدیق نے جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات ان سے قرابت اور ان کی محتاجی کی وجہ سے خود اٹھاتے تھے کہا خدا کی قسم میں مسطح پر کبھی کچھ خرچ نہیں کروں گا اس کے بعد کہ اس نے عائشہ پر تہمت لگائی (یعنی تہمت لگانے والوں میں شریک رہا) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ولا یاتل اولو الفضل منکم یعنی تم میں سے بڑے درجہ والے اور وسعت والے قسم نہ کھائیں، غفور رحیم تک۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کیوں نہیں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کر دے پھر مسطح کو دوبارہ وہ خرچ دینے لگے جو وہ خرچ کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی قسم اب اس وظیفہ کو میں کبھی بند نہیں کروں گا

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحشؓ سے میرے معاملہ کے متعلق پوچھا تھا چنانچہ آپ نے زینب سے فرمایا تھا کہ عائشہ کے متعلق تجھے کیا معلوم ہے یا فرمایا کہ عائشہ کے اندر تو نے کیا دیکھا ہے یعنی تیرا کیا خیال ہے؟ تو ام المومنین زینبؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں (کہ ان کی طرف خلاف واقعہ نسبت کروں) خدا کی قسم میں ان کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے زینب ہی میرا مقابلہ

کرتی تھیں (یعنی حسن وجمال اور حسب ونسب میں) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے (اس طوفان میں شریک ہونے سے) محفوظ رکھا۔ اور ان کی بہن حمنہ ان کی طرف داری میں لڑنے لگی چنانچہ ہلاک ہونے والوں میں یہ بھی ہلاک ہوئی تھیں، ابن شہاب نے بیان کیا کہ یہی تھی وہ تفصیل اس حدیث کی جو اس گروہ (یعنی ان اکابر) کی طرف سے مجھے پہونچی تھی۔

پھر عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ نے فرمایا خدا گواہ ہے بلاشبہ وہ شخص جن صحابی (صفوان بن معطلؓ) کے لئے یہ کہا گیا جو کہا گیا یعنی تہمت، لگائی گئی تھی وہ (اپنے اوپر تہمت سن کر) کہتے سبحان اللہ اس ذات کی قسم جن کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی (غیر) عورت کا پردہ نہیں کھولا یعنی جماع نہیں کیا۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پھر اس واقعہ کے بعد اللہ کے راستے میں وہ شہید ہوگئے۔

تشریحات

یہ حدیث الافک بخاری میں صفحہ ۳۵۹ مفصل ۳۶۳ تا صفحہ ۳۶۵ نیز صفحہ ۵۹۳ اور صفحہ ۶۹۹ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

فی غزوۃ مراد غزوہ بنی المصطلق ہے اور اسی غزوے کو غزوہ مریسیع کہتے ہیں جس کی تفصیل غزوہ بنی المصطلق میں گذر چکی ہے۔

من جزع ظفار الجزع بفتح الجیم وسکون الزاء، مہرہ، پتھر کا رنگ، جزع کی اضافت ظفار کی طرف ہے ظفار یمن کا ایک شہر ہے۔ **حمنۃ** بفتح الحاء وسکون المیم وبالنون بنت جحش بفتح الجیم وسکون الحاء المہملۃ وبالشین کانت عند مصعب بن عمیر فقتل عنہا یوم احد فتزوجہا طلحۃ بن عبداللہ۔ **نقہت** بفتح القاف وکسرہا ای حین افقت من المرض یعنی از باب فتح وسمع صحت یاب ہونا اور کمزوری باقی رہنا۔

کیف تیکم تا اور تہ اسم اشارہ مونث کے لئے آتا ہے اور خطاب کے لئے کاف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے تیک، تیکما اور تیکم۔ **کنف** بضمتین جمع کنیف، اس کا اطلاق ہر اس دیوار اور گڑھے پر ہوتا ہے جو چھپانے والا پردہ ہو، پائخانہ۔

ھنتاہ بفتح الہاء وسکون النون وفتحہا واما الہاء الاخیرۃ فتضم وتسکن وھذہ اللفظۃ تختص بالنداء ومعناہ یا ھذہ وقیل **بلہاء** واضح رہے کہ بلہ از باب سمع بلھًا وبلاھۃ ضعیف العقل ہونا، کمزور رائے والا ہونا، صیغہ صفت ابلہ اور مونث بلہاء۔

اھلک قال الکرمانی بالرفع والنصب، قلت وجہ الرفع علی انہ مبتدأ وخبرہ محذوف والتقدیر ھی اھلک ما بہا شیئ ووجہ النصب علی تقدیر الزم اھلک۔

لم یضیق اللہ علیک قول علیؓ ھذا لم یکن عداوۃ ولا بغضا ولکن لما رأی انزعاج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذا الامر، تقلقلہ بہ اراد راحۃ خاطرہ وتسہیل الامر علیہ۔

پوری تفصیل وتشریح کے لئے "واقعہ افک" ملاحظہ فرمائیے۔

۱۷۷۔ حدثنا عبداللہ بن محمد قال املی علیّ ھشام بن یوسف من حفظہ قال اخبرنا معمر عن الزھری قال قال لی الولید بن عبد الملک ابلغک ان علیا

كان فيمن قذف عائشة قلت لا ولكن قد اخبرني رجلان من قومك ابو سلمة بن عبد الرحمن و ابو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث ان عائشة قالت لهما كان علي مسلّمًا في شانها فراجعوه فلم يرجع وقال مسلّمًا بلا شكٍّ فيه وعليه كان في اصل العتيق كذالك ۔

ترجمہ :۔ زہری سے روایت ہے کہ ولید بن عبد الملک (ابن مروان اموی) نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ حضرت علیؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی ؟ میں نے کہا نہیں لیکن تیری قوم (قریش) کے دو شخصوں ابو سلمہ بن عبد الرحمان اور ابو بکر بن عبد الرحمان نے مجھے خبر دی کہ عائشہؓ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حضرت علی عائشہ کے معاملہ میں تسلیم کرنے والے تھے (یعنی تہمت سن کر خاموش تھے، مخلص صحابہ کی طرح تہمت لگانے والوں کا رد نہیں کیا کہ یہ حضرت صدیقہ پر افتراء اور بہتان ہے، بلکہ حضرت علی غیر جانبدار رہے۔)

پھر راویوں نے زہری سے مراجعت کی (یعنی مزید تحقیق کے لئے دوبارہ پوچھا) تو زہری نے کوئی جواب نہیں دیا اور زہری نے بلا کسی شک کے لفظ مسلّما بیان کیا (یعنی بجائے مسیئًا کے) اور لفظ علیہ کا بھی انہوں نے اضافہ کیا ای لم یرجع علی الولید یعنی زہری نے ولید کو اس کے علاوہ کوئی مزید جواب نہیں دیا۔

تشریحات فراجعوہ علامہ کرمانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مراجعت زہری کے نزدیک ہے۔ یعنی راویوں نے زہری سے مراجعت کی فلم یرجع ای فلم یرجع بغیر ذالک یعنی زہری نے ولید کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ ولید حاکم تھا اگر کوئی غیر ہوتا تو زہری کچھ سخت کلامی سے کام لیتے واضح رہے کہ عبد الملک بن مروان کے چار بیٹے تھے۔ سلیمان، ہشام، ولید، یزید۔ والاولان صالحان والآخران خبیثان وکانوا کلہم خلفاء (فیض الباری ص۴۹)

صاحب فتح الباری حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں مراجعت کا تعلق ہشام بن یوسف سے ہے یعنی شاگردوں نے ہشام بن یوسف سے مزید تحقیق کرنی چاہی تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

مُسَلّما اس لفظ میں تین طرح کی روایتیں ہیں ۱ بکسر اللام المشددہ، اس صورت میں تسلیم سے ماخوذ ہوگا، جس کے معنی ہوں گے کہ حضرت علیؓ تہمت کے ماننے والے تھے، یعنی تہمت لگانے والوں کا انکار و رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔

۲ بفتح اللام یعنی حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں بالکل محفوظ تھے تہمت لگانے والوں میں شریک نہیں ہوئے۔

۳ ایک روایت میں مُسِیئًا ہے یعنی حضرت علی خطا کار تھے کیونکہ تہمت لگانے والوں کی پر زور تردید نہیں کی اور حضرت اسامہؓ نے جس طرح صفائی کے ساتھ کہا کہ عائشہ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے حضرت علی نے اس طرح صفائی پیش نہیں کی بلکہ حضرت علی کی نظر صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حزن و ملال پر تھی اس لئے آپ نے آنحضورؐ سے کہا یا رسول اللہ لم یضیق اللہ علیک الخ یعنی اے اللہ کے

رسول، اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے عورتیں بہت ہیں کوئی کمی نہیں ہے، مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمالیں وہ آپ کو بالکل سچ سچ بتادے گی۔

بہر حال حضرت علی ہرگز ہرگز تہمت لگانے والوں میں شریک نہیں تھے صرف علی کی خاموشی سے چند مروانیوں کو تحریف کا موقع مل گیا تھا اور اسی خاموشی اور پر زور تردید نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ کو کچھ بدگمانی ہوگئی تھی جس کی وجہ بالکل ظاہر تھی کہ نوعمری، پھر اتنا بڑا عظیم بہتان پر ادنیٰ سے ادنیٰ شک سے بدگمانی کوئی بعید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حکم قرآن مجید کی ان آیات کے نازل ہوجانے کے بعد جو شخص ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بنت صدیق زوجہ مطہرہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبرأۃ من السماء پر تہمت لگائے وہ باجماع امت کافر و مرتد ہے اس لئے کہ وہ قرآن کریم کا صریح مکذب اور منکر ہے جس طرح مریم صدیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے اسی طرح عائشہ صدیقہ بنت ام رومان کی طہارت و نزاہت میں بھی شک کرنا بلاشبہ کفر ہے اور جس طرح یہودے بے بہود مریم صدیقہ پر بہتان باندھنے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے اسی طرح روافض عائشہ صدیقہ بنت صدیق پر تہمت لگانے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے، مریم صدیقہ پر تہمت لگانے والے امتِ محمدیہ کے یہود ہیں۔

بعض ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی رافضی نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ پر طعن کیا تو فوراً اپنے غلام کو اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا :-

هٰذا رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم وقال الله تعالىٰ الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات والطيبات للطيبين والطيبون للطيبات اولئك مبرؤن مما يقولون لهم مغفرة ورزق كريم فان كانت عائشة خبيثة فالنبي صلى الله عليه وسلم خبيث فهو كافر فاضربوا عنقه فضربوا عنقه وانا حاضر،، (رواه اللالكائي)	جس شخص نے جب عائشہ پر تہمت لگائی تو اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ خبیثات خبیثین کے لئے ہیں الیٰ آخرہ۔ بس معاذاللہ اگر عائشہ صدیقہ خبیث تھیں تو معاذاللہ نبی اکرم علیہ السلام کا بھی خبیث ہونا لازم آئے گا اور جو خبیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبیث کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدنی ہے۔ اس ارشاد کے بعد اس رافضی کی گردن ماری گئی اور میں اس وقت حاضر تھا جبکہ اس رافضی کی گردن ماری گئی۔

اسی طرح حسن بن زیدؒ کے سامنے عراق کے ایک شخص نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کی شان میں بیہودہ کلمہ کہا اسی وقت حضرت حسن بن زید اٹھے اور ایک ڈنڈا اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا بھیجہ نکل گیا اور ختم ہوا۔

کذا فی الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہؒ۔

اور اسی طرح دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں بدگمانی کرنے والا بھی کافر اور واجب القتل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق خطبہ سے واضح ہے کہ آپؐ نے برسر منبر ارشاد فرمایا:۔

یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی۔ — اے گروہ مسلمین کون ہے کہ جو میری اس دشمن کے مقابلہ میں مدد کرے کہ جس نے مجھ کو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذا پہونچائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص آپؐ کے اہل خانہ میں سے کسی کے حق میں خواہ وہ عائشہ صدیقہ ہوں یا دوسری زوجہ مطہرہ، اس قسم کا کوئی ناپاک لفظ زبان سے نکالے وہ آپ کے لئے باعث ایذاء اور تکلیف دہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کو ایذا پہونچائے وہ شخص بلاشبہ کافر ہے کما قال تعالیٰ۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا الی قولہ تعالیٰ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا الآیۃ۔

تفصیل کے لئے الصارم المسلول صفحہ ۴۱ تا صفحہ ۵۰ کی مراجعت کی جائے۔

چنانچہ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہونچائی ہے، سعد بن معاذ کھڑے ہو گئے، یا رسول اللہ ہم اس کے قتل کے لئے دل وجان سے حاضر ہیں۔

اسی وجہ سے حضرات اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام مسلمانوں کی بیویوں پر تہمت لگائے وہ فاسق وفاجر ہے اور جو خبیث اپنی خباثت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ مرتد اور کافر ہے۔

نیز حق جل شانہ نے پیغمبر علیہ السلام کی بیویوں کو قرآن کریم میں امہات المومنین (تمام مسلمانوں کی مائیں) فرمایا ہے قال تعالیٰ:۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم۔ — نبی اہل ایمان کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ قریب ہے اور نبی کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

معاذ اللہ کیا خداوند قدوس کسی زانیہ اور فاجرہ کو اس عظیم الشان لقب سے اپنے کلام قدیم میں سرفراز فرما سکتا ہے حاشا ثم حاشا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے:۔

ما بغت امرأۃ نبی قط — کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (تفسیر ابن کثیر)

نیز جو پیغمبر اللہ کی جانب سے اس لئے مبعوث ہوا کہ ظاہری اور باطنی فواحش (بے حیائیوں) کا استیصال کرے چنانچہ اس پیغمبر نے دنیا میں آکر چند ہی روز میں ایک پوری اقلیم اور ملک کی بے غیرتی اور بے حیائی کو حیا اور غیرت سے اور ان کی بدکاری کو عفت وعصمت سے بدل دیا، کیا ایسے پاک اور برگزیدہ طاہر ومطہر رسول کے متعلق یہ واہمہ ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ اس کا گھرانہ ابھی اس سے پاک نہیں ہوا۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم واللہ ھذا افک مبین۔

نیز حق جل شانہ نے جس کو نبوت و رسالت، محبت و خلعت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا اور اس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ، مقدس اور مرتضیٰ، پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ بنایا۔ عصمت و نزاہت تقدس اور ملکیت جبرئیل و میکائیل کو اس کا ثانی اور وزیر بنایا اس کی شان تقدیس و تنزیہہ کے خلاف ہے کہ وہ اکرم الخلائق اور اشرف کائنات کی زوجیت اور مصاحبت کے لئے کسی خبیثہ اور زانیہ کو مقرر فرمائے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا:۔

ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھٰذا سبحانک ھٰذا بھتان عظیم۔ (سورۂ نور)

تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں تم کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتان عظیم ہے۔

اس مقام پر کلمہ سبحانک لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے پاک اور برگزیدہ رسول کی بیوی فاجرہ ہو۔ اس لئے تم پر محض سنتے ہی سبحانک ھٰذا بھتان عظیم کہدینا فرض اور لازم ہے جیسا کہ سعد بن معاذ اور ابوایوب انصاری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سنی تو فوراً ان کی زبان سے یہی نکلا سبحانک ھٰذا بھتان عظیم (درمنثور ص ۳۴ اور فتح الباری میں ابوایوب انصاری اور سعد بن معاذ کے علاوہ زید بن حارثہ کے بجائے اسامہ کا نام مذکور ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی کی شان میں جو ایسی نازیبا بات کہے اس کی طرف التفات ہی جائز نہیں کسی کی بیوی کو فاجرہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا شوہر دیوث ہے۔ جو لوگ عائشہ صدیقہ کو متہم سمجھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ درپردہ رسول مطہر کو کیا کہہ رہے ہیں جس کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے (ماخوذ از سیرت مصطفیٰ جلد اول)

۱۷۰۔ حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ الجعفی رحمۃ اللہ علیہ قال حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو عوانۃ عن حُصَین عن ابی وائل قال حدثنی مسروق بن الاجدع قال حدثتنی ام رومان وھی ام عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت بینا انا قاعدۃ انا وعائشۃ اذ ولجت امرأۃ من الانصار فقالت فعل اللہ بفلان و فعل فقالت ام رومان وما ذاک قالت ابنی فی من حدث الحدیث قالت وما ذاک قالت کذا وکذا قالت عائشۃ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت نعم قالت وابوبکر قالت نعم فخرت مغشیا علیہا فما افاقت الا وعلیہا حمّی بنافض فطرحت علیہا ثیابھا فغطیتھا فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شان ھٰذہ قلت یا رسول اللہ اخذتھا الحمّی بنافض قال فلعل فی حدیث تُحُدِّث بہ قالت نعم فقعدت عائشۃ فقالت واللہ لئن حلفت لا تصدقونی ولئن قلت لا تعذرونی مثلی ومثلکم کیعقوب وبنیہ واللہ المستعان علی ما تصفون قالت فانصرف ولم یقل لی شیئا فانزل اللہ عذرھا قالت بحمد اللہ لا بحمد احد ولا بحمدک۔

ترجمہ:۔ مسروق بن اجدع نے کہا کہ مجھ سے ام رومان نے حدیث بیان کی اور آپ ام رومان، عائشہ

کی والدہ ہیں، ام رومان نے بیان کیا کہ میں اور عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک انصاری عورت آئی (یعنی اجازت لے کر گھر داخل ہوئی) اور کہنے لگی کہ اللہ فلاں کے ساتھ ایسا کرے (یعنی اس نے تہمت لگانے والوں کے حق میں بددعا کی) ام رومان نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ بات اٹھائی ہے۔ (یعنی تہمت کی بات پیدا کی ہے) ام رومان نے پوچھا آخر بات کیا ہے؟ اس نے کہا ایسی ایسی بات ہے (یعنی تہمت لگانے والوں کی باتیں نقل کر دیں) عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنی ہیں؟ اس نے کہا ہاں، حضرت عائشہ نے پوچھا اور ابوبکر (یعنی کیا میرے باپ نے بھی یہ باتیں سنی ہیں؟) اس نے کہا ہاں، تو حضرت عائشہؓ غشی کھا کر گر پڑیں پھر جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا سو میں نے ان کے کپڑے اُن پر ڈال دیئے اور میں نے ان کو ڈھانک دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ جاڑے کے ساتھ بخار چڑھ گیا ہے، آنحضورؐ نے فرمایا شاید یہ اس بات کی وجہ سے ہوا ہوگا جس کا چرچا کیا گیا ہے ام رومان نے کہا جی ہاں، پھر عائشہؓ بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں کہ خدا کی قسم اگر میں قسم کھاؤں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کچھ کہوں (کہ شکر سے پیچھے رہ جانا میرے ہار کے گم ہونے کی وجہ سے تھا) تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے میری مثال اور تم لوگوں کی مثال یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں جیسی مثال ہے (انہوں نے کہا تھا) اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے اس بارے میں جو تم کہہ رہے ہو، ام رومان کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے رخ پھیر لیا اور مجھ سے کچھ نہیں کہا، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے عائشہ کا عذر یعنی برارت نازل کی، عائشہ نے کہا اللہ کا شکر کرتی ہوں نہ کسی اور کا شکر اور نہ آپ کا شکر۔

تشریحات ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق اسی مفصل و مطول حدیث سے ہے جس میں افک کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو حدیث ۱۰۶۔

والحدیث مر صفحہ ۴۰۹

۱۰۹۔ حدثنی یحیی قال حدثنا وکیع عن نافع بن عمر عن ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ کانت تقرأ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقول الولق الکذب قال ابن ابی ملیکۃ وکانت اعلم من غیرھا بذالک لانہ نزل فیھا۔

ترجمہ:۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عائشہؓ (سورہ نور کی آیت میں) قرارت کرتی تھیں تَلِقُونَہٗ بالسنتکم (بکسر اللام وضم القاف المخففہ) اور فرماتی تھیں کہ ولق کے معنی جھوٹ کے ہیں (یعنی جب جھوٹ بولنے لگے تم اپنی زبانوں سے)، ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ اس آیت کے متعلق زیادہ جاننے والی تھیں غیروں سے کیونکہ ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

تشریحات مطابقت ترجمہ سے یہ ہے کہ اذ تلقونہ بالسنتکم سے وہی تہمت مراد ہے یعنی یہ روایت اسی مطول و مفصل کا مختصر ہے۔

تلقونہ حضرت عائشہ کی قرأت کی صورت میں ولق سے ماخوذ ہوگا از باب ضرب ولق یلق ولقاً

جھوٹ بولنا، جھوٹ میں جلدی کرنا۔ تَلِقُون اصل میں تولقون تھا یعِدُ اور تعِد کے قاعدہ سے واؤ گر گیا۔

مشہور قرأت تلقّونه بالسنتکم ہے (بفتح اللام وتشدید القاف ہے) اس صورت میں ناقص یائی لقی یلقیٰ سے ماخوذ ہوگا جس کے معنی ہیں پانا، دیکھنا، ملاقات کرنا اذ تلقونه بالسنتکم، تلقّی مصدر سے اصل میں تتلقونه تھا، ایک تار کو حذف کر دیا گیا معنی ہوگا جب لینے لگے تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں پر یعنی بات کو سن کر تم بلا تحقیق اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے۔

۱۸۰۔ حدثنا عثمٰن بن ابی شیبة قال حدثنا عبدةُ عن هشامٍ عن ابیه قال ذهبتُ اسبُّ حسّان عند عائشة فقالت لا تسبّه فانه کان ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وقالت عائشة استاذن النبی صلی الله علیه وسلم فی هجاءِ المشرکین قال کیف بنسبی قال لأسُلّنّكَ منهم کما تُسلّ الشعرةُ مِنَ العجین وقال محمد (بن عقبة) حدثنا عثمٰن بن فرقدٍ سمعتُ هشامًا عن ابیه قال سببتُ حسّان وکان ممّن کثّر علیها۔

ترجمہ:۔ عروہ سے روایت ہے کہ میں عائشہ کے سامنے حسّان (بن ثابت) کو برا بھلا کہنے لگا تو عائشہ نے کہا کہ اس کو برا مت کہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور عائشہ نے بیان کیا کہ حسّان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی ہجو (مذمت کرنے) کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ پھر میرے نسب کو کس طرح کروگے (یعنی جب تم مشرکین قریش کی ہجو کروگے تو میرے نسب کے معاملہ میں کس طرح کروگے کیونکہ میری اور مشرکین قریش کی نسب آپس میں ملتی جلتی ہے تو ان کی ہجو میں میرے باپ دادا کی ہجو نہ لازم آوے) حسان نے کہا میں آپ کو ان سے اس طرح الگ کرلوں گا جیسے بال کھینچ لیا جاتا ہے آٹے سے۔

(امام بخاری نے اپنے دوسرے شیخ محمد بن عقبہ سے اس طرح روایت کی)

محمد نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی عثمان نے ہشام سے سنا اور ہشام نے اپنے والد عروہ سے، عروہ نے بیان کیا کہ میں نے حسّان کو برا بھلا کہا اور حسان ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں بکثرت حصہ لیا تھا۔

تشریحات

مطابقته للترجمة من حیث ان حسانا مذکور فی حدیث الباب۔
عبدة بسکون الباء الموحدہ ابن سلیمان الکلابی وکان اسمه عبد الرحمان فغلب علیه لقبه عبدة۔

والحدیث فی البخاری صفحہ ۵۰۰ صفحہ ۵۹۰، صفحہ ۹۰۸ تا صفحہ ۹۰۹۔

۱۸۱۔ حدثنی بشر بن خالدٍ قال اخبرنا محمد بن جعفرٍ عن شعبة عن سلیمٰن عن ابی الضحیٰ عن مسروقٍ قال دخلتُ علیٰ عائشة وعندها حسّان بن ثابتٍ یُنشدها شعرًا یشبّبُ بابیاتٍ له وقال:۔

حصانٌ رزانٌ ماتُزَنُّ بریبۃٍ ؎ وتُصبحُ غرثیٰ من لحومِ الغوافِلِ
فقالت لہ عائشۃُ لکنّکَ لستَ کذالکَ قال مسروقٌ فقلت لہا لِمَ تأذنی لہ اَن یَّدخُلَ علیکِ وقد قال اللہ تعالیٰ والّذی تولّی کبرہٗ منہم لہ عذابٌ عظیم قالت وایُّ عذابٍ اشدُّ مِنَ العَمیٰ فقالت لہ انّہ کان ینافحُ اویہاجی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ :۔ مسروق سے روایت ہے کہ میں عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عائشہ کے نزدیک حسّان بن ثابتؓ موجود تھے اور ام المومنین کو شعر سنا رہے تھے اپنے اشعار سے تشبیب کرتے تھے (یعنی حضرت عائشہ کے محاسن واوصاف بیان کرتے تھے)، ایک شعر کہا :۔

حصان الخ ترجمہ :۔ باعفت (پاک دامن) وباوقار ہیں کسی شک سے متہم نہیں کی جاسکتی ہیں اور صبح کرتی ہیں اس حال میں کہ بھوکی ہوتی ہیں غافل عورتوں کے گوشت سے (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتی ہیں کیونکہ دینی بھائی بہن کی غیبت کرنے والا شخص اس کا گوشت کھاتا ہے) اس پر عائشہ نے ان سے کہا لیکن آپ تو ایسے نہیں ہیں (کیونکہ آپ تو تہمت لگانے والوں کے ساتھ شریک ہوگئے تھے جس کی وجہ سے غیبت کرکے لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں)

مسروق نے بیان کیا کہ پھر میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ آپ انہیں اپنے یہاں آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ان میں سے وہ شخص جس نے بڑا بوجھ اٹھایا ہے (یعنی تہمت لگانے میں سب سے زیادہ ذمہ دار ہے) اس کے لئے بڑا عذاب ہے، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نابینا ہوجانے سے سخت اور کون عذاب ہوگا (حضرت حسّان کی بینائی آخر عمر میں جاتی رہی تھی)، عائشہ نے مسروق سے کہا کہ حسانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے یا فرمایا کہ مشرکوں کی ہجو کیا کرتے تھے ۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ من حیث انّ حسانا مذکور فی حدیث الباب ۔
۲؎ والحدیث فی البخاری صفحہ ۵۹۰ فی التفسیر صفحہ ۶۹۹، ایضا صفحہ ۶۹۹ ۔

۳؎ آیت کریمہ والّذی تولّی کبرہٗ الخ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جیسا کہ واقعہ افک سے معلوم ہوچکا، حضرت عائشہؓ حسانؓ کی شان میں کسی برے کلمہ کو گوارہ نہیں کرتی تھیں، حضرت حسان سے تہمت میں شرکت کی غلطی ضرور ہوئی تھی لیکن جن صحابہ نے اس میں غلطی سے شرکت کی تھی وہ سب حضرات تائب ہو گئے تھے اور ان کی توبہ قبول ہوگئی تھی، لیکن بہرحال حضرت عائشہ صدیقہ پر بہت بڑی تہمت لگائی گئی تھی اگرچہ دل آپ کا غلطی سے شریک ہونے والے صحابہ کی طرف سے صاف ہوگیا تھا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے لیکن جب اس طرح کے تذکرے ہوتے تو دل کا کبیدہ ہوجانا ایک قدرتی بات تھی یہاں بھی حضرت عائشہ نے دو ایک چبھتے ہوئے جملے غالباً اسی تاثر میں کہدیئے ۔

بَابُ غَزْوَةِ الحُدَیْبِیَةِ

یہ باب غزوہ حدیبیہ کے بیان میں ہے

وقولِ اللّٰہِ تعالیٰ لقد رَضِیَ اللّٰہ عنِ المؤمنین اذ یبایعونکَ تحتَ الشَّجَرۃِ (سورہ فتح ع۱۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "بے شک اللہ مسلمانوں سے خوش ہوگیا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے (جہاد میں ثابت قدم رہنے پر) اخیر آیت تک۔

تشریحات اس بیعت سے مراد بیعت حدیبیہ ہے اور اسی بیعت کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس بیعت کے شرکاء سے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے۔

صحیح مسلم میں ام بشرؓ سے مرفوعاً روایت ہے لایدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرۃ احد من الذین بایعوا تحتہا الخ (مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۳۰۳)

یعنی اصحاب شجرہ میں سے ان شاء اللہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے اس بیعت کے شرکاء کی مثال شرکاء غزوہ بدر کی سی ہے جیسا کہ ان کے متعلق قرآن وحدیث میں رضاء الٰہی اور جنت کی بشارتیں ہیں اسی طرح شرکاء بیعت رضوان کے لئے بھی یہ بشارت آئی ہے، یہ بشارتیں اس پر شاہد ہیں کہ ان سب حضرات کا خاتمہ ایمان اور اعمال صالحہ مرضیہ پر ہوگا کیونکہ رضائے الٰہی کا یہ اعلان اسی کی ضمانت دے رہا ہے۔

یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ پر کفر و نفاق کے الزام لگاتے ہیں۔

تفصیلِ واقعہ حدیبیہ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے، یہ گاؤں مکہ معظمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے آجکل اس مقام حدیبیہ کو شمیسہ کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ حل میں، یہ واقعہ اسی مقام پر پیش آیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ سنہ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ میں امن واطمینان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ سے فارغ ہوکر بعض اصحاب نے حلق کیا (یعنی سر منڈایا) اور بعض نے قصر (یعنی بال کٹائے)

اس خواب کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیان کیا تو خواب سنتے ہی سب کے سب مکہ معظمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے ایسے مشتاق تھے کہ فوراً ہی تیاری شروع کردی اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارادہ فرمایا اور چونکہ نبی کا خواب وحی ہے اس لئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی تھا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے ایک احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی اسی سال یہ مقصد حاصل ہوجائے۔

چنانچہ آپؐ نے یکم ذی قعدۃ الحرام سنہ۶ھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ سے بقصد عمرہ مکہ معظمہ کا قصد

فرمایا، چودہ سو مہاجرین وانصار آپ کے ہمراہ تھے (بعض روایات میں پندرہ سو کی تعداد بیان کی گئی ہے) اور چونکہ جنگ کا ارادہ نہ تھا اس لئے سوائے تیر اور تلوار کے کوئی ہتھیار جنگ ساتھ نہیں لیا اور یہ بات اچھی طرح ظاہر کردی گئی کہ آپ کا یہ سفر محض عمرہ کی غرض سے ہے جنگ کا ارادہ قطعاً نہیں ہے، جب آپ ذوالحلیفہ پہونچے تو آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ھدی یعنی قربانی کے جانور کی اشعار اور تقلید کی، اشعار یہ ہے کہ بڑے جانور جیسے اونٹ کے کوہان کو اتنا چیردیں کہ خون جاری ہوجائے اور تقلید یہ ہے کہ نعلین وغیرہ کو باندھ کر قلادہ بنا کر بکری وغیرہ کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں (اشعار وتقلید) اس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور آپ نے بشر بن سفیان کو جاسوس بنا کر مکہ معظمہ بھیجا کہ وہ قریش مکہ کے حالات وخیالات معلوم کرکے آپ کو اطلاع کریں۔

جب آپ غدیر اشطاط پر پہونچے تو آپ کے جاسوس نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ آپ کی خبر پاتے ہی قریش نے لشکر جمع کیا ہے، احابش کو اکٹھا کیا ہے اور آپ کے مقابلے کے لئے نکل گئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ کیا ان لوگوں کے مکانوں پر حملہ کردیا جائے جو قریش کی امداد کے لئے گئے ہیں تاکہ وہ منتشر ہوجائیں یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی روکے اس سے جنگ کریں، حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم کسی سے مقابلہ کے لئے نہیں نکلے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا تو ہم ضرور لڑیں گے۔

حضور نے کوچ کا حکم دیا مگر فرمایا کہ خالد ابن ولید بطور مقدمۃ الجیش کے دوسو سواروں کو لے کر مقام غمیم میں پہونچ گئے ہیں اس لئے راستہ بدل کر چلو، نیا راستہ بڑا مشکل اور بہت نشیب وفراز کا تھا مگر صحابہ نے حکم کی تعمیل کی، اور اسی راستے سے چلے، اور حدیبیہ پہونچے تو آپ کا اونٹ قصوی بیٹھ گیا لوگوں نے اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا اسی نے اس کو روک دیا ہے، ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان تمام باتوں کو قبول کروں گا جن میں حرم کی تعظیم ہوگی اس کے بعد قصوی کو اٹھایا گیا تو وہ اٹھ کر چلنے لگا حتی کہ آپ مقام حدیبیہ میں ٹھہرے وہاں پر جو قلیب تھا یعنی پرانا کنواں اس میں پانی بہت قلیل تھا اس کا پانی بہت جلد ختم ہوگیا سب لوگ راستہ چلے ہوئے تھے، پیاس سے پریشان ہوگئے اور العطش العطش کہنے لگے، حضور نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اس میں ڈال دو، ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب ہوگیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو آپ نے پیغام دے کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا حضرت عمر نے معذرت کی اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچاسکے اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا، آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور رؤساء مکہ کو ہمارا پیغام پہونچادو کہ ہم محض عمرے کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے اور مکہ میں جو مسلمان ہیں ان کو یہ بشارت سنادو کہ گھبرائیں نہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔

حضرت عثمان اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہونچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔

سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل نہیں ہوسکتے تم اگر چاہو تو طواف کرسکتے ہو، حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہوگئے اور حضرت عثمان کو روک لیا، حضرت عثمان وہاں روک لئے گئے اور ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ عثمان غنی قتل کردیئے گئے۔

بیعۃ الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہونچی تو بہت صدمہ ہوا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ کرام کو جمع کیا کہ سب جمع ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کے لئے بیعت کریں، سب صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ جب تک جان میں جان ہے جہاد و قتال کریں گے مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابو سنان اسدی نے بیعت کی اور سلمہ بن اکوع نے تین مرتبہ بیعت کی ابتداء میں اور درمیان میں اور اخیر میں۔ اور حضرت عثمان غنی چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ عثمان کی بیعت ہے، یہ خصوصی فضیلت عثمان کی تھی کہ آپ نے اپنے ہی ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کرلی۔

قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوفزدہ ہوگئے اور صلح کے لئے گفت وشنید کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ بدیل بن ورقاء قبیلہ خزاعہ کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، یہ رسول اللہ کے مخلصین میں سے تھے بعض کہتے ہیں کہ یہ پوشیدہ مسلمان تھے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تو نہ ہوئے تھے لیکن اہل مکہ کی باتوں سے رسول اللہ کو مطلع کردیا کرتے تھے اور ان کا قبیلہ خزاعہ بھی جو اہل تہامہ میں سے تھا رسول اللہ کا طرفدار تھا بدیل نے آکر بیان کیا کہ قریش نے نواحی حدیبیہ میں عظیم لشکر جمع کیا ہے اور انہوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے: رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں، لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کردیا ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کے لئے مصالحت کرکے جنگ روک سکتے ہیں، ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑدیں اگر اللہ کے فضل سے ہم غالب ہوئے تو دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہوسکتے ہیں اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو ان کا مقصد حاصل ہوجائے گا لیکن میں تم سے یہ کہے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس دین کو غالب کرکے رہے گا اور اگر اس بات کو نہ مانیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس دین کے لئے ہم ان سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے کہ یا تو میری گردن نہ رہے گی یا خدا کا حکم نافذ ہوکر رہے گا، بدیل نے کہا کہ میں جاتا ہوں آپ کا کلام قریش تک پہونچاتا ہوں دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں، اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سنی ہیں اگر اجازت دو تو بیان کروں اس پر عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ ان کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ہم سننا نہیں چاہتے، لیکن قریش کے معتبر اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے ؟ انہوں نے جو کچھ حضورؐ سے سنا تھا، بیان کر دیا، اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے اٹھ کر کہا کہ اگر یہ باتیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہی ہیں تو پسندیدہ اور مناسب ہیں اور قبول کر لی چاہئے مگر اجازت دو کہ ہم خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر دیکھیں کہ ان کی غرض کیا ہے اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے ان کے تعلقات بڑے وسیع تھے اس وقت کافر تھے، پیچھے مسلمان ہو گئے۔ سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ، یہ حضور کی خدمت میں آئے، حضور نے ان سے وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا عروہ نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کون سا اچھا کام کیا؟ کیا اس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو اس طرح تباہ کیا ہو اور ہم تو کسی شریف کو تمہارے پاس نہیں دیکھتے۔ یہ اطراف کے اوباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گذریں گے کہ یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

عروہ کی یہ بات حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ناگوار گذری آپ نے غصہ میں کہا امصص بظر اللات انفر عنہ وندعہ یعنی تو جا کر اپنے لات کی پیشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے کیا ہم لوگ رسول اللہ سے بھاگ جائیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے ؟ ناممکن ہے۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا، عربوں میں یہ سخت گالی تھی، عروہ کو حیرت انگیز تکلیف ہوئی اس نے پوچھا یہ کون ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا ابوبکرؓ عروہ نے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے ادا نہیں کیا ہے یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت کلامی کا جواب بتا دیتے۔

ایام جاہلیت میں عروہ پر ایک دفعہ دیت لازم ہو گئی تھی اور حضرت صدیقؓ نے دس جوان گائیں دے کر اس کی امداد کی تھی یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ یہ کہہ کر پھر حضورؐ سے گفتگو میں مشغول ہو گیا جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ خود پہنے ہوئے اور تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے، عروہ جب بات کرتا تو رسول اللہؐ کی ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ لے جاتا جیسا کہ عام عربوں کا قاعدہ تھا حضرت مغیرہؓ تلوار کے نعل سے عروہ کے ہاتھ پر مارتے کہ ہاتھ رسول اللہؐ کی ڈاڑھی سے الگ رکھو، عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے ؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارا بھتیجہ مغیرہ بن شعبہ ہے، عروہ نے کہا او غدار! میں نے تیرے غدر کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور اب تک کر رہا ہوں اور تیرا یہ سلوک ہے۔

عروہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ اور بنی مالک کے تیرہ آدمی مقوقس کے پاس اسکندریہ گئے تھے (بنی مالک قبیلہ ثقیف کا جزو تھا) وہاں مقوقس نے مغیرہ پر ان لوگوں کو ترجیح دی اور انعامات دیئے، اس سے مغیرہ کو بڑا ملال ہوا راستہ میں ایک روز شراب پی کر وہ سب غافل سوئے تھے انہوں نے سب کو قتل کر دیا اور ان سب کا مال و اسباب لے کر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا صحیح ہے مگر اس مال سے ہمیں کوئی سروکار نہیں یہ خبر جب بنی مالک کو ملی تو وہ مغیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے، جنگ کا سامان ہو گیا تھا مگر عروہ بن مسعود نے بیچ میں پڑ کر بنی مالک کو دیت پر راضی کر لیا یہ اسی طرف اشارہ ہے عروہ اس طرح

باتیں کر رہا تھا مگر پرانا تجربہ کار شخص تھا گوشۂ چشم سے اصحاب رسول اللہ کے طرز عمل کو خوب جانچ رہا تھا اور صحابہ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا، لوٹ کر گیا تو کہا کہ اے معشر قریش! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں مگر بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں اگر ان کا تھوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پہ ملتے ہیں کوئی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو غسالہ کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑ جائیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بولتے ہیں تو نیچی آواز سے۔ تعظیم اور جلالت شان کی وجہ سے کبھی نظر نہیں ملاتے اور اے قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں مناسب ہے مان لو۔

اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حُلیس تھا (بصیغہ تصغیر) اٹھ کر کہا اجازت دو ذرا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر کے دیکھیں، قریش نے اجازت دی، یہ شخص جب حضور کو سامنے سے نظر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اس کی قوم قربانی کی دلدادہ ہے قربانی کے جانور اس کے سامنے لاؤ، صحابہ لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو گئے اور ہدی کے جانوروں کو اس کے سامنے ہنکا دیا، اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے اور سب کے گلے میں قلادے پڑے ہوئے ہیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اس نے کہا سبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ یہ حضورؐ سے ملا بھی نہیں اور لوٹ گیا قریش سے جا کر حال بیان کیا قریش نے کہا کہ تو اعرابی ہے تجھ کو علم نہیں بیٹھ جا۔ حُلیس کو اس پر بڑا غصہ آیا اس نے کہا اے قریش ہمارا تمہارا یہ معاہدہ نہیں ہے نہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں کیا خدا کے گھر سے اس شخص کو روکا جائے گا جو اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں حلیس کی جان ہے تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ورنہ ہم تمام احابش یعنی گروہوں کو لے کر جاتے ہیں، قریش نے حلیس کی دلدہی شروع کی اور کہا ذرا تم چپ رہو اور ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مناسب فیصلہ کر لینے دو۔

اس کے بعد مِکرز بن حفص آیا، رسول اللہ نے دیکھا تو فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے فاجر شخص ہے اس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا حضور نے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں اب قریش نے اس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ صلح کا ہے، سہیل بن عمرو آیا تو بنا صلح پر گفتگو شروع ہوئی حضورؐ نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل نہ ہو تاکہ بیت اللہ کا طواف کر سکیں، سہیل نے کہا کہ سارا عرب یہ کہے گا کہ ہم نے ڈر سے تم کو چھوڑ دیا یہ نہیں ہو سکتا، ہاں آئندہ سال آکر تم طواف کر سکتے ہو حضورؐ نے اس کو مان لیا، سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے تمہارے پاس جائے تو گو وہ تمہارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہوگا اور تمہارا کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کریں گے، صحابہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اس کو ہم کیونکر واپس کریں گے مگر حضور نے اس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط طے ہوگئے تو حضور نے حضرت علی کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور فرمایا کہ سب سے پہلے لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، چونکہ عرب کا دستور یہ تھا کہ سرنامہ پر باسمک اللّٰھمّ لکھا کرتے تھے اس بنا پر سہیل نے کہا کہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں جانتا جو طریقہ تحریر کا ہم میں چلا آتا ہے باسمک اللّٰھمّ لکھو، حضور نے فرمایا اچھا باسمک اللّٰھم لکھو، اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ لکھو :۔

هٰذا ما قاضیٰ علیه محمد رسول الله یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

سہیل نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ کی مخالفت کرتے آپ صرف محمد بن عبد اللہ لکھوائیں (یعنی صلح نامہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہونا چاہیئے جو کسی فریق کے عقیدہ کے خلاف ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم نے میری تکذیب کی ہے، پھر اس کو منظور فرما کر حضرت علی سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اس کو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھدو، حضرت علی نے عرض کیا میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، کہ آپ کے نام کو مٹا دوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے رسول اللہ لکھا ہے، حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتائی، آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اس لفظ کو مٹایا اس کے بعد روایات مختلف ہیں، بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے محمد بن عبد اللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی کو دیا کہ محمد بن عبد اللہ لکھو، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور معجزہ حضور نے خود لکھا اور شیخ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ بعض روایتوں میں جو فکتب رسول اللہ کا لفظ آیا ہے وہ امر بالکتابت یعنی کتابت کا حکم دینا مراد ہے جیسا کہ کتب الی قیصر وکسریٰ میں اسناد مجازی ہے اس لئے کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا واضح ہے اور اس واقعہ میں حضرت علی کے ہاتھ صلح نامہ لکھوانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔

لیکن اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں کہ بطور معجزہ آپ نے اپنے قلم سے لکھدیا ہو۔ واللہ اعلم۔

شرائط حسب ذیل تھے :۔

شرائطِ صلح

۱۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔

۲۔ قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ مسلمان ہو کر جائے۔

۳۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

۴۔ اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

۵۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں اور سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

۶۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہوگئے، بنو خزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہوگئے اور بکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہوگئے۔

صلح نامہ ابھی لکھاہی جارہا تھا کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بن سہیل پابزنجیر قید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ مسلمان تھے، کفار مکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے زنجیروں میں باندھ رکھا تھا کسی طرح موقع پاکر اس وقت یہاں پہونچ گئے ان کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابو جندل کو صلح نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا، یعنی لکھے جانے اور دستخط ہوجانے کے بعد سے اس پر عمل شروع ہونا چاہئے۔

سہیل نے کہا تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہوسکتی، حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر اجازت دے دو سہیل نے کہا میں ہرگز اجازت نہ دوں گا، بالآخر آپؐ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالے کردیا۔ حضرت ابو جندل نے حسرت بھرے الفاظ میں کہا اے گروہ اسلام، ہم کو دشمن کے حوالے کر رہے ہو حالانکہ ہم جیسی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو، اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہوگا وہ ظاہر ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو جندل صبر کرو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ عنقریب تمہاری نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی شاق گذری حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا اور عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ؟ آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں، آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا کہ پھر یہ ذلت کیوں گوارہ کریں آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے ٹھیک یہی سوالات کئے اور انہوں نے بھی ٹھیک وہی جوابات دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے اور زیادہ کہا کہ اے عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت نہ آجائے خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بعد میں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ و خیرات کی۔

~ گفتگوئے عاشقاں در کار رب ~~~ جوشش عشقست نے ترک ادب

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہم میں کا ان سے جاملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہوکر ہماری طرف آئے گا اگرچہ از روئے معاہدہ واپس کردیا جائے گا لیکن گھبرانے کی بات نہیں اللہ تعالیٰ قریب ہی میں

اس کے لئے نجات کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہوگیا اور فریقین کے دستخط ہوگئے۔

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے ملتوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہ اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپؐ نے یہ دیکھا تو آپ حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا، ام المومنین ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گذری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اور صحابہ معذور ہیں آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بس آپ اپنے اونٹوں کی قربانی کر کے سر منڈائیے آپ کو دیکھ کر خود بخود اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپؐ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

فتح مبین تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے تو راستے میں سورۂ فتح نازل ہوئی انّا فتحنا لک فتحاً مّبینا الی آخر السورہ۔

بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی، الی آخرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے سورہ فتح سنائی، صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین فرمایا، صحابہ نے سن کر از راہِ تعجب عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

(سیرت مصطفےٰ بحوالہ احمد ابو داؤد و الحاکم)

امام زہری فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے مصالحت کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ علانیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے آپس میں بات چیت کا موقع ملا، مسائل اسلامیہ پر گفتگو کا موقع ملا، قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

اسلام تو مکارمِ اخلاق اور محاسن اعمال کا سرچشمہ اور تمام خوبیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ بھی فضائل و فواضل محاسن و شمائل کی زندہ تصویر تھے اب تک عناد اور منافرت اور بغض و عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع رہیں۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردا آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مردِ حق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

صلح سے پیشتر کفار مکہ ولکن لا یشعرون کا مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمانوں کا نور ان سے پوشیدہ

اور چھپا ہوا تھا، صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دور ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نور ان کو نظر آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہونچ گئے تو ابو بصیر مشرکین کے قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہونچے قریش نے فوراً ہی دو آدمی ان کے لینے کے ــــــ پیچھے روانہ کئے آپ نے ازروئے معاہدہ ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ابو بصیر سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ، ابو بصیر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھ کو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھ کو ستاتے ہیں، آپؐ نے فرمایا صبر کرو، اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا یہ دونوں آدمی ابو بصیر کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پہونچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ کھانے لگے ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمہاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے بار ہا میں اس کو آزما چکا ہوں، ابو بصیر نے کہا ذرا مجھ کو بھی دکھلاؤ اس شخص نے تلوار ابو بصیر کو دے دی ابو بصیر نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا دوسرا شخص یہ دیکھتے ہی بھاگا اور فوراً مدینہ پہونچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں، اس کے بعد ابو بصیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا آپ تو مجھ کو ان کے حوالے فرما چکے تھے اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان سے نجات دی، یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھ کو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے، جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا، میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپؐ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو، ابو بصیر سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپؐ مجھے کفار کے حوالے کر دیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے مکہ کے بے کس و بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا تو چھپ چھپ کر ابو بصیر کے پاس پہونچنے لگے۔ اور سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بھی وہیں پہونچ گئے اس طرح ستر آدمیوں کا جتھا وہاں جمع ہو گیا قریش کا جو قافلہ وہاں سے گذرتا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گذر اوقات کرتے، قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپؐ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلالیں اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپؐ نے ایک والا نامہ لکھوا کر ابو بصیر کو بھیجا جس وقت آپ کا والا نامہ پہونچا اس وقت ابو بصیر اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے آپؐ کا والا نامہ ابو بصیر کو دے دیا گیا، پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو بصیرؓ جاں بحق ثابت ہوئے اور والا نامہ ان کے ہاتھ میں تھا ابو جندل بن سہیل نے ابو بصیر کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ ان کو دفن کیا، اور قریب میں ایک مسجد بنائی پھر ابو جندل اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اس شخص کے قتل کی خبر پہونچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا۔

سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے ابوسفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابوبصیر کو تمہارے قاصد کے حوالے کر دیا اور ابوبصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا اور اس دیت کا مطالبہ ابوبصیر کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ابوبصیر ان کے دین پر نہیں (فتح الباری کتاب الشروط) معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا بعد چندے کچھ مسلمان عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہونچیں اہل مکہ نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہے لا یاتیك رجل الخ یعنی نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر اس کو آپ واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رجل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہوسکتا ہے مشرکین مکہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

یاایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مهاجرات الخ	اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کا امتحان کرلو (کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں)
سورہ ممتحنہ آیت ۱۰ و ۱۱	

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

۱۸۲۔ حدثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سلیمٰن بن بلال قال حدثنی صالح بن کیسان عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن زید بن خالد قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ فاصابنا مطر ذات لیلۃ فصلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح ثم اقبل علینا فقال اتدرون ماذا قال ربکم قلنا اللہ ورسولہ اعلم فقال قال اللہ اصبح من عبادی مؤمن بی وکافر بی فامامن قال مطرنا برحمۃ اللہ وبرزق اللہ وبفضل اللہ فھو مومن بی کافر بالکوکب واما من قال مطرنا بنجم کذا فھو مومن بالکوکب کافر بی۔

ترجمہ:۔ زید بن خالد سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سو ایک رات ہم پر بارش ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آنحضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ بندوں نے اس طرح صبح کی کہ ان کا ایمان مجھ پر تھا اور کچھ نے اس حالت میں صبح کی کہ مجھ پر کفر کئے ہوئے تھے سو جس نے کہا ہم پر یہ بارش اللہ کی رحمت اور اللہ کے رزق اور اللہ کے فضل سے ہوتی ہے تو مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں (کے اثرات) کا انکار کرنے والا ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ یہ بارش فلاں ستارے (کی تاثیر) کی وجہ سے ہوئی ہے تو ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے

اور میرا انکار کرنے والا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "خرجنا عام الحدیبیۃ"
والحدیث مرّ فی الصلوٰۃ صفحہ ۱۴۱۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بارش خدا کے حکم سے ہوتی ہے اس کی نسبت ستاروں کی طرف جائز نہیں اور نہ اللہ کے سوا کسی مخلوق کی طرف نسبت جائز ہے بارش تو حق تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ جس سے انسان اور تمام حیوانات کی حیات متعلق ہے پس بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرنا نعمتِ خداوندی کا انکار و کفر ہے۔

۱۸۳ - حدثنا هُدبة بن خالدٍ قال حدثنا همّامٌ عن قتادة ان انسًا اخبره قال اعتمر رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع عمرٍ کلهنّ فی ذی القعدة الا التی کانت مع حجّته عمرةً من الحدیبیة فی ذی القعدة وعمرةً من العام المقبل فی ذی القعدة وعمرةً من الجعرّانة حیث قسم غنائم حنینٍ فی ذی القعدة وعمرةً مع حجّته۔

ترجمہ:۔ انس (بن مالکؓ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے اور سوائے اس عمرہ کے جو آپ نے حج کے ساتھ کیا (یعنی وہ ذی الحجہ میں تھا) تمام عمرے ذی قعدہ میں تھے، ایک عمرہ حدیبیہ سے ذی قعدہ (یعنی سنہ ۶ھ) میں اور ایک عمرہ (یعنی دوسرا عمرہ) اگلے سال (عمرۃ القضا سنہ ۷ھ) ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ (یعنی تیسرا عمرہ) جعرانہ (ایک جگہ کا نام ہے) سے جہاں حنین کی غنیمتیں آپ نے تقسیم کی یہ عمرہ بھی ذی قعدہ سنہ ۸ھ میں تھا اور ایک عمرہ (چوتھا عمرہ) اپنے حج کے ساتھ (یعنی حجۃ الوداع کے ساتھ سنہ ۱۰ھ میں)

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "من الحدیبیۃ" والحدیث قد مضیٰ فی الحج صفحہ ۲۳۹

حضورؐ کا عمرہ

بخاری کی اس حدیث صفحہ ۵۹۱ اور حدیث صفحہ ۲۳۹ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ چار مرتبہ کیا ہے، نیز مسلم شریف صفحہ ۴۰۹ میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے چار عمرے ادا کئے ہیں سب ذی قعدہ میں سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا۔

ایک عمرہ حدیبیہ جو سنہ ۶ھ میں ہوا کہ آپؐ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ کر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہونچے مگر کفار مانع ہوئے اور آپؐ مکہ میں داخل نہ ہو سکے اس لئے طواف وسعی جو عمرہ کے ارکان ہیں ان کو ادا نہ کر سکے۔ حدیبیہ ہی میں آپؐ نے اور آپ کے اصحاب نے ھدی کے جانوروں کی قربانی کی اور حلق کرا کے احرام سے باہر ہو گئے۔ پوری تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے "تفصیل واقعہ حدیبیہ"۔

احصار کی وجہ سے اگرچہ ارکان عمرہ ادا نہ کر سکے لیکن نیت، احرام اور ھدی کی قربانی کی وجہ سے مستقل عمرہ شمار کیا گیا۔

دوسرا عمرہ عمرۃ القضاء ہے جو حدیبیہ کے دوسرے سال اس شرط کے موافق جو کفار مکہ سے طے ہوئی تھی آپ آئندہ سال ۷ھ میں عمرہ کے لئے نکلے اس دفعہ آپؐ مکہ میں داخل ہوئے اور مناسک کو ادا کیا تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

تیسرا عمرہ جعرانہ ہے جو فتح مکہ کی غرض سے آپؐ مکہ میں داخل ہوئے اس دفعہ آپؐ نے نہ احرام باندھا تھا نہ عمرہ یا حج کی نیت کی تھی، خفیف جنگ کے بعد مکہ فتح ہوگیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دونوں غزوات سے فارغ ہونے کے بعد جعرانہ میں آپ نے غنیمت تقسیم کیا اور وہیں سے ایک رات عشاء کی نماز کے بعد احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور رات ہی کو عمرہ کر کے یعنی صبح ہونے سے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہوگئے حتیٰ کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم بھی نہ ہوسکا جیسا کہ بخاری صفحہ ۲۴۵ میں نافع سے منقول ہے "قال نافع ولم يعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم من الجعرانة ولو اعتمر لم يخف على عبد الله" یعنی نافع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا ہے اور اگر آپ عمرہ کرتے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

حالانکہ احتمال ہے کہ عبداللہ بن عمر موجود نہ ہوں یا بھول گئے ہوں کیونکہ آپؐ کا جعرانہ سے عمرہ کرنا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ انس بن مالکؓ کی روایت ۵۹۷ اور ۲۳۹ میں ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اہل علم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کا انکار نسیان یا اشتباہ پر محمول ہے میرا خیال ہے کہ عمرہ جعرانہ صرف رات رات کی بات ہے اس وجہ سے بعض صحابہ کو علم نہ ہوسکا تو یہ احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ کو بھی عمرہ جعرانہ کا علم نہ ہوسکا۔ واللہ اعلم۔

چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ تھا۔

۱۸۴۔ حدثنا سعيد بن الربيع قال حدثنا على بن المبارك عن يحيى عن عبد الله بن ابى قتادة ان اباه حدثه قال انطلقنا مع النبى صلى الله عليه وسلم عام الحديبية فاحرم اصحابه ولم احرم۔

ترجمہ:۔ ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ کے سال روانہ ہوئے، تمام صحابہ نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا۔

تشریحات

مطابقته للترجمة ظاهرة فى قوله "عام الحديبية"

والحديث قد مضى مفصلا فى ابواب العمرة ص ۲۴۵۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

میقات سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا جائز نہیں پھر ابوقتادہؓ بغیر احرام کیسے بڑھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ نے احرام باندھا لیکن میں نے احرام نہیں باندھا۔

جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تمام صحابہ نے میقات سے پہلے احرام باندھ لیا ہو اور ابوقتادہؓ نے نہ باندھا ہو چونکہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے

جواب ۲ تمام صحابہ چونکہ عمرہ کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اس لئے احرام باندھنا ضروری تھا لیکن ابو قتادہ کی نیت مکہ جانے کی نہیں تھی اور احرام دخول مکہ کے لئے لازم ہے، طحاوی ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا قتادۃ علی الصدقۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابو قتادہ صدقہ پر مامور تھے مکہ جانا نہیں تھا اس لئے احرام باندھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۰۵۔ حدثنا عُبَیدُ اللّٰہِ بنِ موسیٰ عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن البراء قال تعدّون انتم الفتحَ فتح مکۃَ وقد کان فتح مکۃ فتحاً ونحن نعدّ الفتح بیعۃَ الرّضوانِ یوم الحدیبیۃ کنّا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع عشرۃ مائۃً والحدیبیۃ بئرٌ فنزحناھا فلم نترک قطرۃً فبلغ ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاھا فجلس علیٰ شفیرھا ثم دعا باناءٍ من ماءٍ فتوضأ ثم مضمض ودعا ثم صبّہ فیھا فترکناھا غیر بعیدٍ ثم انّھا اصدرتنا ما شئنا نحن ورکابنا۔

ترجمہ:۔ براء (بن عازبؓ) سے روایت ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو (یعنی آیت مبارکہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا میں) فتح سمجھتے ہو اور فتح مکہ تو بلاشبہ فتح تھی اور ہم غزوہ حدیبیہ کے بیعت رضوان کو حقیقی فتح سمجھتے تھے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے حدیبیہ ایک کنواں تھا ہم نے اس میں سے اتنا پانی کھینچا کہ ایک قطرہ پانی بھی نہیں رہا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی (کہ پانی ختم ہوگیا ہے اور لوگ اور جانور پیاسے ہیں) تو آپ کنویں پر تشریف لائے چنانچہ اس کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر پانی کا ایک برتن اٹھایا اور وضو کیا، پھر آپ نے کلی کی اور دعا کی پھر اس کو کنویں میں ڈال دیا سو ہم نے تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد جتنا ہم نے چاہا پیا اور اپنے سواروں کو پلایا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم الحدیبیۃ"

صلح حدیبیہ اور فتح مبین

شرائط صلح کے وقت سے آیت مبارکہ نازل ہونے تک اکثر صحابہ نے اس مصالحت کو ذلت آمیز سمجھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا جیسا کہ مصالحت والے واقعات نے بتایا کہ اشاعت اسلام اور تمام فتوحات اسلامی کی بنیاد اسی مصالحت پر ہے، یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعت اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی، اسلام نے جس اسوۂ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاقِ حسنہ کے جس مرتبہ عالیہ پر پہونچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہوسکتے تھے ہر وقت کے جنگ وجدال، قتل وقتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے، اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک ایک دوسرے سے ملے تو انہوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہونچ گئی ہے اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل اسلامی اخلاق وافعال سے متاثر ہوئے اور صرف دو برس

کے عرصہ میں اتنے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ بعثت سے لے کر سنہ تک انیس برس میں نہ ہوئے تھے چنانچہ حدیبیہ میں آنحضورؐ چودہ سو اصحاب کو ہمراہ لے کر نکلے تھے اور دو برس کے بعد فتح مکہ کے لئے دس ہزار کی جماعت لے کر نکلے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کی جنگ میں الجھی ہوئی تھی اس صلح کی وجہ سے مہمات عظیمہ کی طرف توجہ کا موقع ملا مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضور اقدس بادشاہان عالم کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش وقبائل کے اسلامی طاقت قیصر وکسریٰ جیسی عظیم الشان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہوگئی تھی۔

۱۸۶۔ حدثنی فضل بن یعقوب قال حدثنا الحسن بن محمد بن اعین ابو علی الحرانی قال حدثنا زھیر قال حدثنا ابو اسحاق قال انبأنا البراء بن عازب انھم کانوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ الفا واربع مائۃ او اکثر فنزلوا علی بئر فنزحوھا فاتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی البئر وقعد علی شفیرھا ثم قال ائتونی بدلو من مائھا فاتی بہ فبسق فدعا ثم قال دعوھا ساعۃ فارووا انفسھم ورکابھم حتی ارتحلوا۔

ترجمہ:۔ براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ آپ حضرات غزوہ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک ہزار چار سو کی تعداد یا اس سے بھی زیادہ تھے سو ایک کنویں پر (یعنی حدیبیہ پر) وہ لوگ اترے اور اس کا پانی کھینچا (یعنی سارا پانی کھینچ لیا کہ کچھ بھی باقی نہ رہا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضورؐ کنویں کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ ایک ڈول میں اس کنویں کا پانی لاؤ چنانچہ اس ڈول کو لایا گیا تو آپ نے منہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور دعا کی پھر فرمایا اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو (یعنی تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ) پھر سارے لشکر نے اپنے آپ کو اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا کوچ کرنے تک (یعنی جب تک قیام رہا سیراب ہوتے رہے)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ یوم الحدیبیۃ،،

یہ حدیث بھی حضرت براء بن عازبؓ کی ہے دوسری سند سے۔

۱۸۷۔ حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا ابن فضیل قال حدثنا حصین عن سالم عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منھا ثم اقبل الناس نحوہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالکم قالوا یارسول اللہ لیس عندنا ماء نتوضأ بہ ولا نشرب الا ما فی رکوتک قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور من بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضأنا فقلت لجابر کم کنتم یومئذ قال لو کنا مائۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ۔

ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے موقعہ پر لوگوں کو پیاس لگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل (پیالہ) تھا سو حضور نے اس سے وضو کیا پھر لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کی،

(یعنی صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے پانی کی شکایت لے کر) تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے تمہارا؟ (یعنی کیا بات ہے کیوں آئے ہو؟) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے نہ وضو کرنے کے لئے اور نہ پینے کے لئے سوائے اس پانی کے جو آپ کے چھاگل میں ہے۔

راوی نے بیان کیا کہ پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھا تو پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر ابلنے لگا۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم لوگوں نے پیا اور وضو بھی کیا میں نے جابرؓ سے دریافت کیا (سائل سالم ہیں) کہ آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے، انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا ویسے ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم الحدیبیۃ"

والحدیث فی البخاری صفحہ ۵۹۸ وقد مر فی باب علامات النبوۃ صفحہ ۵۰۵۔

اعتراض وجواب

بظاہر حضرت جابر کی حدیث کا حضرت براء بن عازب کی حدیث (یعنی حدیث ۱۸۶) سے تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے پیالے میں ہاتھ دیا تو دستِ مبارک کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی نکلنے لگا اور حضرت براء بن عازب کی حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ڈول میں کنویں سے پانی منگوا کر آپ نے دہن مبارک کا پانی ڈالا (یعنی کلی کی) تو پانی بہت ہوگیا۔

جواب ۱: تعدد واقعہ ہے یعنی کئی بار واقع ہوا ہے جیسا کہ کتاب الاشربہ میں مذکور ہے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں انگلیوں سے پانی نکلنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب عصر کی نماز کے لئے آپؐ نے وضو کا ارادہ فرمایا اور حضرت براء کی حدیث عام ضرورتوں کے لئے ہے۔

جواب ۲: یہ ہے کہ آپؐ نے جب وضو کیا تو انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوگیا اور تمام صحابہ کرام نے وضو کیا اور پیا، پھر آپؐ نے حکم دیا کہ چھاگل کے باقی ماندہ پانی کو کنویں میں ڈال دو، چنانچہ کنویں میں بہت پانی ہوگیا۔

۱۸۸۔ حدثنا الصلت بن محمد قال حدثنا یزید بن زریع عن سعید عن قتادۃ قلت لسعید بن المسیب بلغنی ان جابر بن عبد اللہ کان یقول کانوا اربع عشرۃ مائۃ فقال لی سعید حدثنی جابرؓ کانوا خمس عشرۃ مائۃ الذین بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ تابعہ ابوداؤد حدثنا قرۃ عن قتادۃ وتابعہ محمد بن بشار

ترجمہ:۔ قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جابر بن عبد اللہ فرماتے تھے کہ وہ لوگ چودہ سو تھے (یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر) اس پر سعید بن مسیّب نے مجھ سے بیان کیا کہ جابرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ لوگ پندرہ سو تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔

متابعت کی صلت بن محمد کی ابوداؤد طیالسی نے اس نے کہا کہ ہم سے قرّہ نے حدیث بیان کی قتادہ سے اور متابعت کی ہے اس کی محمد بن بشار نے۔

تشریحات
مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ یوم الحدیبیۃ

اعتراض وجواب
بظاہر اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں روایتوں کے اندر تعارض ہے خود حضرت جابرؓ کی دو روایتیں متعارض معلوم ہوتی ہیں ایک سعید بن مسیّب کی روایت عن جابر ہے کہ عمرہ حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے اور قتادہ کی روایت عن جابر ہی ہے کہ چودہ سو آدمی تھے نیز اس کے بعد متصلاً یعنی حدیث ۱۸۹ میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ کی روایت ہے کہ اصحاب شجرہ (یعنی اصحاب حدیبیہ) تیرہ سو آدمی تھے۔

جواب:۔ یہ ہے کہ اصل میں چودہ سو سے زیادہ تھے جیساکہ حدیث ۱۸۶ میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں او اکثر کا لفظ آیا ہے تو جس نے کسر کو پورا کر لیا اس نے پندرہ سو کہا اور جس نے کسر کو چھوڑ دیا صرف سیکڑہ کا اعتبار کیا اس نے چودہ سو کہا۔

اب رہ گیا معاملہ تیرہ سو کی روایت کا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے اپنے علم کے مطابق کہا اور جن کو زیادہ کا علم تھا انہوں نے زیادہ کی روایت کی اور قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت تیرہ سو تھے پھر کچھ لوگ آکر ملے تو چودہ سو ہوئے۔ اور پھر کچھ لوگ آکر ملے تو آخر میں تعداد پندرہ سو کی ہوگئی۔

۳ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مجاہدین کی تعداد چودہ سو تھی اور خدام اور عورتوں کو ملا کر تعداد پندرہ سو ہو جاتی تھی۔ واللہ اعلم۔

۱۸۹۔ حدثنا علیٌّ حدثنا سفیٰنُ قال عمروٌ سمعت جابرَ بنَ عبدِ اللہِ قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومَ الحُدَیبیۃِ انتم خیرُ اھلِ الارضِ وکنّا الفًا واربعَ مائۃٍ ولو کنت اُبصِرُ الیومَ لاَرَیتُکم مکانَ الشجرۃِ تابعَہ الاعمشُ سمعَ سالمًا سمعَ جابرًا الفًا واربعَ مائۃٍ وقال عُبَیدُ اللہِ بنُ معاذٍ حدثنا ابی حدثنا شعبۃُ عن عمرِو بنِ مرّۃَ حدثنی عبد اللہ بنُ ابی اوفیٰ کانَ اصحابُ الشجرۃِ الفًا وثلثَ مائۃٍ وکانت اسلمُ ثُمُنَ المھاجرین تابعہ محمد بن بشار حدثنا ابوداؤد حدثنا شعبۃ۔

جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر فرمایا کہ تم لوگ اہلِ زمین میں سب سے افضل ہو اور ہم لوگ چودہ سو تھے اگر آج میں دیکھتا ہوتا تو البتہ میں تم کو درخت کی جگہ دکھلاتا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

تابعہ الاعمش الخ سفیان (بن عیینہ) کی متابعت کی ہے اعمش نے، اس نے سالم سے سنا اور انہوں نے جابرؓ سے کہ چودہ سو تھے (یعنی غزوہ حدیبیہ میں صحابہ کرام چودہ سو تھے) امام بخاری نے اس متابعت کو پوری سند کے ساتھ کتاب الاشربہ میں لکھا ہے دیکھئے ص ۸۴۲ ۔

وقال عُبَيْدُ اللهِ بن معاذٍ الخ اور عبید اللہ بن معاذ نے بیان کیا ان سے ان کے والد معاذ نے حدیث بیان کی ان سے شعبہ نے حدیث بیان کی اُن سے عمرو بن مرۃ نے ان سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی (اسلمی) نے بیان کیا کہ اصحاب شجرہ (یعنی بیعت رضوان کرنے والے) تیرہ سو تھے، اور قبیلہ اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔

تابعه محمد بن بشار یعنی عبید اللہ بن معاذ کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے ان سے ابو داؤد نے حدیث بیان کی اور ان سے شعبہ نے۔

اصحاب شجرہ کی فضیلت

اس حدیث میں انتم خیر اهل الارض (تم لوگ اہل زمین میں سب سے افضل ہو) اصحاب شجرہ کی افضلیت پر صریح دلیل ہے، بلاشبہ اس وقت یعنی ۶ھ میں مسلمان اصحاب شجرہ کے علاوہ مدینہ اور مکہ وغیرہ میں موجود تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب شجرہ کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی، نیز مسلم شریف میں ام مبشر سے مرفوعاً روایت ہے کہ اصحاب شجرہ میں سے انشاء اللہ کوئی جہنم میں نہیں داخل ہوگا (مسلم صفحہ ۳۰۲)۔

اور بلاشبہ ان حضرات کا جنتی ہونا یقینی ہے جبکہ حق تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة (سورہ فتح)

رضائے الٰہی کا یہ اعلان اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ سب مرتے دم تک ایمان وعمل صالح پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تو علیم وخبیر ہے اگر کسی کے متعلق اس کو یہ علم ہو کہ یہ کسی وقت ایمان سے پھر جانے والا ہے تو اس سے اپنی رضا کا اعلان نہیں فرما سکتے۔

ابن عبد البر نے مقدمہ استیعاب میں اسی آیت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ ومن رضی اللہ عنه لم یسخط علیه ابداً یعنی اللہ جس سے راضی ہوجائے پھر اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔

شیعہ کا غلط استدلال

بعض شیعہ حضرات نے اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے حضرت عثمانؓ پر کیونکہ حضرت علیؓ تحت الشجرہ بیعت میں موجود تھے اس لئے انتم خیر اهل الارض کے مخاطب تھے بخلاف حضرت عثمانؓ کے کہ حضرت عثمان موجود نہیں تھے۔

لیکن شیعہ کا یہ استدلال غلط اور باطل ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو خود مکہ بھیجا تھا اس لئے حضورؐ نے حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی بلکہ یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمان کی تھی کہ حضورؐ نے اپنے ہی دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کرلی اور ارشاد فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔

پس بلاشبہ حضرت عثمان اصحاب شجرہ کے مصداق اور انتم خیر اهل الارض کے مخاطب تھے۔

۱۹۰۔ حدثنا ابراهيمُ بنُ موسیٰ قال اخبرنا عیسیٰ عن اسمٰعیلَ عن قیسٍ انه سمعَ مِرداسَ الاسلميَّ يقول وكان من اصحاب الشجرة يُقبضُ الصالحون الاوّلُ فالاوّلُ وَ تبقى حُفالةٌ كحُفالةِ التمرِ والشعيرِ لا يعبأ اللهُ بهم شيئاً۔

ترجمہ: قیس سے روایت ہے انہوں نے مرداس اسلمیؓ سے سنا اور آپ (مرداس اسلمیؓ) اصحاب شجرہ (یعنی شرکاء غزوہ حدیبیہ) میں سے تھے، آپ بیان کرتے تھے کہ نیک لوگ پہلے اٹھالئے جائیں گے پے در پے (یعنی صالحین کی روح قبض کی جائے گی جو زیادہ صالح ہوگا اس کی سب سے پہلے پھر جو اس کے بعد کے درجہ کا ہوگا وعلیٰ ھذا لقیاس) اور باقی رہ جائیں گے گھٹیا (رذیل و غلط کار) لوگ مانند ردی کھجور اور جو کے اللہ ان لوگوں کی کچھ پرواہ نہ کرے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قدر وقیمت نہ ہوگی)۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "وکان من اصحاب الشجرۃ"

مِرداس بکسر المیم وسکون الراء و فتح الدال ابن مالک الاسلمی الکوفی وحدیثہ ھذا موقوف۔ واوردہ البخاری فی الرقاق صفحہ ۹۵۲۔

الاوّل مرفوع بفعل محذوف تقدیرہ یذھب الاول وقولہ فالاول عطف علیہ حاصل المعنی یذھب الصالحون من وجہ الارض اوّلا فاولا۔ حُفالۃ بضم الحاء وبالفاء المخففۃ ای تبقیٰ علیٰ وجہ الارض بعد ذھاب الصالحین رذالۃ من الناس کردی التمر (عمدۃ القاری)

۱۹۱۔ حدثنا علیُّ بنُ عبد اللّٰہ قال حدثنا سفیٰنُ عن الزھریِّ عن عروۃَ عن مروانَ وَ المسوَرِ بنِ مخرمۃَ قالا خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عام الحُدیبیۃِ فی بضعَ عشرۃَ مائۃٌ من اصحابہ فلمّا کان بذِی الحُلیفۃِ قلّد الھدیَ واشعرَ واحرَمَ منھا لا احصِی کم سمعتہ من سفیانَ حتیٰ سمعتہ یقولُ لا احفظُ من الزھریّ الاشعارَ والتقلید فلا ادری یعنی موضعَ الاشعار والتقلید او الحدیث کلَّہٗ۔

ترجمہ:۔ مروان (بن الحکم) اور مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زیادہ صحابہ کو ہمراہ لے کر نکلے سو آپ جب ذوالحلیفہ پہونچے تو ھدی (قربانی کے جانور) کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

علی بن مدینی شیخ بخاری کہتے ہیں کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ اس حدیث کو سفیان سے کتنی بار سنا میں نے یہ حدیث سفیان سے بارہا سنی اور ایک مرتبہ یہ بھی سنا کہ آپ بیان کر رہے تھے کہ میں یاد نہیں رکھتا ہوں زہری سے اشعار اور تقلید کو، سو میں نہیں جانتا ہوں کہ اس سے ان کی مراد اشعار و تقلید کی جگہ ہے یا پوری حدیث۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "عام الحدیبیۃ"

والحدیث مضیٰ فی کتاب الحج ص ۲۲۹ تا ص ۲۳۰

الاشعارَ والتقلید معطوف علیہ اور معطوف دونوں منصوب ہیں لا احفظُ کے مفعول ہونے کی بناپر۔

۱۹۲۔ حدثنا الحسنُ بنُ خلفٍ قال حدثنا اسحٰق بنُ یوسفَ عن ابی بشرٍ ورقاءَ عن ابن ابی نجیحٍ عن مجاھدٍ قال حدثنی عبد الرحمٰن بنُ ابی لیلیٰ عن کعبِ بنِ عُجرۃَ انَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم راٰہٗ وقملہٗ یسقط علیٰ وجھہٖ فقال ایؤذیک ھوٓ

امك قال نعم فامر کارسول الله صلی الله علیه وسلم ان یحلق وهو بالحدیبیة لم یبین لهم انهم یحلون بها وهم علی طمع ان یدخلوا مكة فانزل الله الفدية فامره رسول الله صلی الله علیه وسلم ان يطعم فرقا بين ستة مساكين اويهدي شاة او يصوم ثلثة ايام۔

ترجمہ :۔ کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا کہ ان کی جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی ہیں تو آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تیرے سر کے کیڑے تجھ کو تکلیف دیتے ہیں اس نے (یعنی کعب بن عجرہ نے)، کہا ہاں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈانے کا حکم دیا دراں حالیکہ وہ حدیبیہ میں تھے (عمرہ کے لئے احرام باندھے ہوئے) اور ابھی آپ نے بیان نہیں کیا تھا ان (حضرات صحابہ) سے کہ وہ لوگ احرام سے حلال ہو جائیں گے بلکہ صحابہ کو تو یہ امید تھی کہ وہ لوگ مکہ میں داخل ہوں گے سو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا (یعنی احرام کی حالت میں سر منڈوانے وغیرہ پر) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (یعنی کعب بن عجرہ کو) حکم دیا کہ ایک فرق اناج چھ مسکینوں کو کھلا دیں یا ایک بکری کی قربانی کریں یا تین دن روزے رکھیں۔

تشریحات

مطابقته للترجمة في قوله وهو بالحديبية
والحديث قد مضى في الحج ص۲۴۴

فرق بفتح الفاء والراء ایک پیمانہ ہے سولہ رطل کا (عمدة القاری ص۱۷/۲۱)

۱۹۳ حدثنا اسمعيل بن عبد الله قال حدثني مالك عن زيد بن اسلم عن ابيه قال خرجت مع عمر بن الخطاب الى السوق فلحقت عمر امرأة شابة فقالت يا امير المؤمنين هلك زوجي وترك صبية صغارا والله ما ينضجون كراعا ولا لهم زرع ولا ضرع وخشيت ان تاكلهم الضبع وانا بنت خفاف بن ايماء الغفاري قد شهد ابي الحديبية مع النبي صلى الله عليه وسلم فوقف معها عمر ولم يمض ثم قال مرحبا بنسب قريب ثم انصرف الى بعير ظهير كان مربوطا في الدار فحمل عليه غرارتين ملأهما طعاما وحمل بينهما نفقة وثيابا ثم ناولها بخطامه ثم قال اقتاديه فلن يفنى حتى ياتيكم الله بخير فقال رجل يا امير المؤمنين اكثرت لها قال عمر ثكلتك امك والله اني لارى ابا هذه واخاها قد حاصرا حصنا زمانا فافتتحاه ثم اصبحنا نستفيئ سهمانهما فيه۔

ترجمہ :۔ اسلم سے روایت ہے کہ میں عمر فاروقؓ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا تو عمرؓ سے ایک جوان عورت نے ملاقات کی اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین میرا شوہر مر گیا اور چند چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑ گیا ہے، خدا کی قسم نہ ان کے پاس بکری کا پایہ ہے کہ پکالیں، نہ کھیتی ہے اور نہ دودھ والے جانور ہیں اور مجھے تو اس کا خطرہ ہے کہ ان کو کھا ڈالے قحط کا سال (یعنی قحط سالی وفقر وفاقہ کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں)، اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں اور بیشک

میرے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے تو دیہ سن کر) عمر فاروق اس عورت کے پاس رک گئے اور آگے نہیں بڑھے پھر فرمایا مرحبا نسب قریب کو (یعنی بشارت ہو تمہارا خاندانی تعلق تو بہت قریبی ہے) پھر ایک قوی اونٹ کی طرف مڑے جو گھر میں بندھا ہوا تھا سو اس پر دو بورے غلہ سے بھرے ہوئے رکھدیئے ان دونوں بوروں کے درمیان دوسری ضرورت کی چیزیں اور کپڑے رکھدیئے اور اس اونٹ کی نکیل اس کے ہاتھ میں تھما کر فرمایا اس کو کھینچ کرلے جاؤ سو یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو خیر دے گا (یعنی حضرت عمر نے وعدہ کیا کہ ختم ہونے پر اور دوں گا۔) تو ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین آپ نے اسے بہت دے دیا، عمرؓ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے خدا کی قسم اس عورت کے والد اور اس کے بھائی کو دیکھتا ہوں (یعنی گویا کہ میری نظروں کے سامنے ہیں) کہ ایک مدت تک ایک قلعہ کے محاصرے میں شریک ہیں اور پھر اس کو فتح کرلیا پھر ہم نے صبح کی اس حال میں کہ ان دونوں کے حصے اس (مال غنیمت میں سے طلب کر رہے تھے (یعنی تقسیم کر رہے تھے)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "وقد شھد الی الحدیبیۃ"

زید بن اسلم زید کے والد حضرت عمر بن الخطاب کے مولیٰ ہیں جن کو حضرت عمر نے ۱۱ھ میں مکہ میں خرید اتھا صبیۃ بکسر الصاد وسکون الباء صبیؔ کی جمع ہے۔ ماینضجون کراعا بضم الیاء وسکون النون وکسر الضاد بعد ہا جیم کراع بکری وغیرہ کا پایہ یعنی لا کراع لہم حتی ینضجونہ۔

ان تاکلھم الضبع بفتح الضاد وضم الباء وبالعین المھملۃ قحط کا سال اور نیز ضبع بجو کو بھی کہتے ہیں خفاف بن ایماء بضم الخاء المعجمۃ وتخفیف الفاء الاولیٰ ابن ایماء بکسر الھمزہ۔

صاحب خیر الجاری نے لکھا ہے کہ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوسکا اور اس کے خاوند اور اولاد کا نام معلوم ہوسکا ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا خاوند صحابی ہے اور یہ عورت صحابی کی بیٹی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ اس کا خاوند بھی صحابی ہو اس عورت کے باپ خفاف کا صحابی ہونا معلوم ومشہور ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ قال ابو عمر یقال لخفاف وابیہ وجدّہ صحبۃ یعنی خفاف اور اس کے باپ ایماء اور اس کا دادا رحضہ سب صحابی ہیں رضی اللہ عنہم، جیسے زید بن حارثہ کے باپ حارثہ اور بیٹا اسامہ پھر اسامہ کی اولاد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قد حاصرا حصنا ممکن ہے کہ قلعہ کا گھیرنا خیبر میں ہوا ہو۔

۱۹۴۔ حدثنی محمّدُ بنُ رافعٍ قال حدثنا شبابۃُ بنُ سوّارٍ ابو عمرٍو الفزاریُّ قالَ حدثنا شعبۃُ عن قتادۃَ عن سعیدِ بنِ المسیّبِ عن ابیہ قال لقد رأیتُ الشجرۃَ ثم اتیتھا بعدُ فلم اعرفھا قال محمودٌ ثم اُنسیتُھا بعدُ۔

ترجمہ:۔ مسیّب سے روایت ہے کہ میں نے وہ درخت دیکھا ہے (جس کے نیچے بیعت رضوان واقع ہوئی تھی) پھر اس کے بعد اس کے پاس آیا تو اسے نہیں پہچان سکا۔

محمود نے بیان کیا (یعنی محمود بن غیلان شیخ بخاری نے اپنی روایت میں بیان کیا) کہ پھر بعد میں میں اس درخت کو بھول گیا کہ کون ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ لقد رأیت الشجرۃ" لانہا کانت ہی الحدیبیہ۔

۱۹۵۔ حدثنا محمودٌ قال حدثنا عُبیدُ اللّٰہِ عن اسرائیلَ عن طارقِ بنِ عبدالرحمٰن قال انطلقتُ حاجًّا فمررتُ بقومٍ یُصلّون قلت ماھذا المسجد قالوا ھٰذہ الشجرۃ حیث بایع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیعۃَ الرضوانِ فاتیتُ سعیدَ بنَ المسیّبِ فاخبرتُہٗ فقال سعیدٌ حدثنی ابی انہ کان فیمن بایعَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ قال فلمّا خرجنا من العامِ المقبل نسیناھا فلم نقدر علیھا فقال سعیدٌ انّ اصحابَ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یعلموھا وعلمتموھا انتم فانتم اعلم۔

ترجمہ:۔ طارق بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں حج کے ارادے سے چلا سو میں ایسی جماعت کے پاس سے گذرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے پوچھا "یہ کون سی مسجد ہے ؟" ان لوگوں نے بتایا یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیّب کے پاس آیا اور میں نے ان کو اس کی اطلاع دی تو سعید نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد (مسیّب) نے حدیث بیان کی کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، مسیّب نے بیان کیا کہ پھر جب آئندہ سال ہم نکلے تو ہم اس درخت کو بھول گئے چنانچہ ہم تلاش کے باوجود اس جگہ کو معلوم نہ کر سکے' سعید بن مسیّب نے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اس درخت کا علم نہ ہوسکا اور تم لوگوں کو اس کا علم ہو گیا سو تم لوگ صحابہ سے زیادہ علم والے ہوئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "تحت الشجرۃ"

ماھذا المسجد مراد مسجد شجرہ ہے کیونکہ صحابہؓ نے اس درخت کے نیچے مسجد تعمیر کر لی تھی فانتم اعلم تم اصحاب سے زیادہ علم والے ہو یہ بطور تہکم تھا۔

۱۹۶۔ حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابوعوانۃَ قال حدثنا طارقٌ عن سعیدِ بنِ المسیّبِ عن ابیہ انہ کان ممّن بایعَ تحت الشجرۃِ فرجعنا الیھا العامَ المقبل فعمیت علینا۔

ترجمہ:۔ مسیّب سے روایت ہے اور وہ مسیّب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت (بیعۃ الرضوان) کی تھی پھر جب ہم آئندہ سال اس کی طرف پھرے تو ہم پر وہ درخت مخفی رہا (یعنی پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کون سا درخت تھا)

۱۹۷۔ حدثنا قبیصۃُ قال حدثنا سفیٰنُ عن طارقٍ ذُکرت عند سعیدِ بنِ المسیّبِ الشجرۃُ فضحِکَ فقال اخبرنی ابی وکان شھدَھا۔

ترجمہ:۔ طارق سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب کے پاس اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے اور فرمایا کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے اور وہ اس بیعت میں حاضر ہوئے تھے۔

تشریحات حاشیہ بخاری نے فتح الباری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سعید بن مسیب کا انکار ایسے شخص پر جو درخت کے پہچاننے کا خیال کرتا ہے اپنے باپ (مسیّب) کے قول پر اعتماد

کر کے کہ ان اصحاب نے دوسرے سال اس کو نہیں پہچانا"، اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیّب وغیرہ پر وہ درخت بالکلیہ مخفی رہا کیونکہ اسی بخاری مغازی کی حدیث ۱۰۹ میں جابرؓ کی روایت گذر چکی ہے کہ لو کنتُ ابصرُ الیوم لاریتکم مکانَ الشجرۃ" اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت جابر کو مقام شجرہ بالکل یاد تھا اور جب عرصہ دراز کے بعد آخر عمر میں صحابہ کو یاد تھا تو ظاہر ہے کہ صحابہ اس درخت کی جگہ کو جانتے تھے البتہ حضرت عمرؓ فاروق نے جب دیکھا کہ لوگ اس درخت کے پاس آتے ہیں تو نمازیں پڑھتے ہیں تو حضرت عمر لوگوں کو ڈرانے لگے اور اس درخت کو کٹوا دیا۔

۱۹۸۔ حدثنا آدمُ بنُ ابی ایاسٍ قال حدثنا شعبۃُ عن عمرِو بن مرّۃ قال سمعتُ عبد اللّٰہ بنَ ابی اوفیٰ وکان من اصحاب الشجرۃ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اتاہ قومٌ بصدقتِہٖ فقال اللّٰھمّ صلِّ علیھم فاتاہ ابی بصدقتِہٖ فقال اللّٰھمّ صلِّ علیٰ اٰلِ ابی اوفیٰ۔

ترجمہ:۔ عمرو بن مرّہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے سنا اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے (یعنی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے) عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ ان پر رحم فرما" چنانچہ میرے والد عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بھی اپنا صدقہ لے کر آئے تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی "اے اللہ آل ابی اوفیٰ پر اپنی رحمت نازل فرما"۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "کان من اصحاب الشجرۃ"، والحدیث مرّ فی الزکوٰۃ ص۲۰۳

۱۹۹۔ حدثنا اسمٰعیلُ عن اخیہِ عن سلیمٰنَ عن عمرِو بنِ یحییٰ عن عبّادِ بن تمیمٍ قال لمّا کان یومُ الحرّۃِ والناسُ یُبایعون لعبدِ اللّٰہِ بنِ حَنظلۃَ فقال ابنُ زیدٍ علیٰ مایُبایعُ ابنُ حَنظلۃَ الناسَ قیل لہ علی الموتِ قال لا اُبایعُ علیٰ ذالک احداً بعدَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان شھِدَ معہ الحُدیبیۃَ۔

ترجمہ:۔ عبّاد بن تمیم سے روایت ہے کہ حرّہ کی لڑائی کے موقع پر لوگ عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر (یزید کے خلاف) بیعت کر رہے تھے تو ابن زید (یعنی عبداللہ بن زیدؓ) نے پوچھا کہ ابن حنظلہ کس بات پر لوگوں کو بیعت کر رہے ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ موت پر، ابن زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی سے بھی موت پر بیعت نہیں کروں گا اور وہ (عبداللہ بن زید) حضورؐ کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں شریک تھے (جہاں حضورؐ سے صحابہ نے موت پر بیعت کی تھی، جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔)

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ وکانَ شھِدَ معہ الحُدَیبیۃ"، والحدیث قد مضیٰ فی الجہاد ص۴۱۵۔

یوم الحرّۃ بفتح الحاء المہملۃ وتشدید الراء وہی حرۃ المدینۃ، یعنی مدینہ کی پتھریلی زمین، یوم الحرۃ، حرّہ کی

لڑائی کا دن۔

واقعہ حرّہ یزید بن معاویہ کے دورِ خلافت میں ۶۳ھ میں اہل مکہ و مدینہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرلیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور تمام اموی عمال کو مدینہ سے نکال دیا۔

اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کرنے کے بعد عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا امیر بنایا اور مدینہ میں جو بنی امیہ مقیم تھے تمام امویوں کو نکال دیا جب شام میں یزید کو یہ خبر پہونچی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار فوج دے کر بھیجا اور ہدایت کردی کہ پہلے اہل مدینہ کو اطاعت کی دعوت دینا جب وہ انکار کریں اس وقت تلوار اٹھانا اور انہیں شکست دینے کے بعد تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔

ایک قول یہ ہے کہ دس ہزار گھوڑ سوار لشکر تھا تیسرا قول یہ ہے کہ ستائیس ہزار لشکر مسلم بن عقبہ کے ماتحت تھا جس میں بارہ ہزار گھوڑ سوار اور پندرہ ہزار پیدل لشکر تھا۔ (عمدۃ القاری)

اہل مدینہ نے اپنے لشکر کی چار جماعتیں کردیں اور سب سے بڑی جماعت کا امیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو مقرر کردیا چنانچہ تین روز خون ریز معرکہ ہوا، اہل مدینہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن حکومت کی کثیر فوج کا مقابلہ دشوار تھا اس لئے آخر میں بڑی فاش شکست کھائی۔ اس جنگ میں مہاجرین و انصار کے اکابر و اشراف تقریباً سات سو کام آئے جس میں عبداللہ بن حنظلہ، فضل بن عباس اور عبداللہ بن مطیع وغیرہ بھی قتل ہوئے اس کے علاوہ موالی اور عوام تقریباً دس ہزار قتل ہوئے۔ (عمدۃ القاری)

شکست دینے کے بعد شامی فوجیں تین دن تک مدینۃ الرسول کو لوٹتی اور قتلِ عام کرتی رہیں اور عورتوں کی آبرو ریزی کا یہ عالم تھا کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئیں۔ (عمدہ)

مدینہ کو تاراج کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ ابن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ روانہ ہوگیا لیکن مکہ پہونچنے سے پہلے ہی اس کا وقت آگیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قاتلینِ حسین کو چن چن کر قتل کروایا بالخصوص شمر ذی الجوشن اور عبیداللہ بن زیاد وغیرہ۔

بالآخر عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھ جمادی الثانی ۷۳ھ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۲۰۰۔ حدثنی یحیی بن یعلی المحاربیؒ قال حدثنی ابی قال حدثنا ایاس بن سلمۃ بن الاکوع قال حدثنی ابی وکان من اصحاب الشجرۃ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعۃ ثم ننصرف ولیس للحیطان ظل یستظل فیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور پھر واپس ہوتے حالانکہ دیواروں کا سایہ اتنا بھی نہ ہوتا کہ اس کا سایہ حاصل کیا جاسکے۔

تشریحات:۔ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "وکان من اصحاب الشجرۃ"

اس حدیث کی تخریج مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

یحیی بن یعلی بفتح الیاء وسکون العین وفتح اللام وبالقصر۔ ایاس بکسر الہمزہ وتخفیف الیاء۔

اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا جو لوگ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز جائز کہتے ہیں مگر استدلال اس لئے درست نہیں ہے کہ اس حدیث میں مقید سایہ کی نفی ہے کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ انسان بیٹھ کر سایہ حاصل کرے۔ اور ظاہر ہے کہ اتنا سایہ ایک مثل پر ہوگا تو ایک مثل کی نفی سے مطلق وجود سایہ کی نفی پر استدلال غلط ہے تفصیلی بحث کے لئے کتاب الجمعہ کا انتظار و دعا فرمایئے۔

۲۰۱۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا حاتم عن یزید بن ابی عُبید قال قلت لسلمۃ بن الاکوع علی ای شیئ بایعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ قال علی الموت۔

ترجمہ:۔ یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا کہ آپ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا موت پر۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "یوم الحدیبیۃ"

بیعت علی الموت سے مراد عدم فرار ہے یعنی مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

۲۰۲۔ حدثنی احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب فقلت طوبیٰ لک صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ۔

ترجمہ:۔ مسیب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آنحضرتؐ سے شجرہ کے نیچے بیعت کی تو انہوں نے فرمایا اے بھتیجے تمہیں معلوم نہیں جو ہم نے آپ کے بعد نئی چیزیں نکالیں۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ تحت الشجرۃ

طوبیٰ لک ای عیشاً لک یعنی مبارکباد، خوش ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ ما احدثنا بعدہ حضرت براء بن عازب نے یا تو کسر نفسی اور تواضع کے طور پر فرمایا یا اس جملہ سے مسلمانوں کے باہمی فتنہ کی طرف اشارہ ہے (حاشیہ بخاری ص ۵۹۹)

۲۰۳۔ حدثنا اسحٰق قال حدثنا یحیی بن صالح قال حدثنا معاویۃ ھو ابن سلام عن یحیی عن ابی قلابۃ ان ثابت بن الضحاک اخبرہ انہ بایع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرۃ۔

ترجمہ:۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شجرہ کے نیچے بیعت کی تھی۔

تشریحات:۔ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "تحت الشجرۃ"

معاویۃ بن سلّام بتشدید اللام قِلابہ بکسر القاف۔

۲۰۴- حدثنی احمد بن اسحاق قال حدثنا عثمان بن عمر قال اخبرنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالکؓ انّا فتحنا لک فتحاً مّبینا قال الحدیبیۃ قال اصحابہ هنیئاً مریئاً فما لنا فانزل اللّٰہ لِیُدخِلَ المؤمنین والمؤمنات جنّات قال شعبۃ فقدمت الکوفۃ فحدّثت بھذا کلّہ عن قتادۃ ثم رجعت فذکرت لہ فقال امّا انّا فتحنا لک فعن انس واما هنیئاً مریئاً فعن عکرمۃ۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ (آیت مبارکہ) انا فتحنا لک فتحا مّبینا (بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی) کی تفسیر میں فرمایا کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے آپ کے اصحاب نے عرض کیا آپ کو مبارک باد و بشارت ہو مغفرت کی (یعنی آیت لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں کہ آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف ہو چکی ہیں، پس ہمارے لئے کیا ہے (یعنی اس فتح میں ہمارے لئے کیا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لِیُدخِلَ المومنین الخ (تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کرے مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو جنت میں) الخ، شعبہ نے بیان کیا کہ پھر میں کوفہ آیا اور میں نے یہ حدیث قتادہ کے واسطہ سے بیان کی پھر میں واپس لوٹا (یعنی کوفہ سے لوٹ کر دوبارہ قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تفسیر تو انسؓ سے ہے اور اس کے بعد ھنیئا مریئا یہ تفسیر عکرمہ سے منقول ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "الحدیبیۃ"

اور حدیث اس مغازی صـ۶۰۰ کے علاوہ صـ۷۱۶

۲۰۵- حدثنا عبداللّٰہ بن محمّد قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا اسرائیل عن مجزأۃ بن زاھر الاسلمیّ عن ابیہ وکان ممّن شھد الشجرۃ قال انّی لأوقد تحت القدر بلحوم الحمر اذ نادیٰ منادی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینھاکم عن لحوم الحمر وعن مجزأۃ عن رجل منھم من اصحاب الشجرۃ اسمہ اُھبان بن اوس وکان اشتکیٰ رکبتہ فکان اذا سجد جعل تحت رکبتہ وسادۃ۔

زاھر اسلمی سے روایت ہے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعۃ شجرہ (بیعۃ رضوان) میں شریک تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ میں ایک ہانڈی کے اندر گدھے کا گوشت ابال رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ اور مجزأۃ سے روایت ہے اور اس نے اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے جو اصحاب شجرہ میں سے تھے ان کا نام اھبان بن اوس تھا اور ان کے ایک گھٹنہ میں تکلیف تھی سو جب وہ سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹنہ کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "ممن شھد الشجرۃ"

اھبان بن اوس بضم الھمزہ وسکون الھاء وبالباء الموحدہ والنون وھو صحابی ممن شہد الشجرہ۔

لحوم حمر کی حرمت کا اعلان غزوۂ خیبر میں ہوا تھا جیسا کہ مفصل بیان غزوۂ خیبر میں آرہا ہے یہاں تو امام بخاری نے اس حدیث کو صرف اس وجہ سے لکھا ہے کہ من شہد الشجرہ۔

۲۰۶ حدثنی محمدُ بنُ بشّارٍ قال حدثنا ابنُ ابی عدیٍّ عن شعبةَ عن یحیی بن سعیدٍ عن بُشَیرِ بنِ یسارٍ عن سویدِ بنِ النعمانِ وکان من اصحاب الشجرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم واصحابُه اُتُوا بسَوِیقٍ فلاکوه تابعَه معاذٌ عن شعبةَ۔

ترجمہ:۔ سوید بن نعمانؓ سے روایت ہے اور آپ اصحاب شجرہ میں سے تھے کہ آپؐ اور آپ کے اصحاب ستو لائے گئے تو ان حضرات نے اس کو کھایا۔

ابن ابی عدی کی متابعت معاذ نے شعبہ کے حوالہ سے کی ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "وکان من اصحاب الشجرۃ"

یہ حدیث اس مغازی ص۶۰۰ کے علاوہ طہارت ص۳۴ میں گذر چکی ہے۔

لاکوہ من اللوک وھو مضغ الشیٔ وادارتہ فی الفم

تفصیلی بحث غزوۂ خیبر میں آئے گی انشاء اللہ۔

۲۰۷ حدثنا محمدُ بنُ حاتمِ بنِ بزیعٍ قال حدثنا شاذانُ عن شعبةَ عن ابی جمرةَ قال سألتُ عائذَ بنَ عمروٍ وکان من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم من اصحاب الشجرةِ هل یُنقَضُ الوترُ قال اذا اوترتَ من اوّلِه فلا توتر من آخرِہ۔

ترجمہ:۔ ابو جمرہ نے بیان کیا کہ میں نے عائذ بن عمرو سے پوچھا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اصحاب شجرہ میں سے تھے (یعنی بیعت رضوان کے شریک تھے) کہ کیا وتر توڑا جاتا ہے (یعنی کیا وتر کی نماز دوبارہ پڑھی جاتی ہے؟) انہوں نے فرمایا کہ اگر شروع رات میں وتر پڑھ لی ہے تو آخر رات (یعنی تہجد کے بعد) وتر نہ پڑھو۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ من اصحاب الشجرۃ

ابی جمرۃ بالجیم والراء واسمہ نصر بن عمران الضبعی۔ عائذ بالذال المعجمۃ ابن عمرو بفتح العین عائذ بن عمرو صحابی ای ینقض الوتر علی صیغۃ المجہول والوتر مرفوع بہ۔

صورت مسئلہ:۔ اگر کسی نے عشاء کی نماز کے بعد اول رات میں وتر پڑھ لی پھر سو کر تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوا تو کیا ایک رکعت پڑھ کر وتر کو چار رکعت بنا کر وتر توڑ دے گا جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے۔ اس روایت کی وجہ سے اجعلوا اٰخر صلوٰتکم باللیل وترا (رات کی نماز میں آخری نماز کو وتر بنالو۔

احناف کا مذہب حدیث شریف کے مطابق ہے کہ جس نے اول رات وتر کی نماز پڑھ لی ہے اس کو تہجد کے بعد دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے یہی ابن عباسؓ وغیرہ سے ثابت ہے نیز حضرات شوافع و مالکیہ کا

بھی یہی مسلک ہے (فتح، عمدہ)

اس کی تفصیلی بحث کے لئے کتاب الصلوٰۃ باب الوتر کا مطالعہ فرمایئے۔

۲۰۸۔ حدثنی عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسیر فی بعض اسفارہ وعمر بن الخطاب یسیر معہ لیلاً فسألہ عمر بن الخطاب عن شیئ فلم یجبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبہ وقال عمر بن الخطاب ثکلتک امک یا عمر نذرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث مرات کل ذالک لا یجیبک قال عمر فحرکت بعیری ثم تقدمت امام المسلمین وخشیت ان ینزل فی قرآن فما نشبت ان سمعت صارخا یصرخ بی قال فقلت لقد خشیت ان یکون قد نزل فی قرآن وجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ فقال لقد انزلت علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الی مما طلعت علیہ الشمس ثم قرأ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

ترجمہ:۔ اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض سفر (یعنی سفر حدیبیہ) میں رات کو چل رہے تھے اور آپ کے ساتھ عمر بن خطابؓ بھی سفر کر رہے تھے، سو عمرؓ نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر عمرؓ نے پوچھا، پھر آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر انہوں نے پوچھا اور آپؐ نے کوئی جواب ان کو نہیں دیا۔ عمر بن خطاب نے (اپنے دل میں) کہا اے عمر تیری ماں تجھے روئے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ اصرار کیا (یعنی بار بار سوال کیا جو آپؐ کو پسند نہیں تھا) حضورؐ نے تمہیں کوئی جواب نہیں دیا، عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی اور میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا مجھے ڈر تھا کہ میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہو جائے سو مجھ کو کچھ دیر نہ ہوئی کہ ایک پکارنے والا مجھے آواز دے رہا تھا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا (یعنی دل میں سوچا) کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہو جائے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آنحضورؐ نے فرمایا کہ رات مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور وہ مجھے اس تمام کائنات سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپؐ نے تلاوت فرمائی انا فتحنا لک فتحا مبینا بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ انا فتحنا لک فتحا مبینا نیز فی بعض اسفارہ سے سفر حدیبیہ مراد ہے۔

والحدیث فی البخاری فی المغازی ص۶۰۰ وفی التفسیر ص۷۱۱، وفی فضائل القرآن ص۷۴۹

فما نشبت ای فما لبثت تفصیل کے لئے باب غزوۃ الحدیبیۃ کا عنوان "فتح مبین" ملاحظہ فرمایئے

۲۰۹۔ حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفیان قال سمعت الزہری حین حدث ھذا الحدیث حفظت بعضہ وثبتنی معمر عن عروۃ بن الزبیر عن المسور بن

مخرمةَ ومروانَ بن الحكم يزيد احدهما على صاحبه قالا خرج النبي صلى الله عليه وسلم عامَ الحديبيةِ في بضعَ عشرة مائةٍ من اصحابه فلما اتى ذا الحليفةِ قلّد الهدىَ واشعره واحرمَ منها بعمرةٍ وبعث عيناً له من خزاعةَ وسار النبي صلى الله عليه وسلم حتى اذا كان بغديرِ الاشطاطِ اتاهُ عينه قال ان قريشاً جمعوا لك جموعاً وقد جمعوا لك الاحابيشَ الاشطاط وهم مقاتلوك وصادوك عن البيتِ ومانعوكَ فقال اشيروا ايها الناس عليّ اترون ان اميل الى عيالهم وذراريّ هؤلاءِ الذين يريدون ان يصدونا عن البيتِ فان يأتونا كان الله قد قطعَ عيناً من المشركينَ والا تركناهم محروبين قال ابوبكر يارسول الله خرجت عامداً لهذا البيتِ لا تريد قتلَ احدٍ ولا حربَ احدٍ فتوجّه له فمن صدّنا عنه قاتلناه قال امضوا على اسمِ اللهِ۔

ترجمہ:۔ ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ سفیان (بن عیینہ) نے کہا جب زہری نے یہ حدیث بیان کی تو میں نے زہری سے سنا لیکن مجھے اس کا بعض حصہ ہی یاد رہا پھر معمر (بن راشد) نے (زہری سے سنی ہوئی حدیث کو) مجھے یاد کرادیا عروہ بن زبیر سے اور عروہ نے مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے دونوں راوی اپنی روایتوں میں کچھ اضافہ کے ساتھ حدیث بیان کرتے تھے دونوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زائد صحابہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے جب آپ ذوالحلیفہ پہونچے تو آپ نے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا اور نشان لگایا اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک صحابی کو جاسوسی کے لئے بھیجا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ غدیر الاشطاط (ایک جگہ کا نام) پہونچے، تو آپ کے جاسوس بھی خبریں لے کر آگئے انہوں نے بتایا کہ قریش نے آپ کے مقابلہ کے لئے بہت فوجیں جمع کی ہیں۔ اور مختلف قبائل کو جمع کیا ہے اور وہ لوگ آپ سے جنگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور آپ کو بیت اللہ (عمرہ) سے روکیں گے، اس پر آنحضور نے صحابہ سے فرمایا لوگو مجھے مشورہ دو کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ میں ان کی عورتوں اور بچوں کی طرف جھک پڑوں (حملہ کردوں) جو ہم کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں پھر اگر وہ ہمارے پاس آئیے (مقابلہ کرنے کے لئے) تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے ہمارے جاسوس کو محفوظ رکھا ہے (یعنی ہماری بھی حفاظت فرمائے گا) اور اگر وہ ہمارے مقابلہ پر نہیں آئے تو ہم انہیں شکست خوردہ قوم کرکے چھوڑدیں گے، ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہ آپ تو محض بیت اللہ کے ارادے سے آئے ہیں آپ کا ارادہ نہ کسی کو قتل کرنے کا تھا اور نہ کسی سے لڑائی کا۔ اس لئے آپ بیت اللہ تشریف لے چلئے پھر اگر کوئی ہمیں بیت اللہ سے روکے گا تو ہم اس سے قتال کریں گے آنحضور نے فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔

(چنانچہ آنحضرتؐ مع صحابہ چلے اور کافروں نے روکا پھر مصالحت کرکے اس سال ۶ھ میں مدینہ واپس آگئے اور حسب شرط آئندہ سال ۷ھ میں تشریف لاکر عمرہ قضا کیا۔)

تشریحات

مطابقة للترجمة ظاهرة في قوله عامَ الحديبية،

والحديث في البخاري مغازي ص۶۰۰ ومضى في كتاب الشروط مفصلا ومطولا ص۳۷۵ تا ص۳۸۱۔

تفصیل کے لئے باب غزوۃ الحدیبیہ ملاحظہ فرمائیے۔

۲۱۰۔ حدثنا اسحٰق قال اخبرنا یعقوب قال حدثنی ابن اخی ابن شھاب عن عمہ اخبرنی عروۃ بن الزبیر انہ سمع مروان والحکم والمسور بن مخرمۃ یخبران خبرا من خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ الحدیبیۃ فکان فیما اخبرنی عروۃ عنھما انہ لما کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سھیل بن عمرو یوم الحدیبیۃ علی قضیۃ المدۃ وکان فیما اشترط سھیل بن عمرو انہ قال لا یاتیک منا احد وان کان علی دینک الا رددتہ الینا وخلیت بیننا وبینہ وابی سھیل ان یقاضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی ذالک فکرہ المؤمنون ذالک وامتعضوا فتکلموا فیہ فلما ابی سھیل ان یقاضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی ذالک کاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا جندل بن سھیل یومئذ الی ابیہ سھیل بن عمرو ولم یات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد من الرجال الا ردہ فی تلک المدۃ وان کان مسلما وجاءت المؤمنات مھاجرات فکانت ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط ممن خرج الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی عاتق فجاء اھلھا یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجعھا الیھم حتی انزل اللہ تعالیٰ فی المؤمنات ما انزل قال ابن شھاب واخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمتحن من ھاجر من المؤمنات بھذہ الآیۃ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک وعن عمہ قال بلغنا حین امر اللہ رسولہ ان یرد الی المشرکین ما انفقوا علی من ھاجر من ازواجھم وبلغنا ان ابا بصیر فذکرہ بطولہ۔

ترجمہ :- ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں (عروہ بن زبیر) نے سنا مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ سے دونوں بیان کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر عمرہ حدیبیہ کے بارے میں اور تھا اس میں جو مجھ سے عروہ نے بیان کیا ان دونوں سے یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہیل بن عمرو (نمائندہ قریش) سے ایک معینہ مدت پر حدیبیہ کے دن صلح نامہ لکھ رہے تھے اور اس میں سہیل نے یہ شرط رکھی، کہ آپ کے پاس اگر ہمارا کوئی آدمی آجائے تو اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اس کو ہماری طرف لوٹا دیں اور ہمارے اور اس کے درمیان چھوڑ دیں (یعنی آپ مانع نہ ہوں) سہیل اڑ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شرط پر مصالحت کریں اور مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور غضب ناک ہو گئے چنانچہ انہوں نے اس میں کلام کیا پھر جب سہیل نے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرے اس شرط کے بغیر تو حضور نے اس شرط کو لکھا (یعنی قبول کر لیا اور تحریر کر دی) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل بن سہیل کو اسی دن اس کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا (یعنی شرط کے مطابق) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مکہ سے فرار ہو کر) مردوں میں سے جو بھی آتا آپ

اسے واپس کر دیتے اگرچہ وہ مسلمان ہوتا (یعنی شرط کے مطابق کافروں کے حوالے کر دیتے) اس مدت میں کچھ خواتین بھی ہجرت کر کے آئیں چنانچہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھیں اور وہ (ام کلثوم) اس وقت نوجوان تھیں، سو ان کے گھر والے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے لگے کہ اس کو واپس کر دیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومن خواتین کے بارے میں وہ آیت نازل کی جو شرط کے مناسب تھی۔ ابن شہاب نے بیان کیا اور مجھ سے عروہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات الخ کے نازل ہونے کی وجہ سے ہجرت کر کے آنے والی مومنات کو آزماتے تھے اور ان کے چچا (ابن شہاب) سے روایت ہے کہ ہمیں وہ حکم بھی معلوم ہے جب اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جو مسلمان خواتین ہجرت کر کے چلی آئی ہیں ان کے شوہروں کو وہ واپس کر دیں جو ان لوگوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کر دیا ہے (یعنی جو انہوں نے مہر دیا ہے ان کو واپس کر دیں) اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابو بصیر، پھر انہوں نے تفصیل کے ساتھ حدیث بیان کی۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ یوم الحدیبیۃ۔

یہ حدیث مذکور کی دوسری سند ہے اور اسحاق سے مراد اسحاق بن راہویہ امام بخاری کے شیخ ہیں۔

ابن اخی ابن شہاب اسمہ محمد بن عبد اللہ بن مسلم بن شہاب وعمہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔

پوری تشریح کے لئے غزوہ حدیبیہ ملاحظہ فرمایئے۔

۲۱۱۔ حدثنا قتیبۃ عن مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر خرج معتمرا فی الفتنۃ فقال ان صددت عن البیت صنعنا کما صنعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھل بعمرۃ من اجل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اھل بعمرۃ عام الحدیبیۃ۔

ترجمہ:۔ نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ فتنہ کے زمانے (یعنی حجاج کے زمانہ میں جب کہ حجاج بن یوسف حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ آیا تھا) میں عمرے کے ارادے سے نکلے تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر میں بیت اللہ سے روکا گیا تو ہم وہی کریں گے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا چنانچہ آپ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ عام الحدیبیۃ

والحدیث فی البخاری ص۲۱۰ ایضا ص۲۴۳

عبد الملک بن مروان کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی کو ۷۱ھ میں ایک بڑی فوج دے کر مکہ بھیجا گیا تھا، یہاں فتنہ سے مراد یہی زمانہ ہے بالآخر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو ۷۳ھ میں اس ظالم حجاج نے شہید کر دیا۔

۲۱۲۔ حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر انہ اھل وقال ان حیل بینی وبینہ لفعلت کما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین حالت کفار

قریش بینہ وتلا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

ترجمہ:- نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے احرام باندھا (عمرہ کا)، اور فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوئی تو البتہ میں وہی کروں گا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا جبکہ کفار قریش نے آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈالی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

تشریحات حدیث مذکور کی دوسری سند ہے۔ مطابقت ماخوذ ہوگی حالت کفار قریش بینہ سے کیونکہ یہ رکاوٹ حدیبیہ میں پیش آئی تھی۔

والحدیث مرفی الحج ص۲۴۳

۲۱۳- حدثنا عبد اللہ بن محمد بن اسماء قال حدثنا جویریۃ عن نافع ان عبید اللہ بن عبد اللہ وسالم بن عبد اللہ اخبراہ انہما کلما عبد اللہ بن عمر ح وحدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا جویریۃ عن نافع ان بعض بنی عبد اللہ قال لہ لو اقمت العام فانی اخاف ان لا تصل الی البیت قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحال کفار قریش دون البیت فنحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھدایاہ وحلق وقصر اصحابہ اشھدکم انی اوجبت عمرۃ فان خلی بینی وبین البیت طفت وان حیل بینی وبین البیت صنعت کما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسار ساعۃ ثم قال ما اری شانہما الا واحدا اشھدکم انی قد اوجبت حجۃ مع عمرتی فطاف طوافا واحدا وسعیا واحدا حتی حل منہما جمیعا۔

ترجمہ:- نافع سے روایت ہے ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں حضرات نے عبد اللہ بن عمر سے گفت گو کی، ح دوسری سند نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر کے کسی صاحبزادے نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جاتے (یعنی عمرہ کرنے نہ جاتے) تو بہتر ہوتا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہونچ سکیں گے، ابن عمرؓ نے کہا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے (یعنی عمرے کے ارادے سے) تو کفار قریش نے بیت اللہ کے قریب (مقبل) روک دیا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے جانور وہیں ذبح کر دیئے اور سر کے بال منڈوائے اور آپ کے اصحاب نے بھی بال کتروائے اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر ایک عمرہ واجب کر لیا ہے سو اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ چھوڑ دیا گیا (یعنی اگر مجھ کو بیت اللہ تک جانے دیا گیا) تو میں طواف کر لوں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ ڈالی گئی (یعنی مجھے نہ جانے دیا گیا) تو میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر کچھ دیر چلے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں (حج وعمرہ) کا حال ایک ہی طرح ہے (یعنی ان میں سے کسی کے بھی احرام باندھنے کے بعد اگر اس کی ادائیگی سے روک دیا جائے تو اس سے حلال ہونا جائز ہوتا ہے)، میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ کے ساتھ حج کو بھی واجب کر لیا ہے پھر آپ نے ایک طواف کیا اور ایک سعی کی یہاں تک کہ دونوں سے حلال ہوئے۔

تشریحات مطابقة للترجمة توخذ من قوله فنحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھدایاہ الخ کیونکہ یہ واقعہ حدیبیہ ہی کا ہے۔

تفصیل کے لئے کتاب الحج صـ۲۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔

۲۱۴۔ حدثنی شجاع بن الولید سمع النضر بن محمد قال حدثنا صخر عن نافع قال ان الناس یتحدثون ان ابن عمر اسلم قبل عمر ولیس کذالک ولکن عمر یوم الحدیبیۃ ارسل عبد اللہ الی فرس لہ عند رجل من الانصار یأتی بہ لیقاتل علیہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع عند الشجرۃ وعمر لا یدری بذالک فبایعہ عبد اللہ ثم ذھب الی الفرس فجاء بہ الی عمر وعمر یستلئم للقتال فاخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع تحت الشجرۃ قال فانطلق فذھب معہ حتی بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی التی یتحدث الناس ان ابن عمر اسلم قبل عمر وقال ھشام بن عمار حدثنا الولید بن مسلم حدثنا عمر بن محمد العمری اخبرنی نافع عن ابن عمر ان الناس کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ تفرقوا فی ظلال الشجر فاذا الناس محدقون بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عبد اللہ انظر ماشان الناس قد احدقوا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجدھم یبایعون فبایع ثم رجع الی عمر فخرج فبایع۔

ترجمہ:۔ نافع سے روایت ہے کہ لوگ چرچا کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے حالانکہ ایسا نہیں ہے لیکن حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے روز عبد اللہ بن عمر کو اپنا گھوڑا لانے کے لئے بھیجا جو ایک انصاری صحابی کے پاس تھا تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر کو ابھی اس کی اطلاع نہیں ہوئی سو عبد اللہ نے حضور سے بیعت کی پھر گھوڑے کے پاس جا کر اس گھوڑے کو عمر کے پاس لایا اور حضرت عمرؓ اس وقت جنگ کے لئے زرہ پہن رہے تھے تو عبد اللہ نے حضرت عمر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں پھر عمرؓ چلے اور عبد اللہ آپ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پس اتنی سی بات تھی جس کا لوگ چرچا کرتے ہیں کہ عمرؓ سے پہلے ابن عمر اسلام لائے تھے۔ اور ہشام بن عمار نے بیان کیا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی ولید نے کہا کہ ہم سے عمر بن محمد عمری نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا ابن عمرؓ سے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مختلف درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے تھے پھر اچانک میں نے دیکھا کہ بہت سے صحابہ حضور کے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے ہیں تو عبد اللہ نے دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں چنانچہ خود بیعت کی پھر عمرؓ کے پاس لوٹ کر آئے (یعنی خبر دی) تو عمر گئے اور بیعت کی۔

تشریحات مطابقة للترجمة فی قولہ "یوم الحدیبیۃ"

وعمر یستلئم الواو فیہ للحال ومعنی یستلئم یلبس الدرع۔

بظاہر یہ حدیث معارض ہے حدیث سابق کے، تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کو گھوڑا لانے کا حکم دیا، پھر دیکھا کہ حضور اقدس کے پاس صحابہ جمع ہو رہے ہیں تو فرمایا کہ دیکھو تو صحابہ کیوں جمع ہیں تو ابن عمر نے پہلے صحابہ کے اجتماع کو معلوم کیا اور دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں اس لئے خود بھی شریک بیعت ہو گئے اس کے بعد گھوڑے کے پاس جاکر گھوڑا لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی پھر حضرت عمرؓ گئے اور بیعت کی۔

۲۱۵۔ حدثنا ابن نمیر قال حدثنا یعلیٰ قال حدثنا اسمٰعیل سمعت عبد اللّٰہ بن ابی اوفیٰ کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین اعتمر فطاف وطفنا معہ وصلی وصلینا معہ وسعیٰ بین الصفا والمروۃ فکنا نسترہ من اھل مکۃ لا یصیبہ احد بشیءٍ۔

ترجمہ:۔ عبد اللّٰہ بن ابی اوفیٰؓ کا بیان ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب حضور نے عمرہ (عمرۃ القضاء ۷ھ میں) کیا، سو آپ نے طواف کیا آنحضورؐ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے صفا و مروہ کی سعی کی تو ہم اہل مکہ سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کوئی آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچا سکے۔

تشریحات اس حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ عمرۃ الحدیبیہ میں تحت الشجرہ بیعت میں شریک تھے، نیز عمرۂ قضاء میں بھی شریک تھے۔

اور حدیث اس مغازی ص۲۱۰ کے علاوہ ص۲۴۱ میں گذر چکی ہے۔

۲۱۶۔ حدثنا الحسن بن اسحاق قال حدثنا محمد بن سابق قال حدثنا مالک بن مغول قال سمعت ابا حصین قال قال ابو وائل لما قدم سھل بن حنیف من صفین اتینا نستخبرہ فقال اتھموا الرای فلقد رایتنی یوم ابی جندل ولو استطیع ان ارد علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امرہ لرددت واللّٰہ ورسولہ اعلم وما وضعنا اسیافنا علیٰ عواتقنا لامر یفظعنا الا اسھلن بنا الیٰ امر نعرفہ قبل ھذا الامر ما نسد منھا خصما الا انفجر علینا خصم ما ندری کیف نأتی لہ۔

ترجمہ:۔ ابو وائل نے بیان کیا کہ جب سہل بن حنیف جنگ صفین (صفین عراق اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، جہاں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی) سے واپس آئے تو ہم ان کے پاس پہونچے تاکہ ان سے حالات معلوم کریں تو سہل بن حنیف نے کہا اپنی رائے پر عیب رکھو (یعنی اپنی رائے اور فکر پر اعتماد نہ کرو بلکہ متہم سمجھو) بلاشبہ میں یوم ابو جندل (صلح حدیبیہ) میں موجود تھا (یعنی میں نے دیکھا کہ ابو جندل پابہ زنجیر کسی طرح مسلمانوں کے پاس پہونچ گئے۔ مگر آنحضورؐ نے اس کو عہد و پیمان کے مطابق کافروں کے حوالے کر دیا اس وقت میری رائے یہی تھی کہ کافروں کے حوالے نہ کرکے جنگ کی جائے) اگر رسول اللہؐ کے حکم کو ماننے سے انکار ممکن ہوتا تو میں ضرور اس دن حکم کی خلاف ورزی کرتا (یعنی قریش سے جنگ کرتا) اور اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں جب ہم نے کسی مشکل کام کے لئے اپنی تلواروں کو اپنے کاندھوں پر رکھا (جنگ کے لئے) تو تلواروں نے ہمارے کام کو آسان کر دیا (یعنی مشکل حل کر دی) ہم اس کو جانتے تھے اس سے پہلے (یعنی مسلمانوں میں جب اتفاق تھا تو تلواروں سے مشکلات حل ہوتی تھیں لیکن یہ معاملہ جنگ صفین پہلے کے تمام

معاملات سے مختلف ہے) اس میں تو ہم فتنہ کے ایک کنارے کو ٹھیک کرتے ہیں تو دوسرا بگڑ جاتا ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ کیا تدبیر کریں (یعنی یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا؟)

تشریحات مطابقت حدیث :- ابوجندلؓ کا حضور اقدس ﷺ کے پاس آنا اور پھر ابوجندل کو کافروں کے حوالے کرنا سب صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل غزوۂ حدیبیہ میں گذر چکی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

اتھموا الرای جو سہل بن حنیف کا قول ہے یہ سہل نے اس وقت کہا تھا جب حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جنگ ہوئی جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے اس میں سہل نے توقف کیا اس پر لوگوں نے ان پر ملامت کی تو سہل نے کہا اتھموا الرای کہ تم مجھ پر کیا عیب لگاتے ہو، اپنی رائے پر عیب رکھو، دیکھو حدیبیہ میں اگر میں آنحضرت ﷺ کی رائے کے خلاف کر سکتا تو کافروں سے خوب لڑتا میری رائے یہی تھی مگر ہم نے آنحضرت ﷺ کی متابعت کی اور اپنی رائے کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی رائے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ کمزور سمجھ کر حضور کی اتباع کی۔ آخر اس کا انجام بخیر ہوا ایسے ہی اس وقت بھی جنگ میں جلدی نہ کرو اور توقف کرو، خوب سوچو کہ یہ مسلمانوں کی باہمی جنگ ہے۔

۲۱۷- حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن مجاهد عن ابن ابی لیلیٰ عن کعب بن عجرة قال اتی علیّ النبی صلی الله علیه وسلم زمن الحدیبیة والقمل یتناثر علی وجهی فقال ایؤذیك هوام راسك قلت نعم قال فاحلق وصم ثلثة ایام او اطعم ستة مساكین او انسك نسيكة قال ایوب لا ادری بای هذا بدأ۔

ترجمہ:۔ کعب بن عجرہ سے روایت ہے بیان کیا کہ حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، سو آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے سر کے کیڑے تجھے تکلیف دیتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں" تو آپ نے فرمایا کہ پھر سر منڈالو اور تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک قربانی ذبح کرو (احرام کی حالت میں سر منڈانے کے فدیہ کے طور پر) ایوب نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان تینوں میں سے کون سی چیز آپ نے پہلے ارشاد فرمائی۔

تشریحات مطابقة الترجمة فی قوله "زمن الحدیبیة"

اور حدیث شریف اس مغازی ص۱۱۶ کے علاوہ ابواب العمرہ ص۲۴۳

۲۱۸- حدثنی محمد بن هشام ابو عبد الله قال حدثنا هشیم عن ابی بشر عن مجاهد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن كعب بن عجرة قال كنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بالحدیبیة ونحن محرمون وقد حصرنا المشركون قال وكانت لی وفرة فجعلت الهوام تساقط علی وجهی فمر بی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ایؤذیك هوام راسك قلت نعم قال وانزلت هذه الآية فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه ففدية من صيام او صدقة او نسك۔

ترجمہ:۔ کعب بن عجرہؓ نے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے اور مشرکوں نے ہمیں روک دیا (یعنی بیت اللہ تک نہیں جانے دیا) کعب کا بیان ہے کہ میرے سر پر بڑے بڑے بال تھے سو جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر میرے پاس سے ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے سر کے کیڑے تجھے تکلیف پہونچاتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اور کعب کا بیان ہے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پس اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو اس پر فدیہ ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ بالحدیبیۃ

یہ حدیث بھی کعب بن عجرہؓ کی ہے دوسری سند سے۔

وفرۃ بسکون الفاء وھی الشعر الی شحمۃ الاذن یعنی جو بال کان کی لو تک ہو وہ وفرہ ہے۔

حضورؐ کے بال مبارک

وفرہ، لمہ، جمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ تین ہیں جن کو ایک لفظ میں جمع کیا گیا ہے "ولج"، اس لفظ کی ترتیب میں مفہوم کی ترتیب ملحوظ ہے یعنی اس میں واؤ پہلے ہے اس سے مراد وفرہ ہے جو بال کانوں کی لو تک ہو، اس کے بعد لام ہے اس سے مراد لمہ ہے جو بال وفرہ سے بڑھ کر گردن تک آجائے وہ لمہ ہے اور آخری حرف جیم ہے جس سے اشارہ جمہ کی طرف ہے جو بال منکبین تک پہونچ جائے لیکن کبھی کبھی ایک کا اطلاق دوسرے پر ہوتا ہے قرینہ سے تعیین ہوتی ہے، قال النوویؒ اما اللمۃ فھی بکسر اللام وتشدید المیم وجمعھا لمم کقربۃ وقرب وھی الشعر المتدلی الذی یجاوز شحمۃ الاذنین فاذا بلغ المنکبین فھو جمۃ (شرح مسلم ص۹۵)

یہاں پر اردو لغات الحدیث میں مجمع البحرین کے حوالہ سے جو تعریف لکھی گئی ہے قابل اعتماد نہیں ہے۔

واللہ اعلم محمد عثمان غنی البہاری غفر اللہ الباری

بابُ قِصّۃِ عُکلٍ وعُرَینۃَ

عکل بضم العین المہملہ وسکون الکاف۔ عرینۃ بضم العین المہملہ وفتح الراء وسکون الیاء وفتح النون عکل وعرینہ عرب کے دو قبیلوں کے نام ہیں۔

قصہ عکل وعرینہ

عکل وعرینہ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ان میں سے چار قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے اور ایک کسی اور قبیلہ کے تھے یہ لوگ خدمت اقدس میں آئے اور مسلمان ہوگئے، کچھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد ان لوگوں نے حضور اقدسؐ سے کہا کہ مدینہ کی آب وہوا ہمارے موافق نہیں ہے کیونکہ ہم لوگ اہل ضرع ہیں یعنی اونٹ گائے اور بکری پالتے ہیں اور جنگلات میں ان جانوروں کو چراتے ہیں شہروں اور آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ان کے پیٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہوگیا تھا تو ان لوگوں نے حضورؐ سے

درخواست کی کہ ہمیں جنگل میں جانے کی اجازت فرمادیں، حضورؐ نے نہایت شفقت سے اجازت دے دی کہ اہل صدقہ میں جاکر رہیں اور ان کے ابوال والبان (پیشاب اور دودھ) پی لیا کریں چنانچہ اس دودھ اور پیشاب کے استعمال سے وہ سب بالکل تندرست اور اچھے ہوگئے مگر جب اچھے ہوئے تو ان لوگوں نے یہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی (یسار) کو قتل کردیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے اور اسلام کے بعد پھر کافر ہوگئے بعض روایات میں ہے کہ راعی کی آنکھ میں سلائی پھیردی۔

حضور اقدس کو خبر ہوئی تو ان کے پیچھے آدمی دوڑائے اور دعا کی کہ خداوندا ان پر راستہ تنگ کر دے آخر یہی ہوا کہ وہ راستہ بھول گئے اور پکڑے گئے جب پکڑ کر لائے گئے تو حضورؐ نے حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے، اور اس کے بعد حضور اقدسؐ کے حکم سے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر ریگستان میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ سب کے سب وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

۳۱۹ — حدثنی عبدُ الاعلیٰ بنُ حمّادٍ قال حدثنا یزیدُ بنُ زُریعٍ قال حدثنا سعیدٌ عن قتادۃَ انّ انسًا حدّثھم انّ ناسًا من عکلٍ و عُرینۃَ قدِموا المدینۃَ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتکلّموا بالاسلامِ فقالوا یا نبیَّ اللّٰہِ انّا کنّا اھلَ ضَرْعٍ ولم نکن اھلَ رِیفٍ واستوخموا المدینۃَ فامرَھم رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بذَودٍ وراعٍ وامرَھم ان یخرجوا فیہ فیشربوا من ابوالِھا والبانِھا فانطلقوا حتیٰ اذا کانوا ناحیۃَ الحرّۃِ کفروا بعد اسلامِھم وقتلوا راعیَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستاقوا الذَّودَ فبلغ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فبعث الطلبَ فی اٰثارِھم فامربھم فسمّروا اعینَھم وقطعوا ایدیَھم وتُرِکوا فی ناحیۃِ الحرّۃِ حتیٰ ماتوا علیٰ حالِھم قال قتادۃُ بلغنا انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدَ ذالک کان یحثُّ علی الصدقۃِ وینھیٰ عن المُثلۃِ وقال شعبۃُ وابانُ وحمّادٌ عن قتادۃَ من عرینۃَ وقال یحییٰ بنُ ابی کثیرٍ وایّوبُ عن ابی قلابۃَ عن انسٍ قدِمَ نفرٌ من عُکلٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ قبائل عکل و عرینہ کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے اور اسلام میں داخل ہوگئے پھر ان لوگوں نے کہا "اے اللہ کے نبی ہم لوگ دودھ والے جانور رکھنے والے ہیں ہم لوگ کھیتی والے کسان نہیں تھے (یعنی ہم لوگ جنگلوں میں جانور چراتے اور دودھ پیتے تھے) اور انہیں مدینہ کی ہوا ناموافق آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ نکل کر اس میں رہیں اور ان اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا کریں (صحت ہو جائے گی انشاء اللہ) چنانچہ وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) چلے یہاں تک کہ جب وہ لوگ مقام حرہ کے کنارے پہونچے تو اسلام کے بعد کافر ہوئے یعنی مرتد ہوگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے سو نبی اکرم کو یہ خبر پہونچی تو آپؐ نے ان کے پیچھے پکڑنے والوں کو بھیجا وہ پکڑ کر مدینہ لائے تو آنحضورؐ نے ان کو سزا کا حکم دیا چنانچہ صحابہ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے پھر انہیں حرہ کے کنارے چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گئے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ ہمیں یہ روایت پہونچی ہے کہ نبی اکرمؐ اس کے بعد صدقہ کی ترغیب دیتے اور مثلہ سے منع فرماتے اور شعبہ ابان اور حماد نے قتادہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ یہ لوگ قبیلہ عرینہ کے تھے (یعنی عکل کا نام نہیں لیا) اور یحییٰ بن ابی کثیر اور ایوب نے بیان کیا ان سے ابو قلابہ نے اور ابو قلابہ نے انسؓ سے روایت کی کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ آئے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی الطہارت ص۳۶ وھہنا فی المغازی ص۶۰۲ وسیاتی ص۱۰۰۵

ضرع بسکون الراء بمعنی تھن، جمع ضروع۔ اہل ضرع سے مراد دودھ والے جانور۔ ریف بکسر الراء وسکون الیاء، سبزہ زار، سرسبز کھیت، جمع اریاف وریوف مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ شہری نہیں ہیں بلکہ دیہاتی اور جنگلی ہیں۔

اعتراض وجواب

اس حدیث میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مثلہ اور تعذیب بالنار سے منع فرمایا ہے پھر ان قبیلوں عرینہ اور عکل کے ساتھ تعذیب بالنار اور مثلہ کیوں کیا گیا۔

جواب ۱ یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حدود اور نہی عن المثلہ سے پہلے کا ہے اس لئے یہ منسوخ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ نسخ کی دلیل بخاری کی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ آنحضورؐ نے پہلے تعذیب بالنار کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا اور یہ واضح رہے کہ ابوہریرہ واقعہ عرنیین کے بعد مسلمان ہوئے ہیں اصل اور اعلیٰ جواب یہی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قصاصًا ایسا کیا گیا تھا کیونکہ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کے چرواہے حضرت یسار کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جب یہ لوگ اونٹ لے کر بھاگنے لگے تو یسار نے مزاحمت کی، اس پر ان لوگوں نے حضرت یسار کی آنکھ میں گرم سلائی پھیری، زبان اور ہاتھ پیر کاٹ کر مثلہ کیا اس لئے فاعتدوا بمثل ما اعتدیٰ علیکم کے طور پر سزا دی گئی۔

۳ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان بدمعاشوں کے ساتھ یہ سلوک بطور تعزیر وتغلیظ کیا گیا تاکہ دوسرے مفسدین کو عبرت ہو اور لوٹ مار کا سلسلہ بند ہو۔

۲۰. حدثنی محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا حفص بن عمر ابو عمر الحوضی قال حدثنا حماد بن زید قال حدثنا ایوب والحجاج الصواف قال حدثنی ابو رجاء مولی ابی قلابۃ وکان معہ بالشام ان عمر بن عبد العزیز استشار الناس یومًا قال ما تقولون فی ہذہ القسامۃ فقالوا حق قضیٰ بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقضت بہا الخلفاء قبلک قال وابو قلابۃ خلف سریرہ فقال عنبسۃ بن سعید فاین حدیث انس فی العرنیین قال ابو قلابۃ ایای حدثہ انس بن مالکؓ قال عبد العزیز بن صہیب عن انس من عرینۃ وقال ابو قلابۃ عن انس من عکل فذکر القصۃ۔

ترجمہ:۔ ابوقلابہ کے مولیٰ ابورجاء نے بیان کیا اور وہ ابوقلابہ کے ساتھ شام میں تھے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ اس قسامہ کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو (یعنی حق ہے یا نہیں؟ تم لوگوں کا کیا خیال ہے) تو لوگوں نے کہا یہ حق ہے اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور خلفاء راشدین آپ سے پہلے اس کا حکم دیتے رہے۔ ابورجاء نے بیان کیا کہ اس وقت ابوقلابہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تخت کے پیچھے تھے سو عنبسہ بن سعید نے کہا کہ پھر قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے بارے میں حضرت انسؓ کی حدیث کہاں ہے؟ کہ سب کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اور قسامہ کا حکم نہیں کیا اس پر ابوقلابہ نے کہا کہ انسؓ نے خود مجھ سے یہ حدیث بیان کی، عبدالعزیز بن صہیب نے (اپنی روایت میں انس کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہ لوگ قبیلہ عرینہ کے تھے (یعنی صرف عرینہ کا نام لیا) اور ابوقلابہ نے اپنی روایت میں انس کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ لوگ قبیلہ عکل کے تھے (یعنی عرینہ کا نام نہیں لیا) اور واقعہ بیان کیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔

ابورجاء ابوقلابہ کے مولیٰ کا نام سلیمان ہے۔ قال حدثنی یعنی حجاج نے کہا کہ مجھ سے ابورجاء نے بیان کیا۔

عنبسۃ بفتح العین وسکون النون وفتح السین۔

قسامۃ بفتح القاف وتخفیف السین المہملۃ مصدر ہے بمعنی قسم کھانا، نیز اسم مصدر بمعنی قسم ویمین۔

قسامہ کی صورت اور اس کا حکم

قسامہ کا رواج عربوں میں زمانہ جاہلیت سے جاری تھا اسلام نے بھی اسی کو قائم رکھا۔ (حاشیہ بخاری ص۱۰۲۲)

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی محلہ یا جماعت میں ایک شخص کی لاش ملی جو قتل کر دیا گیا لیکن قاتل کا پتہ نہیں لگ سکا تو اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک مقتول کے اولیاء کو پچاس قسمیں کھلائیں گے کہ اس مقتول کے قاتل یہی لوگ ہیں اور اگر اولیاء مقتول کا شمار پچاس سے کم ہو تو ایک شخص سے کئی کئی بار قسمیں لے کر پچاس کا عدد پورا کرلیں گے لیکن یہ ضرور ہے کہ ان اولیاء میں کوئی بچہ یا عورت یا دیوانہ نہ ہو پھر جب وہ قسمیں کھالیں گے تو ان کو دیت کا حق حاصل ہو جائے گا۔

احنافؒ کے نزدیک شرعی قانون کے مطابق یہاں (مسئلہ قسامہ میں) بھی مدعی (اولیاء مقتول) پر بینہ لازم ہے اگر اولیاء مقتول بینہ سے عاجز ہوں تو مدعا علیہم (یعنی قتل کے اندر جن لوگوں پر تہمت لگائی گئی ہے ان میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی جن کا انتخاب مقتول کا وارث کرے گا ان میں کا ہر شخص قسم کھائے کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم جانتے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے؟ اگر قسم کھالیں تو بری ہو جائیں گے ورنہ انہیں دیت دینی پڑے گی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ قسامہ میں چونکہ یقینی طور پر قاتل کا پتہ نہیں ہوتا ہے اس لئے صرف شبہ پر کسی سے قصاص درست نہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے القسامۃ جاھلیۃ "قسامہ میں قتل کرنا رسم جاہلیت ہے اور غلط ہے کیونکہ جب تک یقینی طور پر قاتل معلوم نہ ہو شبہ پر قتل کرنا ظلم ہے نیز القسامۃ توجب العقل ہے

قسامت سے دیت واجب ہوتی ہے نہ کہ قصاص۔ واللہ اعلم۔

بحمداللہ نصر الباری کا سولھواں پارہ پورا ہوا۔

محمد عثمان غنی البہاری غفر اللہ لہ الباری۔

دار التالیف والتصنیف چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

بابُ غزوةِ ذاتِ القَرَدِ

یہ باب غزوۂ ذات القرد کے بیان میں ہے

اکثر کتب سیر و مغازی میں اس کو غزوۂ ذی قرد لکھتے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے حاشیہ پر ایک نسخہ ذی قرد کا موجود ہے بخاری شریف کی مفصل ترین مایہ ناز و معرکۃ الآرا شرح عمدۃ القاری میں بھی اسی طرح ہے :-

یعنی "باب غزوۃ ذی قرد"

لیکن چونکہ ہمارے ہندوستانی نسخوں کے اصل کتاب کے اندر "ذات القرد" کا عنوان ہے اس لئے میں نے عنوان میں اصل کتاب کی پیروی کی ہے۔

ذات القرد بفتح القاف والراء وبالدال المہملہ ایک چشمہ کا نام ہے جو مدینہ سے ایک منزل پر بلاد غطفان کے قریب ہے اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں۔

وهِيَ الغزوةُ التي اغاروا على لقاح النبي صلى الله عليه وسلم قبل خيبر بثلاث

یہ وہی غزوہ ہے جس میں قبیلہ غطفان کے مشرکوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر لوٹ ڈالا غزوہ خیبر سے تین دن پہلے۔

واقعہ ذات القرد ذات القرد یا ذی قرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی ایک روز آنحضور نے اپنے غلام رباح رضی کو اپنے اونٹوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا ان کے ساتھ سلمہ بن اکوع رضی (بفتح الف وسکون کاف وفتح واؤ واہمال عین) تھے اور سلمہ رضی کے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا گھوڑا تھا جس کا نام اندیہ تھا (بفتح الف وبفتح النون ودال مشددہ مکسورہ) یہ لوگ بہت سویرے راستے میں تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ کی بیس عدد دودھ دینے والی اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا۔ راعی (چرواہا) کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی پکڑ کر لے گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع جب ثنیۃ الوداع میں پہونچے تو حادثہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے، انہوں نے رباح سے کہا کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہ کو دے دیجیو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حادثہ کی خبر کر دو اور ہم دشمن کے تعاقب میں جاتے ہیں، حضرت سلمہ رضی بڑے زبردست تیر انداز تھے اور اس وقت ان کے پاس تیر موجود تھے۔ اور تلوار بھی پاس تھی۔ حضرت سلمہ رضی نے سلع پہاڑی پر چڑھ کر زور سے آواز دی "یا صباحاہ" تاکہ حادثہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے چنانچہ اس آواز سے پورا مدینہ گونج اٹھا اور پورے مدینہ شہر میں اس کی خبر ہو گئی، پھر حضرت سلمہ رضی دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور تنہا پیادہ دشمن کے تعاقب میں چلے اور دشمن کے قریب پہونچ کر تیر مارتے جاتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے :-

انا ابن الاکوع ⁂ والیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے کتنا ماں کا دودھ پیا ہے۔

اگر کوئی مشرک ان کی طرف رخ کرتا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے، کبھی پہاڑیوں پر چلنے جاتے کبھی نظر سے چھپ جاتے ایک تنگ راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے ہو کر جاتا تھا جب دشمن اس راستہ سے چلے تو انہوں نے جا کر پتھر مارنا شروع کر دیا، الغرض اس طرح دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔

خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اونٹنیاں ان سے ہم نے واپس لے لیں اور پھر ان کا تعاقب کیا تو یہ حالت ہو گئی کہ چادریں اور نیزے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ پھینک دیتے ہم ان پر نشان کے لئے پتھر رکھ دیتے پھر تعاقب کرتے حتیٰ کہ تیس چادریں اور اتنے ہی نیزے انہوں نے پھینکے یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔

مدینہ میں شور ہو گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے وہاں پہونچے اور آپؐ اپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار (مثلاً مقداد بن عمرو وغیرہ) روانہ فرما چکے تھے۔ ان لوگوں نے پہلے پہونچ کر ان کا مقابلہ کیا دو آدمی مشرکین کے مارے گئے اور مسلمانوں میں سے محرز بن نضلہؓ جن کا لقب اخرم ہے اور ان ہی کو قمیر بھی کہتے ہیں عبدالرحمان بن عیینہ سے مقابلہ کرتے کرتے شہید ہوئے پھر ابو قتادہؓ نے اس عبدالرحمان بن عیینہ کو قتل کیا۔

اتنے میں جب آنحضورؐ پہونچے تو سلمہؓ نے خدمتِ اقدس میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ سب پیاسے اور پریشان ہیں آپ ہمیں سو آدمی دیجئے تو سب کو گرفتار کر کے لاؤں آپؐ نے فرمایا "یا ابن الاکوع اذا ملکت فاسجح" یعنی اے ابن اکوع جب تو نے قابو پایا تو نرمی و آسانی کرو اور معاف کر دو، یہ ہے رحمت للعالمین کی شان رحیمی و کریمی۔
اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہونچ گئے ہیں۔

نوٹ:۔ تمام اصحاب سیر اس غزوے کو حدیبیہ سے پہلے لکھتے ہیں اور اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ربیع الاول ۶ھ میں ہوا لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے تین روز پہلے ہوا اور یہی مسلم شریف سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے صوبہ بہار کے مایہ ناز محدث اور مورخ اپنی مشہور و مقبول کتاب "اصح السیر ۲۰۲" میں لکھتے ہیں۔ "صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا اور بعض علماء نے تعدد واقعہ کہہ کر تطبیق کی صورت نکالی ہے" واللہ اعلم بالصواب۔

۲۲۱۔ حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا حاتم عن یزید بن ابی عبید قال سمعت سلمة بن الاکوع یقول خرجت قبل ان یؤذن بالاولی وکانت لقاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترعی بذی قرد قال فلقینی غلام لعبد الرحمٰن بن عوف فقال اخذت لقاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت من اخذها قال غطفان قال فصرخت ثلث صرخات یا صباحاہ قال فاسمعت ما بین لابتی المدینة ثم اندفعت علی وجهی حتی ادرکتهم وقد اخذوا یستقون من الماء فجعلت ارمیهم بنبلی وکنت رامیا واقول انا ابن الاکوع۔ الیوم یوم الرضع۔ وارتجز حتی استنقذت اللقاح منهم واستلبت منهم ثلثین بردة قال وجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس فقلت یا نبی اللہ قد حمیت القوم

الماءَ وَهُم عِطاش فابعث اليهم الساعة فقال يا ابن الاكوع ملكت فاسجح قال ثم رجعنا ويردفني رسول الله صلى الله عليه وسلم على ناقته حتى دخلنا المدينة۔

ترجمہ:۔ یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضؓ سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ فجر کی اذان سے پہلے میں (مدینہ سے باہر غابہ کی طرف) نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ذات القرد میں چرا کرتی تھیں انہوں نے بیان کیا کہ پھر مجھے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے غلام ملے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑلی گئی ہیں، میں نے پوچھا کس نے انہیں پکڑا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ قبیلہ غطفان والوں نے، انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں نے تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ انہوں نے بیان کیا کہ اپنی آواز میں نے مدینے کے دونوں کناروں تک پہونچا دی اور اس کے بعد میں سیدھا تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھا (یعنی دائیں بائیں نہیں دیکھا، ممکنہ سرعت سے آگے بڑھا) آخر انہیں پایا اس وقت وہ پانی کے لئے اترے تھے سو میں نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے میں تیر اندازی میں ماہر تھا اور میں یہ شعر کہتا جاتا تھا۔

انا ابن الاكوع ❊ اليوم يوم الرضع

میں ابن الاکوع ہوں اور آج ذلیلوں کی بربادی کا دن ہے۔

اور میں یہی رجز پڑھتا رہا آخر اونٹنیاں ان سے چھڑالیں اور ان کی تیس چادریں بھی میرے قبضہ میں آگئیں۔ سلمہؓ نے بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب آگئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا ہے اور وہ ابھی پیاسے ہیں آپ فوراً ان کے تعاقب کے لئے فوج بھیج دیجئے اس پر حضورؐ نے فرمایا اے ابن الاکوع جب تو نے قابو پالیا تو نرمی اختیار کر، سلمہؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم واپس آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا کر لائے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ "ترعی بذی قرد"۔
والحدیث مضیٰ فی الجہاد ص۴۲۷

بعض روایات میں ہے کہ غطفان اور فزارہ نے اونٹوں کو پکڑ لیا ہے سو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ فزارہ غطفان ہی کی شاخ ہے۔

فاسمعت مابین لابتی المدینۃ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلمہؓ کی آواز بہت بلند تھی نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بطور کرامت ہو۔

باقی تفصیل کے لئے غزوہ ذات القرد ملاحظہ فرمایئے۔

بابُ غزوۃ خیبر

ای ھٰذا باب فی بیان غزوۃ خیبر۔ یعنی یہ باب غزوہ خیبر کے بیان میں ہے۔

خیبر بروزن جعفر۔ خیبر ایک شہر کا نام ہے جو مدینہ سے شام کی طرف آٹھ برید پر ہے اس میں بہت سے قلعے اور کھیتیاں ہیں (عمدہ) اور ایک برید چار فرسخ کا اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جیسا کہ ایک روایت منقول ہے۔ لا تقصر الصلوٰۃ فی اقل من اربعۃ برد یعنی نماز کا قصر چار برید سے کم مسافت میں نہ ہوگا (لغات الحدیث اول صفحہ ۴) اس حساب سے چار برید کے سولہ فرسخ اور اڑتالیس میل ہوئے جو نماز قصر کے لئے حد سفر ہے۔

غزوہ خیبر ۷ھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورہ فتح نازل ہوئی جس میں حق تعالیٰ نے فتح خیبر اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا۔ خیبر کی غنیمتوں سے مسلمانوں کو سہولت اور فراغ بالی حاصل ہوئی۔

جب آنحضور حدیبیہ سے واپس ہوکر مدینہ پہونچے تو بقیہ ذی الحجہ اور اوائل محرم مدینہ میں مقیم رہے پھر محرم ہی میں آپ نے خیبر پر چڑھائی کی جہاں غدار یہود آباد تھے لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر ۶ھ میں ہوا اور ابن حزمؒ کہتے ہیں بلا شک یہی صحیح ہے۔

اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض لوگ سنہ کی ابتدا محرم سے کہتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک محرم میں ۷ھ شروع ہوگیا اور بعض ربیع الاول سے ابتدا لیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی لہٰذا ان کے نزدیک محرم اور صفر ۶ھ کے تھے واللہ اعلم۔

آنحضورؐ نے محرم ۷ھ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا ازواج مطہرات میں سے ام المومنین امّ سلمہؓ آپ کے ساتھ تھیں، سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت جا رہے تھے عامر بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے :-

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدّقنا ولا صلّینا

خدایا اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ و خیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھتے

فاغفر فداءً لک ما ابقینا وثبّت الاقدام ان لاقینا

تو اے خدا ہم کو بخش دے ہم تیرے قربان ہوں جب تک ہم باقی رہیں اگر دشمنوں کا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھ

والقین سکینۃ علینا انّا اذا صیح بنا اتینا

خدایا ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما، ہم کو جب جہاد و قتال کے لئے پکارا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں۔

وبالصّیاح عوّلوا علینا

اور جب جنگ کی آواز دی جائے تو لوگ ہم پر اعتماد کریں۔

یہ اشعار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں حضورؐ ان ہی اشعار کو خود رجز کے طور پر غزوہ خندق میں پڑھتے تھے عامر خوش الحان تھے حضورؐ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا عامر بن الاکوع، حضورؐ نے فرمایا یرحمہ اللہ، اللہ اس پر رحم فرمائے، بعض روایت میں ہے یغفرہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، صحابہ میں مشہور تھا کہ غزوہ میں جب کبھی حضورؐ کسی کو یہ دعا دیتے تو وہ شہید ہو جاتے تھے اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کے لئے تو جنت لازمی ہو گئی کاش آپ ہمیں ان سے اور فائدہ اٹھانے دیتے۔

الغرض جب حضورؐ مقام صہبا میں پہونچے جو خیبر کا قریبی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد کھانا طلب کیا صرف ستو تھا وہی حضور نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا، پھر سب نے کلی کر کے مغرب کی نماز پڑھی کسی نے وضو نہیں کیا (بخاری صـ۳۴ ایضاً صـ۶۰۳)

اب رات ہو گئی تھی اور حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ رات کے وقت کسی پر حملہ نہیں کرتے تھے صبح سویرے تاریکی میں آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لئے تیار ہوئے، صبح ہوتے ہی یہود اپنی کھرپی کدال وغیرہ لے کر کاموں کے لئے نکلے، دور سے آپ کے لشکر کو دیکھ کر چلا اٹھے محمدؐ واللہ محمدؐ والخمیس یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں واللہ محمد اپنی کل فوج اور لشکر کے ساتھ ہیں۔

مکمل فوج کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں مقدمہ۔ میمنہ۔ میسرہ، قلب، ساقہ۔

حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

خیبر میں یہودیوں کے آٹھ قلعے تھے النطاۃ۔ الشق الناعم۔ الکتیبہ۔ الوطیح۔ سلالم۔ قلعہ قموص بروزن صبور، یہ خیبر کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ قلعہ صعب بن معاذ۔

یہود آپ کو اور اسلامی لشکر دیکھتے ہی سب کے سب قلعہ میں بھاگے، صحابہؓ جب قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو زور سے تکبیر کہی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو تمہاری آہستہ آواز کو بھی سنتی ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ، حضورؐ نے فرمایا یہ کلمہ بہشت کا خزانہ ہے، پھر آپؐ نے ساری فوج کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور دعا مانگی، جب دعا ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا بسم اللہ اب بڑھو، چنانچہ آپؐ نے ان قلعوں پر حملے شروع کئے اور یکے بعد دیگرے تمام قلعوں پر فتح حاصل ہوئی۔

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرتؐ نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا اسی اثنا میں ایک دن سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث نے ایک بکری پکا کر حضورؐ کو ہدیہ دیا اور اس میں زہر ملا دیا، حضورؐ نے اس میں سے گوشت منھ میں لیا مگر معلوم ہو گیا بعض روایتوں میں ہے کہ گوشت نے کہہ دیا کہ زہر ملا ہوا ہے، آپؐ نے تھوک دیا لیکن بشر بن براء بن معرور جو آپؐ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انہوں نے کچھ کھا لیا تھا، آپؐ نے فرمایا ہاتھ روک لو، اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی زہر کے اثر سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حضورؐ نے زینب کو بلاکر سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملایا گیا ہے اور یہ اس لئے ملایا گیا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کردے گا اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے پھر زینب مسلمان ہوگئی اور حضورؐ نے اس کو چھوڑ دیا بعد میں جب بشر بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو بشر کے قصاص میں قتل کی گئی۔

اس کے تین برس کے بعد سلنہ ھ میں جب حضور کا انتقال ہوا تو حضور فرماتے تھے کہ خیبر کے زہر کے اثر کا اثر ہم پر غالب ہے اسی لئے امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور شہید فوت ہوئے۔

اس غزوے میں حلال وحرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو مسائل اس غزوے سے متعلق ہیں وہ تشریحات حدیث میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

۲۲۲۔ حدثنا عبدُ اللهِ بنُ مَسلمةَ عن مالكٍ عن يحيى بنِ سعيدٍ عن بشيرِ بنِ يسارٍ انّ سُويدَ بنَ النُّعمانِ اخبره انّه خرج مع النبيّ صلى الله عليه وسلم عامَ خيبرَ حتى اذا كنّا بالصّهباءِ وهيَ من ادنىٰ خيبرَ صلّى العصرَ ثم دعا بالازوادِ فلم يؤتَ الّا بالسويقِ فامر به فثُرّيَ فاكل وَ اكلنا ثم قام الى المغرب فمضمضَ ومضمضنا ثم صلى ولم يتوضّا۔

ترجمہ :۔ سوید بن النعمان کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال نکلے (بیان کیا کہ) جب ہم مقام صہباء میں پہونچے جو خیبر کے قریب ہے (یعنی نشیب میں) تو آنحضورؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ نے توشہ سفر منگوایا تو ستو کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں لائی گئی سو آپ نے اس کو بھگونے کا حکم دیا چنانچہ بھگویا گیا پھر حضور نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔ اس کے بعد آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے (چونکہ وضو پہلے سے موجود تھا) سو آپ نے صرف کلی کی اور ہم لوگوں نے بھی کلی کی پھر نماز پڑھی اور اس نماز کے لئے نئے سرے سے وضو نہیں کیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "عام خیبر"
والحدیث مضیٰ فی کتاب الوضوء ص۳۴

بشیر بضم الباء وفتح الشین وسکون الیاء اس کی تفصیل کتاب الطہارت میں آئے گی ان شاء اللہ۔

۲۲۳۔ حدثنا عبدُ اللهِ بنُ مَسلمةَ قال حدثنا حاتمُ بنُ اسمٰعيلَ عن يزيدَ بنِ ابى عُبيدٍ عن سَلمةَ بنِ الاكوعِ قال خرجنا مع النبى صلى الله عليه وسلم الى خيبرَ فسِرنا ليلاً فقال رجلٌ منَ القومِ لِعامرٍ يا عامرُ الا تُسمِعُنا من هُنَيهاتكَ وكان عامرٌ رجلاً شاعراً فنزل يحدو بالقومِ يقول :۔

اللّٰهمّ لولا انتَ ما اهتدينا ، ولا تصدّقنا ولا صلّينا ، فاغفر فداءً لكَ ما ابقينا ، وثبّتِ الاقدامَ ان لاقينا ، والقِيَن سكينةً علينا ، انّا اذا صِيحَ بنا ابَينا ، وبالصّياحِ عوّلوا علينا ۔

فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم من هٰذا السائقُ قالوا عامرُ بنُ الاكوعِ قالَ يرحمه اللهُ قال رجلٌ منَ القومِ وجبت يانبى اللهِ لولا امتعتنا به فاتينا خيبرَ فحاصرناهم

حتی اصابتنا مخمصۃ شدید ثم ان اللہ تعالیٰ فتحہا علیہم فلما امسی الناس مساء الیوم الذی فتحت علیہم اوقدوا نیرانا کثیرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذہ النیران علی ای شیء توقدون قالوا علی لحم قال علی ای لحم قالوا لحم حمر الانسیۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھریقوھا واکسروھا فقال رجل یا رسول اللہ او نھریقھا و نغسلھا قال او ذاک فلما تصاف القوم کان سیف عامر قصیرا فتناول بہ ساق یہودی لیضربہ ویرجع ذباب سیفہ فاصاب عین رکبۃ عامر فمات منہ قال فلما قفلوا قال سلمۃ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو آخذ بیدی قال مالک قلت لہ فداک ابی وامی زعموا ان عامرا حبط عملہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذب من قالہ وان لہ لاجرین وجمع بین اصبعیہ انہ لجاھد مجاھد قل عربی مشابھا مثلہ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا حاتم قال نشأ بھا۔

ترجمہ :۔ سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے سو ہم چلے رات کے وقت تو ایک صاحب (اسید بن حضیر) نے عامر ؓ سے کہا اے عامر کیا تم اپنے کچھ اشعار نہیں سناؤ گے ؟ عامر ؓ شاعر تھے، اس فرمائش پر وہ سواری سے اتر کر لوگوں کے واسطے حدی خوانی کرنے لگے فرماتے ہیں: اللھم لولا انت ما اھتدینا الخ۔ خدایا اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم کوئی صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔

پس ہماری مغفرت کیجئے جب تک زندہ ہیں ہماری جانیں آپ کے راستے میں قربان ہیں۔ اور اگر ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھئے، ہم پر سکینت و طمانیت نازل فرمایئے، ہمیں جب (باطل کی طرف) بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں آج چلا چلا کر وہ ہمارے خلاف میدان میں آئے ہیں۔

(حسب عادت حدی کو سن کر اونٹ تیزی سے چلنے لگے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے یہ اونٹ ہانکنے والا ؟ لوگوں نے بتایا کہ عامر بن الاکوع، حضور ؐ نے فرمایا کہ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے تو اصحاب میں سے ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے نبی لازم ہو گئی شہادت یا جنت (مطلب یہ ہے کہ آپ نے تو انہیں شہادت کا مستحق قرار دے دیا) کاش ابھی اور ہمیں ان سے فائدہ اٹھانے دیتے۔ پھر ہم خیبر آئے اور ان کا محاصرہ کیا (محاصرہ طویل اور سخت تھا) یہاں تک کہ ہم کو سخت بھوک لگی پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عنایت فرمائی جس دن قلعہ فتح ہوا اس دن کی جب رات ہوئی تو لشکر میں جگہ جگہ آگ جل رہی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آگ کیسی ہے ؟ کس چیز پر آگ جلاتے ہو ؟ صحابہ نے عرض کیا کہ گوشت پکانے کے لئے آنحضور ؐ نے فرمایا کہ کس چیز کا گوشت ہے ؟ صحابہ نے بتایا کہ پالتو گدھوں کا گوشت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام گوشت کو پھینک دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو، سو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ، ایسا کیوں نہ کریں کہ گوشت تو پھینک دیں اور ہانڈیوں کو دھولیں، آنحضور ؐ نے فرمایا کہ ایسا ہی کر لو پھر (دن میں) جب صحابہ نے (جنگ کے لئے) صف بندی کی تو چونکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی اس لئے جب انہوں نے ایک یہودی کی پنڈلی پر (جھک کر) وار کرنا چاہا تو خود انہیں کی تلوار کی دھار سے ان کے گھٹنے کے اوپر کا حصہ زخمی ہو گیا اور اسی میں ان کی شہادت ہو گئی۔

بیان کیا کہ پھر جب لشکر فتح خیبر سے پھرے تو سلمہ بن اکوعؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "کیا حال ہے تیرا؟" میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کا سارا عمل اکارت گیا کیونکہ خود ان کی ہی تلوار سے ان کی وفات ہوئی یعنی خودکشی، نبی اکرم نے ارشاد فرمایا، جھوٹا ہے وہ شخص جو اس طرح کی باتیں کرتا ہے انہیں تو دوہرا اجر ملے گا، پھر آپؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ایک ساتھ ملایا انہوں نے تکلیف و مشقت بھی اٹھائی اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا، بہت کم عربی ہیں جنہوں نے اس جیسی مثال قائم کی ہو۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے حاتم نے (بجائے مشابھا) نشأ بھا نقل کیا یعنی کوئی عرب عامر جیسا مدینہ میں پیدا نہیں ہوا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "الی خیبر"
ومر الحدیث مختصراً ص ۳۳٦

هنیهاتك بضم الهاء وفتح النون وسکون الیاء بعدها هاء اخری جمع هنیهة بالتصغیر

تحریم لحوم الحمر الانسیۃ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں حمر الانسیۃ یعنی پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا کہ وہ نجس ہے صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اس لئے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی نجاست کھاتا ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ نجس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوشت پھینک دو اور برتن توڑ دو مگر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ گوشت پھینک دیا جائے اور برتن دھو دیا جائے، آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو ڈالو۔ پہلا حکم عمل سے پہلے منسوخ ہو گیا اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہو جاتی ہے۔

بعض روایتوں میں حمر اھلیہ کا لفظ آیا ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہے یعنی پالتو گدھے کا گوشت۔

۲۲۴۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك عن حمید الطویل عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی خیبر لیلا وکان اذا اتی قوما بلیل لم یغر بھم حتی یصبح فلما اصبح خرجت الیھود بمساحیھم ومکاتلھم فلما راوہ قالوا محمد واللہ محمد والخمیس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر رات کے وقت پہونچے اور آپ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر (حملہ کرنے کے لئے) رات کے وقت موقعہ پر پہونچتے تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے بلکہ صبح ہو جاتی جب کرتے سو جب صبح ہوئی تو یہود اپنے پھاوڑے اور ٹوکرے (یعنی آلات زراعت) لے کر باہر نکلے پھر جب ان لوگوں نے حضور کو دیکھا تو شور کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں خدا کی قسم محمد پوری فوج کے ساتھ ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر برباد ہوا، ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ والحدیث مضی فی الجہاد ص۴۱۳ تا ص۴۱۴

اس حدیث کے اکثر طریقوں میں تکبیر کا لفظ زیادہ ہے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث سے معلوم ہوگا یعنی آپ نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر۔ محدثین کہتے ہیں کہ اس حدیث سے تفاؤل یعنی نیک فال لینے کا جواز نکلتا ہے اس لئے کہ جب آنحضور نے کلہاڑا وغیرہ دیکھا جو عمارتوں کے ڈھانے کا سامان ہے تو آپ نے اس سے نکالا کہ اب خیبر برباد ہوگا۔

مساحی، مسحات کی جمع کھیتی کا آلہ مثلاً کلہاڑی بیلچہ وغیرہ، مکاتل مکتل کی جمع ٹوکرا۔

مزید تفصیل کے لئے غزوۂ خیبر دیکھئے۔

۲۲۵۔ اخبرنا صدقۃ بن الفضل قال اخبرنا ابن عیینۃ قال حدثنا ایوب عن محمد بن سیرین عن انس بن مالکؓ قال صبحنا خیبر بکرۃ فخرج اھلھا بالمساحی فلما بصروا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا محمد واللہ محمد والخمیس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین فاصبنا من لحوم الحمر فنادی منادی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ورسولہ ینھیانکم عن لحوم الحمر فانھا رجس۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم خیبر صبح کے وقت پہونچے تو خیبر والے دھوڑا اپنے پھاوڑے لے کر باہر نکلے پھر جب ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلانے لگے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں خدا کی قسم محمدؐ پورے لشکر کے ساتھ آگئے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر۔ اللہ کی ذات سب سے بلند و برتر ہے، یقیناً جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوجاتی ہے۔ پھر ہمیں وہاں گدھے کا گوشت ملا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھے کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کہ یہ ناپاک ہے۔

تشریحات مطابقت ظاہر ہے کہ حضرت انس کی حدیث مذکور کا دوسرا طریق ہے اور اس میں اللہ اکبر کی زیادتی موجود ہے۔ اور اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث میں ینھیانکم کہا گیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس حدیث میں ہے کہ ہم خیبر صبح کے وقت پہونچے حالانکہ اس سے قبل کی روایت ۲۲۳ میں گذرا ہے کہ خیبر رات کے وقت پہونچے۔ اس کا جواب محدثین نے دیا ہے کہ لشکر رات ہی کو پہونچ گیا مگر کچھ فاصلہ پر رات گذار کر صبح کو حملہ کے لئے میدان میں آیا فلا تعارض۔

۲۲۶۔ حدثنا عبد اللہ بن عبد الوھاب قال حدثنا عبد الوھاب قال حدثنا ایوب عن محمد عن انس بن مالکؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ جاء فقال اکلت الحمر فسکت ثم اتاہ الثانیۃ فقال اکلت الحمر فسکت ثم اتاہ الثالثۃ فقال افنیت الحمر فامر منادیا

فنادی فی الناس ان اللہ ورسولہ ینھیانکم عن لحوم الحمر الاھلیۃ فاکفئت القدور و انھا لتفور باللحم۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آنے والا آیا اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھایا جارہا ہے اس پر آپ نے خاموشی اختیار کی پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھایا جارہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ بھی خاموش رہے پھر وہ آپ کی خدمت میں تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ گدھے ختم ہوگئے (یعنی اگر گدھے کھائے جاتے رہے تو رفتہ رفتہ ختم ہوجائینگے کوئی باقی نہ رہے گا) اس کے بعد حضور نے ایک منادی سے اعلان کرایا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں چنانچہ تمام ہانڈیاں الٹ دی گئیں، حالانکہ وہ گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں۔

تشریحات مطابقت حدیث یہ ہے کہ اس سے پہلی حدیث یعنی ۲۲۵ ہی کی دوسری سند ہے پھر اس ۲۲۶ کی حدیث میں ان اللہ ورسولہ ینھیانکم عن لحوم الحمر الاھلیۃ کا اعلان غزوۂ خیبر ہی میں ہوا ہے۔

۲۲۷- حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ثابت عن انس قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح قریبا من خیبر بغلس ثم قال اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین فخرجوا یسعون فی السکک فقتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المقاتلۃ وسبی الذریۃ وکان فی السبی صفیۃ فصارت الی دحیۃ الکلبی ثم صارت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل عتقھا صداقھا فقال عبد العزیز بن صھیب لثابت یا ابا محمد انت قلت لانس ما اصدقھا فحرک ثابت راسہ تصدیقا لہ۔

ترجمہ :- حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے میں پڑھی پھر فرمایا اللہ کی ذات سب سے بلند وبرتر ہے خیبر برباد ہوا یقینا جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوجاتی ہے پھر یہود گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے آخر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنگ کرنے والے جوانوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں جو دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں (یعنی آپ نے ان سے نکاح کرلیا) اور ان کے مہر میں انہیں آزاد کردیا، عبد العزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا اے ابو محمد کیا آپ نے انس سے یہ پوچھا تھا کہ آنحضور نے صفیہ کو مہر میں کیا دیا تھا۔ ثابت نے اس کی تصدیق میں اپنے سر کو ہلایا (یعنی ہاں میں نے پوچھا تھا)۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔ والحدیث مر فی: صلوٰۃ الخوف ص۱۲۹
اس حدیث میں حضرت صفیہ کے متعلق اختصار ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

حضرت صفیہ رض قلعہ قموص جب فتح ہوا تو اس میں صفیہ بنت حی بن اخطب اور ان کی دو چچازاد بہنیں بھی قید ہوئیں، صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں اور نئی دلہن تھیں تھوڑا ہی عرصہ پہلے ان

کا نکاح ہوا تھا تقسیمِ غنیمت کے وقت یہ دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کے حصہ میں آئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت دحیہؓ آنحضورؐ کی خدمت میں آئے اور ایک باندی کی درخواست کی تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ باندیوں میں سے ایک لے لو۔ حضرت دحیہؓ نے حضرت صفیہ کو لے لیا لیکن کچھ اصحابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا شروع کیا کہ صفیہ معزز سردار کی لڑکی ہے اور خوبصورت ہے دحیہ کلبی کے پاس نہیں رہنی چاہیئے اس کو آپ اپنے پاس رکھیں، اندیشہ ہوا کہ اس کی وجہ سے صحابہ میں بدمزگی پیدا نہ ہو جائے، آپ نے اس کو دحیہ کلبی سے لے لیا اور اس کے بدلے میں اس کی بہنوں کو دحیہ کلبی کے سپرد کیا۔

حضرت صفیہ کا خواب

حضرت صفیہ کے چہرے پر نیلا داغ تھا اس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ چند روز پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔ اپنے شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہِ مدینہ کی تمنا کرتی ہے حالانکہ مجھے آپ کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور عتق ان کا مہر ٹھہرایا فرمایا **عتقها صداقها** مقام صہباء میں رجوع کے وقت خلوت ہوئی اور تین روز حضور وہاں مقیم رہے خلوت کے پہلے روز بغیر اطلاع حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تلوار لے کر تمام رات پہرا دیا، صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باپ بھائی شوہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے، حضورؐ مسکرائے اور ان کو دعا دی۔

ولیمہ اور حجاب

خلوت کے روز کچھ کھجور اور پنیر کا آپ نے ولیمہ کیا صحابہ کو شبہ تھا کہ یہ ام المومنین ہیں یا ملک یمین (یعنی باندی) پھر یہ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو ام المومنین ہیں ورنہ باندی۔ جب روانگی ہوئی تو اونٹ پر کپڑا کھینچ کر حجاب کیا گیا اس سے سب نے سمجھ لیا کہ ام المومنین ہیں رضی اللہ عنہا۔

۲۲۸۔ **حدثنا آدمُ قال حدثنا شعبةُ عن عبدِ العزيزِ بنِ صهيبٍ قال سمعتُ انسَ بنَ مالكٍ يقول سَبَى النبي صلى الله عليه وسلم صفيّةَ فاَعتَقَهَا وتزوّجها فقال ثابتٌ لانسٍ ما اَصدَقَهَا قال اصدَقَهَا نفسها فاَعتقها۔**

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ صفیہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیدیوں میں تھیں لیکن آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا ثابت نے انس سے پوچھا کہ حضورؐ نے انہیں مہر کیا دیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ خود انھیں کو ان کے مہر میں دیا تھا یعنی انھیں آزاد کر دیا تھا۔

تشریحات

مطابقة للترجمة توخذ من قوله **"سَبى النبى صلى الله عليه وسلم صفيّة" فان سبيها كان فى غزوة خيبر۔**

اس حدیث کی شرح کتاب النکاح میں آئے گی ان شاء اللہ۔

۲۲۹۔ **حدّثنا قتيبةُ قال حدثنا يعقوبُ عن اَبى حازمٍ عن سَهلِ بنِ سعدِ السّاعِدِيّ انّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم اِلتقىٰ هُوَ وَالمشرِكونَ فاقتتلوا فلمّا مال رسول الله صلى الله**

علیہ وسلم الیٰ عسکرہ ومال الآخرون الیٰ عسکرہم وفی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلٌ لا یدع لہم شاذۃً ولا فاذۃً الا اتبعہا یضربہا بسیفہ فقال ما اجزأ منا الیوم احدٌ کما اجزأ فلانٌ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ من اہل النار فقال رجلٌ من القوم انا صاحبہ قال فخرج معہ کلما وقف وقف معہ واذا اسرع اسرع معہ قال فجرح الرجل جرحاً شدیداً فاستعجل الموت فوضع سیفہ بالارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علی سیفہ فقتل نفسہ فخرج الرجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشہد انک رسول اللہ قال وما ذاک قال الرجل الذی ذکرت انفاً انہ من اہل النار فاعظم الناس ذالک فقلت انا لکم بہ فخرجت فی طلبہ ثم جرح جرحاً شدیداً فاستعجل الموت فوضع نصل سیفہ فی الارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علیہ فقتل نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذالک ان الرجل لیعمل عمل اہل الجنۃ فیما یبدو للناس وہو من اہل النار وان الرجل لیعمل عمل اہل النار فیما یبدو للناس وہو من اہل الجنۃ۔

ترجمہ:۔ سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے لشکر کے ساتھ) مشرکین (یہود خیبر) کے مقابل ہوئے دونوں طرف سے لوگوں نے جنگ کی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف واپس ہوئے (یعنی اس روز کی لڑائی سے فراغت کے بعد اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوئے) اور دوسرے لوگ (یعنی یہود) بھی اپنے اپنے خیمہ کی طرف واپس ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص تھا (قزمان نامی) کسی شخص کو ان یہود میں سے جو جتھے سے پھوٹ گیا ہوتا یا تنہا ہوتا نہیں چھوڑتا اس کے پیچھے پڑتا اور اپنی تلوار سے اس کو مارتا تو کسی کہنے والے نے کہا آج ہم میں سے کسی نے ایسی کفایت نہیں کی جیسی فلاں (قزمان) نے (یعنی آج فلاں شخص جس بہادری اور ہمت سے لڑا ہے اتنی بہادری سے کوئی نہیں لڑا) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سن لو کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے (اس پر صحابہ کرام کو کچھ حیرت ہوئی کہ اگر اس جانبازی اور بہادری سے لڑنے والا دوزخی ہے تو پھر بہشتی کون ہے؟) اس پر ایک صحابی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا (تاکہ حقیقت حال معلوم کر سکوں) بیان کیا کہ پھر اس کے ساتھ نکلے جہاں وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتے اور وہ جہاں دوڑ کر چلتا یہ بھی دوڑنے لگتے۔

بیان کیا کہ پھر وہ صاحب (جن کے متعلق آنحضورؐ نے دوزخی ہونے کا اعلان فرمایا تھا) زخمی ہو گئے انتہائی شدید طور پر اور چاہا کہ جلدی موت آجائے چنانچہ اس نے اپنی تلوار زمین پر گاڑ دی اور اس کی نوک اپنے سینے کے مقابل کر کے اپنی تلوار پر گر پڑے اور خودکشی کر لی، پھر دوسرے صحابی (جو ان کی جستجو میں لگے ہوئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ وہ شخص جس کے متعلق ابھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اور لوگوں پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گذرا تھا تو میں نے کہا میں تم لوگوں کے لئے اس کے پیچھے لگتا ہوں چنانچہ میں اس کی ٹوہ میں رہا پھر ایک موقع پر وہ بہت شدید طور پر زخمی ہو گیا تو اس خواہش میں کہ جلدی موت آجائے اس نے اپنی تلوار

کے پھل کو زمین میں گاڑ دیا اور اس کی نوک کو اپنے سینے کے سامنے کر کے اس پر گر پڑا، اور اس طرح انھوں نے اپنی جان کو خود ہلاک کر دیا۔ اسی موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی ظاہری طور پر زندگی بھر جنت والوں کا سا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے (آخر میں اسلام کی خلاف ورزی کی وجہ سے) اور دوسرا شخص زندگی بھر بظاہر اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے (آخر میں توبہ کی وجہ سے)

تشریحات اس حدیث کی مطابقت میں محدثین کبار کو پریشانیاں لاحق ہوئی ہیں چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں لا وجہ لذکر ھذا الحدیث ھنا لانہ لیس فیہ تعلق ما بغزوۃ خیبر ظاھرا یعنی اس حدیث میں ظاہری طور پر غزوہ خیبر کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے اس حدیث کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔

مگر بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ پورا واقعہ غزوۂ خیبر ہی کا ہے جیسا کہ بعد والی حدیث تبلا رہی ہے۔ اس بہادر کا نام قزمان بضم القاف وسکون الزاء ہے، جس نے خودکشی کی تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس شخص کا انجام معلوم ہو گیا تھا جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا کہ وہ شخص خودکشی کر کے حرام موت مر گیا۔ اس لئے اصل فکر خاتمہ کی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین۔

۲۳۰۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیبٌ عن الزھریِّ قال اخبرنی سعیدُ بنُ المسیّبِ انَّ اباھریرۃ قال شھدنا خیبرَ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجُلٍ ممن معہ یدّعی الاسلام ھٰذا من اھلِ النارِ فلمّا حضرَ القتالُ قاتلَ الرّجُلُ اشدَّ القتالِ حتی کثُرت بہ الجراحۃُ فکادَ بعضُ الناسِ یرتابُ فوجَدَ الرجُلُ المَ الجراحۃِ فاھویٰ بیدہٖ الی کِنانتِہٖ فاستخرجَ منھا اسھُمًا فنحرَ بھا نفسَہٗ فاشتدَّ رجالٌ من المسلمین فقالوا یا رسولَ اللہ صدّق اللہُ حدیثکَ انتحرَ فلانٌ فقتلَ نفسَہٗ فقال قم یا فلانُ فاذّن ان لا یدخُلُ الجنّۃَ الا مومنٌ انّ اللہَ یُؤیّدُ الدینَ بالرجلِ الفاجرِ تابعہ معمرٌ عن الزھریِّ وقال شبیبٌ عن یونس عن ابن شھابٍ اخبرنی ابن المسیّبِ وعبد الرحمٰنِ بنُ عبدِ اللہِ بنِ کعبٍ انَّ اباھریرۃ قال شھدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبرَ وقال ابنُ المبارکِ عن یونس عن الزھریِّ عن سعیدٍ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعہ صالحٌ عن الزھریِّ وقال الزُبَیدیُّ اخبرنی الزھریُّ انّ عبدَ الرحمٰنِ بن کعبٍ اخبرہ انّ عبیدَ اللہِ بن کعبٍ قال اخبرنی من شھد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبرَ قال الزھریُّ واخبرنی عبدُ اللہِ بنُ عبدِ اللہ وسعیدٌ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جو آپ کے ساتھ تھے اور خود کو مسلمان کہتے تھے فرمایا کہ یہ شخص اہل دوزخ میں سے ہے پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی پامردی سے لڑے، یہاں تک کہ بہت زیادہ زخمی ہو گئے قریب تھا کہ کچھ لوگ شبہ میں پڑ جاتے (آنحضور کے قول میں کہ آنحضور نے ایک ایسے شخص کے متعلق اس طرح کے کلمات کیسے ارشاد

فرمائے جو اتنی پامردی سے لڑا ہے (یعنی ایسا غازی شخص اہل دوزخ میں سے کیسے ہوگا؟) سو اس شخص نے زخم کی تکلیف محسوس کی چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف جھکایا اور اس سے تیر نکالے پھر اس سے اپنے آپ کو ذبح کیا۔ یہ منظر دیکھ کر کچھ مسلمان حضورؐ کی خدمت میں تیزی سے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ نے آپ کا فرمان سچ کر دکھایا فلاں شخص نے اپنے سینے میں تیر چبھو کر خودکشی کر لی ہے اس پر حضورؐ نے فرمایا اے فلاں اٹھو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، یوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فاجر شخص سے بھی لے لیتا ہے۔

تابعہ معمر عن الزھری یعنی شعیب کی متابعت کی ہے معمر نے زہری سے۔

وقال شبیب الخ اور شبیب نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا یونس نے ابن شہاب زہری سے انہیں سعید بن مسیّب اور عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی ان سے حضرت ابوھریرہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں حاضر ہوئے۔

وقال ابن المبارکؒ اور ابن المبارک نے بیان کیا ان سے یونس نے ان سے زہری نے ان سے سعید بن مسیّب نے اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کی متابعت صالح نے زہری سے کی۔

وقال الزبیدی الخ اور زبیدی نے بیان کیا انھیں زہری نے خبر دی انھیں عبدالرحمٰن بن کعب نے خبر دی اور انھیں عبیداللہ بن کعب نے خبر دی کہ مجھے ان صحابی نے خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں موجود تھے۔ زہری نے بیان کیا اور مجھے عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید بن مسیب نے خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریحات

وقال شبیب الخ بخاری شریف کے بعض نسخوں میں بجائے خیبر کے یہاں حنینا کا لفظ ہے یعنی ان اباھریرۃ قال شھدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حنینا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہ خیبر میں آنحضرتؐ کے پاس اس وقت آئے تھے جب جنگ خیبر ختم ہو چکی تھی اس لئے شعیب اور معمر کی روایت میں جو خیبر کا لفظ آیا ہے اس میں شبہ رہتا ہے امام بخاریؒ نے شبیب اور ابن مبارک کی روایتوں سے یہ ثابت کیا کہ ان میں بجائے خیبر کے حنین کا لفظ مذکور ہے۔

مگر بعض نسخوں میں حنین کا لفظ نہیں ہے بلکہ خیبر کا لفظ ہے بعض نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے شعیب کی روایت کو لے کر اشارہ کر دیا ہے کہ شعیب اور معمر کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

[۲] خودکشی بلاشبہ حرام ہے لیکن حرام کے ارتکاب سے کافر اور جہنمی ہونا لازم نہیں آتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ شخص منافق ہو یعنی دل میں کفر و نفاق ہو اور ظاہر میں مسلمان بنا ہوا ہو جس کی اطلاع آنحضور کو وحی سے ہوئی ہو، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے خودکشی کے وقت خودکشی کو جائز سمجھا ہو۔

[۳] آنحضور کا یہ ارشاد بطور زجر و توبیخ ہو وغیرہ۔

۲۳۱۔ حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا عبدالواحد عن عاصم عن ابی عثمٰن عن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال لما غزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر او قال لما توجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الناس علی واد فرفعوا اصواتھم بالتکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ

الا اللّٰہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربعوا علیٰ انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبًا انکم تدعون سمیعًا قریبًا وھو معکم وانا خلف دابۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسمعنی وانا اقول لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ فقال یا عبد اللّٰہ بن قیس قلت لبیک یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الا ادلک علیٰ کلمۃ من کنوز الجنۃ قلت بلیٰ یا رسول اللّٰہ فداک ابی وامی قال لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے خیبر پر فوج کشی کی یا یوں بیان کیا کہ جب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (خیبر کی طرف) روانہ ہوئے تو (راستہ میں) لوگ ایک وادی میں پہونچے اور بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہنے لگے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ، اللّٰہ سب سے بلند و برتر ہے اللّٰہ سب سے بلند و برتر ہے اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر رحم کرو (یعنی اتنی طاقت خرچ کر کے نعرہ مت لگاؤ) تم کسی بہرے کو یا ایسے شخص کو نہیں پکار رہے ہو جو تم سے دور ہو تم جسے پکار رہے ہو وہ سب سے زیادہ سننے والا اور تمہارے قریب ہے بلکہ وہ تمہارے ساتھ ہے، اور میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا میں نے جب لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہا تو حضورؐ نے سن لیا آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عبد اللّٰہ بن قیس! میں نے کہا لبیک یا رسول اللّٰہ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے میں نے عرض کیا ضرور بتائیے یا رسول اللّٰہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، حضورؐ نے فرمایا وہ یہی کلمہ ہے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔

والحدیث مضیٰ فی الجھاد۔ ص ۴۲۰

حوقلہ کی تفسیر

لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللّٰہ تعالیٰ کی معصیت سے بدون اللّٰہ کی اعانت و امداد کے نہیں بچ سکتا اور بندہ کو کسی طاعت اور عمل صالح کی قوت اور قدرت نہیں مگر اللّٰہ تعالیٰ کی تائید اور تقویت سے ظاہر ہے کہ حول اور قوت کو ہیچ سمجھ کر اللّٰہ کی حول اور قوت اور اس کی تائید اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق و ہدایت پر نظر کرنا ہی اعلیٰ درجہ کی تفویض اور تسلیم ہے جو جنت کا خزانہ ہے اور جو چیز خزانہ میں ہوتی ہے وہ مستور اور پوشیدہ ہوتی ہے اسی وجہ سے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کے اجر و ثواب کی مقدار کسی حدیث میں مذکور نہیں، چونکہ خزانہ کی چیز مخفی اس لئے اس کا اجر بھی پوشیدہ رکھا گیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فتح خیبر کے بعد حضرت جعفرؓ کے ساتھ تشریف لائے تھے جیسا کہ روایت آرہی ہے لیکن اس حدیث کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری کی آمد اس وقت ہوئی جب آنحضور خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اختصار ہے اصل عبارت اس طرح ہے لما توجہ النبی الی خیبر فحاصرھا ففتحھا فرجع فاشرف الناس علیٰ وادٍ الخ

۲۳۲۔ حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید قال رأیت اثر ضربۃ فی ساق سلمۃ فقلت یا ابا مسلم ما ھٰذہ الضربۃ قال ھٰذہ ضربۃ اصابتھا یوم خیبر فقال الناس اصیب سلمۃ فاتیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلاث نفثات فما اشتکیتھا حتی الساعۃ۔

ترجمہ:۔ یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے دریافت کیا اے ابومسلم (سلمہ کی کنیت) یہ زخم کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غزوہ خیبر میں مجھے یہ زخم لگا تھا لوگ کہنے لگے کہ سلمہ زخمی ہو گیا چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سو اس پر آپ نے تین مرتبہ دم کیا اس کی برکت سے مجھے اس زخم سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ یوم خیبر

ثلاثیات بخاری

یہ حدیث ثلاثیات بخاری میں سے ہے، بخاری شریف میں بائیس ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں ایک تبع تابعی دوسرا تابعی تیسرا صحابی کا، اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے کیونکہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں اور تابعین اور تبع تابعین سب خیر القرون کے حضرات ہیں اور اسی عظمت و اہمیت کی وجہ سے بخاری شریف کے حاشیہ پر انتہائی جلی اور موٹے قلم سے اس کی نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ اس حدیث پر بھی موٹے قلم سے لکھا ہوا ہے ھذا الحدیث الرابع عشر من ثلاثیات الامام البخاری۔

اور ان بائیس ثلاثیات میں سے بیس کے استاد حنفی ہیں ممکن ہے کہ بقیہ دو کے بھی استاد حنفی ہی ہوں اس سے فقہ حنفی کی عظمت بخوبی معلوم ہوگئی کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے روایات ثنائی ہیں۔

۲۳۳۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ قال حدثنا ابن ابی حازم عن ابیہ عن سہل قال التقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمشرکون فی بعض مغازیہ فاقتتلوا فمال کل قوم الی عسکرھم وفی المسلمین رجل لا یدع من المشرکین شاذۃ ولا فاذۃ الا اتبعھا فضربھا بسیفہ فقیل یا رسول اللہ ما اجزأ احدھم ما اجزأ فلان فقال انہ من اھل النار فقالوا اینا من اھل الجنۃ ان کان ھذا من اھل النار فقال رجل من القوم لاتبعنہ فاذا اسرع وابطأ کنت معہ حتی جرح فاستعجل الموت فوضع نصاب سیفہ بالارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علیہ فقتل نفسہ فجاء الرجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اشھد انک رسول اللہ فقال ما ذاک فاخبرہ فقال ان الرجل لیعمل بعمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وانہ لمن اھل النار ویعمل بعمل اھل النار فیما یبدو للناس وھو من اھل الجنۃ۔

ترجمہ :۔ حضرت سہل (بن سعد ساعدی) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا ایک غزوہ (خیبر) میں مقابلہ ہوا اور خوب جم کر جنگ ہوئی آخر دونوں لشکر اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اور مسلمانوں میں ایک شخص تھا جو مشرکوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑتا خواہ جماعت سے الگ ہو یا تنہا ہو مگر اس کے پیچھے پڑ جاتا اور اس کو اپنی تلوار سے مارتا، کہا گیا یا رسول اللہ لشکروں میں سے اتنی کفایت کسی نے نہیں کی جتنی فلاں شخص نے کی (یعنی جتنی پامردی اور بہادری سے آج فلاں شخص لڑا ہے اتنی پامردی سے تو کوئی نہ لڑا ہوگا) تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اس پر صحابہ نے کہا اگر یہ بھی دوزخی ہے تو ہم میں سے کون جنت والا ہو سکتا ہے اس پر ایک صحابی نے کہا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے رہوں گا چنانچہ جب وہ دوڑتا یا آہستہ چلتا تو میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا آخر وہ زخمی ہو گیا اور چاہا کہ موت جلدی آجائے چنانچہ اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین میں گاڑ دیا اور اس کی نوک کو اپنے سینے کے مقابل کر کے اس پر گر پڑا، چنانچہ اس نے خودکشی کر لی۔ اب وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے آپؐ سے پورا واقعہ بیان کر دیا تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص بظاہر جنتیوں جیسے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اسی طرح ایک دوسرا شخص بظاہر دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

تشریحات

مطابقت حدیث فی بعض مغازیہ کیونکہ اس غزوہ سے غزوۂ خیبر مراد ہے یہ حدیث سہل بن سعد کا دوسرا طریق ہے دیکھئے حدیث ۲۲۹

۲۳۴۔ حدثنا محمد بن سعید الخزاعی قال حدثنا زیاد بن الربیع عن ابی عمران قال نظر انس الی الناس یوم الجمعۃ فرای طیالسۃ فقال کانھم الساعۃ یھود خیبر۔

ترجمہ :۔ ابو عمران سے روایت ہے کہ انس بن مالک نے بصرہ کی مسجد میں جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ (ان کے سروں پر) چادریں ہیں جن پر پھول بوٹے کڑھے ہوئے ہیں آپؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یھود خیبر"

طیالسۃ جمع ہے طیلسان کی، سیاہ چادر جو یہود کثرت سے اوڑھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی مشابہت سے پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت انس بن مالک نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، نیز ایک حدیث میں ہے کہ یہود کی مخالفت کرو۔

۲۳۵۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ قال حدثنا حاتم عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ قال کان علیؓ تخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خیبر وکان رمدا فقال اتخلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلحق بہ فلما بتنا اللیلۃ التی فتحت قال لاعطین الرایۃ غدا اولیاخذن الرایۃ غدا رجل یحبہ اللہ ورسولہ یفتح علیہ فنحن نرجوھا فقیل ھذا علیؓ فاعطاہ ففتح علیہ۔

ترجمہ :۔ حضرت سلمہؓ (بن اکوع) سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ غزوۂ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے (یعنی ساتھ نہ جاسکے تھے) کیونکہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے (جب آنحضور جاچکے) پھر انہوں نے سوچا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ سے پیچھے رہوں گا؟ چنانچہ وہ آکر مل گئے، جس دن خیبر فتح ہونا تھا جب اس کی رات آئی تو آنحضورؐ نے فرمایا کل میں (اسلامی) جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا (فرمایا کہ) کل جھنڈا وہ شخص لے گا جسے اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہوں اور جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی، ہم سب ہی اس سعادت کے امیدوار تھے لیکن کہا گیا کہ یہ علیؓ ہیں اور حضورؐ نے انہیں کو جھنڈا دیا چنانچہ ان ہی کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوئی۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔ والحدیث مضیٰ فی الجہاد صفحہ ۴۱۳۔

بعض روایات میں ہے کہ اس جھنڈے پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

۳۷۳۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا یعقوب بن عبد الرحمٰن عن ابی حازم قال اخبرنی سہل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین ہٰذہ الرایۃ غداً رجلاً یفتح اللہ علیٰ یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ قال فبات الناس یدوکون لیلتہم ایہم یعطاہا فلما اصبح الناس غدوا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلہم یرجون ان یعطاہا فقال این علی بن ابی طالب فقالوا ہو یا رسول اللہ یشتکی عینیہ قال فارسلوا الیہ فاتی بہ فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ ودعا لہ فبرأ حتی کان لم یکن بہ وجع فاعطاہ الرایۃ فقال علی یا رسول اللہ اقاتلہم حتی یکونوا مثلنا فقال انفذ علیٰ رسلک حتی تنزل بساحتہم ثم ادعہم الی الاسلام واخبرہم بما یجب علیہم من حق اللہ فیہ فواللہ لان یہدی اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من ان یکون لک حمر النعم۔

ترجمہ :۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

راویوں نے بیان کیا کہ وہ رات سب نے اس فکر میں گذاری کہ دیکھیں کون سعادت مند ہے جس کو جھنڈا دیا جائے گا، صبح ہوئی تو سب خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ہر ایک امیدوار تھا کہ جھنڈا اس کو ملے لیکن آنحضورؐ نے دریافت فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ آشوبِ چشم (آنکھوں کی تکلیف) میں مبتلا ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں بلا بھیجو۔ جب وہ لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور ان کے لئے دعا کی، اس دعا کی برکت سے ان کی آنکھیں اتنی اچھی ہوگئیں جیسے پہلے کوئی بیماری ہی نہیں تھی پھر آنحضورؐ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا تو علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک وہ ہمارے ہی جیسے نہ ہو جائیں، حضورؐ نے فرمایا یوں ہی چلے جاؤ، ان کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں

بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق واجب ہے خدا کی قسم اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔ والحدیث مضیٰ فی الجہاد ص ۴۲۲

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اسلام کا مقصد جہاد وقتال نہیں ہے بلکہ اسلام کا مقصد عدل وانصاف، امن وامان ہے لیکن اس عدل وامان کے لئے بسا اوقات جہاد وقتال ضروری ہوجاتا ہے جیسے خطرناک زخم کو آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز جب کسی قلعہ پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو اعیان مہاجرین و انصار میں سے کسی کو منتخب فرماتے کہ اسلامی جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیں چنانچہ جب قلعہ قموص کا محاصرہ کیا تو آنحضور نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جھنڈا عنایت فرما کر بھیجا باوجود پوری جد وجہد کے قلعہ فتح نہ ہوسکا واپس آگئے، دوسرے روز حضرت فاروق اعظم کو جھنڈا دے کر روانہ فرمایا حضرت فاروق اعظم بھی بغیر فتح کئے ہوئے واپس ہوئے تو اس موقعہ پر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ اس کو فتح فرمائے لیکن چونکہ قلعہ قموص کی فتح قضاء ازلی میں حضرت علیؓ کے ہاتھ تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے حضرت علی کو بلا کر جھنڈا اعطا فرمایا اور حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر قلعہ فتح کرا دیا اسی لئے حضرت علی فاتح خیبر مشہور ہوئے۔

۲۳۷۔ حدثنا عبد الغفار بن داود قال حدثنا یعقوب بن عبد الرحمن ح وحدثنی احمد قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنی یعقوب بن عبد الرحمن الزهری عن عمرو مولی المطلب عن انس بن مالک قال قدمنا خیبر فلما فتح الله علیه الحصن ذکر له جمال صفیة بنت حیی بن اخطب وقد قتل زوجها وکانت عروسا فاصطفاها النبی صلی الله علیه وسلم لنفسه فخرج بها حتی بلغنا سد الصهباء حلت فبنی بها رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم صنع حیسا فی نطع صغیر ثم قال لی اذن من حولك فكانت تلك وليمته على صفية ثم خرجنا الى المدينة فرأيت النبی صلی الله علیه وسلم یحوی لها وراءه بعباءة ثم یجلس عند بعیره فیضع رکبته وتضع صفیة رجلها علی رکبته حتی ترکب۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے آپؓ نے بیان کیا کہ ہم خیبر آئے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قلعہ کی فتح عنایت فرمائی تو آپؐ کے سامنے صفیہؓ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا اور ان (صفیہ) کے شوہر قتل ہوگئے تھے اور یہ دلہن تھیں (یعنی صفیہ کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی)، سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر آنحضورؐ روانہ ہوئے آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہونچے (ایک جگہ کا نام ہے خیبر سے ایک منزل پر)، تو ام المومنین حضرت صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ خلوت فرمائی پھر آپؐ نے حیس بنایا (جو کھجور کے ساتھ گھی اور پنیر وغیرہ ملا کر بنایا جاتا تھا) اور

اسے ایک چھوٹے دسترخوان پر رکھ کر مجھ سے فرمایا جو لوگ تمہارے قریب ہیں انہیں بلالو، آنحضرتؐ کی طرف سے ام المومنین حضرت صفیہؓ کا یہی ولیمہ تھا پھر ہم مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے لئے اپنے پیچھے عبا سے گھیر دیا (تاکہ پردہ ہو جائے) پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے پھر آپؐ نے اپنا گھٹنہ رکھا اور حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہوئیں۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔
امام بخاریؒ اس حدیث کو دو سندوں سے لائے ہیں والحدیث مضیٰ فی البیوع ص ۲۹۸

صفیۃ بنت حیی بضم الحاء وفتح الیاء الاولیٰ وتشدید الثانیۃ۔

وزوجھا کنانۃ بن الربیع بن ابی الحقیق بضم الحاء۔ **یحوّی لھا** بضم الیاء وفتح الحاء وتشدید الواو المکسورۃ
بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ آپؐ عبا یا کمبل کو اونٹ کے کوہان کو چاروں طرف گھیر کر گدہ بنا دیتے تاکہ اس کا کوہان چھپے نہیں، پیٹھ برابر مسطح ہو جائے اس کو حویہ کہتے ہیں جمع حوایا ہے۔

وقد قتل زوجھا حضرت صفیہؓ کے سابق شوہر کا نام کنانہ بن ربیع تھا جو غزوہ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

کنانہ بن ربیع کا قتل جب ایک طرف کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا اور دوسری طرف کے صرف تین قلعے الکتیبۃ۔ الوطیح، السلالم باقی رہ گئے، یہود ہر طرف سے سمٹ کر ان ہی قلعوں میں جمع ہو گئے تھے اور مقبوضہ قلعوں کے مال واسباب کو بھی یہیں لا کر جمع کیا تھا، چودہ روز حضورؐ نے ان کا محاصرہ کیا جب وہ لڑنے کے لئے نہ نکلے تو حضورؐ نے ارادہ کیا کہ منجنیق نصب کیا جائے جب ان لوگوں نے سنا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی، آنحضورؐ نے درخواست منظور فرمائی، یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا پھر اس شرط پر مصالحت ہوئی کہ قلعہ میں جتنے یہود ہیں سب کے سب جلا وطن ہو جائیں اور خیبر کی سرزمین کو یک لخت خالی کر دیں اور سونا چاندی اور ہتھیار واسباب سب یہاں چھوڑ جائیں سوائے بدن کے کپڑے کے کوئی چیز نہ لیں اس کے خلاف ہوا تو میرا ذمہ باقی نہیں رہے گا۔

تمام شرائط منظور ہو گئے مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حیی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلہ (جس میں دراہم و دنانیر اور سونے چاندی کے زیورات وغیرہ تھے) غائب کر دیا۔ آنحضورؐ نے کنانہ بن ربیع اور اس کے بھائی وغیرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلا کہاں گیا؟ کنانہ نے کہا کہ وہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا، آنحضورؐ نے فرمایا کہ زمانہ تو کچھ زیادہ گذرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تھیلہ برآمد ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں، یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور تھیلہ مل گیا پھر خلاف معاہدہ مال چھپانے کی وجہ سے یہ لوگ قتل کئے گئے جن میں ایک صفیہ کا شوہر کنانہ بن الربیع بھی تھا۔

علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لئے آنحضرتؐ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالے کیا کہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں۔ ان لوگوں

کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔

۲۳۸۔ حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی اخی عن سلیمان عن یحییٰ عن حمید الطویل سمع انس بن مالک ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقام علیٰ صفیۃ بنت حیی بطریق خیبر ثلثۃ ایام حتیٰ اعرس بہا وکانت فیمن ضرب علیہا الحجاب۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے خیبر کے راستہ میں صفیہ بنت حیی کے لئے تین دن قیام فرمایا آخری دن ان سے خلوت فرمائی اور حضرت صفیہ ان ازواج مطہرات میں سے تھیں جن پر پردہ مقرر کیا گیا (مطلب یہ ہے کہ حضرت صفیہ امہات المومنین میں شامل ہوگئیں اس لئے کہ مملوکہ باندیوں کے لئے پردہ نہیں ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "اقام علیٰ صفیۃ بنت حیی بطریق خیبر" مزید وضاحت کے لئے حدیث ۲۲۷ کی تشریحات دیکھئے۔

۲۳۹۔ حدثنا سعید بن ابی مریم قال اخبرنا محمد بن جعفر بن ابی کثیر قال اخبرنی حمید انہ سمع انسا یقول اقام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلث لیال یبنیٰ علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الیٰ ولیمتہ وماکان فیہا من خبز ولا لحم وما کان فیہا الا ان امر بلالا بالانطاع فبسطت فالقیٰ علیہا التمر والاقط والسمن فقال المسلمون احدیٰ امہات المومنین فان لم یحجبہا فہی مما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطالہا خلفہ ومد الحجاب۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان (مقام سد الصہباء میں) تین دن قیام فرمایا اور وہیں حضرت صفیہ کے ساتھ خلوت فرمائی، پھر میں نے آنحضور کی طرف سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی اور اس ولیمہ میں نہ روٹی تھی نہ گوشت تھا اور اس ولیمہ میں صرف یہ ہوا کہ آپؐ نے حضرت بلال کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا۔ پھر آپؐ نے اس پر کھجور، پنیر اور گھی (کا مالیدہ) رکھ دیا تو مسلمانوں نے کہا صفیہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں یا باندی ہیں (مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہ شک میں پڑ گئے کہ آنحضورؐ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے بیوی بنایا ہے یا باندی رکھا ہے؟) تو کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت نے پردے میں رکھا تو وہ امہات المومنین میں سے ہوں گی، لیکن اگر آپؐ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو یہ (یعنی صفیہ) باندیوں میں سے ہے، سو جب آپ نے کوچ کیا تو ان کے لئے اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ کھینچ دیا۔

تشریحات ترجمۃ الباب سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت انس کی سابق حدیث ۲۳۸ ہی کی دوسری حدیث دوسرے طریق سے ہے اور اس میں بھی خیبر و مدینہ کے درمیان اقامت کا ذکر ہے۔

۲۴۰۔ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ ح وحدثنی عبد اللّٰہ

بن محمد قال حدثنا وھب قال حدثنا شعبة عن حمید بن ھلال عن عبد اللہ بن مغفل قال کنا محاصری خیبر فرمی انسان بجراب فیه شحم فنزوت لآخذہ فالتفت فاذا النبی صلی اللہ علیه وسلم فاستحییت۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ ہم خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی میں اسے لینے کے لئے جلدی سے اٹھا لیکن میں نے جو مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے سو میں شرما گیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "کنا محاصری خیبر"

والحدیث مضیٰ فی الجہاد ص۴۴۶

فنزوت ای وثبت نزا ینزو ونزواً خواہش کرنا، مائل ہونا نیز نر کا مادہ پر کودنا۔

فاستحییت ای من اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حرصی علیہ۔

۲۴۱۔ حدثنی عبید بن اسمٰعیل عن ابی اسامة عن عبید اللہ عن نافع وسالم عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهی یوم خیبر عن اکل الثوم وعن لحوم الحمر الاهلیة نهی عن اکل الثوم هو عن نافع وحده ولحوم الحمر الاهلیة عن سالم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر لہسن کھانے سے اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا لہسن کھانے کی ممانعت صرف نافع (مولیٰ ابن عمرؓ) سے منقول ہے اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت صرف سالم سے منقول ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم خیبر"

الثوم بضم الثاء المثلثۃ لہسن۔

لہسن وغیرہ کا شرعی حکم

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ لہسن کھانا جائز نہیں، لیکن اس سلسلہ میں احادیث و روایات مختلف ہیں، اسی بخاری شریف کتاب الاذان میں مختلف روایات ہیں، حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ حضرت جابرؓ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کچا لہسن ہے۔

حضرت جابرؓ ہی سے دوسری روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پیاز اور لہسن کھالے وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔ الخ (بخاری اول ص۱۱۸)

امام بخاریؒ نے ان حدیثوں پر جو ترجمہ قائم کیا ہے "باب ما جاء فی الثوم النیئ" الخ۔

یعنی یہ احادیث کچے لہسن اور پیاز پر محمول ہیں جو پکائے نہیں گئے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ لہسن اور پیاز کھانا ممنوع نہیں ہے بلکہ کھا کر ازالہ بو کے بغیر مسجدوں میں داخل ہونا

ممنوع ہے۔

مطلق کچا لہسن اور پیاز کھانا جائز ہے جیسا کہ امام نوویؒ لکھتے ہیں "هٰذا النهي انما هو عن حضور المسجد لا عن اكل الثوم والبصل ونحوهما فهٰذه البقول حلال باجماع من يعتد به (مسلم اول صـ۲۰۹) نیز مسلم شریف کی حدیث ہے کہ جب صحابہ کرام نے حضور اقدس کی کراہت و نفرت دیکھی تو حرمت کا شک ہوا اس پر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا "ليس لي تحريم ما احل الله لي ولكنها شجرة اكره ريحها" یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے میرے لئے جائز نہیں کہ میں حرام کر دوں لیکن مجھ کو اس کی بو پسند نہیں۔ (مسلم شریف اول صـ۲۰۹)

پس معلوم ہوا کہ کچا لہسن اور پیاز کھانا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے چونکہ آنحضورؐ سے ناپسندیدگی ثابت ہے البتہ مسجد جانا یا اور کسی حدیث کے درس و تدریس میں جانا مکروہ تحریمی ہوگا اور یہ حکم ہر بدبودار چیزوں میں ہوگا جیسے بیڑی سگریٹ وغیرہ پی کر مسجدوں میں جانا بلاشبہ مکروہ تحریمی ہے حرام کے قریب لیکن صرف گھروں میں پینا حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم۔

افادہ انور وقال الجمهور انها حلال كلها الا انها ممنوعة في الاوقات المخصوصة لاجل العوارض فليست فيها كراهية الاكل بل كراهة الذكر او الاتيان الى المسجد بعد الاكل۔

والعجب على الجمهور هؤلاء الذين يحكمون بالحرمة على الاشياء التي اكلت في عصر النبوة وحضرتها فاذن هي حلال الا ما وقع في بعض الكتب من حرمة النتن او التمباك فالوجه فيه انهم صرحوا ان المباح في نفسه قد يصير حراما من حكم الامير من جهة ان الله امر بطاعتهم فقال اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فحينئذ لو رأى الامير ان يمنع الناس عن اكل شيئ لمصلحة بدت له يجب عليهم ان لا ياكلوه ويحرم عليهم الا ان تلك الحرمة تقتصر على مدة امارته فقط ولا يتجاوزها فهي حرمة موقتة، ومن هذا الباب تحريم التمباك فانه قد نهى عنه بعض السلاطين فاحفظه (فيض الباري على صحيح البخاري جلد ثاني صـ۳۲۰)

عموم مجاز بعض حضرات نے اس حدیث سے جمع بين الحقيقة والمجاز کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس میں لحوم حُمُر کی نہی بمعنی حرام ہے اور یہ حقیقت ہے اور اکل ثوم کی نہی سے مراد کراہت ہے۔ جس پر نہی کا اطلاق مجاز ہے اور حدیث شریف میں نہی یوم خیبر عن اكل الثوم وعن لحوم الحمر الاهلية دونوں کو جمع کیا گیا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں "قلت هٰذا ليس بجمع بين الحقيقة والمجاز وانما هو مستعمل في عموم المجاز"

مطلب یہ ہے کہ جمع بين الحقيقة والمجاز نہیں ہے بلکہ عموم مجاز ہے جو محققین شوافع کے نزدیک بھی جائز ہے البتہ جمع بين الحقيقة والمجاز میں اختلاف ہے کہ حضرات شوافع کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نور الانوار صـ۹۵۔

۲۴۲- حدثني يحيى بن قزعة قال حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عبد الله والحسن ابني محمد بن علي عن ابيهما عن علي بن ابي طالب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

نهیٰ عن مُتعَةِ النساءِ یوم خیبرَ و عن اکلِ الحُمُرِ الانسیَّةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر عورتوں کے نکاح متعہ سے اور پالتو گدھوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "یوم خیبر"

والحدیث فی البخاری فی المغازی ص۶۰۶ وفی النکاح ص۷۶۷ وفی الذبائح ص۸۳۰ وفی الحیل ص۱۰۲۹ تا ص۱۰۳۶

نکاح متعہ

لفظ متعہ جس کا مادہ م، ت، ع ہے اور متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں کما فی التنزیل العظیم انما ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا متاع "، ہر وہ چیز جس سے تھوڑا سا فائدہ اٹھایا جائے پھر فنا ہو جائے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے وللمطلقٰت متاع بالمعروف (سب طلاق دی ہوئی عورتوں کو کچھ فائدہ پہونچانا ہے) نیز سورہ بقرہ ہی میں ہے ومتعوھن الخ ان مطلقہ عورتوں کو کچھ فائدہ پہونچاؤ۔ یعنی کم سے کم ایک جوڑا کپڑے دے کر رخصت کرو۔

یہ متعہ کے لغوی معنی ہوئے نکاح متعہ یہ ہے کہ ایک مدت معینہ کے لئے مہر معینہ پر کسی عورت سے نکاح کیا جائے اور مدت معینہ گذرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت ہو جائے۔

بعض حضرات نے نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق بیان کیا ہے کہ نکاح مؤقت یہ ہے کہ مدت معینہ کے لئے مہر معینہ پر لفظ نکاح یا تزویج سے نکاح کیا جائے۔ اور نکاح متعہ وہ ہے جس میں نکاح کی جگہ تمتع کا لفظ بولا گیا ہو مگر یہ فرق بلا دلیل ہے علامہ ابن ھمام اور صاحب بدائع وغیرہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے، کوئی فرق نہیں۔

یہ نکاح متعہ ایک درمیانی درجہ ہے نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان۔

ابتداء اسلام میں یہ نکاح جائز تھا بشرطیکہ ضرورت شدیدہ ہو جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر حلال ہو جاتا ہے اسی طرح اضطرار کی حالت میں نکاح متعہ کی بھی رخصت تھی۔ حضرت ابن ابی عمرۃ الانصاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے میتۃ، دم اور لحم خنزیر کی رخصت ہے لیکن جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع فرما دیا (مسلم شریف ص۴۵۲)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں ایک دفعہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم خصی کرالیں حضورؐ نے منع فرمایا اور رخصت دی کہ کپڑا دے کر ایک مدت کے لئے نکاح کرلیں (یعنی مہر میں ایک جوڑا کپڑے دے کر نکاح متعہ کرلیں) مسلم شریف ص۴۵۰ بخاری شریف ص۷۵۹

احادیث صحیحہ کے پیش نظر اس میں شک نہیں کہ ابتداء اسلام میں سفر کی حالت میں ضرورت شدیدہ کے وقت نکاح متعہ کی رخصت تھی اور لوگ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے موافق متعہ کیا کرتے تھے۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر ۷ھ میں نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان فرمایا جیساکہ حضرت علی کی یہ حدیث ہے جو متعدد طریقوں سے باسانید صحیحہ مروی ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے سال غزوہ اوطاس ۸ھ میں تین روز کے لئے متعہ کی اجازت ہوئی جیساکہ حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔ (مسلم ص۴۵۱)

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح متعہ کب حرام ہوا؟ بعض کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں جیساکہ حضرت علی سے باسانید صحیحہ مروی ہے ۷ھ بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ میں ۸ھ بعض کہتے ہیں کہ غزوۂ اوطاس میں ۸ھ اور بعض کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں، اس میں فتح مکہ اور عام اوطاس تو ایک ہی زمانہ میں ہے یعنی ۸ھ میں، اس لئے اصل اختلاف رہ جاتا ہے غزوۂ خیبر اور فتح مکہ کا۔

اس سلسلہ میں امام شافعیؒ اور متعدد علماء کا قول ہے کہ نکاح متعہ پہلے حلال تھا غزوۂ خیبر ۷ھ میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کے سال غزوۂ اوطاس میں مباح ہوا اور تین روز کے بعد حرام ہوگیا یعنی اباحت و حرمت دونوں مکرر ہوئیں اور قبلہ کی طرح اس میں بھی دو مرتبہ نسخ ہوا۔

امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مختار اور صحیح ہے۔

اور حجۃ الوداع میں اسی حرمت کی تاکید تھی اور عام اعلان تھا جس کو آنحضورؐ نے فتح مکہ کے سال متعہ کا حرام مؤبد ہونا بیان کردیا تھا جیساکہ سبرہ بن معبد جہنی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا ایہا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذالک الی یوم القیامۃ فمن کانت عندہ منہن شیئی فلیخل سبیلہا ولا تاخذوا مما آتیتموھن شیئا" اے لوگو میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے سو اسی کوئی عورت کسی کے پاس ہو تو چھوڑ دے اور جو کچھ اس کو دے چکے ہو واپس نہ لو۔ (مسلم شریف ص۴۵۱)

پس یہ نکاح متعہ کی دائمی حرمت کا اعلان تھا۔

اب امت مسلمہ کا اسی پر اتفاق ہے کہ نکاح متعہ ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہے صرف حضرات شیعہ کو اس میں اختلاف ہے حضرات شیعہ اب بھی متعہ کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ سے حرمت متعہ کی روایتیں بے شمار آئی ہیں مگر یہ فرقہ شیعہ متعہ کے اس قدر شیدائی ہیں کہ حضرت علی کی بھی نہیں سنتے۔

البتہ بعض صحابہ سے فتح مکہ میں حرمت متعہ کے اعلان کے بعد بھی متعہ کی اباحت کا قول ملتا ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ وغیرہ۔

اس کی اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھا یا رسول اللہ سے سنا اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی بات کا یقین کرتے تھے حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہوجاتے تھے اور دوسرے صحابہ کو ان کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا، حضرت ابن عباس کو

متعہ کے جواز پر سخت اصرار تھا باوجودیکہ ان کو حضرت علی اور دوسرے صحابہ نے کہا کہ یہ منع ہوگیا ہے تاہم وہ عرصہ تک اپنے خیال پر مصر رہے، صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباس بیٹھے ہوئے تھے تو عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ بعض آدمی جن کے قلوب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے ان کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں (حضرت ابن عباس نابینا ہو گئے تھے) وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا یہ نا سمجھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہم لوگوں نے متعہ کیا ہے۔ اس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا اچھا آزما کر دیکھو خدا کی قسم اگر تم نے کیا تو میں پتھروں سے سنگسار کر دوں گا (مسلم ص۴۵۲)

حضرت ابن عباسؓ کو اسی بنا پر اصرار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انھوں نے رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت جابرؓ سے بھی رجوع ثابت ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بعض ناواقفیت کی بنا پر جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہونچی تھی اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو فاروق اعظمؓ کو جب یہ خبر پہونچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تاکہ اس کی حرمت میں کسی کو کوئی شبہ باقی نہ رہے اور یہ فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اب اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا۔ اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہوگیا اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان حضرات کو آنحضورؐ کا نکاح متعہ کے سلسلہ میں دائمی وابدی حرمت سمجھا دی اور صحابہ نے قبول کر لیا اور مان لیا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر دیا اور تمام صحابہ نے ان کے نسخ کو قبول کر لیا۔

اس کے بعد متعہ کی تحریم پر امت کا اجماع ہوگیا فرقہ ضالہ مبتدعہ شیعہ کا اختلاف قابل اعتبار نہیں۔

۲۴۳۔ حدثنا محمدُ بنُ مقاتلٍ قال اخبرنا عبدُ اللہ قال حدثنا عُبَیدُ اللہِ بنُ عُمَرَ عن نافعٍ عن ابنِ عُمَرَ انَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ یومَ خیبرَ عن لحومِ الحُمُرِ الاھلیَّۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "نھیٰ یوم خیبر"

ھذا طریق آخر لحدیث عبداللہ بن عمر المذکور عن قریب اعنی حدیث ۲۴۱

اس طریق میں فقط لحوم حمر کا ذکر ہے اور اکل ثوم کی ممانعت مذکور نہیں۔

۲۴۴۔ حدثنی اسحٰقُ بنُ نصرٍ قال حدثنا محمدُ بنُ عُبَیدٍ قال حدثنا عُبَیدُ اللہ عن نافعٍ وسالمٍ عن ابنِ عمرَ نھی النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکلِ لحومِ الحُمُرِ الاھلیَّۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

تشریحات یہ بھی حضرت ابن عمرؓ کی حدیث دوسری سند سے ہے اور مراد اس نہی سے یوم خیبر ہی ہے کما مرّ مرارا وسیاق الحدیث علی ص۸۲۹

۲۴۵۔ حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن عمرو عن محمد بن علی عن جابر بن عبد اللہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی الخیل۔

ترجمہ :۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں (کے گوشت) میں اجازت دی۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "یوم خیبر"
والحدیث فی الذبائح ص۸۲۹ ایضاً ص۸۳۰

گھوڑے کا حکم

گھوڑے کے گوشت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، امام ابو یوسف امام محمد امام شافعی اور امام احمد و ابن مبارک رحمہم اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مباح وجائز ہے والیہ ذہب ابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن جبیر رحمہم اللہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک وامام اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

فریق اول کی دلیل حضرت جابر بن عبد اللہ کی یہ حدیث ماتی الباب ہے "رخص فی الخیل"

امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ والخیل والبغال لترکبوھا وزینۃ (سورۃ نحل) اور ہم نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور اس لئے بھی پیدا کیا کہ یہ تمہارے لئے زینت ہیں۔

یہ آیت من جانب اللہ احسان جتانے کے مقام میں واقع ہوئی اور حکیم مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ ہے کہ بڑی نعمت کو ذکر کیا جائے تو اگر فرس کا کھانا جائز ہوتا جس پر بقاء انسان کا مدار ہوتا ہے تو اسے انعامات میں ضرور ذکر کیا جاتا، یہاں رکوب اور زینت تو ذکر ہوئے لیکن اعظم منافع اکل خیل کا ذکر نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سرے سے اس کا کھانا ہی جائز نہیں۔

اگر اس پر شبہ ہو کہ حمل وغیرہ کا بھی ذکر نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ وہ اعلیٰ منافع میں سے نہیں ہے، اس دلیل سے معلوم ہوا کہ لحوم خیل کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری دلیل ارشاد نبوی ہے خالد بن ولید سے روایت ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الخیل والبغال والحمر (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ)

تیسری دلیل گھوڑا ارہاب عدو (دشمن کو ڈرانے) کا آلہ ہے احترام کی وجہ سے نہ کھایا جائے، گھوڑے کا احترام وعزت مختلف روایتوں سے ثابت ہے کما فی الصحیحین عن جریر بن عبد اللہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلوی ناصیۃ فرس وھو یقول الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیامۃ ای الاجر والغنیمۃ، نیز اس احترام کی وجہ سے جہاد میں خیل کو سہم ملتا ہے تو قابل احترام ہونے کی وجہ سے لحوم خیل کا کھانا ممنوع ومکروہ کہا گیا۔

چوتھی دلیل ارشاد خداوندی اعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل، الآية (پ سورہ انفال) اور کافروں سے مقابلہ کرنے کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اس آیت سے گھوڑے کا آلہ جہاد ہونا ثابت ہوتا ہے اگر اس کو حلال کہا جائے تو تقلیل آلات حرب ہوگی اس لئے گھوڑے کا کھانا مکروہ ہوگا

جوابات شوافعؒ:- حدیث جابر سے جو اباحت معلوم ہوتی ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ خبر واحد بمقابلہ قرآن حجت نہیں کیونکہ آیت قرآنی میں خیل کو بغال وحمیر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خیل بھی حرام ہے مگر روایت کی وجہ سے تخفیف ہوگی اور بجائے حرام کے خیل مکروہ ہوگا۔

نیز محرم اور مبیح میں اگر تعارض ہو تو بقاعدہ اصول محرم کو ترجیح ہوگی۔

صاحب ہدایہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے یہی محققین مالکیہ کا مذہب ہے۔ بعض حضرات نے امام اعظمؒ کا مذہب مکروہ تنزیہی بیان کیا ہے اور بعض علماء نے امام اعظم سے رجوع بھی نقل کیا ہے کہ لحوم خیل مباح ہے جیسا کہ صاحبین وغیرہ کا مذہب ہے، واللہ اعلم۔

۲۴۶۔ حدثنا سعيد بن سليمان قال حدثنا عباد عن الشيباني قال سمعت ابن ابي اوفى اصابتنا مجاعة يوم خيبر فان القدور لتغلي قال وبعضها نضجت فجاء منادي النبي صلى الله عليه وسلم لا تاكلوا من لحوم الحمر شيئا واهريقوها قال ابن ابي اوفى فتحدثنا انه انما نهى عنها لانها لم تخمس وقال بعضهم نهى عنها البتة لانها كانت تاكل العذرة۔

ترجمہ:- حضرت ابن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر میں ہم کو بھوک لگی، اور ہانڈیوں میں ابال آرہا تھا (یعنی گدھے کا گوشت پکایا جارہا تھا)، اور بیان کیا کہ کچھ ہانڈیاں پک بھی گئی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ گدھے کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ اور اسے پھینک دو، ابن ابی اوفیؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ آنحضورؐ نے اس کی ممانعت اس لئے کی ہے کہ ابھی اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے اس کی قطعی ممانعت (ہمیشہ کے لئے) کردی ہے کیونکہ گدھے گندگی کھاتے ہیں۔

تشریحات

مطابقته للترجمة في قوله "يوم خيبر"، والحديث قد مضى في الجهاد ۲۴۶۔

لتغلي غلى يغلي غليا وغليانا جوش مارنا، ابلنا واللام فيه للتاكيد۔

فجاء منادي النبي ﷺ وهو ابو طلحةؓ انه ضمير شان۔

۲۴۷۔ حدثنا حجاج بن منهال قال حدثنا شعبة قال اخبرني عدي بن ثابت عن البراء وعبد الله بن ابي اوفى انهم كانوا مع النبي صلى الله عليه وسلم فاصابوا حمرا فطبخوها فنادى منادي النبي صلى الله عليه وسلم اكفئوا القدور۔

ترجمہ:- حضرت براءؓ اور عبد اللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

پھر انھیں گدھے ملے تو انھوں نے ان کا گوشت پکایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ ہانڈیاں انڈیل دو (یعنی سارے گوشت پھینک دو)۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ تؤخذ من قولہ "انھم کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ای فی غزوۃ خیبر۔

۲۴۸۔ حدثنی اسحٰق قال حدثنا عبدُ الصَّمَدِ قال حدثنا شعبةُ قال حدثنا عدیٌّ بن ثابتٍ سمعتُ البراءَ وابنَ ابی اوفیٰ یُحدِّثانِ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یومَ خیبرَ وقد نصبوا القدورَ اکفئوا القدورَ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء اور ابن ابی اوفیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آنحضور نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا کہ ہانڈیوں کا گوشت پھینک دو دراں حالیکہ اصحاب نے ہانڈیوں کو چولھے پر چڑھا دیا تھا۔

۲۴۹۔ حدثنا مسلمٌ قال حدثنا شعبةُ عن عدیٍّ بنِ ثابتٍ عن البراءِ قال غزونا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوَہ۔

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک تھے پہلی روایت کی طرح (یعنی پہلی حدیث کی طرح روایت نقل کی)

تشریحات مطابقت ترجمہ یہ ہے کہ غزوہ سے مراد غزوہ خیبر ہے، حضرت براء بن عازبؓ کی یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے۔ نحوہ ومثلہ کے فرق کے لئے حدیث ۵ ملاحظہ فرمائیے۔

۲۵۰۔ حدثنی ابراھیمُ بنُ موسیٰ قال اخبرنا ابنُ ابی زائدۃ قال اخبرنا عاصمٌ عن عامرٍ عن البراءِ بنِ عازبٍ قال امرنا النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ خیبر ان نلقیَ لحومَ الحمرِ الاھلیۃِ نیئۃً ونضیجۃً ثم لم یامرنا باکلہ بعدُ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ پالتو گدھوں کا گوشت ہم پھینک دیں کچا بھی اور پکا ہوا بھی، پھر ہمیں اس کے کھانے کا کبھی آپ نے حکم نہیں دیا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فی غزوۃ خیبر"۔
بعدُ ای بعد امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقاء الحمر الاھلیۃ وفیہ اشارۃ الی استمرار تحریمہا۔

۲۵۱۔ حدثنی محمدُ بنُ ابی الحسینِ قال حدثنا عمرُ بنُ حفصٍ قال حدثنا ابی عن عاصمٍ عن عامرٍ عن ابنِ عباسٍ قال لا ادری انھیٰ عنہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اجلِ انہ کان حمولۃَ الناس فکرہ ان تذھب حمولتُھم او حرّمہ فی یومِ خیبرَ لحمَ الحمرِ الاھلیۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت کھانے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ لوگوں کے بار برداری کے جانور ہیں سو آپ نے پسند نہیں

فرمایا کہ بوجھ ڈھونے والے جانور ختم ہوجائیں' یا آپؐ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا (یعنی ہمیشہ کے لئے مطلق حرام کردیا۔)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "فی یوم خیبر"
لحم الحمر منصوب علی تقدیرا عنی لحم الحمر الاھلیۃ و ایضًا یجوز الرفع علی تقدیر ھو لحم الحمر الاھلیۃ۔

۲۵۲۔ حدثنا الحسن بن اسحٰق قال حدثنا محمّد بن سابق قال حدثنا زائدۃ عن عبید اللّٰہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قسم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم خیبر للفرس سھمین وللراجل سھمًا قال فسّرہ نافع فقال اذا کان مع الرجل فرس فلہ ثلثۃ اسھم فان لم یکن لہ فرس فلہ سھم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں (مال غنیمت سے) گھوڑے کے دو حصے اور پیدل فوجیوں کو ایک حصہ تقسیم فرمایا۔ عبید اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نافع نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ اگر کسی شخص کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کے لئے تین حصے ہوتے اور اگر اس کے ساتھ گھوڑا نہ ہوتا تو اس کو صرف ایک حصہ ملتا۔

تشریحات:۔ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم خیبر"

غنائم خیبر کی تقسیم اور گھوڑوں کے حصے

خیبر کی غنیمت میں سونا چاندی نہ تھا بلکہ گائے' بیل' اونٹ' اور کچھ سامان و باغات تھے جیسا کہ اسی مغازی میں حدیث ۲۵۶ حضرت ابوھریرہ کی روایت آرہی ہے۔ خیبر کی غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی' زمینوں کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضورؐ نے نص قرآنی واعلموا انّما غنمتم من شیئ فان للّٰہ خمسہ وللرسول الآیۃ سورۂ انفال" کے مطابق غانمین پر تقسیم کردیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا (سیرت مصطفیٰ ص ۱۱۹ ج ۲ بحوالہ روض الانف ص ۲۴۶ ج ۲)

اب رہا یہ معاملہ کہ آپؐ نے خیبر کی زمینوں کو کس طرح تقسیم فرمایا؟ سو اس کی کیفیت سنن ابی داؤد میں مذکور ہے آنحضرتؐ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس ۳۶ سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کرلیا یعنی مسلمانوں کی ملکی اور قومی ضروریات کے لئے مخصوص کرلیا اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کردیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپؐ نے مسلمانوں کی ضروریات کے لئے علیحدہ کرلیا اور تقسیم نہیں کیا اس میں الکتیبۃ' الوطیح' السلالم اور ان کی ملحقہ زمینیں تھیں یہ روایت سنن ابی داؤد مطبوعہ دیوبند ج ۲ ص ۴۲ میں سہل بن ابی حثمہ سے موصولاً اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسلاً مروی ہے۔

اب رہا یہ کہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سو ان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت یہ ہے کہ کل چودہ سو

آدمی تھے جن میں سے دو سو گھوڑے تھے، چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہوگئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا۔
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہوگئے، اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ سہام پورے ہوگئے۔
اور سنن ابی داؤد ص۳۸ میں مجمع بن جاریہؓ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے، پس آپؐ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔
یہ روایت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا اور اسی طرح حضرت علیؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔ پس اس حساب سے پندرہ سہام پندرہ سو آدمیوں کے اور تین سہام تین سو گھوڑوں کے پندرہ اور تین ملا کر اٹھارہ پورے ہو جاتے ہیں۔

الحاصل:- آنحضرتؐ نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا۔ لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفرؓ اور ابو موسیٰ اشعری اور ان دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ نے ان کو بھی کچھ عطا فرمایا۔
بخاری میں خود ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے سو حضورؐ نے ہم لوگوں کو حصے دیئے، آپؐ نے ہمارے سوا کسی بھی ایسے شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو فتح کے وقت اسلامی لشکر کے ساتھ موجود نہ تھا۔ (بخاری ص۶۰۹)
اس سے تقسیم مذکورہ بالا میں عدم انطباق کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان حضرات کو صرف منقولات میں سے تقسیم غنیمت سے پہلے بطور اعانت کچھ حصہ دیا گیا ہو یا پھر آپ نے خمس میں سے دیا ہو، غیر منقولہ اراضی میں سے نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعۃ الرضوان کا انعام تھا۔

اراضی مفتوحہ کی تقسیم اور امیر سلطنت کا اختیار

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پر نورؐ نے خیبر کی کل زمین کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکتیبہ اور الوطیح اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے اس کو محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے۔
امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ صاحبینؒ اور سفیان ثوریؒ کا مسلک یہی ہے۔
امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کو بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے، اور شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً فتح ہوا اور نصف حصہ صلحاً فتح ہوا پس جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو حضور پر نورؐ نے مجاہدین پر تقسیم فرمایا اور جو نصف صلحاً فتح ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا۔
مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ

اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا، جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اعتنا سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا، مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے ان کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے ان کو اس زمین سے نکال دیں گے یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پر نور ﷺ نے معاملہ کرتے وقت صراحۃً ان سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں تمام زمینیں ان سے واپس لے لیں اور ان کو ملک سے نکال باہر کیا۔

معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہراً فتح ہوا ہے اور بعض اکابر جیسے امام مالکؒ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً اور نصف حصہ صلحاً فتح ہوا، اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں ہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابتدا میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے۔ اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا، اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا، اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالۃ الخلفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحۃ اور تیسیر القاری شرح بخاری کی مراجعت کریں۔

۳۲۵۔ حدثنا یحیی بن بکیرٍ قال حدثنا اللیثُ عن یونس عن ابنِ شہابٍ عن سعیدِ بن المسیبِ انّ جُبیرَ بنِ مطعِمٍ اخبرہٗ قال مشیتُ انا و عثمٰنُ بن عفانَ الی النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا اعطیتَ بنی المطلِبِ مِن خُمُسِ خَیبرَ وترکتنا ونحن بمنزلۃٍ واحدۃٍ منکَ فقال انّما بنو ہاشمٍ وبنو المطلبِ شیئٌ واحدٌ قال جُبیرٌ ولم یقسِمِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لبنی عبدِ شمسٍ وبنی نوفَلٍ شیئاً۔

ترجمہ:۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو مطلب کو تو عنایت فرمایا ہے اور ہمیں نظر انداز کر دیا ہے حالانکہ آپ سے قرابت میں ہم اور وہ برابر تھے تو حضور نے فرمایا "یقیناً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کو کچھ نہیں دیا تھا (یعنی خمس میں سے)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ من خمس خیبر"
والحدیث قد مضیٰ فی کتاب الجہاد ص۴۴۴

ونحن بمنزلۃ واحدۃ منک کیونکہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے (۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) عبد شمس (۴) نوفل ہاشم کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور نوفل کی اولاد میں جبیر بن مطعم اور عبد شمس کی اولاد میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہی مقصد ہے بمنزلۃ واحدۃ منک سے یعنی آپ سے نسبی قرابت میں ہم سب ایک درجہ میں ہیں کہ سب کے سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ کتاب الجہاد ص۴۴۴ کے الفاظ ہیں نحن وھم منک بمنزلۃ واحدۃ یعنی ہم نوفل اور عبد شمس کی اولاد اور وہ یعنی ہاشم و مطلب کی اولاد آپ سے قرابت میں برابر ہیں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاشم اور مطلب کی اولاد کو دیا اور نوفل و عبد شمس کی اولاد کو نہیں دیا اور ارشاد فرمایا انما بنو ہاشم و بنوا المطلب شیئ واحد، یقیناً بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں یعنی ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوئے، کفر و اسلام میں ہمیشہ شریک رہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے فقال انا و بنو المطلب لم یفترق فی الجاھلیۃ ولا اسلام الخ معلوم ہوا کہ بنو ہاشم تو آپ کا اپنا قبیلہ ہی تھا، بنو مطلب کو بھی ان کے ساتھ اس لئے شامل فرمایا کہ یہ لوگ بھی جاہلیت و اسلام میں کبھی بنو ہاشم سے الگ نہیں ہوئے یہاں تک کہ قریش مکہ نے جب غذائی مقاطعہ بنو ہاشم کا کیا اور ان کو شعب ابی طالب میں بند کر دیا تو بنو مطلب کو اگرچہ قریش نے مقاطعہ میں داخل نہیں کیا تھا مگر یہ لوگ اپنی رضامندی سے بطور ہمدردی مقاطعہ میں شریک ہوگئے۔ (مظہری)

الحاصل یہ دونوں قبیلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کے علاوہ نصرت و مدد میں بھی باہم شریک تھے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۴۔ حدثنی محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامۃ قال حدثنا برید بن عبد اللہ عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ قال بلغنا مخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بالیمن فخرجنا مہاجرین الیہ انا واخوان لی وانا اصغرھم احدھما ابو بردۃ والآخر ابو رھم اما قال فی بضع واما قال فی ثلثۃ وخمسین رجلا من قومی فرکبنا سفینۃ فالقتنا سفینتنا الی النجاشی بالحبشۃ فوافقنا جعفر بن ابی طالب فاقمنا معہ حتی قدمنا جمیعا فوافقنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح خیبر وکان اناس من الناس یقولون لنا یعنی لاھل السفینۃ سبقناکم بالھجرۃ ودخلت اسماء بنت عمیس وھی ممن قدم معنا علی حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم زائرۃ وقد کانت ھاجرت الی النجاشی فیمن ھاجر فدخل عمر علی حفصۃ واسماء عندھا فقال عمر حین رأی اسماء من ھذہ قالت اسماء بنت عمیس قال عمر الحبشیۃ ھذہ البحریۃ ھذہ قالت اسماء نعم قال سبقناکم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکم فغضبت وقالت کلا واللہ کنتم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطعم جائعکم ویعظ جاھلکم وکنا فی دار او فی ارض البعداء البغضاء بالحبشۃ وذالک فی اللہ وفی رسولہ وایم اللہ لا اطعم طعاما ولا اشرب شرابا حتی اذکر ما قلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن کنا نؤذی ونخاف وسأذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واسألہ وواللہ لا اکذب ولا ازیغ ولا ازید علیہ فلما جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت یا نبی اللہ ان عمر قال کذا وکذا قال فما قلت لہ قالت قلت لہ کذا وکذا قال لیس باحق بی منکم ولہ ولاصحابہ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اھل السفینۃ ھجرتان قالت

فلقد رأیتُ ابا موسیٰ و اصحٰبَ السفینةِ یاتونی ارسالاً یسئلونی عن ھٰذا الحدیثِ ما من الدنیا شیئٌ ھم بہ افرح ولا اعظمُ فی انفسِھم مما قال لھم النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبردۃ قالت اسماءُ فلقد رأیتُ ابا موسیٰ وانہ لیستعیدُ ھٰذا الحدیثَ منّی وقال ابوبردۃ عن ابی موسیٰ قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم انّی لاعرفُ اصواتَ رفقةِ الاشعریین بالقرآن حین یدخلون باللیل واعرفُ منازلَھم من اصواتِھم بالقرآن باللیل وان کنتُ لم ارَ منازلَھم حین نزلوا بالنھارِ ومنھم حکیمٌ اذا لقی الخیلَ او قال العدوَّ قال لھم انّ اصحابی یامرونکم ان تنظروھم۔

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے (یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے) کی خبر پہونچی اس وقت ہم یمن میں تھے تو ہم بھی ہجرت کرکے آپ کی طرف نکل پڑے میں اور میرے دو بھائی۔ میں دونوں سے چھوٹا تھا، میرے ایک بھائی کا نام ابوبردہؓ تھا اور دوسرے کا ابو رھمؓ، انھوں نے کہا کہ کچھ اوپر پچاس یا انھوں نے بیان کیا کہ تریپن ۵۳ یا باون میری قوم کے لوگ ساتھ تھے ہم لوگ کشتی پر سوار ہوئے (مدینہ آنے کے لئے) لیکن ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ میں لاڈالا وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالب سے ہوگئی (جو پہلے ہی مکہ سے ہجرت کرکے وہاں پہونچ چکے تھے) ہم نے وہاں انھیں کے ساتھ قیام کیا پھر ہم سب مدینہ آئے، سو ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملے جب آپؐ خیبر فتح کرچکے تھے، کچھ لوگ ہم سے یعنی کشتی والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، اور اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ ہی مدینہ آئی تھیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس زیارت کے لئے حاضر ہوئیں وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کرکے چلی گئی تھیں، پھر حضرت عمر فاروقؓ حضرت حفصہؓ کے گھر پہونچے اور اس وقت اسماء (بنت عمیس) ان کے پاس موجود تھیں، سو جب حضرت عمرؓ نے انھیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ام المومنین نے بتایا کہ اسماء بنت عمیس حضرت عمرؓ نے اس پر فرمایا "کیا یہ حبشیہ ہے؟ کیا یہ بحریہ ہے؟ (یعنی کیا یہ وہی ہیں جو حبشہ سے بحری سفر کرکے آئی ہیں؟) اسماء نے کہا کہ جی ہاں،" عمر نے ان سے کہا "ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی اس لئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے بمقابلہ زیادہ قریب ہیں اس پر اسماء بہت غصہ ہوگئیں اور کہا ہرگز نہیں، خدا کی قسم تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آنحضورؐ کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آنحضورؐ نصیحت و مواعظت کیا کرتے تھے (یعنی آنحضورؐ سے ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی ہر طرح کی تمہاری حفاظت ہوتی تھی) لیکن ہم بہت دور دشمنوں کی زمین حبشہ میں رہتے تھے اور یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی میں تو کیا) اور خدا کی قسم میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کہہ لوں، ہمیں اذیت دی جاتی تھی، ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا تھا، میں نبی اکرم سے اس کا ذکر کروں گی اور اس کے متعلق پوچھوں گی خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بولوں گی اور نہ میں کج روی اختیار کروں گی اور نہ میں کسی (خلاف واقعہ) بات کا اضافہ کروں گی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ عمر اس اس طرح

کی باتیں کرتے ہیں، حضور پر نور نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انھوں نے عرض کی کہ میں نے انھیں یہ جواب دیا تھا۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ قریب نہیں ہیں انھیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم لوگوں کو اے کشتی والو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو کہ گروہ در گروہ آتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھتے تھے، ان کے لئے دنیا میں حضور اکرم کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث فخر اور کوئی چیز نہیں تھی۔

ابوبردہ نے بیان کیا کہ اسماء نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ مجھ سے اس حدیث کو بار بار سنتے تھے، ابوبردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے اشعری احباب رات میں آتے ہیں تو میں ان کی تلاوت قرآن کی آواز پہچان جاتا ہوں، اگرچہ دن میں میں نے ان کی اقامت گاہوں کو نہ دیکھا ہو لیکن جب رات میں وہ قرآن حکیم پڑھتے ہیں تو ان کی آواز سے ان کی اقامت گاہوں کو پہچان لیتا ہوں اور ان ہی اشعری لوگوں میں سے ایک شخص حکیم ہے کہ جب کبھی سواروں سے ملاقات ہو جاتی ہے یا آپ نے فرمایا کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو ان سے کہتا ہے کہ میرے اصحاب تم سے کہتے ہیں کہ تم تھوڑی دیر کے لئے ان کا انتظار کر لو۔

تشریحات

مطابقة للترجمة فی قولہ حین افتتح خیبر
والحدیث مضیٰ مقطعاً ص۴۴۳ وفی ہجرۃ الحبشۃ ص۵۴۷

مخرج بفتح المیم اما مصدر میمی بمعنی خروجہ او اسم زمان بمعنی وقت خروجہ والواو ونحن حالیۃ للحال۔

ابوبردۃ بضم البار وسکون الراء واسمہ عامر بن قیس۔ **ابورہم** بضم الراء وسکون الہاء ابن قیس الاشعری۔ ابو موسیٰ اشعری تین بھائی تھے ابوبردہ عامر۔ ابورہم۔ اور مجدی وقیل اسم ابورہم مجدی۔ **فی بضع** بکسر الباء وسکون الضاد وھو ما بین الثلاث الی التسع وقیل ما بین الواحد الی العشرۃ قطعۃ من العدد۔

فان قلت فی بضع یتعلق بما ذا وما محلہ من الاعراب (قلت) یتعلق بقولہ خرجنا ومحلہ النصب علی الحال۔

فوافقنا ای صادفناہ یعنی ہم نے جعفر بن ابی طالب کو حبشہ میں پایا **اسماء بنت عمیس** حضرت جعفر کی زوجہ تھیں اور حبشہ سے جعفر کے ساتھ آئی تھیں پھر جعفر کی شہادت (سریہ موتہ ۸ھ) کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ شادی ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے شادی کی **ومنھم حکیم** یا تو کسی اشعری کا نام ہے یا کسی اشعری کی صفت ہے کہ وہ حکمت جاننے والا ہے۔

قال لھم الخ حکیم کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکیم بڑا بہادر ہے دشمن کے مقابلہ سے بھاگتا نہیں ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ ذرا صبر کرو ہم تم سے لڑنے کے لئے حاضر ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بڑا حکمت و دانائی والا ہے، دشمنوں کو اس طرح ڈرا کر اپنے تئیں ان سے بچا لیتا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اکیلا نہیں ہے اس کے ساتھی اور آ رہے ہیں بعضوں نے پہلے فقرے اذا لقی الخیل کا یوں ترجمہ کیا ہے کہ جب وہ مسلمان سواروں سے ملتا ہے تو کہتا ہے ذرا ٹھہرو یعنی ہمارے پیدل ساتھیوں کو آجانے دو تو ہم سب مل کر کافروں سے لڑیں گے۔

۲۵۵۔ حدثنی اسحٰق بن ابراھیم سمع حفص بن غیاث قال حدثنا برید بن عبد اللہ

من ابی بردۃ عن ابی موسیٰ قال قدمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان افتتح خیبر فقسم لنا ولم یقسم لاحد لم یشھد الفتح غیرنا۔

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ (یعنی ابو موسیٰ مع اپنے اشعری رفقاء حضرت جعفرؓ کے ساتھ) خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے۔ سو آنحضرتؐ نے ہم لوگوں کو حصہ دیا آنحضرتؐ نے ہمارے سوا کسی بھی ایسے شخص کو حصہ نہیں دیا جو فتح کے وقت اسلامی لشکر میں موجود نہ رہا ہو۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ بعد ان افتتح خیبر

۲۵۶- حدثنی عبد اللہ بن محمد قال حدثنا معاویۃ بن عمرو قال حدثنا ابو اسحاق عن مالک بن انس قال حدثنی ثور قال حدثنی سالم مولیٰ ابن مطیع انہ سمع ابا ھریرۃ یقول افتتحنا خیبر فلم نغنم ذھبا ولا فضۃ انما غنمنا البقر والابل والمتاع والحوائط ثم انصرفنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وادی القری و معہ عبد لہ یقال لہ مدعم اھداہ لہ احد بنی الضباب فبینما ھو یحط رحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءہ سھم عائر حتی اصاب ذالک العبد فقال الناس ھنیئا لہ الشھادۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلی والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اصابھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا فجاء رجل حین سمع ذالک من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشراک او شراکین فقال ھذا شیئ کنت اصبتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراک او شراکین من النار۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ جب ہم (یعنی مسلمانوں) نے خیبر فتح کیا تھا تو غنیمت میں نہ سونا ملا تھا اور نہ چاندی، البتہ ہم لوگوں کو غنیمت میں گائے، اونٹ، سامان اور باغات ملے تھے پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف لوٹے، آنحضورؐ کے ساتھ ایک مِدعَم نامی غلام تھا جو بنی ضباب کے ایک صحابی نے آپؐ کو ہدیہ میں دیا تھا وہ آنحضرتؐ کا کجاوا اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آکر ان کے لگا، لوگوں نے کہا اس کو شہادت مبارک ہو (یعنی مدعم شہید ہو گئے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو چادر اس نے خیبر میں تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے لی تھی وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر مشتعل ہوگی، نبی اکرم سے یہ سن کر ایک دوسرے صحابی ایک یا دو تسمے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ چیز ہے جو میں نے (غنیمت میں سے) لے لی تھی تو رسول اللہ نے فرمایا ایک ہے یا دو تسمہ جہنم کا تسمہ ہے (یعنی اگر تو نہ دیتا تو آگ بن کر تجھے جلاتا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "افتتحنا خیبر"
والحدیث اخرجہ البخاری فی الایمان والنذور صـ۹۹۲
مِدعم بکسر المیم وسکون الدال وفتح العین احد بنی الضباب بکسر الضاد مسلم شریف کی روایت میں۔
اھداہ لہ رفاعۃ بن زید۔ سہم عائر تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو۔

عام چوری کی طرح مال غنیمت میں بھی چوری حرام ہے

مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز بغیر حصہ کے لینا حرام ہے خواہ معمولی سے معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو غلول اور خیانت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک سوئی اور اس کا دھاگہ بھی جو مال غنیمت کا جزو ہو کسی کے لئے اس کا بغیر اپنے حصہ شرعی کے لے لینا جائز نہیں۔

۲۵۷۔ حدثنا سعید بن ابی مریم قال اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید عن ابیہ انہ سمع عمر بن الخطاب یقول اما والذی نفسی بیدہ لولا ان اترک اٰخر الناس ببانا لیس لھم شیئ ما فتحت علیّ قریۃ الا قسمتھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ولٰکنی اترکھا خزانۃ لھم یقتسمونھا۔

ترجمہ:۔ اسلم (مولی عمرؓ) سے روایت ہے اسلم نے عمر فاروقؓ سے سنا، آپؓ نے فرمایا "ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ بعد کی نسلیں بے جائیداد رہ جائیں گی اور ان کے پاس کچھ نہ ہوگا تو کبھی بستی میرے زمانہ خلافت میں فتح ہوتی میں اسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تقسیم کی تھی، میں ان مفتوحہ اراضی کو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے محفوظ چھوڑے جا رہا ہوں تاکہ وہ ان سے اپنا اپنا حصہ لیتے رہیں (یعنی اس کی آمدنی کو منصفانہ تقسیم کرتے رہیں)

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر"
ببان بفتح الباء الموحدۃ الاولیٰ وتشدید الثانیہ وبالنون، اس کے معنی ہیں ایک طریقہ یکساں اور ایک روش پر، بعضوں نے کہا کہ اس کے معنی نادار و محتاج کے ہیں۔
علامہ خطابی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ عربی زبان کا نہیں ہے اور اس حدیث کے علاوہ میں نے کہیں نہیں سنا ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یمنی زبان کا لفظ ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ لفظ بیان ہے بفتح الباء وتشدید الیاء التحتانیہ (عمدۃ القاری)
سیدنا عمر فاروقؓ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ میرے دورِ خلافت میں جو گاؤں اور شہر فتح ہوتے ہیں اگر میں ان کو حاضرین میں تقسیم کر دوں جیسے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کو تقسیم کیا تو جو گاؤں جس کے حصہ میں آوے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اس لئے میں نے ان کو ہمیشہ کے لئے وقف کر دیا ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو ان کی آمدنی سے فائدہ پہونچتا رہے۔

۲۵۸۔ حدثنا محمد بن المثنیٰ قال حدثنا ابن مھدیؒ عن مالکؒ بن انسٍ عن زید بن اسلم

عن ابیہ عن عمر قال لولا اٰخر المسلمین ما فُتحت علیھم قریۃ الا قسمتھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر۔

ترجمہ:۔ اسلم سے روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو بستی بھی میرے دور میں فتح ہوتی میں اسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تقسیم کر دی تھی

تشریحات یہ حدیث حضرت عمر فاروقؓ ہی کی حدیث سابق ہے دوسری سند سے۔
والحدیث مضیٰ فی الجہاد ص۴۳۱۔

۱۵۹۔ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال سمعت الزھریؒ وسالہ اسمٰعیل بن امیۃ قال اخبرنی عنبسۃ بن سعید ان ابا ھریرۃؓ اتی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ قال لہ بعض بنی سعید بن العاص لا تعطہ فقال ابو ھریرۃ ھذا قاتل ابن قوقل فقال واعجباہ لوبر تدلّی من قدوم الضان ویذکر عن الزبیدیؒ عن الزھریؒ قال اخبرنی عنبسۃ بن سعید انہ سمع ابا ھریرۃ یخبر سعید بن العاص قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابان علی سریۃ من المدینۃ قبل نجد قال ابو ھریرۃ فقدم ابان واصحابہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر بعد ما فتحھا و ان حزم خیلھم لیف قال ابو ھریرۃ قلت یا رسول اللہ لا تقسم لھم قال ابان و انت بھذا یا وبر تحدّر من راس ضان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابان اجلس فلم یقسم لھم۔

ترجمہ:۔ عنبسہ بن سعید سے روایت ہے کہ ابو ھریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مانگا (خیبر کی غنیمت میں سے) سعید بن العاص کے ایک لڑکے (ابان بن سعیدؓ) نے کہا یا رسول اللہ انہیں نہ دیجئے، اس پر ابو ھریرہؓ نے کہا یہ شخص (یعنی ابان) تو ابن قوقلؓ (یعنی نعمان بن قوقل انصاری) کا قاتل ہے۔ پھر ابان بن سعید نے کہا حیرت ہے اس وبر پر (وبر بلی کی طرح ایک چھوٹا جانور ہے) جو قدوم الضان پہاڑی سے اتر آیا ہے۔

اور زبیدی سے ذکر کیا جاتا ہے (یعنی زبیدی سے روایت ہے) اس نے زہری سے روایت کی زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے عنبسہ بن سعید نے بیان کیا، انھوں نے ابو ھریرہ سے سنا آپ سعید بن العاص کو خبر دے رہے تھے۔ (کہ وہ اس وقت معاویہؓ کی طرف سے مدینہ پر حاکم تھے) ابو ھریرہ نے بیان کیا کہ ابان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سریہ پر (یعنی امیر بنا کر) مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا تھا، ابو ھریرہؓ نے بیان کیا کہ پھر ابان اور ان کے ساتھی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد اس کے کہ آنحضورؐ نے خیبر فتح کر لیا تھا ان لوگوں کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی چھال کے تھے (یعنی بالکل بے سروسامان تھے مہم میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی تھی) ابو ھریرہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ غنیمت میں ان کا حصہ نہ لگایئے اس پر ابان بولے تو اس طرح کی بات کہتا ہے دیا تو آنحضرتؐ کے نزدیک اس مرتبہ کا

ہے ؟ جبکہ آنحضورؐ کے اہل بیعت میں سے ہے اور نہ آنحضورؐ کے قبیلہ اور وطن کا ہے ، اے بلی کہ ضان کی چوٹی سے اتر آیا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابان بیٹھ جاؤ اور آنحضور نے ان لوگوں کا حصہ نہیں لگایا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ ان اباھریرۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، کان بخیبر بعد فتحہا ان ھذا الحدیث قد مضیٰ فی الجہاد و فیہ عن ابی ھریرۃ قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بخیبر بعد ما فتحوھا الخ

ابن قوقل بفتح القافین وسکون الواؤ وباللام ، ھو النعمان بن قوقل یہ بدری صحابی ہیں ان کو ابان بن سعید بن العاص بن امیہ نے جنگ احد میں شہید کیا ، اس وقت تک ابان بن سعید مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابوھریرہ کا اشارہ ھذا قاتل ابن قوقل سے اسی واقعہ کی طرف تھا مگر حضرت ابان کو ناگوار گذرا اور انھوں نے حضرت ابوھریرہ پر نکتہ چینی کی اور واعجباہ سے تحقیر کی۔

وَبر بفتح الواؤ وسکون الباء ھو دویبۃ تشبہ السنور۔

حضرت ابان کا مقصد حضرت ابوھریرہ کی تحقیر تھی اور یہ کہنا مقصود تھا کہ ابوھریرہ اس لائق نہیں ہیں کہ دینے نہ دینے کی بات کریں۔ حزن مہملۃ وزای مضمومتین (فتح)

بعض نسخوں میں لفظ فلم یقسم لہم کے آگے یہ الفاظ اور ہیں قال ابو عبد اللہ الضال السدر یعنی امام بخاری نے کہا کہ ضال جنگلی بیری کو کہتے ہیں ، یہ تعبیر اسی نسخہ کی بنا پر ہے جس میں بجائے راس ضان کے راس ضال ہے۔

۲۶. حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا عمرو بن یحییٰ بن سعید قال اخبرنی جدّی انّ ابان بن سعیدٍ اقبل الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فسلّم علیہ فقال ابو ھریرۃ یا رسول اللہ ھٰذا قاتل ابن قوقلٍ فقال ابانُ لابی ھریرۃ واعجباً لک وبرٌ تدأدأ من قدوم ضانٍ ینعیٰ علیّ امرأ اکرمہ اللّٰہ بیدی ومنعہ ان یھیننی بیدہٖ۔

ترجمہ :- حضرت سعید سے روایت ہے کہ ابان بن سعیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو ابوھریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے ، پھر ابان نے ابوھریرہؓ سے کہا حیرت ہے تجھ پر اے وبر کہ ابھی اترا ہے قدومِ ضان سے اور مجھ پر عیب لگاتا ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کو (یعنی نعمان بن قوقلؓ کو) اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت دی (یعنی شہادت کے درجہ پر پہونچایا) اور ان کو روک دیا (یعنی ایسا نہیں ہونے دیا) کہ ان کے ہاتھ سے مجھے ذلیل کرتا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ "اقبل الی النبیؐ الخ یعنی یہ حاضری خیبر ہی میں تھی۔

یہ حدیث حدیث سابق ہی کی دوسری سند ہے۔

حضرت ابان بن سعید کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نے نعمان بن قوقل کو اگر شہید کیا تو وہ میرے کفر کا زمانہ تھا اور بہر حال شہادت ایک مطلوب رتبہ ہے بارگاہ الٰہی میں اس سے عزت حاصل ہوتی ہے جو میرے ہاتھوں انھیں حاصل ہوئی

دوسری طرف اللہ کا یہ بھی فضل ہوا کہ کفر کی حالت میں ان کے ہاتھ سے مجھے قتل نہیں کر دیا جو میری اخروی ذلت کا سبب بنتا۔ اور اب میں مسلمان ہوں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں لہذا ایسی باتوں کا ذکر مناسب نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس حدیث میں تعارض کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ سابقہ روایت عنبسہ سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوھریرۃ نے آنحضرتؐ سے حصہ مانگا اور ابان بن سعید نے منع کی طرف اشارہ کیا اور دوسری روایت جو زبیدی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابان نے مانگا تھا اور ابوھریرۃؓ نے منع کیا۔

جوابات:۔ ذہلی نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے ابان سے کہا کہ اے ابان بیٹھ جاؤ اور آنحضرتؐ نے حصہ نہیں دیا۔

علامہ بہتر ین تطبیق یہ ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کے متعلق منع کا اشارہ کیا اور دونوں حضرات نے اپنی اپنی دلیل پیش کی کہ ابان ابن نوفل کا قاتل ہے اس لئے اس کو نہ دیجئے۔

اور ابان نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ وجہاد کے لائق نہیں کہ حصہ کا مستحق ہو سکے اس لئے ابوھریرہ کو نہ دیا جائے البتہ سعیدؓ کی حدیث یعنی یہ حدیث ۲۹۰ اس اختلاف سے پاک ہے کیونکہ اس میں حصہ مانگنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

۲۹۱۔ حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر تسئلہ میراثھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک ومابقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکنا صدقۃ انما یاکل ال محمد فی ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حالھا التی کان علیھا فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاعملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منھا شیئا فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علیؓ لیلا ولم یؤذن بھا ابابکر وصلی علیھا وکان لعلیؓ من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علیؓ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن یبایع تلک الاشھر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا احد معک کراھیۃ لیحضر عمر فقال عمر لا واللہ لا تدخل علیھم وحدک فقال ابوبکر وما عسیتھم ان یفعلوا بی واللہ لاتینھم فدخل علیھم ابوبکر فتشھد علیؓ فقال انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک اللہ ولم ننفس علیک خیرا ساقہ اللہ الیک ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نری لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیبا حتی فاضت عینا ابی بکر فلما تکلم

ابوبکر قال والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ ان اَصِلَ من قرابتی واما الذی شجر بینی و بینکم من ھٰذہ الاموال فانی لم اٰلُ فیھا عن الخیرِ ولم اترکُ امرًا رأیتُ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَصنَعہ فیھا الّا صنَعتُہ فقال علیٌّ لابی بکرٍ موعِدُک العشیّۃَ للبیعَۃِ فلما صلی ابوبکر الظھرَ رقیَ علی المنبر فتشھّد وذکر شانَ علیٍّ وتخلّفَہ عن البیعۃِ وعُذرَہ بالذی اعتذر الیہ ثم استغفر وتشھّد علیٌّ فعظّمَ حقَّ ابابکرٍ ولا انکارًا لّلذی فضّلہُ اللہُ بہ ولکنّا کنّا نری لنا فی ھٰذا الامرِ نصیبًا واستبدّ علینا فوجدنا فی انفُسِنا فسُرّ بذالک المسلمون وقالوا اصبتَ وکان المسلمونَ الیٰ علیٍّ قریبا حین راجعَ الامرَ بالمعروف۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے (جب آپ خلیفہ ہوئے) اپنی میراث کا مطالبہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا (مدینے میں جیسے یہود بنی نضیر کی زمین جبکہ ان کو آنحضورؐ نے ۳ھ میں جلا وطن کیا تھا تفصیل کے لئے واقعہ بنو نضیر دیکھئے۔) اور خیبر کا جو خمس رہ گیا تھا، تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال سے کھائیں گے اور میں خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آنحضورؐ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور میں اس صدقہ میں (یعنی اس کی تقسیم میں) وہی عمل کروں گا جو رسول اللہؐ کا اپنی زندگی میں معمول تھا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اس پر حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کبیدہ خاطر ہوگئیں اور ان سے ترک تعلق کر لیا پھر اپنی وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اور حضرت فاطمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں، پھر جب اُن کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے انھیں رات میں دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع بھی نہیں دی اور خود ہی (نماز جنازہ پڑھلی)، حضرت فاطمہؓ جب تک زندہ رہیں حضرت علیؓ پر لوگوں کی توجہ رہتی تھی لیکن جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت علیؓ نے لوگوں کی توجہ کو بدلا ہوا پایا (یعنی لوگوں کی بے توجہی محسوس کی) تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیق سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا اور حضرت علیؓ نے ان چھ مہینوں میں ان سے بیعت نہیں کی تھی، پھر انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں لیکن آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ آوے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ اس مجلس میں حضرت عمر فاروقؓ کی موجودگی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ابوبکرؓ سے کہا ہرگز نہیں قسم ہے خدا کی کہ آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں (یعنی ممکن ہے کہ وہ لوگ آپ کے شایان شان تعظیم نہ کریں جو ایک خلیفۃ المسلمین کا واجبی حق ہے) اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو ان کو کہ میرے ساتھ بے ادبی کریں گے؟ خدا کی قسم میں تو ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان کے یہاں گئے، حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھا (یعنی خدا کی حمد و ثنا پر مشتمل خطبہ پڑھا) پھر فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے سب کا ہمیں اعتراف

ہے اور ہم نے آپ پر حسد نہیں کیا ہے اس خیر (یعنی خلافت) پر جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے لیکن آپ نے ہم پر زیادتی کی ہے معاملہ میں (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) حضرت ابوبکرؓ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہوگیا اور جب کلام کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے لیکن میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلہ میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو طرز عمل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسے اختیار کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد حضرت علیؓ کے معاملہ کا اور ان کے بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو حضرت علیؓ نے پیش کیا تھا پھر حضرت علیؓ نے استغفار اور شہادت کے بعد ابوبکرؓ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث ابوبکرؓ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل وکمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عنایت فرمایا تھا لیکن یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے بھی مشورہ کیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہونچا، مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا جب حضرت علیؓ نے عمل خیر کی طرف رجوع کیا تو مسلمان ان سے قریب تر ہو گئے۔ (یعنی جس بیعت میں اصحاب مدینہ شامل تھے اس میں شامل ہو جانے کی وجہ سے سارے مسلمان حضرت علیؓ سے محبت کرنے لگے۔)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ تؤخذ من قولہ "من خمس خیبر" والحدیث مضیٰ بادنیٰ تفاوت علیٰ صـ ۴۳۵ فی فرض الخمس۔

مما افاء اللہ لفظ افاء فیئ سے مشتق ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اسی لئے دوپہر کے بعد جو چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف لوٹتا ہے اس کو بھی فیئ کہا جاتا ہے۔

اموال فیئ وغنیمت کی تعریف

اسلامی قانون اور قرآنی ہدایت کے مطابق تمام کائنات کی اصلی ملکیت اس ذات حق تعالیٰ کی ہے جس نے انھیں پیدا کیا ہے۔ انسان کی طرف کسی چیز کی ملکیت کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے ذریعہ کسی شخص کی ملکیت قرار دی ہو جیسے سورہ یٰسین میں چوپائے جانوروں کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا مالکون	کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے لئے چوپاؤں کو اپنے ہاتھوں سے بنایا پھر یہ لوگ ان کے مالک ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی ملکیت ذاتی نہیں، ہم نے اپنے فضل سے انھیں مالک بنادیا۔

جب کوئی قوم اللہ سے بغاوت کرتی ہے یعنی کفر وشرک میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پہلے حق تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے

اپنے رسول اور کتابیں بھیجتے ہیں، جو بدبخت اس انعام الٰہی سے بھی متاثر نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان کے مقابلہ میں جہاد وقتال کا حکم دے دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ان باغیوں کے جان ومال سب مباح کردیئے گئے ان کو اللہ کے دیئے ہوئے اموال سے نفع اٹھانے کا حق نہیں رہا بلکہ ان کے اموال بحق سرکار ضبط ہوگئے ان ہی ضبط شدہ اموال کا نام مالِ غنیمت اور فیئ ہے۔

تو ان اموال کی حقیقت یہ ہوئی کہ کافروں کے باغی ہوجانے کی وجہ سے ان کے اموال بحق سرکار ضبط ہوجاتے ہیں اور ان کی ملکیت سے نکل کر پھر مالکِ حقیقی حق تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس لئے اس ضبط شدہ مال کو فیئ کہا جاتا ہے۔ فیئ کے معنی لغت میں رجوع کرنے اور پھر جانے کے ہیں اسی وجہ سے زوال کے بعد کے سایہ کو بھی فیئ کہتے ہیں کیونکہ ایک جانب سے دوسری جانب پھر جاتا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اصل الفئ الرد والرجوع ومنہ سمی الظل بعد الزوال فیئا لانہ رجع من جانب الی جانب (فتح ص۳) اور زوال سے قبل سایہ یعنی طلوع آفتاب سے لے کر زوال تک ظل کہلاتا ہے۔

مالِ غنیمت اور فیئ کا فرق

اصطلاح شریعت میں غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کفار سے جہاد وقتال کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور فیئ اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جہاد وقتال کفار سے ملے خواہ اس طرح کہ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ جائیں یا رضامندی سے بطور جزیہ وخراج دینا قبول کرلیں۔

مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ ومابقی من خمس خیبر، اس حدیث میں تین جائیدادیں مذکور ہیں ۱۔ جائیداد مدینہ:۔ مدینہ کی جائیداد سے بنونضیر کی زمین مراد ہے جو حق تعالیٰ نے آپؐ کو بطور فیئ عطا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن حکیم کی سورۂ حشر میں ہے۔

اور یہ زمین برابر آپ کے قبضہ میں رہی اس زمین کی آمدنی سے آپؐ اپنے اہل وعیال کا سالانہ خرچ دے دیتے اور جو بچتا اس سے ہتھیار اور گھوڑے اور سامان جہاد خریدتے (بخاری ص۴۲۵)

۲۔ خیبر کی زمین کا خمس اور خود آپؐ کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپؐ کو ملا تھا۔

۳۔ فدک:۔ اہل فدک کو جب خیبر کا حال معلوم ہوا کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں چنانچہ فدک کا معاملہ نصف آراضی پر تصفیہ ہوا تھا یعنی فدک کی نصف زمین اہل فدک کو ملی اور نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو حجاز سے جلاوطن کیا تو اہل خیبر کو آراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی لیکن اہل فدک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

خیبر اور فدک کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی آنحضورؐ اس کو وقتی اور ناگہانی ضروریات میں صرف فرماتے، یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھی جاتی تھیں اور تاحین حیات آپؐ کے قبضہ میں رہیں۔ ان زمینوں پر آپؐ نے کبھی کسی کو تصرف اور قبضہ کا اختیار نہیں دیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں مگر حضور پرنور ان زمینوں کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل وعیال لیتے تھے اور باقی کل آمدنی اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ فرماتے تھے بظاہر ان جائیدادوں میں آپؐ کا تصرف مالکانہ تھا مگر درحقیقت متولیانہ تھا، یہ زمینیں اللہ کی تھیں یعنی وقف

تھیں اور آپ بحکمِ الٰہی متولی تھے اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تھے چونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کا نفقہ بھی دے دیا کریں اس لئے آپؐ بنی نضیر کی جائیداد سے ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دے دیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات اہل بیت کو یہ خیال ہوا کہ یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور ذاتی جائیدادیں تھیں اس لئے بطور وراثت ہمیں ملنی چاہئیں چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے خیبر اور فدک اور بنی نضیر کی جائیدادوں سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اپنا حصہ طلب کیا چونکہ آنحضورؐ کی وفات کے وقت اولاد میں سے صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ تنہا تھیں اس لئے آنحضرت کی متروکہ جائیدادوں میں سے نصف کا مطالبہ کیا۔

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث بنتا ہے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ اور خیرات ہے البتہ جو نفقہ اور خرچ ان میں مقرر ہے وہ بدستور اسی طرح رہے گا اور جس جس کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے ابوبکر بھی اس میں اسی طرح خرچ کرے گا اور آلِ رسول اس میں سے اسی طرح کھائے گی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھاتی تھی۔ اور خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قرابت کے سلوک اور احسان سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبر کا یہ جواب حضرت سیدہ فاطمہؓ کو ناگوار خاطر گذرا اور رنجیدہ ہوئیں، نہ معلوم کیوں رنجیدہ ہوئیں حضرت صدیق اکبرؓ نے تو سیدہ کے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد سراپا شاد پیش کر دیا اس لئے خلیفۂ وقت صدیق اکبر کا عذر تو ظاہر ہے مگر سیدہؓ کے رنج وملال کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کی وجہ سے معذور تھے اور دینے سے انکار کر دیا مگر آنحضورؐ کی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے رنج وملال کی وجہ سے بے چین اور پریشان ضرور رہے

؎ دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنوں را ❊ بلائے صحبتِ لیلیٰ بلائے فرقتِ لیلیٰ

صدیق اکبرؓ نے عمل تو اسی پر کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کسی کو اس جائیداد میں سے بطور وراثت کچھ نہیں دیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی عائشہؓ کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا اور نہ حفصہ بنت عمر کو کچھ دیا اور نہ ازواج مطہرات کو بطور وراثت دیا۔

البتہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت سیدہ فاطمہؓ کو راضی کر لیا ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے معذرت کی تا آنکہ حضرت سیدہ صدیق اکبر سے راضی ہوگئیں (البدایہ والنہایہ ص۲۸۹ ج۵)

عہدِ فاروقی میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کا مطالبہ

صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے دو سال تک ان زمینوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا دو سال کے بعد جب حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے اس بارے میں گفتگو کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے آنحضرتؐ اور صدیق اکبر کے طرز عمل کا حوالہ دیتے ہوئے تقسیم میراث سے تو صاف عذر کر دیا البتہ

تالیف قلب کے لئے یہ صورت نکالی کہ مدینہ کی جائیداد یعنی بنو نضیر کی زمین کا انتظام تو حضرت عباس اور حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا کہ مشترک طور پر دونوں مل کر اس جائیداد کا انتظام کرو اور ان دونوں سے یہ عہد لے لیا کہ تم اس کی آمدنی کو ان ہی مصارف میں خرچ کرنا کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور دونوں سے اس کا اقرار لے لیا اور اس اقرار سے ان پر یہ بات واضح کر دی کہ یہ میراث نہیں بلکہ وقف ہے ان دونوں حضرات نے اس صورت کو منظور کر لیا اور مشترک طور پر بغیر تملک کے دونوں مدینہ کی جائیداد کے متولی اور ناظم ہو گئے۔

اور خیبر اور فدک کی زمینیں تھیں ان کا انتظام حضرت عمرؓ نے اپنے پاس رکھا، اس طرح حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کی متروکہ زمینوں کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا ایک اموال بنی نضیر یعنی جائیداد مدینہ جس میں سے اہل بیت ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف دیئے جاتے تھے اس کا انتظام تو حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیا اس لئے کہ دونوں حضرات اہل بیت کی ضروریات اور مصارف سے بخوبی واقف تھے اور اسی لئے یہ دونوں حضرات خواستگار تولیت ہوئے کہ وقف نبوی میں ذوی القربیٰ یعنی اقربائے نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات ذوی القربیٰ کے احوال اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ جائیداد ان کی تولیت میں دے دینا زیادہ مناسب ہے اور لانورث ما ترکنا صدقۃ کا گھر گھر چرچا ہو چکا تھا اس لئے اب یہ اندیشہ نہیں کہ لوگ اس دینے کو میراث سمجھ جائیں گے اس لئے اموال بنی نضیر کو ان دونوں کی تولیت میں دے دیا اور دوسری جائیداد یعنی فدک اور خیبر کی جائیداد جس کی آمدنی مصالح عامہ میں صرف ہوتی تھی اس کا انتظام بحیثیت خلیفہ ہونے کے حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔

کچھ دنوں تک تو دونوں حضرات حضرت علی اور حضرت عباس متفق رہے اور مل کر جائیداد مدینہ کا انتظام کرتے رہے مگر کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیش آیا جیسا کہ جب ایک جائیداد کے دو منتظم ہوں تو اختلاف رائے کی وجہ سے نزاع کا پیش آنا مستبعد نہیں اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس میں دوبارہ انتظام جائیداد اختلاف و نزاع پیدا ہوا فیصلہ کے لئے دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور یہ درخواست کی کہ تولیت کو تقسیم کر دیں کہ جائیداد مدینہ کے ایک نصف کا منتظم اور متولی حضرت علی کو بنا دیں اور دوسرے نصف کا منتظم اور متولی حضرت عباس کو بنا دیں تاکہ اختلاف اور باہمی مخاصمت سے محفوظ ہو جائیں گے مگر حضرت عمرؓ نے اس سے صاف انکار کر دیا اور یہ خیال فرمایا کہ اگر ہر ایک کو تولیت کا حصہ الگ کر دیا گیا تو یہ صورت تقسیم میراث کی صورت کے مشابہ ہو گی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تقسیم تولیت سے صاف انکار فرما دیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ تو قیامت تک بھی نہیں ہو سکے گا۔ (سیرت مصطفیٰ بحوالہ اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۲۵۰) اور یہ فرمایا کہ اگر تم سے تولیت کا کام سر انجام نہ پا سکے تو یہ زمین مجھے واپس کر دو، میں حسب سابق خود اس کا انتظام کر لوں گا۔

حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمرؓ سے اس بات کا خواستگار ہونا کہ آدھے آدھے بانٹ کر دونوں کو جدا جدا زمین کا متولی کر دیں یہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تھا میراث کا نہ تھا، میراث کے تقسیم کر دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک شئے مشترک کو دو مالکوں میں تقسیم کر دینا عقلاً و نقلاً مستحسن ہے نیز حضرت عمرؓ کا یہ عہد لینا کہ تم اس زمین میں وہی کرنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو متولی

کر کے دیا تھا ورنہ اس شرط کے کیا معنی ہیں اگر میراث میں دیا ہوتا تو میراث تو وارثوں کی ملک ہے اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے کہ اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ نے جب صدیق اکبرؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ آراضی سے اپنا حصہ میراث طلب کیا تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ انبیاء کرام کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑ دیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے۔

فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت ابابكر الخ — اس پر حضرت فاطمہؓ ناراض ہو گئیں اور حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا۔ الخ۔

بخاری ص ۴۳۵ ج ۱

اب اشکال یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ ارشاد نبوی لا نورث ما ترکنا صدقۃ سننے کے بعد ناراض اور خفا کیوں ہوئیں؟ حضرات شیعہ کے نزدیک چونکہ حضرت سیدہ معصوم تھیں اس لئے اشکال ان کے مسلک پر شدید ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول اکرم سرور عالم جیسے پدر بزرگوار کا حادثہ جانکاہ پیش آیا ہو دنیا کی ایک حقیر چیز کا قصہ چھیڑنا اور اس کو اس قدر طول دینا کہ اپنے باپ کے خسر اور سرور عالم کے جانشین سے سلام و کلام ترک کر دینا کس قدر شان عصمت کے خلاف ہے

حضرات اہل تشیع کے ذمہ جواب واجب ہے وہ بتلائیں کہ حضرت سیدہ کیوں غصہ ہوئیں؟

ہم اہل سنت والجماعت غلامان خاندان اہل نبوت وسگان کوچہ اہل بیت حضرت سیدہ کی برأت ونزاہت کے لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ سنئے۔

اہل سنت کا جواب حضرت سیدہ کی ناراضی کے متعلق روایات میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو لفظ فغضبت فاطمة آیا ہے جیسا کہ گذرا اور بعض روایات بخاری ومسلم میں لفظ فوجدت فاطمة آیا ہے جیسا کہ مانی الباب یعنی بخاری ثانی ص ۶۰۹ میں ہے۔

اور لفظ وجدت جس طرح بمعنی غضبت آتا ہے جو غصہ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح بمعنی حزنت بھی آتا ہے جو حزن وغم اور رنج وملال پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت سیدہ نے جب صدیق اکبر سے اپنا حصہ میراث طلب کیا اور صدیق اکبر نے ان کو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنادی تو عجب نہیں کہ ان کو اس طلب گاری پر ایک گونہ ندامت اور رنج ہوا ہو۔ اس لئے کہ انبیاء والمرسلین اور اولیا کاملین کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ان سے ذرہ برابر بے اعتدالی یا کوئی سہو وغفلت ظہور میں آجائے تو نادم وشرمندہ ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گیہوں کھانے پر نادم ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کا بے خبری میں اپنے فرزند کے لئے دعا نجات پر نادم ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل پر شرمندہ ہونا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پس عجب نہیں کہ حضرت سیدہ کو اس پر ندامت ہوئی ہو کہ میں نے لاعلمی میں کیوں میراث کا سوال کیا اگر مجھ کو پہلے لا نورث ما ترکنا صدقۃ کی خبر ہوتی تو ہرگز ہرگز میراث کا سوال نہ کرتی اور پھر اس ندامت وخجالت میں حضرت سیدہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث صدیق اکبر کے ربط وضبط میں فرق آگیا ہو اور ملنا جلنا بدستور سابق

نہ رہا ہو اور حضور پر نور کی وفات کا صدمہ تو کسی وقت دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ سلام و کلام کی بھی نوبت نہ آتی ہو ایسی متارکت تو تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر کے لئے ہو نیز سب کو معلوم ہے کہ صدیق اکبر حضرت سیدہ کے محرم نہ تھے جن کے ساتھ ہمیشہ آپ کو سلام و کلام کا اتفاق ہوتا ہو اور پھر غیر محرم سے بلا ضرورت سلام و کلام درست نہیں پس حضرت سیدہ کی یکسوئی اور علیحدگی کی علت دراصل یہ ندامت اور اپنی علالت اور صدمہ مفارقت پدری و نبوی تھی۔ ظاہر بینوں نے یہ سمجھا کہ شاید علیحدگی اور یہ یکسوئی بوجہ غصہ اور ناراضگی ہے اس لئے ان روایت کرنے والوں نے اپنی سمجھ کے موافق لفظ غضبت سے روایت کیا یا پیچھے کے راویوں نے وجدت کی اصل روایت کو بمعنی غضبت سمجھ کر لفظ غضبت کے ساتھ روایت بالمعنی کیا اصل اور صحیح روایت وجدت فاطمہ بمعنی حزنت ہے اور غضبت فاطمہ روایت بالمعنی ہے جس کو راوی نے غصہ اور ناراضگی سمجھ کر اپنی سمجھ کے مطابق روایت کیا ہے دراصل غصہ اور ناراضگی نہ تھا بلکہ بمقتضائے بشری ایک طبعی رنج و آزردگی تھی جو ان کے کمال بزرگی کی دلیل ہے اور وقتی اور عارضی طور پر کچھ شکر رنجی ہو جانا یہ شان نبوت کے بھی خلاف نہیں جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان پیش آئی اس کو جھگڑا نہیں کہہ سکتے ایسے امور پیش آہی جاتے ہیں اور پھر بہت ہی جلد زائل ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات ازدیاد محبت کا سبب بن جاتے ہیں اور پہلے سے زیادہ شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت سیدہ نے ایسے صدمے اور رنج کے وقت میراث کیوں طلب کی؟

سو جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ مقصود مال و منال نہ تھا بلکہ تبرک نبوی اور یادگار پدری پیش نظر تھا، نیز رزق حلال کی طلب اولیاء اور اتقیاء کا شعار ہے اور ظاہر ہے کہ متروکہ نبوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مال حلال نہیں ہو سکتا کہ جس میں کسی قسم کی بھی حرمت و کراہت کا احتمال بھی نہ ہو پس سیدہ کو یہ خیال ہوا کہ اگر آپ کا متروکہ مجھ کو مل جائے تو بلاشبہ رزق حلال سے بے فکری ہو جائے اور آپ کا تبرک اور آپ کی نشانی دل کی تسلی کا سامان ہو۔

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں ہم جو کچھ چھوڑ دیں وہ سب خدا کی راہ میں صدقہ اور خیرات ہے۔

۱۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرات انبیاء نے دعوت حق اور تبلیغ دین میں جو کچھ بھی محنت اور مشقت اٹھائی وہ محض خدا تعالیٰ کے لئے تھی اس سے دنیا مطلوب نہ تھی یہاں تک کہ اولاد کو بھی اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

۲۔ نیز انبیاء کرام امت کے حق میں روحانی باپ ہیں لہذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہوگا کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۶۲۔ حدثنا محمد بن بشار حدثنا حرمي قال حدثنا شعبة قال اخبرني عمارة عن عكرمة عن عائشة قالت لما فتحت خيبر قلنا الآن نشبع من التمر۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب کھجوروں سے ہمارا جی بھر جائیگا

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ "فتحت خیبر"۔
حرمی بفتح الحاء والراء وکسر المیم وتشدید الیاء۔
اس حدیث میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے ۱ خیبر میں کھجوروں کی کثرت ہے ۲ فتح خیبر سے پہلے مسلمانوں میں تنگی تھی اس لئے فتح خیبر سے حضرت عائشہؓ کو خوشی ہوئی کہ اب مدینہ میں کھجوریں بکثرت آنے لگیں گی۔

۲۶۳۔ حدثنا الحسن قال حدثنا قرۃ بن حبیب قال حدثنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار عن ابیہ عن ابن عمر قال ماشبعنا حتی فتحنا خیبر۔

ترجمہ :۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ جب تک خیبر فتح نہیں ہوا تھا ہم نے جی بھر کر نہیں کھایا (یعنی فتح خیبر سے پہلے ہم تنگی میں تھے فتح خیبر کے بعد مسلمانوں میں کشادگی اور خوشحالی آئی کیونکہ خیبر کھجوروں کی پیداوار کے لئے مشہور تھا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ "حتی فتحنا خیبر"
یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی سابق حدیث کی تائید کرتی ہے۔

باب استعمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل خیبر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خیبر پر عامل مقرر کرنا۔
یعنی خیبر فتح ہونے کے بعد آپؐ نے خیبر کے پھلوں کو تقسیم کرنے کے لئے عامل مقرر کیا جیسا کہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوگا۔

۲۶۴۔ حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالکؒ عن عبد المجید بن سہیل عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری وابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل رجلاً علی خیبر فجاء ہ بتمر جنیب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل تمر خیبر ھٰکذا فقال لا واللہ یا رسول اللہ انا لناخذ الصاع من ھٰذا بالصاعین والصاعین بالثلاثۃ فقال لاتفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی (سواد بن غزیہ) کو خیبر کا عامل مقرر کیا وہ وہاں سے عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی (عمدہ) ہوتی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (یعنی عمدہ) دو صاع (ناقص) کے بدلے میں اور دو صاع (عمدہ) تین صاع (ناقص) کے بدلے میں لیتے ہیں، تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کیا کرو بلکہ (اگر عمدہ کھجور لانی ہو تو) ناقص کھجور پہلے درہم کے بدلے بیچ ڈالو پھر ان دراہم سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ استعمل رجلاً علی خیبر،
والحدیث مرّ فی البیوع ص۲۹۳ وفی الوکالۃ ص۳۱۱ وھٰھنا فی المغازی ص۶۰۹

استعمل رجلا وہ سواد بن غزیہ ہیں۔ سواد بفتح السین وتخفیف الواؤ وفی آخرہ دال۔
غزیۃ بفتح الغین المعجمہ وکسر الزای وتشدید الیاء علی وزن عطیۃ تمر جنیب بفتح الجیم وکسر النون وسکون الیاء وفی آخرہ باء موحدۃ بمعنی طیّب، عمدہ۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ کھجوروں میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ قسم کی کھجور کو جنیب کہتے ہیں۔

بع الجمع بفتح الجیم وسکون المیم مخلوط وبجمل کھجور، یعنی اچھے اور خراب کا مخلوط کھجور، ناقص وردی کھجور۔
اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ متحد الجنس میں تفاضل وزیادتی جائز نہیں، کھجور اعلیٰ ہو یا ادنیٰ تفاضل وزیادتی کے ساتھ فروخت کرنا ربوا کو مستلزم ہے جو حرام ہے۔ اسی ربوا سے پرہیز کے لئے آنحضورؐ نے جائز طریقہ بتلایا کہ اس کو مستقل دو بیع کردو۔

تفصیل ربوا کے لئے کتاب البیوع کا انتظار فرمایئے۔

وقال عبدُ العزیز بن محمدٍ عن عبدِ المجیدِ عن سعیدٍ انّ ابا سعیدٍ وابا ھریرۃَ حدّثاہ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بعث اخا بنی عدیٍّ من الانصارِ الی خیبرَ فامّرہ علیھا۔

اور عبد العزیز بن محمد نے بیان کیا ان سے عبد المجید شیخ امام مالک نے ان سے سعید بن مسیّب نے اور ان سے ابو سعید خدریؓ اور ابو ھریرہ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے خاندان بنی عدی کے بھائی (یعنی سواد بن غزیہ) کو خیبر بھیجا اور انہیں وہاں کا عامل مقرر کیا۔

وعن عبدِ المجیدِ عن ابی صالحِ السّمانِ عن ابی ھریرۃَ وابی سعیدٍ مثلہ۔

اور عبد المجید سے روایت ہے کہ ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ھریرہؓ اور ابو سعید نے اسی طرح روایت کی۔

اس کا عطف ماقبل پر ہے یعنی عبد العزیز جو مالکؒ کے شیخ عبد المجید بن سہل سے روایت کرتے ہیں ان کے دو شیخ ہیں یعنی اس حدیث کو عبد المجید نے دو شیخ سے سنا ہے ایک سعید بن مسیّب سے جیسا کہ حدیث ص۲۶۴ کی سند میں ہے اور دوسرا شیخ ابو صالح السّمان ہیں جن کا نام ذکوان ہے جو اس تعلیق میں مذکور ہے۔

باب معاملۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھل خیبر

خیبر والوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ طے کرنا۔

تشریحات خیبر فتح ہونے کے بعد مسلمانوں نے زمینوں پر قبضہ کرلیا اور آپؐ نے خیبر سے یہودیوں کے اخراج کا ارادہ فرمایا۔ لیکن یہودیوں نے آپؐ سے یہ درخواست کی کہ آپؐ خیبر کی زمینوں کو ہمارے قبضہ میں رہنے دیجئے، ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ آپ کو دیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

درخواست منظور فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحۃً فرمادیا۔

نقرکم بها علیٰ ذالك ماشئنا (بخاری ص۳۱۶) ہم جب تک چاہیں گے تم کو برقرار رکھیں گے۔

اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام مخابرہ ہو گیا۔

جب بٹائی کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجتے (ابو داؤد ص۱۲۸)۔

عبداللہ بن رواحہؓ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو، یہود اس عدل و انصاف کو دیکھ کر یہ کہتے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں۔

۲۶۵۔ حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا جویریۃ عن نافع عن عبد اللہ قال اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر الیھود ان یعملوھا ویزرعوھا ولھم شطر ما یخرج منھا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہؓ (ابن عمرؓ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر (یعنی خیبر کے زمینات و باغات) یہودِ خیبر کو دیئے کہ وہ لوگ اس میں محنت کریں اور کھیتی کریں اور انھیں ان کی پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔

تشریحات:۔ مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ۔ والحدیث مضیٰ ص۳۱۳

بَابُ الشَّاةِ الَّتِی سُمَّتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَیْبَرَ رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ ۶۱۰

اس بکری کا بیان جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا۔ اس کو عروہ نے حضرت عائشہؓ سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۲۶۶۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث حدثنا سعید عن ابی ھریرۃ قال لما فُتِحَتْ خیبر اُھدیت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فیھا سم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری (بھنی ہوئی) بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "لما فتحت خیبر" والحدیث قد مر مفصلا ص۴۴۹۔

خیبر فتح ہونے کے بعد بھی یہودیوں کی کج روی و مخفی شرارتیں جاری رہیں، اسلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے ایک بکری پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا اور اس میں زہر ملا دیا۔ تفصیل کے لئے غزوۂ خیبر دیکھئے۔

باب غزوۃ زید بن حارثۃ

غزوۂ زید بن حارثہ کا بیان

حضرت زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی یعنی آزاد کردہ غلام ہیں لیکن یہ زید دراصل عربی النسل بنی کلب میں سے تھے، زمانہ جاہلیت میں لڑکپن کے اندر کسی ظالم نے ان کو پکڑ لیا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار عکاظ میں لاکر فروخت کیا حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا، جب حضور پر نور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو خدیجہ نے زید کو آنحضرتؐ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔

زید کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا وہ زید کے صدمہ میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرتے، بالآخر جب ان کے گھر والوں کو پتہ معلوم ہوا تو حضرت زید کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہونچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالے کر دیں، آنحضورؐ نے فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے تو خوشی سے لے جاؤ، انھوں نے حضرت زید سے دریافت کیا، حضرت زید نے کہا کہ میں حضرتؐ کے پاس سے جانا نہیں چاہتا، آپؐ مجھے ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں، آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور متبنیٰ (یعنی لے پالک منہ بولا بیٹا) بنالیا اور ان کی پرورش فرمائی چنانچہ اس زمانہ کے رواج کے مطابق ان کو لوگ زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے قرآن حکیم نے اس کو جاہلیت کی رسم غلط قرار دے کر اس کی ممانعت کر دی اور حکم دیا ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ الآیۃ (سورۂ احزاب) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے ان کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا چھوڑ دیا اور زید بن حارثہ کہنے لگے۔

حضرت زید کا خاص شرف

پورے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی بڑے سے بڑے صحابی کا بھی نام ذکر نہیں کیا گیا، یہ خاص شرف صرف حضرت زید کو بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ ارشاد ہے فلما قضیٰ زید منھا وطراً الآیۃ (سورۂ احزاب آیت ۳۷) اس کی حکمت بعض حضرات نے یہی بیان کی ہے کہ ان کی نسبت ولدیت کو بحکم قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع کیا گیا تو ان کے لئے ایک بہت بڑے اعزاز سے محرومی ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل اس طرح کر دیا کہ قرآن میں ان کا نام لے کر ذکر فرما دیا اور لفظ زید قرآن شریف کا ایک لفظ ہونے کی وجہ سے اس کے ہر حرف پر حسب وعدہ حدیث دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، ان کا نام جب قرآن میں پڑھا جائے تو صرف ان کا نام لینے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

زید بن حارثہ کو آنحضورؐ نے کئی لڑائیوں میں امیر لشکر بنا کر بھیجا جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ میں نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ سات جنگیں کی ہیں جس کے امیر حضرت زید تھے۔

(بخاری ص ۶۱۲) سب سے پہلے نجد کی طرف جمادی الاخریٰ ۵ھ (۲) بنو سلیم کی طرف ربیع الآخر ۶ھ (۳) عیر قریش یعنی قافلہ قریش کی طرف جمادی الاولیٰ ۶ھ (۴) بنو ثعلبہ کی طرف جمادی الاخریٰ ۶ھ (۵) حسمیٰ (جگہ کا نام)

کی طرف سنہ ھ ۔ وادی القری کی طرف رمضان سنہ ھ ۔ بنی فزارہ کی طرف (فتح، عمدہ) حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ امام بخاری کی مراد یہاں یہی آخری غزوہ ہے جس کو سریہ ام قرفہ کہتے ہیں۔

ام قرفہ (بکسر القاف وسکون الراء بعدہا فاء) ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا، یہ عورت بنی فزارہ کی سردار تھی۔ اس سریہ کو سریہ بنی فزارہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

سریہ امّ قرفہ حضرت زید بن حارثہؓ تجارت کے لئے شام گئے تھے اور صحابہ کا مال بھی ان کے ساتھ تھا، لوٹتے وقت بنی فزارہ کے لوگوں نے انھیں مار کر زخمی کیا اور تمام سامان چھین لیا، حضرت زید مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر حضرت زید کی سرکردگی میں روانہ کیا، اس دفعہ حضرت زید نے بنی فزارہ سے بدلہ لیا، کچھ لوگوں کو قتل کیا اور باقی بھاگ گئے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ بنی فزارہ کے سردار ام قرفہ کو حضرت زیدؓ نے دو گھوڑوں کی دم میں باندھ کر گھسیٹا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور اس کی ایک بیٹی بہت خوبصورت تھی جو گرفتار عورتوں کے ساتھ مدینہ لائی گئی۔

۲۶۷۔ حدثنا مسدّدٌ قال حدثنا یحییٰ بنُ سعیدٍ قالَ حدثنا سفیٰنُ بنُ سعیدٍ قال حدثنا عبدُ اللّٰہِ بنُ دینارٍ عن ابنِ عمرَ قال امّرَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اُسامۃَ علی قومٍ فطعنوا فی إمارتِہٖ فقال اِن تطعَنوا فی امارتہ فقد طعَنتم فی امارۃِ ابیہ من قبلہٖ وایمُ اللّٰہِ لقد کان خلیقًا للامارۃِ واِن کان مِن احبّ الناسِ الیّ وان ھٰذا لَمِن احبّ الناسِ الیّ بعدَہٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ایک جماعت کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ (بن زیدؓ) کو بنایا۔ سوان کی امارت پر بعض لوگوں کو اعتراض ہوا کہ یہ کمسن لڑکا ہے یا غلام زادہ ہے، تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس (اسامہ بن زید) کی امارت پر اعتراض کرتے ہو سو تم اس سے پہلے اس کے باپ (زید بن حارثہ) کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو حالانکہ خدا کی قسم وہ امارت کے لائق اور اہل تھے اس کے علاوہ وہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور بلاشبہ یہ (اسامہ) اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فقد طعنتم فی امارۃ ابیہ مِن قبلہ"۔
والحدیث مضیٰ فی المناقب ص۵۲۸۔

علامہ عینیؒ حدیث کی مذکورہ مطابقت پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض مطابقت مذکورہ یعنی فقد طعنتم، الخ نہیں ہے بلکہ مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "امّر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسامۃ علی قوم"، حالانکہ اس صورت میں زید بن حارثہ کا کوئی ذکر نہیں آتا ہے اس لئے احقر کے نزدیک وہی صحیح ہے جو حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

ان طعنہ کرنے والوں کا سردار عیاش بن ربیعہ تھا اس نے کہا کہ ایک کم سن لڑکے کو کبار مہاجرین کا امیر وافسر بنا دیا گیا ہے پھر دوسرے لوگ بھی گفتگو کرنے لگے۔ یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہونچی تو حضرت عمرؓ نے رد کیا اور آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔

آپ خفا ہوئے اور یہ خطبہ مذکورہ سنایا اسی کو جیش اسامہ کہتے ہیں۔

مرض الموت میں آپ نے وصیت فرمائی کہ اسامہ کا لشکر روانہ کر دینا۔

اسامہ کے امیر بنانے میں یہ مصلحت تھی کہ ان کے والد ان کافروں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اسامہ کی دلجوئی کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ وہ اپنے والد کی شہادت یاد کر کے ان کافروں سے دل کھول کر لڑیں گے۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما بلا شبہ اسامہؓ سے افضل تھے۔

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

یہ باب عمرۃ القضاء کے بیان میں ہے

ایک شبہ اور اس کا ازالہ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب المغازی ہے اس میں تو صرف غزوات وسرایا کا ذکر ہونا چاہئے، عمرہ کا بیان کیوں اور کیسے آیا؟

جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمرۂ قضاء کے لئے ہتھیاروں کے ساتھ نکلے تھے کہ شاید کفار قریش معاہدے کی خلاف ورزی کریں اور شرارت کریں اس لئے احتیاطاً آلات حرب لے کر نکلے تو چونکہ آنحضور ہتھیاروں کے ساتھ سنہ ھ ذی قعدہ میں عمرہ قضا کے لئے نکلے تھے اس لئے اس کو مغازی میں بیان کیا گیا، کیونکہ غزوہ کے لئے قتال شرط نہیں ہے۔ وقال ابن الاثیر ادخل البخاری عمرۃ القضاء فی المغازی لکونہا مسببۃ عن غزوۃ الحدیبیۃ " ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ چونکہ عمرۃ القضا کا اصل سبب غزوہ حدیبیہ تھا اس لئے امام بخاریؒ نے عمرۃ القضا کو مغازی میں شامل کیا ہے۔

عمرۃ القضاء سنہ ھ صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں۔

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ھ میں ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں مسجد حرام سے روکا تھا اور آنحضورؐ نے یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو اس عرصہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا۔

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔

وقال الحاکم فی الاکلیل تواترت الاخبار انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ھل ذوالقعدہ امر اصحابہ ان یعتمروا قضاء عمرتہم وان لا یتخلف۔ الخ (فتح الباری ص ۳۸۳)

حاکم اکلیل میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر اپنے اصحاب کو اس عمرہ کی قضا کا حکم دیا جس کو سال گذشتہ حدیبیہ

میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی باقی نہ رہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو اس اثنا میں شہید ہو چکے یا وفات پا چکے تھے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوئے ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔

جب آپ ذوالحلیفہ پہونچے تو آپ نے احرام باندھا اور تلبیہ کہا جب آپ مع اصحاب بطن یا جج (بروزن یسمع) ایک مقام ہے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے) پہونچے تو کفار قریش نے ہتھیاروں کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو جنگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں صلح علی حالہ قائم ہے آپ نے تلواروں کے علاوہ ہتھیار کو بطن یا جج میں چھوڑ دیا اور حفاظت کے لئے دو سو آدمیوں کا ایک دستہ مقرر کر دیا اور آپؐ مع اصحاب لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ اور عبداللہ بن رواحہ آپؐ کی ناقہ قصویٰ کی مہار پکڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ ٭ قد انزل الرحمٰن فی تنزیلہ
اے کافروں کی اولاد آنحضرتؐ کا راستہ چھوڑ دو — اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے۔

بان خیر القتل فی سبیلہ ٭ نحن قتلناکم علیٰ تاویلہ
کہ بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو — ہم تم سے جہاد و قتال اس کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔

کما قتلناھم علیٰ تنزیلہ
جیسے ہم نے تم سے قتال کیا اس کے قرآن منزل کے مطابق۔

علامہ زرقانی نے علیٰ تاویلہ اور علیٰ تنزیلہ کا مطلب یہ بیان کیا کہ علیٰ انکار تاویلہ و علیٰ انکار تنزیلہ یعنی ہم تم سے جہاد و قتال کرتے ہیں اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے اور اس کے قرآن منزل کو نہ ماننے کی وجہ سے۔

بیہقی نے اور اضافہ کیا ہے فمن شار فلیراجع الی الفتح۔

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عمر رہنے دو یہ شعر کافروں کے حق میں تیر باری سے زیادہ سخت ہیں۔

(رواہ ترمذی وقال الترمذی حسن غریب)

یہ تمام تفصیل فتح الباری ص۳۰۳ میں مذکورہ ہیں۔

پھر آنحضورؐ نے حکم دیا کہ یہ پڑھو " لا الٰہ الا اللہ وانجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔

اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ کرکے ھدی کو نحر فرمایا۔ اور حلال ہو گئے اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یا جج چلے جائیں اور جو لوگ اسلحہ کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آکر طواف اور سعی کرلیں اور یہ فرماکر کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے

ظہر تک اندر ہی رہے، آپؐ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ (سیرت مصطفےٰ بحوالہ الطبقات الکبریٰ)

قریش نے اگرچہ از روئے معاہدہ آپؐ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدت غیظ اور غایت حسد کی وجہ سے آپ کے اصحاب کو دیکھ نہ سکے اس لئے سرداران قریش اور ان کے بڑے بڑے لوگ مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔

وجہ تسمیہ اس عمرہ کو عمرۂ قضا کیوں کہتے ہیں ؟ اقوال مختلف ہیں :۔
پہلی اور اصل وجہ تو وہی ہے جو میں نے عمرۃ القضاء کے واقعہ میں بیان کر دیا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو سال آئندہ اس کی قضا واجب ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے چنانچہ ۶ھ کے عمرہ حدیبیہ کی قضا ۷ھ میں بنام عمرہ قضا پورا کیا گیا۔

اب رہا یہ کہ شمار میں عمرہ حدیبیہ مستقل ہے سو باعتبار اجر و ثواب کے عمرے چار ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو عمرۃ القضاء اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عمرہ اس قضا یعنی فیصلہ کے مطابق کیا گیا جو آپؐ نے کفار قریش کے ساتھ کیا تھا۔

اس اختلاف کا منشاء اور مدار مسئلہ حصار پر ہے، حضرات شوافع کے نزدیک قربانی واجب لیکن قضاء واجب نہیں بخلاف احناف کے کہ ان کے نزدیک قضا واجب ہے اسی وجہ سے وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔

تفصیل کے لئے کتاب الحج ملاحظہ فرمائیے۔

ذکرہ انسٌ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا ہے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد حضرت انسؓ کی وہ حدیث ہے جس کو عبد الرزاق نے انسؓ سے روایت کیا ہے عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء۔

۲۶۸۔ حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء قال اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدۃ فابیٰ اھل مکۃ ان یدعوہ یدخل مکۃ حتی قاضاھم علی ان یقیم بھا ثلثۃ ایام فلما کتبوا الکتاب کتبوا ھذا ما قاضیٰ علیہ محمد رسول اللہ قالوا لا نقر بھذا لو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک شیئا ولکن انت محمد بن عبد اللہ فقال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال لعلی امح رسول اللہ قال علی لا واللہ لا امحوک ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب ولیس یحسن یکتب فکتب ھذا ما قاضیٰ محمد بن عبد اللہ لا یدخل مکۃ السلاح الا السیف فی القراب وان لا یخرج من اھلھا باحد ان اراد ان یتبعہ وان لا یمنع من اصحابہ احدا

ان اراد ان يقيم بها فلما دخلها ومضى الاجل فخرج النبيّ صلى الله عليه وسلم فتبعته ابنة حمزة تنادي يا عمِّ يا عمِّ فتناولها عليٌّ فاخذ بيدها وقال لفاطمة دونكِ ابنة عمكِ حملتها فاختصم فيها عليٌّ وزيدٌ وجعفرٌ قال عليٌّ انا اخذتها وهي بنت عمّي وقال جعفرٌ ابنة عمّي وخالتها تحتي وقال زيدٌ ابنة اخي فقضى بها النبيّ صلى الله عليه وسلم لخالتها وقال الخالةُ بمنزلة الأمِّ وقال لعليٍّ انت منّي وانا منكَ وقال لجعفرٍ اشبهتَ خَلقي وخُلقي وقال لزيدٍ انت اخونا ومولانا قال عليٌّ الا تتزوّجُ ابنة حمزة قال انها ابنة اخي من الرَّضاعة۔

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا سو کفار مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، آخر ان لوگوں سے مصالحت اس پر ہوئی کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین دن قیام کر سکتے ہیں چنانچہ جب صلح نامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو لکھا ھٰذا الخ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلعم) نے صلح کی، کفار مکہ کہنے لگے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے، اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو ہم لوگ آپ کو کچھ نہیں روکتے آپ تو بس محمد بن عبداللہ ہیں، آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان دونوں صفتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ تلازم ہے اس لئے کسی ایک کا ذکر کرنا کافی ہے) پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، حضرت علیؓ نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم میں یہ لفظ ہرگز نہیں مٹا سکتا پھر آنحضرتؐ نے وہ تحریر اپنے ہاتھ میں لے لی، آپؐ لکھنا نہیں جانتے تھے پھر بھی آپ نے لکھا "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے کیا کہ وہ ہتھیار لے کر مکہ میں نہیں داخل ہوں گے البتہ ایسی تلوار جو نیام میں ہو ساتھ لاسکتے ہیں اور یہ کہ اہل مکہ میں سے اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے اصحاب میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو اسے آپ نہیں روکیں گے، پھر جب (آئندہ سال ۷ھ میں) آنحضورؐ (عمرہ قضا کے لئے) مکہ میں داخل ہوئے اور (تین دن کی) مدت پوری ہوگئی تو کفار قریش علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے ساتھی (یعنی آنحضورؐ) سے کہو کہ اب ہمارے یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مدت پوری ہوگئی ہے۔ جب آنحضورؐ مکہ سے نکلے تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کے پیچھے اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی آئی، سو حضرت علیؓ نے انہیں لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہؓ کے پاس لے آئے اور کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لو، حضرت فاطمہؓ نے اپنے کجاوے میں اٹھا لیا (مدینہ پہونچ کر ان کی پرورش کے لئے انہیں اپنے پاس رکھنے میں) علیؓ، جعفرؓ اور زیدؓ کا اختلاف ہوا، علیؓ نے کہا میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، جعفرؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہیں اور زیدؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے، سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ (جو جعفر کے نکاح میں تھیں) اور فرمایا کہ خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے اور آپؐ نے علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور آپؐ نے جعفر سے فرمایا کہ تم شکل وصورت اور اخلاق و عادت (یعنی صورت وسیرت) میں مجھ سے مشابہ ہو، اور آپ نے زید سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولی ہو۔ علیؓ نے آنحضرتؐ سے

عرض کیا کہ حمزہ کی صاحبزادی کو آپ اپنے نکاح میں لے لیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ یہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے (حمزہؓ حضورؐ کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی تھے اس لئے صاحبزادی آپ کے لئے حلال نہ تھی)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فلما دخلہا"
والحدیث قد مضیٰ فی الصلح ص۳۱۱ تا ص۳۱۲

امسح بصیغۂ امر از محا یمحو مٹانا۔ فاختصم فیھا الخ مطلب یہ ہے کہ جب صحابہ کرام مدینہ پہونچے تو حضرت حمزہ کی چھوٹی لڑکی جس کو حضرت فاطمہؓ نے اپنی سواری پر مکہ سے ساتھ لائیں اس کی حضانت یعنی پرورش کے سلسلہ میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوگیا، تینوں بزرگوں کا دعویٰ تھا کہ اس لڑکی کو ہم رکھیں گے لیکن آنحضورؐ نے فیصلہ کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اس لئے حضرت جعفر کے حوالے کرکے تینوں بزرگوں کی دلجوئی فرمائی، اس لڑکی کی ماں سلمٰہ بنت عمیس حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کی زوجہ تھیں اور ان کی بہن اسماء بنت عمیس اس وقت حضرت جعفر کی زوجہ تھیں۔ اس قصہ میں حضرت زید نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہجرت سے قبل آنحضورؐ نے مکہ میں اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی تھی اسی مواخات کی بنا پر یہ دعویٰ تھا۔ یہ مواخات مہاجرین کی بعض کی بعض سے تھی جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان اور حضرت حمزہ کا حضرت زید سے وغیرہ وغیرہ۔ یہ مواخات حضورؐ نے صرف مہاجرین کے درمیان ہجرت سے پہلے مکہ میں کرایا تھا اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان جو مواخات آپ نے کرایا وہ دوسرا مواخات ہے (جامع السیر، وعمدۃ القاری ص۲۶۹) باقی تفصیل کے لئے واقعہ حدیبیہ ملاحظہ فرمایئے۔

۲۶۹۔ حدثنا محمدٌ ھو ابن رافعٍ قال حدثنا سریجٌ قال حدثنا فلیحٌ ح وحدثنی محمدُ بنُ الحسینِ بنِ ابراھیمَ قال حدثنی ابی قال حدثنا فلیحُ بنُ سلیمٰنَ عن نافعٍ عنِ ابنِ عمرَ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج معتمرًا فحال کفارُ قریشٍ بینہ وبینَ البیت فنحر ھدیَہ وحلق راسَہ بالحدیبیۃ وقاضاھم علیٰ ان یَّعتمرَ العامَ المقبلَ ولا یحمِلَ سلاحًا علیھم الّا سیوفًا ولا یقیمَ بھا الّا ما احبّوا فاعتمرَ من العامِ المقبلِ فدخلھا کما کان صالحھم فلما ان اقامَ بھا ثلثًا امروہ ان یخرجَ فخرجَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے نکلے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوئے (یعنی آپ کو بیت اللہ تک پہونچنے نہیں دیا) چنانچہ آنحضورؐ نے اپنا ہدی (قربانی کا جانور) حدیبیہ ہی میں ذبح کیا اور وہیں سر منڈایا اور ان سے معاہدہ کیا کہ آنحضورؐ آئندہ سال عمرہ کریں اور یہ کہ (دنیام میں) تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار نہ لائیں اور یہ کہ جتنے دنوں مکہ والے چاہیں (یعنی تین دن) اس سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں، اس لئے آنحضورؐ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور معاہدہ کے مطابق مکہ میں داخل ہوئے، پھر جب مکہ میں تین دن قیام ہوا تو قریش نے آپ کو جانے کے لئے کہا چنانچہ آپ مکہ سے نکل گئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فاعتمر من العام المقبل" وھو عمرۃ القضاء۔
والحدیث قد مضٰی فی الصلح صـ۳۷۲

۲۷۰۔ حدثنی عثمٰن بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریرٌ عن منصورٍ عن مجاھدٍ قال دخلتُ انا وعروۃُ بن الزبیرِ المسجدَ فاذا عبد اللہِ بن عمرَ جالسٌ الی حجرۃِ عائشۃَ ثم قال کم اعتمرَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعًا احداھُنَّ فی رجبٍ ثم سمعنا استنانَ عائشۃَ قال عروۃُ یا امَّ المومنینَ الا تسمعینَ مایقولُ ابو عبد الرحمٰنِ انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر اربعَ عُمَرٍ فقالت ما اعتمرَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عُمرۃً الا وھو شاھدُہٗ وما اعتمرَ فی رجبٍ قطُّ۔

ترجمہ:۔ مجاہد سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے تو عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، عروہ نے سوال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ چار اور ایک ان میں سے رجب میں تھا، پھر ہم نے عائشہؓ کے (اپنے حجرہ میں) مسواک کرنے کی آہٹ سنی، عروہ نے عرض کیا اے ام المومنین آپ نے سنا نہیں؟ ابو عبد الرحمٰن (عبد اللہ بن عمرؓ) کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے ام المومنین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا تو وہ آپؐ کے ساتھ ساتھ تھے لیکن آپؐ نے کبھی رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من قولہ "اربعا" لان احداھن عمرۃ القضاء۔
والحدیث قد مضٰی باتم منہ فی ابواب العمرۃ صـ۲۳۸

حضرت عائشہ کی یہ بات سن کر حضرت ابن عمرؓ خاموش ہو گئے جس سے حضرت عائشہ کی بات کا صحیح ہونا ثابت ہوا۔

۲۷۱۔ حدثنا علیُّ بن عبدِ اللہِ قال حدثنا سفیٰنُ عن اسمٰعیلَ بنِ ابی خالدٍ سمع ابنَ ابی اوفیٰ یقولُ لما اعتمرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سترنا ہُ من غلمانِ المشرکین ومنھم ان یؤذوا رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ ابن ابی اوفیٰ بیان کرتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا (یعنی عمرہ قضا) تو ہم لوگوں نے آپ کو مشرکین کے لڑکوں اور مشرکین سے پردہ کر لیا (یعنی آپ کی حفاظت کرتے رہے) کہ مبادا وہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچادیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "لما اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس لئے کہ اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے۔

والحدیث قد مضٰی فی غزوۃ الحدیبیہ صـ۶۰۳

یہ حدیث احادیث مغازی کی حدیث ۲۱۵ ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ جب آنحضورؐ نے سعی کی بین الصفا والمروہ

توہم اہل مکہ سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کوئی آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچا سکے۔

۲۶۲۔ حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حماد ھو ابن زید عن ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقال المشرکون انہ یقدم علیکم وفد وھنھم حمی یثرب وامرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یرملوا الاشواط الثلثۃ وان یمشوا ما بین الرکنین ولم یمنعہ ان یامرھم ان یرملوا الاشواط کلھا الا الابقاء علیھم وزاد ابن سلمۃ عن ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعامہ الذی استامن قال ارملوا لیری المشرکون قوتھم والمشرکون من قبل قعیقعان۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ (عمرۂ قضاء کے لئے مکہ) تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے کہا کہ تمہارے یہاں وہ لوگ آرہے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور کردیا ہے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف کے تین چکروں میں رمل کریں (یعنی اکڑ کر چلیں تاکہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہوسکے) اور دونوں رکن یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول چلیں، تمام چکروں میں رمل کرنے (اکڑ کر چلنے) کا حکم آپؐ نے اس لئے نہیں دیا کہ کہیں یہ (امت پر) دشوار نہ ہوجائے۔ اور ابن سلمیٰ نے ایوب کے واسطہ سے یہ اضافہ کیا ہے ان سے سعید بن جبیرؓ نے اور ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال عمرہ کرنے آئے جس سال مشرکین نے آپ کو امن دیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اکڑ کر چلو تاکہ مشرکین اصحاب کی قوت کو دیکھیں مشرکین جبل قعیقعان کی طرف تھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ "قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ" یعنی عمرہ قضا کے لئے مکہ تشریف لائے۔

والحدیث قدمر فی الحج صہ۲۱

وفد بفتح الواؤ وسکون الفاء ای قوم۔ قعیقعان مکہ میں ایک پہاڑ ہے جہاں سے مشرکین دیکھ رہے تھے مسلم کی ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ مشرکین کہنے لگے یہ لوگ تو طاقت ور اور مضبوط ہیں۔

۲۶۳۔ حدثنا محمد عن سفیٰن بن عیینۃ عن عمرو عن عطاء عن ابن عباس قال انما سعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ لیری المشرکین قوتہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف میں رمل اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی (یعنی تیز چلے) تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے طواف میں رمل کیا، اور رمل کہتے ہیں کہ مونڈھے ہلاتے ہوئے اکڑ کر چلنا، سینہ نکال کر پہلوانوں کی طرح چلنا۔

تشریحات یہ بھی حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے دوسری سند سے۔

۲۶۴۔ حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا وھیب قال حدثنا

ايوبُ عن عكرِمةَ عن ابنِ عباسٍ قال تزوّج النبي صلى الله عليه وسلم ميمونةَ وهو محرِمٌ وبنٰى بها وهو حلالٌ وماتت بسَرِفَ وزاد ابنُ اسحٰقَ حدثني ابنُ ابي نجيحٍ وابانُ بنُ صالحٍ عن عطاءٍ ومجاهدٍ عنِ ابنِ عباسٍ تزوّج النبي صلى الله عليه وسلم ميمونةَ في عمرةِ القضاءِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہؓ سے نکاح کیا تو آپؐ محرم تھے اور جب آپ نے ان سے خلوت کی تو آپ احرام کھول چکے تھے اور حضرت میمونہ کا انتقال اسی مقام سرف میں ہوا (جہاں آنحضورؐ نے سب سے پہلے میمونہؓ سے خلوت کی تھی یہ مقام مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قال العلامة العینی "قلت علی ستة امیال من مکة" اور ابن اسحاق نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے ان سے ابن ابی نجیح اور ابان بن صالح نے حدیث بیان کی ان سے عطاء اور مجاہد نے اور ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے عمرۂ قضا میں نکاح کیا تھا۔

تشریحات

مطابقته للترجمة من حیث ان تزویجه صلی اللہ علیہ وسلم میمونة کان فی عمرة القضاء۔ والحدیث قد مضی فی ابواب العمرہ۔ صـ۲۴۵

نکاح محرم

حالت احرام میں محرم کے لئے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ، صاحبین، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، عطاء بن ابی رباح، مسروق اور عکرمہ وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک نکاح درست ہے البتہ حالت احرام میں وطی درست نہیں اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوھریرہؓ، حضرت انسؓ، اور حضرت ام المومنین عائشہؓ سے ائمہ ثلاث، امام اوزاعی، سعید بن مسیّب وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک محرم کے لئے حالت احرام میں نکاح درست نہیں بلکہ باطل ہے اور نہ کسی دوسرے کا نکاح جائز۔ اور یہی ثابت ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے (عمدۃ القاری صـ۱۹۵)

اس اختلاف کی اصل اور بنیاد اس بات پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا تھا یا بحالت حلال؟

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت میمونہ سے نکاح عمرۃ القضا میں کیا۔

فریق اول کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح حالت احرام میں تھا اور فریق ثانی کا دعویٰ ہے کہ بحالت حلال تھا امام بخاریؒ کا رجحان و میلان فریق اول ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام بخاری نے مستقل باب باندھا ہے باب تزویج المحرم" بخاری صـ۲۴۸) اسی طرح کتاب النکاح صـ۷۶۶ میں باب ہے باب نکاح المحرم" اور صرف حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی ہے تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم"، امام بخاریؒ نے احادیث منع میں سے کسی حدیث کو بخاری میں ذکر نہیں کیا ہے جس سے ان کے رجحان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رجحان جواز کی طرف ہے۔

فریق ثانی یعنی ائمہ ثلاثہ کے دلائل:۔

۱۔ عن عثمٰن بن عفان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینکح المحرم

ولا ینکح ولا یخطب (مسلم ص۴۵۳) حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نکاح کردے اور نہ نکاح کا پیغام دے۔

۲۔ عن ابی رافع قال تزوّج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ وھو حلال وبنیٰ بھا وھو حلال وکنت انا الرسول (ای القاصد) فیما بینھما (ترمذی ص۱۰۱)

۳۔ عن یزید بن الاصم قال حدثتنی میمونۃ بنت الحارث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھو حلال قال وکانت خالتی وخالۃ ابن عباس (رواہ مسلم ص۴۵۴)

فریق اول یعنی فقہاء احنافؒ کے دلائل۔

۱۔ حدیث ماقی الباب (بخاری ص۶۱۲ ایضاً ص۲۴۸ ایضاً فی کتاب النکاح ص۷۶۶ نیز مسلم ص۴۵۴) اس کے علاوہ ابن عباسؓ کی اس حدیث پر ائمہ ستہ متفق ہیں، نیز صحاح ستہ کے علاوہ تمام محدثین اس کی تصحیح وتخریج پر متفق ہیں۔

۲۔ روی الطحاوی عن ابی ھریرۃ قال تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ وھو محرم۔

۳۔ اخرج ابن حبان فی صحیحہ والبیھقی فی سننہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوّج وھو محرم۔

امام طحاویؒ نے اس قسم کی کثیر احادیث سے آنحضورؐ کا نکاح بحالت احرام ثابت کیا ہے۔

ان احادیث کے لئے طحاوی شریف کی طرف مراجعت کی جائے۔

ائمہ ثلاثہ کا سب سے بڑا استدلال حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت سے ہے کہ لاینکح المحرم الخ یہ محتمل التاویل ہے خاص کر کے وہ جب بصیغہ اخبار ہو، مراد یہ ہے کہ نکاح اور انکاح اور خطبہ یہ شان محرم کے خلاف ہے کیونکہ احرام باندھ کر عشق و محبت میں استغراق چاہئے تو آنحضورؐ کا مقصد محرم کو نکاح اور انکاح سے بے رغبت کر دینا ہے کیونکہ یہ سب ہیجان شہوت کا داعی ہے اس سے تحریم نکاح مقصود نہیں اور اگر لاینکح بصیغہ نہی لیا جائے تو دفع تعارض بین الاحادیث کے لئے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ دوسری دلیل ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور زفاف کیا تو حلال تھے اور میں دونوں کے درمیان نکاح میں قاصد تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں مطر الوراق راوی ہیں جس کے متعلق امام نسائی فرماتے ہیں "لیس بالقوی" وعن احمدؒ "کان فی حفظہ سوء"۔

دوسری بات یہ ہے کہ اتصال وانقطاع میں مضطرب ہے کما اشار الیہ الترمذیؒ "قال ابو عیسیٰ (ای الامام الترمذی) ھذا حدیث حسن ولا نعلم احدا اسندہ غیر حماد بن زید عن مطر الوراق الخ ورواہ مالک مرسلا، ورواہ ایضا سلیمان بن بلال عن ربیعۃ مرسلا (ترمذی ص۱۰۳)

تیسری دلیل یزید بن اصم کی روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ کے بھانجے ہیں ایک بہن کے لڑکے ابن عباسؓ۔ یعنی ابن عباس اور یزید بن الاصم دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔

یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ (صاحب واقعہ ام المومنین میمونہؓ) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے جب میمونہؓ (یعنی مجھ) سے نکاح کیا تو حلال تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے بعض روایات میں یزید کے بعد میمونہ کا ذکر ہے اور بعض میں بغیر ذکر میمونہ مرسلاً لایا گیا ہے۔ (ترمذی صنا)

امام ترمذی کہتے ہیں قال ابو عیسیٰ هٰذا حدیث غریب وروی غیر واحد هٰذا الحدیث عن یزید بن الاصم مرسلاً الخ

ابو رافع اور یزید کی حدیث میں جو وھو حلال کا لفظ آیا ہے اس کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نکاح تو بحالتِ احرام ہوا مگر اس کا ظہور بحالتِ حلال ہوا ہے کیونکہ ظہور نکاح طعام ولیمہ کے وقت ہوتا ہے جو بحالت حلال تھا۔

آخری بات یہ ہے کہ ابن عباسؓ کا علم وتفقہ ان حضرات پر فائق تھا۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ ان بیانات سے معلوم ہوگیا کہ آثار کی قوت وضعف کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے۔ پھر قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی یہی راجح ہے کہ محرم کو وطی منع ہونے کی وجہ سے نکاح کا امتناع ضروری نہیں بالاتفاق محرم کو لونڈی خریدنا جائز ہے مگر وطی منع خوشبو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع، سلا ہوا کپڑا خریدنا جائز ہے مگر پہننا منع۔ اسی طرح عورت سے گو وطی منع ہے مگر نکاح جائز۔

اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے رضاعی بہن سے نکاح ناجائز ہے اور خرید ناجائز، نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل وطی نہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے جہاں محل وطی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا مگر احرام کی وجہ سے وطی کا امتناع ایسا ہی ہے جیسا کہ روزہ دار سے وطی منع ہے یا جیسے حائضہ سے وطی منع ہے مگر باوجود اس کے روزہ دار اور حائضہ سے نکاح جائز ہے، ٹھیک اسی طرح احرام کی حالت میں وطی ممنوع ہے اور نکاح جائز۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنداً راجح ہے لیکن احتیاط اجتناب میں ہے اور بحالت احرام نکاح کرنے سے پرہیز اولیٰ اور احوط ضرور ہے واللہ اعلم۔

بَابُ غَزْوَةِ مُوتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

یہ باب غزوۂ موتہ کے بیان میں ہے جو ملک شام میں ہے۔

تشریحات موتہ اکثر محدثین کے نزدیک بضم میم وسکون واؤ بلا ہمزہ ہے اور امام لغت مبرد کا یہی قول ہے لیکن بعض اہل لغت سے میم مضموم کے بعد ہمزہ ساکنہ کے ساتھ مؤتہ منقول ہے (عمدہ، فتح)

مؤتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر علاقہ بلقاء میں واقع ہے۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ میں یہاں غزوہ ہوا۔ امام بخاری وغیرہ اس کو غزوۂ موتہ لکھتے ہیں اگرچہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے۔

غزوہ موتہ ۸ھ

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا شرحبیل قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا، حارث بن عمیرؓ جب آنحضورؐ کا خط لے کر والی بصرہ کی طرف گئے اور مقام موتہ پہونچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کرا دیا، آنحضورؐ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے اور نہ حضورؐ کا کوئی قاصد ان کے سوا قتل ہوا اس لئے حضورؐ نے حارث بن عمیر کے انتقام کے لئے تین ہزار کا لشکر ماہ جمادی الاولی ۸ھ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہ امیر ہوں پھر اگر عبداللہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں (بخاری ص۶۱۱)، جب یہ حضرات معان میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ دو لاکھ کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مقام بلقار میں جمع ہوا ہے اس خبر پر مسلمان متردد ہوئے اور دو روز تک معان میں ٹھہرے اور مشورہ کرتے رہے کہ کیا کرنا چاہیئے؟ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے۔ آپؐ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا اے لوگو تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اسی کو مکروہ سمجھ رہے ہو ہم کافروں سے قوت اور تعداد کے بھروسے پر نہیں لڑتے ہم تو صرف دین اسلام کے لئے لڑتے ہیں سو اٹھو اور چلو دو نیکیوں میں سے ایک ضرور حاصل ہوگی فتح یا شہادت۔

یہ سن کر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور سب نے کہا واللہ عبداللہ ٹھیک کہتے ہیں اور سب کے سب موتہ کی طرف روانہ ہو گئے اور موتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کے لئے سامنے آئیں، پہلے حضرت زید بن حارثہ کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا انتہائی بہادری اور جانبازی سے لڑے اور شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا سنبھالا اور لڑتے لڑتے جب داہاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں جھنڈا لیا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں ان کو دو بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں اسی لئے حضرت جعفرؓ کو ذی الجناحین اور جعفر طیار کہتے ہیں، اسی بخاری ص۶۱۱ میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب حضرت جعفر کے لڑکے کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین

اسی بخاری کے ص۶۱۱ میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا تو نوے سے زیادہ تیر اور تلوار کے زخم تھے ایک روایت میں ہے کہ سب سامنے تھے پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا۔

حضرت جعفرؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہوئے ان کے بعد سارے مسلمانوں نے خالد بن ولیدؓ کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا۔ خالد بن ولید اسلامی جھنڈے کو لے کر آگے بڑھے اور نہایت بہادری و مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، اسی باب میں حدیث ۴۲۶۵ آ رہی ہے۔ خود خالد بن ولیدؓ کا بیان ہے کہ غزوۂ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی (بخاری ص۶۱۱)

دوسرے روز خالد بن ولیدؓ نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی جس سے دشمن مرعوب ہو گئے اور یہ سمجھے کہ نئی مدد آ پہونچی۔ اسی باب میں حدیث آ رہی ہے حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ

موتہ کی خبر آنے سے پہلے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی تھی آپ نے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور شہید ہوئے، پھر جعفر نے علم لیا اور شہید ہوئے آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا کہ اب سیف من سیوف اللہ نے علم لیا یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی (بخاری ص۶۱۱)

خالد اللہ کی تلوار ہیں

حضرت خالد بن ولیدؓ اللہ کی تلوار ہیں اور اس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اس تلوار سے کون بچ کر نکل سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اول صدر مدرس دار العلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد وقتال میں گذاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت ان کو نصیب نہ ہوئی مولانا یعقوب صاحب میں کچھ شان جذب کی تھی اسی شان جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولیدؓ خواہ مخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار بتایا ہو اسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔

۲۷۵۔ حدثنا احمدُ قال حدثنا ابنُ وَهبٍ عن عمروٍ عنِ ابنِ ابی ھلالٍ قال واخبرنی نافعٌ انّ ابنَ عمرَ اخبرہ انّہ وقفَ علیٰ جعفرٍ یومئذٍ وھو قتیلٌ فعددتُ بہ خمسینَ بین طعنۃٍ وضربۃٍ لیسَ منھا شیئٌ فی دُبُرِہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ اس دن (یعنی غزوہ موتہ میں) حضرت جعفر کی لاش پر کھڑے ہو کر میں نے شمار کیا نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم ان کے جسم پر تھے لیکن پیچھے یعنی پشت پر ان میں سے کوئی زخم نہ تھا (یعنی آخری وقت تک سینہ سپر رہے کسی وقت بھاگنے کے خیال سے پیٹھ نہیں پھیری)۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ "یومئذ" یعنی غزوہ موتہ۔

قال واخبرنی نافع اس کا معطوف علیہ محذوف ہے وھو ان ابن ابی ھلال حدث عمرو بن الحارث جری علیٰ زید بن حارثۃ وجعفر وعبد اللہ بن رواحۃ یوم موتۃ من قتلھم الخ مطلب یہ ہے کہ عمرو بن الحارث سے ابن ابی ہلال یعنی سعید بن ابی ہلال نے غزوۂ موتہ کا حال بیان کیا کہ قتال کے وقت پہلے زید نے اسلامی جھنڈا لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے تو حضرت جعفر نے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے پھر خالد بن ولید نے جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی، اتنا بیان کرنے کے بعد سعید بن ابی ہلال نے کہا واخبرنی نافع" یعنی نافع مولیٰ عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عمر نے خبر دی کہ وہ (یعنی میں) اس دن یعنی غزوۂ موتہ کے موقعہ پر حضرت جعفر کی لاش پر کھڑے ہو کر میں نے شمار کیا۔ الخ

حافظ عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ سعید بن ابی ہلال نے روایت کے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو خبر ملی کہ حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ایک ہی قبر میں دفنائے گئے (فتح ص۳۹۳)

۲۷۶۔ اخبرنا احمدُ بنُ ابی بکرٍ قال حدثنا مُغیرۃُ بنُ عبدالرحمٰنِ عن عبدِ اللہِ بنِ

سعيدٍ عن نافعٍ عن عبدِ اللهِ بنِ عمرَ قال امّرَ رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوةِ موتةَ زيدَ بنَ حارثةَ فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اِن قُتِلَ زيدٌ فجعفرٌ وان قُتِلَ جعفرٌ فعبدُ اللهِ بنُ رواحةَ قال عبدُ اللهِ كنتُ فيهم في تلك الغزوةِ فالتمسنا جعفرَ بنَ ابي طالبٍ فوجدناه في القتلى ووجدنا ما في جسدِه بضعًا وتسعين مِن طعنةٍ ورميةٍ ۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر زید بن حارثہؓ کو بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے ۔ عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ میں بھی اس غزوے میں شریک تھا بعد میں جب ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو ان کی لاش ہمیں مقتولین میں ملی اور ان کے جسم میں نوّے سے کچھ اوپر زخم نیزوں اور تیروں کے ہم نے پائے ۔

تشریحات :- مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " فی غزوۃ موتۃ "

اعتراض وجواب حدیث سابق یعنی حدیث ۱۵۵ میں گذرا کہ حضرت جعفرؓ کے جسم پر پچاس زخم تھے اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ نوّے زخم تھے فکیف التوفیق ۔

جواب ۱ یہ ہے کہ مقصود عدد معین نہیں ہے بلکہ مقصود کثرت کو ظاہر کرنا ہے ۔

۲ عدد زائد یعنی نوّے میں عدد قلیل یعنی پچاس داخل ہے فلا تعارض ۔

جواب ۳ حدیث سابق میں تھا کہ پچاس زخم تھے کہ ان میں سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا تو ہوسکتا ہے کہ پچاس کے علاوہ باقی زخم پشت پر یا پہلو اور بغل میں ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ قتال کے وقت آپؓ نے پیٹھ پھیری بلکہ ہوسکتا ہے کہ دشمنوں نے پیچھے سے اور بغل سے تیر مارا ہو ۔

جواب ۴ حدیث سابق میں پچاس زخم نیزوں اور تلواروں کے تھے اس میں تیروں کے زخم کا ذکر نہیں تھا اس لئے ہوسکتا ہے کہ باقی زخم تیروں کے ہوں ۔ واللہ اعلم ۔

۲۷۰ حدثنا احمدُ بنُ واقدٍ قال حدثنا حمّادُ بنُ زيدٍ عن ايّوبَ عن حُميدِ بنِ هلالٍ عن انسٍ ان النبيَّ صلى الله عليه وسلم نعى زيدًا وجعفرًا وابنَ رواحةَ للناسِ قبلَ ان يّاتِيَهُم خبرُهم فقال اَخذَ الرايةَ زيدٌ فاُصيبَ ثم اخذ جعفرٌ فاُصيبَ ثم اخذ ابنُ رواحةَ فاُصيبَ وعيناه تذرفانِ حتى اخذ الرايةَ سيفٌ مِّن سيوفِ اللهِ حتى فتح اللهُ عليهم ۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر اس وقت صحابہ کو دے دی تھی جب ابھی ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں آئی تھی چنانچہ آپ فرماتے جارہے تھے کہ زید نے جھنڈا لیا ہے اب وہ شہید کر دیئے گئے اب جعفر نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید کر دیئے گئے اب ابن رواحہ نے جھنڈا

یا وہ بھی شہید کر دیئے گئے اس وقت آنحضور کی آنکھوں سے آنسو باری تھے آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولیدؓ) نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا آخر اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ کیونکہ آنحضورؐ نے جن حضرات کی شہادت کی خبر دی وہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔

یہ حدیث بخاری شریف میں چھ جگہ ہے فی الجنائز ص۱۶۷ فی الجہاد ص۳۹۵ و ص۴۲۳ فی المناقب ص۵۲۸ ایضاً فی المناقب ص۵۳۱ فی المغازی ص۶۱۱۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ یعلی بن امیہ غزوہ موتہ کی خبر لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو یا اگر کہو تو میں ہی تم کو اہل موتہ کا پورا حال سنادوں انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی سنائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا حال بیان فرمایا انھوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے آپ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔

تفصیل کے لئے غزوۂ موتہ پڑھئے۔

۲۰۰۔ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا عبد الوهاب قال سمعت یحیی بن سعید قال اخبرتنی عمرۃ قالت سمعت عائشۃ تقول لما جاء قتل ابن حارثۃ وجعفر بن ابی طالب وعبد اللہ بن رواحۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرف فیہ الحزن قالت عائشۃ وانا اطلع من صائر الباب تعنی من شق الباب فاتاہ رجل فقال ای رسول اللہ ان نساء جعفر قال وذکر بکاءھن فامرہ ان ینھاھن قال فذھب الرجل ثم اتی فقال قد نھیتھن وذکر انہ لم یطعنہ قال فامر ایضا فذھب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبننا فزعمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشۃ فقلت ارغم اللہ انفک فواللہ ما انت تفعل وما ترکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العناء۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب ابن حارثہؓ، جعفر بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے (یعنی مسجد میں) اور آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا۔ عائشہ نے بیان کیا کہ میں دروازے کی دراڑ (یعنی سوراخ) سے جھانک کر دیکھ رہی تھی اتنے میں ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ جعفر کے گھر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آنحضورؐ نے حکم دیا کہ انھیں روک دو، بیان کیا کہ وہ شخص گیا پھر آیا اور عرض کیا کہ میں نے انھیں روکا اور یہ بھی ذکر کر دیا کہ انھوں نے اس کی بات نہیں مانی، بیان کیا کہ آنحضورؐ نے پھر منع کرنے کے لئے فرمایا۔ وہ شخص پھر جا کر واپس آیا اور کہا قسم خدا کی وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں (یعنی رونے سے باز نہیں آتی ہیں) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پھر ان کے منھ میں مٹی جھونک دو عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ اللہ تیری ناک غبار آلود کرے تو ایسا نہیں ہے کہ کر سکو (یعنی آنحضورؐ کے حکم کے مطابق تم روکنے سے رہے) اور نہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو تکلیف دینا چھوڑا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ کیونکہ زید بن حارثہ وغیرہ کی شہادت غزوہ موتہ ہی میں ہوئی۔
والحدیث مضیٰ فی الجنائز ص۱۳۳۔

لما جاء قتل زید الخ شہادت کی خبر میں ہر دو احتمال ہیں ما یہ کہ موتہ سے کوئی قاصد خبر لایا جیسا کہ حدیث ۷۲۱ کی تشریحات موسیٰ بن عقبہ کے حوالہ سے یعلی بن امیہ کے متعلق گذرا۔

ما نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس خبر شہادت سے حضرت جبریلؑ کی خبر مراد ہو کما اخرج الواقدی من شیوخہ قالوا رفعت الارض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نظر الی معرکۃ القوم کذا فی الخصائص للسیوطی ص۲۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیان اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آرہا تھا تو حق تعالیٰ نے سرزمین شام کو اپنی قدرت کاملہ سے آپؐ کے سامنے کر دیا کہ میدان کارزار آپؐ کی نظروں کے سامنے تھا آپؐ کے اور مقام موتہ کے درمیان سے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے تھے تقریباً یہی مضمون ہے البدایہ والنہایہ ص۲۴۴۔

یعرف فیہ الحزن ظاہر ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے آپ کی شان رحیمی کا تقاضہ تھا کہ صحابہ کرام کی مصیبت کا اثر پڑے اور یہ رضا بالقضاء کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ تو تقاضائے بشری ہے۔

نساء جعفر چونکہ حضرت جعفرؓ کی بیوی اس وقت صرف اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔ اس لئے عورتوں سے مراد گھر کی عورتیں ہیں۔

نساء جعفر کی خبر محذوف ہے ای یبکین اور اس خبر کے قائم مقام قال وذکر بکائھن ہے جس کے لفظی معنیٰ ہیں بیان کیا کہ انھوں نے ان عورتوں کے نوحہ اور بکاء کا ذکر کیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ لقد غلبننا وہ عورتیں ہم پر غالب آگئی ہیں اس سے شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورتیں صحابیات ہیں پھر آنحضورؐ کی نافرمانی؟

جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ منع کرنے والے شخص نے آنحضورؐ کا حوالہ دیئے بغیر صرف نوحہ وگریہ روکا ہو اور گھر کی عورتوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص اپنی طرف سے منع کر رہا ہے۔

۷۶۹۔ حدثنی محمد بن ابی بکر قال حدثنا عمر بن علیؓ عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن عامر قال کان ابن عمرؓ اذا حیّیٰ ابن جعفر قال السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

ترجمہ:۔ عامر (شعبی) سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ جب جعفر بن ابی طالبؓ کے بیٹے (عبد اللہ) کو سلام کرنے کا ارادہ کرتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین" یعنی اے دو پروں والے کے بیٹے تم پر سلام ہو۔

تشریحات حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ حدیث میں حضرت جعفر کا ذکر ہے جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔

چونکہ حضرت جعفرؓ کے دونوں ہاتھ غزوۂ موتہ میں کٹ گئے اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے بطور انعام دونوں ہاتھوں کے بدلے دو پر عنایت فرمائے اور اسی وجہ سے آپ کا لقب طیار ہوگیا۔

علامہ عینی اور حافظ عسقلانی فرماتے ہیں قال السہیلی المراد بالجناحین صفۃ ملکیۃ وقوۃ روحانیۃ الخ یعنی سہیل

نے کہا ہے کہ جناحین سے مراد صفات ملکی وقوت روحانی ہے جو حضرت جعفرؓ کو دی گئی نہ یہ کہ پرندوں کی طرح دو پر دیئے گئے۔ سہیلی نے اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ انسان کی صورت اشرف الصور اور اکمل الصور ہے لیکن علامہ عینی وغیرہ اس تعبیر سے خوش نہیں ہیں کیونکہ دو پروں کی وجہ سے انسانی صورت میں تبدیلی کہاں لازم آتی ہے حضرت جبریلؑ کے چھ سو پر ہیں جبکہ کسی پرندے کے تین پر بھی نہیں دیکھے گئے۔ پس حق یہ ہے کہ جب ان پروں کی کیفیت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے تو ہم ان کی حقیقت کی بحث میں نہیں پڑتے بلکہ جس طرح حدیث میں وارد ہے اس پر ایمان لاتے ہیں واللہ اعلم۔

۲۸۰۔ حدثنا ابونعیم قال حدثنا سفیٰن عن اسمٰعیل عن قیس بن ابی حازم قال سمعت خالد بن الولید یقول لقد انقطعت فی یدی یوم مؤتة تسعة اسیاف فما بقی فی یدی الا صفیحة یمانیة۔

ترجمہ:۔ قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے خالد بن ولیدؓ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں صرف ایک یمانی چوڑے پھل کی تلوار باقی رہ گئی تھی۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ فی قولہ "یوم موتۃ"۔

۲۸۱۔ حدثنی محمد بن المثنیٰ قال حدثنا یحییٰ عن اسمٰعیل قال حدثنی قیس قال سمعت خالد بن الولید یقول لقد دق فی یدی یوم موتة تسعة اسیاف وصبرت فی یدی صفیحة لی یمانیة۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاهرۃ۔

یہ حضرت خالدؓ کی سابقہ روایت کی دوسری سند ہے اور دونوں روایتوں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی کمال بہادری ظاہر ہوتی ہے۔

۲۸۲۔ حدثنی عمران بن میسرة قال حدثنا محمد بن فضیل عن حصین عن عامر عن النعمان بن بشیر قال اغمی علی عبد اللہ بن رواحة فجعلت اخته عمرة تبکی واجبلاه واکذا تعدد علیه فقال حین افاق ما قلت شیئا الا قیل لی انت کذالک۔

ترجمہ:۔ حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن رواحہؓ پر (ایک مرتبہ کسی مرض میں) بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی بہن عمرہ (والدہ نعمان بن بشیرؓ یہ سمجھ کر یہ کوئی حادثہ پیش آگیا) رونے لگیں ہائے پہاڑ ایسے اور ہائے ویسے عبد اللہ بن رواحہ کے محاسن و اوصاف گنانے لگیں (مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے نوحہ اور ماتم کرنے لگیں)، پھر جب عبد اللہ کو افاقہ ہوا (ہوش میں آئے، تو انھوں نے کہا کہ تم جب میری کسی خوبی کا بیان کرتی تھیں تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا واقعی تم ایسے ہی تھے؟ (یعنی فرشتہ نے ان سے سوال کیا تھا)

تشریحات یہی عبد اللہ بن رواحہ ہیں جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے اور اسی مناسبت سے اس حدیث کو اس باب کے ذیل میں لایا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ان کو ہوش آیا تو بیان کیا کہ فرشتے لوہے کا گرز اٹھاتے اور پوچھتے کہ کیا تو ایسا ہی تھا؟ معلوم ہوا کہ بعض بیماریوں میں مرنے سے پہلے ہی فرشتے نظر آجایا کرتے ہیں گرچہ آدمی نہ مرے جیسا کہ حضرت عبداللہؓ اس بیماری سے اچھے ہوگئے تھے۔

۲۰۳۔ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا عبثر عن حصین عن الشعبی عن النعمان بن بشیر قال اغمی علی عبد اللہ بن رواحۃ بھذا فلما مات لم تبک علیہ۔

ترجمہ:۔ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر حدیث سابق کی طرح بیان کیا چنانچہ جب (غزوہ موتہ میں) وہ شہید ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں کیونکہ آپ نے مرض سے افاقہ پر لوحہ سے منع کر دیا تھا البتہ صرف رنج وغم کا اظہار اور اشکبار ہونا منع نہیں صرف چلا کر رونا منع ہے

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحرقات من جھینۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کی شاخ حرقات کے مقابلہ پر بھیجنا۔

تشریحات حرقات بضم الحاء المہملہ وفتح الراء بعدہا قاف۔ حرقات جمع ہے حرقۃ کی اس کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ تھا اس نے ایک لڑائی میں ایک قوم کو قتل کے ساتھ ساتھ آگ میں جلایا تھا اس لئے حرقۃ کے نام سے موسوم ہوا پھر تعدد بطون کے لحاظ سے جمع لایا گیا۔

۲۰۴۔ حدثنی عمرو بن محمد قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا حصین قال اخبرنا ابو ظبیان قال سمعت اسامۃ بن زید یقول بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحرقۃ فصبحنا القوم فھزمناھم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلا منھم فلما غشیناہ قال لا الہ الا اللہ فکف الانصاری فطعنتہ برمحی حتی قتلتہ فلما قدمنا بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اسامۃ اقتلتہ بعد ما قال لا الہ الا اللہ قلت کان متعوذا فما زال یکررھا حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم۔

ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا انہیں شکست دی پھر میں اور ایک انصاری صحابی اس قبیلہ کے ایک شخص (مرداس بن نہیک نامی) کو پایا پھر جب ہم نے اس پرت کو پایا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ انصاری تو فوراً ہی رک گیا لیکن میں نے اس کو اپنا نیزہ مارا آخر اس کو قتل کر دیا اس کے بعد جب ہم مدینہ واپس آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خبر معلوم ہوئی آپ نے دریافت فرمایا" اے اسامہ کیا اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا۔ وہ تو قتل سے بچنا چاہتا تھا (یعنی اس نے یہ کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا صرف جان بچانے

کے لئے زبان سے پڑھا تھا، آپؐ بار بار یہی فرماتے رہے (کیا تم نے اس کے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟) حتیٰ کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (بلکہ آج مسلمان ہوتا)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الحرقۃ" والحدیث اخرجہ البخاری فی الدیات ص۱۰۱۵ ومسلم کتاب الایمان ص۶۸

قلت کان متعوذا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے صرف بچنے کے لئے کہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ھلا شققت قلبہ تو نے اس کا دل چاک کر کے کیوں نہ دیکھ لیا؟ کہ اس نے دل سے ایمانی کلمہ کہا تھا یا نہیں؟

حتی تمنیت الخ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس سے پہلے کی زندگی میں کفر کو پسند کرتے تھے بلکہ صرف واقعہ پر انتہائی حسرت و افسوس کا اظہار مقصود تھا یعنی یہ غلطی اتنی عظیم تھی کہ حضرت اسامہ کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا اور مجھ سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی اور آج جب اسلام لاتا تو میرے پچھلے سارے گناہ معاف ہو چکے ہوتے کیونکہ اسلام کفر کی زندگی کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے یعلوم ہوا کہ اسامہؓ کا مقصد وہ اسلام ہے جس میں کسی کلمہ گو کے قتل کا ارتکاب نہ ہو۔

کلمہ گو کی تکفیر بد ترین حرکت ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا بد ترین حرکت ہے۔ جس نے مسلمانوں کی ملی طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے انتہائی افسوس ان علماء پر ہے جو ذرا ذرا سی باتوں پر تیر تکفیر چلاتے ہیں ایسے علماء کو سوچنا چاہئے کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بلکہ محدثین کرام اور اولیاء عظام کو کافر بنا کر خدا کو کیا منہ دکھلائیں گے جبکہ اہل قبلہ کی تکفیر سے اجتناب اہل سنت کا متفقہ اصول ہے۔

۲۸۵۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا حاتم عن یزید بن ابی عبید قال سمعت سلمۃ بن الاکوع یقول غزوت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سبع غزوات وخرجت فیما یبعث من البعوث تسع غزوات مرۃ علینا ابوبکر ومرۃ علینا اسامۃ وقال عمر بن حفص بن غیاث حدثنا ابی عن یزید بن ابی عبید قال سمعت سلمۃ یقول غزوت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سبع غزوات وخرجت فیما یبعث من البعث تسع غزوات علینا مرۃ ابوبکر ومرۃ اسامۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت ہے آپ بیان کرتے تھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزووں میں شریک رہا ہوں اور نو ایسے سرایا میں شریک رہا ہوں جو آپؐ نے روانہ کئے تھے کبھی ہم پر ابوبکر امیر ہوئے اور کسی سریہ کے امیر حضرت اسامہؓ ہوئے۔ اور عمر بن حفص بن غیاث (جو امام بخاری کے شیخ ہیں) نے بیان کیا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا ان سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ میں نے سلمہ بن اکوعؓ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزووں میں شریک رہا ہوں اور نو ایسے سرایا میں

گیا ہوں جنہیں خود حضورؐ نے بھیجا تھا کبھی ہمارے امیر ابوبکرؓ ہوئے اور کبھی اسامہؓ۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "ومرۃ علینا اسامۃ"

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ جن سات غزووں میں آنحضورؐ کے ساتھ رہے وہ یہ ہیں غزوہ حدیبیہ، خیبر، حنین، ذی قرد، غزوہ الفتح، غزوہ طائف، غزوہ تبوک۔

مرۃ علینا ابوبکر الخ مقصد یہ ہے کہ غزوات میں حضور اکرمؐ نے کبھی حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے اکابر کو امیر لشکر بنایا اور کبھی اسامہ (حضرت زید بن حارثہؓ کا صاحبزادہ) جیسے نوجوان کو امیر بنایا مگر ہم لوگوں نے کبھی اس بارے میں امیر لشکر کے بڑے چھوٹے ہونے کا خیال نہیں کیا بلکہ فرمان رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کیا آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت تمہارا فرض ہے۔

۲۰۶۔ حدثنا ابوعاصم الضحاک بن مخلد قال حدثنا یزید عن سلمۃ بن الاکوع قال غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات وغزوت مع ابن حارثۃ استعملہ علینا۔

ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزووں میں شریک رہا ہوں اور میں نے ابن حارثہ (یعنی حضرت اسامہؓ) کے ساتھ بھی غزوہ کیا ہے آنحضورؐ نے انہیں ہم پر امیر بنایا تھا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " غزوت مع ابن حارثۃ ای اسامۃ
ھذا طریق آخر فی حدیث سلمۃ بن الاکوع۔

اور یہ حدیث ثلاثیات بخاری کی پندرھویں حدیث ہے، ثلاثیات بخاری کے متعلق تفصیل کے لئے حدیث ۲۳۲ کی تشریحات کا مطالعہ فرمائیے۔

۲۰۷۔ حدثنا محمد بن عبد اللہ قال حدثنا حماد بن مسعدۃ عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات فذکر خیبر والحدیبیۃ ویوم حنین ویوم القرد قال یزید ونسیت بقیتھم۔

ترجمہ:۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوے کئے پھر آپ نے غزوۂ خیبر، حدیبیہ، غزوہ حنین اور غزوہ ذات القرد کا ذکر کیا یزید نے بیان کیا کہ باقی غزووں کے نام میں بھول گیا۔

تشریحات یہ بھی حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی حدیث ہے دوسری سند سے۔

اور آپ جن غزوات کے نام بھول گئے ان سے مراد غزوہ فتح مکہ، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک ہیں جیسا کہ حدیث ۲۰۵ کی تشریحات میں مذکور ہیں۔

*

بابُ غزوۃِ الفتح

ومابعث به حاطب بن ابی بلتعۃ الی اھل مکۃ یخبرھم بغزو النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ فتح مکہ کا بیان اور جو خط حاطب بن ابی بلتعہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ غزوہ کی اطلاع اہل مکہ کو بھیجی تھی اس کا بھی بیان۔

ومابعث کا عطف غزوۃ الفتح پر ہے یعنی ھٰذا باب فی بیان غزوۃ الفتح وفی بیان ما بعث بہ حاطب الخ

غزوہ فتح مکہ کا سبب

صلح حدیبیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں چنانچہ وہیں بنو بکر قریش کے عہد میں اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شامل ہو گئے۔

یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب تھے اور دونوں قبیلوں میں اسلام کے قبل سے عداوت چلی آ رہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ کا سبب بنی۔

امام المغازی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مالک بن عباد حضرمی ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاعہ کی سرزمین میں داخل ہوا خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب لے لیا اور چونکہ مالک بن عباد بنو بکر کا حلیف تھا اس لئے بنی بکر نے موقع پاکر اس حضرمی کے بدلہ میں بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ نے اپنے ایک شخص کے معاوضہ میں بنو بکر کے تین آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ زمانہ جاہلیت سے زمانہ بعثت تک ان دو قبیلوں میں اختلافات چل رہے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہو گئی اور سارے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور یہ سلسلہ رک گیا، حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہو جانے کی وجہ سے دونوں قبیلے ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنو بکر نے اپنی دشمنی نکالنے کا موقع غنیمت سمجھ کر بنو خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا۔ چنانچہ بنو بکر میں سے نوفل بن معاویہ دیلی نے مع اپنے ہمراہیوں کے رات کے وقت شب خون مارا (یعنی حملہ آور ہوا) بنی خزاعہ کا ایک چشمہ تھا جس کا نام وتیر تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے اس چشمہ پر سو رہے تھے۔ وہاں ایک خزاعی کو ان لوگوں نے قتل کر دیا باقی بنی خزاعہ بھاگ کر مکہ گئے اور بدیل بن ورقاء (بضم الباء الموحدہ وفتح الدال المھملہ) کے مکان میں گھس گئے مگر بنو بکر اور رؤسا قریش نے گھروں میں گھس کر مارا اور ظلم کیا اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہ کے معاہد تھے اور یہی معاہدہ کی خلاف ورزی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

قریش کا اضطراب اور آنحضورؐ سے استعانت

عمرو بن سالم خزاعی ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وقت آنحضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر ایک قصیدہ پڑھا جس میں مظالم کی پوری داستان بیان کی پہلے وتیر چشمہ پر، پھر حرم مکہ میں مارے جانے کو بیان کیا اور کہا یا رسول اللہ مدد کیجئے۔ آنحضورؐ نے ان کی اعانت و امداد کا وعدہ فرمایا اور اطمینان دلایا۔ اس کے بعد آپؐ نے قریش مکہ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ تین باتوں سے ایک بات اختیار کرلیں

۱۔ مقتولین خزاعہ کی دیت (یعنی خون بہا) ادا کریں ۲۔ یا بنی بکر کی حمایت چھوڑ دیں ۳۔ یا اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قاصد نے جب پیغام پہونچایا تو قریش کی طرف سے قرطہ بن عمرو نے یہ جواب دیا کہ ہم کو تیسری شرط منظور ہے یعنی معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر ہم راضی ہیں لیکن آنحضرتؐ کے قاصد کے واپس آنے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی اور ابوسفیان کو فوراً تجدید معاہدہ کے لئے مدینہ روانہ کیا۔

ابوسفیان کی کوشش

ابوسفیان مدینہ پہونچے اور سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ ام المومنین کے پاس گئے انھوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرش اٹھالیا، فرش کو میرے قابل نہ سمجھا، یا مجھ کو فرش کے قابل نہ سمجھا ام حبیبہ نے کہا یہ رسول اللہ کا فرش ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اس لئے ہم نے پسند نہ کیا کہ تم شرک کی نجاست سے آلودہ حالت میں رسول اللہ کے فرش پر بیٹھو۔ یہ سن کر وہ وہاں سے چلے آئے اور بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں مگر رسول اللہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا تو ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہونچے ابوبکر نے فرمایا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا اس کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم تیری سفارش رسول اللہ سے کریں ہم تو خود کسی حال میں تجھ سے جہاد ترک کرنا نہیں چاہتے، پھر وہاں سے حضرت علی کے پاس گئے، اس وقت حضرت علیؓ کے پاس حضرت فاطمہ بھی تھیں اور حضرت حسن بن علیؓ بھی سامنے ہی تھے ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا اے علیؓ . . . . . . آپ ہم سے قرابت میں سب سے قریب ہیں اور قوم میں رحیم ہیں میں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں کیا اسی طرح ناکام واپس چلا جاؤں؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رسول اللہ سے میری سفارش کر دیجئے۔ حضرت علی نے فرمایا اے ابوسفیان لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہؐ کے ارادہ میں مداخلت کر سکیں تب ابوسفیان حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اس بچہ یعنی امام حسنؓ کو یہ حکم دیں کہ وہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار مان لیا جائے، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اول تو یہ کمسن ہے (یعنی پناہ دینا بڑوں کا کام ہے) دوسرے یہ کہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کون پناہ دے سکتے ہیں، ابوسفیان نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا معاملہ سخت ہو گیا ہے، کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا صرف اتنا خیال میں آتا ہے کہ مسجد میں جا کر تم خود ہی یہ پکار دو کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور مدت صلح کو بڑھانے آیا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے شہر واپس چلے جاؤ، ابوسفیان نے پوچھا کہ کیا یہ مفید ہوگا؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہیں معلوم ہوتی۔

چنانچہ ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور بآواز بلند پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید اور صلح کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہو گیا۔

ابوسفیان جب مکہ پہونچا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا، اس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے تیرے اس اعلان کو قبول کیا؟ کہا نہیں تو سب نے کہا کہ یہ تو علیؓ نے تیرے ساتھ مذاق کیا، اس نے کہا نہیں خدا کی قسم اس کے سوا کوئی اور صورت تھی ہی نہیں۔

ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پوشیدہ طور پر تیاری کا حکم دیا اور اپنے اہل کو بھی حکم دیا کہ سلاح جنگ درست کریں مگر کسی کو حضورؐ نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں پوچھا کہ کیا رسول اللہ نے حکم دیا ہے؟ کہا ہاں، پوچھا کہ کیا تم جانتی ہو کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا کہ واللہ یہ معلوم نہیں۔

قصہ حاطب بن ابی بلتعہؓ

اسی اثناء میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط مخفی انداز پر قریش مکہ کو لکھا کہ رسول اللہؐ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں گو یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے مگر میرا گمان ہے کہ قریش مکہ پر حملہ ہوگا اور یہ خط مخفی طور پر ایک عورت کو دے کر مکہ روانہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ حاطب نے کیا کیا ہے۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو روانہ کیا جیسا کہ اس باب کی حدیث آرہی ہے جس میں خود حضرت علیؓ سے مفصل واقعہ مروی ہے، نیز احادیث مغازی کی حدیث ۱۰۰۳ میں یہ واقعہ گذر چکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دسویں رمضان المبارک ۸ھ دس ہزار فوجوں کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔

۱۴۸۰۔ حدثنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار قال اخبرنی الحسن بن محمد انه سمع عبید الله بن ابی رافع یقول سمعت علیا یقول بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم انا والزبیر والمقداد فقال انطلقوا حتی تاتوا روضة خاخ فان بها ظعینة معها کتاب فخذوا منها قال فانطلقنا تعادی بنا خیلنا حتی اتینا الروضة فاذا نحن بالظعینة قلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی الکتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لنلقین الثیاب قال فاخرجته من عقاصها فاتینا به رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا فیه من حاطب بن ابی بلتعة الی ناس بمکة من المشرکین یخبرهم ببعض امر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا حاطب ما هذا قال یا رسول الله لا تعجل علیّ انی کنت امرأ ملصقا فی قریش یقول کنت حلیفا ولم اکن من انفسها وکان من معك من المهاجرین من لهم قرابات یحمون اهلیهم واموالهم فاحببت اذ فاتنی ذالك من النسب فیهم ان اتخذ عندهم یدا یحمون قرابتی ولم افعله ارتدادا عن دینی ولا رضی بالکفر بعد الاسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما انه قد صدقکم فقال عمر یا رسول الله دعنی اضرب عنق هذا المنافق فقال انه قد شهد بدرا وما یدریك لعل الله اطلع علی من شهد بدرا قال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فانزل الله السورة یاایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة الی قوله فقد ضل سواء السبیل۔

ترجمہ:- حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ مجھے اور زبیر اور مقداد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے روانہ کیا اور ہدایت کی کہ (مکہ کے راستے پر چلے جاؤ) جب تم روضۂ خاخ پر پہونچو گے تو وہاں تمہیں ہودج میں سوار ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے تم اس سے خط لے لینا، حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ ہم روانہ ہوئے ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لئے جارہے تھے جب ہم روضۂ خاخ پر پہونچے تو واقعی وہاں ہمیں ایک عورت ہودج میں سوار ملی، ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے لیکن جب ہم نے اس سے یہ کہا کہ اگر تو نے خود سے خط نکال کر ہمیں نہیں دیا تو ہم تیرا کپڑا اتار دیں گے (یعنی تلاشی لیں گے)، تب اس نے اپنی چوٹی میں سے وہ خط نکالا۔ ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (یہاں جب خط پڑھا گیا) اس میں یہ لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے چند مشرکوں کے نام (صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل) اس میں انہوں نے مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی (کہ حضورؐ تم پر فوج لے کر آنے والے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "اے حاطب یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ عجلت نہ فرمائیں میں قریش کے ساتھ رہتا تھا (یعنی مکہ کی زندگی میں)، انھوں نے کہا کہ میں صرف ان کا حلیف تھا اور میں قریش کے خاندان سے نہیں ہوں (یعنی ان سے میری کوئی نسبی قرابت نہیں) لیکن اور جو آپ کے ساتھ ہیں ان سب کی ان سے قرابتیں ہیں قرابتوں کی وجہ سے ان (مہاجرین) کے اہل وعیال اور مال (واسباب محفوظ) ہیں سو میں نے چاہا کہ جب ان سے نسبی تعلق (قرابت) نہیں ہے تو میں ان پر ایک احسان کردوں کہ وہ (اس احسان کے صلہ میں) میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں، میں نے یہ کام اپنے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر نہیں کیا ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی انھوں نے تمہارے سامنے سچی بات کہدی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں لیکن آنحضورؐ نے فرمایا کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک رہے ہیں اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ جو غزوۂ بدر میں شریک ہونے والوں کے اعمال پر واقف ہے (کہ آئندہ وہ کیا کریں گے) اس نے ان کے متعلق فرمادیا ہے کہ جو چاہو کرو، میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یاایہاالذین آمنوا الخ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے تم اپنی محبت کا اظہار کرتے رہو ارشاد فقد ضلّ سواء السبیل تک۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فاذا فیہ من حاطب بن ابی بلتعۃ الیٰ ناس بمکۃ" یہ حدیث بخاری میں چھ جگہ ہے فی الجہاد ص۴۲۲ جلد ثانی میں ص۵۶۷ ص۶۱۲ ص۷۲۶، ص۹۲۵، ص۱۰۲۶۔

شارح بخاری علامہ عینیؒ نے اپنی بے نظیر شرح عمدۃ القاری میں خط کا مضمون نقل کیا ہے:-

اما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم بجیش کاللیل یسیر کالسیل فواللہ لو جاءکم وحدہ لنصرہ اللہ علیکم وانجزلہ	اے گروہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے مانند تم پر ایک فوج لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح چلتا ہوگا خدا کی قسم اگر رسول اللہ (بلا فوج کے) تنہا تمہارے پاس

وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام (عمدہ ص۱۳ ج۲) تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیگا اور فتح ونصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کریگا سو تم اپنے انجام کو سوچ لو۔ والسلام۔

واقدی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں ان حاطب کتب الی سہیل بن عمرو وصفوان بن امیۃ وعکرمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی الناس بالغزو ولا اراہ یرید غیرکم وقد احببت ان یکون لی عندکم ید یعنی حاطب نے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ کے نام یہ خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم ہی لوگوں پر حملہ کا ارادہ ہے اور میں نے چاہا کہ تم پر میرا ایک احسان ہو جائے۔

اس پر اعتراض وجواب کے لئے حدیث ۳۳ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔

باب غزوۃ الفتح فی رمضان

غزوہ فتح مکہ کا بیان جو رمضان میں ہوا تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دس رمضان سنہ ۸ھ چہارشنبہ کے روز دس ہزار فوجوں کو ہمراہ لے کر غزوۂ فتح کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے آپ خود بھی روزے سے تھے اور صحابہ بھی۔ جب مقام کدید میں پہونچے تو آپ نے روزہ افطار فرمایا اور آپ کی اقتداء میں صحابہ نے بھی روزہ توڑ دیا (بخاری ص۶۱۲)

اسی حدیث میں آرہا ہے کہ کدید (بفتح الکاف وکسر الدال الاولیٰ حاشیہ بخاری ص۶۱۲) پانی کی جگہ ہے قدید (بضم القاف وفتح الدال الاولیٰ) اور عسفان کے درمیان۔ اور اسی باب کی ایک روایت ص۶۱۳ میں آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سفر کیا جب عسفان (بضم العین بروزن عثمان) پہونچے تو پانی مانگا اور لوگوں کو دکھلا کر دن کے وقت پانی پی کر افطار کیا۔ مقام کدید سے چل کر عشاء کے وقت جب آپ مکہ کے قریب مر الظہران پہونچے اور وہاں پہونچ کر مسلمانوں نے منزل کی تو مسلمانوں کے دستے دور دور تک پھیل گئے۔

قریش کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوگئے ہیں مگر ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضور مر الظہران میں پہونچ چکے ہیں اس لئے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اس تلاش میں نکلے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لگائیں، جب مر الظہران میں پہونچے تو لشکر نظر آیا، پھر دور دور تک آگ کی روشنی دیکھ کر گھبرا گئے ابوسفیان نے کہا کہ یہ جماعت کس کی ہے؟ بدیل بن ورقاء نے کہا بنوخزاعہ معلوم ہوتے ہیں، ابوسفیان نے کہا بنوخزاعہ کے پاس اتنا لشکر کہاں سے آیا وہ تو بہت قلیل ہیں۔

حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر گشت لگاتے ہوئے آنکلے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا افسوس اے ابوسفیان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لشکر ہیں اب قریش کی خیریت اسی میں ہے کہ آپ کی اطاعت قبول کرلیں۔ ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل (حضرت عباس کی کنیت ہے) تمہارے صدقہ جائیں بتاؤ رہائی کی کیا

صورت دیکھتے ہو عباس نے کہا میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہوجا میں تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کروں گا ابوسفیان خچر پر بیٹھ گیا، حضرت عباسؓ اس کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت عمر کی آگ کے پاس پہونچے تو پوچھا کون ہے؟ پھر خود حضرت عمرؓ دیکھنے آئے اور ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا یہ تو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ابوسفیان ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آگیا ہے، پھر اجازت لینے کے لئے حضور کی طرف تیز چلے، حضرت عمرؓ پیادہ پا تھے اور حضرت عباس ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خچر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہونچ گئے مگر فوراً حضرت عمر بھی پہونچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجازت دیجئے کہ اس اللہ کے دشمن کو قتل کر دوں، حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ اس وقت ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ اور صبح کو میرے پاس لاؤ۔ ابوسفیان تو شب بھر حضرت عباس کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء اسی رات بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (البدایہ والنہایہ) کچھ دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تاکہ اہل مکہ کو آپ کی آمد سے مطلع کریں۔ (سیرت مصطفیٰ)

ابوسفیان کا اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضورؐ نے ابوسفیان سے فرمایا اے ابوسفیان بڑا افسوس ہے کہ تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہیں ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیسے حلیم ہیں اور کیسے کریم ہیں، صلہ رحم کا آپ کو کتنا خیال ہے بے شک اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو ہم لوگوں کی امداد کرتا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بے شک آپ نہایت حلیم و کریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ لیکن اس امر کے متعلق میرے دل میں اب تک تردد ہے، حضرت عباس نے کہا ارے کلمہ پڑھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو ابوسفیان نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا حضرت عباس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوسفیان سرداران مکہ سے ہے اور فخر کو پسند کرتا ہے اس کے لئے کوئی امتیازی بات عطا فرمایئے حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امن ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اس کو امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو بھی امن ہے، پھر حضورؐ نے عباس کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو لے کر ایسی گذرگاہ پر روکے رکھو کہ وہ لشکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے چنانچہ یکے بعد دیگرے جب قبائل جوق در جوق گذرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گئے جو قبیلہ سامنے سے گذرتا تھا تو ابوسفیان پوچھتے یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس بتاتے کہ یہ قبیلہ غفار ہے، یہ قبیلہ جہینہ ہے۔ یہ انصار کا دستہ ہے آخر میں کوکبۂ نبوی نمودار ہوا۔ پوری تفصیل احادیث باب میں آرہی ہے۔

قریش میں دس ہزار فوج کے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ تھی ان کی جانوں کے لالے پڑ گئے لیکن رحمت للعالمین

نے مکہ میں داخلہ کے وقت مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ جب تک کوئی شخص خود ان پر حملہ آور نہ ہو وہ کسی پر تلوار نہ اٹھائیں اور مکہ کے داخلہ کے بعد عام اعلان کر دیا کہ جو شخص حرم میں چلا جائے گا یا ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے گا یا دروازہ بند کرلے گا وہ مامون ہے صرف چند لوگوں نے کچھ مزاحمت کی جن میں دو مسلمان شہید ہوئے اور بارہ یا تیرہ کفار مقتول ہوئے حافظ عسقلانی نے ابن سعد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ چوبیس کفار مقتول ہوئے۔ (فتح ص۹)

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اس وقت یہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ نے انہیں چھڑی سے گرانا شروع کر دیا اور زبان مبارک سے پڑھتے جاتے تھے جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ خانہ کعبہ کے اندر جس قدر بت تھے سب نکال دیئے گئے، حضرت عمرؓ نے دیوار کی تصویریں مٹائیں شرک کی آلائشوں سے تطہیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور نماز شکرانہ ادا فرمائی اس کے بعد بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر توحید و تکبیر کی آوازوں سے اس کو منور کیا۔ اور دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے سارے لوگ صفیں بنا کر انتظار کر رہے تھے یہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپ نے یہ خطبہ دیا جس کا خطاب نہ صرف عرب بلکہ سارے عالم سے تھا۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمام مفاخر، سارے انتقامات و خون بہائے قدیم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں (سب لغو اور باطل ہیں)، مگر بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانا حسب دستور برقرار رہیں گے۔

اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا سب لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اس کے بعد آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر و	اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا،
انثیٰ و جعلنکم شعوبا و قبائل	اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں
لتعارفوا ان اکرمکم عند الله	ایک دوسرے کو پہچانو اور درحقیقت اللہ کے
اتقکم ان الله علیم خبیر	نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب
	سے زیادہ خدا ترس ہو اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اے قریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا سب نے کہا بھلائی کا آپ خود شریف اور شریف بھائی کی اولاد ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اور چند اشتہاری مجرموں کے علاوہ سب کو امان دے دی۔

جب نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے آنحضورؐ کے حکم سے بامِ کعبہ پر چڑھ کر اذان دی، قریش کی قوت اور عزت اگرچہ خاک میں مل چکی تھی لیکن جاہلی عصبیت باقی تھی اذان کی آواز سن کر ان کی غیرت مشتعل ہوگئی ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام اور دیگر سرداران قریش صحنِ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا اللہ نے میرے باپ اسید کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا، حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہوجاتا کہ آپؐ حق پر ہیں تو ضرور آپ کا اتباع کرتا، ابوسفیان نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہتا اگر میں نے کوئی لفظ زبان سے نکالا تو یہ کنکریاں آپؐ کو خبر دیں گی۔ اس کے بعد ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہونچ گئے اور فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے مجھے اس کی اطلاع ہوگئی ہے پھر ایک ایک کے کلام کو حضورؐ نے ان کے سامنے بیان فرمایا اسی وقت عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام مسلمان ہوگئے اور کہا یا رسول اللہ ہماری باتوں سے کوئی واقف نہ تھا یقیناً آپ کا علم وحی الٰہی سے ہے۔
پھر آپؐ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور بیت اللہ کی طرف منھ کرکے دعا میں مشغول ہوگئے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد صفا پر بیٹھ گئے اور کفار جوق درجوق آکر بیعت اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے رمضان المبارک کے باقی ایام میں یہ اہتمام کیا کہ مکہ کے اطراف میں جو بت ہیں ان کو منہدم کر دیا جائے چنانچہ لات، مناۃ، عزیٰ اور سواع منہدم کرنے کے لئے آپؐ نے سرایا روانہ کئے۔

اس کے بعد ۶ شوال کو غزوۂ حنین کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے جس کی تفصیل آئے گی انشاء اللہ۔

۲۸۹ـ حدثنا عبدُ اللّٰهِ بنُ یوسفَ قال حدثنا اللیثُ قال حدثنی عُقیل عنِ ابنِ شهابٍ قال اخبرنی عُبیدُ اللّٰهِ بنُ عبدِ اللّٰهِ بنِ عتبةَ انّ ابنَ عباسٍ اخبرہ انّ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم غزا غزوةَ الفتحِ فی رمضانَ قال وسمعتُ ابنَ المسیّبِ یقول مثلَ ذالک وعن عُبیدِ اللّٰهِ بنِ عبدِ اللّٰه اخبرنی انّ ابنَ عباسٍ قال صَامَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حتیٰ اذا بلغَ الکَدیدَ الماءَ الذی بین قُدَیدٍ وعُسفانَ افطرَ فلم یزل مُفطرًا حتی انسلخَ الشهرُ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ رمضان میں کیا تھا۔ (امام زہری نے) بیان کیا کہ میں نے ابن مسیب سے سنا وہ بھی اسی طرح بیان کرتے تھے۔
اور عبید اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ (غزوۂ فتح کے لئے جاتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے یہاں تک کہ جب آپ مقام کدید پر پہونچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ ہے تو آپؐ نے روزہ توڑ دیا اور اس کے بعد آپ نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "غزوۃ الفتح فی رمضان"
والحدیث فی البخاری ص۲۶۰ فی المغازی ص۶۱۲

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ اور تمام اصحاب روزہ سے تھے پھر مکہ کے قریب دَوران سفر میں مقام کدید میں پہونچ کر صحابہ کی مشقت کے خیال سے آپ نے روزہ

افطار فرمایا اور صحابہ نے بھی روزے توڑ دیئے۔

اول تو سفر فی نفسہ باعث مشقت وتکلیف دہ ہے پھر وہ بھی جہاد کا سفر اس لئے آپؐ نے افطار فرمایا کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے میں ضعف وکمزوری سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من البر الصیام فی السفر (بخاری ص۲۶۱) یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہاں اگر سفر میں کوئی مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی افضل ہے رمضان کے روزے کی اگرچہ قضاء ممکن ہے لیکن رمضان المبارک کے انوار وتجلیات اور فرشتوں کے عروج ونزول کے برکات، شیاطین کے پیروں میں بیڑیاں پڑجانا، جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہوجانا اور حفاظ قرآن کا رات دن کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا، یہ باتیں رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کہاں میسر آسکتی ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وان تصوموا خیرا لکم یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اور یہی امام اعظمؒ کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے۔

۲۹۰۔ حدثنی محمود قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر قال اخبرنی الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج فی رمضان من المدینۃ ومعہ عشرۃ الاف وذالک علی راس ثمان سنین ونصف من مقدمہ المدینۃ فسار ہو ومن معہ من المسلمین الی مکۃ یصوم ویصومون حتی بلغ الکدید وہو ماء بین عسفان وقدید افطر وافطروا قال الزہری وانما یوخذ من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاخر فالاخر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے لئے) رمضان میں مدینہ سے نکلے آپؐ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا اور یہ واقعہ آپ کی مدینہ تشریف آوری (یعنی ہجرت) کے ساڑھے آٹھ سال کے پورا ہونے پر ہوا چنانچہ آنحضورؐ اور آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آنحضورؐ بھی روزہ سے تھے اور تمام مسلمان بھی لیکن جب آپ مقام کدید پر پہونچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ایک چشمہ ہے تو آپؐ نے روزہ توڑ دیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ توڑ دیا اور زہری نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے آخری عمل ہی کو اختیار کیا جائے گا۔

تشریحات یہ حدیث بھی حضرت ابن عباس کی ہے دوسری سند سے۔

معہ عشرۃ الاف اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے اور ابن اسحاق نے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ کے ساتھ بارہ ہزار تھے۔ علامہ عینیؒ ظاہری تعارض نقل کرکے تطبیق اس طرح دی ہے کہ مدینہ سے آنحضورؐ دس ہزار فوج لے کر روانہ ہوئے پھر راستے میں دو ہزار آکر مل گئے تو لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ معمر کی اس روایت میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ غزوہ فتح مکہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال پر ہوا یہ وہم ہے صحیح یہ ہے کہ ہجرت کے ساڑھے سات برس پر یعنی ۸ھ میں فتح مکہ ہوا

جیساکہ باب غزوۃ الفتح فی رمضان“ کے ذیل میں تفصیل سے بیان کرچکا ہوں۔

وقال الزهری وانما یوخذ الخ امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ آنحضورؐ نے جب مدینہ سے سفر شروع کیا تو روزے سے تھے اور بعد میں آپؐ نے افطار کیا آخری عمل آپ کا افطار فی السفر ہے اور آخری عمل ہی پر مسئلہ کی بنیاد رکھی جائے گی کہ سفر میں افطار جائز ہے۔ اس حدیث سے ان حضرات کا رد ہوگا جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضر میں رمضان المبارک کا مہینہ پالیا تو اب اس کے لئے افطار جائز نہیں اور یہ حضرات استدلال کرتے ہیں آیت کریمہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه سے حالانکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ من شهد منكم الشهر كله جو شخص حضر میں پورا مہینہ پالے تو افطار جائز نہیں (عمدۃ القاری ص۲۷ ج۱۸)

۲۹۱۔ حدثنی عیّاشُ بنُ الولیدِ قال حدثنا عبدُ الاعلیٰ قال حدثنا خالدٌ عن عکرمۃَ عنِ ابنِ عباسٍ قالَ خرجَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضانَ الی حُنَینٍ والناسُ مختلفونَ فصائمٌ ومُفطرٌ فلمّا استویٰ علیٰ راحلتِہ دعا باناءٍ من لبنٍ او ماءٍ فوضعَہ علیٰ راحتِہ او علیٰ راحلتِہ ثمّ نظرَ الناسُ فقال المفطرونَ للصُّوَّمِ افطروا وقال عبد الرزاق اخبرنا معمرٌ عن ایوّبَ عن عِکرمۃَ عنِ ابنِ عباسٍ خرجَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عامَ الفتحِ وقال حمّادُ بنُ زیدٍ عن ایوبَ عن عکرمۃَ عن ابنِ عباسٍ عنِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ مختلف تھے بعض حضرات تو روزے سے تھے اور بعض نے روزہ نہیں رکھا تھا لیکن جب آنحضورؐ اپنی سواری پر پوری طرح بیٹھ گئے تو آپؐ نے برتن میں دودھ یا پانی (شک راوی) طلب فرمایا اور اسے اپنی ہتھیلی پر یا اپنی سواری (اونٹنی) پر رکھا اور پھر نوش فرمایا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ آنحضور پانی پیتے ہیں) تو بے روزہ داروں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ لو۔

اور عبدالرزاق نے کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا اور انھیں ایوب نے اور انھیں عکرمہ نے اور انھیں ابن عباس نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال نکلے (مطلب یہ ہے کہ پانی سے دن کو روزہ توڑنے کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جبکہ آنحضورؐ مدینہ سے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے اور کدید پہونچ کر روزہ افطار فرمایا۔

وقال حماد الخ اور حماد بن زید نے بیان کیا ان سے ایوب نے ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے۔

قال عبدالرزاق اور وقال حماد یہ دونوں تعلیقات بخاری میں سے ہیں جو مرفوعاً اور مرسلاً دونوں طرح سے منقول ہیں۔ (خیر الجاری ص۲۵۱)

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ من حیث ان خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین عقیب الفتح۔

مشہور روایتوں میں ہے کہ آنحضورؐ غزوہ حنین کے لئے شوال میں فتح مکہ کے بعد تشریف لے گئے۔

اور اس روایت میں ہے کہ آنحضور نے غزوہ حنین کا سفر رمضان میں کیا تھا سو تطبیق یہ ہے کہ سفر مبارک مدینہ سے رمضان ہی میں شروع ہوا تھا اور اسی سفر میں فتح مکہ اور غزوہ حنین واقع ہوا۔ غزوہ حنین کا وقوع شوال ہی میں صحیح ہے جیسا کہ غزوہ حنین کا مفصل بیان آرہا ہے۔

۲۹۲- حدثنا علیؒ بن عبد اللہ قال حدثنا جریر عن منصور عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس قال سافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فصام حتی بلغ عسفان ثم دعا باناء من ماء فشرب نہارًا لیریہ الناس فافطر حتی قدم مکۃ قال وکان ابن عباس یقول صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر وافطر فمن شاء صام ومن شاء افطر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں (فتح مکہ کا) سفر شروع کیا اور آپؐ نے روزہ رکھا لیکن جب آپ مقام عسفان پہونچے تو آپ نے پانی طلب کیا اور لوگوں کو دکھلا کر دن کے وقت پانی پیا پھر آپؐ نے روزہ نہیں رکھا۔ بیان کیا کہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں (کبھی) روزہ رکھا اور (کبھی) روزہ نہیں رکھا اس لئے (سفر میں) جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ من حیث ان سفرہ فی رمضان کان فی سنۃ الفتح۔
والحدیث قد مضی فی الصوم ص۲۶۱ وھٰہنا فی المغازی ص۶۱۳

بَابُ اَیْنَ رَکَزَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّایَۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کہاں نصب کیا تھا۔؟
پوری تفصیل خود حدیث میں آرہی ہے۔

۲۹۳- حدثنا عُبَیْدُ بن اسمٰعیلَ قال حدثنا ابو اسامۃ عن ہشامٍ عن ابیہ لمّا سار رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامَ الفتحِ فبلغَ ذالک قریشًا خرجَ ابو سفیان بنُ حرب وحکیمُ بنُ حزامٍ وبُدَیلُ بنُ ورقاءَ یلتمسونَ الخبرَ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبلوا یسیرون حتّٰی اَتَوا مَرَّ الظہرانِ فاذا ہم بنیرانٍ کانّہا نیرانُ عرفۃَ فقال ابو سفیانَ ما ہٰذہ لکانّہا نیرانُ عرفۃَ فقال بدیلُ بنُ ورقاءَ نیرانُ بنی عمرٍو فقال ابو سفیان عمروٌ اقلُّ من ذالک فراٰہم ناسٌ مِّن حرسِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فادرکوہم فاخذوہم فاتوا بہم رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمَ

ابوسفیان فلما سار قال للعباس احبس اباسفیان عند حطم الخیل حتی ینظر الی المسلمین فحبسہ العباس فجعلت القبائل تمر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمر کتیبۃ کتیبۃ علی ابی سفیان فمرت کتیبۃ قال یا عباس من ھذہ قال ھذہ غفار قال ما لی ولغفار ثم مرت جھینۃ قال مثل ذالک ثم مرت سعد بن ھذیم فقال مثل ذالک ثم مرت سلیم فقال مثل ذالک حتی اقبلت کتیبۃ لم یر مثلھا قال من ھذہ قال ھؤلاء الانصار علیھم سعد بن عبادۃ معہ الرایۃ فقال سعد بن عبادۃ یا اباسفیان الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ فقال ابوسفیان یا عباس حبذا یوم الذمار ثم جاءت کتیبۃ وھی اقل الکتائب فیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراية النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الزبیر بن العوام فلما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابی سفیان قال الم تعلم ما قال سعد بن عبادۃ قال ما قال قال کذا وکذا فقال کذب سعد ولکن ھذا یوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ ویوم تکسی فیہ الکعبۃ قال وامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ترکز رایتہ بالحجون قال عروۃ واخبرنی نافع بن جبیر بن مطعم قال سمعت العباس یقول للزبیر بن العوام یا ابا عبد اللہ ھھنا امرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ترکز الرایۃ قال وامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ خالد بن الولید ان یدخل من اعلی مکۃ من کداء ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کدی فقتل من خیل خالد یومئذ رجلان حبیش بن الاشعر وکرز بن جابر الفھری۔

ترجمہ :- عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال (فتح مکہ کے لئے مدینہ سے) روانہ ہوئے تو قریش مکہ کو یہ خبر مل گئی تھی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے ہیں)، چنانچہ ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مکہ سے نکلے اور یہ لوگ چلتے چلتے جب مر الظہران پہونچے تو انھیں جگہ جگہ آگ جلتی دکھائی دی گویا کہ عرفہ کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے؟ یہ تو عرفہ کی آگ کی طرح دکھائی دیتی ہے اس پر بدیل بن ورقاء نے کہا بنی عمرو (قباء کے قبیلہ خزاعہ) کی آگیں ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ بنی عمرو کی تعداد اس سے بہت کم ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیداروں میں سے کچھ لوگوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان لوگوں کو گرفتار کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ پھر ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلے (یعنی مکہ کی طرف بڑھے)، تو عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ایسی تنگ جگہ پر روکے رکھو جہاں گھوڑوں کا جاتے وقت ہجوم ہو تاکہ وہ مسلمانوں (کی فوجی طاقت) کو دیکھ لیں۔ چنانچہ عباس نے ان کو روک رکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبائل کے دستے ایک ایک کرکے ابوسفیان کے سامنے سے گذرنے لگے چنانچہ ایک دستہ گذرا تو ابوسفیان نے پوچھا" اے عباس یہ کون لوگ ہیں؟ عباس نے بتایا کہ یہ قبیلہ غفار

ہیں؛ ابوسفیان نے کہا مجھے غفار سے کیا سروکار (یعنی مجھے غفار سے کوئی لڑائی نہیں ہے) پھر قبیلہ جہینہ گذرا تو ان کے متعلق بھی ابوسفیان نے اسی طرح کہا پھر سعد بن ہذیم کا قبیلہ گذرا تو ابوسفیان نے اسی طرح کہا اور قبیلہ سُلیم گذرا تو ابوسفیان نے اسی طرح کہا آخر ایک دستہ (بڑا) سامنے آیا کہ ابوسفیان نے اس جیسا دستہ نہیں دیکھا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عباس نے کہا یہ حضرات انصار ہیں، سعد بن عبادہ ان کے امیر ہیں اور ان ہی کے ہاتھ میں (انصار کا) علم ہے سعد بن عبادہ نے کہا اے ابوسفیان آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتال حلال ہوگا اس پر ابوسفیان نے کہا کہ اے عباس اچھا آیا ہے ہلاکت کا دن (یعنی قریش مکہ کے لئے یہ کلمہ ابوسفیان نے بطور رتمنا کہا کہ قریش کی ہلاکت و بربادی کا دن ہے کہ تم کو قریش کی حفاظت اور مدد کرنی چاہیئے) پھر ایک اور دستہ آیا یہ سب سے چھوٹا دستہ تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن العوام کے ہاتھ میں تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو ابوسفیان نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ سعد کیا کہہ گئے ہیں؟ آنحضور نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے؟ تو ابوسفیان نے بتایا کہ یہ کہہ گئے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا بلکہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ کعبہ کی عظمت بڑھائے گا اور آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا عروہ نے بیان کیا کہ اور حضورؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کا علم مقام حجون میں گاڑ دیا جائے۔ عروہ نے بیان کیا اور مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی انھوں نے کہا کہ میں نے عباسؓ سے سنا وہ زبیر بن عوامؓ سے کہہ رہے تھے (فتح مکہ کے بعد) اے عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہیں علم نصب کرنے کے لئے حکم دیا تھا بیان کیا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نشیبی علاقہ) کُدیٰ کی طرف سے داخل ہوئے اس روز خالدؓ کے دستہ کے دو صحابی حُبیش بن اسعر اور کُرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تھے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ وامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ترکز رایتہ بالحجون"۔

یہ روایت مراسیل تابعی میں سے ہے۔

حافظ عسقلانی کہتے ہیں ولم ارہ فی شیئٍ من الطرق عن عروۃ موصولا یعنی اس حدیث کو کسی طریق عروہ سے موصولا میں نے نہیں دیکھا ہے۔

امام بخاریؒ کا مقصد حدیث کا آخری حصہ ہے جو موصولا عروہ سے منقول ہے قال عروۃ واخبرنی نافع بن جبیر۔ الخ

خرج ابوسفیان بن حرب اسمہ صخر بن حرب بن امیۃ ان کے مشرف باسلام ہونے کا پورا واقعہ باب غزوۃ الفتح میں بعنوان "ابوسفیان کا اسلام" گذر چکا ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے اٹھاسی برس کی عمر میں ۳۱ھ کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ حکیم بن حزام؛ یہ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے ہیں انھوں نے ایک سو بیس برس کی عمر میں ۵۴ھ کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ بدیل بضم الباء وفتح الدال وسکون الیاء وفی آخرہ لام۔ یہ حضرات فتح مکہ کے موقعہ پر مشرف باسلام ہوئے۔ تفصیل غزوۃ الفتح میں گذر چکی ہے۔ حبذا الیوم الذمار

بکسر الذال وتخفیف الیم اچھا ہلاکت کا دن آیا ہے اس کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے اس جملہ سے تمنا کی ہے کہ کاش آج طاقت ہوتی تو اپنی قوم کو بچاتا۔ کانها نیران عرفة گویا کہ شب عرفہ کی آگ ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قریش کی عادات مستمرہ تھی کہ وہ لوگ عرفہ کی رات کثرت سے آگ جلاتے اور روشن کرتے تھے۔ کذب سعد یعنی آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا۔ الخ حضرت سعد بن عبادہ سے جوش ایمانی اور غلبۂ حال میں ایک جملہ یعنی الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة" زبان سے نکل گیا جو مناسب نہ تھا اس لیے آپ نے یہ حکم دیا کہ جھنڈا حضرت سعد سے لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا جائے۔ آنحضور رحمتِ عالم تھے۔ بظاہر تو حضرت سعد سے جھنڈا لے لیا مگر اس خیال سے کہ سعد کی دل شکنی نہ ہو جھنڈا اُن ہی کے بیٹے قیس کو دیا۔

۲۹۳۔ حدثنا ابوالولید قال حدثنا شعبة عن معاویة بن قرة قال سمعت عبد الله بن مغفل یقول رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم فتح مکة علی ناقته وهو یقرا سورة الفتح یرجع وقال لولا ان یجتمع الناس حولی لرجعت کما رجع۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور خوش آوازی سے سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے ہیں معاویہ بن قرۃ نے کہا کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے گرد جمع ہو جائیں گے تو میں بھی ترجیع کے ساتھ تلاوت کر کے دکھاتا جیسا کہ عبداللہ بن مغفل نے ترجیع سے پڑھ کر سنایا تھا (یعنی آنحضرت ﷺ کی تلاوت بالترجیع سنائی)

تشریحات مطابقة للترجمة "یوم فتح مکة" وھذا الحدیث اخرجه البخاری فی المغازی ص۶۱۴ وفی التفسیر ص۷۱۶ وفی فضائل القرآن ص۷۵۵، وفی التوحید ص۱۱۲۵۔

یرجع ترجیع کے معنی لغت میں لوٹانے اور حلق میں آواز کے گھمانے کے آتے ہیں اسی سے ترجیع فی الاذان ہے، جس کا مطلب ہے کہ شہادتین کو دو دو مرتبہ آہستہ سے کہہ کر پھر بلند آواز سے کہنا، یہ ترجیع فی الاذان حضرات شوافع اور حضرات مالکیہ کے نزدیک سنت ہے فقہاء احناف و حنابلہ سنیت کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ فتح مکہ کے روز سورہ فتح کی تلاوت میں ترجیع کر رہے تھے اس سے کیا مراد ہے؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک ایک آیت کو دو دو بار تین تین بار پڑھتے تھے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ترجیع سے مراد آواز کو دراز کرنا ہے، بخاری شریف کتاب التوحید ص۱۱۲۵ میں راوی حدیث معاویہ بن قرۃ سے ترجیع کی کیفیت منقول ہے آ آ آ "ثلث مرات" یعنی ہمزۂ مفتوحہ کے بعد الف کو دراز کر کے۔

ترجیع کے اندر تیسرا قول ہے خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا، امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

قال القاضی اجمع العلماء علی استحباب تحسین الصوت بالقراءة وترتیلها یعنی قرآن حکیم کو خوش آوازی اور ترتیل سے پڑھنا باتفاق علماء مستحب ہے۔

علامہ وحید الزماں لغات الحدیث میں مجمع البحرین کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ترجیع یعنی خوش آوازی سے پڑھنا یہ طریقہ قرآن پڑھنے کا مستحب ہے لیکن گانے والوں کی طرح آوازیں دراز کرنا، یعنی تال اور سر کے ساتھ، تو یہ منع ہے ان تفاصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجیع میں جو آء آء آ کی درازی منقول ہے سو چونکہ آپ اونٹ پر سوار تھے لہذا اس کی حرکت سے آواز میں امتداد پیدا ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۲۹۵ حدثنا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن قال حدثنا سعدان بن یحیٰی قال حدثنی محمد بن ابی حفصۃ عن الزھری عن علی بن حسین عن عمرو بن عثمان عن اسامۃ بن زید انہ قال زمن الفتح یا رسول اللہ این تنزل غدًا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھل ترک لنا عقیل من منزل ثم قال لا یرث المومن الکافر ولا یرث الکافر المومن قیل للزھری ومن ورث ابا طالب قال ورثہ عقیل وطالب قال معمر عن الزھری این تنزل غدًا فی حجتہ ولم یقل یونس حجتہ ولا زمن الفتح۔

ترجمہ :۔ حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کل (مکہ میں) آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر آنحضور نے فرمایا کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کافر مومن کا وارث ہو سکتا ہے۔ زہری سے پوچھا گیا کہ ابو طالب کی وراثت کسے ملی تھی؟ انھوں نے بتایا کہ ان کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے۔ معمر نے زہری سے نقل کیا ہے (یعنی حضرت اسامہ کا سوال اس طرح نقل کیا ہے) کہ یا رسول اللہ آپ اپنے حج کے دوران کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ اور یونس نے (اپنی روایت میں) نہ حج کا ذکر کیا ہے نہ فتح مکہ کا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "زمن الفتح"

والحدیث اخرجہ البخاری فی الحج صـ۲۱۶ وفی الجہاد صـ۴۳۰ وفی المغازی صـ۶۱۴

ھل ترک لنا عقیل الخ حضرت اسامہ بن زید نے آنحضور سے دریافت کیا کہ کل آپ مکہ میں اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے؟ تو حضور اکرم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ عقیل (بفتح العین) نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے۔؟

تفصیل یہ ہے :۔ کہ عبد المطلب کے بعد پورے مکان کے مالک ان کے لڑکے ابو طالب ہوئے چونکہ حضرت عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی انتقال کر چکے تھے اس لئے آنحضرت کے جدامجد عبد المطلب نے مرتے وقت آپ کو آپ کے حقیقی اور عینی چچا ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب نے انتہائی شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ کی تربیت کی۔ ابو طالب کے چار بیٹے تھے حضرت علی، حضرت جعفر، عقیل اور طالب۔ چونکہ عقیل اور طالب اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور ہجرت کے وقت مکہ ہی میں رہ گئے تھے اس لئے ابو طالب کے وارث ہوئے اور حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کو ترکہ نہیں ملا کیونکہ یہ حضرات مسلمان تھے اور یہ دونوں بھائی سابقین اولین میں سے ہیں حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے حضرت جعفر کی شہادت کا واقعہ غزوہ موتہ میں گذر چکا ہے۔

قال معمر عن الزھری امام زہری سے اس روایت کے نقل کرنے والے تین شاگرد ہوئے ۱ محمد بن ابی

حفصہ جیسا کہ یہ حدیث مغازی ص۲۹۵ بخاری ص۶۱۴ کی ہے ۲ دوسرے شاگرد معمر ہیں جیسا کہ جہاد میں بخاری ص۴۳۲ کی روایت ہے۔ تیسرے یونس ہیں جیسا کہ بخاری ص۲۱۶ کی روایت ہے۔

اس حدیث میں محمد بن ابی حفصہ کی روایت ہے کہ حضرت اسامہ نے فتح مکہ کے موقع پر سوال کیا ہے، اور یونس کی روایت میں حج کا ذکر ہے اور نہ فتح مکہ کا، یعنی کسی کی تصریح نہیں ہے بلکہ سکوت ہے اس لئے ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں البتہ اختلاف رہتا ہے معمر اور محمد بن حفصہ میں کہ معمر کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور محمد بن ابی حفصہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کا واقعہ ہے حافظ عسقلانی اور حافظ عینی ہر دو بزرگ فرماتے ہیں کہ معمر اوثق واتقن من محمد بن ابی حفصۃ (عمدۃ القاری ص۲۸۲ فتح الباری ص۱۲)

هل ترك لنا عقيل الخ اس میں اشارہ ہے کہ عقیل نے تمام مکانوں کو بیچ دیا تھا۔

اس مقام پر مکہ مکرمہ کے مکانات اور آراضی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ علیٰ ھٰذا اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ مفصل اور مدلل بحث کے لئے اصح السیر ملاحظہ فرمایئے۔

۲۹۶۔ **حدثنا ابو اليمان قال حدثنا شعيب قال حدثنا ابو الزناد عن عبد الرحمٰن عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم منزلنا ان شاء الله اذا فتح الله الخيف حيث تقاسموا على الكفر۔**

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ ہماری قیام گاہ اگر اللہ نے فتح عنایت فرمائی تو خیف بنی کنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر پر رہنے کے لئے قسم کھائی تھی (یعنی تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر ۷ نبوت میں عہد کیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں کہ آنحضور اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے کہ نہ ان سے خرید و فروخت کیا جائے اور نہ شادی بیاہ کا معاملہ کریں یہاں تک کہ بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کر دیں لیکن حق تعالیٰ نے ان کا غرور خاک میں ملا دیا اور اسلام کو عظمت بخشی۔ آخر مکہ پر اسلامی جھنڈا لہرایا حق ہے اذا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "اذا فتح اللہ"

الخيف بفتح الخاء المعجمۃ وسکون التحتیۃ اور یہ منزلنا کی خبر ہے او بالعکس۔ خیف پہاڑ کا نشیبی حصہ جو نالہ سے بلند ہو۔ منیٰ کی مسجد کو مسجد خیف کہتے ہیں کیونکہ وہ پہاڑ کے نشیبی حصہ میں ہے۔

اس مقاطعہ اور صحیفہ ظالمہ کا بیان انشاء اللہ عنقریب آئے گا۔

۲۹۷۔ **حدثنا موسى بن اسمٰعيل قال حدثنا ابراهيم بن سعد قال اخبرنا ابن شهاب عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اراد حنينا منزلنا غدا ان شاء الله بخيف بنى كنانة حيث تقاسموا على الكفر۔**

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حنین کا

ارادہ کیا تو فرمایا کہ کل ہمارا قیام انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں ہوگا جہاں قریش نے کفر کے لئے قسم کھائی تھی۔

تشریحات حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث دوسری سند سے ہے نیز "اراد حنینا" سے بھی مطابقت ہوسکتی ہے ای فی غزوۃ الفتح، کیونکہ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا۔

آپؐ نے خیف بنی کنانہ کو قیام کے لیے اس لئے منتخب فرمایا کہ اس مقام پر جہاں کافروں نے مقاطعہ کا عہد کیا تھا اس کو یاد کر کے حق تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ حق تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان کیا وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۲۹۸۔ حدثنا یحیی بن قزعۃ قال حدثنا مالکٌ عن ابن شہاب عن انس بن مالکؓ، انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وعلی راسہ المغفر فلمّا نزعہ جاء رجلٌ فقال ابن خطلٍ متعلقٌ باستار الکعبۃ فقال اقتلہ قال مالکٌ ولم یکن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فیما نُریٰ واللہ اعلم یومئذٍ محرِمًا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھی پھر جب آپؐ نے اس کو اتارا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا ہے آنحضورؐ نے فرمایا کہ اسے (وہیں) قتل کر دو، امام مالکؒ نے فرمایا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں آگے خدا جانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "یوم الفتح"
والحدیث قد مضیٰ فی ابواب العمرۃ صـ۲۴۹ وفی المغازی صـ۶۱۶

ابن خطل فتح مکہ کے دن آپؐ نے عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن چند گستاخ اور دریدہ ذہن مردوں اور عورتوں کے متعلق آپؐ نے یہ حکم دیا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں گو وہ استار کعبہ کو پکڑے ہوئے ہوں ان ہی مجرموں میں سے ایک عبداللہ بن خطل تھا (بفتح الخاء المعجمۃ والطاء المہملۃ) یہ مسلمان ہوگیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا اور خدمت کے لئے ایک مسلمان بھی ساتھ کر دیا، کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس نے خادم مسلمان کو قتل کر دیا پھر قصاص کے خوف سے مرتد ہوگیا اور صدقات کے جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ گیا اور پھر آنحضورؐ کی ہجو میں شعر کہتا تھا۔ پس اس ابن خطل کے تین جرم تھے ایک خون ناحق دوسرا مرتد ہونا، تیسرا جرم آپؐ کی ہجو میں شعر کہنا اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ ابن خطل استار کعبہ سے چمٹا ہوا ہے آنحضورؐ نے فرمایا وہیں قتل کر ڈالو چنانچہ ابو برزہ اسلمی اور سعد بن حریث رضی اللہ عنہما نے وہیں جا کر قتل کیا۔

رہا حرم میں قتل کا شبہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روز صبح سے عصر تک حلال کر دیا گیا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے نیز صـ۶۱۱ پر حدیث مفصل آرہی ہے۔

۲۹۹۔ حدثنا صدقۃ بن الفضل قال اخبرنا ابن عُیینۃ عن ابن ابی نجیحٍ عن مجاھدٍ عن ابی معمرٍ عن عبد اللہ قال دخل النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وحول

البیتِ ستّون وثلاث مائۃِ نصب فجعل یطعنہا بعودٍ فی یدہٖ ویقول جاء الحق وزھق الباطل جاء الحق وما یُبدئ الباطل وما یُعید۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے آنحضورؐ ایک چھڑی سے جو آپؐ کے دستِ مبارک میں تھی مارتے جاتے اور اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے کہ جاء الحق الخ دین حق آگیا اور باطل مٹ گیا حق آگیا اور باطل تو نہ کسی چیز کو شروع کرسکتا ہے اور نہ لوٹا سکتا ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح "، والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب المظالم ص۳۳۶ وفی المغازی ص۶۱۴

حدیث پاک میں پہلی آیت سورہ بنی اسرائیل کی اور دوسری آیت سورہ سبا کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دین حق آگیا اور باطل یعنی بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا، دین حق آگیا اور باطل نہ کرنیکا رہا نہ دھرنے کا۔

۳۰۰ حدثنا اسحٰق قال حدثنا عبد الصمد قال حدثنی ابی قال حدثنا ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباسٍ اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمّا قدم مکۃ اَبٰی ان یّدخل البیت وفیہ الاٰلھۃ فامر بھا فاُخرجت فاخرج صورۃُ ابراھیم واسمٰعیل فی ایدیھما من الازلام فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قاتلھم اللّٰہ لقد علموا ما استقسما بھا قطّ ثم دخل البیت فکبّر فی نواحی البیتِ وخرج ولم یصل فیہ تابعہ معمرٌ عن ایّوب وقال وُھیبٌ حدثنا ایّوبُ عن عکرمۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ آئے تو آپ بیت اللہ میں اسوقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اس میں بت موجود رہے بلکہ آپ نے حکم دیا اور بتوں کو باہر نکال دیا گیا انھیں میں ایک تصویر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی بھی تھی اور ان کے ہاتھوں میں (قمار کے) تیر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کا ناس (غارت) کرے انھیں خوب معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا (یعنی جوا نہیں کھیلا) پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے چاروں طرف تکبیر کہی اور باہر تشریف لائے اور آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی تھی۔

تابعہ معمر الخ یعنی عبد الصمد بن عبد الوارث کی متابعت معمر بن راشد نے ایوب سختیانی کیواسطہ سے کی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ وفی روایۃ الاصیلی لیس فیہ حدثنی ابی الخ اس صورت میں ایوب سے روایت کرنے والے عبد الصمد ہونگے اور عبد الصمد کی متابعت معمر نے کی اور اگر عبد الصمد کی روایت اپنے والد عبد الوارث سے ہے اور عبد الوارث نے ایوب سے تو اس صورت میں معنیٰ ہوگا کہ عبد الوارث کی متابعت

معمر نے عن ایوب کی ہے۔

وقال وھیب الخ اور وہیب نے بیان کیا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا انھوں نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریحات مطابقته للترجمة من حيث ان قدومه هذا مكة كان سنة الفتح، والحديث اخرجه البخاري في كتاب الانبياء ص۴۷۳ وفي المغازي ص۶۱۴۔

ازلام جمع ہے زُلَم کی جسکے معنی ہیں بے پر کا تیر، پانسہ، وہ تیر جس سے کفار فال لیتے تھے۔

ما استقسما از استفعال استقسام کے معنی ہیں تقسیم کرنے کو کہنا، تقسیم چاہنا اور پانسوں پر فال کھولنا۔

تیروں سے فال زمانہ جاہلیت میں عربوں کا دستور تھا کہ بے پر کے تیروں پر لکھتے اور فال لیتے جس کا طریقہ یہ تھا کہ کسی تیر پر افعل اور کسی تیر پر لاتفعل لکھتے اور بعض تیر کو سادہ چھوڑ دیتے پھر سارے تیروں کو ترکش میں رکھدیتے پھر جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے یا شادی کرنا چاہتے یا اور کوئی بڑا کام کرنا چاہتے تو ترکش سے ایک تیر نکالتے اگر افعل یعنی حکم کا پانسہ نکلتا تو اس کام کو کرتے اور اگر ممانعت کا پانسہ یعنی لاتفعل نکلتا تو اس کام کو نہ کرتے اور اگر سادہ تیر نکلتا تو پھر فال کھولتے یہانتک کہ حکم یا ممانعت کا پانسہ نکلے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ مشرک لوگ قربانی کے جانور کا گوشت پانسے کے ذریعہ تقسیم کرتے کسی کے حصہ میں کم آتا اور کسی کو زیادہ مل جاتا جو مستقل قمار کی صورت ہے اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

افسوس ہے کہ بعض شیعوں میں ابتک یہ طریقہ باقی ہے اور اس کا نام استخارہ ذات الرقاع رکھا ہے وہ کاغذ کے تین پرچے لیتے ہیں ایک پر افعل دوسرے پر لاتفعل اور تیسرا سادہ رکھتے ہیں پھر آنکھ بند کر کے ایک پرچہ اٹھاتے ہیں یا کسی بچہ سے اٹھوا لیتے ہیں اگر افعل نکلتا ہے تو اس کام کو کرتے ہیں اور اگر لاتفعل نکلتا ہے تو نہیں کرتے اور اگر سادہ پرچہ نکلتا ہے تو کرنا اور نہ کرنا برابر سمجھتے ہیں اسلامی قانون میں جائز نہیں۔

باب ۶۱۴ دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کے بالائی جانب سے داخلہ

---

۳۰۱ وقال الليث حدثني يونس قال اخبرني نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل يوم الفتح من أعلى مكة على راحلته مُردِفًا اسامة بن زيد ومعه بلال ومعه عثمان بن طلحة من الحجبة حتى اناخ في المسجد فامره ان ياتي بمفتاح البيت فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه اسامة بن زيد وبلال وعثمان بن طلحة فمكث فيه نهارا طويلا ثم خرج فاستبق الناس

فکان عبد اللہ بن عمر اول من دخل فوجد بلالا وراء الباب قائما فسالہ این صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشار لہ الی المکان الذی صلی فیہ قال عبد اللہ فنسیت ان اسألہ کم صلی من سجدۃ۔

ترجمہ :۔ اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز اپنی سواری پر مکہ کے بالائی جانب سے شہر (مکہ مکرمہ) میں داخل ہوئے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ بلال اور کعبہ کے حاجب عثمان بن طلحہ بھی تھے یہانتک کہ آپ نے مسجد میں (یعنی مسجد کے قریب باہر ہی) اپنے اونٹ کو بٹھایا اور بیت اللہ کی کنجی لانے کا حکم دیا پھر آپ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم تھے آپ اندر کافی دیر تک ٹھہرے پھر جب باہر تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آگے بڑھے سب سے پہلے اندر جانے والوں میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے بیت اللہ کے دروازے کے پیچھے بلال رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہوئے دیکھا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟ انھوں نے اس جگہ کیطرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آنحضور نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اقبل یوم الفتح"

یہ حدیث اگرچہ یہاں تعلیقا ہے لیکن یہ حدیث بخاری شریف ہی میں امام بخاری نے کتاب الجہاد ص ۴۱۹ پر متصل السند اپنے شیخ یحیی بن بکیر سے لایا ہے غالبًا یہی وجہ ہے کہ علامہ عینی شارح بخاری نے اس پر حدیث کا شمار نمبر لگایا ہے اور میں نے بھی ان کی اقتدا میں نمبر شمار لگا دیا ہے چونکہ یہ بخاری کی متصل السند حدیث ہے دیکھئے ص ۴۱۹ حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث الخ

بعض اردو تراجم نے اس پر حدیث کا شمار نمبر چھوڑ دیا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس سے پہلے حدیث ۳۰۰ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت گزری ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی لیکن اس روایت ۳۰۱ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باہر ہوں ان کو آپ کے نماز پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو بخلاف اس کے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اندر حضور کے ساتھ تھے واللہ اعلم۔

فراغت کے بعد آپ نے عثمان بن طلحہ کو کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کیلئے لے لو (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی) میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔

۳۰۲ حدثنا الهیثم بن خارجة قال حدثنا حفص بن میسرة عن هشام بن عروة

عن ابیہ انّ عائشۃ اخبرتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ عام الفتح من کداء التی باعلیٰ مکۃ تابعہ ابو اسامۃ ووُھیبٌ فی کداء۔

ترجمہ:۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی علاقہ کداء سے شہر میں داخل ہوئے تھے، اس روایت کی متابعت ابو اسامہ اور وہیب نے کداء کے ذکر کے ساتھ کی ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "دخل مکۃ عام الفتح من کداء"، کداء بفتح الکاف وتخفیف الدال اور الف ممدودہ مکہ کے بالائی جانب کو کہتے ہیں اور کُدیٰ بضم الکاف اور الف مقصورہ کے ساتھ مکہ کے نشیبی علاقہ کو کہتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس سے پہلے حدیث ۲۹۳ گزر چکی ہے جس میں ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا ان یدخل من اعلیٰ مکۃ من کداء ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کدیٰ، بظاہر تعارض ہے لیکن جمہور محدثین نے کثرت روایات وقوت روایات کے پیش نظر اسی حدیث ۳۰۲ کو ترجیح دی ہے۔

۳۰۳ حدثنا عُبیدُ بنُ اِسمٰعیلَ قال ابو اسامۃ عن ھشامٍ عن ابیہ دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح من اعلیٰ مکۃ من کداء۔

ترجمہ:۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔

تشریحات یہ حدیث بھی حضرت عروہ بن زبیر کی ہے دوسری سند سے لیکن چونکہ اس میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت عروہ تابعی ہیں۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؐ مکہ کے بالائی جانب کداء سے مکہ میں داخل ہوئے تھے مقام کداء ہی وہ مقام ہے جہاں بانی کعبہ حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے پکارا تھا کما قال تعالیٰ واذن فی الناس بالحج الآیۃ (سورۃ الحج)

باب ۶۱۴ منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح

فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

---

۳۰۴ حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن عمرو عن ابن ابی لیلیٰ قال ما اخبرنا احدٌ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ غیر امّ ھانئٍ فانھا ذکرتْ انہ یوم فتح مکۃ اغتسل فی بیتھا ثم صلی ثمان رکعات قالت لم ارہ صلی صلوٰۃ

اخف منها غیر انہ یتم الرکوع والسجود ۔

ترجمہ :۔ ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ام ہانی کے سوا ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے ام ہانی نے بیان کیا ہے کہ آنحضور نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی انھوں نے بیان کیا کہ آنحضور کو اتنی ہلکی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ من حیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل فی بیت ام ھانی حتی اغتسل فیہ وصلی صلوۃ الضحیٰ ''

والحدیث اخرجہ البخاری فی الصلوۃ ص ۱۴۹ ایضاً ص ۱۵۷ وفی المغازی ص ۶۱۴

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی بنت ابی طالب کے ہاں جو نماز ادا فرمائی محدثین کرام اس نماز کو صلوۃ الفتح کہتے ہیں چنانچہ علامہ ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔

ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ام ھانیٔ بنت ابی طالب فاغتسل وصلیٰ ثمان رکعات فی بیتھا وکان ضحیٰ فظنھا من ظنھا صلوۃ الضحیٰ وانما ھذہ صلوۃ الفتح وکان امراء الاسلام اذا فتحوا حصنا او بلدا صلوا عقیب الفتح ھذہ الصلوٰۃ الخ (زاد المعاد)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور آپ نے غسل فرما کر آٹھ رکعتیں نماز ان کے گھر ادا کی اور یہ چاشت کا وقت تھا جس نے گمان کیا اس نے کیا کہ یہ چاشت کی نماز تھی حالانکہ یہ فتح کے شکرانہ کی نماز تھی اور امراء اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی قلعہ یا شہر کو فتح کرتے تو فتح کے بعد شکریہ میں اس نماز کو پڑھتے تھے۔

صلوۃ الضحیٰ لیکن اس حدیث سے یا علامہ ابن قیم کی مذکورہ عبارت سے صلوۃ الضحیٰ (نماز چاشت) کا انکار یا عدم ثبوت کا فیصلہ درست نہیں اسلئے کہ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ما اخبرنا احد'' ظاہر ہے کہ وصول خبر کی نفی سے شئی کا عدم لازم نہیں آتا پھر بخاری، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے تو صلوۃ الضحیٰ کے عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے تفصیلی بحث کا محل تو کتاب الصلوۃ ہے یہاں صرف اتنا ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جمہور حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک چاشت کی نماز مندوب و مستحب ہے اور اکثر شوافع کے نزدیک سنت۔

شبہ اور اس کا ازالہ اس سے پہلے اسی صفحہ میں حدیث ۲۹۶ نیز حدیث ۲۹۷ میں گزر چکا ہے کہ آنحضور کے حکم کے مطابق آپ کی قیام گاہ خیف بنی کنانہ تھی جس کو محصب بھی کہتے ہیں اور اس روایت ۳۰۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لیگئے۔

جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ آنحضور کا خیمہ خیف بنی کنانہ ہی میں نصب کیا گیا تھا اور وہی آپ کی مستقل قیام گاہ تھی یہاں تو آپ نے صرف غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی

پھر اپنی منزل پر تشریف لے گئے یہاں آپؐ نے قیام نہیں فرمایا۔

باب ۶۱۵

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاری نے باب قائم کر کے بیاض چھوڑ دیا لیکن پھر مناسب ترجمہ کا موقع نہیں ملا، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ھذا باب بلا ترجمۃ وھو کالفصل لما قبلہ۔ اور یہی انسب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کالفصل من الباب السابق۔

۳۰۵ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبۃ عن منصور عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی رکوعہ وسجودہ سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں اس وجہ سے لائے کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے پوری حدیث کتاب التفسیر میں ہے عن عائشۃ قالت ما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ بخاری ص ۷۴۲ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب آپؐ پر اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی (یعنی فتح مکہ کے بعد) تو آپؐ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے سبحانک اللھم الخ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے ہمارے پروردگار میں تیری حمد کرتا ہوں اے اللہ مجھے بخش دے،،

اس سورت میں حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ ،، اور یہ سورہ قرآن کی سب سے آخری سورت ہے یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی بعض آیات کا نزول اس کے منافی نہیں، یہ سورت اخیر زمانہ یعنی فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اور آنحضورؐ کا رکوع اور سجدہ میں یہ پڑھنا حق تعالیٰ کے اسی حکم کی بجا آوری اور تعمیل تھی۔

وھذا یدل علی انہ ینبغی للانسان أن یرغب فی آخر عمرہ فی الصالحات انزید مما کان یرغب فیھا اولا۔ اب ترجمۃ الباب سے مناسبت واضح ہے کہ آنحضورؐ کا یہ دعا پڑھنا اس حکم کی تعمیل ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدے میں تسبیحات رکوع اور تسبیحات سجدہ کے علاوہ دعا پڑھنا جائز ہے۔ نوافل میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں فرض نماز میں بھی اگر تنہا پڑھنے والا دعا پڑھے تو جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے یہی جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک ہے امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

والحدیث اخرجہ البخاری ھنا فی المغازی ص ۶۱۵ وفی الصلوٰۃ ص ۱۰۹ وفی التفسیر ص ۷۴۲

۳۷۶ حدثنا ابو نعمان قال حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان عمر یدخلنی مع اشیاخ بدر فقال بعضھم لم تدخل ھذا الفتی معنا ولنا ابناء مثله فقال انه ممن قد علمتم قال فدعاھم ذات یوم ودعانی معھم قال وما رایته دعانی یومئذ الا لیریھم منی فقال ما تقولون اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا حتی ختم السورۃ فقال بعضھم امرنا ان نحمد اللہ ونستغفرہ اذا نصرنا وفتح علینا وقال بعضھم لا ندری ولم یقل بعضھم شیئا فقال لی یا ابن عباس اکذاک تقول قلت لا قال فما تقول قلت ھو اجل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اعلمه اللہ له اذا جاء نصر اللہ والفتح فتح مکة فذاک علامة اجلک فسبح بحمد ربک واستغفرہ انه کان توابا قال عمر ما اعلم منھا الا ما تعلم۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ عمرؓ مجھکو (اپنی مجلس میں) بدری بزرگوں کے ساتھ داخل کر لیتے تھے اس پر ان میں سے ایک بزرگ (عبد الرحمٰن بن عوفؓ) نے کہا آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں؟ اس کے جیسے تو ہمارے لڑکے ہیں اس پر عمرؓ نے فرمایا یہ (ابن عباسؓ) تو ان لوگوں میں سے ہے جن کا علم وفضل تم کو معلوم ہے، ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ پھر ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے ان اکابر حضرات (بدری بزرگوں) کو بلایا اور ان کے ساتھ مجھے بھی بلایا، ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس روز آپ نے اسلئے بلایا تھا تاکہ آپ ان بزرگوں کو میرا علم دکھا سکیں پھر آپ نے دریافت کیا اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون ختم سورہ تک، کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کسی نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں جبکہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی اور بعض حضرات نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں، اور بعض نے کوئی جواب نہیں دیا پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس کیا تمہا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ (یعنی مقصد سورہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے (یعنی اس سورت میں حضور اقدسؐ کی وفات کیطرف اشارہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح فتح مکہ حاصل ہو گئی تو یہ آپ کی وفات کی نشانی ہے اسلئے آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اس سے جو کچھ تم نے کہا میں بھی وہی سمجھتا ہوں۔

تشریحات قال العلامة العینی مطابقته للترجمة ھی قوله باب غزوۃ الفتح لان فیه ذکر الفتح وھو فتح مکة والابواب التی بعدہ تابعة له۔۔ مطلب یہ ہے کہ توابع میں فتح مکہ کی تصریح ضروری نہیں صرف اشارات کافی ہیں تو چونکہ اس حدیث میں آیت کریمہ اذا جاء

نصر اللہ والفتح مذکور ہے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر میں موجود ہے۔

ع۲ مطابقته للترجمة فی قوله "والفتح فتح مكة"

والحديث اخرجه البخاری مختصرا ص۵۱۲ وهٰهنا فی المغازی ص ۶۱۵ وباقی ص۶۴۳ تا ص۷۳۸۔

۳۰۷ حدثنا سعید بن شرحبیل قال حدثنا اللیث عن المقبری عن ابی شریح العدوی انه قال لعمرو بن سعید وهو يبعث البعوث الى مكة ائذن لی ایها الامیر احدثك قولا قام به رسول الله صلى الله عليه وسلم الغد من يوم الفتح سمعته اذناى ووعاه قلبی وابصرته عیناى حين تكلم به انه حمد الله واثنى عليه ثم قال ان مكة حرمها الله فلم يحرمها الناس لا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسفك بها دما ولا يعضد بها شجرا فان احد ترخص لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها فقولوا له ان الله اذن لكم وانما اذن لى فيها ساعة من نهار وقد عادت حرمتها اليوم كحرمتها بالامس وليبلغ الشاهد الغائب فقيل لابى شريح ماذا قال لك عمرو قال قال انا اعلم بذلك منك يا ابا شريح ان الحرم لا يعيذ عاصيا ولا فارا بدم ولا فارا بخربة۔

ترجمہ۔ حضرت ابو شریح عدویؓ سے روایت ہے کہ آپ (یعنی ابو شریحؓ) نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے کہا جبکہ عمرو بن سعید (عبد اللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کیلئے) مکہ کیطرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دیجئے تو میں آپ سے وہ بات بیان کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے قلب نے اس کو یاد رکھا ہے (یعنی خوب اچھی طرح میں نے محفوظ رکھا ہے) اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں، حضور اقدسؐ نے (اوّل) اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا بلاشبہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے انسانوں نے اس کو حرام نہیں کیا ہے اسلئے کسی شخص کیلئے بھی جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے اور نہ کوئی اس سرزمین کا کوئی درخت کاٹے اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (فتح مکہ کے موقع پر) جنگ سے اپنے لئے بھی رخصت نکالے تو تم لوگ اس سے کہدینا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کو تھوڑی دیر کیلئے اس کی اجازت دی تھی اور تمہارے لئے بالکل اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی اسکی اجازت دن کے تھوڑے سے حصے (یعنی صبح سے عصر تک) کیلئے ملی تھی اور آج پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جیسے اس کی حرمت کل تھی پس جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان کو (میری بات) پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو نے آپ کو جواب کیا دیا تھا؟ تو ابو شریح نے بتایا کہ اس نے کہا اے ابو شریح میں اس کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم (مکہ) کسی گنہگار یا خون

کر کے بھاگنے والے کو اور فتنہ پھیلا کر بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

تشریحات مطابقته للترجمة فی قوله "یوم الفتح"، والحدیث قد مضی فی العلم ص۲۱ وفی ابواب العمرة ص۲۴۷ وهنا فی المغازی ص۶۱۵

سعید بن شرحبیل بضم الشین وفتح الراء وسکون الحاء وکسر الباء وسکون الیاء فی آخره لام وهو من قدماء شیوخ البخاری۔ مقبری بفتح المیم وسکون القاف وضم الباء الموحدة وکان یسکن مقبرة فنسب الیها ابوشریح بضم الشین وفی آخره حاء مهملة واسمه خویلد (عمدہ)۔

حضرت ابو شریح جلیل القدر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ انه قال لعمرو بن سعید یہ عمرو بن سعید یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں لیست له صحبة ولا من التابعین باحسان، یعنی عمرو بن سعید صحابی نہیں ہے اور نہ کوئی اچھا تابعی ہے۔

حضرت ابو شریح کی تبلیغ حق حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد جب یزید خلیفہ بنا تو حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار فرما دیا اس کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ میدان کربلا میں جو کچھ پیش آیا وہ تو معلوم اور مشہور ہی ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر مدینہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے کہ وہ حرم ہے وہاں امن میں رہیں گے، یہ عمرو بن سعید حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لشکر بھیج رہا تھا اس موقع پر حضرت ابو شریحؓ نے حق کی تبلیغ کی اور نصیحت فرمائی جو حدیث شریف میں مذکور ہے۔

فقہی مسائل یہاں چند مسائل ہیں۔ (۱) اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم مکہ میں پناہ گزیں ہو جائے تو حضرات شوافعؒ کے نزدیک قاتل کو وہیں حرم میں قتل کر دیا جائے گا اور حنفیہ کے نزدیک اسکو خروج عن الحرم پر مجبور کیا جائے گا مقاطعہ کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں روک کر اس طرح تنگ کیا جائے گا کہ وہ حرم سے باہر نکل جائے اور حرم سے باہر فریضہ قصاص پورا کیا جائے گا۔

فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ حرم کے اندر خونریزی کی ممانعت ہمیشہ کیلئے ہو چکی ہے اور ابو شریحؓ کی اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے نیز حرما آمنا اور من دخله کان آمنا وغیرہ آیت اور روایت کی روشنی میں حرم کے اندر قصاص جائز نہیں، اس لئے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ کے یہاں حرم پاک کا ادب واحترام بہ نسبت شوافع بہت زیادہ ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے حرم ہی میں کسی کو قتل کیا یا زخمی کر دیا مثلاً کسی کا ہاتھ کاٹ دیا، ناک کاٹ دی تو ان دونوں صورتوں میں اس پر وہیں قصاص وحد جاری کر سکتے ہیں اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

۳۰۸ حدثنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول عام الفتح

وھو بمکۃ ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں فرمارہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "عام الفتح"
والحدیث قد مضی فی البیوع مختصراً ص۲۹۷ وایضاً مطولاً ص۲۹۸ وھنا فی المغازی ص۶۱۵
میں ارشاد نبوی ہے حرمت التجارۃ فی الخمر۔

باب ص۶۱۵ مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح
فتح مکہ کے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اقامت کرنا

---

۳۰۹ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان ح وحدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفیان عن یحیی بن ابی اسحٰق عن انس قال اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشراً نقصر الصلوٰۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ میں) دس دن قیام کیا تھا اور اس مدت میں ہم نماز قصر کرتے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشراً"۔
دونوں سندوں میں سفیان سے مراد سفیان ثوری ہے قبیصہ بفتح القاف وکسر الباء الموحدہ۔

والحدیث قد مضی فی ابواب تقصیر الصلوٰۃ ص۱۴۷ وھنا فی المغازی ص۶۱۵۔

قصر صلوٰۃ اس کے اندر تین مباحث ہیں بحث ۱ حالت سفر میں قصر صلوٰۃ عزیمت ہے یا رخصت؟ بحث ۲ قصر کی مسافت یعنی وہ کتنی مسافت ہے جس میں قصر واجب ہوتا ہے تیسری بحث قصر کی مدت۔ تینوں مباحث مختصراً درج ذیل ہیں۔

بحث ۱ اس مسئلہ میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مسافر کیلئے چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرنا جائز ہے اور نماز مغرب و فجر میں بالاتفاق قصر جائز نہیں۔ اس کے بعد اختلاف اس میں ہے کہ قصر صلوٰۃ عزیمت ہے یا رخصت؟ حنفیہ عزیمت کہتے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، صاحبین اور ایک قول امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شرعی مسافر پر قصر واجب ہے قال النووی "وقال ابو حنیفۃ وکثیرون القصر واجب ولا یجوز الاتمام الخ" مسلم ص۲۴۱ یعنی اتمام جائز نہیں۔ اگر کسی مسافر نے چار رکعت پڑھ لی اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو قضا کرنی پڑے گی

اور اگر قعدہ اولیٰ کر لیا تھا تو اتمام خلاف اولیٰ ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قصر صلوٰۃ مسافر کیلئے رخصت ہے امام نووی کہتے ہیں "وقال الشافعی ومالک بن انس واکثر العلماء یجوز القصر والاتمام والقصر افضل (شرح مسلم ص۲۴۱)

دلائل شوافع ۱۔ ارشاد الٰہی واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ | اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو (یعنی چار رکعت کی جگہ دو پڑھا کرو)

دوسری دلیل امام نوویؒ فرماتے ہیں واحتج الشافعی وموافقوہ بالاحادیث المشہورۃ فی صحیح مسلم وغیرہ ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کانوا یسافرون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنہم القاصر ومنہم المتم الخ (شرح مسلم ص۲۴۱)

۳۔ عبد الرحمٰن بن اسود کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک عمرہ کا سفر کیا جب مکہ پہنچ گئیں تو حضور سے فرمانے لگیں اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے قصر کیا اور میں نے پوری نماز پڑھی آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا، ارشاد فرمایا عائشہ تم نے اچھا کیا (نسائی کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ص۲۱۳) نسائی میں رمضان کی صراحت نہیں ہے مگر حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا اس پر دال ہے کہ مہینہ رمضان کا تھا پھر دار قطنی کی روایت میں صراحت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں رمضان میں حضورؐ کے ساتھ عمرہ کرنے گئی۔ الخ

دلائل احناف ۱۔ ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ شروع میں نماز کی دو رکعتیں ہی فرض کی گئی تھیں پھر حضر (یعنی اقامت کی حالت) میں مغرب کے سوا دو رکعت کا اضافہ کر دیا گیا اور سفر کی نماز اپنی حالت پر باقی رہی (بخاری ص۱۵، مسلم ص۲۴۱) پس حضر کی نماز میں جس طرح اضافہ جائز نہیں اسی طرح سفر کی نماز میں بھی جائز نہیں۔

۲۔ عن عمرؓ قال صلوٰۃ الجمعۃ رکعتان والفطر رکعتان والفجر رکعتان والسفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نسائی) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز دو رکعت ہے عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے اور عید الضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے اور سفر کی نماز دو رکعت ہے یہ نمازیں پوری ہیں بغیر کمی کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سفر شروع ہی سے دو رکعت ہو کر فرض ہوئی اور یہ کامل نماز ہے مثل جمعہ وعیدین کے۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضر (اقامت کی حالت) میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور خوف کیوقت ایک رکعت فرض کی (مسلم شریف ص۲۴۱)

۴ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا حضورؐ نے وفات کے وقت تک (سفر میں) دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی اور میں ابوبکرؓ کے ساتھ رہا آپ نے بھی وقت وفات تک دو رکعت سے زیادہ (سفر میں) نہیں پڑھی اور میں عمرؓ کے ساتھ رہا آپ نے بھی وقت وفات تک دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی (یعنی سفر میں) پھر میں عثمانؓ کے ساتھ بھی رہا آپ نے بھی (سفر میں) وقت وفات تک دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (رواہ مسلم ص۲۴۲)

۵ یعلی بن امیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے دریافت کیا کہ ارشاد الٰہی ہے لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا، اور اب لوگ امن سے ہیں (تو کیا امن کی حالت میں بھی سفر کے اندر قصر جائز ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا جس سے تم کو تعجب ہو رہا ہے خود مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا تو آنحضورؐ نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے سو رسول اللہ کے صدقہ (یعنی احسان) کو قبول کرو (مسلم ص۲۴۱ نسائی ص۲۱۱)۔

اس حدیث میں قصر کو صدقہ فرمایا ہے اور جہاں کسی کو مالک کرنے کا احتمال ہی نہ ہو وہاں تصدق کرنے کا معنی اسقاط یعنی ساقط کر دینا ہوتا ہے تو قصر جب تصدق ہوا اور قصر سے کسی چیز کی تملیک نہیں ہوتی لامحالہ دو رکعت کو ساقط کر دینا ہی مراد ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ساقط ہو گیا اس کو کرنا ناجائز ہے لہٰذا سفر میں پوری نماز پڑھنی ناجائز ہے جیسے ایک شخص ولی قصاص ہے اگر وہ تصدق کر دے یعنی قصاص کو معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ یہ شخص ولی قصاص واجب الاطاعت نہیں ہے تو پھر تصدق کرنے والی وہ ذات ہو جس کی اطاعت واجب ہے اس کے تصدق کے حکم کی تعمیل کس طرح لازم نہ ہو گی پس اقبلوا صدقتہ کا امر وجوب کے لئے ہے سفر میں اتمام جائز نہیں۔

یہی ثابت ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور یہی مذہب ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ اور قاضی اسماعیل مالکی کا جو امام مالک کا بھی قول مشہور ہے (فتح ص۴۴۲) امام بغوی شافعیؒ نے کہا ہے کہ یہی اکثر علماء کا قول ہے۔

قال الخطابی فی المعالم کان مذہب اکثر علماء السلف وفقہاء الامصار علی ان القصر ھو الواجب فی السفر، نیز علامہ خطابی نے فرمایا کہ اختلاف سے بچنے کیلئے یہی بہتر ہے۔

جوابات دلائل شوافع پہلی دلیل سورہ نساء کی آیت سے تھی اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام حضر میں چار رکعت پڑھنے کے عادی ہو گئے تھے اور اسی سے مانوس تھے تو

غالب گمان تھا کہ قصر کے حکم سے ان کے قلب میں یہ خیال اور وہم ہوتا کہ اس سے نماز میں کمی آجائیگی تو اس وہم کو دفع کرنے کیلئے اور سفر میں قصر کرنے والوں کے اطمینان خاطر کیلئے گناہ کی نفی کی تاکہ لوگ قصر سے کسی طرح کی کمی ونقص اور حرج ومضائقہ کا خطرہ محسوس نہ کریں اور اطمینان قلب سے قصر کے ساتھ نماز پڑھیں۔ پس اس سے عزیمت کی نفی لازم نہیں آتی جیسے سعی بین الصفا والمروہ میں لوگ گناہ اور حرج سمجھنے لگے تو ارشاد ہوا فلا جناح علیہ ان یطوف بھما حالانکہ یہ سعی بین الصفا والمروہ عندنا واجب اور عند الشوافع فرض ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی کے نزدیک بھی لا جناح سے وجوب کی نفی لازم نہیں آتی اسی طرح آیت قصر میں لا جناح سے وجوب کی نفی نہیں ہوگی۔

دلیل دوم کا جواب:۔ اولاً تو نسائی شریف میں رمضان کی صراحت نہیں ہے دار قطنی کی روایت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رمضان میں آنحضورؐ کے ساتھ عمرہ کرنے گئی الخ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضورؐ کا کوئی عمرہ یا عمرہ کا سفر رمضان میں نہیں ہوا ہے ملاحظہ ہو بخاری ص ۲۳۹ ایضاً بخاری ص ۵۹۷ مسلم ص ۴۰۹ ان احادیث صحیحہ میں صراحت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع عمر کلھن فی ذی القعدۃ الا التی کانت مع حجتہٖ اس حدیث کے متعلق علامہ ابن قیم کہتے ہیں سمعت شیخ الاسلام ابن تیمیہ یقول ھذا الحدیث کذب علی عائشۃ ولم تکن عائشۃ تصلی بخلاف صلوۃ النبیؐ وسائر الصحابۃ،، مطلب یہ ہے کہ آنحضورؐ اور تمام صحابہ کرامؓ کے خلاف عائشہؓ اتمام نماز کریں گی یہ صحیح نہیں یہ حضرت عائشہ پر صریح کذب ہے یہ مباحث ودلائل نصوص احادیث سے تھے تفقہ کے اعتبار سے بھی حنفیہ ہی کا مسلک زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔ ہر چار رکعت والی نماز کا شفعہ ثانیہ (اخیر دوگانہ) مسافر سے لاالی بدل ساقط ہوتا ہے یعنی کوئی مسافر سفر ختم کرنے کے بعد باقی دو رکعتوں کی قضا بالاتفاق نہیں کرتا ہے اور نہ اس کے ترک پر گنہگار ہوتا ہے اور یہ نفل ہونے کی علامت ہے کیونکہ فرضیت کی بقا ادا یا قضا کو واجب کرتی ہے پس جب مسافر پر ان میں سے ایک بھی ثابت نہیں رہی تو معلوم ہوا کہ فرضیت باقی نہیں رہی اور مسافر کیلئے ظہر مثل فجر ہوگئی پھر مقیم اگر فجر کی دو رکعت پر اضافہ کرے تو اگر قعدہ نہ کیا ہو تو کمال فرض سے پہلے اشتغال بالنفل کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر قعدہ کرلیا ہو تو نماز مع الکراہیت ہوجائے گی اور شفعہ ثانیہ نفل ہوگا یہی حال مسافر کے ظہر میں ہوگا بخلاف روزہ کے چونکہ روزہ میں مسافر کیلئے رخصت ہے اور فرضیت وہاں باقی ہے اسلئے قضا ضروری ہے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کسی شئی کے فرض ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ مطلوب ہو پس بعض اوقات میں اس کے ادا کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دینے کی حقیقت اسکی فرضیت کی نفی کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ تخییر اور فرضیت میں منافات ہے۔ اس سے صاف ظاہر

کہ فرض دو ہی رکعت ہیں۔
مسئلہ:۔ قصر صرف تین وقت کے فرائض میں ہے مغرب، فجر اور وتر میں قصر نہیں ہے۔
مسئلہ:۔ سفر میں مشقت وخوف نہ ہو تو بھی قصر نماز پڑھی جائے گی۔

بحث ۲ قصر کی مسافت

یعنی وہ کتنی مسافت ہے جس میں قصر واجب ہوتا ہے؟ مسافت قصر کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ، صاحبین اور تمام علماء کوفہ کے نزدیک کم سے کم مسافت قصر اوسط چال کیساتھ تین دن کا سفر ہے امام صاحب سے دوسری روایت تین منزل کی ہے مگر دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہے کہ ایک منزل ایک دن کی مسافت قرار دی گئی ہے۔

نیز مسلم شریف میں حضرت علیؓ کی روایت ہے جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلۃ للمقیم (مسلم ص۱۳۵) یہ روایت اصل میں تو موزوں پر مسح کے متعلق ہے مگر اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ مسافر کا ایک سفر تین دن اور تین رات کا ہوگا۔

امام مالک، امام احمدؒ کے نزدیک مسافت قصر چار برید ہے اور ہر برید بارہ میل کا ہوتا ہے تو چار برید کے اڑتالیس میل ہوئے۔ یہی (اڑتالیس میل کا قول) راجح ہے حکیم الامت حضرت تھانوی اور فقیہ الامت حضرت گنگوہی رحمہما اللہ کے نزدیک اور یہی مفتی بہ قول ہے۔

تیسرا قول اصحاب ظواہر یعنی داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے کہ قصر ہر سفر میں جائز ہے خواہ قریب کا سفر ہو یا دور کا، اسکی کوئی تحدید وتقدیر نہ ہوگی اس مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہؒ بھی اہل ظاہر کے ہمنوا ہیں۔

تیسری بحث مدت قصر کی ہے:۔ امام اعظم ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیث بن سعد وغیرہ کے نزدیک مسافر جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو وہ مقیم کے حکم میں ہے اور اس کو اتمام لازم ہوگا۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یوم دخول اور یوم خروج کے علاوہ چار دن اقامت کی نیت کافی ہے۔

امام احمدؒ کا قول ہے کہ اگر کہیں چار دن سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے تو چار دن میں بیس نمازیں ہیں پس اگر اکیس نمازوں کے وقت تک قیام کرنے کی نیت کرے تو اتمام لازم ہوگا۔

دلائل احناف:۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ۴ ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور یوم ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ بروز جمعرات منیٰ تشریف لے گئے پھر (دوسرے دن یعنی ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات گئے پھر حج سے فارغ ہو کر چہار شنبہ کی رات محصب میں گزاری اور صبح سے پہلے تڑکے میں طواف وداع کرلیا پھر ۱۴ کی صبح کو (مکہ سے) نکل گئے اس طرح دس راتیں پوری ہوگئیں۔ یوم الترویہ تک چار شبانہ روز مکہ میں قیام فرمایا۔

اس تفصیل سے امام مالک اور امام شافعیؒ کا قول باطل ہوگیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شبانہ روز مکہ میں قیام رکھنے کے باوجود اور کل دس روز کی مجموعی مدت گزارنے کے باوجود قصر کیا لیکن امام احمدؒ کا قول اس سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہؐ نے مکہ میں کل بیس۲۰ نمازیں ادا کیں اس سے زیادہ نہیں پڑھیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے آثار کو بھی دلیل میں پیش کیا ہے طحاوی نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرؓ کا قول لکھا ہے کہ جب تم حالت سفر میں کسی شہر میں جاؤ اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھو اور اگر تم کو علم نہ ہو کہ وہاں سے کب کوچ کرجانا پڑے گا تو پھر کتنی ہی مدت گزر جائے قصر کرو۔

۳۱۰ حدثنا عبدان قال اخبرنا عبداللہ قال اخبرنا عاصم عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ تسعۃ عشر یوما یصلی رکعتین۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں انیس۱۹ دن قیام فرمایا تھا اور آپؐ (اس مدت میں) دو رکعتیں (یعنی قصر) پڑھتے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ تسعۃ عشر یوما"

والحدیث قد مضی فی قصر الصلوٰۃ ص۱۴۷ وھنا فی المغازی ص۶۱۵۔

ازالۂ شبہات اس سے قبل حضرت انسؓ کی روایت گزری ہے جس میں مکہ میں دس۱۰ دن کی اقامت کا بیان تھا اور اس روایت جو حضرت ابن عباسؓ کی ہے اس میں انیس۱۹ دن کی اقامت کا بیان ہے بظاہر تعارض کا شبہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کے موقع پر قیام مکہ کا بیان ہے اور ابن عباس کی حدیث میں فتح مکہ کے قیام کی مدت کا بیان ہے (حاشیہ بخاری ص۱۴۷)۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں پندرہ کی اقامت کے قصر پر اتمام لازم ہوگا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ انیس۱۹ دن کی اقامت کے باوجود قصر کرتے رہے۔

جواب یہ ہے کہ اقامت مکہ کے روایات مختلف ہیں اور پندرہ دن سے انیس۱۹ دن کے روایات ہیں اس میں اقل متیقن پندرہ دن کی ہیں، حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ پندرہ دن کا مؤطا امام مالک میں موجود ہے نیز اس کی تائید قیاس سے بھی ہوتی ہے کہ مدت طہر پندرہ دن ہے یہ ساقط شدہ نماز کو واجب کردیتی ہے اس پر قیاس کرکے ہم کہتے ہیں کہ سفر سے ساقط شدہ رکعات کو پندرہ دن کی اقامت واجب کردیتی ہے کیونکہ یہ مدت ساقط شدہ چیز کو واجب کرنے میں مؤثر ہے، جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس وجہ ترجیح ہوسکتا ہے بخلاف چار دن کی مدت

اقامت کے کہ اس کی تائید میں کوئی قیاس موجود نہیں ہے۔

۳۱۱ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوشہاب عن عاصم عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر تسع عشرۃ نقصر الصلوٰۃ وقال ابن عباس ونحن نقصر مابیننا وبین تسع عشرۃ فاذا زدنا اتممنا۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (فتح مکہ کے) انیس دن مقیم رہے اور نماز کو قصر کرتے رہے اور ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ ہم (سفر میں) انیس دن تک تو نماز قصر پڑھتے تھے لیکن جب ہم اس سے زیادہ اقامت کرتے تو پوری نماز پڑھتے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ، ھذا طریق آخر فی حدیث ابن عباس ولم یذکر فیہ المکان چونکہ موقع غزوہ کا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کب کوچ کرنا ہوگا اسلئے آپ قصر کرتے رہے، حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سفر سے مدینہ کی واپسی کے درمیان اسّی دن سے بھی زائد مدت ہے۔

وقال ابن عباس الخ یہ حدیث موصولا باب قصر الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

باب ص ٦١۵

بالتنوین، یہ باب بلا ترجمہ ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ,,وھو کالفصل لماقبلہ،،
اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آنے والی حدیثوں کی مطابقت ومناسبت باب سابق سے ہونی چاہیے لیکن روایات مافی الباب سے مناسبت ظاہر نہیں ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔
حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ روایات مافی الباب کی مناسبت سابق باب سے ظاہر نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے باب لکھکر بیاض چھوڑا تھا ترجمہ قائم کرنے کیلئے لیکن اتفاق نہ ہو سکا، اس باب کے مناسب ترجمہ یہ ہے ,,باب من شھد الفتح،،

وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عبداللہ بن ثعلبۃ بن صُعَیر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد مسح وجھہ عام الفتح۔

ترجمہ:۔ اور لیث بن سعد نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیرؓ نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال (بطور شفقت) ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ ,,عام الفتح،،
ھذا تعلیق وصلہ البخاری فی التاریخ الصغیر قال حدثنا عبداللہ

بن صالح حدثنا اللیث الخ۔
عبداللہ بن ثعلبۃ بن صعیر بضم الصاد و فتح العین۔ وثعلبۃ وابنہ عبداللہ ہما صحابیان رضی اللہ عنہ۔

۳۱۲ حدثنی ابراھیم بن موسیٰ قال حدثنا ھشام عن معمر عن الزھری عن سُنین ابی جمیلۃ قال اخبرنا ونحن مع ابن المُسَیَّب قال وزعم ابو جمیلۃ انہ ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخرج معہ عام الفتح۔

ترجمہ:- زہری سے روایت ہے انھوں نے روایت کی سنین ابن جمیلہ سے، زہری نے بیان کیا کہ جب ہم سے ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو ہم سعید بن مسیّب کے ساتھ تھے، بیان کیا کہ ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے اور فتح مکہ کے سال آپ کے ساتھ نکلے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " وخرج معہ عام الفتح "
سنین ابی جمیلہ ابوجمیلہ کنیت بفتح الجیم اور سنین نام ہے بضم السین ونون مصغر۔ ابن مندہ، ابن حبان، ابونعیم اور ابن عبدالبر نے ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں ذکر کیا ہے اور ایک یہ بھی عمدۃ القاری میں منقول ہے کہ حجۃ الوداع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا ہے۔

قال اخبرنا ونحن مع ابن المسیّب ای قال الزھری اخبرنا ابوجمیلۃ والحال نحن مع ابن المسیّب اس سے امام زہری رحمہ اللہ کا مقصد اپنی روایت کی تقویت ہے کہ سعید بن مسیّب جیسے بزرگ کے سامنے کی بات ہے۔

۳۱۳ حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حمّاد بن زید عن ایوب عن ابی قلابۃ عن عمرو بن سلمۃ قال قال لی ابوقلابۃ الا تلقاہ فتسألہ قال فلقیتہ فسألتہ فقال کنا بماء ممرّ الناس وکان یمرّ بنا الرکبان فنسألھم ما للناس ما للناس ما ھذا الرجل فیقولون یزعم ان اللہ ارسلہ اوحی الیہ او اوحی اللہ کذا فکنت احفظ ذالک الکلام فکانما یقرأ فی صدری وکانت العرب تلوم باسلامھم الفتح فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظھر علیھم فھو نبیٌّ صادق فلما کانت وقعۃ اھل الفتح بادر کلّ قوم باسلامھم وبدر ابی قومی باسلامھم فلما قدم قال جئتکم واللہ من عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم حقاً فقال صلوا صلوٰۃ کذا فی حین کذا وصلوٰۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذّن احدکم ولیؤمکم اکثرکم قرأناً فنظروا فلم یکن احد اکثر قرأناً منّی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدّمونی بین ایدیھم وانا ابن ست او سبع سنین وکانت علیّ بردۃ کنت اذا سجدت تقلصت عنی فقالت امرأۃ من الحیّ الا تغطّون عنّا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیء فرحی بذلک القمیص۔

ترجمہ:۔ ایوب سختیانی سے روایت ہے انھوں نے روایت کی ابو قلابہ سے انھوں نے عمرو بن سلمہؓ سے ایوب نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو قلابہ نے کہا، کیا تو عمرو بن سلمہ سے نہیں ملتا کہ ان سے پوچھے (یعنی عمرو بن سلمہؓ سے ملاقات کرکے ان سے مسلمان ہونے کا قصہ کیوں نہیں دریافت کر لیتے؟) ابو قلابہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ان سے ملاقات کی اور میں نے ان سے سوال کیا تو آپ (عمرو بن سلمہؓ) نے فرمایا ہم لوگ ایک چشمہ پر تھے جو لوگوں کا گزرگاہ تھا (مطلب یہ ہے کہ دور جاہلیت میں ہمارا قیام ایک عام راستہ کے چشمہ پر تھا) اور سواروں کا قافلہ ہمارے پاس سے گزرتا تو ہم ان سے پوچھتے لوگوں کا کیا حال ہے، کیا حال ہے لوگوں کا؟ اور اس شخص کا کیا حال ہے؟ (یعنی عربوں کا کیا رجحان ہے؟ کیا خیال ہے اور اس شخص یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کیا ہے؟) تو لوگ بتاتے تھے کہ وہ (آنحضورؐ) کہتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنا رسول بنایا ہے اور اللہ ان پر وحی نازل کرتا ہے یا اللہ نے ان پر یہ وحی نازل کی (وہ قرآن شریف کی کوئی آیت سناتے) سو میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا گویا کہ میرے سینے میں پڑھا جاتا ہے اور قبائل عرب اپنے مسلمان ہونے میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے (یعنی اگر مکہ فتح ہو گیا تو ہم لوگ مسلمان ہو جائیں گے ورنہ نہیں) چنانچہ کہتے تھے کہ اس نبی کو اور اس کی قوم (قریش) کو چھوڑ دو (نمٹنے دو) اگر وہ ان پر غالب آگئے تو واقعی وہ سچے نبی ہیں، چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے مسلمان ہونے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے اسلام میں جلدی کی پھر جب وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے) آئے تو کہا خدا کی قسم میں تمہارے پاس ایک سچے نبی کے پاس سے آیا ہوں سو انھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ فلاں نماز اس طرح فلاں وقت پڑھا کرو اور فلاں نماز اس طرح فلاں وقت پڑھا کرو (یعنی پانچوں وقت کی نماز بتلائی) اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان دے اور تم میں سے امامت وہ کرے جسے قرآن سب سے زیادہ یاد ہو پھر لوگوں نے دیکھا (یعنی جائزہ لیا کہ قرآن سب سے زیادہ یاد کس کو ہے) تو کوئی شخص (ان کے قبیلے میں) مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا نہیں ملا اس لئے کہ میں آنے جانے والے سواروں سے یاد کر لیا کرتا تھا چنانچہ لوگوں نے مجھکو اپنا امام بنایا حالانکہ اس وقت میری عمر چھ یا سات برس کی تھی اور میرے پاس ایک ہی چادر تھی جب میں (اسے لپیٹ کر) سجدہ کرتا تھا تو مجھ سے سکڑ جاتی (یعنی اوپر چڑھ جاتی اور پیچھے سے ستر عورت کھل جاتی) اس پر قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم اپنے قاری (امام) کا سُرین تو چھپاؤ، پھر لوگوں نے کپڑا خریدا اور میرے لئے ایک قمیص بنائی میں جتنا خوش اس قمیص سے ہوا اتنا کسی اور چیز سے نہیں ہوا تھا۔

تشریحات مطابقته للترجمة في قوله "باسلامهم الفتح" وفي قوله "وقعة اهل الفتح"، ابو قلابة بكسر الكاف اسمه عبد الله بن زيد الجرمي عمرو بن سلمة بكسر اللام۔

یقرأ اس کے اندر متعدد نسخے ہیں جو بخاری کے حاشیہ پر منقول ہیں۔ حافظ عسقلانی اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں یقرأ قرأت سے مضارع کا صیغہ ہے جو متن میں لیا گیا ہے ۲ یُقرّ بضم الیاء وفتح القاف وتشدید الراء قرار سے ماخوذ ہے بمعنی قرار پکڑنا، ثابت رہنا ۳ یغری بضم الیاء وفتح الغین وتشدید الراء تغریۃ سے ماخوذ بمعنی چپکا دینا اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میرے سینہ میں چپکا دیا جاتا ہے کوٹ کر بھر دیا جاتا ہے فاشتروا مفعولہ محذوف ای فاشتروا ثوبا جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے فاشتروا لی قمیصا عمانیا (نسبت الی عمان بالضم والتخفیف موضع عند البحرین) ابوداؤد ص ۱۰۲ ج ۱۔

نابالغ کی امامت اس حدیث سے حضرات شوافع نے نابالغ کی امامت کے جواز پر استدلال کیا ہے نیز امام بخاریؒ اور غیر مقلدین کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام احمدؒ کے نزدیک نابالغ کی امامت جائز نہیں اور اوزاعی، ثوری اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی مسلک امام اعظم کے ساتھ ہے۔

دلائل جمہور:۔ ۱ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن الحدیث (ترمذی ص ۲۹ ج ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مقتدی کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لے لیتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی چیز اپنے سے زائد یا بڑی چیز کو اپنے اندر نہیں لے سکتی ہے اسلئے فقہاء حنفیہ کہتے ہیں لایجوز اقتداء المفترض خلف المتنفل، اور یہ معلوم ہے کہ نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے تو نابالغ کی نماز نفل ہے اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ شئی اپنے سے زائد اور بڑی چیز کو ضمن میں نہیں لے سکتی کیونکہ ضعیف پر قوی کی بنا درست نہیں ہاں شئی اپنے مادون کو ضمن میں لے سکتی ہے چنانچہ متنفل کی اقتدا مفترض کے پیچھے درست ہے۔ البتہ نابالغ لڑکوں کی امامت نابالغ کر سکتا ہے۔

۲ عن ابن عباسؓ لایؤم الغلام حتی یحتلم ۳ وعن ابن مسعودؓ لایؤم الغلام الذی لایجب علیہ الحدود (رواھم الاثرم فی سننہ)

جوابات دلائل شوافعؒ:۔ حضرات شوافع نے جو عمرو بن سلمہ کی روایت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے

۱ یہ ہے کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حسن بصریؒ اس روایت کو ضعیف کہتے تھے وقال مرۃ دعہ لیس بشئی بین یعنی چھوڑو اس کو کوئی کھلتی چیز یعنی واضح نہیں ہے (عینی الہدایہ ص ۴۵۳ ج ۱)

دوسرا جواب ۲ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عمرو بن سلمہ نے اپنے اجتہاد سے امامت کی ہو اور آنحضورؐ کو اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اس لئے تقریر رسول کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا، اور یہ عمل کبار صحابہ کے خلاف ہے حضرت علامہ سید امیر علیؒ فرماتے ہیں، و تعجب ہے کہ شوافع حضرات

نے اکابر صحابہ حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما وغیرہ کے اقوال واعمال کو چھوڑ کر ایک چھ سات برس کے بچہ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں (عین الہدایہ)

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود حضرت عمرو بن سلمہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کیوقت ستر عورت کا کشف ہو جاتا تھا تو کیا حضرات شوافع نماز میں کشف عورت کی اجازت دیں گے فما جوابکم فھو جوابنا۔

حنفیہ کے مفتیٰ بہ قول میں تو تراویح وغیرہ کے اندر بھی نابالغ کی امامت درست نہیں ہے۔

۳۱۴ حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال اللیث حدثنی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت کان عتبۃ بن ابی وقاص عہد الی اخیہ سعد ان یقبض ابن ولیدۃ زمعۃ وقال عتبۃ انہ ابنی فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فی الفتح اخذ سعد بن ابی وقاص ابن ولیدۃ زمعۃ فاقبل بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقبل معہ عبد بن زمعۃ فقال سعد بن ابی وقاص ھذا ابن اخی عہد الیّ انہ ابنہ قال عبد بن زمعۃ یارسول اللہ ھذا اخی ھذا ابن زمعۃ ولد علی فراشہ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابن ولیدۃ زمعۃ فاذا اشبہ الناس بعتبۃ ابن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو لک ھو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراشہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبی منہ یا سودۃ لما رأی من شبہ عتبۃ بن ابی وقاص قال ابن شہاب قالت عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر وقال ابن شہاب وکان ابوھریرۃ یصیح بذلک۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت زمانہ جاہلیت میں) اپنے بھائی سعد (ابن ابی وقاصؓ) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضہ میں لے لیں عتبہ نے کہا وہ میرا بیٹا ہے چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو سعد بن ابی وقاصؓ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور اسکو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے سعد بن ابی وقاصؓ نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے بھائیؒ نے مجھکو وصیت کی تھی کہ وہ اسکا بیٹا ہے لیکن عبد بن زمعہ نے کہا یارسول اللہ یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ ان ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کیطرف نظر کی تو دیکھا کہ یہ لڑکا تمام لوگوں سے مشابہ تر عتبہ بن ابی وقاص کے ساتھ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قانون شریعت کے مطابق) فیصلہ یہ کیا کہ

اے عبد بن زمعہ یہ بچہ تیرے لئے ہے یہ تیرا بھائی ہے اس وجہ سے کہ یہ زمعہ کے فراش پر (اس کی باندی کے بطن سے) پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ام المومنین سودہ بنت زمعہ رض سے) فرمایا اے سودہ اس لڑکے سے پردہ کیا کرو اس وجہ سے کہ آپ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شباہت دیکھی تھی

ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لڑکا فراش والے کا ہوتا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رض اس آخری ٹکڑے (الولد للفراش وللعاھر الحجر) کو بلند آواز سے بیان کیا کرتے تھے۔

تشریحات مطابقته للترجمة فی قوله " فلما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة فی الفتح۔ والحدیث اخرجه البخاری ص۲۷۶ ص۲۹۵ فی الوصایا ص۳۸۳ وهنا فی المغازی ص۶۱۶ وفی الفرائض ص۹۹۹ وفی الاحکام ص۱۰۶۵۔

عهد الی اخیه ای اوصی الولیدة الجاریه، باندی هولك اس کے مفہوم میں اقوال مختلف ہیں ۱۔ هو اخوك چونکہ آنحضور نے قانون شریعت سے اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرما کر عبد بن زمعہ رض کو بچہ دیا جس کا نام عبدالرحمن بن زمعہ رض تھا چونکہ زمعہ کی لڑکی حضرت سودہ بنت زمعہ ازواج مطہرات میں سے تھیں اسلئے زمعہ آنحضور کے خسر تھے اس رشتہ کی وجہ سے احتمال ہے کہ آنحضور کو معلوم ہو کہ زمعہ نے باندی سے وطی کی ہے تو عبد بن زمعہ کا بھائی ہوا۔

۲۔ دوسرا مفہوم یہ ہے هولك ملكا یعنی اے عبد بن زمعہ یہ بچہ تیرا مملوک ہے کیونکہ شرعی قانون ہے کہ جب کوئی باندی اپنے سید کے ماسوا سے جنے تو وہ مملوک اور غلام ہے پس باپ کا مملوک باپ کے بعد بیٹے کا مملوک ہے۔

امام طحاوی سے منقول ہے کہ هولك کے معنی ہیں هو بیدك یعنی یہ تیرے قبضہ وحفاظت میں رہے گا تو محافظ ونگراں ہے (عمدة ص۱۶۸) اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ حرہ عورت صرف عقد نکاح سے شوہر کا فراش ہے اور اولاد صرف شوہر کیطرف منسوب ہوگی اس سلسلے میں کسی کا کوئی دعویٰ معتبر نہیں ہوگا الا یہ کہ لعان کی نوبت آجائے تفصیلی بحث کیلئے عمدة القاری دیکھئے۔

وللعاھر الحجر زانی کیلئے پتھر ہے اس کا صحیح ترین مطلب یہ ہے کہ محروم انسان سے کہا جاتا ہے " تو کیا ہے گا خاک پتھر " مطلب یہ ہے کہ زانی کیلئے حرمان ومحرومی ہے۔ دوسرا مطلب یہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ زانی کیلئے پتھر یعنی رجم وسنگسار۔ مگر فیہ نظر اسلئے کہ ہر زانی کے لئے رجم وسنگسار نہیں ہے۔

۳۱۵ حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال اخبرنا یونس عن الزهری قال اخبرنی عروة بن الزبیر ان امرأة سرقت فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم

فی غزوۃ الفتح ففزع قومھا الی اسامۃ بن زید یستشفعونہ قال عروۃ فلما کلمہ اسامۃ فیھا تلون وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتکلمنی فی حد من حدود اللہ قال اسامۃ استغفرلی یارسول اللہ فلما کان العشی قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد فانما اھلک الناس قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا ثم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلک المرأۃ فقطعت یدھا فحسنت توبتھا بعد ذلک وتزوجت قالت عائشۃ فکانت تاتی بعد ذلک فارفع حاجتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غزوۂ فتح (فتح مکہ) کے موقعہ پر ایک عورت نے چوری کر لی سو اس عورت کی قوم گھبرائی ہوئی اسامہ بن زید کے پاس آئی تاکہ وہ حضور اکرمؐ سے اسکی سفارش کر دیں (کہ بطور حد اسکا ہاتھ چوری کے جرم میں نہ کاٹا جائے) عروہ نے بیان کیا کہ جب اسامہؓ نے اس عورت کے بارے میں آنحضورؐ سے گفتگو کی تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا (یعنی غصہ آ گیا) چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے اللہ کی قائم کردہ ایک حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعاء مغفرت کیجئے پھر دوپہر بعد رسول اللہؐ خطبہ دینے (تقریر کرنے کے لئے) کھڑے ہوئے چنانچہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے شایان شان اللہ کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا اما بعد تم سے پہلے کے لوگوں کو اسی فعل نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کا کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے (یعنی اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی (یعنی میری) جان ہے اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق حکم دیا چنانچہ اسکا ہاتھ کاٹ لیا گیا پھر اس کے بعد اس کو توبہ خوب ہوئی (یعنی صدق دل سے اس نے توبہ کر لی) اور اس عورت نے شادی بھی کر لی، حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ بعد میں وہ میرے یہاں آتی تھی (اگر اسکو کوئی ضرورت ہوتی) تو میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی غزوۃ الفتح"،

والحدیث اخرجہ البخاری فی الشھادات ص۳۶۱ وفی الحدود ص۱۰۰۴ وھنا فی المغازی ص۶۱۶ . . .

کتاب الحدود کی روایت میں یہ اضافہ ہے فتاب وحسنت توبتھا۔

اس عورت کا نام فاطمہ مخزومیہ تھا۔ امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے خود آنحضورؐ سے عرض کیا تھا کہ حضور کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا آج تو ایسی ہے جیسے اس دن تھی جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی کما فی الحدیث التائب من الذنب کمالا ذنب لہ۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت حدود کی اصل و منع کفارۂ معاصی و تطہیر نہیں ہے بلکہ زجر و توبیخ اور انسداد جرائم ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ حدود اللہ میں سفارش کرنا جائز نہیں اور اس کا سننا بھی جائز نہیں۔ تفصیل اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ۔

یہ حدیث بظاہر مرسل ہے لیکن حدیث کے آخری حصہ "وقالت عائشۃ الخ" سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث عروہ نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے **فلا اشکال**۔

۳۱۶ حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير قال حدثنا عاصم عن ابی عثمان قال حدثنی مجاشع قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخی بعد الفتح قلت یا رسول اللہ جئتک باخی لتبایعہ علی الھجرۃ قال ذھب اھل الھجرۃ بما فیھا فقلت علی ای شیء تبایعہ قال ابایعہ علی الاسلام والایمان والجھاد فلقیت ابا معبد بعد وکان اکبرھما فسألتہ فقال صدق مجاشع۔

ترجمہ:۔ مجاشعؓ نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی (ابو معبد مجالد) کو لے کر حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں اسلئے لایا ہے تاکہ آپؐ ہجرت پر اس سے بیعت لے لیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہجرت والے اس کے ثواب کو لے گئے (مطلب یہ ہے کہ ہجرت کی جو فضیلت اور ثواب ہے فتح مکہ سے قبل ہجرت کرنے والے اس کا ثواب حاصل کر چکے اب مکہ سے ہجرت کا وقت ختم ہو چکا) میں نے عرض کیا کہ آپ اس سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اس سے ایمان، اسلام اور جہاد پر بیعت لوں گا۔ ابو عثمان راوی نے بیان کیا کہ پھر میں (مجاشع کے بھائی) ابو معبد سے ملا آپ (یعنی ابو معبد) دونوں بھائیوں میں بڑے تھے میں نے ان سے بھی اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا (یعنی حدیث صحیح بیان کی ہے)

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعد الفتح"

والحدیث اخرجہ البخاری مختصر الجہاد ص۴۱۵ تا ص۴۱۶ ایضا ص۴۳۳ وھنا فی المغازی ص۶۱۶

حضرت مجاشعؓ کے بھائی کا نام مجالد اور کنیت ابو معبد ہے اور دونوں بھائی صحابی تھے رضی اللہ عنہما۔

۳۱۷ حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا الفضیل بن سلیمٰن قال حدثنا عاصم عن ابی عثمان النهدی عن مجاشع بن مسعود قال انطلقت بابی معبد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیبایعہ علی الھجرة قال مضت الھجرة لاھلھا ابایعہ علی الاسلام والجہاد فلقیت ابامعبد فسألتہ فقال صدق مجاشع وقال خالد عن ابی عثمان عن مجاشع انہ جاء باخیہ مجالد -

ترجمہ :- حضرت مجاشع بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں اپنے بھائی ابو معبد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرانے کیلئے لے گیا آنحضورؐ نے فرمایا ہجرت (مکہ سے مدینہ کیطرف) گزر چکی ہے ہجرت کرنے والوں کیلئے (یعنی ہجرت کا ثواب وفضیلت فتح مکہ سے قبل ہجرت والے لیگئے اب مکہ دارالاسلام ہوگیا اب ہجرت کہاں ؟) البتہ میں اس سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتا ہوں (ابو عثمان کا بیان ہے) پھر میں ابو معبد سے ملا اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجاشع نے صحیح بیان کیا۔ اور خالد نے ابو عثمان کے واسطہ سے بیان کیا ان سے مجاشعؓ نے بیان کیا کہ وہ اپنے بھائی مجالدؓ کو لیکر آئے تھے۔

تشریحات هذا طریق آخر فی الحدیث السابق۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ابو معبد کنیت اور مجالد نام ہے اس لئے بیانات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۳۱۸ حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی بشر عن مجاهد قلت لابن عمر انی ارید ان اهاجر الی الشام قال لا هجرة ولکن جهاد فانطلق فاعرض نفسک فان وجدت شیئا والا رجعت وقال النضر اخبرنا شعبة قال اخبرنا ابو بشر قال سمعت مجاهدا قلت لابن عمر فقال لا هجرة الیوم او بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ

ترجمہ :- مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ شام کیطرف ہجرت کر جاؤں فرمایا اب ہجرت باقی نہیں رہی لیکن جہاد باقی ہے اسلئے جاؤ اور خود کو پیش کرو اگر تم نے کچھ پالیا تو فبہا (یعنی اگر جہاد پالیا فذالک ھو المطلوب) ورنہ واپس آجانا۔
اور نضر نے بیان کیا کہ مجھ سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو بشر نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اب ہجرت باقی نہیں رہی یا فرمایا (شک راوی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، سابقہ حدیث کیطرح۔

تشریحات هذا ذکرہ ھنا استطرادا وقد مضی فی اوائل الھجرة ص ۴۳۳ وھنا فی المغازی ص ۶۱۷ وقال النضر الخ هذا التعلیق۔ النضر بفتح النون وسکون الضاد ابن شمیل بضم الشین مصغر الشمل

۳۱۹ حدثنی اسحٰق ابن یزید قال حدثنا یحییٰ بن حمزۃ قال حدثنی ابوعمرو الاوزاعی عن عبدۃ بن ابی لبابۃ عن مجاھد بن جبر المکی ان عبد اللہ ابن عمر کان کان یقول لا ھجرۃ بعد الفتح۔

ترجمہ:۔ مجاہد بن جبر مکی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعد الفتح" ای فتح مکۃ۔ والحدیث قد مضی ص۱۵۵ وھٰنا فی المغازی ص۶۱۷۔

یہ حکم صرف مکہ سے ہجرت کے متعلق ہے چونکہ فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ دارالاسلام ہوگیا اسلئے مکہ سے ہجرت ختم۔ لیکن مسلمانوں کیلئے کسی بھی ملک میں اگر مکہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں تو دارالحرب سے ہجرت کا حکم قیامت تک لازم رہے گا شرط صرف یہ ہے کہ انما الاعمال بالنیات سامنے رکھے کہ ہجرت کا مقصد دین کی حفاظت اور اصلاح ہو۔

۳۲۰ حدثنا اسحٰق بن یزید قال حدثنا یحییٰ بن حمزۃ قال حدثنی الاوزاعی عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشۃ مع عبید بن عمیر فسالھا عن الھجرۃ فقالت لاھجرۃ الیوم کان المؤمن یفر احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ مخافۃ ان یفتن فاما الیوم فقد اظھر اللہ الاسلام فالمؤمن یعبد ربہ حیث شاء ولکن جھاد ونیۃ۔

ترجمہ:۔ عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی زیارت کی پھر عبید نے حضرت عائشہؓ سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو عائشہؓ نے فرمایا کہ اب ہجرت باقی نہیں رہی پہلے مسلمان اپنا دین لیکر اللہ اور اللہ کے رسول کیطرف پناہ لینے کیلئے بھاگتے تھے اس خوف سے کہ کہیں دین کے معاملہ میں فتنہ میں نہ پڑجائیں لیکن آج جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے تو مسلمان جہاں بھی چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے (یعنی خلوص نیت کے ساتھ جہاد پر ثواب اور فضیلت کا مستحق ہوگا)۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "لاھجرۃ الیوم" ای بعد الفتح۔ چونکہ ہجرت کا سوال فتح مکہ کے بعد تھا اسلئے جواب لاھجرۃ الیوم دیا گیا کہ اب مکہ سے ہجرت کا حکم ختم ہوگیا لیکن عام حیثیت سے حالات کے تحت دارالحرب سے ہجرت کا حکم باقی ہے اور باقی رہے گا۔

۳۲۱ حدثنا اسحٰق قال حدثنا ابوعاصم عن ابن جریج قال اخبرنی حسن بن مسلم عن مجاھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام یوم الفتح فقال ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السمٰوٰت والارض فھی حرام بحرام اللہ الی یوم القیامۃ لم تحل

لاحد قبلی ولا تحل لاحد بعدی ولم تحلل لی قط الا ساعة من الدهر لا ینفر صیدھا ولا یعضد شوکھا ولا یختلی خلاھا ولا تحل لقطتھا الا لمنشد فقال العباس بن عبد المطلب الا الاذخر یارسول اللہ فانہ لابد منہ للقین والبیوت فسکت ثم قال الا الاذخر فانہ حلال وعن ابن جریج اخبرنی عبد الکریم عن عکرمة عن ابن عباس بمثل ھذا او نحو ھذا رواہ ابوھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن کھڑے ہوئے اور فرمایا جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اسی روز اس نے مکہ کو حرم (حرمت والا شہر) قرار دیا گیا پس یہ شہر اللہ کے حکم کے مطابق قیامت تک حرمت والا ہے مجھ سے پہلے کبھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کیلئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف ایک محدود وقت کیلئے حلال ہوا تھا اس مکہ (یعنی حدود حرم) کے شکار جانور نہ بھڑکائے جائیں اور نہ اس کے کانٹے دار درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور یہاں کی گری پڑی چیز اس شخص کے سوا جو اعلان کا ارادہ رکھتا ہو اور کسی کیلئے اٹھانی جائز نہیں، اس پر عباس بن عبد المطلبؓ نے کہا یارسول اللہ مگر اذخر (یعنی اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دیجئے) کیونکہ سناروں کیلئے اور مکانات (کی تعمیر وغیرہ) کیلئے یہ ضروری ہے اس پر آنحضورؐ خاموش رہے پھر فرمایا اذخر اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اسکا کاٹنا حلال ہے۔

اور ابن جریج سے روایت ہے اس نے کہا کہ مجھ سے عبد الکریم نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے حدیث مذکور کیطرح بمثل ھذا او نحو ھذا شک راوی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمة فی قولہ یوم الفتح۔

مجاہد تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہوئی لیکن اسی بخاری کتاب الحج ص ۲۱۶ پر موصولاً منقول ہے عن مجاھد عن طاؤس عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ نیز کتاب الجہاد ص ۳۹۶ پر مجاہد کی یہ روایت موصولاً ہے عن مجاھد عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الفتح الخ اور تیسری جگہ یہاں مغازی میں مرسلا ہے ص ۶۱۷۔

لا یعضد شوکھا اس کے کانٹے دار درخت نہ کاٹے جائیں اور جب کانٹے دار درخت کے کاٹنے کی ممانعت ہے تو دوسرے درختوں کے کاٹنے کی ممانعت بطریق اولیٰ ہوگی وذکر الشوک دال علی منع قطع سائر الاشجار بالطریق الاولیٰ۔

حدود حرم حدود حرم سے مراد مکہ معظمہ کے اطراف وجوانب کا وہ مخصوص حصہ ہے جس کے حدود

میں حق تعالیٰ نے اس کے ادب واحترام کی وجہ سے بعض چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا۔ یہ حصہ جو صرف مکہ معظمہ کی عظمت واحترام کی وجہ سے مخصوص ہے قسطلانی شرح بخاری کے حوالہ سے حاشیہ بخاری ص ۲۱۶ پر منقول ہے وحد من طریق المدینة علی ثلثة امیال الخ اور اسی حد کو در مختار کتاب الحج کے اندر نظم میں نقل کیا گیا ہے، ضبط کی آسانی کیلئے میں نظم کی نقل مع ترجمہ لغات القرآن جلد دوم سے کر رہا ہوں۔

وللحرم التحدید من الارض طیبة	ثلثة امیال اذا رمت اتقانه
حرم کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین میل ہے	جبکہ اے مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے
سبعة امیال عراق وطائف	وجدة عشر ثم تسع جعرانه
اور سات میل عراق اور طائف کیطرف سے ہے	اور جدہ کیطرف سے دس میل پھر جعرانہ کیطرف سے نو میل
ومن یمن سبع بتقدیم سینها	وقد کملت فاشکر لربک احسانه
اور یمن کے طرف سے سات میل ہے	اور اللہ حدود حرم کی پوری ہو گئیں سو تو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر

شعر کے پہلے مصرع میں سبع بتقدیم سین، کہا گیا تاکہ تسع سے مشتبہ نہ ہو۔

نوٹ :۔ حرم مکہ کے بعض مسائل متعلقہ کیلئے حدیث ۳۰۷ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔

باب قول الله تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل الله سکینته الی قوله غفور رحیم

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد، اور حنین کے دن جبکہ تم کو اپنی کثرت تعداد پر غرہ (گھمنڈ) ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی ارشاد الٰہی غفور الرحیم تک۔

تشریحات آیات مذکورہ سورہ توبہ کی ہیں اس آیت کے شروع میں حق تعالیٰ نے اپنے اس انعام واحسان کا ذکر فرمایا ہے جو مختلف مقامات اور متعدد مواقع میں کیا ہے جیسے غزوۂ بدر اور فتح مکہ وغیرہ۔

لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة ویوم حنین الایہ یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکے ہیں اور حنین کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی الخ آیات کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔ غزوۂ حنین کی خصوصیت اس وجہ سے فرمائی ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی نصرت ودستگیری تعجب خیز اور صریح ہوئی کہ دشمنوں کو بھی اقرار کرنا پڑا ہے اسلئے باب کے تحت آنے والے احادیث اور تاریخ وسیر کی مستند کتابوں سے غزوۂ حنین کا واقعہ کسی قدر تفصیل سے بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ احادیث باب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

غزوۂ حنین شوال ۸ھ حنین (بالحاء المہملۃ ونون مصغر) مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے یہاں قبائل ہوازن اور ثقیف آباد تھے۔ یہ قبائل عرب کے ممتاز اور مشہور بہادر، نہایت جنگجو اور تیرانداز تھے، جب ان لوگوں کو فتح مکہ کی خبر ملی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ نہ کر دیں اسلئے دونوں قبیلوں کے اشراف وعمائد نے جمع ہو کر طے کیا کہ مسلمان سے جنگ کی جائے مسلمانوں کو اب تک جن قبائل سے واسطہ پڑا ہے وہ اس میدان کے مرد نہ تھے اور قبل اس کے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں بڑھ کر ان پر حملہ کر دینا چاہئے۔

اس تحریک کے لیڈر مالک بن عوف نضری تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور اسلام کے بڑے علمبردار ثابت ہوئے اس وقت مسلمانوں کے خلاف حملہ کا سب سے زیادہ جوش انہی میں تھا چنانچہ مالک بن عوف نضری نے تمام ہوازن اور ثقیف کو جمع کیا ہوازن کی دو جماعتوں بنی کعب اور بنی کلاب میں سے کوئی شخص شریک نہیں ہوا بنی جشم کے سب لوگ شریک ہوئے اس قبیلہ کے سردار درید بن صمہ اگرچہ پیرانہ سالی کیوجہ سے حس وحرکت بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن بوڑھے اور تجربہ کار جنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ مشورہ میں مدد ملے جب یہ لوگ نہایت جوش وخروش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیلئے چلے تو مالک بن عوف نے سب کو یہ تاکید کر دی کہ ہر شخص کے اہل وعیال اس کے ساتھ رہیں تاکہ خوب جم کر مقابلہ کریں اور کوئی شخص اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکے۔

جب یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو درید نے دریافت کیا کہ یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے کہا کہ یہ مقام اوطاس ہے، درید نے کہا یہ مقام جنگ کیلئے نہایت مناسب ہے مگر یہ آوازیں کیا ہیں کہ میں اونٹوں کا چلانا اور گدھوں کا چیخنا اور بکریوں کا آواز کرنا اور بچوں کا رونا سن رہا ہوں لوگوں نے کہا یہ مالک بن عوف نے لوگوں کے ساتھ ان کے مال ومتاع اور اہل وعیال کو بھی ساتھ لے لیا ہے، درید نے کہا سخت غلطی کی کیا شکست خوردہ کچھ واپس لے کر جا سکتا ہے؟ جنگ میں سوائے نیزہ اور تلوار کے کوئی شی کام نہیں آتی اگر تجھکو شکست ہوئی تو تمام اہلِ وعیال کی ذلت ورسوائی کا باعث ہوگا بہتر یہ ہے کہ تمام اہل وعیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے کسی جگہ محفوظ کر دیا جائے اگر فتح ہوئی تو سب آملیں گے اور اگر شکست ہوئی تو بچے اور عورتیں دشمن کے دستبرد سے محفوظ رہیں گے۔

مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں کہا واللہ یہ نہیں ہو سکتا تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے پھر ہوازن وثقیف سے کہا اگر تم لوگ میری بات مان لو تو فبہا ورنہ میں ابھی خودکشی کر لیتا ہوں سب نے کہا ہم تیرے ساتھ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے عبد اللہ بن حدرد اسلمی کو تحقیق کیلئے بھیجا انہوں نے حنین جاکر خفیہ تحقیقات کی اور آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی، آنحضورؐ نے مکہ معظمہ پر عتاب بن اسید کو امیر بنایا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو اسلامی تعلیمات سکھانے کیلئے چھوڑا پھر آپؐ نے مقابلہ پر جانے کا سامان شروع کیا صفوان بن امیہ سردار قریش سے سو زرہیں مستعار لیں اسی طرح نوفل سے تین ہزار نیزے لئے۔

اور ۶ شوال ۸ھ یوم شنبہ کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کیطرف روانہ ہوئے اس میں دس ہزار صحابہ تو وہی مہاجرین وانصار تھے جو مدینہ منورہ سے آپؐ کے ہمراہ آئے تھے اور جن کے ہاتھوں حق تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا تھا باقی دو ہزار اہل مکہ۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمان بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے اور سامان جنگ بھی ہمیشہ سے زیادہ تھا اور یہ لوگ بدر اور احد کے میدانوں میں دیکھ چکے تھے کہ صرف تین سو تیرہ بے سروسامان لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح پائی اسلئے آج کی کثرت وتیاری پر نظر کرکے بعض حضرات کی زبان سے بے ساختہ نکل پڑا " لن تغلب الیوم من قلۃ "، آج ہم قلت کیوجہ سے مغلوب نہ ہونگے جس میں اپنی کثرت پر ناز تھا، حق تعالیٰ کو یہ کلام ناپسند ہوا کہ کثرت تعداد اور طاقت پر بھروسہ کیا جائے بلکہ فتح وکامیابی کا دار ومدار حق تعالیٰ کی مدد پر ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ اذ اعجبتکم کثرتکم الآیۃ جب لشکر اسلام حنین کی وادی میں پہنچا قبائل ہوازن وثقیف دونوں جانب کمینگاہوں میں چھپے بیٹھے تھے مالک بن عوف نے ان کو پہلے سے یہ ہدایت کردی تھی کہ تلواروں کے نیام سب توڑ کر پھینکدو اور جب لشکر اسلام ادھر سے آئے تو سب کے سب تلواروں سے ایکدم ان پر حملہ کردو چنانچہ صبح کی تاریکی میں جب لشکر اسلام اس درّہ سے گذرنے لگا تو دشمنوں نے دفعۃً حملہ کردیا جس سے مسلمانوں کا لشکر سراسیمہ اور منتشر ہوگیا اور بہت تھوڑے سے صحابۂ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے، صحابہ کرام میں سے جو شیدایان نبوت اور جان بازان رسالت آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ان کی تعداد میں روایات مختلف ہیں جو روایات میں آئے گی اور وہیں تطبیق بین الروایات بھی بیان کی جائے گی۔

اسلامی فوج میں بہت سے مکہ مکرمہ کے مؤلفۃ القلوب نو مسلم بلکہ نیم مسلم بھی تھے ابھی ابھی فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز اسلام ان کے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا اور کچھ تو شریک ہی تھے جو ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ دل سے شریک جنگ نہ تھے ان لوگوں نے عین موقع پر دھوکا دیا جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے صرف چند شیدایان نبوت جیسے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علی وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رہ گئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری

پر سوار ثابت قدم رہے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے آپؐ نے مسلمانوں کو پکارا اے بندگان خدا ادھر آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، حضرت عباس بلند آواز تھے آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دیں حسب الحکم حضرت عباس نے بلند آواز سے پکارا یا معشر الانصار یا اصحاب السمرہ،، اے گروہ انصار! اے اصحاب شجرہ۔

حضرت عباسؓ کی آواز سنتے ہی مسلمان پلٹ پڑے اور منٹوں میں پروانہ وار آکر شمع نبوت کے گرد جمع ہو گئے آپؐ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو آپؐ نے ایک مشت خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور یہ فرمایا ”شاھت الوجوہ،، برے ہوتے یہ چہرے مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے مشت خاک پھینکنے کے بعد یہ فرمایا! انھزموا ورب محمد قسم ہے محمد کے رب کی انہوں نے شکست کھائی۔

کوئی انسان ایسا نہ رہا جس کی آنکھ میں اس مشت خاک کا غبار نہ پہنچا ہو فوراً لڑائی کا رنگ بدل گیا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور بہت سے گرفتار ہوتے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریاں۔ اور چار ہزار اوقیہ چاندی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا جائے اور خود طائف تشریف لے گئے۔

اس کا بیان ”باب غزوۂ طائف،، میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۲۲ **حدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر قال حدثنا یزید بن ھرون قال اخبرنا اسمعیل قال رایت بید عبد اللہ بن ابی اوفی ضربۃ قال ضربتھا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین قلت شھدت حنینا قال قبل ذلک۔**

ترجمہ: اسمعیل (بن ابی خالد) نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کے ہاتھ میں زخم کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ نشان کیسا ہے؟) انہوں نے بیان فرمایا کہ مجھے یہ زخم اس وقت لگا تھا جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھا میں نے کہا آپ حنین میں شریک تھے؟ فرمایا اس سے پہلے بھی (یعنی حنین سے پہلے بھی میں متعدد غزوات میں شریک ہو چکا ہوں جیسے حدیبیہ وخندق۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ ”یوم حنین،،

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ اصحاب شجرہ یعنی بیعت رضوان والوں میں سے تھے چھیاسی سال کی عمر میں کوفہ کے اندر آپ نے وفات پائی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے کیونکہ امام اعظمؒ کی ولادت صحیح ترین قول میں ۸۰ھ ہے اس

لحاظ سے امام اعظمؒ چھ سال کے تھے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی اس اعتبار سے امامؒ کی عمر سولہ برس ہوگی ہر دو صورت میں ملاقات صحابہ ثابت ہوگی (عمدۃ القاری ص ۲۹۵)

۳۲۳ حدثنا محمد بن کثیر قال حدثنا سفیان عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء وجاءہ رجل فقال یا ابا عمارۃ اتولیت یوم حنین فقال اما انا فاشھد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یول ولکن عجل سرعان القوم فرشقتھم ھوازن وابوسفیان بن الحارث اخذ براس بغلتہ البیضاء یقول: انا النبی لاکذب: انا ابن عبد المطلب:

ترجمہ:۔ ابواسحاق سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء سے سنا ان کے یہاں ایک شخص آیا تھا اور ان سے کہنے لگا اے عمارہ! (کنیت براءؓ) کیا آپ نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیر لی تھی؟ انہوں نے فرمایا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری (یعنی اپنی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹے) لیکن قوم کے جلد باز لوگوں نے جلدی کی تھی قبیلہ ہوازن والوں نے ان پر تیر برسائے ابوسفیان بن حارثؓ آنحضورؐ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوتے تھے اور آنحضورؐ فرما رہے تھے انا النبی لاکذب: انا ابن عبد المطلب: میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں، میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اتولیت یوم حنین"،
والحدیث قد مضی فی الجہاد ص ۴۰۲ وھنا فی المغازی ص ۶۱۷

اباعمارۃ بضم العین المھملۃ کنیت براء بن عازبؓ **اتولیت** الھمزۃ للاستفھام علی سبیل الاستخبار ای انھزمت **اما انا فاشھد الخ** یہاں سے حضرت براء بن عازبؓ کا جواب ہے اور جواب حکیمانہ ہے کیونکہ سائل کا سوال مطلق ہے جس سے پوری جماعت کے شمول وعموم کا شبہ ہوتا ہے حتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تولی میں شامل سمجھ رہا ہے جیسا کہ بعد والی روایت ۳۲۴ میں سائل کا لفظ بصیغہ جمع ادلیتم مع النبیؐ الخ ہے پھر حضرت براء ہی کی تیسری حدیث ۳۲۵ کا لفظ ہے افررتم الخ ان تینوں روایات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ سائل پیچھے ہٹنے والوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سمجھ رہا ہے اسلئے حضرت براءؓ نے جواب دیا کہ تولی اور فرار تو ہوا لیکن کل سے نہیں بلکہ بعض سے اور بعض کے اندر حضرت براءؓ نے خصوصیت کے ساتھ آنحضرتؐ کا استثناء کیا کہ خاص کر حضورؐ اپنی جگہ ثابت قدم اور جمے رہے امام نوویؒ کہتے ہیں "ھذا الجواب من بدیع الادب"، ممکن ہے کہ سائل نے آیت کریمہ کے الفاظ "ثم ولیتم مدبرین"، سے تعمیم سمجھکر حضرت براء سے سوال کیا ہو تو حضرت براءؓ نے سائل کو بتایا کہ یہ عام خص منہ البعض ہے

ازالۂ شبہات شبہ یہ ہوتا ہے کہ غزوۂ حنین میں لشکر اسلام بارہ ہزار تھے جس میں دس ہزار مہاجرین وانصار تھے تو دشمنوں کے اچانک حملہ سے جو مؤلفۃ القلوب (مکہ کے نومسلم) بھاگے ان کے ساتھ صحابۂ کرامؓ نے جو تولی کی جیساکہ اس روایت سے اور اس کے بعد والی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کیونکر جائز ہوا کیونکہ میدان جہاد سے فرار بالخصوص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ناجائز اور کبائر میں سے ہے جیساکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا اجتنبوا السبع الموبقات الخ (مسلم شریف ص۶۴) ان سات مہلکات میں سے پہلا شرک باللہ ہے اور چھٹا تولی یوم الزحف ہے۔

جواب یہ ہے کہ تولی وفرار اس وقت ناجائز ہے جبکہ دشمنوں کی تعداد دوگنا یا اس سے کم ہو لیکن یہاں دشمنوں کی تعداد ایک روایت سے چوبیس ہزار اور دوسری روایت سے اٹھائیس ہزار ہے جیساکہ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں "والعذر لمن انہزم من غیر المؤلفۃ ان العدو کانوا اضعفھم فی العدد واکثر من ذلک (فتح الباری ص۲۲) مطلب یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کے علاوہ صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی اور دشمنوں کی تعداد چوبیس ہزار یا اٹھائیس ہزار ہو بہر دو صورت میں دوگنا سے زائد تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو فرار اور تولی یوم الزحف ناجائز ہے وہ میدان جہاد سے ایسا فرار کہ جنگ میں شرکت کا ارادہ نہ ہو لیکن یہاں صحابۂ کرامؓ میدان جنگ سے نہیں بھاگے بلکہ اچانک تیروں کے حملے سے غیر مسلم صحابہ صرف مسلم صحابہ کی پناہ میں بھاگے یعنی صرف منتشر ہوتے چنانچہ جب حضرت عباسؓ کی آواز صحابہ کے کانوں میں پہنچی تو فوراً منٹوں میں تمام صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوگئے اور نہایت دلیری کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا نیز اسکی تائید آنے والی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں "کانت للمسلمین جولۃ الخ" یعنی مسلمان صرف آگے پیچھے چکر میں پڑ گئے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فرار کا تحقق اس وقت ہوگا جبکہ امیر لشکر یعنی سپہ سالار دکمانڈر بھاگ جاتے لیکن یہاں امیر لشکر ثابت قدم ہیں جیساکہ حضرت براءؓ کہتے ہیں انہ لم یول"

دوسرا شبہ:۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان بن حارث (آنحضورؐ کے چچازاد بھائی) حضورؐ کے بغلہ کی لگام تھامے ہوئے تھے لیکن صحیح مسلم میں حضرت عباسؓ کی روایت ہے انہ اخذ بلجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم شریف ص۱۰۰ ج۲) دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب یہ ہے کہ پہلے ابوسفیانؓ بغلہ کی لگام تھامے ہوئے تھے لیکن دشمنوں کے اچانک حملہ سے جب مسلمانوں میں انتشار ہوا اور آنحضورؐ نے دشمنوں کے طرف آگے بڑھنے کیلئے بغلہ کو ٹھوکر مارا تو حضرت عباسؓ نے خطرہ کے خوف سے ابوسفیان کے ہاتھ سے لگام اپنے ہاتھ میں لیا فلا تعارض

۳۲۴ حدثنا ابوالولید قال حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قیل للبراء وانا اسمع اولیتم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فقال اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا کانوا رماة فقال انا النبی لاکذب ۞ انا ابن عبد المطلب۔

ترجمہ:۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت براءؓ سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا آپ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں پیٹھ پھیری تھی؟ تو براءؓ نے فرمایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیٹھ نہیں پھیری (بلکہ بالکل ثابت قدم رہے) ہوا یہ تھا کہ وہ کفار بڑے تیرانداز تھے آنحضورؐ نے اس موقع پر فرمایا تھا، میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

تشریحات هذا طریق آخر فی الحدیث المذکور۔

کانوا ای ہوازن رماة رامی کی جمع ہے یہاں حذف عبارت ہے تقدیر عبارت ہوگی کانوا رماة فرشقوهم رشقا فانهزموا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا النبی لاکذب الخ۔

انا النبی لاکذب اس کا مطلب دو طرح سے بیان کیا جاتا ہے ۱ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں فاشار به الی ان صفة النبوة تنافی الکذب الخ یعنی میں نبی ہوں اور صفت نبوت کذب کا منافی ہے نبی سے جھوٹ محال ہے پس مطلب یہ ہوا کہ میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بول سکتا اسلئے میں جھوٹا نہیں ہوں کہ بھاگ جاؤں مجھے تو کامل یقین ہے کہ مدد کا جو وعدہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے بالکل حق ہے اس میں کذب کا امکان نہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انا ابن عبد المطلب کیوں فرمایا؟ بجائے والد ماجد عبد اللہ کے جد امجد کیطرف نسبت کیوں فرمائی؟

جواب یہ ہے کہ عبد المطلب عرب میں بہت مشہور تھے اور عمر بھی طویل پائی جس سے شہرت میں اور اضافہ ہوا بخلاف والد ماجد حضرت عبد اللہ کے کہ جوانی میں انتقال ہو گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اہل عرب آپؐ کو ابن عبد المطلب ہی اکثر کہا کرتے تھے۔

دوسرا جواب یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ عام لوگوں میں یہ چرچا تھا کہ عبد المطلب کی اولاد میں سے پیغمبر آخر الزماں جلوہ فرما ہوں گے جو اللہ کیطرف دعوت دیں گے اور ہدایت کریں گے اسلئے آپؐ نے انتساب عبد المطلب کیطرف کیا تاکہ لوگ یاد کریں اور پیغمبرانہ ہدایت ونصیحت قبول کر سکیں۔

۳۲۵ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق سمع البراء وسأله رجل من قیس افررتم عن رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم يوم حنين فقال لكن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يفر كانت هوازن رماة وإنا لما حملنا عليهم انكشفوا فأكببنا على الغنائم فاستقبلنا بالسهام ولقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على بغلته البيضاء وان أبا سفيان آخذ بزمامها وهو يقول انا النبي لا كذب: قال اسرائيل وزهير نزل النبي صلى الله عليه وسلم عن بغلته۔

ترجمہ:۔ ابواسحاق سے روایت ہے انہوں نے براءؓ سے سنا اور قبیلہ قیس سے ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ لوگ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ حنین میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ تو براءؓ نے فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے قبیلہ ہوازن کے لوگ تیرانداز تھے اور جب ہم لوگوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ لوگ پسپا ہو گئے پھر ہم لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے (نتیجہ یہ ہوا کہ) ہمیں ان کے تیروں کا سامنا کرنا پڑا (جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے) میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے "انا النبی لا کذب" میں پیغمبر ہوں اس میں جھوٹ کا امکان نہیں۔ اسرائیل اور زہیر نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اتر گئے تھے۔

تشریحات

مطابقته للترجمة في قوله "يوم حنين"

دراصل حضرت براءؓ کی روایت ابواسحاق سے شعبہ نے جو روایت کی اس کے طرق متعدد ہیں حدیث ۳۲۴ میں امام بخاریؒ نے عالی سند سے روایت کی تخریج کی مگر مختصر ہے جس طرح اپنے شیخ ابوالولید سے سنی تھی نقل کی لیکن اس حدیث یعنی ۳۲۵ میں شعبہ تک واسطہ بڑھنے کی وجہ سے سند بمقابلہ حدیث سابق سافل ہے لیکن یہ حدیث مفصل ہے۔

والحديث قد مضى في الجهاد ص۴۰۱ وههنا في المغازي ص۶۱۷۔

اشکال وجواب

غزوۂ حنین کے واقعہ سے معلوم ہوا تھا کہ فریقین میں جب مقابلہ ہوا تو پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اسلامی لشکر منتشر ہو گیا لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے حملہ میں مشرکین پسپا ہو گئے مگر ابھی پوری طرح دشمنوں کو شکست نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان مال غنیمت کی جانب متوجہ ہو گئے مشرکین کو موقع مل گیا انہوں نے تیر باری شروع کر دی۔

جواب یہ ہے کہ دوسرا قول چونکہ حدیث بخاری سے ثابت ہے اس لئے اس کو ترجیح ہوگی۔

قال اسرائيل وزهير الخ یعنی اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق اور زہیر بن معاویہ دونوں نے اس حدیث کو عن ابی اسحاق عن البراء سے روایت کی ہے اور اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے نزل النبي صلى الله عليه وسلم عن بغلته۔

امام بخاریؒ نے اسرائیل کی روایت جو یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے اسکو کتاب الجہاد ۴۲۷ میں موصولاً لایا ہے اور زہیر بن معاویہ کی تعلیق کو موصولاً لایا ہے کتاب الجہاد ص۴۲
کتاب الجہاد کے دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافروں نے آپؐ کو گھیر لیا تو آپؐ خچر سے اتر گئے اور آپؐ نے حق تعالیٰ سے مدد طلب کی اس کے بعد فرمایا۔ انا النبی لا کذب الخ باقی تفصیل کیلئے غزوۂ حنین دیکھئے۔

۳۲۶ حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنی لیث حدثنی عُقیل عن ابن شہاب ح وحدثنی اسحٰق قال حدثنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ابن اخی ابن شہاب قال محمد بن شہاب وزعم عروۃ بن الزبیر ان مروان والمِسور بن مخرمۃ اخبراہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام حین جاءہ وفد ھوازن مسلمین فسألوہ ان یَرُدَّ الیھم اموالھم وسَبْیَھم فقال لھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم معی من ترون واحبّ الحدیث الیّ اَصدقُه فاختاروا احدی الطائفتین اما السَّبیَ واما المالَ وقد کنت استانیتُ بکم وکان اَنظرھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بضع عشرۃ لیلۃ حین قفل من الطائف فلما تبیّن لھم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غیر رادٍّ الیھم الا احدی الطائفتین قالوا فانا نختار سَبْیَنا فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المسلمین فاثنی علی اللّٰہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد فان اخوانکم قد جاؤنا تائبین وانی قد رأیت ان اَردّ الیھم سَبْیَھم فمن احبّ منکم ان یُطیّب ذالک فلیفعل ومن احبّ منکم ان یکون علی حظّہ حتی نُعطیہ ایاہ من اوّل ما یفیٔ اللّٰہ علینا فلیفعل فقال الناس قد طیّبنا ذالک یارسول اللّٰہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا لاندری من اذن منکم فی ذالک ممن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس فکلّمھم عرفاؤھم ثم رجعوا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخبروہ انھم قد طیّبوا واذنوا ھذا الذی بلغنی عن سَبْیِ ھوازن۔

ترجمہ:۔ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ کا بیان ہے کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ان لوگوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور ان کے (قبیلے کے) قیدی (جو مسلمانوں کے پاس غنیمت کے طور پر آیا تھا) انہیں واپس دیدئے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وفد ہوازن سے فرمایا میرے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جنہیں تم بھی دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے زیادہ پسند ہے اسلئے تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک ہی چیز کو پسند کرو یا قیدی یا مال (یعنی دو چیزیں

واپس نہیں ہوسکتیں اسلئے دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرو) میں نے تم لوگوں کا انتظار کیا تھا (یعنی تم لوگوں کے انتظار میں قیدیوں کی تقسیم میں تاخیر کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر دس دن سے زیادہ ان لوگوں کا انتظار کیا تھا آخر جب ان پر واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ پھر ہم اپنے (قبیلے کے) قیدیوں کی واپسی چاہتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کرنے کے بعد فرمایا اما بعد! تمہارے یہ بھائی (یعنی قبیلہ ہوازن کے لوگ) توبہ کرکے ہمارے پاس آئے ہیں (یعنی مسلمان ہو گئے ہیں) اور میں بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کردوں اسلئے جو شخص (بلا کسی دنیاوی صلہ کے) اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہے وہ واپس کردے اور جو لوگ تم میں سے اپنے حصے پر قائم رہنا چاہتے ہیں (یعنی بلا عوض چھوڑنا نہیں چاہتے) تو وہ لوگ ایسا کریں کہ اس کے بعد سب سے پہلے جو غنیمت اللہ تعالیٰ ہمیں عنایت فرمائے اس میں سے ہم انہیں اس کے بدلہ میں دیدیں تو وہ ان کے قیدی واپس کردیں، تمام صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم خوشی سے (بلا کسی بدلہ کے) واپس کرنا چاہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح ہمیں اس کا علم نہیں ہوا کہ کس نے اپنی خوشی سے واپس کیا ہے اور کسی نے نہیں اسلئے سب لوگ جائیں اور تمہارے چودھری لوگ (یعنی تمہارے اہل الرائے نمائندے) تمہارا معاملہ ہمارے پاس لائیں چنانچہ ان کے چودھری نے ان سے گفتگو کی پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے بیان کیا کہ سب نے خوش دلی اور بشاشت قلب سے اجازت دی ہے (زہری نے کہا) یہی ہے وہ حدیث جو مجھے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ کیونکہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں قبیلہ ہوازن کا وفد غزوۂ حنین کے بعد آیا تھا والحدیث قد مر فی الجہاد ص۴۴۲ وھنا فی المغازی ص۶۱۸۔

حین جاء لا وفد ھوازن اسمیں اختصار ہے زہری نے مختصراً نقل کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

وفد ہوازن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جب جعرانہ پہنچے جہاں حنین کے قیدی اور تمام اموال غنیمت جمع تھے آپؐ نے یہاں دس بارہ روز ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے اہل وعیال کو چھڑانے آئے لیکن جب انتظار کے بعد بھی نہ آئے تب آپؐ نے مال غنیمت غانمین پر تقسیم کردیئے، تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ یہ لوگ انیس ۱۹ آدمی تھے، حافظ عسقلانی نے لکھا ہے کہ واقدی نے وفد کی تعداد چوبیس ۲۴ ذکر کی ہے (فتح ص۳۸)

وفد کے لوگ ہوازن کے اشراف ورؤساء میں سے تھے ان لوگوں نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد اپنے اموال اور اہل وعیال کی واپسی کی درخواست کی اس قبیلہ کے خطیب زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اس سے آپ واقف ہیں ہم پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا ہم کو ہمارے اہل وعیال اور اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہؐ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور پھوپھیاں، آپ کی پرورش کرنے والیاں اور گود کھلانیوالی عورتیں بھی ہیں۔

یہ رشتے حضورؐ کے رضاعت کے رشتے تھے آپؐ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں کیونکہ قبیلہ بنی سعد جس قبیلہ کی حلیمہ سعدیہؓ تھیں وہ ہوازن کا جزو تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں سب کے حقوق ہیں اب دونوں چیزیں تو ممکن نہیں بس یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ مرغوب ہے یا اموال کی واپسی؟ وفد نے کہا یا رسول اللہؐ جب آپؐ نے ہمیں اہل وعیال اور اموال میں اختیار دیا ہے، تو ہمارے اہل وعیال ہم کو زیادہ محبوب ہیں ہم اموال یعنی اونٹ بکری کے بارے میں آپ سے کچھ نہیں کہتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میرے اور خاندان بنی ہاشم کے حصہ میں جو کچھ آئے ہیں وہ سب میں نے واپس کئے سب تمہارا ہے لیکن جو اور مسلمانوں کے پاس ہیں اسمیں میں صرف سفارش کر سکتا ہوں تم لوگ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر کہنا میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد ان لوگوں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا تھا پھر رسول اللہؐ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اوّل خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا تمہارے یہ بھائی ہوازن مسلمان ہو کر آئے ہیں میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ ان کو دیدیا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اور مسلمان بھی اس کے قیدی واپس کر دیں جو شخص خوشی اور طیب خاطر سے ایسا کر دے تو بہتر ہے ورنہ میں بعد میں اس کا معاوضہ دینے کیلئے تیار ہوں بالآخر سب نے واپس کر دیا۔

حضور اقدسؐ نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آتے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کر دیں گے اس کے علاوہ ایک سو اونٹ اور دیں گے مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رات کے وقت ثقیف سے چھپ کر طائف سے نکل آئے اور رسول اللہؐ سے جعرانہ میں ملے حضورؐ نے ان کا کل مال اور اہل ان کے سپرد کیا اور ایک سو اونٹ اس کے علاوہ دئے وہ مسلمان ہوئے اور صادق مخلص مسلمان، چنانچہ حضور اکرمؐ کی مدح میں قصائد کہے ان کے ایک قصیدہ کا شعر یہ ہے۔

ما ان رأیت ولا سمعت بمثله ۔۔۔ فی الناس کلھم بمثل محمد

نہ میں نے ان کے جیسا دیکھا اور نہ سنا ۔۔۔ کہ تمام انسانوں میں کوئی محمد کے مثل ہو۔

۳۲۷ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع
اَنَّ عمر قال يارسول الله ح وحدثنى محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبد الله قال
اخبرنا معمر عن ايوب عن نافع عن ابن عمر قال لما قفلنا من حنين سأل عمر
النبى صلى الله عليه وسلم عن نذر كان نذره فى الجاهلية اعتكاف فامر النبى
صلى الله عليه وسلم بوفائه وقال بعضهم حماد عن ايوب عن نافع عن ابن عمر و
رواه جرير بن حازم وحماد بن سلمة عن ايوب عن نافع عن ابن عمر
عن النبى صلى الله عليه وسلم ـ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب ہم غزوۂ حنین سے واپس ہوئے تو عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ایک نذر کے متعلق (حکم) پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں (بحالت کفر) اعتکاف کی مانی تھی (کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا لیکن اس کو پورا نہ کر سکے تھے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورا کرنے کا حکم دیا، اور بعض (یعنی احمد بن عبدہ ضبی) نے حماد کے حوالہ سے روایت بیان کی ان سے ایوب نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے اور اس کی روایت جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے ایوب کے واسطہ سے کی ان سے نافع نے ان سے ابن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

تشریحات مطابقته للترجمة فى قوله "لما قفلنا من حنين"

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو دو طریق سے یعنی دو سندوں سے تخریج کی ہے پہلی سند سے مرسل اور مختصر ہے۔ امام نے اس حدیث کو کتاب الجہاد ص۴۴۵ میں اسی سند سے مرسلاً لایا ہے اس حدیث کے الفاظ ہیں ان عمر بن الخطاب قال یارسول اللہ انه كان علىّ اعتكاف يوم فى الجاهلية فامره ان يفئ به۔

دوسری سند محمد بن مقاتل کی ہے اس حدیث کو امام بخاریؒ نے باب الاعتکاف میں دو باب کے تحت ص۲۷۴ میں لایا ہے۔

نذر جاہلیت کا حکم بخاری کی اس روایت میں ہے فامره النبى صلى الله عليه وسلم بوفائه" اس میں اشکال یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر اور اس کے واجبات کیسے معتبر ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ اسلام سارے واجبات جاہلیت کے لئے ہادم ہے۔

جواب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے فلا اشکال۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف ان عبادات میں سے ہے جو اسلام کے قبل ہی سے جاری تھیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کی نذر سے معلوم ہوا، نیز حق تعالیٰ کا ارشاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے طهر ابيتى للطائفين والعاكفين الآیہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنیوالوں

کیلئے پاک صاف رکھو۔
باقی اعتکاف کے اقسام ثلاثہ (واجب جیسے اعتکاف نذر، سنت مؤکدہ جیسے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف اور تیسرا مستحب) کے تفصیلی احکام و شرائط اپنے مقام یعنی باب الاعتکاف میں آئیں گے انشاء اللہ۔

۳۲۸ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن یحیی بن سعید عن عمر بن کثیر بن افلح عن ابی محمد مولی ابی قتادۃ عن ابی قتادۃ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلما التقینا کانت للمسلمین جولۃ فرأیت رجلا من المشرکین قد علا رجلا من المسلمین فضربتہ من ورائہ علی حبل عاتقہ بالسیف فقطعت الدرع واقبل علی فضمنی ضمۃ وجدت منہا ریح الموت ثم ادرکہ الموت فارسلنی فلحقت عمر فقلت ما بال الناس قال امر اللہ عزوجل ثم رجعوا وجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من قتل قتیلا لہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ فقلت من یشہد لی ثم جلست قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ فقمت من یشہد لی ثم جلست ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ ثم قمت فقال مالک یا ابا قتادۃ فاخبرتہ فقال رجل صدق وسلبہ عندی فارضہ منی فقال ابوبکر لاہا اللہ اذا لا یعمد الی اسد من اسد اللہ یقاتل عن اللہ ورسولہ فیعطیک سلبہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق فاعطہ فاعطانیہ فابتعت بہ مخرفا فی بنی سلمۃ فانہ لاول مال تأثلتہ فی الاسلام۔

وقال اللیث حدثنی یحیی بن سعید عن عمر بن کثیر بن افلح عن ابی محمد مولی ابی قتادۃ ان ابا قتادۃ قال لما کان یوم حنین نظرت الی رجل من المسلمین یقاتل رجلا من المشرکین واخر من المشرکین یختلہ من ورائہ لیقتلہ فاسرعت الی الذی یختلہ فرفع یدہ لیضربنی واضرب یدہ فقطعتہا ثم اخذنی فضمنی ضما شدیدا حتی تخوفت ثم ترک فتحلل ودفعتہ ثم قتلتہ وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ ثم تراجع الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقام بینۃ علی قتیل قتلہ فلہ سلبہ فقمت لالتمس بینۃ علی قتیلی فلم ار احدا یشہد لی فجلست ثم بدا لی فذکرت امرہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل من جلسائہ سلاح ہذا القتیل الذی یذکر عندی فارضہ منہ فقال ابوبکر کلا لا یعطہ اصیبغ من قریش ویدع اسدا من اسد اللہ یقاتل عن اللہ ورسولہ قال فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاداہ الی فاشتریت منہ خرافا

فکان اول مالٍ تاثلتہ فی الاسلام۔

ترجمہ۔ ابو قتادہؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ حنین کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے پھر جب ہم کافروں سے ملے (یعنی جنگ ہوئی) تو مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب ہو رہا ہے میں نے پیچھے سے اس کے کاندھے پر تلوار ماری اور اسکی زرہ کاٹ ڈالی (جسکو وہ پہنے ہوا تھا) اب وہ مجھ پر پلٹ پڑا اور مجھے اتنی زور سے بھینچا کہ موت کی بو مجھے محسوس ہونے لگی پھر وہ مرگیا اور مجھے چھوڑ دیا پھر میری ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ (کہ بھاگ رہے ہیں؟) انھوں نے فرمایا یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر مسلمان پلٹے (یعنی حضرت عباس کی آواز جب مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو مسلمان پلٹے اور نہایت دلیری سے مقابلہ کرکے اور غیبی امداد سے کافروں کو شکست دی ستر کافر مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے جب جنگ ختم ہوگئی) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور فرمایا جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کیلئے کوئی گواہ ہو تو اسکا تمام سامان (ہتھیار) اسی کو ملے گا میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لئے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا میان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی طرح فرمایا پھر میں کھڑا ہوگیا اور کہا کہ میرے لئے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تو میں کھڑا ہوا تو آنحضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے اے ابو قتادہ؟ میں نے آپؐ کو بتایا تو ایک شخص نے کہا یہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے آپ میرے حق میں انھیں راضی کردیں (کہ سامان مجھ سے نہ لیں) اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے لڑتا ہے آنحضورؐ ایسا قصد نہیں کریں گے کہ اسکا سامان تجھے دیدیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (ابوبکرؓ) نے سچ کہا تم سامان ابو قتادہ کو دیدو انھوں نے سامان مجھے دیدیا تو میں نے اس سامان سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا بلاشبہ اسلام کے بعد یہ میرا سب سے پہلا مال تھا جسے میں نے سرمایہ بنایا تھا۔

اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی ان سے عمر بن کثیر بن افلح نے ان سے ابو قتادہ کے مولیٰ ابو محمد نے کہ ابو قتادہؓ نے بیان کیا کہ غزوۂ حنین کے دن میں نے ایک مسلمان کو دیکھا کہ ایک مشرک سے لڑ رہا تھا اور ایک دوسرا مشرک پیچھے سے مسلمان کو قتل کرنے کیلئے گھات لگا رہا تھا میں اس کیطرف دوڑا جو مسلمان کے گھات میں تھا اس نے اپنا ہاتھ مجھے مارنے کیلئے اٹھایا تو میں نے اس کے ہاتھ پر وار کرکے کاٹ دیا اس کے بعد وہ مجھ سے چمٹ گیا اور اتنی زور سے مجھے بھینچا کہ میں گھبرا گیا (یعنی موت کا خوف ہوا) پھر اس نے چھوڑ دیا اور ڈھیلا پڑ گیا میں نے اسے دھکا دیکر قتل کردیا اور مسلمان بھاگ نکلے اور میں بھی اس کے ساتھ بھاگ پڑا پھر دیکھا کہ عمر بن الخطابؓ لوگوں میں ہیں (یعنی حضرت عمرؓ نہیں بھاگے بلکہ لوگوں میں ثابت قدم ہیں) میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ (یعنی لوگ بھاگ کیوں رہے ہیں؟) انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ تھا پھر سارے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جمع ہوگئے پھر (فتح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقتول پر گواہ قائم کردے گا کہ اس مقتول کو اسی نے قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سارا سامان اسی قاتل کا ہے میں اپنے مقتول

پر گواہ تلاش کرنے کیلئے اٹھا لیکن مجھے کوئی گواہ دکھائی نہیں دیا تو میں بیٹھ گیا پھر میرے سامنے ایک صورت آئی چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے معاملہ کو بیان کیا تو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کا ہتھیار جس کا ذکر یہ (ابوقتادہ) کر رہے ہیں میرے پاس ہے آپ اس کو میرے حق میں راضی کر دیں اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا" ہرگز نہیں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ کر جو اللہ اور اس کے رسولؐ کیلئے جنگ کرتا ہے قریش کے ایک بزدل کو آنحضورؐ نہیں دے سکتے ابوقتادہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور مجھے وہ سامان عطا فرما دیا میں نے اس سے ایک باغ خریدا اور یہ سب سے پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد سرمایہ بنایا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین" والحدیث قد مضی فی الجہاد ص ۴۴۲ وہنا فی المغازی ص ۶۱۸۔

ابومحمد یہ حضرت ابوقتادہ کے مولیٰ ہیں ابومحمد کنیت اور نافع بن عباس نام ہے اور حضرت ابوقتادہؓ کا نام حارث بن ربعی ہے۔ **جولۃ** بفتح الجیم وسکون الواو لغوی معنی ہیں چکر لگانا، شکست کے بعد حملہ کرنا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں آگے پیچھے ہونا اسلئے اس کا ترجمہ بھگدڑ سے کیا گیا ہے۔ **لاھا اللہ اذا** اس میں لفظ ھا تنبیہ کا ہے بمعنی قسم ای لا واللہ اذا میں شراح بخاری نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جو عمدۃ القاری اور فتح الباری میں دیکھے جا سکتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اذا ہمزہ کو زائد مانا جائے تو اذا اشارہ کا ہے معنی ہوں گے لاھا اللہ اذا خدا کی قسم یہ نہیں ہوگا کہ لا یعمد الخ حضورؐ اللہ کے شیر مجاہد کا قصد نہ کریں اور اسکا سامان ہتھیار تجھے دیدیں۔

اور اگر ہمزہ کے ساتھ مانا جائے لاھا اللہ اذا خدا کی قسم اس وقت آنحضورؐ قصد نہیں کریں گے الخ اس صورت میں لا یعمد شرط مقدم کا جواب ہوگا جس پر صدق دلالت کر رہا ہے مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب ابوقتادہ سچا ہے اس میں کہ سامان اسکا ہے تو اس وقت آنحضورؐ اسباب کی طرف قصد نہ کریں گے کہ اس کا سامان تجھے دیدیں بغیر اس کی رضامندی کے۔

مخرفا بمعنی باغ خرف یخرف از نصر خرفا، خرافا، خرافا اور مخرفا مصادر ہیں جس کے معنی پھل چننے کے ہیں مخرف ظرف مکان پھل چننے کی جگہ یعنی باغ اور اسی مناسبت سے مخرف اس چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں کھجوریں رکھی جائیں۔ بعد والی روایت میں خراف ہے معنی ایک ہی ہیں یعنی باغ۔

وقال اللیث الخ امام بخاریؒ نے حدیث مذکور کو دوسری سند سے یہاں بطور تعلیق یعنی معلق لایا ہے مگر کتاب الاحکام ص ۱۰۶۳ میں موصولا عن قتیبۃ عن اللیث و یحییٰ بن سعد لایا ہے۔ **یختلہ** از باب ضرب فریب دینا، گھات لگانا ختل الصیاد آہستہ آہستہ چلانا تاکہ شکار کو احساس نہ ہو۔

اصیبغ بضم الہمزۃ وفتح الصاد المہملۃ وسکون الیاء الموحدۃ بعدہا الغین المعجمۃ ایک قسم کی چڑیا ہے جو ناتواں اور کمزور ہوتی ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے جنگ وقتال کی وجہ سے حضرت ابوقتادہؓ کو شیر سے

اور اس شخص کو جو مقتول کا سامان مانگ رہا تھا کمزور چڑیا سے تشبیہ دی مراد بزدل ہے ۔

باب غزوۃ اوطاس
غزوہ اوطاس کا بیان

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اوطاس اسی وادی کا نام ہے جہاں غزوۂ حنین ہوا بعض اہل سیر بھی اسی طرف گئے ہیں (عمدۃ القاری و فتح الباری)

لیکن صحیح یہ ہے کہ وادی حنین کے علاوہ اوطاس ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے وضاحت کی ہے کہ جب غزوہ حنین میں ہوازن اور ثقیف کو شکست ہوئی تو یہ شکست خوردہ کفار تین طرف بھاگے کچھ لوگوں نے اپنے سردار درید بن صمہ کے ساتھ بھاگ کر مقام اوطاس میں پناہ لی اور کچھ لوگ نخلہ کیطرف چلے گئے اور ایک جماعت مالک بن عوف کے ساتھ طائف چلی گئی ۔

غزوہ اوطاس حنین کے شکست خوردہ کفار کی ایک جماعت کو لے کر درید بن صمہ اوطاس پہنچ گیا تھا اس لئے آنحضورؐ نے ابوموسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ اوطاس کیطرف روانہ کیا جب مقابلہ ہوا تو درید بن صمہ حضرت ربیعہ بن رفیعؓ کے ہاتھ سے مارا گیا پھر اس کے لڑکے سلمہ بن درید بن صمہ نے ابو عامر اشعریؓ کے گھٹنہ میں ایک تیر مارا اور علم اسلام پر قبضہ کر لیا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جھپٹ کر اس کو قتل کیا اور علم اسلام واپس لے لیا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے چچا ابو عامر کو اس کی اطلاع دی انھوں نے کہا کہ اس تیر کو نکالو جب میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی نکلا ابو عامر نے مجھکو خلیفہ بنایا اور مجھ سے کہا کہ اے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور یہ کہنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں اس کے بعد ابو عامر کا انتقال ہو گیا فتح کے بعد میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال سنایا اور اپنے چچا ابو عامر کا سلام اور دعاء کا پیغام پہنچایا آپؐ نے اسی وقت پانی منگوا کر وضو کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی اللھم اغفر لعبید ابی عامر خداوندا ابو عامر کی مغفرت فرما آپؐ نے اس قدر ہاتھ اٹھائی دعا کی کہ میں نے آپؐ کے بغل کی سفیدی دیکھی پھر یہ دعا فرمائی اللھم اجعلہ یوم القیامۃ فوق کثیر من خلقک من الناس خداوندا ابو عامر کو قیامت کے روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنا دے ۔

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرمایئے آپؐ نے فرمایا اللھم اغفر لعبد اللہ بن قیس ذنبہ وادخلہ یوم القیامۃ مدخلا کریما، خداوندا عبد اللہ بن قیس کے گناہوں کی مغفرت فرما اور قیامت کے روز اس کو عزت کی جگہ میں داخل فرما۔

عبد اللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام ہے ۔

۳۲۹ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن برید بن عبد الله
عن ابی بردة عن ابی موسیٰ قال لما فرغ النبی صلی الله علیه وسلم من حنین
بعث اباعامر علی جیش الی اوطاس فلقی درید بن الصمة فقتل درید وهزم
الله اصحابه قال ابو موسیٰ وبعثنی مع ابی عامر فرمی ابو عامر فی رکبته رماه
جشمی بسهم فاثبته فی رکبته فانتهیت الیه فقلت یا عم من رماك
فاشار الی ابی موسیٰ فقال ذاك قاتلی الذی رمانی فقصدت له فلحقته فلما
رآنی ولی فاتبعته وجعلت اقول له الا تستحیی الا تثبت فكف فاختلفنا
ضربتین بالسیف فقتلته ثم قلت لابی عامر قتل الله صاحبك قال فانزع
هذا السهم فنزعته فنزا منه الماء قال یا ابن اخی اقرئ النبی صلی الله علیه وسلم
السلام وقل له استغفر لی واستخلفنی ابو عامر علی الناس فمكث یسیرا ثم مات
فرجعت فدخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم فی بیته علی سریر مرمل وعلیه
فراش قد اثر رمال السریر بظهره وجنبیه فاخبرته بخبرنا وخبر ابی عامر وقال
قل له استغفر لی فدعا بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال اللهم اغفر لعبید ابی عامر
ورأیت بیاض ابطیه ثم قال اللهم اجعله یوم القیامة فوق كثیر من خلقك ومن
الناس فقلت ولی فاستغفر فقال اللهم اغفر لعبد الله بن قیس ذنبه وادخله
یوم القیامة مدخلا كریما قال ابو بردة احدهما لابی عامر والاخری لابی موسیٰ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین
سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے ابو عامرؓ کو ایک لشکر کے ساتھ وادی اوطاس کیطرف روانہ کیا چنانچہ درید بن صمہ سے
مڈبھیڑ ہوئی (یعنی مقابلہ کیا) پھر درید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی ابوموسیٰؓ نے
بیان کیا کہ آنحضورؐ نے ابو عامر کے ساتھ مجھے بھی بھیجا تھا ابو عامرؓ کے گھٹنے میں تیر آکر لگا ایک جشمی نے ان کو تیر مارا تھا
اور ابو عامر کے گھٹنے میں گھسا دیا میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے پوچھا اے چچا آپ پر کس نے تیر پھینکا
ہے؟ تو انھوں نے ابوموسیٰؓ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ ہے میرا قاتل جس نے مجھکو تیر مارا چنانچہ میں نے اسکا قصد
کیا اور اس کو پالیا لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگا پھر میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہنے لگا کیا
تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو کھڑا نہیں ہوگا؟ آخر وہ رُک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا پھر میں نے
اس کو قتل کر دیا اس کے بعد میں نے ابو عامر سے جاکر کہا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو قتل کروا دیا ابو عامر نے کہا
اس تیر کو (میرے گھٹنے سے) نکال دے چنانچہ میں نے اس کو نکال لیا تو اس زخم سے پانی نکلا پھر انہوں نے فرمایا
بھتیجے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں، ابو عامر نے
لوگوں پر مجھے اپنا نائب بنا دیا اس کے بعد وہ تھوڑی دیر زندہ رہے اور شہادت پائی پھر میں واپس ہوا اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ اپنے گھر میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر کوئی بچھونا نہ تھا، یہاں ما نافیہ راوی کے سہو سے رہ گیا ہے صحیح اس طرح ہے ماعلیہ فراش (عمدۃ القاری)۔

چارپائی کی رسیوں کے نشانات آپؐ کی پیٹھ اور دونوں پہلو پر پڑ گئے تھے (یعنی آپؐ کے جسم اطہر پر چارپائی کی رسیوں کے نشانات پڑ گئے تھے) پھر میں نے آپؐ سے اپنے اور ابوعامر کے واقعات بیان کئے اور یہ کہ انہوں نے دعائے مغفرت کیلئے درخواست کی ہے تو آپؐ نے پانی منگوایا اور وضو کیا پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی "خداوندا عبید ابوعامر کی مغفرت فرما" میں نے آپؐ کے بغل کی سفیدی (جب آپؐ دعا کر رہے تھے) دیکھی پھر آنحضورؐ نے دعا کی اے اللہ قیامت کے دن ابوعامر کو اپنی بہت سی مخلوق سے بلند درجہ عنایت فرما تو میں نے عرض کیا اور میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرما دیجئے تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور قیامت کے دن اس کو عزت کی جگہ میں داخل فرما۔

ابوبردہؓ نے بیان کیا کہ ایک دعا ابوعامرؓ کے لئے تھی اور دوسری ابوموسیٰؓ کے لئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "لما فرغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حنین" والحدیث مر فی الجہاد مقطعا ص۴۰۴ ویاتی فی الدعوات ص۹۳۸ وھہنا فی المغازی ص۶۱۶

بُرَید بضم الباء الموحدۃ وفتح الراء۔ وھو ابن عبداللہ بن ابی بردہ یروی عن جدہ ابی بردۃ وھو یروی عن ابیہ ابی موسیٰ الاشعری واسم ابی بردۃ عامر واسم ابی موسیٰ عبداللہ بن قیسؓ واسم ابی عامر عبید بن سلیم وھو عم ابی موسیٰ الاشعریؓ۔

دُرَید بضم الدال مصغرا والصِّمۃ بکسر الصاد وتشدید المیم جشمی بضم الجیم وفتح الشین المعجمۃ منسوب الی جشم درید بن صِمّہ کے باپ کا لقب صمّہ اور نام حارث تھا اور درید بن صمہ مشہور شاعر تھا قبیلہ بنو جشم کا۔

باب غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَالَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ

غزوۂ طائف کا بیان جو شوال ۸ھ میں ہوا یہ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے

طائف ایک مشہور اور بڑا شہر ہے جو مکہ سے مشرق کی جانب تقریباً تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہ طائف بہت ہی زرخیز جگہ ہے یہاں کھجوروں اور انگوروں کی کثرت ہے، آب وہوا بھی معتدل اور نہایت خوشگوار ہے گرمی کے موسم میں مکہ مکرمہ کے امراء طائف چلے جاتے ہیں۔

وجہ تسمیہ قبیلہ صدف کا ایک شخص جس کا نام الدمون بن عبید بن مالک تھا اس نے حضرموت میں اپنے چچازاد بھائی عمر کو قتل کر کے بھاگا اور یہ شخص بہت مالدار تاجر تھا اس نے یہاں آکر چاروں طرف دیوار بنائی تھی کہ کوئی عربی یہاں نہ آسکے اسلئے اس کا نام طائف ہو گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طائف اد ہی باغ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم کے سورہ قلم میں ہے فطاف علیھا طائف من ربك وھم نائمون (سورہ قلم آیت ۱۹)
حضرت جبریلؑ نے اس باغ کو یمن سے لاکر خانہ کعبہ کا طواف کرایا پھر اس جگہ رکھ دی جہاں طائف ہے (عمدہ)

غزوۂ طائف یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ طائف کیطرف چلا گیا تھا اور انہی میں ان کا سپہ سالار ہوازن مالک بن عوف نصری تھا پھر ثقیف بھی حنین سے بھاگ کر طائف میں آکر ٹھہرے ان لوگوں نے اہل شہر سے مل کر پورے سال کا سامان رسد اور مقابلہ کے ضروری سامان جمع کر کے قلعہ کو بند کر لیا اسلئے حضور اقدس ؐ نے حنین سے فراغت کے بعد حنین کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو جعرانہ بھجوا دیا اور خود طائف تشریف لے گئے اور ان کا محاصرہ کیا، ان لوگوں نے قلعہ کی فصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلا دیا اور بہت سخت تیر باری کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوتے اور کچھ شہید ہوئے خالد بن ولیدؓ نے ان کو دست بدست مقابلہ کیلئے بلایا مگر انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمیں قلعہ سے اترنے کی ضرورت نہیں ہمارے پاس پورے سال کا غلہ موجود ہے جب یہ ختم ہو جائیگا تب ہم تلواریں لے کر اتریں گے مسلمانوں نے دبابہ کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار میں نقب دینے کی کوشش کی (دبابہ بدال مہملہ و باء موحدہ ایک آلہ ہوتا ہے جو لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے اس کے سایہ میں محاصرہ کرنے والے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ تیر باری سے محفوظ رہیں) لیکن انھوں نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے اوپر سے برسانی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس کے بعد آنحضورؐ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کاٹ دئے جائیں جب صحابہؓ کرام انگوروں کے درخت کاٹنے گئے تو اہل قلعہ بےچین ہو گئے اور آپؐ سے التجا کرنے لگے کہ خدا کے واسطے اور قرابتوں کا خیال کر کے اسکو چھوڑ دیجئے، حضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ اور قرابتوں کیلئے ان کو چھوڑے دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکل کر مسلمان ہو کر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے چنانچہ تقریباً تئیس ۲۳ غلام نکل کر لشکر اسلام میں آگئے جیسا کہ یہ تعداد حدیث ۳۳۲ میں آرہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہ کے سپرد کیا کہ ان کے اخراجات کا خیال رکھیں۔

ان ہی ایام محاصرہ میں آنحضورؐ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ مجھکو دیا گیا لیکن ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماری جس سے وہ دودھ گر گیا حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا اس کے بعد آپؐ نے نوفل بن معاویہ دیلی سے اس باب میں مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا یا رسول اللہ لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں (فتح صـ۳۶ـ۸)

اس کے بعد آپؐ نے کوچ کا حکم دیا تو صحابہ کہنے لگے کہ کیا ہم طائف کو بغیر فتح کئے چلے جائیں جب

حضورؐ نے صحابہ کا بے موقع اشتیاق دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو دوسرے روز مسلمان جوش میں لڑے اور بہت نقصان پہنچا حضورؐ نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشاء اللہ کل یہاں سے چلے جائیں گے، آج یہ سنکر صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا صحابہ کے خیال میں اتنا جلد تغیر پیدا ہونے پر حضورؐ نے تبسم فرمایا اور محاصرہ اٹھالیا اور چلتے وقت یہ دعا فرمائی اللّٰھم اھد ثقیفا وائت بہم خداوندا ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کرکے میرے پاس پہنچا دے۔ اس کے بعد حضورؐ جعرانہ تشریف لے گئے۔ طائف میں حضورؐ کے کل بارہ اصحاب شہید ہوئے، بعد میں یہ قلعہ خود بخود فتح ہوگیا سب کے سب مسلمان ہوگئے اور مالک بن عوف نضری ان کا سپہ سالار خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا۔

۳۳۰ حدثنا الحمیدی سمع سفین قال حدثنا ھشام عن ابیہ عن زینب ابنۃ ابی سلمۃ عن امھا ام سلمۃ دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندی مخنث فسمعتہ یقول لعبد اللہ بن ابی امیۃ یا عبد اللہ ارأیت ان فتح اللہ علیکم الطائف غدا فعلیک بابنۃ غیلان فانھا تقبل باربع وتدبر بثمان وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخلن ھؤلاء علیکن قال ابن عیینۃ وقال ابن جریج المخنث ھیت۔

حدثنا محمود قال حدثنا ابو اسامۃ عن ھشام بھذا وزاد وھو محاصر الطائف یومئذ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے نزدیک ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا پھر میں نے اس سے سنا کہ وہ عبد اللہ بن ابی امیہ (میرے بھائی) سے کہہ رہا تھا کہ اے عبد اللہ دیکھو اگر کل اللہ تعالیٰ نے طائف کی فتح تمہیں عنایت فرمائی تو غیلان کی بیٹی (بادیہ نامی) کو لے لینا کہ وہ جب سامنے آتی ہے تو چار بل اور پیٹھ پھیر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں ابن عیینہ نے بیان کیا، اور ابن جریج نے بیان کیا مخنث کا نام ہیئت تھا، ہم سے محمود (ابن غیلان) نے حدیث بیان کی انھوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابو اسامہ نے حدیث بیان کی ابو اسامہ نے ہشام سے اسی طرح (یعنی ہشام کی سابقہ روایت عن ابیہ الخ کیطرح) اور یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "ان فتح اللہ علیکم الطائف غدا"،
والحدیث اخرجہ البخاری ھنا فی المغازی من طریقین الطریق الاولی حدثنا الحمیدی سمع سفیان الخ ص ۶۱۹ والثانی حدثنا محمود قال حدثنا ابو اسامۃ الخ ص ۶۱۹ وفی النکاح ص ۷۸۷ تا ص ۷۸۸ وفی اللباس ص ۸۷۴۔

فانها تقبل باربع الخ مطلب یہ ہے کہ وہ عورت بہت موٹی اور فربہ ہے توند کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چار شکن نظر آتے ہیں جب وہ سامنے چل کر آتی ہے یعنی چار بل دکھائی دیتے ہیں پھر جب پیٹھ پھیر جاتی ہے تو دونوں پہلو سے یہ بلیں یعنی شکنیں نظر آتی ہیں چار ایک پہلو سے اور چار دوسرے پہلو سے جو آٹھ ہو جاتے ہیں اور عرب والے فربہ عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔

قال ابن عیینۃ الخ مطلب یہ ہے ابن عیینہ اور ابن جریج دونوں نے بیان کیا ہے کہ اس مخنث یعنی ہیجڑا کا نام ہیت ہے یہ ہیت عبد اللہ بن ابی امیہ کا مولیٰ تھا۔

مخنث کی تحقیق علامہ عینیؒ فرماتے ہیں قال النووی بکسر النون وفتحہا والکسر افصح والفتح اشہر مطلب یہ ہے کہ نون کو کسرہ کے ساتھ اور فتحہ کے ساتھ دونوں درست ہے لیکن مشہور اور زبان زد مخنث بفتح النون ہے اگرچہ فصیح بکسر النون ہے مخنث اس کو کہتے ہیں جس کے اعضاء میں عورتوں کی مشابہت مثلاً نرمی اور لچک پائی جاتی ہو اور یہ مشابہت یعنی نرمی اور لچک کبھی خلقۃً وطبعی ہوتی ہے اور یہ قابل مذمت نہیں ہے کیونکہ معذور ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ابتداءً اس کی ممانعت بھی نہیں ہوئی۔

اور کبھی مشابہت تکلفی یعنی عمل دبناوٹ سے ہوتی ہے اور یہ قابل مذمت ومذموم ہے جیسے آجکل ہیجڑے بنائے جاتے ہیں آلہ تناسل کاٹ کر یا شہوت کی رگ کو مسل کر نامرد بنا دیتے ہیں بعض روایات میں ایسے لوگوں پر لعنت آئی ہے تو ملعون سے مراد یہی مخنث ہیں جو عمل اور تکلف سے مخنث بن جاتے ہیں۔

پھر جب آنحضورؐ نے دیکھا کہ یہ تو جنسی تعلقات اور شہوات کو سمجھتا ہے تو آپؐ نے گھر داخلہ سے منع فرمایا اور پردہ کا حکم دیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ عبد اللہ بن ابی امیہ اسی محاصرہ طائف کے دوران دشمنوں کی تیر سے شہید ہو گئے۔ یہ عبد اللہ بن ابی امیہ آنحضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے یعنی آپؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے بھائی تھے جو فتح مکہ کے سفر میں فتح مکہ سے قبل ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے۔

۳۴۱ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفین عن عمرو عن ابی العباس الشاعر الاعمی عن عبد اللہ بن عمر قال لما حاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطائف فلم ینل منہم شیئا قال انا قافلون ان شاء اللہ فثقل علیہم وقالوا انذھب ولا نفتحہ وقال مرۃ نقفل فقال اغدوا علی القتال فغدوا فاصابہم جراح فقال انا قافلون غدا ان شاء اللہ فاعجبہم فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال سفین مرۃ فتبسم قال الحمیدی حدثنا سفین الخبر کلہ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے کچھ حاصل نہ کر سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ اب انشاء اللہ ہم واپس ہو جائیں گے صحابہ پر (ناکام لوٹنا) شاق گزرا صحابہ کہنے لگے ہم بغیر فتح کے چلے جائیں؟ راوی نے (نذھب کے بجائے ایک مرتبہ نقفل کا لفظ استعمال کیا اس پر آنحضورؐ نے فرمایا تو صبح سویرے جنگ پر آجاؤ چنانچہ صحابہ صبح سویرے ہی آگئے لیکن ان کو زخم پہنچا (یعنی زخمی ہو گئے اور دشمنوں کا نقصان نہیں ہوا چونکہ وہ قلعہ کے اوپر سے تیر برساتے اور صحابہ نیچے سے تیر پھینکتے مگر ان لوگوں کو تیر نہیں لگتی تھی) اب پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ ہم کل واپس جائیں گے صحابہ نے اسے پسند کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنس پڑے۔ اور سفیان نے ایک مرتبہ تبسم کہا یعنی بجائے ضحك کے قال الحمیدی یعنی حمیدی نے حدثنا سفیان سے بیان کیا ہے پوری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عنعنہ کے بجائے حدثنا اور اخبرنا سے پوری سند بیان کی ہے بعض نسخہ میں ہے حدثنا سفین بالخبر کلہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حمیدی نے پوری سند کو خبر کے ساتھ یعنی اخبرنا و اخبرنی سے بغیر عنعنہ بیان کیا ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "لما حاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطائف"، والحدیث اخرجہ البخاری ھنا فی المغازی ص۶۱۹ و فی الادب ص۸۹۹ ایضا مسلم ونسائی۔

باقی تشریحات کیلئے غزوۂ طائف ملاحظہ فرمائیے۔

۳۳۲ حدثنا محمدُ بنُ بشارٍ قال حدثنا غُندرٌ قال حدثنا شعبةَ عن عاصمٍ قال سمعتُ ابا عثمان قال سمعت سعدًا وھو اوّلُ من رمی بسھمٍ فی سبیل اللہ وابابکرۃ وکان تسوّر حصن الطائفِ فی اناسٍ فجاءَ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا سمعنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ مَنِ ادّعی الی غیر ابیہ وھو یعلم فالجنّۃ علیہ حرامٌ وقال ھشامٌ اخبرنا معمرٌ عن عاصمٍ عن ابی العالیۃِ او ابی عثمانَ النھدیّ قال سمعتُ سعدًا وابابکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عاصمٌ قلتُ لقد شھدَ عندكَ رجلانِ حسبكَ بھما قال اجل اما احدُھما فاوّلُ مَن رمی بسھمٍ فی سبیل اللہ واما الاخرُ فنزلَ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثالث ثلثۃٍ وعشرینَ من الطائفِ۔

ترجمہ :۔ ابو عثمان نہدی سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ سے سُنا جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تیر چلایا تھا اور میں نے سُنا ابو بکرہؓ سے اور وہ چند لوگوں کے ساتھ طائف کے قلعہ کو پھاند کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان دونوں حضرات نے بیان کیا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص جانتے ہوئے اپنے باپ

کے سوا دوسرے کے طرف اپنی نسبت کرے (یعنی غیر باپ کو باپ بتلائے) تو اس پر جنت حرام ہے۔
اور ہشام نے بیان کیا اور ان سے معمر نے بیان کیا معمر نے عاصم سے سنا عاصم نے ابو العالیہ یا ابو عثمان نہدی سے (شک راوی) بیان کیا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابو بکرہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عاصم نے بیان کیا کہ میں نے ابو العالیہ یا ابو عثمان سے کہا کہ آپ کے پاس ایسے دو حضرات نے شہادت دی ہے (یعنی آپ سے حضرت سعد اور ابو بکرہ نے حدیث بیان کی ہے) کہ تیرے لئے ان دونوں کی شخصیتیں کافی ہیں (صداقت ویقین کیلئے) انھوں نے فرمایا بلاشبہ، ان میں سے ایک (سعد بن ابی وقاص) تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کے راستہ میں سب سے پہلے تیر چلایا تھا اور دوسرے (حضرت ابو بکرہ) ان لوگوں میں سے ہیں جو تیئیس ۲۳ افراد طائف کے قلعہ سے اتر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ ،، وکان تسور حصن الطائف فی اناس ،،

سعد بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص بہت سی خصوصیات کے مالک ہیں آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک غزوہ رہے اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والے ہیں ان کی تیر باری سے خوش ہوکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہمت افزائی کیلئے غزوۂ احد کے موقع پر فرمایا تھا، ،، ارم فداک ابی وامی ،، جیساکہ حدیث ۱۰۰ سے حدیث ۱۰۳ میں گذر چکا ہے دیکھ لیجئے نیز روایت ۹۱۳ پر بھی ہے بالآخر ستر سال سے زائد عمر پاکر ۵۵ھ میں آرام فرمائے جنت البقیع ہوئے۔

ابو بکرہ حضرت ابو بکرہ فضلاء صحابہ میں سے تھے آپ کا نام نفیع بن الحارث تھا (بضم النون وفتح الفاء وسکون الیاء وفی آخرہ عین مہملہ) آپ پہلے حارث بن کلدہ ثقفی کے غلام تھے آپ کی والدہ کا نام سمیہ تھا اور اسی سمیہ کا بیٹا زیاد بن ابی سفیان ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت ابو بکرہ زیاد کے اخیافی بھائی تھے یہی زیاد بن ابی سفیان ہے جس کے لڑکے عبید اللہ بن زیاد کے کالے کرتوت وسیاہ کارناموں کیلئے محرم الحرام ۶۱ھ کا ،، واقعہ کربلا کی تاریخ شاہد ہے کہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول سیدنا الحسین کی شہادت میں اس کا بڑا ہاتھ تھا حضرت ابو بکرہ چونکہ محاصرۂ طائف میں قلعہ کو پھاند کر صبح سویرے آنحضور کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو حضور اقدس نے ان کی کنیت ابو بکرہ رکھدی اور اسی کنیت سے مشہور ہوئے آپ ان محتاط صحابہ میں سے تھے جن لوگوں نے جنگ جمل کے خانہ جنگی میں فریقین سے الگ تھلگ رہ کر کسی جانب میں شرکت کرنا پسند نہیں فرمایا۔ بالآخر بصرہ میں ۵۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اشکال وجواب من ادعی الی غیر ابیہ الخ یعنی جو شخص جان بوجھکر اپنے باپ کے سوا دوسرے کیطرف اپنی نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے اس سے مرتکب کبیرہ کے

جہنمی اور کافر ہونے کا اشکال ہوتا ہے۔
جواب ۱ استحلال پر محمول ہے یعنی جائز اور حلال سمجھکر کرے گا تو کافر و جہنمی ہوگا فلا اشکال۔
" ۲ علی سبیل التغلیظ ہے یعنی مقصود زجر و توبیخ ہے جیسے من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔
" ۳ دخول اولی نہیں ہوگا وغیرہ۔

مسئلہ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا اگر آدمی جو دوسروں کے بچوں کو بیٹا کہکر پکارتے ہیں جب کہ محض شفقت کیوجہ سے ہو متبنیٰ قرار دینے کی وجہ سے نہ ہو تو یہ اگرچہ جائز ہے مگر پھر بھی بہتر نہیں کہ صورت ممانعت میں داخل ہے۔

وقال ہشام الخ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ہشام بن یوسف صنعانی کی تعلیق مجھکو موصولا یعنی مستند نہیں ملی، امام بخاریؒ نے اس تعلیق کو یہاں اس غرض سے لایا ہے کہ محمد بن بشار کی حدیث مذکور کی تفصیل ہوجائے مذکورہ بالا حدیث میں فی الناس کا لفظ مجمل تھا جس کے معنی چند لوگ، اس تعلیق سے تفسیر و تفصیل ہوگئی کہ کل تئیس ۲۳ آدمی خدمت اقدس میں آئے تھے جن میں سے ایک حضرت ابوبکرہؓ بھی تھے۔

۳۳۳ حدثنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو اسامة عن بُرَید بن عبد اللہ عن ابی بُردة عن ابی موسیٰ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو نازلٌ بالجعرانة بین مکة والمدینة ومعه بلالٌ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال الا تنجز لی ما وعدتنی فقال له ابشر فقال قد اکثرت علیّ من ابشر فاقبل علی ابی موسیٰ وبلال کھیئة الغضبان فقال ردّ البشریٰ فاقبلا انتما قالا قبلنا ثم دعا بقدحٍ فیه ماءٌ فغسل یدیه ووجھه فیه ومجّ فیه ثم قال اشربا منه وافرغا علی وجوھکما ونحورکما وابشرا فاخذ القدح ففعلا فنادت ام سلمة من وراء الستر ان افضلا لامکما فافضلا لھا منه طائفةً۔

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا جب آپ جعرانہ تشریف فرما ہوئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور آپؐ کے ساتھ بلالؓ تھے اسی عرصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے (غنائم حنین میں سے حصہ دینے کا) اسے پورا نہیں کریں گے ؟ یعنی حصہ دے کر اپنا وعدہ پورا کیجئے) آنحضورؐ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو، اس پر بدوی نے کہا بشارت تو آپ مجھے بہت دے چکے (یعنی بشارت تو بہت دیتے ہیں کچھ مال بھی دیجئے) پھر آنحضورؐ نے چہرہ مبارک ابو موسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کیطرف پھیر لیا آپ غضبناک معلوم ہو رہے تھے آپؐ نے فرمایا اس نے بشارت رد کر دی سو تم دونوں اسے قبول کر لو، ان دونوں حضرات نے عرض کیا ہم لوگوں نے بشارت قبول کی پھر حضور اقدسؐ نے پانی کا ایک پیالہ طلب

فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی اس کے بعد آنحضورؐ نے (حضرت ابو موسٰیؓ اور بلالؓ سے) فرمایا کہ تم دونوں اس کا پانی پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر اسے ڈال لو اور بشارت حاصل کرو، ان دونوں حضرات نے پیالہ لے لیا اور حکم کے مطابق عمل کیا، پردہ کے پیچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے بھی فرمایا کہ اپنی ماں کیلئے بھی کچھ چھوڑ دینا چنانچہ ان حضرات نے ان کیلئے ایک حصہ چھوڑ دیا۔

تشریحات مطابقته للترجمة فی قوله " وهو نازل بالجعرانة "، کیونکہ آپؐ غزوہ طائف ہی سے غنائم حنین کی تقسیم کیلئے جعرانہ تشریف لائے تھے۔

وقد مضیٰ بعض الحدیث بهذا الاسناد ص۳۲ وایضا مضیٰ بعض الحدیث تعلیقا ص۳۱ وهنا فی المغازی ص۶۲۰

جعرانه بکسر الجیم والعین المهملة وتشدید الراء وقد تسکن العین مع تخفیف الراء جعرانة بین مکة والمدینة ہمارے نسخوں میں اسی طرح ہے لیکن شارح داؤدی کہتے ہیں " وهو وهم فالصواب بین مکة والطائف وبه جزم النووی (حاشیہ بخاری ص۶۲۰)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں قال عیاض هی بین الطائف ومکة والی مکة اقرب (عمدۃ ص۳۰۶)

اعرابی حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں لم اقف علی اسمه "، میں اس کے نام سے واقف نہ ہوسکا۔

الا تنجزلی ما وعدتنی اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وعدہ اس بدوی کے ساتھ خاص ہو کر آنحضورؐ نے اس بدوی سے کچھ مال دینے کا یا مال غنیمت دینے کا وعدہ فرمایا ہو جب اس نے تقاضا کیا تو آپؐ نے فرمایا " اتنی بے صبری کیوں؟ صبر سے کام لو اور اصل دولت ثواب وجنت کی بشارت لو، لیکن نو مسلم و بے ادب بدوی اس بشارت سے خوش نہ ہوا، حق ہے ۔

تہیدستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل ☆ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

دوسرا احتمال یہ ہے کہ وعدہ عام تھا کہ غنائم حنین کو سر دست جعرانہ میں جمع کر دیا جائے طائف سے فراغت کے بعد اموال غنیمت کی تقسیم ہوگی لیکن اس بدوی نے جلد بازی کی اور حصہ غنیمت میں تاخیر دیکھ کر سوال کر دیا چونکہ ابھی اور اسی سال فتح مکہ کے موقع پر جو لوگ مسلمان ہوتے تھے ان میں رسوخ و پختگی فوری طور پر نہیں آئی تھی جس سے ایسے الفاظ و حرکات صادر ہوئے۔

اس حدیث سے ابو موسٰی اشعریؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔

۳۳۴ حدثنا یعقوبُ بنُ ابراهیمَ قال حدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنا ابنُ جریجٍ قال اخبرنی عطاءٌ" أنَّ صفوانَ بن یعلی بن امیّةَ اخبره انَّ یعلی کان یقولُ لیتنی اری رسولَ الله صلی الله علیه وسلم حِینَ یُنْزَلُ علیه قال فبینا النبیُّ صلی الله علیه وسلم بالجعرانةِ وعلیه ثوبٌ قد اظلّ به معه فیه ناسٌ

مِن اصحابه اذجاءه اعرابیٌ علیه جبّةٌ مُتضمّخٌ بطیبٍ فقال یارسول اللّٰہ کیف ترٰی فی رجلٍ احرمَ بعمرة فی جبّة بعدَ ماتضمّخ بالطیب فاشارَ عمرُ الٰی یعلٰی بیدہٖ ان تعالَ فجاءَ یعلٰی فادخل رأسه فاذا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم محمرُّ الوجه یغطّ کذالک ساعةً ثمّ سُرّیَ عنه فقال اینَ الذی یسألنی عن العمرة اٰنفًا فالتمسَ الرجلُ فاُتی به فقال امّا الطیبُ الذی بکَ فاغسله ثلٰث مرّاتٍ واما الجبّةُ فانزعها ثم اصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجّک ۔

ترجمہ:- صفوان بن یعلی بن امیہ کا بیان ہے کہ (میرے والد) یعلیٰ فرمایا کرتے تھے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھ سکتا جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی میری دلی تمنا ہے کہ آنحضورؐ کو نزول وحی کے وقت دیکھوں) بیان کیا کہ اس اثناء میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے آپؐ پر ایک کپڑا سے سایہ کر دیا گیا تھا جس میں چند صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے اتنے میں آپؐ کے پاس ایک اعرابی آیا اور وہ خوشبو میں بسا ہوا جبہ پہنے ہوا تھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے جو اپنے جبہ میں خوشبو لگانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھے (یعنی ایسے جبہ میں عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟) پھر حضرت عمرؓ نے یعلیٰؓ کو آنے کیلئے ہاتھ سے اشارہ کیا (تاکہ نزول وحی کے وقت کی کیفیت دیکھ لیں) تو یعلیٰؓ آئے اور اپنا سر (آنحضورؐ کو دیکھنے کیلئے) اندر کر لیا کہ (نزول وحی کی شدت کی وجہ سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور زور زور سے سانس چل رہا ہے تھوڑی دیر تک یہ کیفیت رہی پھر ختم ہو گئی پھر آپؐ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا پھر اس کو تلاش کر کے لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا جو خوشبو تم نے لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو لو اور جبہ اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی اعمال (طواف وسعی) کرو جو حج میں کرتے ہو۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " نازل بالجعرانۃ "، کیونکہ آپؐ غزوہ طائف ہی سے غنائم حنین کی تقسیم کیلئے جعرانہ تشریف لائے تھے۔

والحدیث مضٰی فی الحج ص۲۰۸ وفی العمرۃ ص۲۴۲ وھٰھنا فی المغازی ص۶۲۰۔

۳۳۵ حدثنا موسی بن اسمٰعیل قال حدثنا وُھَیبٌ قال حدثنا عمرو بن یحیٰی عن عبّادِ بن تمیم عن عبدِ اللّٰہِ بنِ زیدِ بنِ عاصمٍ قال لمّا افاء اللّٰہ علٰی رسولہٖ یومَ حُنینٍ قسمَ فی الناسِ فی المؤلفةِ قلوبُھم ولم یُعطِ الانصارَ شیئًا فکانّھم وجدوا اذلم یُصبْھُم ما اصابَ الناسَ او کانّھم وجدوا اذلم یصبھم ما اصابَ الناس فخطبھم فقال یامعشرَ الانصارِ الم اجدکم ضلالاً فھداکم اللّٰہ بی وکنتم متفرقین فالّفکم اللّٰہ بی وعالةً فاغناکم اللّٰہ بی کلّما قال شیئًا قالوا اللّٰہ ورسولہ امنّ قال مایمنعکم ان تجیبوا رسول اللّٰہ کلّما قال شیئًا قالوا اللّٰہ ورسولہ

امرٌ قال لو شئتم قلتم جئتنا کذا وکذا اترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون بالنبیِ الی رحالکم لولا الھجرۃ لکنتُ امرأ من الانصار ولو سلک الناس وادیا وشعبا لسلکتُ وادی الانصار وشعبھا الانصار شعارٌ والناس دثارٌ انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب اللہ نے غزوہ حنین میں اپنے رسول کو غنیمت دی تو آپؐ نے مؤلفۃ القلوب لوگوں (کمزور ایمان والے نومسلم جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے) میں تقسیم کردی اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو وہ لوگ ناراض ہوگئے جب ان (حضرات انصارؓ) کو نہیں ملا جو لوگوں کو ملا یا فرمایا کہ وہ لوگ رنجیدہ ہوگئے جب انھیں نہیں ملا (مال) جو (مؤلفۃ القلوب) لوگوں کو ملا اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطاب کیا اور فرمایا «اے گروہ انصار کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا پھر اللہ نے تمہیں میرے ذریعہ سے ہدایت دی اور تم متفرق تھے (یعنی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف دشمن تھے) تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو ملادیا اور تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی کیا آپؐ جب کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کہتے جاتے اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں حضورؐ نے فرمایا اللہ کے رسول کو جواب دینے سے تمہیں کون چیز روکتی ہے؟ آپ جب کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول کا سب سے زیادہ احسان ہے پھر حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ آپ ہمارے پاس اس طرح آئے اور اس طرح (یعنی تم میری تقریر کا یہ جواب دے سکتے ہو کہ اے پیغمبر جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی تو ہم نے تصدیق کی، جب سب نے آپ کو وطن سے نکالدیا تو ہم نے پناہ دی وغیرہ) اے گروہ انصار کیا تم یہ راضی اور خوش نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ لیجائیں گے (یعنی دنیاوی مال ومتاع) اور تم اپنے گھروں کیطرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر جارہے ہوگے اگر ہجرت (کی نسبت) نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد بن جاتا (مطلب یہ ہے کہ انصار مدینہ سے مجھکو اتنی غیر معمولی محبت ہے کہ اگر ہجرت کی نسبت میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں اپنی ذات کو انصار میں سے شمار کرتا) اگر لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں گے تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا، انصار شعار ہیں (یعنی نیچے کا کپڑا داستر جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے) اور سب لوگ دثار ہیں (یعنی اوپر کے کپڑے) بلاشبہ اے انصار میرے بعد تم حق تلفی دیکھو گے (یعنی تم پر دوسروں کو بلا استحقاق فضیلت وترجیح دی جاتے گی) تو تم اس وقت صبر کرنا یہانتک کہ مجھ سے حوض پر آملو۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ «یوم حنین»، یہ ضرور ذہن نشین رہے کہ غزوہ طائف غزوۂ حنین کے توابع میں سے ہے جیسا کہ غزوہ طائف میں مفصل بیان ہوچکا ہے۔

واخرجہ بعض ھذا الحدیث ص۱۰۷۶ ایضا ص۵۳۳ وھنا فی المغازی ص۶۲۰ ایضا ص۶۲۱۔

متضمخ بالطیب خوشبو سے لت پت۔

تقسیم غنائم حنین اور حضرات انصار کی وقتی ناراضگی

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں فلما رجع من الطائف وصل الى الجعرانة فى خامس ذى القعدة (فتح ص ۳۸) یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے چل کر ۵ ذیقعدہ کو جعرانہ پہنچے جہاں مال غنیمت جمع تھا، جعرانہ تشریف لانے کے بعد آپ نے دس بارہ روز ہوازن کا انتظار کیا جیساکہ حدیث ۳۲۶ کی تشریحات میں مفصل گذر چکا ہے، جب کوئی نہیں آیا تو آپؐ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا اور تالیف قلب کے خیال سے جدید الاسلام مسلمان کو جن میں زیادہ تر شرفائے مکہ تھے اموال کی بڑی مقدار عنایت کی آپ کے عطاؤ بخشش نے سب کو حیرت میں ڈالدی صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب، مالک بن عوف وغیرہ نے صاف اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں ہے، صفوان بن امیہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اس بخشش کو دیکھکر مسلمان ہوا۔

الغرض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو جعرانہ میں اشراف قریش اور سرداران قبائل کو عطایائے عظیمہ عنایت فرماتے ان عطایا وانعامات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرات انصار رضی اللہ عنہم میں سے کچھ حضرات ناراض ہو گئے اور غائبانہ شان نبوت کے خلاف کچھ الفاظ بھی ان کی زبان سے نکلے کہ آج رسول اللہؐ کی تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہے حضور اکرمؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰؑ پر رحم کرے ان کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔

بعض انصار نے کہا قریش کو مال غنیمت ملتا ہے اور ہم جن کی تلواروں سے قریش کا خون ٹپکتا ہے محروم رکھے جاتے ہیں بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہماری یاد ہوتی ہے اور مال غنیمت کے وقت دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے ان باتوں کے اصل اصیل اور بانی مبانی تو ذوالخویصرہ، اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن وغیرہ تھے جو نومسلم تھے ابھی ان کے دلوں سے اپنے بتوں کی محبت بھی نہیں گئی تھی ابھی اسلام اور پیغمبر اسلام سے پورے طور پر واقف نہیں تھے ان کے نزدیک جو کچھ تھا وہ یہی دنیا وی مال تھا وہ عدل وانصاف بس اسی کو جانتے تھے کہ ان کو بہت کچھ دیدیا جائے مقاصد عظیمہ اور مہمات ضروریہ ان کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھیں اگر ایسے جاہل نومسلم رسول اللہؐ کے عدل اور عدل کے اس معیار کو جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے اور رسول خدا کے طریقہ کو ناپسند کیا تو کوئی تعجب نہیں ہے البتہ افسوس یہ ہے کہ مخلص انصار بھی ان جاہل نومسلموں کے جھانسے میں آگئے اور بیجا شبہات میں مبتلا ہو گئے ان کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے ان شبہات کی وجہ بے دینی اور بدتہذیبی نہ تھی یہ لوگ اسلام کے سچے جاں نثار تھے اسلئے ان کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا، حضور اکرمؐ نے حضرت سعد بن عبادۃؓ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے، جب انصار جمع ہو گئے تو حضور اکرمؐ وہاں تشریف لے گئے اور آپؐ نے دریافت فرمایا، اے انصار کیا یہ صحیح ہے جو میں سن رہا ہوں کہ تم لوگ ہم سے ناراض ہو گئے ہو

انصار نے کہا یارسول اللہ ہمارے اہل الرائے اور سمجھ دار لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا البتہ کچھ نوجوانوں نے ایسا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے گروہ انصار کیا تم دنیا کے مال ناپائیدار کیلئے مجھ سے ناراض ہو گئے ہو، تمہارے دل اس بات سے رنجیدہ ہوئے کہ میں نے اس دنیائے دوں میں سے جس کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں کچھ متاع قلیل اور دراہم معدودہ سرداران قریش کو دیا کہ انھیں قتل و قید کی مصیبتیں پہونچی ہیں ان کے بھائی بند قتل و قید ہوئے اور طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں ان کو پہونچیں جن سے اللہ نے تم کو محفوظ رکھا۔

میری غرض تالیف قلوب تھی، ان کو اسلام سے مانوس کرنا تھا تاکہ اسلام کیطرف پوری توجہ کریں۔ تالیف قلب کیلئے ایسے لوگوں کو مال دینا مناسب اور عین حکمت ہے اور تم اہل ایمان ہو ایمان اور ایقان کی بے مثال اور لازوال دولت سے مالا مال ہو کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھر واپس ہوں اور اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہجرت امر تقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا اگر لوگ ایک گھاٹی کو چلیں اور انصار دوسری گھاٹی کو تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا اے اللہ انصار پر اور ان کی اولاد اور اولاد الاولاد پر رحم فرما۔

یہ فرمانا تھا کہ انصار جاں نثار چیخ اٹھے سارے انصار رونے لگے، روتے روتے ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور سب نے کہا ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا اس کے بعد حضور تشریف لے گئے اور مجلس برخاست ہو گئی۔

۳۳۶ حدثنی عبدُ اللهِ بنُ محمدٍ قال حدثنا هشامٌ قال اخبرنا معمرٌ عن الزهريِّ قال اخبرني انسُ بنُ مالكٍ قال قال ناسٌ من الانصارِ حين افاءَ اللهُ على رسولهِ ما افاءَ من اموالِ هوازنَ فطفقَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يعطي رجالًا المائةَ من الابلِ فقالوا يغفرُ اللهُ لرسولِ اللهِ يعطي قريشًا ويتركنا وسيوفنا تقطرُ من دمائهم قال انسٌ فحُدِّثَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بمقالتهم فارسلَ الى الانصارِ فجمعهم في قبةٍ من أدمٍ ولم يدعُ معهم غيرهم فلما اجتمعوا قامَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فقالَ ما حديثٌ بلغني عنكم فقالَ فقهاءُ الانصارِ اما رؤساؤنا يا رسولَ اللهِ فلم يقولوا شيئًا واما ناسٌ منا حديثةٌ اسنانُهم فقالوا يغفرُ اللهُ لرسولِ اللهِ يعطي قريشًا ويتركنا وسيوفنا تقطرُ من دمائهم فقالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فاني اعطي رجالًا حديثي عهدٍ بكفرٍ اتألفهم اما ترضونَ ان يذهبَ الناسُ بالاموالِ وتذهبونَ بالنبيِّ الى رحالكم فواللهِ لما تنقلبونَ به خيرٌ مما ينقلبونَ فقالوا يا رسولَ اللهِ قد رضينا فقالَ لهم النبيُّ صلى الله عليه وسلم ستجدونَ اثرةً شديدةً فاصبروا حتى تلقوا اللهَ

ورسولہ فانی علی الحوض قال انسؓ فلم یصبروا ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا ہے کہ جب قبیلہ ہوازن کے مالوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو دینا تھا وہ دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افراد (مؤلفۃ القلوب) کو سو سو اونٹ دینے لگے تو انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا (یعنی چہ میگوئیاں کیں) اور کچھ لوگوں نے کہا پیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے کہ قریش کو تو آپ عنایت فرما رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ انصار کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو آپؐ نے انصار کو بلا بھیجا اور چمڑے کے ایک خیمہ میں انہیں جمع کیا اور ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو آپؐ نے نہیں بلایا پھر جب سب جمع ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا، کیا بات ہے جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے معلوم ہوئی ہے (یعنی کیا یہ خبر صحیح ہے) انصار کے دانشوروں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے سرداروں (معززین) ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے البتہ ہمارے کچھ لوگ جو ابھی نو عمر ہیں انھوں نے کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرمائے کہ قریش کو آپؐ دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں میں ان کی تالیف قلب کرتا ہوں (اسلام سے انھیں مانوس کرتا ہوں) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ مال و دولت ساتھ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھرلے جاؤ خدا کی قسم بالیقین جو چیز (یعنی رسول خدا کو) تم اپنے ساتھ لیجاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جو (دنیوی مال و متاع) وہ لے جا رہے ہیں، سب نے کہا یا رسول اللہ ہم اس پر راضی ہیں اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا عنقریب (میرے بعد) تم سخت حق تلفی پاؤگے سو تم صبر کرنا یہانتک کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آملو میں حوض پر ملوں گا۔ انسؓ نے بیان کیا کہ پھر انصار نے صبر نہیں کیا (یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصارؓ نے خلافت و جانشینی کے مسئلے میں سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ آواز اٹھادی کہ "منا امیر ومنکم امیر"، خطرہ تو بہت کچھ تھا لیکن افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی پر مغز اور برمحل تقریر دلپذیر اور حضرت فاروق اعظمؓ کے تفقہ اور تدبر سے قابو پا یا گیا اور مسلمانوں کو زبردست انقلاب اور انتشار سے بچا لیا گیا ۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "من اموال ھوازن"،

من ادم: بفتحتین جمع ادیم وھو الجلد الذی تم دباغہ (عمدہ ص۳۰۹ ج۱۷) یعنی مدبوغ دیکا ہوا چمڑا۔ لما تنقلبون لام تاکید مفتوح ہے اور ما موصولہ مبتدا ہے جسکی خبر خیر ہے ای للذی تنقلبون بہ وھو رسول اللہؐ ۔

مسئلہ کی حقیقت اور وضاحت کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو جو اموال جعرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ

غنائم میں سے تھے یا خمس میں سے؟ علماء کی رائے اسمیں مختلف ہے امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حصہ تھا اور بظاہر یہی قول قوی ہے اسلئے کہ آنحضورؐ نے اس عطاء کے وقت غانمین سے اجازت نہیں لی اور حضورؐ کا قاعدہ نہ تھا کہ اموال صحابہؓ یا ان کے حقوق کو بغیر ان کی اجازت کے کسی کو دیدیں اسی قصہ میں ہے (یعنی حدیث ۳۲۶ کی تشریح بعنوان "وفد ہوازن" میں گذرا) کہ حضورؐ کی رائے تھی کہ ہوازن کے سبایا واپس کر دیئے جائیں مگر گو آپؐ کی یہ رائے تھی آپؐ نے صحابہ سے صرف سفارش کی نہ خود ان کے حصہ کو واپس کیا نہ ان کو حکم دیا کہ واپس کر دو، سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا ان سے بدلہ دینے کا آپؐ نے وعدہ کیا۔

خمس خدا مال ہے اور اسمیں رسول اللہ کو تصرف کا کامل اختیار ہے وہ ایسے ہی مصالح کیلئے جدا کیا گیا ہے اس سے بہتر مصرف اس کے خرچ کا اور کیا ہوگا کہ سرداران قریش اور رؤساء قبائل جن کی خوشی اور ناخوشی پہ قبائل کی خوشی وناخوشی کا دارومدار تھا ان کو ساکت کیا جائے جن کی دشمنی اور عداوت سے اب تک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے ان کی دشمنی کو روکا جائے اشاعت اسلام کی راہ میں جو لوگ سدّ راہ بنے ہوئے تھے ان کو ہٹایا جائے اور اس عطاء وبخشش کی وجہ سے بلاشبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوئے، بعض تو ان میں سے مسلمان ہو گئے بعض نے اقرار کیا کہ اس سے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ بڑا کوئی نہ تھا اور اب ہماری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ ہمارا حق دوسروں کو دیدیا گیا بلکہ اعتراض کا منشا یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام واکرام کے مستحق بھی ہم تھے قریش نہ تھے نہ سرداران قبائل جن کی عداوتیں بھی ابتک سرد نہ ہوئی تھیں۔

لیکن یہ غلط فہمی تھی یہ تمام مال سب کا سب اگر انصار کو دیدیا جاتا تو خود ان کیلئے اور اسلام کیلئے اتنا مفید نہ ہوتا جتنا مؤلفۃ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفۃ القلوب کے دینے میں جو حکمت غامضہ اور مصالح عظیمہ پوشیدہ تھیں ان کے فوائد اس کے بعد ہی ظاہر ہو گئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کا خیال کیا سخت نادانی ہے آپؐ نے اپنے اہل بیعت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا ان مہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپؐ کی محبت اور اسلام کی صداقت کیلئے اپنا گھر، اپنا وطن اور اپنے اقرباء کو چھوڑ کر آپؐ کے ساتھ تھے اور اسلام کیلئے شروع سے ابتک سخت سے سخت مصائب برداشت کر چکے تھے یہ بھی قریش ہی تھے مگر معلوم تھا کہ مزخرفات دنیوی کی وجہ سے ان کی صداقت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا مؤمنین صادقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی مہاجر ہوں یا انصار، اہل بیعت ہوں یا غیر اہلبیت مالی ترغیب کی انہی کے لئے ضرورت تھی جن کے نزدیک ابتک سب کچھ مال ہی تھا۔

میں نے یہ سب کچھ اس بناء پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے مؤلفۃ القلوب کو جو کچھ دیا وہ خمس میں سے دیا

مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضورؐ کل مال میں سے بھی صرف کر سکتے تھے یا نہیں؟

جواب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپ جو کچھ بھی کرتے تھے وہ حکم خداوندی کرتے تھے جس خدا نے مال غنیمت کو مسلمانوں کیلئے جائز کیا وہ آپ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہوگا نہ مصلحت کے۔

مکہ کے غنائم سے حضورؐ نے سب کو روکدیا وہ عین عدل تھا، ارض مکہ کو خدا نے حرم بنادیا وہی عدل تھا، ایک روز حرم میں خونریزی جائز کردی یہی عدل تھا پھر اس کو علی حالہ حرام کردیا یہی عدل تھا، عدل تو وہی ہے جو خدا اور خدا کے رسولؐ کے حکم کے مطابق ہو یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامہ پر احباب اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو خدا اور رسول سے واقف نہیں ہے لیکن حضرات انصار رضی اللہ عنہم کامل الایمان اور حضورؐ کے مخلصین عظام میں سے تھے اس لئے اعتراض سے ان حضرات کا دامن داغدار نہ تھا صرف نوعمر جوانوں پر منافقین اور ذوالخویصرہ تمیمی جیسے مذبذبین کی مجالست و مصاحبت سے گرد وغبار آگئے تھے جو آنحضورؐ کی خطابت و تقریر سے منٹوں میں صاف ہوگئے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ خمس میں سے تو بالکل ظاہر ہے اس کو بلا تامل مصالح عامہ پر صرف کر سکتا ہے لیکن غیر خمس میں بھی اگر ضرورت شدید داعی ہو تو اس کو بھی صرف کیا جاسکتا ہے مصالح عامہ اسلامی بہر حال فوائد شخصیہ پر مقدم ہیں اور عدل کے خلاف بالکل نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم سے قبل یا اموال کو دارالاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم۔

۳۳۷ حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن ابی التیاح عن انس قال لما کان یوم فتح مکة قسم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غنائم بین قریش فغضبت الانصار قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اما ترضون ان یذھب الناس بالدنیا وتذھبون برسول اللّٰہ قالوا بلیٰ قال لو سلك الناس وادیا او شعبا لسلکت وادی الانصار او شعبھم۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے زمانہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے درمیان (حنین کی) غنیمتیں تقسیم کردیں تو انصار ناراض ہوگئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ (اموال) دنیا لیجائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ انصار نے عرض کیا ہم اس پر راضی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اگر کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔

تشریحات مطابقة للترجمة:۔ حضرت انسؓ کی مذکورہ حدیث کی دوسری سند ہے۔

لما کان یوم فتح مکۃ الخ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ تقسیم غنیمت فتح مکہ کے اموال کی ہے حالانکہ یہ غلط ہے اسی لئے ترجمہ میں بین القوسین حنین کی تصریح سے اس کی تشریح کر دی گئی مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال یعنی ۸ھ میں غنائم حنین کی جب تقسیم کی گئی تو حضرات انصار کی ناراضگی کا واقعہ پیش آیا اور آنحضورؐ نے انصار کو جمع کر کے خطاب فرمایا جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

۳۳۸ حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا ازھر عن ابن عون قال انبانا ھشام بن زید بن انس عن انس قال لما کان یوم حنین التقی ھوازن ومع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ الاف والطلقاء فادبروا قال یا معشر الانصار قالوا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک لبیک ونحن بین یدیک فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا عبد اللہ ورسولہ فانھزم المشرکون فاعطی الطلقاء والمھاجرین ولم یعط الانصار شیئا فقالوا فدعاھم فادخلھم فی قبۃ فقال اما ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون برسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار شعبا لاخترت شعب الانصار۔

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ غزوہ حنین میں جب قبیلہ ہوازن سے مقابلہ ہوا اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار لشکر اور کچھ طلقاء مکہ تھے (یعنی جنہیں فتح مکہ کے بعد حضور اکرمؐ نے احسانا چھوڑ دیا تھا) پھر سب نے پیٹھ پھیر لی آنحضورؐ نے پکارا اے گروہ انصار! انہوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! اور ہر حکم کی تعمیل کیلئے حاضر ہیں اور ہم آپ کے سامنے ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اس کے بعد مشرکین کو شکست ہو گئی اس کے بعد (جعرانہ میں تقسیم غنائم کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلقاء مکہ اور مہاجرین کو مال دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا (یعنی خمس کے انعامی اموال میں سے) تو انصار نے چہ میگوئیاں کیں (یعنی رنجیدگی و ناراضگی کا اظہار کیا) تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ایک خیمہ میں ان سب کو جمع کیا اور فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ اپنے ساتھ لیجائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جاؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی اختیار کروں گا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ :۔ یہ بھی حضرت انسؓ ہی کی حدیث ہے تیسری سند سے۔

طلقاء طلیق کی جمع ہے اس کے اصل معنی ہیں وہ قیدی جس کو حاکم اسلام صرف احسان رکھکر مفت چھوڑ دے یہاں طلقاء سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں فتح مکہ کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانا چھوڑ دیا نہ قتل کیا نہ قید جیسے ابو سفیان بن حرب، معاویہ بن سفیان اور حکیم بن حزام وغیرہ رضی اللہ عنہم آنحضورؐ نے ان حضرات سے فرمایا آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں

سے کہا تھا لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ باقی تفصیل گذر چکی ہے۔

۳۳۹ حدثنی محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن انس بن مالك قال جمع النبی صلی الله علیه وسلم ناسا من الانصار فقال ان قریشا حدیث عهد بجاهلیة ومصیبة وانی اردت ان اجبرهم واتالفهم اما ترضون ان یرجع الناس بالدنیا وترجعون برسول الله الی بیوتکم قالوا بلی قال لوسلك الناس وادیا وسلکت الانصار شعبا لسلکت وادی الانصار او شعب الانصار۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ قریش کے کفر اور مصائب کا دور قریبی اور تازہ ہے میں نے چاہا کہ انہیں انعام دوں اور انھیں مانوس کروں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ (اموال) دنیا لے کر واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ سب نے کہا کیوں نہیں (بیشک ہم اس پر راضی ہیں) حضور نے فرمایا اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں بلاشبہ انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلونگا۔

تشریحات | یہ بھی حضرت انس ہی کی حدیث ہے چوتھی سند سے۔

حدثنا قبیصة قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد الله قال لما قسم النبی صلی الله علیه وسلم قسمة حنین قال رجل من الانصار ما اراد بها وجه الله فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرته فتغیر وجهه ثم قال رحمة الله علی موسی قد اوذی باکثر من هذا فصبر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کر رہے تھے تو انصار کے ایک شخص نے (جو منافق تھا) کہا کہ اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہیں ہے پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے فرمایا موسیٰ پر اللہ کی رحمت نازل ہو کہ انھیں اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور انھوں نے صبر کیا۔

تشریحات | مطابقته للترجمة فی قوله "قسمة حنین"۔

قال رجل من الانصار علامہ عینی فرماتے ہیں قال الواقدی هو معتب بن قشیر وکان من المنافقین (عمدہ)۔

۳۴۱ حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن عبد الله قال لما کان یوم حنین اثر النبی صلی الله علیه وسلم ناسا اعطی الاقرع مائة من الابل واعطی عیینة مثل ذلك واعطی ناسا فقال رجل ما ارید بهذه القسمة

وجہ اللہ فقلت لاخبرنّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ موسیٰ قد اُوذِیَ بالکثر من ھٰذا فصبر۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا غزوۂ حنین کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ترجیح دی چنانچہ اقرع بن حابس تمیمی کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ بن حصن فزاری کو بھی اسی کے مثل (سو اونٹ) دیئے اور بھی چند لوگوں کو (یعنی اشراف عرب کو) دیئے (یعنی سو اونٹ ابوسفیان بن حرب کو اور سو اونٹ صفوان بن امیہ کو اور سو اونٹ حکیم بن حزام کو اور سو اونٹ سہیل بن عمرو کو وغیرہ)
اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم اللہ کی خوشنودی کا کوئی خیال نہیں کیا گیا (ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ) میں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور خبر کروں گا (جب آنحضورؐ نے سنا تو) فرمایا اللہ موسیٰؑ پر رحم کرے کہ انھیں اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچائی گئی تھی اس پر انھوں نے صبر کیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ۔ ھٰذا طریق آخر فی حدیث ابن مسعودؓ۔ والحدیث قد مضیٰ فی الخمس ص۴۴۶ وھٰھنا فی المغازی ص۶۲۱۔

۳۴۲ حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن معاذ حدثنا ابن عون عن ھشام بن زید بن انس عن انس بن مالک قال لما کان یوم حنین اقبلت ھوازن وغطفان وغیرھم بنعمھم وذراریھم ومع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ اٰلاف والطلقاء فادبروا عنہ حتی بقی وحدہ فنادی یومئذ ندائین لم یخلط بینھما التفت عن یمینہ فقال یامعشر الانصار قالوا لبیک یارسول اللہ ابشر نحن معک ثم التفت عن یسارہ فقال یامعشر الانصار قالوا لبیک یارسول اللہ ابشر نحن معک وھو علی بغلۃ بیضاء فنزل فقال انا عبد اللہ ورسولہ فانھزم المشرکون واصاب یومئذ غنائم کثیرۃ فقسم فی المھاجرین والطلقاء ولم یعط الانصار شیئاً فقالت الانصار اذا کانت شدیدۃ فنحن ندعی ویعطی الغنیمۃ غیرنا فبلغہ ذالک فجمعھم فی قبۃ فقال یامعشر الانصار ما حدیث بلغنی فسکتوا فقال یامعشر الانصار الا ترضون ان یذھب الناس بالدنیا وتذھبون برسول اللہ تحوزونہ الی بیوتکم فقالوا بلیٰ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو سلک الناس وادیاً وسلکت الانصار شعباً لاخذت شعب الانصار قال ھشام قلت یا ابا حمزۃ وانت شاھد ذالک قال واین اغیب عنہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ جب جنگ حنین کا دن ہوا تو قبیلہ ہوازن اور غطفان اپنے مویشی اور اپنے عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر آئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار لشکر تھا اور کچھ طلقاء تھے (یعنی طلقاء مکہ جنہیں فتح مکہ کے بعد حضور اقدسؐ نے احساناً چھوڑ دیا تھا) پھر سب نے پیٹھ پھیر لی یہانتک کہ آنحضورؐ تنہا باقی رہ گئے (یعنی سامنے دشمن سے مقابلہ

کرنے میں تنہا رہ گئے) تو حضورؐ نے اس روز دو مرتبہ پکارا دونوں پکار ایک دوسرے سے الگ الگ تھیں آپؐ نے اپنے دائیں طرف متوجہ ہو کر پکارا چنانچہ آپؐ نے فرمایا "یا معشر الانصار! ان لوگوں نے جواب دیا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ آپ کو بشارت ہو ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر آپؐ بائیں طرف متوجہ ہوئے اور اور آواز دی یا معشر الانصار انھوں نے بھی جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ بشارت ہو آپؐ کے ساتھ ہیں (لڑنے کیلئے تیار ہیں) اور آنحضورؐ اس وقت ایک سفید خچر پر سوار تھے پھر آپ اتر گئے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر مشرکوں کو شکست ہوئی اور اس لڑائی میں بہت زیادہ غنیمتیں حاصل ہوئی حضور اکرمؐ نے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس (انعامی اموال) میں سے کچھ نہیں دیا اس پہ انصار (یعنی بعض نوجوانان انصار) نے کہا کہ سخت وقت آتا ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت ہمارے سوا دوسروں کو دی جاتی ہے پھر یہ خبر حضورؐ کو پہنچی تو آپؐ نے انصار کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور فرمایا اے انصار کے گروہ کیا وہ بات صحیح ہے جو تمہارے بارے میں مجھے معلوم ہوئی ہے اس پر وہ خاموش رہے پھر آنحضورؐ نے فرمایا اے انصار کے گروہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے ساتھ دنیا لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ، حضرات انصار نے عرض کیا کیوں نہیں (ہم اس پہ خوش ہیں) اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگ کسی وادی میں چلیں اور انصار کسی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار ہی کی گھاٹی کو اختیار کروں گا اس پر ہشام نے پوچھا اے ابو حمزہ (حضرت انسؓ کی کنیت ہے) کیا آپ وہاں موجود تھے؟ انھوں نے فرمایا اور میں آنحضورؐ سے غائب ہی کب ہوتا تھا۔

تشریحات مطابقته للترجمة ظاهرة فی قوله "لما کان یوم حنین" لان غزوة الطائف من توابع حنین کما مر۔

علامہ عینی اور حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کی یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث یعنی حدیث ۳۴۱ سے مقدم ذکر کی جاتی تاکہ حضرت انسؓ کی تمام حدیثیں ایک ساتھ ترتیب سے ہو جاتیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیم و تاخیر فربری کے راویوں سے ہو گئی ہے واللہ اعلم۔

بابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ

اس سریہ (فوجی دستہ) کا بیان جو نجد کیطرف بھیجا گیا۔ سریہ کی آخری تعداد چار سو ہے (عمدہ)

تشریحات قبل بکسر القاف وفتح الباء الموحدة بمعنی جانب، طرف جیسے کہتے ہیں اتانی من قبله اس کیطرف سے میرے پاس آیا۔ نجد بفتح النون وسکون الجیم بلند زمین، عرب کا بالائی حصہ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں وهو اسم خاص لما دون الحجاز مما یلی العراق (عمدہ ص۵۹ ج۱۵) یعنی نجد اس علاقہ کا نام ہے جو حجاز سے بلندی پر عراق تک چلا گیا ہے اسی عمدة القاری

میں دوسری جگہ فرماتے ہیں وھو کل ما ارتفع من تھامۃ الی ارض العراق (عمدۃ ص۳۱۲) حاصل یہ ہوا کہ عرب کا ملک دو حصوں پر منقسم ہے تہامہ، نجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ حجاز میں ہے اور یمن، یمامہ وغیرہ نجد میں واللہ اعلم۔

سریہ کی تحقیق سریہ سری سے ماخوذ ہے جس کے معنی سردار اور عمدہ کے آتے ہیں سریہ فوجی دستہ جس کی انتہائی تعداد چار سو کی ہے چونکہ فوج کے چیدہ اور عمدہ لوگ ہوتے ہیں اس لئے اس کو سریہ کہتے ہیں بعضوں نے وجہ تسمیہ میں کہا ہے کہ چونکہ پوشیدہ طور سے جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ سر کے معنی پوشیدہ کے ہیں جو مضاعف ہے اور سریہ معتل ہے یعنی سریہ کا لام کلمہ یا ہے اور سر بمعنی پوشیدہ امر کا لام کلمہ را ہے فافہم وتدبر۔

امام بخاریؒ نے اس کو غزوہ طائف کے بعد ذکر کیا ہے لیکن حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ ”ذکرہ اھل المغازی انھا کانت قبل التوجہ لفتح مکۃ فقال ابن سعد کانت فی شعبان سنۃ ثمان (فتح ص۴۵)

مطلب یہ ہے کہ اہل مغازی نے بیان کیا ہے کہ نجد کیطرف یہ سریہ فتح مکہ کیلئے روانگی سے قبل آپ نے بھیجا تھا چنانچہ ابن سعد نے کہا ہے کہ شعبان ۸ھ میں آپ نے روانہ فرمایا ہے۔

اس سریہ کے اندر پندرہ آدمی تھے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور محلم بن جثامہؓ وغیرہ تھے اور امیر لشکر حضرت ابوقتادہؓ تھے راستہ میں عامر بن اضبط اشجعی چند آدمیوں کے ساتھ ملا اس کے پاس دودھ کی مشک اور مختلف سامان تھا انہوں نے مسلمان کیطرح ان حضرات کو سلام کیا، ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ تو رک گئے حضرت محلم کو پہلے سے عامر پر غصہ تھا موقع کو غنیمت سمجھکر عامر کو قتل کر دیا اور اس کا ایک ٹکو پچاس۵۰ اونٹ اور ساری بکریاں لے لیں جب لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور واقعہ کی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ الآیۃ (پ۵ ع۱۰)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کیلئے) سفر کیا کرو تو ہر کام کو (قتل ہو یا کچھ اور) تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے (علامات) اطاعت (کی) ظاہر کرے (جیسے کلمہ یا مسلمان کے طرز پر سلام کرنا) یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو (دل سے) مسلمان نہیں (محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اظہار اسلام کرتا ہے) اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس (یعنی ان کے علم و قدرت میں تمہارے لئے) بہت غنیمت کے مال ہیں (جو کہ تم کو جائز طریقوں سے ملیں گے اور یاد کرو کہ) پہلے (ایک زمانہ میں) تم بھی ایسے ہی تھے (کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعوی و اظہار تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا (کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور باطن

کی جستجو پر موقوف نہ رکھا۔
مذکورہ آیت کے بارے میں دوسرے واقعات بھی منقول ہیں لیکن محققین اہل تفسیر نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہوسکتا کہ یہ چند واقعات مجموعی حیثیت سے نزول کے سبب ہوئے ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر اس نے اظہار ایمان کے بعد بھی قتل کر دیا اس کے بعد عیینہ بن بدر آیا اور اس نے عامر کے خون کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ بنی قیس یعنی خاندان عامر کا سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دیت میں پچاس اونٹ اس وقت دیتے ہیں اور پچاس اونٹ مدینہ پہنچنے کے بعد دیں گے مگر عیینہ بن بدر نہیں مانتا تھا بالآخر بڑی مشکل سے راضی ہوا (ماخوذ از البدایہ والنہایہ ص۲۲۴) ۔ باقی تقسیم کا واقعہ حدیث پاک میں آرہا ہے۔

۳۴۳ حدثنا ابو النعمان قال حدثنا حماد حدثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ قبل نجد فکنت فیہا فبلغت سہماننا اثنی عشر بعیرا ونفلنا بعیرا بعیرا فرجعنا بثلثۃ عشر بعیرا۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کیطرف ایک سریہ (دستہ لشکر) بھیجا تھا میں بھی اس میں شریک تھا اس میں ہمارے حصے (مال غنیمت کے) بارہ بارہ اونٹ پڑے اور ایک ایک اونٹ ہمیں مزید دیا گیا چنانچہ ہم تیرہ اونٹ ساتھ لیکر واپس ہوئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "سریۃ قبل نجد"۔
والحدیث قد مضی فی الجہاد ص۴۴۳ وھنا فی المغازی ص۶۲۲۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید الی بنی جذیمۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کیطرف بھیجنا

تشریحات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سرایا بھیجتے تھے وہ مختلف ہوتے تھے کبھی دشمنوں کی نقل وحرکت کی سراغ رسانی کیلئے ۲ کبھی دشمنوں کے حملے کی خبر سن کر مدافعت کیلئے ۳ کبھی قریش کے کاروان تجارت کی روک ٹوک کیلئے اور کبھی اسلام کی دعوت وتبلیغ کیلئے بھیجتے تھے۔
یہ سریہ خالد بن ولید تبلیغی سریہ تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حنین جانے سے پہلے خالد بن ولیدؓ کو تین سو پچاس آدمیوں کے ساتھ دعوت اسلام کیلئے بنی جذیمہ کیطرف بھیجا تھا آپؐ نے تاکید فرمادی تھی کہ صرف دعوت اسلام دینا جنگ مقصود نہیں ہے۔
جب حضرت خالدؓ پہنچے اور اسلام کی دعوت دی تو بنی جذیمہ کے لوگ کہنے لگے صبانا صبانا یعنی ہم نے اپنا دین چھوڑا اپنا دین چھوڑا (یعنی دین اسلام کو قبول کیا) لیکن خالد بن ولیدؓ نے یہ سمجھ کر

یہ لوگ صرف جان بچانے کیلئے صبانا کہہ رہے ہیں ان کو تو اَسلمنا ہم نے اسلام قبول کیا کہنا چاہیے پھر چونکہ صابی کا اصل مذہب کوکب پرستی ہے۔ اسلئے حضرت خالدؓ نے قتل کرنا شروع کر دیا چنانچہ کچھ لوگ قتل ہو گئے اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے مجاہدین کے حوالہ کر دیا پھر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ کو سخت تکلیف ہوئی اور قبلہ رو ہو کر فرمایا "اے اللہ میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں پھر حضرت علیؓ کو بھیجکر تمام مقتولین کا خون بہا ادا فرمایا۔

۳۴۴ حدثنی محمودٌ قال حدثنا عبد الرزاقِ قال اخبرنا معمرح وحدثنی نعیمٌ قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمرٌ عن الزہریِّ عن سالمٍ عن ابیہ قال بعثَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولیدِ الی بنی جَذیمۃَ فدعاھم الی الاسلام فلم یُحسِنوا ان یقولوا اسلمنا فجعلوا یقولون صَبانا صبانا فجعل خالدٌ یقتل ویاسرُ ودفع الی کلّ رجلٍ منا اسیرہ حتی اذا کان یوم امر خالدٌ ان یقتل کلّ رجلٍ منا اسیرہ فقلت واللہ لا اقتل اسیری ولا یقتلُ رجُل من اصحابی اسیرہ حتی قدمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرناہ لہ فرفع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فقال اللّٰھم انی ابرأ الیك مما صنع خالد مرّتین۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کیطرف بھیجا خالد بن ولیدؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن وہ لوگ اچھی طرح سے اَسلمنا نہیں کہہ سکے (یعنی بخوبی اظہار اسلام نہ کر سکے) اور کہنے لگے صَبانا صَبانا (ہم نے تبدیل مذہب کر دی، ہم نے آبائی دین چھوڑ دیا) حضرت خالدؓ قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیا یہانتک کہ جب دن ہوا تو خالدؓ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے (راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے، آخر جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ بیان کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی "خدایا میں اس فعل سے براءت کرتا ہوں جو خالد نے کیا آپؐ نے اس جملہ کو دو مرتبہ دہرایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید الی بنی جذیمۃ"، والحدیث اخرجہ البخاریؒ فی الاحکام ص۱۰۶۶ وھنا فی المغازی ص۶۲۲۔

صَبأنا صیغہ جمع متکلم از فتح صَبأً وصُبوءًا تبدیل مذہب کرنا، ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرنا۔ فلم یحسنوا الخ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ راوی حدیث کا جملہ صاف بتلا رہا ہے کہ بنی جذیمہ کے لوگ بخوبی یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے لیکن انھوں نے حقیقۃً اسلام ہی کا ارادہ کیا تھا، بنی جذیمہ والوں نے شہرت پر اکتفا کیا اہل عرب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی صابی کہتے تھے کیونکہ آپ قریش کے دین کو

چھوڑکر اسلام میں آگئے تھے اسی شہرت کی وجہ سے بنی خزیمہ کے لوگوں نے اسلمنا کی جگہ صبانا صبانا کہا لیکن حضرت خالدؓ نے اسی وجہ سے قتل وقید شروع کیا کہ اہل عرب توتوہین مذمت کی غرض سے مسلمانوں کو صُباۃ کہتے تھے تو بنی خذیمہ کے لوگوں نے اسلمنا کی تصریح کیوں نہیں کی جیساکہ ثمامہ ابن اثال رضؓ جب مسلمان ہوکر عمرہ کی غرض سے مکہ گئے اور قریش مکہ نے ان سے کہا صبأت (کیا توصابی ہوگیا؟) حضرت ثمامہ رضؓ نے کہا لا بل اسلمتُ میں صابی نہیں مسلمان ہوگیا ہوں" تو معلوم ہوا کہ ثمامہ رضؓ نے صابی کا لفظ اپنے لیے بُرا سمجھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امیر سے اجتہادی غلطی ہوجائے تو گناہ ساقط ہوگا اور دیت (خون بہا) بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ یہی مذہب امام اعظم رضؓ امام احمدؒ اور ثوری وغیرہ کا ہے لیکن امام شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک دیت عاقلہ پر ہوگی (حاشیہ بخاری صفحہ ۱۰۲۶)

بابُ سریّۃِ عبدِ اللہِ بنِ حذافۃَ السَّھمیِّ وعلقمۃَ بنِ مُجزِّزٍ المُدلجیِّ ویُقالُ اِنّھا سریّۃُ الانصارِ

سریہ عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا بیان اور اس کو سریہ انصار کہا جاتا ہے

سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی وعلقمہ بن مجزز مدلجی رضؓ

حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بناکر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اس امیر کی اطاعت کرو، وہ کسی بات پر ان لوگوں سے ناراض ہوگئے اور فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا ہاں حکم دیا ہے امیر نے کہا پھر تم لوگ لکڑیاں جمع کرو سب نے لکڑیاں جمع کیں امیر نے کہا اس میں آگ لگاؤ تو انہوں نے آگ لگادی پھر امیر نے حکم دیا تم سب اس آگ میں داخل ہوجاؤ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہوگئے لیکن ان فوجی صحابہ میں سے ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم آگ کے عذاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے ہیں' ان باتوں میں وقت گذر گیا اور آگ بجھ گئی اور امیر کا غصہ سرد ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آیت شریفہ اَطِیعُوا اللہَ واَطِیعوا الرَّسولَ واُولی الامرِ منکم عبداللہ بن حذافہ کے قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے (بخاری شریف صفحہ ۶۹۵)

جب حضورؐ نے سُنا تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہوجاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے یعنی ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوجاتے، اطاعت معروف میں ہے منکر میں نہیں لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

۳۴۵- حدثنا مسدد قال حدثنا عبدالواحد قال حدثنا الاعمش قال حدثنی سعدُ بن عبیدۃَ عن ابی عبد الرحمٰن عن علیّ قال بعث النبیُّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم سریّۃً فاستعمل رجُلًا من الانصار وامرھم ان یطیعوہ فغضِبَ قال الیس امرکم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان تطیعونی قالوا بلٰی قال فاجمعوا فقال اوقدُوا نارًا فاوقدوھا فقال ادخلوھا فھمُّوا وجعل بعضھم یمسك بعضًا ویقولون فررنا الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من النار فمازالوا حتی خمدت النار فسکن غضبہ فبلغ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا لو دَخلوھا ما خرجوا منھا الی یوم القیٰمۃ الطاعۃ فی المعروف .

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا اور انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور فوجیوں کو حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کریں پھر امیر (کسی وجہ سے) ناراض ہو گئے اور فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا ہاں حکم دیا ہے، امیر نے کہا پھر تم لوگ لکڑیاں جمع کرو سب نے لکڑیاں جمع کیں امیر نے کہا کہ اس میں آگ لگاؤ تو انہوں نے آگ لگادی پھر امیر نے حکم دیا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو کچھ لوگوں نے ارادہ کر لیا لیکن ان ہی میں سے بعض بعض کو روکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تو آگ ہی کے خوف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے ہیں۔ ان باتوں میں یہ لوگ رہے بالآخر آگ بجھ گئی اور امیر کا غصہ سرد ہو گیا جب اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم نیک کاموں میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

تشریحات مطابقة للترجمة فی قوله" فاستعمل رجلا من الانصار"
والحدیث اخرجه البخاری فی الاحکام ص۱۰۵۸ و فی خبر الواحد ص۱۰۸۱ وهنا فی المغازی ص۶۲۲

رجلا من الانصار انصار کے ایک شخص سے مراد عبد اللہ بن حذافہ رضؓ ہیں یہی بین السطور میں لکھا ہے۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں قال ابن الجوزی قوله الانصاری وهم من بعض الرواة الخ یعنی حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمیؓ کو انصاری سمجھنا بعض راویوں کا وہم ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ قریش اور مہاجرین میں سے ہیں۔

حافظ عسقلانی رح نے ابن سعد کے حوالہ سے اس سریہ کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آنحضورؐ کو یہ خبر ملی کہ کچھ حبشی لوگ اہل جدہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے ۹ھ میں علقمہ بن مجزز مدلجی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا جب حضرت علقمہ ایک سمندر کے جزیرہ پر پہنچے اور سمندر کے پار اترے تو وہ سب بھاگ گئے مسلمان جب وہاں سے لوٹے تو فوج کے کچھ لوگوں نے عجلت کی اور یہ ارادہ کیا کہ باقی لشکر سے پہلے ہم گھر پہنچ جائیں علقمہ نے آگ جلوائی اور عجلت کرنے والوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں جب کچھ لوگوں نے آمادگی ظاہر کی تو علقمہ نے کہا ٹھہرو میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جب کوئی معصیت کا حکم دے تو اس کا حکم نہ مانو۔

بخاری شریف کی تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سریہ کے امیر عبد اللہ بن حذافہ رضؓ تھے اور آگ میں کود جانے کا حکم انھوں نے دیا تھا لیکن ابن ماجہ ص۲۱۱ پر ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ اس سریہ کے اندر میں بھی تھا جب منزل مقصود پر پہنچے یا راستہ میں لشکر میں سے ایک گروہ نے اجازت طلب کی تو علقمہ نے اجازت دی اور ان کا امیر حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو بنا دیا اس روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ کی طبیعت میں ظرافت تھی پھر آگ کا قصہ پیش آیا جیسا کہ مذکور ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسی ابن ماجہ کی روایت کو سامنے رکھ کر امام بخاریؒ نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ اور علقمہ رضی اللہ عنہما کے واقعہ کو ایک ہی واقعہ قرار دیا اور ترجمۃ الباب میں جمع کر دیا، اور بعض حضرات نے دو واقعہ قرار دیا ہے لیکن راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آگ جلوانے کا حکم عبد اللہ بن حذافہ نے دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

لو دخلوها ما خرجوا منها اگر اس میں دونوں ضمیروں کا مرجع اس آگ کی طرف ہو جو ان لوگوں نے جلائی تھی تو اس صورت میں مطلب ظاہر ہے کہ اگر آگ میں داخل ہوتے تو اس میں سے نہ نکلتے یعنی جل کر مر جاتے فلا اشکال

ؔ۲ اگر پہلی ضمیر ھا کا مرجع جلانی ہوئی آگ ہو اور دوسری ضمیر کا مرجع نار جہنم ہو بطور صنعت استخدام تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر استحلالاً داخل آگ ہوتے تو ہمیشہ کے لئے جہنم سے نہ نکلتے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ فلا اشکال

باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن قبل حجۃ الوداع

حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجنے کا بیان

تشریحات فتح مکہ کے بعد خصوصیت سے اسلام کی تبلیغ و تعلیم کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہر طرف دعوت اسلام کے لئے مبلغین روانہ فرمائے اس میں سے یمن کی طرف حضرت ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور چونکہ یمن کے دو حصے تھے اس لئے حضرت معاذ کو مغربی سمت بالائی حصے عدن وغیرہ کی طرف اور ابوموسیٰ کو شرقی سمت یعنی نشیبی علاقہ میں تبلیغ کا حکم دیا۔

اہل مغازی کے نزدیک یہ تبلیغی سفر ربیع الآخر ۹ھ میں ہوا تھا (فتح صفحہ) لیکن امام بخاریؒ کا رجحان ۱۰ھ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام نے قبل حجۃ الوداع سے اشارہ کیا ہے یعنی غزوہ تبوک سے فراغت کے بعد آپؐ نے روانہ کیا۔

۱۴۴۶۔ حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابو عوانۃ قال حدثنا عبد الملک عن ابی بردۃ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا موسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن قال بعث کل واحد منہما علی مخلاف قال والیمن مخلافان ثم قال یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا فانطلق کل واحد منہما الی عملہ قال وکان کل واحد منہما اذا سار فی ارضہ کان قریبا من صاحبہ احدث بہ عہدا فسلم علیہ فسار معاذ فی ارضہ قریبا من صاحبہ ابی موسیٰ فجاء یسیر علی بغلتہ حتی انتہی الیہ واذا ھو جالس وقد اجتمع الیہ الناس واذا رجل عندہ قد جمعت یداہ الی عنقہ فقال لہ معاذ یا عبد اللہ بن قیس ایم ھذا قال ھذا رجل کفر بعد اسلامہ قال لا انزل حتی یقتل قال انما جیئ بہ لذالک فانزل قال ما انزل حتی یقتل فامر بہ فقتل ثم نزل فقال یا عبد اللہ کیف تقرأ القراٰن قال اتفوقہ تفوقا قال فکیف تقرأ انت یا معاذ قال انام اول اللیل فاقوم وقد قضیت جزئی من النوم فاقرأ ما کتب اللہ لی فاحتسب نومتی کما احتسب قومتی۔

ترجمہ: ابوبردہ رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل رضؓ کو تبلیغ کیلئے یمن بھیجا بیان کیا کہ دونوں صحابیوں میں سے ہر ایک کو ایک ضلع میں بھیجا، راوی نے بیان کیا کہ یمن کے دو ضلعے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دیکھو) آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں نہ پیدا کرنا، خوش رکھنا نفرت نہ دلانا اس کے بعد دونوں حضرات اپنے حدود کی طرف روانہ ہوگئے، راوی نے بیان کیا کہ دونوں حضرات میں سے جب کوئی اپنے علاقہ کا دورہ کرتے کرتے اپنے دوسرے ساتھی کے (حدود عمل کے) قریب پہنچ جاتے تو ملاقات کو اس سے تازہ کر لیتے اور سلام کرتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاذ اپنے علاقہ میں اپنے ساتھی ابوموسیٰ کے قریب پہنچ گئے تو اپنے خچر پر سوار ہو کر چلے یہاں تک کہ ابوموسیٰ رضؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ (ابوموسیٰ) بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان کے پاس جمع ہیں اور دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس اس حال میں ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے ہیں معاذ نے ان سے پوچھا اے عبد اللہ بن قیس (ابوموسیٰ رضؓ کا نام ہے) یہ کیا قصہ ہے؟ (یعنی اس کے ہاتھ کیوں بندھے ہوئے ہیں؟) ابوموسیٰ رضؓ نے بیان کیا کہ اس شخص نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے (مرتد ہو گیا ہے) معاذ رضؓ نے کہا کہ جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں سواری سے نہیں اتروں گا ابوموسیٰ نے کہا کہ قتل کرنے ہی کے لئے اسے لایا گیا ہے آپ اتر جائیے لیکن معاذ رضؓ نے کہا کہ جب تک اسے قتل

نہ کردیا جائے میں نہیں اتر سکتا آخر ابوموسیٰ نے حکم دیا اور اسے قتل کردیا گیا اس کے بعد معاذ اپنی سواری سے اترے اور پوچھا اے عبداللہ آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں تھوڑا تھوڑا وقفہ کے ساتھ پڑھتا ہوں پھرانہوں نے معاذ سے پوچھا اے معاذ آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ معاذ نے کہا کہ میں رات کے شروع میں سوتا ہوں پھراپنی نیند ایک حصہ پوراکر کے اُٹھ بیٹھتا ہوں اور جو کچھ اللہ نے میرے لئے مقدر کررکھا ہے قرآن شریف پڑھتا ہوں پس جس طرح میں اپنی بیداری میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں اپنے سونے کی حالت میں بھی ثواب کا متوقع ہوں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباموسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن"

ابوبردۃ بضم الباء واسمہ عامر بن ابی موسیٰ، واسم ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس۔

مخلاف بکسر المیم وسکون الخاء ضلع علاقہ۔ اذا رجل علامہ عینی فرماتے ہیں" لم ید د اسمہ" حافظ عسقلانی فرماتے ہیں لم اقف علی اسمہ لکن فی روایۃ سعید بن ابی بردۃ انہ یہودی وسیاتی کذالک (فتح صفحہ ۴۹)

قد جمعت ید اہ الی عنقہ یہ جملہ رجل کی صفت ہے ایّم بفتح الہمزۃ وضم الیاء المشددۃ وفتح المیم یہ کلمہ مرکب ہے اَیْ استفہامیہ اور ما زائدہ سے آخر سے الف اشباع کو حذف کرکے (ایم پڑھا گیا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ایّما کا مخفف ہے جیسے ای شئی کا مخفف ایش ہے یہ حدیث مرسل ہے لیکن اس کے بعد ہی حدیث موصولا آرہی ہے عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ عن ابی موسیٰ اس موصول حدیث میں دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ اس کی تصریح ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کو یمن بھیجا فلا اشکال۔

۳۴۷۔ حدثنی اسحٰق قال حدثنی خالدٌ عن الشیبانیِّ عن سعید بن ابی بُردۃ عن ابیہ عن ابی موسی الاشعریِّ انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ الی الیمن فسألہ عن اشربۃٍ تُصنعُ بہا فقال وما ھی قال البِتعُ والمِزرُ فقلت لابی بُردۃ ما البتعُ قال نبیذُ العسلِ والمزرُ نبیذُ الشعیرِ فقال کلُّ مسکرٍ حرامٌ رواہ جریرٌ وعبدالواحد عن الشیبانی عن ابی بردۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا (تو چونکہ ابوموسیٰ کو معلوم تھا کہ یمن میں مختلف چیزوں کی شربتیں بنائی جاتی ہیں اس لئے) ابوموسیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شربتوں کے متعلق (حکم) پوچھا جو یمن میں بنائے جاتے تھے۔ آنحضور نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟ ابوموسیٰ نے بتایا کہ تبع اور مزر" (سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا کہ) میں نے ابوبردہ (اپنے والد) سے پوچھا "بتع" کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا شہد سے تیار کیا ہوا شربت اور مزر جَو سے تیار کیا شربت، آنحضور ؐ نے جواب میں فرمایا "ہرنشہ آور مشروب حرام ہے"۔

اس حدیث کی روایت جریر ابن عبدالحمید) اور عبدالواحد ابن زیاد) نے شیبانی (سلیمان بن فیروز) سے کی اور انھوں نے ابوبردہ سے

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " بعثہ الی الیمن"

البتع بکسر الباء وسکون التاء وفی آخرہ عین مہملۃ، شہد کی نبیذ، شہد کی شراب۔ المزر بکسر المیم وسکون الزاء وفی آخرہ راء جو کی نبیذ، جو کی شراب جیسے انگور کی شراب کو خمر کہتے ہیں۔

چونکہ یمن میں مختلف قسم کے اشربہ بنتے تھے اور ان کے نام بھی مختلف ہوتے تھے اور بدلتے رہتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلی حکم بتادیا کہ یاد رکھو کل مسکر حرام ہر وہ اشربہ جو نشہ آور ہو حرام ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ کھانے یا پینے کی چیز جس میں بالفعل سکر و نشہ ہو حرام ہے کل مسکر حرام میں فعلیت معتبر ہے اور اسی شرعی قانون کے تحت (افیون)، گانجہ، بھانگ سب حرام ہے۔

پوری تفصیلی بحث کتاب الاشربہ میں آئے گی انشاء اللہ۔

۳۴۸ - حدثنا مسلمٌ قال حدثنا شعبةُ قال حدثنا سعيدُ بنُ ابی بردة عن ابيه قال بعث النبیُّ صلی الله عليه وسلم جدّه اباموسیٰ ومعاذًا الی اليمن فقال يسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا فقال ابوموسیٰ يا نبیّ الله ان ارضنا بها شرابٌ من الشعير المِزرُ وشرابٌ مِنَ العسلِ البِتْعُ فقال كل مُسكرٍ حرامٌ فانطلقا فقال معاذٌ لابی موسیٰ كيف تقرأ القرآن قال قائمًا وقاعدًا وعلی راحلتی واتفوقه تفوقًا قال اما انا فانام واقوم فاحتسب نومتی كما احتسب قومتی وضرب فسطاطًا فجعلا يتزاوران فزار معاذٌ اباموسیٰ فاذا رجلٌ موثقٌ فقال ما هذا فقال ابوموسیٰ يهودیٌّ اسلم ثم ارتدّ فقال معاذٌ لاضربنّ عنقه تابعه العقدیُّ ووهبٌ عن شعبة وقال وكيعٌ والنضر وابوداؤد عن شعبة عن سعيدٍ عن ابيه عن جدّه عن النبی صلی الله عليه وسلم رواه جريرُ بنُ عبدالحميد عن الشيبانی عن ابی بردة۔

ترجمہ: سعید بن ابی بردہ نے اپنے والد ابوبردہ سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (سعید) کے دادا ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں سے آسانی اور نرمی کرنا دشواریوں میں نہ ڈالنا لوگوں کو بشارتیں دیتے رہنا (خوش رکھنے کی کوشش کرنا) نفرت نہ دلانا (رنجیدہ وملول خاطر نہ بنانا) اور تم دونوں آپس میں اتفاق سے رہنا پھر ابوموسیٰ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ہمارے ملک میں جَو سے ایک شراب تیار ہوتی ہے جس کا نام المِزر ہے اور ایک شراب شہد سے تیار ہوتی ہے جو البِتع کہلاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اس کے بعد دونوں بزرگ روانہ ہوئے اور معاذ نے ابوموسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ (یعنی تلاوت قرآن کا معمول کیا ہے؟) انھوں نے بتایا کہ کھڑے بھی، بیٹھ کر بھی اور اپنی سواری پر بھی اور میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ پڑھتا ہی رہتا ہوں معاذ نے کہا لیکن میں (یعنی میرا معمول یہ ہے کہ) شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر (تلاوت کے لئے) اٹھتا ہوں اور میں اپنی نیند پر بھی ثواب کی امید رکھتا ہوں (چونکہ سونا صرف اس نیت سے ہوں کہ عبادت میں نشاط حاصل ہو) جس طرح اپنی بیداری میں (عبادت کرنے پر) ثواب کا امیدوار ہوں اور انھوں نے ایک خیمہ نصب کروالیا پھر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہتے، چنانچہ ایک مرتبہ معاذ رضؓ نے ابوموسیٰ رضؓ سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ایک شخص بندھا ہوا ہے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ تو ابوموسیٰ رضؓ نے بتایا کہ یہ ایک یہودی ہے جس نے اسلام قبول کر لیا پھر مرتد ہو گیا ہے اس پر معاذ رضؓ نے کہا کہ میں اس کی گردن مارے بغیر نہ رہوں گا، اس روایت کی (یعنی مسلم بن ابراھیم کی روایت کی) متابعت عقدی (یعنی عبدالملک بن عمرو العقدی) اور وہب بن جریر نے شعبہ سے کی الی آخر السند۔

اور وکیع اور نضر اور ابوداؤد نے شعبہ سے انہوں نے سعید بن ابی بردہ سے انہوں نے اپنے والد ابوبردہ سے انہوں نے سعید کے دادا اور ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور جریر بن عبدالحمید نے اس کو شیبانی سے روایت کی انہوں نے ابوبردہ سے۔

تشریحات مطابقته للترجمة فی قوله "بعث النبی صلی الله عليه وسلم جدّه اباموسیٰ ومعاذًا الی اليمن"

یہاں یہ روایت یعنی مسلم بن ابراہیم کی روایت مرسلاً ہے لیکن امام بخاری رحؒ نے قال وکیع الخ سے بتا دیا کہ یہ حدیث موصولاً ثابت ہے جیسے وکیع کی روایت کتاب الجہاد میں موصولاً ہے اگرچہ مختصراً ہے۔

اس حدیث میں مبلغین اسلام کے لئے خصوصی ہدایت ہے کہ تبلیغ میں آسانی اور نرمی کا خاص خیال رکھیں ادع الی

سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ ذہین وفطین اور دانا وبینا عالم تھے ورنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ وامیر بنا کر یمن نہ بھیجتے اس سے خوارج وروافض کا اعتراض جنگ صفین کی تحکیم کو لے کر جہالت و نادانی ہے۔

۳۴۹ - حدثنی عباس بن الولید قال حدثنا عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا قیس بن مسلم قال سمعت طارق بن شہاب یقول حدثنی ابوموسیٰ الاشعری قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض قومی فجئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُنیخ بالابطح فقال احججت یا عبد اللہ بن قیس قلت نعم یا رسول اللہ قال کیف قلت قال قلت لبیك اھلالاً کاھلالك قال فھل سُقت معك ھدیاً قلت لم اسق قال فطف بالبیت واسع بین الصفا والمروۃ ثم حِل ففعلت حتی مشطت لی امرأۃ من نساء بنی قیس مکثنا بذلك حتی استُخلف عمر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری قوم کے وطن (یمن) کی طرف بھیجا پھر میں آیا یعنی حجۃ الوداع کے زمانہ میں یمن سے واپس آیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ابطح (یعنی مکہ کے وادی بطحا) میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے آپؐ نے دریافت فرمایا" اے عبد اللہ بن قیس کیا تم نے حج کا احرام باندھ لیا؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، آنحضورؐ نے دریافت فرمایا (کلمات احرام) کس طرح کہا ہے؟ عرض کیا میں نے اس طرح کہا اے اللہ میں حاضر ہوں میں نے آپ کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے آپؐ نے دریافت فرمایا تم اپنے ساتھ ہدی (قربانی کے جانور) لائے ہو؟ میں نے کہا میں اپنے ساتھ کوئی ہدی نہیں لایا آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر تم بیت اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروہ (یعنی عمرہ) کر لو اس کے بعد حلال ہو جانا (یعنی احرام کھولدو) چنانچہ میں نے اسی طرح کیا بالآخر بنو قیس کی ایک خاتون نے میرے سر میں کنگھا کیا اور ہم اسی قاعدہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفہ ہوئے

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ" بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض قومی" فان ارض قومہ الیمن والحدیث مضی فی کتاب الحج ص۲۱۱ وھنا فی المغازی ص۶۲۳۔

اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضؓ کے دور خلافت میں حج تمتع کے اندر اختلاف ہو گیا تھا حضرت فاروق اعظم رضؓ حج تمتع سے محض اس لئے منع فرماتے تھے کہ اگر ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کر یگا تو پھر پورا سال بھر بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہ جائیگا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے دوبارہ آکر عمرہ کرے حضرت فاروق اعظم رضؓ کا مقصد امتناع سے یہ نہیں تھا کہ سفر حج میں عمرہ ناجائز ہے۔ مفصل بحث کے لئے کتاب الحج ملاحظہ فرمایئے۔

۳۵۰ - حدثنی حبان قال اخبرنا عبد اللہ عن زکریا بن اسحٰق عن یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی عن ابی معبد مولی ابن عباس عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذ بن جبل حین بعثہ الی الیمن انك ستاتی قوماً من اھل الکتاب فاذا جئتھم فادعھم الی ان یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان ھم اطاعوا لك بذلك فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیکم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم اطاعوا لك بذلك فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیکم صدقۃ تؤخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم فان ھم اطاعوا لك بذلك فایاك وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم

فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب قال ابوعبد اللہ طوّعت واطاعت لغۃ طِعتُ وطُعتُ وأطعتُ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن (عامل بناکر) بھیجتے وقت ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایسی قوم کی طرف جارہے ہو جو اہل کتاب میں سے (یہود و نصاریٰ) ہیں اسلئے جب تم ان کے یہاں پہنچو تو پہلے انھیں اسکی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو اگر وہ لوگ اسمیں تمہاری مان لیں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے روزانہ ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں پھر اگر یہ بھی تمہاری مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائیگی اور انہیں کے غریبوں پر تقسیم کردی جائیگی جب یہ بھی مان لیں تو پھر زکوٰۃ وصول کرتے وقت، ان کا سب سے عمدہ مال لینے پر پرہیز کرنا اور مظلوم کی آہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا (مطلب یہ ہے کہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ مال لوگے تو انہیں تکلیف ہوگی اور ظالم سمجھ کر تم پر بددعا کرینگے) تو اس کی بددعا اور آہ سے بچتے رہنا، اس لئے کہ اس (مظلوم کی بددعا) کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے (بلکہ مظلوم کی بددعا جلد مقبول ہوتی ہے)

ابوعبد اللہ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ طوعت، طاعت اور اطاعت ایک لغت ہے (یعنی سورہ مائدہ میں جو طوعت لہٗ نفسہٗ میں طوعت کا لفظ ہے لغوی اعتبار سے طاعت اور اطاعت کے معنیٰ میں ہے اسی سے واحد متکلم کا صیغہ کہتے ہیں طِعتُ، طُعتُ اور اطعت سب کے معنیٰ ایک ہیں۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "حین بعثہ الی الیمن"
والحدیث قد مضیٰ فی الزکوٰۃ ص۱۸۷ وھنا فی المغازی ص۶۲۳

حبّان بکسر الحاء وتشدید الباء ابن موسیٰ المکی وزی۔

یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جس طرح حافظ حدیث ہیں اسی طرح قرآن کریم کے ماہر اور جید حافظ ہیں تو چونکہ اسی حدیث میں تین مرتبہ لفظ طاعوا آیا تھا تو اپنی عادت شریفہ کے مطابق قرآن شریف کے سورہ مائدہ کی آیت ۳۰ کے لفظ طوّعت کی تفسیر کردی۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ مادہ سب کا ایک ہے۔

۱۳۵۱۔ حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا شعبۃ عن حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن عمرو بن میمون ان معاذا لما قدم الیمن صلی بہم الصبح فقرأ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا فقال رجل من القوم لقد قرّت عین ام ابراہیم زاد معاذ عن شعبۃ عن حبیب عن سعید عن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا الی الیمن فقرأ معاذ فی صلوٰۃ الصبح سورۃ النساء فلما قال واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا قال رجل خلفہ قرّت عین ام ابراہیم۔

ترجمہ:۔ عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ معاذ جب یمن پہنچے اور یمن والوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز میں آیت واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا (اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا) کی قرأت کی تو قوم میں سے ایک شخص (نماز ہی میں) بولا کہ والدہ ابراہیم کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہوگی معاذ نے شعبہ سے انہوں نے حبیب سے انہوں نے سعید سے انہوں نے عمرو بن میمون سے اتنا اضافہ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجا تو نماز میں صبح کی نماز میں سورہ نساء پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا تو ایک شخص نے پیچھے سے کہا کہ ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہوگی۔

تشریح | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "ان معاذا لما قدم الیمن"

لقد قرت الخ آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد مسرت وخوشی ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنالیا۔

اشکال وجواب نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

جواب ۱: ہوسکتا ہے کہ وہ شخص نمازیوں کے پیچھے ہو مگر ابھی شریک نماز نہ ہوا ہو۔

۲۔ اس وقت تک یمن والوں کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس لئے وہ معذور تھا۔

۳: عدم ذکر عدم کو مستلزم نہیں یعنی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ رضؓ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو مگر راوی نے نقل نہیں کیا ہے۔ وغیرہ۔

۶۲۳۔ بَابُ بعثِ علیّ بنِ ابی طالبٍ وخالدِ بنِ الولیدِ الی الیمنِ قبلَ حجّۃِ الوداع

حجۃ الوداع سے پہلے علی بن ابی طالب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجنے کا بیان

تشریحات طائف سے واپسی اور جعرانہ میں تقسیم غنائم کے بعد حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف مقامات پر صحابۂ کرامؓ کو سریہ کی حیثیت سے بھیجا کبھی تبلیغ اسلام کے لئے اور کبھی دشمنوں کی گوشمالی کیلئے ان ہی میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی روانگی تھی پھر حضرت علی رضؓ کو آپؐ نے بھیجا جیسا کہ روایت آرہی ہے۔ امام بخاری رحؒ نے علی الاطلاق جمع کردیا ہے چونکہ روایت سے صراحت ووضاحت ہوجائے گی اور اختصار کا مقصد بھی حاصل ہوجائیگا۔

اس باب میں چند احادیث کے بعد حضرت جابر رضؓ کی روایت سے معلوم ہوجائے گا کہ حضرت علی رضؓ یمن سے براہِ راست سیدھے مکہ آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

۳۵۲۔ حدثنی احمد بنُ عثمانَ قال حدثنا شریحُ بنُ مسلمۃَ قال حدثنا ابراہیمُ بنُ یوسفَ بنِ اسحٰقَ بنِ ابی اسحٰقَ حدثنی ابی عن ابی اسحٰقَ قال سمعتُ البراءَ قال بعثنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع خالدِ بنِ الولیدِ الی الیمنِ قال ثم بعثَ علیًّا بعدَ ذالک مکانَہ فقال مُرْ اصحابَ خالدٍ مَن شاءَ منہم ان یُعقِّبَ معکَ فلیُعقِّبْ ومَن شاءَ فلیُقبِلْ فکنتُ فیمن عقَّبَ معہ قال فغنمتُ اواقَ ذواتِ عددٍ۔

ترجمہ: حضرت براء رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خالد بن ولید رضؓ کے ساتھ یمن بھیجا براء نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد ان کی جگہ حضرت علی رضؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ خالد کے ساتھیوں سے کہو کہ جو لوگ ان میں سے تمہارے ساتھ پلٹ کر یمن میں رہنا چاہے وہ تمہارے ساتھ یمن پلٹ جائے اور جو آنا چاہے وہ آجائے (یعنی اختیار ہے)

براءؓ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علی رضؓ کے ساتھ پلٹ گئے۔ انھوں نے بیان کیا کہ مجھے غنیمت میں بہت سے اوقیے (چاندی کے) ملے تھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع خالد بن الولید الی الیمن"

امام بخاری رحؒ نے اس روایت کو مختصراً ذکر کیا ہے اسماعیل نے ابوعبیدہ بن ابی السفر کے طریق سے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت براء رضؓ نے بیان کیا کہ جب ہم حضرت علی رضؓ کے ساتھ یمن کو لوٹ گئے تو کفار کی ایک جماعت ہماری طرف آئی حضرت علی رضؓ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط سنایا تو وہ سب قبیلہ ہمدان مسلمان ہوگئے حضرت علی رضؓ نے یہ حال آنحضرت صلعم کو لکھا

آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا السلام علی ھمدان یعنی قبیلہ ہمدان سلامت رہے۔

۳۵۳ ۔ حدثنی مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قال حدثنا روح بْنُ عُبَادَةَ قال حدثنا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ عن عبد اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عن أبيه قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليًّا الى خالدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ أُبْغِضُ عليًّا وقد اغْتَسَلَ فقلتُ لخالدٍ الا ترى الى هذا فلما قدمنا على النبي صلى الله عليه وسلم ذكرتُ ذالك لَهُ فقال يا بُرَيْدَةُ أَتُبْغِضُ عليًّا فقلت نعم قال لا تُبْغِضْهُ فانّ له في الخمس اكثر من ذالك۔

ترجمہ: حضرت بریدہ بن خصیب رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو خالد رضہ کے پاس (یمن) بھیجا تاکہ غنیمت کے خمس (پانچواں حصہ) اپنی تحویل میں لے لیں اور مجھے حضرت علی رضہ سے بغض تھا (یعنی میں ناراض تھا) اور حال یہ تھا کہ انہوں نے غسل کیا (یعنی صبح سویرے حضرت علی رضہ نے غسل فرمایا) تو میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ ان صاحب کو نہیں دیکھتے (اشارہ حضرت علی رضہ کی طرف تھا کہ حضرت علی رضہ کو دیکھئے کہ صبح ہی صبح غسل کیا اور وجہ یہ ہوئی کہ حضرت بریدہ رضہ نے یہ سمجھا کہ حضرت علی رضہ نے خمس میں سے ایک باندی کو لے کر صحبت کی اور اسی وجہ سے غسل کیا ہے) پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا آپؐ نے دریافت فرمایا "اے بریدہ کیا تم علی رضہ سے بغض رکھتے ہو (کیا تمہیں علی رضہ سے کبیدگی وناراضگی ہے؟) میں نے عرض کیا جی ہاں" آپؐ نے فرمایا کہ اس (علی رضہ) سے بغض مت رکھو کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حق ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ توخذ من قولہ "بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا الی خالد وکان خالد فی الیمن حینئذٍ"

اعتراض وجواب

بریدہ رضہ کی ناراضگی کا سبب دو اعتراض ہے:

(۱) ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک حسین ترین باندی کو چھانٹ لی اور اس سے مجامعت کے بعد غسل فرمایا تو بریدہ بن خصیب نے یہ سمجھا کہ حضرت علی رضہ نے غنیمت میں خیانت کی۔

(۲) استبراء رحم سے پہلے جماع جائز نہیں تو حضرت علی رضہ نے بغیر استبراء رحم کے باندی سے جماع کیوں کیا؟ کیونکہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ دوسرے کی کھیتی میں پانی مت دو مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے شوہر کا نطفہ ہے اور باندی حاملہ ہے تو جماع مت کرو اس لئے حیض آنے کا انتظار کرنا چاہیے ہاں حیض آنے کے بعد معلوم ہوگا کہ رحم خالی ہے تو یہاں متعلق دو اعتراض ہے جو حضرت بریدہ رضہ کی ناراضگی کا سبب بنا۔

اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ خمس امام یا قائم مقام امام کا حق ہے تو چونکہ حضرت علی رضہ آنحضورؐ کے قائم مقام ہوکر خمس لینے گئے تھے اس لئے ان کو حق تھا۔ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضہ خمس نکال کر اپنے حق میں سے ایک باندی کا انتخاب کرکے جماع کیا ہو کیونکہ تقسیم کا حق حضرت علی رضہ ہی کو حضورؐ نے دیا تھا اسی وجہ سے آنحضورؐ نے فرمایا کہ علی رضہ نے جو ایک باندی لی ہے علی کا حق اس سے بھی زیادہ ہے چونکہ خمس اللہ اور اس کے رسول کا حق تھا اور حضرت علی رضہ اس کے بڑے حقدار تھے اس لئے کہ حضرت علیؓ آل رسول میں داخل ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس ارشاد نبویؐ کو سننے کے بعد حضرت بریدہ رضہ کو سب سے زیادہ محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوگئی۔

امام احمد رح کی روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضہ سے بغض وعداوت مت رکھو وہ میرا ہے میں اس کا

ہوں میرے بعد وہی تمہارا ولی ہے اللھم انی احب علیا کما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے ۱ وہ باندی باکرہ تھی شادی شدہ نہ تھی اس لئے استبراء کی ضرورت نہ تھی۔

۲ ممکن ہے باندی صغیرہ نابالغہ ہو ۳ حضرت علی رض نے جس وقت قبضہ کیا ہو اس وقت حیض میں تھی پھر جب حیض سے پاک ہو کر غسل حیض سے فارغ ہوئی تو حضرت علی رض نے اس سے وطی کی کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ قبضہ میں لیتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وطی کی۔

۲۵۴۔ حدثنا قتیبۃ قال حدثنا عبد الواحد عن عمارۃ بن القعقاع بن شبرمۃ قال حدثنا عبد الرحمٰن بن ابی نعم قال سمعت ابا سعید الخدری یقول بعث علی بن ابی طالب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الیمن بذھیبۃ فی ادیم مقروظ لم تحصل من ترابھا قال فقسمھا بین اربعۃ نفر بین عیینۃ بن بدر و اقرع بن حابس و زید الخیل والرابع اما علقمۃ و اما عامر بن الطفیل فقال رجل من اصحابہ کنا نحن احق بھذا من ھؤلاء قال فبلغ ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا تامنونی و انا امین من فی السماء یاتینی خبر السماء صباحا و مساء قال فقام رجل غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الراس مشمر الازار فقال یا رسول اللہ اتق اللہ قال ویلک اولست احق اھل الارض ان یتقی اللہ قال ثم ولی الرجل قال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ قال لا لعلہ ان یکون یصلی فقال خالد وکم من مصل یقول بلسانہ مالیس فی قلبہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونھم قال ثم نظر الیہ وھو مقف فقال انہ یخرج من ضئضئی ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ واظنہ قال لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید خدری رض کا بیان ہے کہ حضرت علی رض یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدبوغ چمڑے کے تھیلے میں سونے کے چند ڈلے بھیجے ان سے (کان کی) مٹی بھی ابھی صاف نہیں کی گئی تھی، بیان کیا کہ پھر آنحضور م نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس زید الخیل اور چوتھا علقمہ تھے یا عامر بن طفیل، اس پر آپ م کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ ان لوگوں سے زیادہ مستحق اس سونے کے ہم تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب یہ خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ میں اس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کا امین ہوں جو آسمان پر ہے اس ذات کی وحی میرے پاس صبح و شام آتی ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں دونوں رخسارے پھولے ہوئے تھے پیشانی ابھری ہوئی تھی گھنی داڑھی اور سر منڈا ہوا تہبند اٹھائے ہوئے تھا کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ سے ڈریئے (تقسیم میں عدل کیجئے) آنحضور م نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا میں تمام اہل زمین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں (یعنی میں نے مصالح کی بناء پر نو مسلموں کو دیا ہے تم کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے) راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ شخص چلا گیا خالد بن ولید نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس شخص کی گردن مار دوں (یعنی اگر اجازت ہو تو مار دوں) آپ نے فرمایا نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو پھر خالد رض نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے

ایسے ہیں جو زبان سے (اسلام وایمان کا کلمہ) کہتے ہیں اور ان کے دل میں وہ نہیں ہوتا (یعنی منافق ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں کا کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہوا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کروں، راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضور ؐ نے اس کی طرف دیکھا درانحالیکہ وہ چہرہ دوسری طرف کئے ہوئے تھا (یعنی پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا) آنحضور ؐ نے فرمایا کہ اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کرے گی لیکن وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے اور میرا خیال ہے کہ آنحضور ؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں نے ان لوگوں کو پایا (یعنی میں ان کے دور میں ہوا) میں ان کو قوم ثمود کی طرح قتل کر دوں گا (یعنی جس طرح قوم ثمود کا استیصال ہوا انھیں نیست و نابود کر دوں گا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "بعث علی بن ابی طالب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الیمن" والحدیث قد مضی فی الانبیاء ص۴۷۱ وھنا فی المغازی ص۶۲۳ تا ص۶۲۴ وایضا ص۱۱۰۱ المرمیۃ بفتح الراء وکسر المیم وتشدید الیاء التحتیۃ الصید المرمی ۱۲ قس بسعایتہ بکسر السین المھملۃ ای ولایتہ علی الیمن ۱۲ قس۔

غزوۂ حنین کے علاوہ یہ دوسرا واقعہ ہے آنحضور ؐ نے خمس میں سے جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اس میں سے آپ نے چند نومسلموں کو تالیف قلب کے لئے دیا تھا نیز اس بدنصیب معترض کے نام میں بھی اختلاف ہے ابوداؤد کی روایت میں اس کا نام نافع ہے اور بعض روایات میں ذوالخویصرہ نام کی تصریح ہے۔ بخاری شریف ص۵۰۹ کی آخری حدیث "حدثنا ابوالیمان الخ" دیکھئے۔

۳۵۵ - حدثنا المکی بن ابراھیم عن ابن جریج قال عطاء قال جابر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا ان یقیم علی احرامہ زاد محمد بن بکر عن ابن جریج قال عطاء قال جابر فقدم علی بن ابی طالب بسعایتہ قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما اھللت یا علی قال بما اھل بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فاھد وامکث حراما کما انت قال واھدی لہ علی ھدیا۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ سے (جب وہ یمن سے مکہ آئے) فرمایا تھا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں محمد بن بکر نے ابن جریج کے واسطہ سے اتنا بڑھایا ہے کہ ان سے عطاء نے بیان کیا کہ جابر رضؓ نے بیان کیا کہ علی رضؓ اپنی ولایت (یمن) سے آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "اے علی رضؓ تم نے احرام کس طرح باندھا ہے؟ عرض کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح احرام باندھا ہو ارشاد فرمایا کہ پھر قربانی کا جانور بھیجدو اور جس طرح تم ہو (احرام کی حالت میں) آخر تک احرام کی حالت میں باقی رہو اسلئے کہ تم سائق الہدی ہو بیان کیا کہ حضرت علی رضؓ نے ایک قربانی کا جانور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فقدم علی بسعایتہ" یعنی حضرت علی رضؓ کا مکہ آنا یمن ہی سے تھا حضرت علی رضؓ یمن کے والی بنا کر یمن بھیجے گئے تھے اور وہاں سے حضرت علی رضؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سینتیس ۳۷ اونٹ لایا تھا اور خود آنحضور ؐ مدینہ سے تریسٹھ اونٹ ساتھ لائے تھے جو سو اونٹ ہو گئے اور آپ نے حجۃ الوداع میں قربانی کی تھی۔

والحدیث قد مضی فی الحج ص۲۱۱ وھنا فی المغازی ص۶۲۴

(۳۵۶) حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل عن حميد الطويل قال حدثنا بكر انه ذكر لابن عمر ان انسا حدثهم ان النبي صلى الله عليه وسلم اهل بعمرة وحجة فقال اهل النبي صلى الله عليه وسلم بالحج واهللنا به معه فلما قدمنا مكة قال من لم يكن معه هدي فليجعلها عمرة وكان مع النبي صلى الله عليه وسلم هدي فقدم علينا علي بن ابي طالب من اليمن حاجا فقال النبي صلى الله عليه وسلم بما اهللت فان معنا اهلك قال اهللت بما اهل به النبي صلى الله عليه وسلم قال فامسك فان معنا هديا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج دونوں (یعنی حج قران) کا احرام باندھا تھا اس پر ابن عمر رضی نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج ہی کا احرام باندھا تھا پھر جب ہم لوگ مکہ آئے تو آنحضور صلی نے فرمایا جن لوگوں کے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کو عمرہ کر دے اسے (یعنی اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنالے اور طواف وسعی کر کے احرام کھولدے) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کا جانور تھا پھر علی بن ابی طالب رضی یمن سے حج کا احرام باندھ کر آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس طرح احرام باندھا ہے؟ ہمارے ساتھ تمہاری اہلیہ (حضرت فاطمہ رضی) بھی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس چیز کا احرام باندھا ہے جس کا احرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا آپ نے فرمایا پھر اپنے احرام پر قائم رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کا جانور ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " فقدم علینا علی بن ابی طالب من الیمن"۔
تفصیلی بحث کا مقام کتاب الحج ہے۔ مرقوم الحجہ ۲۱

۶۲۴۔ باب غزوۃ ذی الخلصۃ

غزوہ ذی الخلصہ کا بیان

خلصۃ بفتح الخاء واللام والصاد۔ ذوالخلصہ ایک بت خانہ (مندر) تھا جو قبیلہ خثعم کے مشرکوں نے یمن میں تیار کیا تھا، بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ گھر یعنی بت خانہ کا نام خلصہ اور بت کا نام ذوالخلصہ تھا اس بت خانہ کا ایک نام کعبہ یمانیہ رکھا تھا چونکہ یہ بت خانہ یمن میں تھا اور اس کا تیسرا نام کعبہ شامیہ تھا چونکہ اس کا ایک دروازہ شام کی طرف تھا پوری تفصیل احادیث تحت الباب میں آرہی ہے۔

۳۵۷۔ حدثنا مسدد قال حدثنا خالد قال حدثنا بیان عن قیس عن جریر قال کان بیت فی الجاهلية يقال له ذو الخلصة والكعبة اليمانية والكعبة الشامية فقال لي النبي صلى الله عليه وسلم الا تريحني من ذي الخلصة فنفرت في مائة وخمسين راكبا فكسرناه وقتلنا من وجدنا عنده فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فاخبرته فدعا لنا ولاحمس۔

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بت خانہ ذوالخلصہ نامی تھا اس کو کعبہ یمانیہ

اور کعبہ شامیہ بھی کہا جاتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذو الخلصہ سے راحت نہیں پہونچاؤ گے ؟ (یعنی ذو الخلصہ کو گرا کر مجھے قلبی راحت پہونچاؤ) چنانچہ میں نے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ سفر کیا پھر میں نے اس کو مسمار کر دیا اور اس میں ہم نے جسکو بھی پایا قتل کر دیا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے ہمارے اور ہمارے خاندان احمس کے لئے دعا فرمائی۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ ظاھرۃ۔
والحدیث مضیٰ فی المناقب ص۵۳۹ وایضاً مع التغییر ص۴۲۲ و ص۴۳۳ وھنا فی المغازی ص۶۲۳

اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے "وکان بیتاً فی خثعم"، یعنی وہ بت خانہ قبیلہ خثعم میں تھا، خثعم بروزن جعفر خثعم بن انمار کی طرف منسوب ایک مشہور قبیلہ تھا جس کا نسب نامہ ربیعہ بن نزار تک جا کر مل جاتا ہے اس لئے کہ قبیلہ قریش مضر بن نزار کی اولاد ہے۔

جریر بن عبد اللہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی احمسی رمضان المبارک ۱۰ھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ بعض حضرات نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت جریر رضی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس روز پہلے مسلمان ہوئے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بخاری شریف جلد اول ص۲۲ پر خود حضرت جریر رضی کی روایت ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ فی حجۃ الوداع الخ" اس میں تصریح ہے کہ حضرت جریر رضی ۱۰ھ کے حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ پھر بخاری ثانی ص۶۲۳ پر تصریح ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حجۃ الوداع لجریر الخ نیز ص۱۰۴۸ میں حضرت جریر رضی فرماتے ہیں "قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع الخ" اور ظاہر ہے حجۃ الوداع ذی الحجہ ۱۰ھ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی تو صرف چالیس دن پہلے کا قول ان روایات صریحہ کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔

ایک روایت بخاری ص۱۰۵۴ میں حضرت ابو ہریرہ رضی سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک قبیلہ دوس کی عورتیں ذو الخلصہ بت کے لئے اپنے سُرینوں کو نہ ہلائیں (یعنی ذو الخلصہ کی پوجا پاٹ نہ کریں)

حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ ذو الخلصہ اور ہے کیونکہ قبیلہ دوس جو حضرت ابو ہریرہ رضی کا قبیلہ ہے اور یہ روایت باقی الباب میں جس ذو الخلصہ بت کا ذکر ہے وہ بنی خثعم کا بت ہے اور دونوں میں بون بعید ہے

(۳۵۸) ۔ حدثنا محمدُ بن المثنیٰ قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنا قیسٌ قال قال لی جریرٌ قال لی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم الا تریحُنی من ذی الخلصۃِ وکانَ بیتاً فی خثعمَ یسمّٰی کَعبۃَ الیمانیۃَ فانطلقتُ فی خمسین ومائۃ فارسٍ من احمسَ وکانوا اصحابَ خیلٍ وکنت لا اثبتُ علی الخیل فضربَ فی صدری حتّٰی رایتُ اثر اصابعہٖ فی صدری وقال اللّٰھمّ ثبّتہُ واجعلہُ ھادیًا مَّھدیًّا فانطلق الیھا فکسرھا وحرّقھا ثم بعث الی رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسولُ جریرٍ والذی بعثک بالحقِ ما جئتُکَ حتّٰی ترکتُھا کانّھا جَمَلٌ اجربُ قال فبارکَ فی خیلِ احمسَ ورجالھا خمسَ مرّاتٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے ذو الخلصہ سے (یعنی ذو الخلصہ کو منہدم کر کے کیوں نہیں مجھکو بے فکر کر دیتے ہو؟) ذو الخلصہ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا

جسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا چنانچہ میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ لے کر روانہ ہوا یہ سب گھوڑ سوار تھے مگر میں گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتا تھا (میں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال بیان کیا) تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کے انگلیوں کا اثر اپنے سینہ پر دیکھا پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اس کو گھوڑے کا اچھا سوار بنا دیجئے اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے پھر وہ بت خانہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی (خوشخبری دینے کے لئے) چنانچہ جریرؓ کے قاصد نے عرض کیا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں آپ کے پاس اس وقت تک حاضر نہیں ہوا جب تک وہ (بت خانہ) خارش زدہ اونٹ کی طرح (سیاہ و ویران) نہیں ہو گیا (مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ وہ بت خانہ جل کر سیاہ ہو گیا جیسے خارش والے اونٹ پر قطران یعنی کولتار ملتے ہیں تو کالے کالے دھبے پڑ جاتے ہیں اسی طرح ذی الخلصہ جل بھن کر سیاہ ہو گیا) پھر آنحضورؐ نے قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

تشریحات

هذا طریق آخر في الحدیث المذکور

والحدیث مضی فی الجهاد ص۴۲۳ وهنا فی المغازی ص۶۲۴

ھادیاً مھدیاً بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے اس لئے کہ کوئی شخص مہدی یعنی ہدایت یاب ہونے کے بعد ہی ہادی بنتا ہے ؎ آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

دوسرا قول یہ ہے کہ ھادیاً مھدیاً کے معنی ہیں کاملاً مکملاً۔

(۳۵۹) حدثنا یوسف بن موسیٰ قال اخبرنا ابو اسامة عن اسمٰعیل بن خالد عن قیس عن جریر قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم الا تریحنی من ذی الخلصة فقلت بلیٰ فانطلقت فی خمسین ومائة فارس من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اثبت علی الخیل فذکرت ذالك للنبی صلی الله علیه وسلم فضرب یده علی صدری حتی رایت اثر یده فی صدری وقال اللهم ثبته واجعله هادیاً مهدیاً قال فما وقعت عن فرس بعد قال وکان ذو الخلصة بیتاً بالیمن لخثعم وبجیلة فیه نصب تعبد یقال له الکعبة قال فاتاها فحرقها بالنار وکسرها قال ولما قدم جریر الیمن کان بها رجل یستقسم بالازلام فقیل له ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ههنا فان قدر علیك ضرب عنقك قال فبینما هو یضرب بها اذ وقف علیه جریر فقال لتکسرنها ولتشهدن ان لا اله الا الله او لاضربن عنقك قال فکسرها وشهد ثم بعث جریر رجلا من احمس یکنی ابا ارطاة الی النبی صلی الله علیه وسلم قال یا رسول الله والذی بعثك بالحق ما جئت حتی ترکتها کانها جمل اجرب قال فبرك النبی صلی الله علیه وسلم علی خیل احمس ورجالها خمس مرات۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے بے فکر نہیں کر دو گے؟ یعنی ذوالخلصہ کو منہدم کر کے مجھ کو مطمئن و بے فکر کر دو، تو میں نے عرض کیا کیوں نہیں

ضرور حکم کی تعمیل کرونگا، چنانچہ قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ لیکر میں روانہ ہوا وہ لوگ اچھے گھوڑ سوار تھے لیکن میں اچھی طرح سواری نہیں کر پاتا تھا چنانچہ میں نے اسکے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا جس کا اثر میں نے اپنے سینہ میں دیکھا اور آنحضور نے دعا کی "اے اللہ اسے اچھا سوار بنا دے اور ہدایت یافتہ ہادی بنا دے" جریرؓ نے بیان کیا کہ پھر اسکے بعد میں کبھی کسی گھوڑے سے نہیں گرا راوی نے بیان کیا کہ ذو الخلصہ یمن میں ایک بتخانہ تھا قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا اس بتخانہ میں بت تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی اور اس بت خانہ کو کعبہ کہتے تھے راوی نے بیان کہ پھر جریرؓ وہاں پہنچے اور اسے آگ لگادی اور منہدم کر دیا راوی نے بیان کیا کہ جب جریرؓ یمن پہنچے تو وہاں ایک شخص تھا جو تیروں سے فال نکالا کرتا تھا اس سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ یہاں آ گئے ہیں اگر انہوں نے تمہیں پا لیا تو تمہاری گردن مار دیں گے راوی نے بیان کیا کہ ابھی وہ تیروں سے فال نکال ہی رہا تھا کہ جریرؓ اسکے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ ابھی اس تیر کو توڑ کر کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا راوی نے بیان کیا کہ اس شخص نے اس تیر کو توڑ دیا اور کلمہ ایمانی کا اقرار کیا (یعنی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا) اس کے بعد جریرؓ نے قبیلہ احمس کے ایک صحابی کو جن کی کنیت ابو ارطاۃ ؓ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کو اسکی بشارت دیدے جب وہ نبی اکرم ؐ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اس وقت تک نہیں چلا جب تک اس بتخانہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح جلا کر سیاہ نہیں کر دیا بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی

تشریحات

هذا طريق آخر للحديث السابق

والحديث مضى فى الجهاد ص۴۲۲ وهنا فى المغازى ص۶۲۴

ظاہر ہے کہ حضرت جریرؓ جب ذو الخلصہ کو توڑ پھوڑ اور جلا کر فارغ ہو گئے اور ابو ارطاۃ ؓ آنحضورؐ کی خدمت میں بشارۃ سنانے کے لئے بھیجا اور خود یمن ہی میں دوسری جگہ تشریف لے گئے جہاں ایک شخص پانسے پھینک رہا تھا یعنی تیر دس حصوں کی تقسیم اور دوسری اخبار کا فال نکالا کرتا تھا۔

استقسام بالازلام استقسام کے معنی ہیں تقسیم چاہنا تقسیم کرنا۔ اور ازلام زلم کی جمع ہے زلم اس تیر کو کہتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں قسمت آزمائی، قرعہ اندازی اور فال نکالنے کے لئے مقرر تھے جسکی مختلف صورتیں تھیں غالب صورت یہ تھی کہ دس عدد تیروں میں سے سات عدد تیر وں میں سے ہوئے ہوتے تھے اور تین تیروں کو خالی اور سادہ رکھتے تھے۔

اب اگر قسمت آزمائی اور قرعہ اندازی مقصود ہوتی تو سات تیروں میں کسی پر دو کسی پر تین حصوں کے نشانات لکھدیتے اور سب کو ترکش میں ڈال دیتے پھر جب دس آدمی کی شرکت میں اونٹ ذبح کرتے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ دس حصے برابر تقسیم کرتے لیکن یہ مشرکین قمار و جوا کی طرح قسمت آزمائی کرتے تیروں کے ذریعہ جس کے نام دو یا تین نکلتا وہ لے لیتا لیکن سادہ تیر والے حصہ سے محروم ہو جاتے' اسلام نے روک دیا کہ یہ قمار و جوا ہے اور حرام ہے۔

نیز سفر میں جانے کے لئے یا کسی اور کام کے مفید و مضر ہونا معلوم کرنے کے لئے دس تیروں میں سے سات تیر منتخب کرتے اور بعض پر نعم (بمعنی ہاں) اور بعض پر لا (یعنی نہیں) لکھدیتے اور یہ سارے تیر خانہ کعبہ کے خدام کے پاس رہتے پھر جب کسی کو سفر کے کرنے یا نہ کرنے یا کسی اور اہم کام کے مفید و غیر مفید کے متعلق معلوم کرنا ہوتا تو خدام کعبہ کے پاس جاتے وہ ترکش کو خوب ہلا کر ایک تیر نکالتا تو اگر نعم نکلتا تو وہ کام کرتا اور سمجھتا کہ یہ سفر یا یہ کام کرنا مفید ہے۔

لیکن اگر کسی کے لئے لا نکل آتا تو وہ شخص سفر یا کام ملتوی کر دیتا۔ اسلام نے ان حرکتوں کو حرام اور فسق قرار دیا کہ یہ بھی واقعی قمار و جوا ہے نیز اس حکم میں موجودہ دور کے لاٹری ہیں اور ناجائز و حرام ہیں نیز ہاتھوں کی لکیر و نقوش سے فال وغیرہ سب ناجائز ہے۔

---

۶۲۵ ۔ بابُ غزوةِ ذاتِ السَّلاسِلِ وهیَ غزوةُ لَخْمٍ وجُذامٍ قالہ اسمٰعیلُ بن ابی خالدٍ وقال ابنُ اسحٰق عن یزیدَ عن عُروۃَ ھی بِلادُ بَلِیٍّ وعُذرۃَ وبَنی القَیْنِ ۔

غزوہ ذات السلاسل کا بیان

اور یہ وہ غزوہ ہے جو قبیلہ لخم وجذام کے ساتھ پیش آیا تھا اس کو خالد بن اسمٰعیل نے بیان کیا ہے اور ابن اسحاق نے یزید سے انہوں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا کہ یہ غزوہ قبیلۂ بلی، عُذرہ اور بنی القین کا ہے ۔

تشریحات قبیلہ بَلی (بفتح الباء) اور عذرہ (بضم العین) اور بنی القین یہ تینوں قبائل قبیلہ قضاعہ کی شاخ ہیں ۔

وجہ تسمیہ علامہ عینیؒ نے وجہ تسمیہ کے سلسلے میں دو قول نقل کیا ہے ۱ سلسلۃ کے لغوی معنی زنجیر کے ہیں تو چونکہ مشرکوں نے جم کر لڑنے کے لئے بعض کو بعض کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا تھا تاکہ کوئی اگر بھاگنا چاہے تو بھاگ نہ سکے اس لئے اس کو غزوہ سلاسل کہتے ہیں ۔

۲ سلاسل اور سلسل کے ایک معنی لغت میں خوشگوار پانی کے ہیں تو ذات السلاسل پانی کا ایک چشمہ تھا جہاں یہ غزوہ ہوا اس لئے اس چشمہ کی طرف نسبت کرکے غزوہ ذات السلاسل نام ہوا ۔

غزوہ ذات السلاسل ۸ھ ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ایک سفید جھنڈا دے کر ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام وادی القریٰ کے آگے مدینہ منورہ سے دس منزل پر واقع ہے تین سو آدمی اور تیس۳۰ گھوڑے ان کے ساتھ کئے جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن مکیث الجہنیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر مزید امداد طلب کی آنحضورؐ نے حضرت ابوعبیدة بن الجراحؓ کو دو سو۲۰۰ آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص سے مل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا جب حضرت ابوعبیدہؓ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابوعبیدہ نے امامت کرنی چاہی عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں آپ لوگ میری مدد کے لئے آئے ہیں ابوعبیدہؓ نے کہا تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں اگرچہ مقصد ایک ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جماعت کا علیحدہ جھنڈا دیا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں اس کے بعد ابوعبیدہؓ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مجھ کو حکم دیا تھا کہ اتفاق سے رہنا اختلاف نہ کرنا اس لئے میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو اس طرح ابوعبیدہ نے عمرو بن العاص کی امامت اور

امارت کو تسلیم کر لیا چنانچہ عمرو بن العاص امامت کرتے تھے اور ابو عبیدہ ان کی اقتدا کرتے تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ منرم طبیعت کے آدمی تھے نہ دنیا کی رغبت تھی اور نہ امارت کے خواہشمند اس لئے انہوں نے زیادہ کاوش نہ کی۔

بالآخر سب مل کر قبیلہ بنی قضاعہ میں پہونچے اور ان پر حملہ کیا کفار مرعوب ہو کر بھاگ اٹھے اور منتشر ہو گئے اس کے بعد صحابہ نے عوف بن مالک اشجعی کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔

عمرو بن العاص رضی نے غلبہ کے بعد کچھ روز وہاں قیام کیا اور مختلف اطراف وجوانب میں سواروں کو بھیجا وہ اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لاتے اور مسلمان ان کو پکا کر کھاتے۔

اسی سفر میں ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا سردی کی شدت تھی اس لئے عمرو بن العاص رضی نے غسل نہ کیا اور تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھائی جب اس واقعہ کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں امامت کی اور نماز پڑھائی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جان کا خطرہ تھا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہیں کہا۔

نوٹ: حضرت عمرو بن العاص رضی غزوہ خیبر کے بعد یعنی ۷ھ میں یا صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اس لئے ممکن ہے کہ جدید الاسلام ہونے کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کی خاطر کچھ نہ کہا ورنہ ایسے موقعے پر حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو امام بنا دینا مناسب تھا۔ واللہ اعلم۔

۳۶۰ - حدثنا اسحٰقُ قال حدثنا خالد بن عبدِ اللهِ عن خالدٍ الحذّاءِ عن ابی عثمٰنَ انّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بعثَ عَمرَو بنَ العاصِ علٰی جَیشِ ذاتِ السَّلاسِلِ قال فاتیتُہ فقلتُ ایُّ الناسِ اَحَبُّ الیکَ قال عائشۃُ قلتُ مِنَ الرجال قال ابوھا قلتُ ثمّ من قال عُمَرُ فعدَّ رِجالاً فسکتُّ مخافۃَ اَن یَّجعَلَنِی فی اٰخِرِھِم۔

ترجمہ: ابو عثمان (نہدی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص رضی کو غزوہ ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا عمرو بن العاص نے بیان کیا کہ (غزوہ سے واپس آکر) میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور اقدس سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا "عائشہ رضی" میں نے عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا اس کے والد (یعنی ابو بکر رضی) میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا عمر رضی چنانچہ آپ نے کئی اصحاب کے نام لئے تو میں خاموش ہو گیا اس خوف سے کہ کہیں آپ مجھ کو سب سے آخر میں نہ کر دیں۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "بعث عمرو بن العاص علی جیش ذات السلاسل" فسکتُّ بتشدید التاء المتکلم ہو عمرو بن العاص رضی وفی ہذا الحدیث جواز تامیر المفضول الخ (عمدہ ص۲۵۱) یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز و درست ہے کیونکہ حضرات شیخین اور حضرت ابو عبیدہ حضرت عمرو بن العاص سے بلاشبہ افضل تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمرو بن العاص رضی حرب وجنگ کے فن سے زیادہ واقف تھے اس لئے آنحضور نے انہیں امیر لشکر بنایا اور معلوم ہے کہ جزوی فضیلت سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

۶۲۵ - بابُ ذھابِ جریرٍ الی الیمنِ

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا یمن کی طرف جانا۔

ملوک یمن میں سے دو سردار تھے ذو الکلاع حمیری اور ذو عمرو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذو الکلاع اور ذو عمرو کے پاس اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا۔

ظاہر اور صحیح تر قول یہی ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا یہ دوسرا سفر ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں "انه غیرہ" یعنی حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ایک سفر ذو الخلصہ بتخانے کا مسمار کرنے کے لئے تھا اور یہ سفر ذو الکلاع اور ذو عمرو کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور جریر رضی اللہ عنہ ابھی یمن ہی میں تھے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ان دونوں (ذو الکلاع اور ذو عمرو) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہیں پائی اگرچہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہی میں ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے چلے لیکن راستہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر واپس لوٹ گئے بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے جب ذو الکلاع کو اسلام کی دعوت دی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سنائی تو انہوں نے کہا کہ تم ام شرحبیل (میری زوجہ) سے ملو اور ذو الکلاع کی کنیت ابو شرحبیل تھی اور ام شرحبیل اس کی زوجہ تھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ اس سے ملے تو ذو الکلاع اور ان کی زوجہ ام شرحبیل دونوں مسلمان ہو گئے۔

باقی تفصیل روایت مافی الباب میں آرہی ہے۔

۳۶۱ - حدثنی عبدُ اللہ بنُ ابی شیبۃَ العَبْسِیُّ قال حدثنا ابنُ ادریسَ عن اسمٰعیلَ بنِ ابی خالدٍ عن قیسٍ عن جریرٍ قال کنتُ بالیمنِ فلقیتُ رَجُلینِ مِن اھلِ الیمنِ ذا کلاعٍ و ذا عمرٍو فجعلتُ اُحدِّثُھم من رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالَ لہ ذو عمرٍو لئن کان الّذی تذکرُ من امرِ صاحبِکَ لقد مرَّ علی اجلِہ منذُ ثلثٍ واقبلا معی حتی اذا کنّا فی بعضِ الطریقِ رُفِعَ لنا رَکبٌ من قِبَلِ المدینۃِ فسالناھم فقالوا قُبِضَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستُخلِفَ ابوبکرٍ والناسُ صالِحون فقالا اَخبِر صاحبَکَ انا قد جئنا ولعلّنا سنعودُ اِن شاء اللہ ورجعا الی الیمنِ فاخبرتُ ابابکرٍ بحدیثِھم قال افلا جئتَ بِھم فلمّا کان بعدُ قال لی ذو عمرٍو یا جریرُ اِنّ بک علیّ کرامۃً واِنّی مُخبِرُک خبرًا انکم معشرَ العربِ لن تزالوا بخیرٍ ما کنتم اذا ھلک امیرٌ تامرتم فی اٰخرَ فاذا کانت بالسیفِ کانوا ملوکًا یغضبون غضبَ الملوکِ ویرضون رضی الملوکِ۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں یمن میں تھا تو اہل یمن کے دو افراد ذو کلاع

اور ذوعمرو سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بیان کرنے لگا اس پر ذوعمرو نے حضرت جریر سے کہا اگر تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) وہی ہیں جن کا تم ذکر کر رہے ہو تو ان کی وفات پر تین دن کی مدت گذر چکی ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ ہی (مدینہ کی طرف) چل رہے تھے ہم لوگ راستے ہی میں تھے کہ مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے چند سوار دکھائی دیئے ہم نے ان سے پوچھا تو ان لوگوں نے تصدیق کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے ہیں اور لوگ صالح یعنی راضی ہیں پھر ان دونوں (ذوکلاع اور ذوعمرو) نے کہا کہ اپنے صاحب (یعنی ابوبکرؓ) سے کہنا کہ ہم آئے تھے اور امید ہے کہ انشاء اللہ ہم پھر مدینہ آئیں گے اور (یہ کہہ کر) دونوں یمن کی طرف واپس لوٹ گئے پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کی باتوں کی اطلاع دی تو ابوبکرؓ نے فرمایا "پھر انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے"؟ پھر ایک عرصہ کے بعد (فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں) ذوعمرو نے مجھ سے کہا اے جریر تمہارا مجھ پر احسان ہے اور میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں کہ تم اہل عرب اس وقت تک خیر و بھلائی کے ساتھ رہو گے جب تک تم اس طرز عمل پر رہو گے کہ جب کوئی امیر وفات پا جائے گا تو تم دوسرے امیر کے بارے میں مشورہ کرتے رہو گے (یعنی باہمی مشورہ سے دوسرے امیر کا انتخاب کرو گے) لیکن جب امارت تلوار سے ہو گی (یعنی بلا مشورہ قہر و جبر سے امیر بننے لگے گا) تو وہ لوگ بادشاہ بن جائیں گے (یعنی امارت و خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو جائیگی) بادشاہوں کی طرح غصہ ہوا کریں گے اور بادشاہوں ہی کی طرح خوش ہوا کریں گے (مطلب یہ ہے کہ بات بات پر خوش اور بات بات پر ناخوش ہو جائیں گے ان کے نزدیک شریعت اور خلفائے راشدین کے طور طریقے کی پابندی نہ ہو گی ذرا سی بات پر خوش ہو جائیں گے اور انعام دیں گے اور کبھی معمولی بات پر ناراض ہوں گے تو ماریں گے یا قتل کروا دیں گے)۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "کنت بالیمن فلقیت رجلین من اھل الیمن"

بعض نسخوں میں بجائے کنت بالیمن کے کنت بالبحر ہے کما فی الحاشیہ وایضا عمدۃ القاری۔

اس صورت میں ترجمہ اس طرح ہو گا حضرت جریرؓ نے بیان کیا کہ (یمن سے واپسی میں مدینہ آنے کے لئے) میں بحری راستے سے سفر کر رہا تھا۔ الخ

ذوعمرو نے جو جریرؓ سے بیان کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تین روز ہو رہا ہے وہ کہاں سے اور کس طرح معلوم کیا؟ اس کے جوابات مختلف ہیں۔

۱۔ ذوعمرو یمنی تھا اور یمن میں یہود بکثرت رہتے تھے اور کتاب توراۃ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات و اوصاف اہل یمن کو سناتے رہتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ آنحضورؐ کے آخری حالات سے اس نے یہ خبر دی۔

۲۔ ممکن ہے کہ ذوعمرو پہلے کاہن تھا ۳۔ احتمال ہے کہ کسی راہی مسافر سے ذوعمرو کو معلوم ہوا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں کوئی صورت یقینی نہیں تھی اس لئے یقین تو کاروان مدینہ کی خبر کے بعد ہوا۔

نیز ذوعمرو کی مذکورہ نصیحت سے اہل الرائے کے مشورے کی ضرورت و اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے اور ذوعمرو کی یہ نصیحت احادیث کثیرہ اور تجربات سے صحیح ثابت ہوئی کہ اہم معاملات میں مشورہ ضروری ہے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے تک خلافت و امارت کی بنیاد امرھم شوریٰ بینھم پر رہی پھر جب ملوکیت

آئی تو انجام معلوم وظاہر ہے۔ واللہ اعلم

۶۲۵ - بابُ غزوةِ سِيفِ البحرِ ويَتلقّونَ عِيرَ القُريشِ واميرُهم ابو عُبَيدةَ -

غزوہ سیف البحر کا بیان اور یہ سریۂ قریش کے قافلہ تجارت کی گھات (انتظار) میں تھا اور ان کے امیر ابو عبیدۃ بن الجراحؓ تھے۔

تشریحات غزوہ سے مراد سریۂ ہے کیونکہ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے۔
سیف بکسر السین کے معنی کنارہ کے ہیں سیف البحر سمندر کا کنارہ۔

وجہ تسمیہ چونکہ یہ سریۂ مدینہ سے پانچ منزل پر سیف البحر یعنی ساحل بحر قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا گیا تھا اس لئے اس کا نام غزوہ سیف البحر پڑا۔

اور اس سریۂ کو سریۃ الخبط بھی کہتے ہیں اس لئے کہ خبط کے معنی لغت میں پتے جھاڑنے کے ہیں تو چونکہ اس سفر میں شدید بھوک پر اصحاب نے درختوں کی پتیاں کھائی تھیں اس لئے اس کو سریۂ خبط بھی کہا جاتا ہے۔

سریّۂ سیف البحر غزوہ ذات السلاسل کے بعد ماہ رجب سنہ ۸ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ نے حضرت ابو عبیدۃ بن الجراحؓ کو تین سو مہاجرین و انصار پر امیر مقرر کر کے سیف البحر قبیلہ جہینہ (بضم الجیم وفتح ہائے ہوز) کی طرف روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمر بن الخطابؓ اور جابر بن عبد اللہؓ بھی تھے اور چلتے وقت توشہ کے لئے آنحضرتؐ نے ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا۔

جب وہ کھجوریں ختم ہوگئیں اور لشکر کے پاس کی کھجوریں بھی ختم ہوگئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اوپر پانی پی پی کر دن گذارے پھر شدت فاقہ کے مارے درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے بالآخر ایک روز دریا کے کنارہ پہونچے اور بھوک سے بے چین و بے تاب تھے یکایک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن تک کھایا، صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہوگئے اس مچھلی کا نام عنبر تھا روزانہ ایک بیل کے برابر ٹکڑا کاٹ لیتے تھے اور کھاتے تھے، اس کے بعد ابو عبیدہ نے اس عنبر مچھلی کی پسلیوں میں سے دو ہڈی کو کھڑا کیا اور سب سے لمبے اونٹ پر سب سے زیادہ لمبا آدمی چن کر سوار کیا اور اس کے نیچے سے جانے کے لئے کہا تو چلا گیا اور سوار کا سر بھی اس ہڈی سے نہ لگا۔ جب مدینہ منورہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ چنانچہ اس میں کا گوشت آپؐ کے سامنے لایا گیا اور آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس سفر میں قتال کی نوبت نہیں آئی لشکر اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ منورہ واپس ہوا۔

۳۶۲ - حدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنی مالکٌ عن وَهبِ بن کَیسانَ عن جابرِ بن عبد اللہ انّہ قال بعثَ رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعثًا قِبَلَ السَّاحِلِ و اَمَّرَ علیہم ابا عبیدۃَ بنَ الجرّاحِ وَھُم ثلٰثُ مِائۃٍ فخرجنا فکنّا ببعضِ الطریقِ فنِیَ الزادُ فامرَ ابو عبیدۃَ بازوادِ الجیشِ فجُمِعَ فکان مِزوَدَی تمرٍ فکان یقوتنا کلَّ یومٍ قلیلٌ قلیلٌ حتی فنِیَ فلم یکن

يُصِيبُنا الا تمرةٌ تمرةٌ فقلتُ ما تُغْنِي عنكم تمرةٌ فقال وَاللّٰهِ لقد وجدنا فقدَها حِين فَنِيَتْ ثمّ انتهينا الى البحرِ فاذا حوتٌ مِثلُ الظَّرِبِ فاكل منها القومُ ثمانَ عشرةَ ليلةً ثمّ امر ابو عبيدةَ بِضِلْعَيْنِ مِنْ اَضْلَاعِهِ فنُصِبا ثمّ امر براحلةٍ فرُحِلتْ ثمّ مرّتْ تحتهما فلم تُصِبْهُما۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان لوگوں کا امیر ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بنایا اور وہ لوگ تین سو آدمی شریک تھے چنانچہ ہم مدینہ سے روانہ ہوئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ زادراہ ختم ہو گیا پھر ابو عبیدہؓ نے لشکر کے زادراہ (یعنی انفرادی طور پر جس کے پاس جو زادراہ تھا) جمع کرنے کا حکم دیا اور جمع کیا گیا تو دو تھیلے کھجوروں کے جمع ہو گئے اب ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانے کو دیتے تھے بالآخر یہ بھی ختم کے قریب ہوا تو ہمارے حصے میں صرف ایک ایک کھجور آتی تھی (وہب بن کیسان کہتے ہیں کہ) میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ ایک کھجور تمہارے بھوک کو کیا دفع کرتی ہوگی؟ جابرؓ نے فرمایا بلا شبہ ہم نے پایا اس کے فقدان کو مؤثر (یعنی ہمیں اس ایک کھجور کی قدر اس وقت محسوس ہوئی جب کھجور بالکل ہی ختم ہو گئی ایک بھی نہ رہی) پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ بڑے ٹیلے کی طرح ایک مچھلی ہے اس مچھلی کو سارا لشکر اٹھارہ راتوں تک کھاتا رہا بعد میں ابو عبیدہؓ کے حکم سے اس کے پسلیوں کی دو ہڈیاں کھڑی کی گئیں اور ایک سواری کا کجاوہ کسا گیا اور وہ اس کے نیچے سے گذاری گئی اور ہڈیوں کو بالکل نہیں لگا۔

تشریحات مطابقة للترجمة فی قولہ "بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم قِبل الساحل" يقوتنا ازقات یقوت قوتا خوراک دینا یعنی ہم لوگوں کو ہر روز خوراک دیتے تھے تھوڑا تھوڑا۔

مثل الظرب بفتح الظاء المعجمة وکسر الراء چھوٹی پہاڑی بڑا ٹیلہ۔ ما تغنی عنکم تمرة۔ ایک کھجور تمہارے بھوک کو کیا دفع کرتی ہوگی؟ یعنی ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ ایک روایت میں ہے فقلت کیف کنتم تصنعون بها الخ (فتح) یعنی میں نے کہا ایک کھجور کو تم کیا کرتے تھے؟ کہا ہم اس کو چوستے تھے جیسے بچہ پستان چوستا ہے پھر ہم اس کو چوس لینے کے بعد پانی پیتے تھے۔ بہرحال حق تعالیٰ نے مجاہدین بندوں کے لئے بے شان و گمان رزق کا سامان مہیا فرمایا حق ہے "ويرزقه من حيث لا يحتسب"

۳۶۳۔ حدثنا عليُّ بنُ عبدِ اللّٰهِ قال حدثنا سُفْيٰنُ قال الّذِى حَفِظناهُ من عَمرِو بنِ دينارٍ قال سمعتُ جابرَ بنَ عبدِاللّٰهِ يقولُ بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثَ مِائةِ راكبٍ اَميرُنا ابو عبيدةَ بنُ الجرّاحِ نرصُدُ عِيرَ قريشٍ فاقمنا بالسَّاحِلِ نصفَ شهرٍ فاصابنا جوعٌ شديدٌ حتى اكلنا الخَبَطَ فسُمِّيَ ذالِكَ الجيشُ جيشَ الخَبَطِ فالقى لنا البحرُ دابّةً يُقال لها العَنْبَرُ فاكلنا منه نصفَ شهرٍ وادّهنا من وَدَكِه حتى ثابت الينا اجسامُنا فاخذ ابو عبيدةَ ضِلعًا من اعضائه فنصَبه فعمَد الى اطولِ رجلٍ معه قال سفيٰنُ مَرّةً ضِلعًا مِّن اَضلاعِه فنصَبه واخذ رجلا و بعيرًا فمرَّ تحته قال جابرٌ وكان رجلٌ

مِنَ القومِ نحرَ ثلثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نحرَ ثلثَ جزائرَ ثمَّ نحرَ ثلثَ جزائِرَ ثمَّ اِنَّ اَبا عُبَیدۃَ نہا؟ وکان عَمرٌو یقولُ اخبرنا ابو صالحٍ اَنَّ قیسَ بنَ سعدٍ قال لا بیہ کنتُ فی الجیشِ فجاعوا قال اِنحرَ قال نحرتُ قال ثمّ جاعوا قال انحرَ قال نحرتُ ثمَّ جاعُوا قال انحرَ قال نحرتُ قال ثمَّ جاعوا قال انحرُ قال نُہِیتُ ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ہمارے امیر ابو عبیدۃ بن الجراحؓ تھے تاکہ ہم قریش کے قافلہ کی گھات میں رہیں چنانچہ ہم لوگ ساحل سمندر پر پندرہ دن تک پڑاؤ ڈالے رہے ہمیں (اس سفر میں) سخت بھوک وفاقہ کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ ہم نے درختوں کے پتے کھائے اسی لئے اس لشکر (سریہ) کا نام سریۃ الخبط پڑ گیا پھر سمندر نے ہمارے لئے ایک چوپایہ (یعنی مچھلی) ساحل پر پھینکا جس کو عنبر کہا جاتا تھا ہم نے اس مچھلی کو پندرہ دن کھایا اور اس کی چربی کو تیل کے طور پر (اپنے جسموں پر) ملا یہاں تک کہ ہمارے جسم ہماری طرف لوٹ آئے (یعنی ہمارے جسموں کی سابقہ طاقت وقوت لوٹ آئی) بعد میں ابو عبیدہ رضؓ نے اس کی ایک پسلی لے کر کھڑی کی پھر اپنے ساتھیوں میں سے سب سے لمبے شخص کا قصد کیا (یعنی اس کے نیچے سے گذارا، سفیان نے ایک مرتبہ اس طرح بیان کیا ضلعا من اضلاعہ فنصبہ الخ یعنی اس پسلیوں میں سے ایک پسلی لے کر کھڑی کی اور ایک شخص کو سواری پر سوار کرایا وہ سوار اس کے نیچے سے نکل گیا۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ لشکر کے ایک شخص نے پہلے تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ (تیسری مرتبہ) ذبح کئے تو ابو عبیدہؓ (امیر لشکر) نے انہیں روک دیا (چونکہ شدت بھوک اور کثرت فاقہ کی وجہ سے سواری کے اونٹوں کو یا قلت سرمایہ کے وقت اونٹوں کو خرید کر ذبح کئے جا رہے تھے اگر سب اونٹ ذبح کر دیئے جاتے تو سفر میں انتہائی دشواری ہوتی) اور عمرو بن دینار بیان کرتے تھے کہ ہم سے ابو صالح نے بیان کیا کہ قیس بن سعدؓ نے (واپس آکر) اپنے والد (حضرت سعد بن عبادہؓ) سے کہا کہ میں بھی لشکر میں تھا سو جب لوگوں کو بھوک لگی تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ اونٹ ذبح کرو قیس بن سعد نے کہا کہ میں نے ذبح کر دیا پھر لوگوں کو بھوک لگی تو انہوں نے کہا کہ اونٹ ذبح کرو میں نے ذبح کیا پھر بھوکے ہوئے تو کہا کہ اونٹ ذبح کرو بیان کیا کہ میں نے ذبح کیا بیان کیا کہ پھر لوگوں کو بھوک لگی اور ذبح کے لئے بیان کیا کہ اس چوتھی مرتبہ میں نے کہا کہ امیر لشکر کی طرف سے مجھے منع کر دیا گیا۔

تشریحات

ہذا طریق آخر من حدیث جابر بن عبداللہ رضؓ۔

ثلاث مائۃ بعثنا سے بدل ہونے کی بنا پر ثلاث منصوب ہے۔ فاکلنا منہ نصف شہر الخ ہم نے اس مچھلی کو نصف مہینہ یعنی پندرہ دن کھایا حالانکہ سابقہ روایت ۳۶۲ سے معلوم ہوا تھا کہ اس مچھلی کو سارے لشکر اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اکثر میں اقل کی نفی نہیں ہوتی ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس نے کھانے کے پورے ایام کو ذکر کیا اس نے اٹھارہ دن کہا اور جس نے کسر کو چھوڑ دیا اس نے نصف شہر یعنی پندرہ دن کہا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق کہا واللہ اعلم، علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں اس عنبر مچھلی کی کھال سے ڈھال بنایا جاتا تھا۔ یتخذ من جلدھا الاتراس (قسطلانی ص۲۱۵)

قیس بن سعد

قیس بن سعد اور ان کے والد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما اکابر انصار میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ ہمارے گھر تشریف لائے واپسی کے لئے حضرت سعد بن عبادہ نے دراز گوش پیش کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور حضرت سعد نے کہا اے قیس حضورؐ کی ہمرکابی میں جاؤ۔ قیس کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اے قیس سوار ہو جا میں نے ادب کی خاطر انکار کیا آپؐ نے فرمایا یا تو تم سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ (مدارج النبوت)

حضرت قیس بن سعد انصاری خزرجی فضلاء صحابہ میں سے تھے حروب وجنگ سے واقف کار اور اپنے قبیلہ کے معزز تھے حضرت علیؓ کے دور خلافت میں مصر کے حاکم ہوئے اور ۶۰ھ میں سرائے فانی سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔ وکان قیس بن سعد و عبد الله بن زبیر و شریح القاضی و الاحنف لیس فی وجوههم شعر ولا لاحدهم لحیة وکان قیس مع ذالك جمیلا (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ۶۱۳)

یعنی ان حضرات کے چہرے پر بال نہیں نکلے تھے صحابہ میں قیس بن سعد قاضی شریح اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو ڈاڑھیاں نہ نکلی تھیں (اصح السیر ص۲۸۷)

اتفاق سے ہمارے صوبہ بہار اور اڑیسہ کے قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی بھی بے ڈاڑھی اور حسین ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے کہ صوبہ بہار کو ان کی علمی ذکاوت و خداداد صلاحیت اور لسانی خطابت پر فخر ہے۔

مسائل

یہ سریہ اس بات پر حجت ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں یہ سریہ بھیجا۔

دوم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گو وہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گو صحابہؓ نے مجبوری کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بغیر مجبوری کے کھایا۔

سمک طافی

سمک طافی یعنی طافی مچھلی کی حرمت و حلت میں اختلاف ہے۔

طافی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی میں بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت مر کر الٹی ہو گئی ہو۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک طافی حرام ہے اور یہی منقول ہے حضرت علی، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور یہی مسلک ہے ابراہیم نخعی، شعبی اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ کا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک طافی حلال ہے یہ حضرات اس حدیث عنبر سے استدلال کرتے ہیں کہ عنبر مچھلی صحابہ کرام کو مری ہوئی ملی تھی جس کو سمندر نے پھینک دی تھی۔

لیکن اس حدیث سے طافی مچھلی کی حلت پر استدلال درست نہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں اس عنبر کے طافی ہونے کی تصریح نہیں ہے کیونکہ طافی تو وہ مچھلی ہے جو کسی خارجی سبب کے بغیر خود بخود سمندر و دریا میں مر جائے اور الٹی ہو جائے یہاں تو یہ احتمال ہے کہ تلاطم امواج نے مچھلی کو کنارے پھینک دی اور پانی کے فی الفور دور چلے جانے کی وجہ سے مچھلی کنارے پر مر گئی ایسی مچھلی ہرگز طافی نہیں ہے اور بلا شبہ حلال ہے ہاں اگر کوئی مچھلی اندرون دریا مر کر پھس جائے، الٹ جائے تو طافی ہے اور حرام ہے۔ تفصیل اپنے مقام کتاب الاطعمہ میں آئیگی۔ انشاء اللہ

۳۶۴ - حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ عن ابن جریج قال اخبرنی عمرو انہ سمع جابرًا یقول غزونا جیش الخبط و امّر علینا ابو عبیدة فجعنا جوعًا شدیدًا فالقی البحر حوتًا میتًا لم نر مثلہ یقال لہ العنبر فاکلنا منہ نصف شہر فاخذ ابو عبیدة عظمًا من عظامہ فمرّ الراکب تحتہ فاخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابرًا یقول قال ابو عبیدة کلوا فلما قدمنا المدینة ذکرنا ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کلوا رزقًا اخرجہ اللہ اطعمونا ان کان معکم فاتاہ بعضہم فاکلہ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کا بیان ہے کہ ہم جیش الخبط (سریۂ خبط) میں شریک غزوہ تھے حضرت ابو عبیدہ رضؓ ہمارے امیر تھے پھر ہمیں شدید بھوک لگی (یعنی زادراہ کے ختم ہونے کی وجہ سے شدید فاقہ اور بھوک سے گذرنا پڑا) پھر سمندر نے ایک ایسی مردہ مچھلی باہر پھینکی کہ ہم نے ویسی مچھلی نہیں دیکھی تھی اس کو عنبر کہا جاتا تھا چنانچہ ہم نے آدھا مہینہ اس کا گوشت کھایا پھر ابو عبیدہ رضؓ نے اس کی ایک ہڈی کھڑی کروادی تو اونٹ کا سوار اس کے نیچے سے گذر گیا (ابن جریج نے بیان کیا کہ) پھر مجھے ابو الزبیر نے خبر دی اور انہوں نے جابر رضؓ سے سنا جابر رضؓ نے بیان کیا کہ ابو عبیدہؓ (امیر لشکر) نے فرمایا کہ اس مچھلی کو کھاؤ پھر جب ہم مدینہ لوٹ کر آئے تو ہم نے اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ رزق جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اسے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ چنانچہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؐ نے تناول فرمایا۔

تشریحات ہذا طریق آخر فی حدیث جابر رضؓ

امّر بضم الہمزہ وتشدید المیم علی صیغۃ المجہول وفی روایۃ امیرنا ابو عبیدة رضؓ الخ تفصیل گذر چکی ہے۔

۶۲۶ - باب حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا لوگوں کے ساتھ ۹ھ میں حج کرنا

۳۶۵ - حدثنی سلیمٰن بن داؤد ابو الربیع قال حدثنا فلیح عن الزہری عن حمید بن عبد الرحمٰن عن ابی ہریرة ان ابا بکر الصدیق بعثہ فی الحجة التی امّرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا قبل حجة الوداع یوم النحر فی رھط یؤذن فی الناس لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو حجۃ الوداع سے پہلے جس حج کا امیر بنا کر بھیجا تھا اس میں حضرت ابوبکر رضؓ نے مجھے قربانی کے دن کئی آدمیوں کے ساتھ بھیجا تاکہ (منیٰ میں) تمام لوگوں میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی برہنہ (ننگا) بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ ۔
والحدیث مضیٰ فی الحج صنـ۲۲ وہذا فی المغازی صـ۶۲۶

صدیق اکبرؓ کا حج ۹ھ

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ماہ ذیقعدہ ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کو امیر حج مقرر کرکے مکہ معظمہ روانہ کیا مدینہ منورہ سے تین سو آدمی حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ چلے اور بیس اونٹ قربانی کے آپ کے ہمراہ کئے تاکہ لوگوں کو شریعت کے مطابق حج کرائیں اور سورہ برأت کی چالیس آیتیں جو نقض عہد کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں ان کا اعلان کریں جن میں یہ تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کریں اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جن لوگوں کے ساتھ کوئی عہد نہیں کیا گیا ان کو یوم النحر سے لے کر چار مہینے کی مہلت ہے صدیق اکبرؓ کی روانگی کے بعد آپؐ کو یہ خیال ہوا کہ عہد اور نقض عہد کے متعلق جو اعلان کیا جائے مناسب یہ ہے کہ اس کا اعلان و اظہار ایسے شخص کی زبانی ہونی چاہئے کہ جو عہد کرنے والے کے خاندان اور اہل بیت سے ہو اس لئے کہ عرب ایسے امور میں خاندان اور اقارب ہی کی بات کو قبول کرتے ہیں اس لئے آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور اپنی ناقہ عضباء پر سوار کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے روانہ کیا کہ سورہ برأت کی آیات موسم حج میں تم سناؤ اور بعض روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات برأت صدیق اکبرؓ کے روانہ ہونے کے بعد نازل ہوئیں اس لئے بعد میں حضرت علیؓ کو آیات برأت کا پیغام سنانے کے لئے روانہ فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے جب ناقہ کی آواز سنی تو یہ گمان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے ٹھہر گئے دیکھا تو علیؓ ہیں پوچھا "امیرٌ او مامور" یعنی امیر ہو کر آئے ہو یا تابع ہو کے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا مامور ہوں یعنی تابع ہو کر آیا ہوں اور فقط سورہ برأت کی آیات سنانے کے لئے آیا ہوں چنانچہ لوگوں کو حج ابو بکر صدیقؓ ہی نے کرایا اور موسم حج کے خطبے بھی انہوں ہی نے پڑھے اور حضرت علیؓ نے صرف سورہ برأت کی آیات اور ان کا مضمون جمرہ عقبہ کے قریب یوم النحر میں کھڑے ہو کر لوگوں کو سنایا، حضرت ابو بکرؓ نے کچھ لوگ حضرت علیؓ کی امداد کے لئے مقرر کر دیئے کہ باری باری سے منادی کریں چنانچہ یوم النحر منیٰ میں یہ منادی کر دی گئی اور لوگوں کو سنا دیا گیا کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ سال آئندہ کوئی مشرک حج کرنے پائے گا اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کر سکے گا اور جس کا جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد بلا میعاد کے ہے تو اس کو چار مہینے کا امن ہے اگر اس مدت میں مسلمان نہ ہوا تو چار ماہ کے بعد جہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت علیؓ ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ سے ملے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اعلان کے لئے بھیجا ہے تو ابو بکر صدیقؓ کو خیال ہوا کہ شاید میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے اس لئے فوراً ہی مدینہ واپس ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم

نازل ہوا ہے آپؐ نے فرمایا تو تو میرا یار غار ہے، غار ثور کا ساتھی ہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگا لیکن برأت کا اعلان سوائے میرے یا میرے خاندان کے کسی شخص کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اس لئے آیات برأت سنانے کے لئے میں نے علیؓ کو بھیجا ہے۔ (سیرت مصطفٰے بحوالہ فتح الباری)

۳۶۶ - حدثنی عبدُ اللهِ بنُ رَجاءٍ قال حدثنا اسرائیلُ عن ابی اسحٰقَ عن البراء قال آخِرُ سُورةٍ نَزَلتْ کامِلةً سورة بَراءةٌ واٰخِرُ سورةٍ نزلتْ خاتمةُ سورةِ النّساء یَسْتفتونَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکم فی الکلالةِ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ آخری سورہ جو پوری نازل ہوئی وہ سورہ برارت (توبہ) ہے اور آخری سورہ جس کا آخری حصہ نازل ہوا وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے۔ یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالۃ۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "آخر سورة نزلت کاملة براءة" کیونکہ سورہ براءۃ کی ان آیات کا نزول اسی موقع پر ہوا تھا جب صدیق اکبرؓ ۹ھ میں امیر الحاج بنا کر بھیجے گئے۔

ع۲ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ حدیث کی مطابقت اس آیت سے ہے جو برارت کی ہے "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا۔"

لیکن اوّل وجہ اولیٰ و انسب ہے۔

اخرجہ البخاری ہنا فی المغازی ص۶۲۶ و فی التفسیر ص۶۶۲ و فی الفرائض مختصرا ص۹۹۸

قرآن حکیم کی آخری سورۃ و آخری آیت

حضرت براء بن عازبؓ کی اسی روایت میں ہے "اٰخر سورة نزلت کاملة سورة براۃ" یعنی قرآن کی آخری سورہ جو پوری نازل ہوئی وہ سورہ برارت ہے (بخاری ص۶۲۶)

مسلم شریف میں حضرت براءؓ کی یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے عن البراء ان اٰخر سورة انزلت تامة سورة التوبة وان اٰخر اٰیة انزلت اٰیة الکلالة (مسلم ص۳۵ ج۲) و فی البخاری ص۶۶۲۔

قال (ای البراءؓ) اٰخر سورة نزلت براءة واخر اٰیة نزلت یستفتونك الخ۔

بخاری ہی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اٰخر اٰیة نزلت علی النبی صلی الله علیه وسلم اٰیة الربوا (بخاری کتاب التفسیر ص۶۵۲)

ایک روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہا (ای سورۃ النصر) آخر سورة نزلت (عمدہ ص۶ ج۵ و تفسیر ابن کثیر عربی ص۵۶۱ ج۴)۔

مذکورہ روایات میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل تعارض نہیں ہے۔

ع۱ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ جو کامل نازل ہوئی ہے وہ سورہ فاتحہ ہے اور قرآن کی آخری سورہ سورہ نصر ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت عمدۃ القاری اور تفسیر ابن کثیر سے گذری۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی مکمل سورہ نازل نہیں ہوئی اسلئے بعض آیات کا نزول جو اس کے بعد ہونا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ اس کے منافی نہیں جیسا کہ پہلے بیان گذرا کہ سب سے پہلی سورہ فاتحہ ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مکمل سورہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی سورہ اقرا اور سورہ مدثر وغیرہ کی چند آیات کا اس سے پہلے نازل ہونا اس کے منافی نہیں۔

ع۲ زیر بحث حدیث الباب میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے "اخر سورة نزلت كاملة سورة براءة واخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء"

اس کا جواب علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "قال الكرماني يستفتونك ليس اخر سورة نزلت بل اخر اية من السورة" اور یہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث شریف کا لفظ بھی یہی بتاتا ہے "خاتمة سورة النساء" اس سے معلوم ہوا کہ سورہ کے معنی ہیں قطعة من القران مطلب یہ ہے کہ سورہ نساء کا ایک ٹکڑا، ایک آیت جس کی تفسیر یستفتونك الخ ہے۔

اب رہا حدیث براءؓ کا پہلا جزء "آخر سورة نزلت كاملة سورة براءة" الخ اس کا جواب علامہ عینی نقل فرماتے ہیں "قال الداؤدی لفظ کاملة ليس بشئ لان البراءة نزلت شيئا بعد شئ الخ۔

اور یہی وجہ ہے کہ یہی حدیث کتاب التفسیر ص۶۶۲ میں ہے "اخر سورة نزلت براءة" یعنی لفظ کاملة یا تامة نہیں ہے۔

اور ظاہر بھی یہی ہے کہ سورہ براءة کی ابتدائی آیات کا نزول فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں صدیق اکبرؓ کے حج کے موقع پر ہوا اور پوری سورة النصر کا نزول و سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ کا نزول ۱۰ھ حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا۔

اس میں اس طرح تطبیق دی جاتی ہے کہ حلال وحرام کے احکام کے لحاظ سے سب سے آخری آیت آیت مائدہ الیوم اکملت لکم الخ ہے جیسا کہ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں "لم ينزل بعد هذه الاية شئ من الحلال والحرام" (فتح) اور احکام میراث کے متعلق آخری آیت آیت کلالہ ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سورہ نصر کامل اور اس کے بعد آیت مائدہ الیوم اکملت لکم الخ ۱۰ھ حجۃ الوداع کے موقع پر نویں ذی الحجہ بروز جمعہ نازل ہوئی اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچاس دن قبل آیت کلالہ نازل ہوئی اس کے بعد سب سے آخر میں وفات سے ۹ روز قبل واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله الآیہ نازل ہوئی۔

حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں "عن ابن جریج قال يقولون انه مكث بعدها تسع ليال الخ" پھر مختلف اقوال نقل کرتے ہیں کہ عند البعض اکیس۲۱ روز قبل اور عند البعض سات روز قبل۔ (فتح الباری ص۱۵۳ ج۸) واللہ اعلم۔

۶۲۶- بابُ وفدِ بنی تمیمٍ

بنی تمیم کے وفد کا بیان

محرم ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں پر سردار مقرر کرکے مقام سقیا کی طرف روانہ کیا جہاں بنو تمیم رہتے تھے رات کو ان حضرات نے چھاپہ مارا قبیلہ بنی تمیم کے لوگ بھاگ گئے یہ حضرات گیارہ مرد اکیس عورتیں اور تیس لڑکوں کو گرفتار کرکے مدینہ لے آئے۔

اس کے بعد بنی تمیم کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا جس میں ان کے چند رؤسا بھی تھے عطارد بن حاجب اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر اور قیس بن عاصم وغیرہ۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس فتح مکہ میں حضور اکرمؐ کے ساتھ تھے پھر وہ بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے (عمدہ ص۱۸)

یہ لوگ اعرابی دیہاتی تھے آداب معاشرت سے واقف نہیں تھے آپؐ کے حجرہ شریفہ کے پیچھے کھڑے ہوکر پکارنے لگے "اخرج الینا یا محمد"، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آئیے تاکہ ہم آپ سے شاعری میں مقابلہ کریں۔ اس بے عقلی سے نبی کو پکارنا حق تعالیٰ کو ناپسند ہوا اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون. الآیہ (حجرات ۴-۵)

جو لوگ آپ کو حجروں سے پکارتے ہیں اکثر بے عقل ہیں (کیونکہ اگر عقل ہوتی تو نام لے کر باہر سے پکارنے کی جرأت نہ کرتے) اور اگر یہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپؐ ان کی طرف برآمد ہوتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا (اگر اب بھی توبہ کرلیں تو معاف ہو جاوے کیونکہ) اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اساتذہ ومشائخ کا احترام وادب بھی لازم ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ علوم قرآن حاصل کرنے کے لئے سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ کے مکان پر جاتے تھے ادب کی وجہ سے کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے ابی بن کعب کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے یہاں تک کہ وہ خود باہر تشریف لاتے ایک بار ابی بن کعب نے کہا تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو اس پر عبد اللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا "العالم فی قومه کالنبیؐ فی امّته وقد قال اللّٰه فی حق نبیّه علیه الصلوٰة والسلام ولو انهم صبروا حتی تخرج الیهم لکان خیرا لهم"، عالم اپنی قوم میں بمنزلہ نبی کے ہے اپنی امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ "ولو انهم صبروا الخ"

ابو عبیدہ فرماتے ہیں "میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا یہاں تک کہ وہ خود اپنے وقت پر تشریف لے آئے"۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے اس وقت سے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ میرا یہی معمول ہے والحمد للہ علی ذالک (سیرت مصطفےٰ بحوالہ روح المعانی)

۳۶۷- حدثنا ابو نُعَیمٍ قال حدثنا سُفیٰنُ عن اَبی صخرةَ عن صَفوانَ بنِ مُحرِزٍ المازِنیّ عن

عمرانَ بنِ حُصینٍ قال اَتیٰ نفرٌمن بنی تمیمٍ النبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اِقبَلوا البشریٰ یا بنی تمیمٍ قالوا یارسولَ اللّٰہِ قد بشرتنَا فاعطِنا فرُئِیَ ذالک فی وَجہہ فجاء نفرٌمّن الیمنِ فقال اقبَلوا البشریٰ اذ لم یَقبَلْہَا بنو تمیمٍ قالوا قد قبِلْنا یارسولَ اللّٰہ ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رض نے بیان کیا کہ بنوتمیم کے چند افراد (یعنی ایک وفد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ان سے فرمایا "اے بنوتمیم بشارت قبول کرو" وہ کہنے لگے یارسول اللہ بشارت تو آپ ہمیں دے چکے سو ہمیں کچھ دیجئے بھی (یعنی کچھ مال بھی دیجئے) ان کے اس جواب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کا اثر دیکھا گیا پھر یمن کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں آئے تو آپؐ نے فرمایا "بنوتمیم نے بشارت نہیں قبول کی تم قبول کرلو ان لوگوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ہم نے بسروچشم قبول کیا"۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " اتی نفرمن بنی تمیم "
والحدیث مضیٰ فی کتاب بدءالخلق ص۴۵۳ وہنا فی المغازی ص۶۲۶ وسیاتی ص۶۳۰

ابشروا صیغہ امر از البشار، بشارت سے ماخوذ ہے مقصود جنت کی بشارت وخوشخبری ہے جو مومن ومسلم کے لئے موعود ہے **قالوا بشرتنا** قائل اقرع بن حابس رض تھے جو بعد میں نہایت مخلص مسلمان ہوئے **فتغیر وجہہ** یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا جواب سن کر سخت افسوس ہوا کہ جنت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں دنیائے دنی کے طالب ہوئے حالانکہ اگر وہ لوگ بشارت نبوی کو قبول کر لیتے تو دنیا تو خود بخود کچھ نہ کچھ مل ہی جاتی بخلاف اہل یمن کے کہ ان کی انتہائی خوش قسمتی ہے کہ بشارت نبوی کو قبول کیا۔

ایک اشکال مع جواب

اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنوتمیم کے لوگ ۹ھ میں آئے تھے اور اشعری اس سے پہلے ۷ھ میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کچھ اشعری حضرات ۹ھ میں بنوتمیم کے موقع پر بھی آئے ہوں گے۔ فلا اشکال ۔

۶۲۶ - بابٌ

ای ہٰذا بابٌ ۔ اس صورت میں یہ باب بلاترجمہ ہوگا اور کالفصل من الباب السابق کے قبیل سے ہوگا بعض نسخوں میں ترجمہ موجود ہے "باب غزوۃ عُیینۃ"

اس دوسرے نسخہ کی صورت میں مطلب ہوگا سریۂ عیینہ بن الحصن فزاری کا بیان"

قال ابنُ اسحٰقَ غزوۃُ عُیَینَۃَ بنِ حِصنِ بنِ حُذیفۃَ بنِ بَدرٍ بَنی العنبرِ من بنی تمیمٍ بَعَثَہ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیہم فاغارَ واصابَ مِنہم ناسًا وسبیٰ منہم نِسَاءً۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا غزوہ بنی تمیم کی ایک شاخ بنی عنبر سے ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (عیینہ بن حصن) کو بنوالعنبر کی طرف بھیجا تھا تو عیینہ رض نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بعضوں کو قتل کیا اور ان کے کچھ عورتوں کو قید کیا۔

تشریحات امام المغازی محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ آپؐ نے عیینہ بن حصن فزاری کو سریہ کا امیر بنا کر بنو تمیم کی ایک شاخ بنو العنبر کی طرف بھیجا جو کامیاب ہوئے اور کچھ قیدی لے کر مدینہ آئے جیسا کہ وفد بنی تمیم کے عنوان میں مذکور ہوا۔

۳۶۸ - حدثنی زُهَیرُ بنُ حَربٍ قال حدثنا جَرِیرٌ عن عُمارَةَ بنِ القعقاعِ عن ابی زُرعةَ عن ابی هریرةَ قال لا ازالُ اُحِبُّ بنی تمیمٍ بَعدَ ثلٰثٍ سَمِعتُه من رسولِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقولها فیهم هُم اَشَدُّ امتی علی الدَّجّالِ وکانت فیهم سَبِیّةٌ عند عائشةَ فقال اَعتِقیها فانها من ولد اسمٰعیلَ وجاءت صدقاتهم فقال هٰذہ صدقاتُ قومٍ اَو قومی۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں اس وقت سے ہمیشہ بنو تمیم سے محبت رکھتا ہوں ان تین اوصاف کے بعد جنہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا تھا "میری امت میں دجال کے سب سے زیادہ سخت مخالف بنو تمیم کے لوگ ہوں گے" اور بنو تمیم کی ایک قیدی خاتون حضرت عائشہؓ کے پاس تھیں آپؐ نے فرمایا کہ اسے آزاد کردو کیونکہ یہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور ان کے صدقات وصول ہو کر آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں (یعنی اپنی قوم کا مال ہے کیونکہ بنو تمیم آنحضورؐ کے انیسویں دادا مُضر تھے اور بنو تمیم بھی ان ہی کی اولاد تھے، مضر (بضم میم) کی عقل مندی اور قوت مشاہدہ کے عجیب وغریب قصے تاریخ طبری وغیرہ میں ملتے ہیں جن سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

تشریحات مطابقته للترجمة فی قوله "اُحِبُّ بنی تمیم الخ"
والحدیث مضی فی کتاب العتق ص۳۴۵ وهٰهنا فی المغازی ص۶۲۶

بعد ثلاث ای بعد ثلاث اشیاء من الخصال، سمعته صفة لقوله ثلاث۔ یقولها تانیث الضمیر فیه باعتبار معنی الثلاث وفی سمعته باعتبار اللفظ۔ سبیة بفتح السین وکسر الباء وتشدید الیاء یا بسکون الهمزة المفتوحة سبیئة ہر دو صورت میں بمعنی مسبورۃ یعنی قیدی عورت ہے۔ قومِ بکسر المیم بلا تنوین لانه قد حذف منه یاء المتکلم او قومی شک من الراوی اور بعض روایت میں بلا شک قومی ہے۔

۳۶۹ - حدثنی ابراهیمُ بن موسٰی قال حدثنا هِشامُ بنُ یوسُفَ اَنَّ ابنَ جُرَیجٍ اَخبرهم عنِ ابنِ اَبی مُلَیکةَ اَنَّ عَبدَاللّٰهِ بن الزبیر اخبرهم اَنَّه قَدِمَ رکبٌ من بنی تمیمٍ علی النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فقال ابو بکرٍ اَمِّرِ القَعقاعَ بنَ مَعبَدِ بنِ زُرارةَ قال عُمَرُ بل اَمِّرِ الاقرعَ بن حابسٍ قال ابو بکرٍ ما اردتَ اِلّا خِلافی قال عمرُ ما اردتُ خِلافَك فتماریا حتی ارتفعتْ اصواتُهُما فنزلَ فی ذٰلك یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لا تُقَدِّمُوا بَینَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُولِه حتی انقضت۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ بنو تمیم کے چند سوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور درخواست کی کہ آپؐ ہمارا کوئی امیر منتخب کر دیجئے) حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنا دیجئے

حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیجئے اس پر ابو بکرؓ نے (عمرؓ سے) کہا تمہارا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے تو عمرؓ نے کہا میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں ہے (بلکہ یہ میری نظر انتخاب ہے جیسے آپ کی نظر انتخاب قعقاع کے متعلق ہے) پھر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی اور دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں چنانچہ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں یاایہا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ آخری آیت تک تشعرون تک (سورہ حجرات آیت ۱ اور ۲) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش قدمی نہ کرو اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سننے اور جاننے والا ہے، اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "قدم رکب من بنی تمیم"
والحدیث اخرجہ البخاری فی التفسیر ص۷۱۸ وہنا فی المغازی ص۶۲۶

بین الیدین کے اصل معنی دو ہاتھوں کے درمیان کے ہیں مراد اس سے سامنے کی جہت ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تقدم اور پیش قدمی نہ کرو جس معاملہ میں رسول خدا کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو اپنے خیالات کو ان کے حکموں پر مقدم نہ رکھو بلکہ حکم کا انتظار کرو۔

علماء دین کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے

علماء دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں دلیل اس کی یہ واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت ابو الدرداءؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع و غروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاءؑ کے بعد ابو بکرؓ سے افضل و بہتر ہو (معارف بحوالہ روح البیان) اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۶۲۶ - باب وفد عبد القیس

وفد عبد القیس کا بیان

وفد جمع ہے وافد کی وہ جماعت جو مشترکہ غرض کے لئے بادشاہ یا حاکم کے پاس جائیں اس کی جمع وفود آتی ہے نیز وَفد مصدر بھی ہے از باب ضرب وفدًا، وفودًا قاصد بن کر آنا، پیغام لے کر آنا۔

وفد عبد القیس

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ عبد القیس ربیعہ کی اولاد میں سے ہے اور ربیعہ و مضر دونوں حقیقی بھائی تھے نزار بن معد بن عدنان کے دونوں بیٹے تھے۔

عبد القیس کا نسب اس طرح ہے عبد القیس بن افصی (بالصاد المہملہ بروزن اعمی) بن دُعمی (بضم الدال وکسر المیم) بن جَدیلہ (بفتح الجیم بروزن کبیرہ) بن اسد بن ربیعہ بن نزار الخ (عمدۃ القاری، فتح الباری)۔

عبد القیس بہت بڑا قبیلہ تھا جو بحرین اور ہجر میں آباد تھے اس قبیلہ کا وفد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں دو مرتبہ حاضر ہوا ہے ایک مرتبہ فتح مکہ سے پیشتر ۵ھ قال الحافظ وکان ذلک قدیما اما فی سنۃ خمس او قبلہا (فتح الباری) اس پہلے وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ ۸ھ میں فتح مکہ کے سال فتح مکہ کے لئے روانگی سے پہلے اس وفد میں چالیس یا پینتالیس آدمی تھے۔ یہ لوگ حاضری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے جس کی تفصیل آرہی ہے۔

جب یہ وفد خدمت اقدس میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس قوم کا وفد ہے؟ وفد نے کہا ہم بنی ربیعہ میں سے ہیں، حضور نے فرمایا "مرحبا بالقوم او بالوفد" (مرحبا ہے اس قوم کو یا فرمایا مرحبا ہے اس وفد کو جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ)

وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اس لئے ہم لوگ صرف اشہر حرم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں (جن مہینوں میں عرب لوٹ مار کو حرام جانتے ہیں یعنی چار مہینے اشہر حرم ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں اہل عرب کسی کو چھیڑتے تک نہیں تھے حتی کہ باپ کے قاتل کو دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتے تھے) اس لئے آپ ہم کو کوئی واضح حکم دیں کہ ہم بھی اس پر عمل کریں اور جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بتادیں اور اس پر عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہو سکیں، حضور اکرم نے فرمایا ہم تمہیں چار امور کا حکم دیتے ہیں اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ یعنی اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال دو اور آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا دبّاء (کدو کا تونبا، کھو کھلا کدو) حنتم (سبز مٹکا، ٹھلیا) نقیر (کھجور کی جڑ کھود کر یا اور کسی لکڑی کا برتن) مزفت جس کو مقیر بھی کہتے ہیں (روغنی برتن)۔

وفد کی حاضری کا سبب یا ایمان لانے کا قصہ

اس قبیلے کا ایک شخص منقذ بن حیان تجارت کے لئے مدینہ آتے جاتے تھے حسب معمول ہجرت کے بعد بھی وہ مال لے کر مدینہ آئے، وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اسی طرف سے حضور اقدس جا رہے تھے منقذ نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے، حضور نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا منقذ بن حیّان، حضور نے ان سے خیریت پوچھی اور ان کے قبیلے کے ممتاز شرفاء میں سے ایک ایک کا نام لے کر حال دریافت فرمایا اور خاص کر قبیلہ کے سردار منذر بن عائذ الملقب بہ اشج کے حالات خصوصیت سے دریافت فرمائے اس سے منقذ کو بہت تعجب ہوا اور وہ مسلمان ہو گئے پھر انہوں نے سورہ فاتحہ اور سورہ اقرأ باسم کی سورت سیکھی، اس کے بعد جب وہ وطن جانے لگے تو حضور اقدس نے قبیلہ کے سرداروں کے نام خط لکھوا کر ان کو دیا۔ منقذ جب واپس وطن پہونچے تو کچھ عرصہ تک انہوں نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا بلکہ موقع کے منتظر رہے البتہ نماز گھر میں پڑھ لیتے تھے اور قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے تھے، ان کی بیوی منذر بن عائذ الاشج کی لڑکی تھی، بیوی نے اپنے باپ اشج سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے شوہر اس مرتبہ جب سے مدینہ سے واپس آئے ہیں ان کا عجیب حال ہے نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں؟ مخصوص اوقات میں وہ ہاتھ منھ اور پیر دھوتے ہیں پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوتے ہیں پھر کبھی جھکتے ہیں اور کبھی زمین پر سر رکھ دیتے ہیں، منذر الاشج نے جب یہ سنا تو داماد سے ملے، باتیں ہوئیں منقذ نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ حضور نے آپ کا

حال بھی خاص طور سے دریافت فرمایا تھا، تو ان کے دل میں بھی حضور اقدس ؐ کی اور اسلام کی محبت پیدا ہوگئی اور یہ بھی مسلمان ہوگئے اس پر منقذ نے حضور اقدس ؐ کا نامہ مبارک اپنے خسر منذر بن عائذ الاشج کو دیا پھر اشج اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس رسول اللہ کا خط لے کر گئے اور ان کو سنایا وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور سب نے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔

جب یہ لوگ چلے اور مدینہ منورہ کے قریب پہونچے تو حضور ؐ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا تمہارے پاس عبد القیس کا وفد آرہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں اور ان میں اشج عصری بھی ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہونچے تو دیدار نبوی کے شوق میں بعجلت سواری سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے لیکن رئیس قافلہ اشج نے پہلے اپنی سواری کو باندھا اور سب کا سامان اکٹھا کیا پھر اپنے بقچہ سے اچھے دھلے ہوئے کپڑے نکال کر زیب تن کیا پھر آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ؐ نے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ عقل اور وقار۔ اشج نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دونوں خصلتیں مجھ میں بطور تصنع ہیں یا فطری وجبلی ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تجھ کو پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے، اشج نے کہا "الحمد للہ الذی جبلنی علی خلقین یحبہما اللہ ورسولہ" حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

۳۷۰ - حدثنی اسحٰقُ قال اخبرنا ابو عامرِ العَقدِیُّ قال حدثنا قُرَّۃُ عن ابی جَمرۃَ قلتُ لابنِ عباسٍ اِنَّ لی جَرَّۃً یُنتَبَذُ لی نبیذٌ فاشرَبُہ حُلوًا فی جرٍّ اِن اکثرت مِنہ فجالستُ القومَ فاطلتُ الجلوسَ خشِیتُ اَنْ اَفتضِحَ فقال قدِمَ وفدُ عبدِ القیسِ علی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال مَرحبًا بالقومِ غیرَ خزایا ولا ندامٰی فقالوا یارسولَ اللّٰہِ اِنَّ بیننا وبینَكَ المشرکین مِن مُضرَ وانّا لا نَصِلُ الیكَ اِلّا فی اَشْھُرِ الحرمِ حَدِّثنا بجُمَلٍ من الامرِ اِن عَمِلنا بہ دَخَلنا الجنّۃَ وندعو بہ مَنْ وَرَاءَنا قال اٰمُرُکم باربعٍ وانہاکم عن اربعٍ الایمانَ باللّٰہ وھَل تَدرُون ما الایمانُ باللّٰہِ شہادۃُ ان لا الٰہ الا اللّٰہُ واِقَامُ الصَّلٰوۃِ وایتاءُ الزکوٰۃِ وصومُ رمضانَ واَن تُعطوا من المغانِمِ الخُمُسَ وانہاکم عن اربعٍ ما انتُبِذَ فی الدُّبَّاءِ والنقیرِ والحنتمِ والمزفّتِ۔

ترجمہ: ابو جمرہ ؒ (تابعی سے روایت ہے کہ) میں نے ابن عباس رضؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک گھڑا (ٹھلیہ) ہے جس میں میرے لئے نبیذ تیار کی جاتی ہے (یعنی کھجور ڈال کر شربت بنایا جاتا ہے) چنانچہ میں اس کو میٹھا رہنے کی حالت میں پیتا ہوں اگر میں اس سے زیادہ پی لوں (کبھی) پھر لوگوں کے ساتھ بیٹھوں اور دیر تک بیٹھا رہوں تو مجھے رسوا ہونے کا خوف ہوتا ہے (مطلب یہ ہے کہ کبھی زیادہ پی لیتا ہوں اور کسی مجلس مشاورت میں دیر تک مشورے ہوتے ہیں تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ مستی میں بہکی ہوئی رائے نہ دے دوں جو باعث رسوائی ہو) اس پر ابن عباس رضؓ نے کہا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا "خوش آمدید قوم کو کہ نہ رسوائی ہوئی نہ شرمندگی" (اس لئے کہ خود بخود مسلمان ہو کر آئے اگر گرفتار ہو کر آتے تو رسوائی ہوتی، اور شرمندگی اسلئے نہیں کہ اگر جنگ ومقابلہ کے بعد آتے تو ہمارے پاس آنے میں شرمندگی محسوس ہوتی) ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان مشرکین مضر ہیں اس لئے ہم آپ کی خدمت میں اشہر حرم کے علاوہ اور کسی مہینہ میں حاضر نہیں ہو سکتے ہیں آپ

ہمیں ایسے احکام بتادیں کہ اگر ہم ان پر عمل کرتے رہیں تو جنت میں داخل ہوسکیں، اور جو لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی ان احکام کی دعوت دے دیں آنحضورؐ نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کا، کیا تمہیں معلوم ہے اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) ادا کرنے کا حکم دیتا ہوں، اور میں تمہیں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں دباء، نقیر، حنتم اور مزفت سے جس میں نبیذ بنائی جاتی ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہٖ "قدم وفد عبد القیس"

والحدیث اخرجہ البخاریؒ فی عشرۃ مواضع فی کتاب الایمان ص۱۳ وفی الجہاد ص۴۳۶ وفی کتاب العلم ص۱۹ وفی الصلوٰۃ ص۷۵ وفی الزکوٰۃ ص۱۸۸ وفی المناقب ص۴۹۸ وایضا مقطوعا ص۴۹۶ وفی الادب ص۹۱۳ وفی خبر الواحد ص۱۰۷۹ وفی التوحید ص۱۱۲۸ وہنا فی المغازی ص۶۲۶ تا ص۶۲۷۔

ینتبذ: الخ اس میں تین نسخے ملتے ہیں ع۱ تنتبذ لی نبیذ الخ یہی نسخہ ہمارے بخاری کے متن حوض میں ہے یعنی تاء کے ساتھ مضارع مؤنث کا صیغہ، ضمیر فاعل جرّۃ کی طرف ہوگی معنی ہوں گے وہ ٹھلیہ میرے لئے نبیذ تیار کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نسبت ٹھلیہ کی طرف مجازاً ہوگی۔ اس ع۱ کی صورت میں ایک نسخہ جرّۃ کے بجائے جاریۃ کا ہے یعنی میرے پاس ایک لونڈی ہے جو میرے لئے نبیذ تیار کرتی ہے (عمدہ)۔

ع۲ ینتبذ لی فیہا نبیذ یہ نسخہ حاشیہ پر ہے نیز عمدۃ القاری نے اس کو متن میں لیا ہے معنی ہوں گے میرے لئے اس ٹھلیہ میں نبیذ تیار کی جاتی ہے۔

ع۳ ننتبذ الخ نون متکلم کے ساتھ یعنی ہم اس میں نبیذ بناتے ہیں۔ نبیذ شربت ہے جو کھجور، انگور، شہد، گیہوں اور جو سے بنایا جائے اس شربت کے مختلف درجات ہیں عرب والے کھارے پانی میں کھجوریں ڈال کر پانی کو خوش مزہ اور میٹھا کر لیتے تھے اس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا اس لئے یہ پینا، وضو کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

باقی تفصیلات وتشریحات کے لئے "وفد عبد القیس" پڑھیئے۔

اشکال وجواب

اس حدیث میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اجمال کے درجہ امرہم باربع فرمایا گیا یعنی انہیں چار چیزوں کا حکم دیا گیا لیکن تفصیل میں پانچ چیزیں ذکر کی گئی ہیں شہادت، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان، خمس کی ادائیگی لہٰذا اجمال وتفصیل میں عدم مطابقت کا اشکال ہے۔

جواب ع۱ علامہ عینیؒ قاضی بیضاوی سے نقل کرتے ہیں کہ تفصیل میں مذکورہ امور خمسہ ایمان باللہ کی تفسیر ہیں اور اجمال میں جو آمرکم باربع ہے ان چاروں امور میں سے صرف ایک ہی کا تذکرہ ہے یعنی ایمان باللہ کا اور بقیہ امور ایمان کی تفسیر ہیں اور تین کو راوی نے نسیاناً یا اختصاراً حذف کر دیا (عمدۃ القاری ص۳۰/۱)۔

جواب ع۲ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ بلغاء کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی کلام کسی خاص مقصد کے لئے بیان کیا جائے اور ضمناً کوئی دوسری چیز آجائے تو اس ضمنی چیز کو شمار نہیں کیا جائے گا تو یہاں اصل مقصود اعمال کا بیان کرنا تھا جو شہادت

کے بعد ہے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور خمس۔

چونکہ عبد القیس کا یہ وفد مسلمان تھا لیکن تبرکاً شہادت کا ذکر فرما دیا (عمدہ ص۳۰۱)

جواب ۳ قاضی عیاض اور ابن بطال کہتے ہیں کہ مامور بہا چار چیزیں ہیں شہادت، اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ اور صوم رمضان، لیکن چونکہ یہ لوگ مجاہد اور بہادر قسم کے لوگ تھے اور ان کے آس پاس کفار مضر رہا کرتے تھے جن سے مقابلہ ہوا کرتا تھا اور مقابلہ میں مال غنیمت کی امید رہتی ہے اس وجہ سے حضور اکرم ؐ نے ایک زائد چیز ان کو بتلا دی جو عارضی ہے کہ اگر کبھی مال غنیمت مل جائے تو اس کا خمس ادا کر دینا۔ چنانچہ اس کا اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے۔ ان تعطوا من المغانم الخمس۔

جواب ۴ بعض حضرات نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ خمس کوئی مستقل اور علیحدہ چیز نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کی تفصیل ہے اور دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ مال کا مخصوص حصہ نکالا جاتا ہے۔ وغیرہ

ایک اور اشکال مع جواب

ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں حج کو ذکر نہیں کیا گیا ہے حالانکہ حج بھی اسلام کے فرائض وارکان میں سے ایک رکن ہے۔

جواب ۱ یہ ہے کہ بعض روایت میں حج کا بھی ذکر ہے مگر وہ روایت صحاح کی نہیں ہے۔

۲ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی ہے۔

۳ حج سب پر فرض نہیں ہوتا ہے بلکہ بعض پر، اس لئے اس کو شمار نہیں فرمایا۔

بعض حضرات یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ ان لوگوں کے راستے میں کفار مضر کی وجہ سے راستہ مامون نہیں تھا وفیہ نظر۔

ان برتنوں کا حکم

ان برتنوں کی حرمت منسوخ ہے جیسا کہ مسلم شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں احادیث ہیں ایک روایت میں ہے "انی کنت نہیتکم عن الظروف وان ظرفا لا یحلّ شیئا ولا یحرّمہ وکل مسکر حرام" ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ص۹/۲)

۳۷۱ - حدثنا سُلیمٰنُ بنُ حَربٍ قال حدثنا حمّادُ بنُ زیدٍ عن ابی جَمرۃَ قال سمعتُ ابنَ عباسٍ یقولُ قدِمَ وفدُ عبدِ القیسِ علی النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا یارسولَ اللّٰہِ انّا ھٰذا الحیَّ من ربیعۃَ وقد حالتْ بیننا وبینك کفارُ مُضرَ فلسنا نخلُصُ الیكَ اِلّا فی شھرٍ حرامٍ فمُرْنا باشیاء ناخذُ بھا وندعوا الیھا من وراءنا قال اٰمُرُکم باربعٍ وانہاکم عن اربعٍ الایمان باللّٰہ شہادۃ اَنْ لا الٰہ الّا اللّٰہُ وعَقَدَ واحدۃً واقام الصّلوٰۃ وایتاءِ الزکوٰۃ واَنْ تُؤدّوا للّٰہِ خُمُسَ ما غَنِمْتُم وانہاکم عن الدُّبّاءِ والنقیرِ والحنتمِ والمزفّتِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ عبد القیس کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ربیعہ کی ایک شاخ ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل (رکاوٹ) ہیں اس لئے ہم شہر حرام کے علاوہ کسی مہینے میں آپ کے پاس نہیں پہونچ سکتے ہیں آپ ہمیں چند ایسی چیزوں کا حکم دے دیجئے کہ ہم ان پر عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں (ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں) انہیں بھی اس کی دعوت دیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں (میں تمہیں حکم دیتا ہوں) اللہ پر ایمان لانے کا یعنی اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ نے (اپنی انگلی سے) ایک کا اشارہ کیا اور نماز قائم کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا اور اس بات کا کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے (یعنی بیت المال کو) ادا کرتے رہنا، اور میں تمہیں دبا، نقیر، حنتم اور مزفت سے منع کرتا ہوں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "قدم وفد عبد القیس" والحدیث ہنا فی المغازی ص ۶۲۷ پوری تفصیل وتشریح گذر چکی ہے۔

۳۷۲ - حدثنا یحیی بن سلیمٰن قال حدثنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو وح قال ابو عبد اللہ وقال بکر بن مضر عن عمرو بن الحارث عن بکیر ان کریبا مولی ابن عباس حدثہ ان ابن عباس و عبد الرحمٰن بن ازھر والمسور بن مخرمۃ ارسلوا الی عائشۃ فقالوا اقرأ علیہا السلام منا جمیعا و سلہا عن الرکعتین بعد العصر وانا اخبرنا انک تصلیہما وقد بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عنہما قال ابن عباس وکنت اضرب مع عمر الناس عنہما قال کریب فدخلت علیہا و بلغتہا ما ارسلونی فقالت سل ام سلمۃ فاخبرتہم فردونی الی ام سلمۃ بمثل ما ارسلونی الی عائشۃ فقالت ام سلمۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عنہما وانہ صلی العصر ثم دخل علی و عندی نسوۃ من حرام من الانصار فصلاھما فارسلت الیہ الخادم فقلت قومی الی جنبہ فقولی تقول ام سلمۃ یارسول اللہ الم اسمعک تنھی عن ھاتین الرکعتین فاراک تصلیہما فان اشار بیدہ فاستاخری ففعلت الجاریۃ فاشار بیدہ فاستاخرت عنہ فلما انصرف قال یابنت ابی امیۃ سالت عن الرکعتین بعد العصر انہ اتانی اناس من عبد القیس بالاسلام من قومہم فشغلونی عن الرکعتین اللتین بعد الظھر فہما ھاتان۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب کا بیان ہے کہ ابن عباس، عبد الرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا اور ان حضرات نے کہا کہ عائشہؓ سے ہم سب کی طرف سے سلام کہنا اور عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق ان سے پوچھنا اور یہ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ انہیں (یعنی رکعتیں بعد العصر) پڑھتی ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے منع فرمایا ہے (یعنی حضورؐ سے نہی ثابت ہے پھر آپ کے پڑھنے کی اصل کیا ہے؟) ابن عباسؓ نے کہا کہ میں ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر عمر فاروقؓ کے ساتھ (ان کے دور خلافت میں) لوگوں کو مارا کرتا تھا۔ کریب نے بیان کیا پھر میں عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان حضرات کا پیغام پہنچایا، عائشہؓ نے فرمایا کہ اس کے متعلق ام سلمہؓ سے پوچھو پھر میں نے ان حضرات کو اطلاع دی تو انہوں نے مجھے ام المؤمنین ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا اسی طرح جس طرح ام المؤمنین عائشہؓ کے پاس مجھ کو بھیجا تھا، ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے لیکن ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر میرے یہاں تشریف لائے میرے نزدیک اس وقت انصار کے قبیلہ بنوحرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں یہ دیکھ کر میں نے خادمہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا اور یہ ہدایت کردی کہ تو حضور اکرمؐ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور عرض کرنا کہ ام سلمہ پوچھتی ہیں یا رسول اللہ میں نے تو آپؐ ہی سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے لیکن آج میں خود آپؐ کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھ رہی ہوں اگر آنحضورؐ ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جاتا چنانچہ لونڈی (خادمہ) نے ہدایت کے مطابق کیا اور حضورؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ خادمہ پیچھے ہٹ گئی پھر جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا "اے بنت ابی امیہ! تو نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق سوال کیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ میرے یہاں اپنی قوم کی جانب سے اسلام کا پیغام لے کر آئے تھے اور ان لوگوں کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں میں نہیں پڑھ سکا تھا یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔ (یعنی ظہر ہی کے دو رکعتوں کی قضا ہے علیحدہ کوئی نفل نہیں ہے)۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "اتانی اناس من عبد القیس"

والحدیث مضٰی فی کتاب الصلوٰۃ صـ۱۶۴ تا صـ۱۶۵ وہنا فی المغازی صـ۶۲۷

استنباط: اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مصلی کا صرف ہاتھ سے اشارہ کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

ایک روایت میں بجائے خادم کے جاریہ کا لفظ ہے جیسا کہ صـ۱۶۵ میں یہی روایت ہے مگر جاریہ ہے ممکن ہے کہ خادم سے مراد جاریہ ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ خادمہ سے مراد خادم کی بیٹی ہے اس کا نام زینب تھا۔ واللہ اعلم۔

۳۷۔ حدثنا عبد اللہ بن محمّد الجُعْفِیُّ قال حدثنا ابو عامرٍ عبدُ الملکِ قال حدثنا ابراھیمُ بن طھمانَ عن ابی جَمرۃَ عنِ ابنِ عباسٍ قال اوّلُ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ بعدَ جُمُعَۃٍ جُمِّعَتْ فی مسجدِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجدِ عبدِ القیسِ بجُواثیٰ من البَحْرَین۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جواثی کی مسجد عبدالقیس میں قائم ہوا (یعنی جمعہ پڑھا گیا) اور جواثی بحرین کی ایک بستی ہے۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فی مسجد عبد القیس بجواثیٰ"

والحدیث مضٰی فی الجمعۃ صـ۱۲۲ وہنا فی المغازی صـ۶۲۷

دیہات میں جمعہ کی نماز

دیہات اور گاؤں میں نماز جمعہ کا صحیح ہونا نہ ہونا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے حنفیہ کے نزدیک جواز جمعہ کے لئے مصر کا ہونا شرط ہے لیکن مصر کی تعریف میں اختلاف عظیم ہے تاہم جس مقام میں زمانہ قدیم سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ کو ترک کرانے میں جو مفاسد ہیں وہ ان مفاسد سے بدرجہا سخت ہیں جو سائل نے جمعہ پڑھنے کی صورت میں ذکر کئے ہیں جو لوگ جمعہ کو جائز سمجھ کر جمعہ پڑھتے ہیں ان کا فرض ادا ہو جاتا ہے نفل کی جماعت یا جہر بقراءت نفل نہار یا ترک فرض لازم نہیں آتا۔ (کفایت المفتی جلد سوم صـ۲۰۷)

۶۲۷ - بابُ وَفدِ بنی حَنِیفةَ وحدیثِ ثمامةَ بن اُثالٍ

بنو حنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کے واقعہ کا بیان

تشریحات | بنو حنیفہ یمامہ کا ایک مشہور قبیلہ ہے ثمامة بضم الثار المثلثة وتخفیف المیم اُثال بضم الہمزة و تخفیف الثار المثلثة۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے حافظ عسقلانی رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ فتح مکہ سے قبل کا ہے اور وفد بنی حنیفہ کا قصہ فتح مکہ کے بعد کا جیسا کہ دونوں واقعات آرہے ہیں لیکن چونکہ حضرت ثمامہ بھی اسی قبیلہ کے تھے بلکہ قبیلہ بنی حنیفہ کے رئیس و سردار تھے اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قبیلہ کے ذکر میں ثمامہ کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔

واقعہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ | محرم الحرام سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک جماعت بھیجا یہ حضرات قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لے آئے آنحضور ﷺ نے ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا (تاکہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ان کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی ان کے انوار و برکات اندر ہی اندر دلوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے) آنحضور ﷺ جب ان کے پاس سے گذرے تو فرمایا "اے ثمامہ کیا خیال ہے"؟ یعنی میرے نسبت تمہارا کیا گمان ہے؟ ثمامہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ خیر ہے اگر آپ قتل کر دیں تو آپ ایک مستحق کو قتل کریں گے اور اگر چھوڑ دیں تو ایک شکر گذار پر انعام واحسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہو تو فرمائیں حاضر کروں۔

آنحضور ﷺ سن کر خاموش چلے گئے دوسرے روز بھی یہی سوال وجواب ہوا، تیسرے روز بھی یہی ہوا آنحضور ﷺ نے فرمایا "ثمامہ میں نے تجھ کو معاف کیا" اور صحابہ سے کہہ کر رسی کھلوادی۔

ثمامہ رہا ہوتے ہی مسجد نبوی کے قریب ہی ایک نخلستان میں گئے غسل کیا اور پھر مسجد میں حاضر خدمت ہو کر پڑھا اَشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد ان محمدا رسول اللّٰہ" اور کہا اے محمد ﷺ خدا کی قسم اس سے پیشتر آپ ﷺ کے چہرے سے مجھے جتنی نفرت تھی اتنی کسی چہرہ سے نہ تھی اور آج جتنی آپ کے چہرہ انور سے محبت ہے اتنی کسی چہرہ سے نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھ کو مبغوض نہ تھا اور آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور یا رسول اللہ ﷺ میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا کہ آپ کے لوگوں نے گرفتار کر لیا اگر آپ اجازت دیں تو عمرہ کروں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو بشارت دی (یعنی تم صحیح اور سلامت رہو گے کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا) اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ثمامہ جب مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ تم صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو ثمامہ نے کہا ہرگز نہیں میں تو مسلمان ہو گیا ہوں اس لئے کہ کفر و شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے اور سن لو اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ غلہ کا نہیں مل سکے گا جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں یمامہ ہی سے غلہ آیا کرتا تھا چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو غلہ رکوا دیا اہل مکہ سخت پریشان ہوئے بالآخر رسول اللہ ﷺ سے قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کی حضور اکرم ﷺ نے ثمامہ کو خط لکھوا کر روانہ فرمایا کہ غلہ نہ روکیں اس کے بعد حسب معمول غلہ آنے لگا۔

۳۷۴ - حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بن يوسُفَ قال حدثنی اللّیثُ قال حدثنی سعیدُ بنُ ابی سعیدٍ اَنّه سمِعَ ابا هُریرۃَ قال بعثَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیه وسلم خَیلاً قِبَلَ نجدٍ فجاءتْ برجلٍ من بنی حَنیفۃَ یقال له ثُمامۃُ بن اُثالٍ فربطوه بسارِیۃٍ مِن سوارِی المسجدِ فخرج الیه النبیُّ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ما عندكَ یا ثُمامۃُ فقال عندِی خیرٌ یامحمّدُ اِنْ تقتُلْنِی تقتُلْ ذا دمٍ وان تُنْعِمْ تنعِمْ علی شاکرٍ وان کنت ترِید المالَ فسَلْ منه ما شئتَ فترکه حتی کان الغَدُ ثمّ قال له ما عندكَ یا ثمامۃُ قال عندی ما قلتُ لكَ ان تنعِم تنعِم علی شاکرٍ فترکه حتی کان بعدَ الغدِ فقال ما عندكَ یا ثمامۃُ فقال عندِی ما قلتُ لكَ فقال اطلِقوا ثمامۃَ فانطلَق الی نخلٍ قریبٍ مّن المسجدِ فاغتسَل ثمّ دخل المسجدَ فقال اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وان محمدا رسولُ اللّٰہ یامحمدُ واللّٰہِ ما کان علی الارضِ وجهٌ ابغضَ اِلیّ من وجهِكَ فقد اصبحَ وجهُكَ احبَّ الوجوهِ اِلیّ واللّٰہِ ما کان مِن دینٍ ابغض اِلیّ من دینِكَ فاصبحَ دینُكَ احبَّ الدّینِ اِلیّ واللّٰہِ ما کان من بلدٍ ابغضَ اِلیّ من بلدِكَ فاصبحَ بلدُكَ احبَّ البلادِ اِلیّ وان خیلَكَ اخذَتنِی وانا اُرِیدُ العمرۃَ فماذا تریٰ فبشّره رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وأمَره ان یّعتمِرَ فلمّا قدِمَ مکۃَ قال له قائلٌ صَبَوتَ قال لا ولکن اسلمتُ مع محمّدٍ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ولا واللّٰہِ لا تاتیکم مّن الیمامۃِ حبّۃُ حِنطَۃٍ حتی یاذَنَ فیها النبیُّ صلی اللّٰہ علیه وسلم۔

ترجمۃ: حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ لوگ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے اور مسجد کے ایک ستون سے ثمامہ کو باندھ دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا میرا خیال اچھا ہے اے محمدؐ اگر آپ مجھے قتل کردیں تو آپ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے (یعنی قتل کا مستحق ہے) اور اگر آپ احسان کریں گے تو آپ ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو محسن کا شکر گذار ہے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمائیں جو آپؐ کی خواہش ہو حضور اکرمؐ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی اس کو بندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے) دوسرے روز پھر آپؐ نے اس سے پوچھا اے ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے کہا کہ میرا خیال وہی ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپؐ نے احسان کیا تو آپؐ احسان کریں گے ایک شکر گذار شخص پر پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی بندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے) تیسرے روز آپؐ نے پھر اس سے پوچھا اے ثمامہ تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا وہی جو میں آپؐ سے پہلے کہہ چکا ہوں آنحضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کرکے پھر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا اشهد ان لا اله الا اللّٰہ و اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ اے محمدؐ خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے مبغوض مجھے نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں، اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا

لیکن آج آپ کا دین سب سے زیادہ مجھے محبوب و پسندیدہ ہے، قسم ہے خدا کی کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض مجھے نہیں تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے، اور میں عمرہ کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا پھر جب وہ (ثمامہ) مکہ پہونچے تو کسی نے ان سے کہا "تو صابی (یعنی بے دین) ہو گیا ثمامہ نے کہا نہیں بلکہ میں تو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور خدا کی قسم اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ للجزء الثانی "جاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال" مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کے دو جزو تھے اس حدیث کا تعلق ترجمۃ الباب کے دوسرے جزو سے ہے اور پہلے جزو سے متعلق حدیثیں آرہی ہیں۔

والحدیث قد مضیٰ فی الصلوٰۃ ص۶۶ و ہٰہنا فی المغازی ص۶۲۷ تا ص۶۲۸۔

تفصیل کے لئے واقعہ ثمامہ بن اثال ملاحظہ فرمائے۔

ولا واللہ فیہ حذف تقدیرہ واللہ لا ارجع الی دینکم ولا ارفق بکم۔

استنباط مسائل حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ثمامہ کے قصے میں بہت سے فوائد ہیں ۱۔ ربط الکافر فی المسجد یعنی کافر کا مسجد میں قید کرنا اور باندھنا ۲۔ والمن علی الاسیر الکافر الحرّ اور کافر قیدی پر احسان کرنا ۳۔ برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرنا ۴۔ اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا وغیرہ (فتح الباری ص۶۹/۸)۔

۳۷۵- حدثنا ابو الیمانِ قال اخبرنا شُعَیبٌ عن عبدِ اللہ بنِ ابی حُسَینٍ قال حدثنا نافعُ بن جُبیرٍ عن ابنِ عباسٍ قال قدِمَ مُسَیلِمَۃُ الکذّابُ علی عہدِ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فجعَل یقولُ ان جعَل لِی محمّدٌ من بعدِہ تَبِعتُہ وقدِمَہا فی بَشَرٍ کثیرٍ من قومہ فاقبَل الیہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعَہ ثابتُ بنُ قَیسِ بنِ شمّاسٍ و فی یَدِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطعۃُ جریدٍ حتی وقَفَ علی مُسَیلمۃَ فی اصحابہ فقال لو سألتَنِی ہٰذِہ القِطعۃَ ما اَعطیتُکَہا ولن تعدُوَ امرَ اللہِ فیکَ ولئِن ادبرتَ لَیعقِرنّکَ اللہُ وانّی لَاراکَ الذی اُرِیتُ فیہِ ما رایتُ وہٰذا ثابتٌ یُجِیبُکَ عنّی ثمّ انصرفَ عنہ قال ابنُ عباسٍ فسألتُ عن قولِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّکَ اُرَی الذی اُرِیتُ فیہ ما رایتُ فاخبرنی ابو ہریرۃ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائمٌ رأیتُ فی یدَیَّ سوارَینِ من ذہَبٍ فاہمّنِی شانُہما فاُوحِیَ اِلیَّ فی المنام ان انفُخہُما فنفختُہما فطارا فاوّلتُہما کذّابینِ یَخرجانِ بعدی احدُہما العَنسِیُّ والآخرُ مُسَیلِمَۃُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا اور کہنے لگا کہ

اگر محمدؐ اپنے بعد اپنا خلیفہ بنا دیں تو میں ان کی اتباع کرلوں اور مسیلمہ اپنی قوم (بنی حنیفہ) کے بہت سے آدمی کے ساتھ مدینہ آیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف (تبلیغ کے لئے) تشریف لے گئے اور آپؐ کے ساتھ ثابت بن قیسؓ ابن شماس بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی بالآخر آنحضورؐ مسیلمہ کے پاس اس کے ساتھیوں کی مجلس میں قیام فرما ہوئے اور فرمایا اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے تو میں اس چھڑی کو بھی نہ دوں گا اور تو ہرگز نہیں تجاوز کرسکے گا اللہ کے اس فیصلہ سے جو تیرے بارے کیا ہے اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کردیں گے میں سمجھتا ہوں تو وہی ہے جو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس ہیں جو تیری باتوں کا میری طرف سے جواب دیں گے پھر آپؐ واپس تشریف لے آئے۔ ابن عباس نے بیان کیا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "انک لاری الذی الخ"، "میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا" کے متعلق پوچھا تو ابوہریرہؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے انہیں دیکھ کر مجھے غم ہوا مجھے خواب ہی میں وحی کی گئی کہ ان دونوں میں پھونک مارو چنانچہ میں نے ان میں پھونکا تو وہ دونوں اڑ گئے میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جو میرے بعد (یعنی میری نبوت کے بعد ظاہر ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے ان دونوں میں سے ایک اسود عنسی (بفتح العین المہملہ وسکون النون) (عمدہ) تھا دوسرا مسیلمۃ الکذاب۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ للجزء الاول لان مسیلمۃ قدم فی وفد بنی حنیفۃ۔
والحدیث مضی فی المناقب ص۵۱۱ وہنا فی المغازی ص۶۲۸

وفد بنی حنیفہ حافظ عسقلانیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ۹ھ میں بنی حنیفہ کا ایک وفد سترہ آدمیوں پر مشتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس میں اس قبیلہ کا مشہور فتنہ پرداز مسیلمۃ الکذاب بھی تھا مگر یہ فتین تکبر کی وجہ سے بارگاہ نبوی میں حاضر نہیں ہوا بلکہ پورے قافلہ کے سواریوں اور اسباب کی حفاظت کے بہانے رہ گیا باقی تمام لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے، مسیلمہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ثابت بن قیس آپؐ کے ہمراہ تھے مسیلمہ نے کہا اگر آپ مجھ کو اپنا قائم مقام مقرر کریں اور مجھ کو اپنی خلافت عطا فرمائیں تو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں اس وقت حضور اقدسؐ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے گا تو نہ دونگا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جو مقدر فرمادیا ہے تو اس سے سرمو تجاوز نہیں کرسکے گا اور غالبا تو وہی ہے جو مجھ کو خواب مین دکھلایا گیا ہے۔ باقی قصہ ترجمہ حدیث میں گذر چکا ہے۔

اس کے بعد ۱۰ھ میں مسیلمہ کذاب نے آپؐ کے پاس خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فانی قد اشرکت معک فی الامر وان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر ولیس قریش قوما یعدلون۔	اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اما بعد میں اس معاملہ میں آپ کا شریک ہوا آپ کے ساتھ تو نصف اختیار میرا ہے اور نصف قریش کا اور قریش انصاف ور قوم نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللّٰہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد! فالسلام علی من اتبع الہدی فان الارض للّٰہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔	محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف اما بعد! سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے بلاشبہ زمین خدا کی ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے مالک بنا دے اور آخرت کی بھلائی خدا سے ڈرنے والوں کا ہے

اس خواب میں سونے کا کنگن دکھلایا گیا جس سے اشارہ ہے کہ ابتدا میں کچھ چمک و فروغ ہوگا پھر پھونک سے اڑ جانا مشیر ہے کہ ان جھوٹوں کے دعوے میں قرار و پائیداری نہ ہوگی چنانچہ اسود عنسی تو خود حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں مارا گیا جس کو فیروز نے قتل کیا جیسا کہ بخاری ص ۱۰۴۱ میں تصریح ہے۔ اور مسیلمہ کذاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا، بہر حال حق حق ہے اور باطل باطل ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

۳۷۶ - حدثنا اسحٰق بن نصرٍ قال حدثنا عبدُ الرزّاقِ عن معمرٍ عن همّامٍ انّه سمع اباهريرةَ يقول قال رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بينا انا نائمٌ اُتيتُ بخزائنِ الارضِ فوُضِعَ في كفّي سِوارانِ من ذهبٍ فكبُرا عليَّ فاوحِيَ اليَّ انِ انفُخهُما فنفختُهما فذهبا فاوّلتُهما الكذّابينِ اللّذينِ انا بينهما صاحبَ صنعاءَ وصاحبَ اليمامةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے یہ مجھ پر بڑا شاق گذرا اس کے بعد مجھے وحی کی گئی کہ میں ان میں پھونک مار دوں چنانچہ میں نے پھونک مارا تو دونوں زائل ہو گئے میں نے ان دونوں کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے لی جن کے درمیان میں ہوں ایک صاحب صنعاء (اسود عنسی) اور ایک صاحب یمامہ (مسیلمۃ الکذاب)۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی حیث ان فیہ ذکر مسیلمۃ الکذاب۔ جو وفد بنی حنیفہ میں مدینہ آیا تھا۔
والحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب التعبیر ص ۱۰۴۲ وہنا فی المغازی ص ۶۲۸۔

۳۷۷ - حدثنا الصَّلتُ بن محمّدٍ قال سمعتُ مهديَّ بنَ ميمونٍ قال سمعتُ ابارجاءٍ العُطارِديَّ يقول كنّا نعبُدُ الحجرَ فاذا وجدنا حجرًا هو خيرٌ منه القيناه واخذنا الآخرَ فاذا لم نجد حجرًا جمعنا جُثوةً من ترابٍ ثم جئنا بالشاةِ فحلبنا عليه ثم طُفنا به فاذا دخل شهرُ رجبٍ قلنا منصّلُ الاسنّةِ فلا ندعُ رُمحًا فيه حديدةٌ ولا سهمًا فيه حديدةٌ الّا نزعناه فالقيناه شهرَ رجبٍ قال وسمعتُ اباراجاءٍ يقول كنتُ يومَ بُعِثَ النبيُّ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم غلامًا ارعی الابلَ علٰی اھلی فلمّا سمعنا بخروجہ فررنا الی النّار الی مُسیلمۃَ الکذّاب ۔

ترجمہ : ابو رجار عُطاردیؓ کا بیان ہے کہ ہم (جاہلیت کے زمانے میں) پتھر کی پوجا کرتے تھے پھر جب کوئی پتھر اس سے اچھا مل جاتا (جس کی ہم پوجا کر رہے ہوتے) تو اسے پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے (یعنی اس دوسرے کو چومتے چاٹتے اور پوجنے لگتے) اور اگر پتھر نہ ملتا (یعنی کسی ایسی جگہہ پہونچے جہاں کوئی پتھر اتفاق سے نہ ملتا) تو ہم مٹی کا ڈھیر جمع کر لیتے (یعنی مٹی کا ٹیلہ بنا لیتے) اور بکری لاکر اس پر دوھتے (تاکہ مٹی جم جائے اور پتھر جیسا ہو جائے یا یہ کہ اس کو معبود بنا کر اس پر دودھ کا چڑھاوا چڑھاتے تھے) پھر اس کا طواف کرتے تھے اور جب رجب کا مہینہ آجاتا (جو شہر حرم میں سے تھا) تو ہم کہنے لگتے کہ یہ مہینہ نیزوں اور بھالوں کے نکالنے کا زمانہ ہے (یعنی لڑائی کا زمانہ نہیں ہے) چنانچہ ہمارے پاس لوہے سے بنے ہوئے جتنے بھی نیزے ہوتے ہم رجب کے مہینے میں انہیں پھینک ڈالتے (یعنی اپنے سے دور رکھتے)۔ مہدی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابو رجار سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت میں کم عمر لڑکا تھا اور اپنے گھر کے اونٹ چرایا کرتا تھا پھر جب ہم نے آپؐ کے خروج کو سنا (یعنی فتح مکہ کی خبر سنی) تو ہم نے آگ کی طرف جاکر پناہ لی یعنی مسیلمہ کذاب کے تابعدار بن گئے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "مسیلمۃ الکذاب"

ابو رجاء الخ یہ پہلے مسیلمۃ الکذاب کے تابعدار بن گئے یعنی مسیلمۃ الکذاب کے نبوت کی تصدیق کی جس کا قصہ اس طرح ہے کہ قبیلہ بنی تمیم میں ایک عورت سجاح نامی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کے قبیلہ کے کچھ لوگوں نے تابعداری بھی کی پھر جب اس عورت سجاح کو مسیلمۃ الکذاب کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو دونوں میں باتیں ہوئیں اور مسیلمۃ الکذاب نے اس سے نکاح کر لیا پھر سجاح کے خاندان اور مسیلمہ کے قبیلے سب کے سب مسیلمہ کی نبوت کی تصدیق کرنے لگے جس میں حضرت ابو رجار عطاردی بھی مبتلا ہوئے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق بخشی اور مشرف باسلام ہو گئے۔ حضرت ابو رجار مسلمان تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں ہوئے مگر انہوں نے حضور اکرمؐ کو نہیں دیکھا۔

۶۲۸ - بابُ قصّۃِ الاسودِ العنسی
اسود عنسی کے قصّہ کا بیان

پورے قصہ کی تفصیل خود حدیث شریف کے ترجمہ سے معلوم ہو گی۔

۳۷۸ - حدثنا سَعیدُ بنُ محمّدٍ الجَرْمیُّ قال حدثنا یعقوبُ بنُ ابراھیمَ قال حدثنا ابی عن صالحٍ عن ابنِ عُبَیدۃَ بنِ نَشیطٍ وکان فی موضعٍ اٰخر اسمُہ عبد اللّٰہِ انّ عُبیدَ اللّٰہِ بن عَبدِ اللّٰہِ بنِ عُتبۃَ قال بلغنا انّ مُسَیلمۃَ الکذّابَ قدِمَ المدینۃَ فنزل فی دارِ بنتِ الحارثِ وکانت تحتَہ ابنۃُ الحارثِ بن کُرَیزٍ وھی اُمُّ عبدِ اللّٰہِ بن عامرٍ فاتاہ

رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومعہ ثابتُ بنُ قیس بن شمّاس وھوالذی یقال لہ خطیبُ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفی یدِ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قضیبٌ فوقف علیہ فکلّمہ فقال لہ مسیلمۃُ اِن شئتَ خلّیتَ بیننا وبینَ الامر ثم جعلتہ لنا بعدَک فقال لہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لوسألتنی ھٰذا القضیبَ ما اعطیتُکہ و انّی لأَراکَ الذی اُریت فیہِ مااُریت وھٰذا ثابتُ بنُ قیسٍ وسیُجیبُک عنّی فانصرفَ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال عبیدُ اللّٰہِ بنُ عبدِ اللّٰہ سألتُ عبدَاللّٰہ بن عباسٍ عن رُؤیا رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التی ذکر قال ابنُ عباسٍ ذُکِرلی اَنّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینا انا نائمٌ اُریت انہ وضع فی یدیّ سِوارانِ من ذھب فَفُظِعتُھما وکرِھتُھما فاُذِنَ لی فنفختُھما فطارا فاوّلتُھما کذّابَین یخرُجانِ قال عبیداللّٰہِ احدُھماالعنسیُّ الذی قتلہ فیروزُ بالیمنِ والاٰخرُمُسَیلِمۃُ۔

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب مسیلمہ کذاب مدینہ آیا تو بنت حارث کے گھر اس نے قیام کیا اور اس مسیلمہ کے نکاح میں حارث بن کریز کی بیٹی تھی (یعنی اپنی زوجہ کے گھر قیام کیا) اور یہی (بنت حارث) عبداللہ بن عبداللہ بن عامر کی ماں بھی ہے (مطلب یہ ہے کہ وہ عبداللہ بن عامر کے نکاح کرنے سے پہلے مسیلمۃ الکذاب کے نکاح میں تھی اسی وجہ سے مسیلمہ نے اس کے یہاں قیام کیا کیونکہ وہ اس کی بیوی تھی) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں تشریف لائے (یعنی تبلیغ کے لئے) اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ثابت وہی ہیں جو رسول اللہ کے خطیب کہلاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آنحضور اس کے پاس آکر ٹھہر گئے اور اس سے گفتگو کی (یعنی آپ نے اسلام کی دعوت دی) مسیلمہ نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ ہمارے اور نبوت کے درمیان حائل نہ ہوں پھر اپنے بعد ہمیں اسے سونپ دیں (مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی حیات میں نبی رہیں اور مجھکو آزاد چھوڑ دیں اس شرط پر کہ آپ کے بعد خلافت کا عہدہ میرے لئے مقرر کر دیں اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ چھڑی مانگوگے تو میں تمہیں یہ بھی نہیں دے سکتا اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تم وہی شخص ہو جو مجھے خواب میں دکھلایا گیا اور یہ ثابت بن قیس ہیں اور میری طرف سے تمہاری باتوں کا جواب دیں گے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے متعلق پوچھا جس کا ذکر آپ نے فرمایا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے (یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے ہیں میں ان سے گھبرایا اور ان دونوں کنگنوں سے مجھے تشویش ہوئی پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک دیا تو دونوں کنگن اڑ گئے میں نے ان دونوں کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جو نکلیں گے۔

عبیداللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا

مسیلمۃ الکذاب تھا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "احد هما العنسی الذی قتله فیروز بالیمن"
والحدیث مر علی صـ ۵۱۱ وهنا فی المغازی صـ ۶۲۸

عنسی بفتح العین وسکون النون۔

مسیلمہ کذاب کی زوجہ کا نام کیّسہ بنت الحارث تھا کیّسہ بتشدید الیاء۔ مسیلمہ کے قتل ہونے کے بعد عبداللہ بن عامر نے اس سے شادی کی جس سے عبداللہ پیدا ہوا اس لئے ترجمہ میں صاف کر دیا گیا کہ یہ کیّسہ عبداللہ بن عبداللہ بن عامر کی ماں ہے، بعض حضرات نے اس کی تصحیح اس طرح کی ہے کہ وہ کیّسہ اولاد عبداللہ بن عامر کی ماں ہے کیونکہ عبداللہ بن عامر کی ماں کا نام لیلی بنت ابی حثمہ ہے۔

مسیلمۃ الکذاب کا قصہ تو سابقہ حدیثوں میں گذر چکا ہے اس حدیث پر امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب رکھا ہے "باب قصۃ الاسود العنسی"، حالانکہ حدیث میں پورا قصہ مسیلمۃ الکذاب کا ہے۔ اسود عنسی کا صرف آخر میں اسود کے قتل کا ذکر ہے کہ فیروز نے یمن میں اس کو قتل کیا ہے، بس اتنی سی مناسبت سے امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کر دیا، بڑوں کی بڑی بات ہے اور امام بخاریؒ کی دقت نظر و باریک بینی مشہور اور زبان زد علماء کرام ہے کون اعتراض کر سکتا ہے کہ ترجمہ کچھ ہے اور حدیث کچھ؟ شارح بخاری علامہ عینیؒ صرف اتنا فرما گئے "لیست فیه قصة العنسی وانما فیه قصة مسیلمة بطریق الارسال"، مگر علامہ عینیؒ نے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔

بہر حال اسود عنسی کا قصہ مختصر طور پر حافظ عسقلانیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس کا نام عبہلہ بن کعب تھا اور چونکہ چہرہ چھپا کر چلتا تھا اس لئے اسود ذوالخمار سے مشہور تھا اس نے صنعاء میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضورؐ کے عامل مہاجر بن ابی امیہ پر غالب آ گیا تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کا عامل صنعاء میں باذان تھا جب باذان کا انتقال ہو گیا تو اسود عنسی کے مسخر شیطان نے اس کو اطلاع دی۔

نقل ہے کہ اسود عنسی کے پاس دو شیطان تھا جو مسخر تھا ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا نام شقیق (ہما مصغران) تھا ان ہی شیطانوں میں سے کسی نے اسود کو باذان کے انتقال کی خبر دی تو اس نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر صنعاء پر حکومت قائم کر لی اور باذان کی بیوی مرزبانہ سے شادی کر لی، فیروز نے مرزبانہ سے رازدارانہ گفتگو کر کے طے کر لیا اور اسی مواعدہ کے ماتحت ایک روز مرزبانہ نے اسود کو خوب شراب پلا کر مست و مدہوش کر دیا تو چونکہ دروازہ پر ایک ہزار چوکیداروں کا پہرہ تھا اس لئے فیروز وغیرہ نے نقب لگایا اور اندر داخل ہو کر اس کا سر قلم کر کے مرزبانہ کو مع ضروری مال و اسباب نکال لائے۔ حق تعالیٰ نے اس طرح سے اس فتین اسود کو ختم کرایا۔ (فتح صـ ۷۲)

۶۲۹۔ باب قصۃ اهلِ نجرانَ

اہل نجران کے قصہ کا بیان

نجران (بفتح النون وسکون الجیم) مکہ سے یمن کی جانب سات منزل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا شہر ہے

تہتر گاؤں و قصبے اس کے تابع اور ملحق ہیں (عمدہ ص ۲۶/۱۸) ایضا فتح ص ۷۳/۸۔
سـ ۹ھ میں نصارائے نجران کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں مدینہ آیا جس میں ساٹھ آدمی تھے ان میں سے چودہ ۱۴ وفی روایۃ ابن اسحاق جو بیس ۲۴ ان کے اشراف و معززین تھے اور ان اشراف میں سے تین اخص الخصوص اسی درجہ کے تھے جن کے ہاتھوں وہاں کے سارے اختیارات تھے ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا یہ شخص امیر قافلہ تھا، دوسرا شخص سید ایہم (بفتح الہمزہ وسکون الیار التحتانیہ) تھا جو بمنزلہ وزیر تھا جماعت کی ترتیب اور سواریوں کا انتظام اسی سے متعلق تھا۔ تیسرا شخص ابوحارثہ بن علقمہ تھا یہ ان کا امام اور بڑا عالم پادری تھا جس کو نصاریٰ کی اصطلاح میں اسقف کہتے تھے۔

ابوحارثہ اصل میں عرب کا تھا اور قبیلہ بکر بن وائل سے تھا عیسائی بن کر نصرانیوں میں رہا ان کی کتابیں پڑھیں اور اس میں کمال حاصل کیا، شاہان روم نصرانی تھے ان کو جب اس کے مذہبی علم اور اجتہاد کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی بڑی عزت اور خوب خدمت کی اور ایک گرجا بنوا کر اس کو امام مقرر کر دیا۔ یہ لوگ بڑی آن بان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور وہ ان لوگوں کے نماز کا وقت تھا اس لئے ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی، صحابہ نے چاہا کہ ان کو اس طرح کی نماز سے روکیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھنے دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنے قاعدے سے نماز ادا کی۔

سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور ابنیت کے بارے میں مباحثہ اور مکالمہ شروع ہوا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ یعنی خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو ان کا باپ کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

نصارائے نجران۔ کیوں نہیں بیشک ایسا ہی ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں تو خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ بے مثل ہے لیس کمثلہ شئ۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔

آنحضورؐ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ حیّ لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی اس پر موت نہیں آسکتی ہے وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء اور عیسیٰؑ پر فنا اور موت آنے والی ہے۔

نصاریٰ۔ بے شک صحیح ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں کیا عیسیٰؑ کو اس سے زائد کوئی چیز معلوم ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔

نصاریٰ۔ نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اس کو بول و براز کی حاجت لاحق ہوتی ہے۔

نصاریٰ۔ بے شک صحیح ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مریم اور عورتوں کی طرح عیسیٰؑ سے حاملہ ہوئیں اور مریم صدیقہ نے ان کو اسی طرح جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنتی ہیں اور پھر بچوں ہی کی طرح ان کو غذا بھی دی گئی وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے ۔

نصاریٰ ۔ بے شک ایسا ہی تھا ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پھر خدا کیسے ہوئے ؟

یعنی جن کی تخلیق اور تصویر رحم مادر میں ہوئی ہو اور ولادت کے بعد وہ غذا کا محتاج ہو اور بول و براز کی حاجت بھی لاحق ہوئی ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے ؟

نصارائے نجران پر حق واضح ہو گیا مگر دیدہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا حق تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیتیں نازل فرمائیں "الٓمٓ ۝ اللہ لا الٰہ الا ھو" الآیۃ آل عمران آیت ۱ تا ۸ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے نجران پر اسلام پیش کیا انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ تم خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہو اور صلیب کی پرستش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو ، نصارائے نجران نے کہا ۔ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ بتلاتے ہیں کیا آپ نے حضرت مسیح جیسا کسی کو دیکھا یا سنا بھی ہے ؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :

ان مثل عیسی عند اللّٰه کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون الحق من ربك فلا تکن من الممترین فمن حاجك فیه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة اللّٰه علی الکذبین ۔

(آل عمران آیت ۵۹ تا ۶۱)

بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کے مثال کی طرح ہے کہ اللہ نے ان (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کو حکم دیا کہ ہو جا پس وہ (جاندار) ہو گئے یہ امر واقعی ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے بتائی جا رہی ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائے اس علم کے بعد بھی آپ سے جو کوئی جھگڑا کرے تو آپ فرما دیجئے کہ (اگر دلیل سے نہیں مانتے تو پھر) آجاؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو اور مباہلہ کریں یعنی خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو ۔

(مطلب یہ ہے کہ اگر صرف بے باپ پیدا ہونا ہی کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا بنانے کے لئے دلیل ہو تب تو پھر عیسائیوں کو چاہیئے کہ آدمؑ کو بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا مانے کیونکہ عیسیٰؑ تو صرف بے باپ ہی کے پیدا ہوئے تھے مگر آدمؑ تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے)

مباہلہ کی تحقیق و تعریف

مباہلہ ماخوذ ہے بَہْل یا بَہلۃ سے جس کے معنی لعنت اور پھٹکار کے ہیں از باب فتح لعنت کرنا مباہلہ ایک دوسرے پر لعنت و پھٹکار کرنا ۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی امر کے حق و باطل میں فریقین کے اندر اختلاف و نزاع ہو جائے اور دلائل سے نزاع ختم نہ ہو تو پھر فریقین اور فریقین کے اہل و عیال سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر خدا کا قہر نازل ہو ،

ہلاکت ولعنت نازل ہو۔

نصارائے نجران اور مباہلہ

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپؐ مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگلے روز امام حسن، امام حسین سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو اپنے ہمراہ لے کر باہر تشریف لے آئے۔

نصارائے نجران ان نورانی اور مبارک چہروں کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور آپؐ سے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کریں اس کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ علیحدہ جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور یہ طے پایا کہ اگر مباہلہ کیا گیا تو بالکل ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے خدا کی قسم ان کی نبوت وپیغمبری واضح ہے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں آپؐ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل قول فیصل ہے، خدا کی قسم کسی قوم نے کبھی کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا مگر ہلاک ہوئے لہٰذا تم مباہلہ کر کے اپنے کو ہلاک مت کرو، تم اگر اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو صلح کر کے واپس ہو جاؤ بالآخر انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور سالانہ جزیہ دینا منظور کیا۔

آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عذاب اہل نجران کے سروں پر آگیا تھا اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر وسور کی صورت میں مسخ ہو جاتے اور تمام وادی آگ بن کر ان پر برستی اور تمام نصارائے نجران ہلاک ہو جاتے۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا جس کا حاصل یہ تھا۔

(۱) اہل نجران کو سالانہ دو ہزار حلہ ادا کرنے ہوں گے ایک ہزار ماہ رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں اور ہر حلہ کی قیمت ایک اوقیہ یعنی چالیس ۴۰ درہم ہو گی۔

(۲) اہل نجران پر آپ کے قاصد کی ایک مہینہ تک مہمانی لازم ہو گی۔

(۳) یمن میں اگر کوئی شورش یا فتنہ پیش آجائے تو اہل نجران پر تیس ۳۰ زرہیں اور تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ عاریۃً دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیئے جائیں گے اور اگر کوئی شئی گم یا ضائع ہو گئی تو اس کا ضمان ہم پر ہو گا۔

(۴) اللہ اور اس کا رسول ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے ان کے اموال واملاک ان کی زمین وجائداد ان کے حقوق ان کے مذہب وملت اور ان کے قسیس وراہب اور ان کے خاندان اور ان کے تبعین میں تغیر وتبدل نہ ہو گا، جاہلیت کے کسی خون کا ان سے مطالبہ نہ ہو گا ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل نہ ہو گا۔

(۵) جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم ومظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔

(۶) جو شخص سود کھائے گا تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص ظلم وزیادتی کرے گا تو اس کے بدلہ میں دوسرا شخص ماخوذ نہ ہو گا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے جب تک وہ اس پر قائم رہیں۔

اس عہد نامہ پر ابو سفیان بن حرب، غیلان بن عمرو مالک بن عوف، اقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ نے

دستخط کئے۔

نصارائے نجران یہ عہد نامہ لے کر واپس ہوئے اور چلتے وقت آپؐ سے یہ درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم سے مال صلح لے کر واپس آجائے آپؐ نے فرمایا میں نہایت امانت دار شخص کو تمہارے ساتھ کردوں گا یہ کہہ کر ابو عبیدۃ بن الجراح کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور یہ اس امت کا امین ہے یہ لوگ آپؐ کا فرمان لے کر نجران واپس ہوئے جب نجران ایک منزل رہ گیا تو وہاں کے پادری اور معززین نے ان کا استقبال کیا، وفد نے آپؐ کی تحریر پادری کے حوالے کی پادری اس کے پڑھنے میں مشغول ہوگیا اسی اثنار میں ابو حارثہ کے خچر نے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی تو اس کے ایک بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے آنحضورؐ کی شان میں گستاخانہ کلمہ نکلا تو ابو حارثہ نے برہم ہو کر کہا خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت توریت وانجیل میں دی گئی ہے، کرز نے کہا کہ پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے، ابو حارثہ نے کہا کہ ان بادشاہوں نے ہم کو جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے وہ سب واپس لے لیں گے اس پر کرز فوراً مدینہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ کچھ روز کے بعد سید ایہم اور عبد المسیح عاقب بھی مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

۳۷۹ - حدثنا عباسُ بنُ الحُسَينِ قال حدثنا يحيى بنُ آدمَ عن اسرائيلَ عن ابى اسحٰقَ عن صلةَ بنِ زُفرَ عن حُذيفةَ قال جاءَ العاقِبُ والسَّيِّدُ صاحِبا نجران الى رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُريدانِ ان يُلاعِناه قال فقال احدُهما لصاحبه لا تفعَل فواللهِ لئن كان نبيًّا فلاعنَّا لا نُفلِح نحنُ ولا عَقِبُنا مِن بعدِنا قالا إنّا نُعطِيك ما سألتنا وابعث معنا رجلا امينًا ولا تبعَثْ معنا الّا امينًا فقال لأبعثنَّ معكم رجلا امينا حقَّ امينٍ فاستشرفَ لها اصحابُ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فقال قم يا ابا عُبيدة بنَ الجرّاح فلمّا قامَ قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هٰذا امينُ هٰذِه الأمّةِ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ نجران کے دو سردار عاقب اور سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے کے ارادہ سے آئے حذیفہ نے بیان کیا کہ پھر ایک (یعنی سید) نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی قسم اگر یہ نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم پنپ نہیں سکتے اور نہ ہمارے بعد ہماری نسلیں رہ سکیں گی پھر ان دونوں نے آنحضورؐ سے کہا ہم آپ کو (جزیہ) دیں گے جو آپ کا مطالبہ ہوگا اور آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار شخص بھیج دیجئے اور آپ جو بھی آدمی ہمارے پاس بھیجیں اس کا امین ہونا ضروری ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایسا آدمی ضرور بھیجوں گا جو امانت دار ہوگا اور کما حقہ امین ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جھانکنے لگے یعنی حضور کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگے آنحضورؐ نے فرمایا اے ابو عبیدہ بن الجراح اٹھو جب وہ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "جاء العاقب والسید صاحبا نجران"
والحدیث اخرجہ البخاری فی المناقب ص۵۳۰ وفی المغازی ص۶۲۹ وفی اخبار الآحاد ص۱۰۷۷۔

۳۸۰ - حدّثنا محمّدُ بنُ بَشّارٍ قال حدثنا محمّدُ بنُ جَعْفَرٍ قال حدثنا شُعبَةُ قال سمعتُ ابا اسحٰقَ عن صِلَةَ بنِ زُفَرَ عن حُذَيفةَ قال جاءَ اهلُ نجرانَ الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ابعثْ لنا رجلاً امیناً فقال لَاَبْعَثَنَّ الیکم رجلا امیناً حقّ امینٍ فاستشرف لہ الناسُ فبعث ابا عُبَیدۃَ بنَ الجَرّاحِ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا کہ اہل نجران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار آدمی بھیجئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایسا آدمی بھیجونگا جو کما حقہ امانت دار ہوگا صحابہ منتظر تھے آخر حضور اقدسؐ نے ابو عبیدۃ بن الجراحؓ کو بھیجا۔

تشریحات ہذا طریق آخر فی الحدیث السابق اخرجہ مختصرا۔

حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح

حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح فہری قریشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور آنحضرتؐ نے آپ کو اس امت کا امین فرمایا ہے، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ احد میں انہوں نے خود کی کڑیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں گھس گئی تھیں کھینچا تھا جس کی وجہ سے ابو عبیدہ کے دو دانت شہید بھی ہو گئے تھے، آپ خوبصورت، دراز قامت، ہلکی ڈاڑھی والے تھے طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں انتقال ہوا اٹھاون سال کی عمر پائی رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

۳۸۱ - حدثنا ابو الوَلیدِ قال حدثنا شعبةُ عن خالدٍ عن اَبی قِلابَةَ عن انسٍ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لکلّ اُمّةٍ امینٌ وامینُ ھٰذہِ الاُمّةِ ابو عُبَیدۃَ بنُ الجَرّاحِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت میں امین (امانت دار) ہوتے ہیں اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح ہیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ: من حیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ حین بعثہ الی نجران بقرینۃ الحدیث السابق۔
والحدیث مضی فی المناقب ص۵۳۰ وہنا فی المغازی ص۶۲۹

۶۲۹ - بابُ قصّةِ عُمانَ والبحرین

عمان اور بحرین کا قصہ

عمان یمن کا ایک شہر ہے اور بحرین عبد القیس کا شہر ہے کما مرّ۔
علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عُمان بضم العین وتخفیف المیم ہے (عمدہ ایضا فتح) اور عَمّان بفتح العین وتشدید المیم

ملک شام کا شہر ہے (عمدہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ ۸ھ میں بادشاہ عمان جلندی (بضم الجیم وفتح اللام وسکون النون) کے دونوں لڑکے جیفر (بفتح الجیم وسکون الیار وفتح الفار) اور عیاذ (بکسر العین وتشدید الیار بعدہا ذال عمدۃ القاری وقال الحافظ بفتح العین وتشدید الیار (فتح ص۲۹۸) کے پاس عمان بھیجا یہ دونوں بھائی تھے دونوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ وہ ان کے مال اور رعایا کے اموال سے شرعی احکام کے مطابق صدقہ وصول کریں پھر یہ لوگ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بحرین چلے گئے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی خبر عمرو بن العاص کو وہیں ملی۔

۳۸۲ - حدثنا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ قال حدثنا سفيٰنُ قال سمعَ ابنُ المنكدرِ جابرَ بنَ عبدِاللّٰهِ يقولُ قال لي رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لو قد جاءَ مالُ البحرينِ لقد اَعْطيتُكَ هٰكذا وهٰكذا ثلاثا فلَمْ يقدَمْ مالُ البحرينِ حتى قُبِضَ رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم فلمّا قدم على ابى بكرٍ امَرَ مناديا فنادىٰ من كان له عند النبيّ صلى الله عليه وسلم دَينٌ او عِدَةٌ فلياتني قال جابرٌ فجئتُ ابا بكرٍ فاخبرتُه اَنّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قال لو قد جاءَ مالُ البحْرينِ اعطيتُكَ هٰكذا وهٰكذا ثلاثا قال فاعطاني قال جابر فلقيتُ ابا بكرٍ بعدَ ذٰلِكَ فسالتُه فلَمْ يُعْطِني ثمَّ اتيتُه الثانيةَ فلم يُعْطني ثمَّ اتيتُه الثالثةَ فلم يُعطني فقلتُ له قد اتيتُكَ فلم تُعْطِني ثمَّ اتيتك فلم تُعطِني ثم اتيتُكَ فلم تعطني فاِمّا ان تُعطِيني واِمّا اَن تبخَلَ عنّي فقال اَقلتَ تبخَلُ عنّي واَيُّ داءٍ اَدْوَأُ من البخلِ قالها ثلاثا ما منعتُكَ من مرّةٍ الّا وانا اريدُ اَنْ اُعْطِيَكَ وعن عمروٍ عن محمّدِ بنِ عليٍّ قال سمعتُ جابرَ بنَ عبدِاللّٰهِ يقول جئتُه فقال لي ابو بكرٍ عُدَّهَا فعَدَدتها فوجَدتها خمسَ مِائةٍ قال خُذْ مِثلَها مرّتَيْنِ -

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین مرتبہ لپ بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے جس وقت مال آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اس لئے وہ مال جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض یا کسی سے حضور کا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے۔

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے میرے پاس مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپیں بھر کر دوں گا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیا (یعنی حضور اکرم کے قول کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دینے کا وعدہ فرمایا اور اطمینان دلایا) جابر نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پھر ملاقات کی اور ان سے مال مانگا لیکن انہوں نے مجھے نہیں دیا، میں پھر دوسری مرتبہ ان کے پاس آیا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔ پھر میں تیسری مرتبہ ان کے پاس حاضر ہوا لیکن انہوں نے مجھ کو نہیں

دیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے نہیں دیا پھر میں آپ کے پاس (دوبارہ) آیا پھر آپ نے مجھ کو نہیں دیا اس کے بعد میں (تیسری مرتبہ) پھر آپ کے پاس آیا اور آپ نے نہیں دیا سو یا تو مجھ کو دیجئے یا مجھ کو نہ دینے کی وجہ سے بخیل بنئے تو ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے کہ مجھ سے بخل کرتے ہیں؟ بھلا بخل سے بڑھکر اور کیا بیماری ہو سکتی ہے؟ ابو بکرؓ نے اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا اور فرمایا میں نے تمہیں جب بھی ٹالا تو میرا ارادہ یہی تھا کہ بہرحال تجھے دینا ہے (یعنی میرا ٹالنا اور نہ دینا بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ میرا ارادہ خمس میں سے دینے کا تھا جو خمس خاص خلیفۃ المسلمین کا حصہ ہے وہ مختار ہیں جسے چاہیں دیں اور عمرو بن دینار سے روایت ہے انہوں نے محمد بن علی یعنی امام باقر سے روایت کی امام باقر نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا جابرؓ نے بیان کیا کہ میں ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوا تو مجھ سے ابو بکرؓ نے کہا اسے شمار کر دیں میں نے اسے شمار کیا تو پانچ سو تھا فرمایا کہ دو مرتبہ اتنا ہی اور لے لو یعنی ایک ہزار لے لو)

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ:- یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کا مانگنا اور ابو بکرؓ کا دینا اموال بحرین سے تھا تو ترجمہ کا اصل تعلق بحرین سے ہے مگر چونکہ بحرین اور عمان قریب قریب ہیں اور ایک ہی سفر میں عامل کو دونوں جگہ بھیجا گیا تھا اس لئے امام بخاری نے ترجمہ میں دونوں شہروں کو رکھ دیا۔

والحدیث اخرجہ البخاری فی الکفالۃ صـ۳۰۶ تا صـ۳۰۷ و فی الشھادات صـ۳۶۹ و فی الجہاد صـ۴۴۳ و فی المغازی صـ۶۲۹۔

۶۲۹- بَابُ قُدُومِ الْاَشْعَرِيِّينَ وَاَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ اَبُو مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم هُمْ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُمْ

قبیلہ اشعر اور اہل یمن کی آمد کا بیان

قبیلہ اشعر یمن ہی کا ایک مشہور اور معزز قبیلہ ہے جو اپنے جدّا مجد اشعر کی طرف منسوب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل یمن کا عطف اشعریین پر عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔

اشعر کو اشعر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے بدن پر بال بکثرت تھے اور اشعر صیغہ صفت ہے، شعر بمعنی بال سے مشتق ہے جس کے معنی کثیر الشعر کے ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ اسی قبیلہ کے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مدینہ منورہ کے ارادہ سے بذریعہ کشتی روانہ ہوئے لیکن راستے کی آندھی اور طوفان نے انہیں حبش کی طرف پھینک دیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملاقات ہوئی، پھر حضرت جعفر اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ فتح خیبر کے موقع پر آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی بعض روایت میں اہل یمن کی آمد خدمت نبوی میں ۹ھ ہے تطبیق کے لئے یہ کہا جائے گا کہ اہل یمن سنۃ الوفود ۹ھ میں آئے وہ یمن کے قبیلہ حمیر کے لوگ تھے۔

بہرحال جب اشعریین کا وفد آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اہل یمن آگئے جن کے دل رقیق اور نرم ہیں یعنی قساوت سے بالکلیہ پاک ہیں فوراً حق کو قبول کرتے ہیں۔

حدیث آرہی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمن کی ہے یعنی ان کے رقت قلب اور نرم دلی کا یہ ثمرہ ہے کہ ان کے قلوب ایمان وعرفان کے معدن اور علم وحکمت کے سرچشمہ ہیں۔ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دین سیکھنے کے لئے آئے ہیں اور تکوین عالم کی ابتدا اور آغاز کو معلوم کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا "سب سے پہلے خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا یعنی تکوین عالم کی ابتدا پانی اور عرش سے ہوئی اول پانی پیدا کیا پھر عرش پھر آسمان وزمین کو پیدا کیا اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھدیا۔

۳۸۳ - حدثنا عبدُ اللّٰہِ بنُ محمّدٍ واسحٰقُ بنُ نصرٍ قالا حدثنا یحییٰ بنُ اٰدمَ قال حدثنا ابنُ ابی زائدۃَ عن ابیہِ عن ابی اسحٰقَ عنِ الاسودِ بنِ یزیدَ عن ابی موسیٰ قال قدِمتُ اَنا واخی من الیمنِ فمکثنا حِیناً ما نُریٰ ابنَ مسعودٍ واُمَّہ اِلّا مِن اھلِ البیتِ مِن کثرۃِ دُخولِھم ولزومِھم لہ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے آئے (یعنی آنحضورؐ کی خدمت میں) تو ہم (ابتداء میں) بہت دنوں تک یہ سمجھتے رہے کہ ابن مسعود اور ان کی والدہ اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ یہ آنحضرتؐ کے گھر میں بہت آیا جایا کرتے تھے اور ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " قدمت انا واخی من الیمن "
والحدیث مضیٰ فی المناقب ص۵۳۱ وہٰہنا فی المغازی ص۶۲۹

۳۸۴ - حدثنا ابو نُعیمٍ قال حدثنا عبد السّلامِ عن ایّوبَ عن ابی قِلابۃَ عن زَھدَمٍ قال لمّا قدِمَ ابو موسیٰ اکرَمَ ھٰذا الحیَّ مِن جَرمٍ وانا لجلوسٌ عندہ وھو یتغدّیٰ دجاجاً وفی القوم رجلٌ جالس فدعاہ الی الغداءِ فقال انّی رایتُہ یاکل شیئاً فقذِرتُہ قال ھلمّ فانی رایت النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاکلہ قال انی حَلفتُ لا اٰکُلُہ قال ھلمّ اخبرک عن یمینک اِنّا اتینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفر من الاشعریین فاستحملناہ فابیٰ ان یّحمِلَنا فاستحملناہ فحلف ان لا یحمِلَنا ثمّ لم یلبث النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَن اُتِیَ بِنَھبِ اِبلٍ فامرَلنا بخمسِ ذَوْدٍ فلمّا قبضناھا قلنا تغفّلنا النبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یمینہ لا نفلح بعدھا ابدا فاتیتہ فقلت یا رسول اللّٰہ انک حلفت ان لا تحملنا وقد حملتنا قال اجل ولکن لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا اتیت الذی ھو خیر منھا۔

ترجمہ: زہدم جرمی نے بیان کیا کہ جب ابوموسیٰ اشعریؓ (حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کوفہ کے امیر بن کر آئے تو ابوموسیٰؓ نے اس قبیلہ جرم کا بہت اعزاز کیا (زہدم کہتے ہیں) ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ مرغ کا گوشت کھا رہے تھے مجلس میں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا ابوموسیٰؓ نے ان کو کھانے پر بلایا تو اس شخص نے کہا کہ جب سے میں نے اس (مرغ) کو کچھ چیزیں (یعنی گندگی) کھاتے دیکھا ہے میں اس سے پرہیز کرنے

گا ابوموسیٰؓ نے کہا وہ آجاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا گوشت کھاتے دیکھا ہے" اس پر اس شخص نے کہا لیکن میں نے تو قسم کھالی ہے کہ اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا پھر ابوموسیٰؓ نے کہا تم آجاؤ میں تمہیں تمہارے قسم کے بارے میں بھی بتاؤں گا ہم قبیلہ اشعر کے چند لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے (غزوہ تبوک کے لئے) سواری مانگی حضورؐ نے ہمیں سواری دینے سے انکار فرمایا پھر ہم نے آپؐ سے سواری مانگا تو آپؐ نے قسم کھالی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے لیکن ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ غنیمت کے کچھ اونٹ آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ اونٹ دلوائے جب ہم نے ان اونٹوں کو لے لیا تو ہم نے کہا (یعنی سوچا) کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قسم یاد نہیں دلائی ایسی حالت میں ہماری بھلائی کبھی نہ ہوگی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں آیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو قسم کھالی تھی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے اور پھر آپ نے ہمیں سواری دے دی آنحضورؐ نے فرمایا "ٹھیک ہے لیکن میں جب بھی کوئی قسم کھاتا ہوں اور پھر اس کے سوا دوسری صورت مجھے اس سے بہتر نظر آتی ہے تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے (اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں)۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ توخذ من قولہ" انا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفر من الاشعریین"

والحدیث مضی فی الجہاد ص۴۴۲ وہنا فی المغازی ص۶۳

۳۸۵ - حدثنا عمرو بن علیؒ قال حدثنا ابو عاصمٍ قال حدثنا سفیٰنُ قال حدثنا ابو صخرۃ جامعُ بنُ شدّادٍ قال حدثنا صَفوانُ بن مُحرِزٍ المازنیؒ قال حدثنا عمرانُ بنُ حُصَینٍ قال جاءت بنو تمیمٍ الیٰ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اَبشِرُوا یا بنی تمیمٍ قالوا اما اِذْ بَشَّرتَنا فاعطِنا فتغیَّرَ وجہُ رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ناسٌ مِن اھلِ الیمنِ فقال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اِقبلوا البشریٰ اِذْ لَمْ یَقْبَلْہا بنو تمیمٍ قالوا قد قَبِلنا یا رسولَ اللہ ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ نے بیان کیا کہ بنو تمیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے فرمایا اے بنو تمیم بشارت قبول کرو (یعنی جنت کی) انہوں نے کہا جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو کچھ (مال) عنایت فرمائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر یمن کے کچھ لوگ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بنو تمیم نے بشارت قبول نہیں کی تم قبول کر لو ان لوگوں نے کہا ہم نے قبول کی یا رسول اللہ۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ" فجاء ناس من اھل الیمن"

والحدیث مضیٰ فی کتاب بدء الخلق ص۴۵۳ و فی المغازی ص۶۲۶ ایضا ہنا ص۶۳ ۔

مزید تشریحات کے لئے حدیث ۳۶۷ دیکھیے۔

٣٨٦ - حدثنی عبدُ اللهِ بنُ محمدٍ الجُعْفِیُّ قال حدثنا وَهبُ بنُ جَریرٍ قال حدثنا شُعبةُ عن اسمٰعیلَ بنِ اَبی خالدٍ عن قیسِ بنِ ابی حازمٍ عن ابی مسعودٍ اَنّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمانُ ھٰھُنا واشارَ بیدِہٖ اِلی الیمنِ والجُفاءُ وغِلظُ القلوبِ فی الفَدّادینَ عن اصولِ اذنابِ الابلِ مِن حیثُ یَطلُعُ قرنا الشیطانِ رَبیعةَ و مُضَرَ۔

ترجمہ: حضرت ابومسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان تو ادھر ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور بے رحمی اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹ کی دموں کے پاس چلاتے ہیں جدھر سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں (یعنی مشرق) یعنی ربیعہ اور مضر میں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ من حیث الاستطراد لاجل ذکر الیمن فیہا۔
والحدیث مضیٰ فی کتاب بدء الخلق ص٤٦٦ وہنا فی المغازی ص٦٣٠۔

٣٨٧ - حدثنا محمّدُ بنُ بَشّارٍ قال حدثنا ابنُ اَبی عدیٍّ عن شعبةَ عن سُلیمٰنَ عن ذکوانَ عن ابی ھریرةَ عنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتاکم اھلُ الیمنِ ھم ارقُّ افئدةً والینُ قلوبًا الایمانُ یمانٍ والحکمةُ یمانیّةٌ والفخرُ والخُیَلاءُ فی اصحابِ الابلِ والسکینةُ والوقارُ فی اھلِ الغنمِ وقال غندرٌ عن شعبةَ عن سلیمٰنَ سمعتُ ذکوانَ عن ابی ھریرةَ عنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آگئے ہیں یہ لوگ رقیق القلب اور نرم دل ہوتے ہیں (یعنی قساوت سے بالکلیہ پاک ہیں حق کو فوراً قبول کرتے ہیں سنگدل نہیں کہ کسی موعظت و حکمت کا اثر نہ ہو) ایمان یمن کا ہے اور حکمت بھی یمنی ہے اور فخر و تکبر اونٹ والوں میں ہے اور اطمینان و وقار بکری والوں میں۔

اور غندر نے بیان کیا ان سے شعبہ نے ان سے سلیمان نے کہ میں نے ذکوان سے سنا اور ذکوان نے ابوہریرہؓ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "اتاکم اھل الیمن"
والحدیث مضیٰ فی کتاب بدء الخلق ص٤٦٦ وہنا فی المغازی ص٦٣٠۔

وقال غندر الخ اس تعلیق کو امام احمدؒ نے وصل کیا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس تعلیق کے ذکر سے یہ بتانا ہے کہ سلیمان کا سماع ذکوان سے ثابت ہے یعنی سلیمان اعمش کا حدیث مذکور جو عن ذکوان تھا تو اس تعلیق سے سلیمان اعمش کا سماع ذکوان سے بصراحت معلوم ہو گیا۔

٣٨٨ - حدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنی اَخی عن سُلیمانَ عن ثورِ بنِ زیدٍ عن ابی الغَیثِ عن ابی ھریرةَ اَنّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمانُ یمانٍ والفِتنةُ ھٰھُنا ھٰھُنا یَطلُعُ قرنُ الشیطانِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یمن کا ہے اور فتنہ (یعنی دینی خرابی) ادھر سے ہے (یعنی مشرق کی طرف سے) جہاں سے شیطان کے سینگ نکلتے ہیں (یعنی اسباب کفر مثلاً خروج دجال وغیرہ)۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "ہذا طریق آخر فی حدیث ابی ہریرۃؓ"

۳۸۹- حدثنا ابو الیمانِ قال اخبرنا شعیبٌ قال حدثنا ابو الزّنادِ عن الاعرج عن ابی ھریرۃَ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتاکم اھلُ الیمنِ اضعفُ قلوبًا وارقُّ افئدۃً الفقہُ یمانٍ والحکمۃُ یمانیۃٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہاں اہل یمن آئے ہیں جو نرم دل اور رقیق القلب ہیں دین کی سمجھ یمن والوں میں ہے اور حکمت بھی یمن کی ہے۔

تشریحات دوسری سند سے حضرت ابوہریرہؓ کی ہے۔

۳۹۰- حدثنا عبدانُ عن ابی حمزۃَ عن الاعمش عن ابراھیمَ عن علقمۃَ قال کنّا جلوسًا مع ابنِ مسعودٍ فجاءَ خبّابٌ فقال یا ابا عبدِ الرحمٰنِ ایستطیعُ ھٰؤلاءِ الشبابُ ان یّقرأوا کما تقرأ قال اما انّکَ لو شئتَ امرتُ بعضَھم یقرأ علیکَ قال اجلْ قال اِقرأ یا علقمۃُ فقال زیدُ بنُ حُدَیرٍ اخو زیادِ بنِ حُدَیرٍ اتامرُ علقمۃَ ان یقرأ ولیس باقرئنا قال اما انّکَ ان شئتَ اخبرتُکَ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومکَ وقومِہٖ فقرأتُ خمسین اٰیۃً من سورۃِ مریمَ فقال عبدُ اللہِ کیف ترٰی قال قد احسنَ قال عبدُ اللہِ ما اقرأُ شیئًا اِلّا وھو یقرأُہ ثمّ التفتَ اِلٰی خبّاب وعلیہ خاتمٌ مّن ذھبٍ فقال الم یأنِ لھٰذا الخاتمِ ان یُّلقٰی قال اما انّکَ لن تراہُ علیَّ بعدَ الیومِ فالقاہُ رواہُ غندرٌ عن شعبۃَ۔

ترجمہ: علقمہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خبّاب بن ارتؓ تشریف لائے اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن (کنیت عبداللہ بن مسعودؓ) کیا یہ نوجوان لوگ (جو تمہارے شاگرد ہیں) اسی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں جیسے آپ پڑھتے ہیں؟ ابن مسعود نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے تلاوت کے لئے کہوں انہوں نے فرمایا ضرور ابن مسعودؓ نے فرمایا اے علقمہ تم پڑھو اس پر زید بن حدیر زیاد بن حدیر کے بھائی بولے "آپ علقمہ سے تلاوت قرآن کے لئے فرماتے ہیں حالانکہ وہ ہم سب سے اچھے قاری نہیں ہیں ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنادوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم اور اس کی قوم کے بارے میں فرمائی تھی (علقمہ کہتے ہیں) آخر میں نے سورہ مریم کی پچاس آیتیں پڑھ کر سنائیں، عبداللہ

بن مسعودؓ نے پوچھا (خبابؓ سے) آپ کیا سمجھتے ہیں؟ خباب نے کہا "بہت اچھا پڑھا"، عبداللہ نے کہا جو آیت بھی میں جس طرح پڑھتا ہوں علقمہ بھی اسی طرح پڑھتا ہے پھر آپ نے خباب کی طرف توجہ کی ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی آپ نے فرمایا "کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ یہ انگوٹھی پھینک دی جائے" خباب نے فرمایا "سن لیجئے کہ آج کے بعد یہ انگوٹھی میرے ہاتھ میں کبھی نہیں دیکھیں گے" چنانچہ خباب نے انگوٹھی اتار دی۔ اس حدیث کی روایت غندر نے شعبہ کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریحات حدیث کی مطابقت اس سے ماخوذ ہے کہ علقمہ نخعی ہیں جو یمن کی شاخ اور مشہور قبیلہ ہے امام احمد وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے قبیلہ نخع کے لئے دعا کی اور تعریف فرمائی اتنی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں بھی اسی قبیلہ کا ایک فرد ہوتا، بس علقمہ اہل یمن کے قبیلہ نخع کی طرف منسوب ہیں اور اتنی مناسبت سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو لایا ہے۔

ع۲ حضرت خباب بن ارتؓ مردوں کے لئے سونے کی ممانعت کو پہلے نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہوں گے لیکن جب ابن مسعودؓ نے مردوں کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت بتادی تو فوراً خبابؓ نے انگوٹھی اتار دی۔

۶۳۰- بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

قبیلہ دوس اور طفیل بن عمرو دوسیؓ کا واقعہ

دوس بفتح الدال وسكون الواو وفی آخره سین۔ طفیل بضم الطاء۔

قبیلہ دوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا اسلام

یمن اور نواح یمن میں قبیلہ دوس آباد تھا اس قبیلہ کا سردار طفیل بن عمرو کا رؤسائے یمن میں شمار ہوتا تھا یہ طفیل علم و دانش کے علاوہ مشہور شاعر تھے، قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ہجرت کے قبل ۱۱ھ نبوی میں وہ جب مکہ آئے تو قریش کے کچھ لوگ ملاقات کے لئے طفیل کے پاس آئے اور کہا کہ آج کل ہمارے یہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس نے پورے شہر کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اس کا کلام مثل سحر اور جادو کے ہے کہ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے آپ اس سے بچتے رہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ اور آپ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے جہاں تک ممکن ہو آپ اس جادوگر کی کوئی بات نہ سنیں۔

قریش نے ان کو اس قدر ڈرایا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں اتفاقی طور پر اس شخص (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام کان میں نہ پڑ جائے۔ اتفاقاً ایک روز علی الصباح طفیل خانہ کعبہ پہونچے وہاں آنحضورؐ نماز فجر پڑھ رہے تھے حضورؐ نے نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت کی، طفیل کہتے ہیں کہ مجھ کو نہایت اچھا اور بھلا معلوم ہوا اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ آخر میں شاعر ہوں صاحب عقل و دانش ہوں مجھ پر کسی کلام کا حسن و قبح مخفی نہیں رہ سکتا میں اس شخص کا کلام ضرور سنوں گا اگر کلام اچھا ہوگا قبول کرونگا

اور اگر بُرا ہو گا تو چھوڑ دوں گا، پھر میں نے اپنے کانوں سے روئی نکال کر پھینک دی۔ طفیل کا بیان ہے کہ جب آنحضورؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا جب آپؐ گھر پہنچے تو میں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا لیکن خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں چنانچہ میں نے کچھ سنا اب آپ اپنا دین پیش کیجئے۔ حضور اقدسؐ نے اسلام پیش کیا اور طفیل مسلمان ہو گئے اور حضورؐ سے کہا کہ آپ دعا فرمائے کہ خدائے تعالیٰ میرے ذریعہ میرے قبیلہ والوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو تبلیغ اسلام میں میری مددگار ہو آپؐ نے دعا فرمائی اللّٰھم اجعلہ لہ آیۃ اے اللہ اس کے لئے کوئی نشانی پیدا فرما۔

حضرت طفیلؓ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کے مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی کہ اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما کہیں میری قوم اس کو مثلہ اور بدلی ہوئی صورت نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آبائی دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی وہ نور (روشنی) اسی وقت میرے سوط یعنی کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک لالٹین کے بن گیا پھر میں نے تبلیغ شروع کی تو میرے باپ اور میری بیوی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو گئے لیکن قوم نے انکار کیا پھر میں مکہ مکرمہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات سنائے تو آپؐ نے دعا فرمائی اللھم اھد دوسا وأت بھم اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج دے پھر قبیلہ کے ستر یا اسّی گھرانے مسلمان ہوئے۔

۳۹۱۔ حدثنا ابو نُعَیمٍ قال حدثنا سفیٰنُ عن ابنِ ذکوانَ عن عبدِ الرحمٰنِ الاعرج عن ابی ھریرۃَ قال جاءَ الطُّفَیلُ بن عمرٍو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اِنّ دوسًا قد ھلکتْ عصَت وأبَتْ فادعُ اللہَ علیھم فقال اللّٰھم اھدِ دَوسًا وأْتِ بھم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمروؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ قبیلہ دوس تو تباہ ہوا، نافرمانی کی اور انکار کیا (یعنی اسلام قبول نہیں کیا) اس لئے آپ ان کے لئے بددعا کر دیجئے آنحضورؐ نے فرمایا "اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں میرے یہاں لے آ (چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے)۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "جاء الطفیل بن عمرو الی النبیؐ الخ"

۳۹۲۔ حدثنی محمّدُ بنُ العلاءِ قال حدثنا ابو اُسامۃَ قال حدثنا اسمٰعیلُ عن قیسٍ عن ابی ھریرۃَ قال لمّا قدِمتُ علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قلتُ فی الطریقِ

یا لَیلَۃً مِن طولِہا و عَنائِہا علی انّہا من دارۃِ الکفرِ نجّتِ

وأبَقَ غلامٌ لی فی الطریقِ فلمّا قدِمتُ علی النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعتُہ فبینا انا عندہ اِذ طلعَ الغلامُ فقال لی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباھریرۃَ ھذا غلامُک

نقلتُ هو لِوَجْهِ اللهِ فاعتَقتُه -

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا تو راستے میں میں نے یہ شعر پڑھا:

اے رات تو نے اپنی درازی اور مشقت کے باوجود مجھے علاقہ کفر سے نجات دی۔

کیسی ہے تکلیف کی لمبی یہ رات خیر اس نے کفر سے دی ہے نجات

اور میرا غلام راستے میں بھاگ گیا تھا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی ابھی آپ کے پاس میں بیٹھا ہی ہوا تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہ یہ ہے تیرا غلام، میں نے کہا (یا ابو ہریرہ نے کہا) وہ اللہ کے لئے ہے اب میں نے اسے آزاد کردیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ ظاہرۃ اس لئے کہ ابو ہریرہؓ قبیلہ دوس کے ہیں اور حضرت طفیل کی تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہؓ ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے جلیل القدر صحابی اور حافظ الحدیث تھے تمام صحابہ سے زیادہ احادیث ان سے منقول ہیں علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں مروی ہیں (عمدہ ص ۳۴ ج ۸)

ابو ہریرہ کنیت ہے اور اسلام سے پہلے ان کا نام عبد الشمس تھا اسلام کے بعد عبد الرحمٰن (قیل عبد اللہ) ابن صخر ہوا۔ ابو ہریرہ سے کنیت کی وجہ خود ان سے منقول ہے کہ میں اپنے گھر کی بکریاں چراتا تھا اور میرے پاس بلی کا ایک بچہ تھا جسے میں اپنے ساتھ لے جاتا اور کھیلا کرتا اور جب رات ہوتی تو میں اسے درخت پر رکھ دیتا اسلئے گھر والوں نے میری کنیت ابو ہریرہ رکھ دی۔

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدسؐ نے دیکھا کہ ان کی آستین میں بلی کا بچہ ہے تو حضورؐ نے فرمایا "یا ابا ھریرۃ" ابو ہریرہ محدثین کے نزدیک غیر منصرف ہے اس لئے کہ ابو ہریرہ پورا لفظ کلمہ واحد کے مانند ہے جیسے ابو حمزہ حضرت انسؓ کی کنیت۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اٹھہتر برس کی عمر پائی اور ۵۹ھ میں انتقال فرماکر جنت البقیع میں آرام فرما ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

۶۳۰- بابُ قِصَّةِ وَفدِ طَیٍّ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بن حَاتِمٍ

قبیلہ طے کے وفد اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

طی بفتح الطاء وتشدید الیاء وبعدہا ہمزہ۔ عدی بفتح العین وکسر الدال وتشدید الیاء۔

قبیلہ طی کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ھ یا ۱۰ھ میں آیا جس میں پندرہ آدمی تھے ان کا سردار زید الخیل تھا حضورؐ نے اسلام پیش کیا سب کے سب مسلمان ہوگئے حضورؐ نے زید الخیل کا نام بدل کر زید الخیر رکھا اور فرمایا کہ عرب میں سے جس شخص کی تعریف میں نے سنی اس کو اس سے کم ہی پایا لیکن زید الخیل

کی جو خوبیاں میں نے سنی تھیں اس سے ان کو زیادہ پایا۔

حضرت عدی بن حاتم رضؓ

عرب کے مشہور و معروف سخی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے یہ اپنے خاندان کے مطابق نصرانی تھے ۔ ۹ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت عدیؓ کے ایمان لانے کا مفصل واقعہ خود حضرت عدیؓ سے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کے قبیلے پر حملہ ہوا تو یہ عدی بھاگ کر شام چلے گئے اور ان کی بہن گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر دولت ایمان سے مشرف ہوئیں پھر اپنے بھائی عدی کو دعوت دے کر دربار نبوی میں لے آئیں اور حضرت عدی مشرف باسلام ہوئے۔

جنگ جمل و جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہے بالآخر ۶۸ھ کوفہ میں انتقال فرمایا۔

۳۹۳ - حدثنا موسٰی بنُ اسمٰعیلَ قال حدثنا ابو عَوَانَةَ قال حدثنا عبدُالملِكِ عن عَمرِو بنِ حُرَيثٍ عن عَدِيِّ بنِ حاتِمٍ قال اتينا عُمَرَ فی وفدٍ فجعَل يَدعو رجُلًا رجُلًا و يُسَمِّيهِم فقلتُ اَمَا تعرِفُنی يا اميرَ المؤمِنين قال بلٰی اسلمتَ اِذ كفروا واَقبلتَ اِذ اَدبَروا وَفَيتَ اِذ غدَروا و عَرَفتَ اِذ انكروا فقال عَدِیٌّ فلا اُبالی اِذًا -

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضؓ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں (ان کے عہد خلافت میں) ایک وفد کی شکل میں آئے وہ ایک ایک شخص کو نام لے لے کر بلاتے جاتے تھے میں نے ان سے کہا آپ اے امیر المؤمنین مجھ کو نہیں پہچانتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں؟ (یعنی ضرور پہچانتا ہوں) تم اس وقت اسلام لائے جب یہ سب کفر پر قائم تھے تم نے اس وقت توجہ کی جب یہ سب منھ موڑ رہے تھے اور تم نے اس وقت وفا کی جب یہ سب بے وفائی کر رہے تھے اور تم نے اس وقت پہچانا جب ان سب نے انکار کیا تھا اس پر عدیؓ نے کہا "بس اب مجھے کوئی پرواہ نہیں"۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "اتینا عمر فی وفد"

بحمد اللہ نصر الباری کا سترہواں پارہ اختتام پذیر ہوا۔

بابُ حجۃ الوداع

یہ باب حجۃ الوداع کے بیان میں ہے

حجۃ الوداع علامہ عینیؒ فرماتے ہیں بجوز فتح الحاء وکسرہا وکذالک کسر الواو وفتحہا (عمدہ)
علامہ عینیؒ نے اس کے متعدد ناموں کو نقل کیا اور ہر ایک نام کی وجہ تسمیہ کو بھی بیان کیا۔
عـ۱ حجۃ الوداع لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودّع الناس فیھا ولم یحج بعدھا یعنی سید الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حج آخری حج تھا آپ نے اس حج کے بعد کوئی حج نہیں کیا اسلئے اس حج میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو آپ نے الوداع کیا آپ نے اعلان فرمادیا لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا شاید اس سال کے بعد میں تم لوگوں سے ملاقات نہ کرسکوں۔
عـ۲ سمیت حجۃ الاسلام یعنی حجۃ الوداع کو حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں اسلئے کہ فرضیت حج کے بعد اسلامی رکن کی حیثیت سے صرف یہی حج آپ نے ادا کیا ہے۔
عـ۳ اس حج کو حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں چونکہ اس حج میں آپؐ نے شرعی احکام کی تبلیغ کی۔
عـ۴ اس حج کا ایک نام حجۃ الکمال والتمام بھی ہے چونکہ اس حج میں تکمیل دینی کی آیت مبارکہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا نازل ہوئی۔

حج کی فرضیت تفصیلی بحث کا محل تو کتاب الحج ہے مگر نہایت اختصار کے ساتھ بطور خلاصہ اتنا عرض ہے۔ کہ محدثین کرام کہتے ہیں کہ حج سنہ ۶ھ میں فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی اتموا الحج والعمرۃ للہ علامہ نووی اور حافظ عسقلانی رح کہتے ہیں کہ جمہور کا قول یہی ہے مگر اس آیت میں اتمام حج وعمرہ کا حکم ہے اس سے حج کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور اگر اس آیت سے حج فرض ہو تو عمرہ بھی فرض ہونا چاہیئے۔
دوئم یہ متفق علیہ ہے کہ حضور اقدسؐ نے سنہ ۱۰ھ میں حج کیا اگر ۶ھ میں حج فرض ہوگیا ہوتا تو اتنی تاخیر مستبعد تھی اس کے علاوہ حضور اقدسؐ سنہ ۶ھ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا مگر حج نہ کیا۔ اگر اس وقت حج فرض ہوگیا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضورؐ عمرہ تو ادا کریں جو فرض نہ تھا اور حج جو فرض تھا وہ ادا نہ کریں۔
اسلئے محققین کا قول اور معتمد قول یہ ہے کہ حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا جب آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی طویل حدیث حجۃ الوداع کے سلسلے میں ہے کہ حضور اقدسؐ (مدینہ تشریف لانے کے بعد) نو سال ٹھہرے رہے۔

مدینہ سے روانگی ہجرت کے نویں سال آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ مہینوں کو آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے جس کو قرآن کی اصطلاح میں نسیئی (ماہ حرام کو حلال اور اس کی جگہ ماہ حلال کو حرام قرار دینا) کہتے ہیں اس فعل شنیع کی وجہ سے سنہ ۹ھ میں ایسی ہی صورت تھی کہ حج اپنے خاص مہینوں میں ادا نہیں ہوا تھا دسویں سال میں حج ٹھیک اپنے مہینوں میں آگیا تھا، اسلئے آپؐ اس حج کے لئے ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ میں بروز شنبہ مدینہ سے نکلے یعنی ذیقعدہ

کے صرف پانچ دن باقی تھے خروج کا دن شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ اس سال ذی الحجہ کا پہلا دن پنجشنبہ تھا۔ آپؐ مدینہ سے سنیچر کے روز ظہر کی پوری نماز یعنی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے آپؐ کے ہمراہ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضؓ اور ازواج مطہرات (نو بیویاںؓ) تھیں اس کے علاوہ آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے زائد مسلمانوں کا مجمع تھا۔

پھر آپؐ نے ذوالحلیفہ پہونچکر عصر کی نماز دو رکعت ادا کی یعنی آپؐ نے قصر فرمایا اور ۴ ذی الحجہ بروز یکشنبہ مکہ معظمہ پہونچے۔

یہی منقول ہے حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن قیم سے کہ خروج شنبہ کے روز تھا تو چونکہ ذیقعدہ کا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا تھا اس لئے جمعرات کو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہوئی اور آنحضورؐ چار ذی الحجہ بروز یکشنبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس صورت میں تمام احادیث میں تطبیق ہو جائیگی (ملخصاً از فتح الباری)

حضرت علیؓ کو چونکہ آپؐ نے ماہ رمضان المبارک میں صدقات وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا اس لئے مدینہ سے روانگی کے وقت ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت علی رضؓ مکہ مکرمہ میں آکر آپ سے ملے اس کے بعد آپؐ نے مناسک اور ارکان حج ادا فرمائے اور میدان عرفات میں ایک طویل خطبہ پڑھا اوّل حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔

اُے لوگو جو میں کہتا ہوں وہ سنو غالباً سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہوگا، اے لوگو تمہاری جانیں اور آبروئیں اور اموال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے، جاہلیت کے تمام امور میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے تمام خون معاف اور ساقط ہیں۔

سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون جو بنی ہذیل پر ہے معاف کرتا ہوں، جاہلیت کے تمام سود ساقط اور لغو ہیں تمہارے لئے صرف راس المال ہے۔

سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود ساقط اور باطل کرتا ہوں پھر آپؐ نے زوجین کے باہمی حقوق بیان فرمائے اور فرمایا تم میں ایسی محکم چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ۔

قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا بتاؤ کیا جواب دوگے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دینگے کہ آپؐ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور خدا کی امانت ادا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کیطرف اشارہ کر کے یہ فرمایا۔

اللّٰھم اشھد. خدایا آپ گواہ رہیے

آپؐ خطبہ سے فارغ ہوئے اور حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی، ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت (یعنی ظہر کے وقت) میں ادا کی گئیں، بعد ازاں آپؐ خداوند قدوس کی حمد وثنا ذکر وشکر، استغفار اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے اسی اثناء میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت   آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت

علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ تم پر پوری کر دی اور ہمیشہ کیلئے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔ (سورہ مائدہ)

اس کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں پہنچکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ ۶۳ اونٹ بقدر عمر شریف کے خود اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور سینتیس ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے آپؐ کیطرف سے قربانی کیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تقریباً اسی مضمون کا خطبہ دیا جو عرفات میں دیا تھا اور منیٰ میں سر مبارک منڈانے کے بعد موئے مبارک کو صحابہ میں تقسیم فرمایا تاکہ حضرات صحابہ کرامؓ بطور تبرک اپنے پاس رکھیں۔

اخیر میں طواف الوداع کر کے اخیر ذی الحجہ میں عازم مدینہ ہوئے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

۳۹۴ حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ قال حدثنا مالک عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فاھللنا بعمرۃ ثم قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان معہ ھدی فلیھلل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا فقدمت معہ مکۃ وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروۃ فشکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انقضی راسک وامتشطی واھلی بالحج ودعی العمرۃ ففعلت فلما قضینا الحج ارسلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق الی التنعیم فاعتمرت فقال ھذہ مکان عمرتک قالت فطاف الذین اھلوا بالعمرۃ بالبیت وبین الصفا والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا آخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) ہو تو اسے چاہیئے کہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہیں ہوگا (یعنی احرام نہیں کھولے گا) جب تک دونوں (حج اور عمرہ) سے یکبارگی حلال نہ ہو (فارغ نہ ہولے)۔

پھر میں آپؐ کے ساتھ مکہ مکرمہ پہونچی تو مجھکو حیض آرہا تھا اور میں نہ تو بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی آخر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی (یعنی یہ کہ حج کا وقت آگیا اور ابھی تک میرا عمرہ ہی پورا نہیں ہوا) تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنا سر کھول لے اور کنگھی کر لے اور حج کا احرام باندھ لے اور عمرہ چھوڑ دے، تو میں نے ایسا ہی کیا پھر جب ہم نے حج ادا کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ تنعیم کیطرف بھیجدیا چنانچہ میں نے عمرہ کیا آپؐ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے عمرہ کا بدل ہے (یعنی یہ قضا ہے اس عمرہ کی جو تم نے چھوڑ دیا تھا) عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا ان لوگوں نے (مکہ مکرمہ پہونچکر) بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہوئے (یعنی احرام کھول ڈالے اس کے بعد جب (حج کر کے) منیٰ سے لوٹے تو دوسرا طواف (یعنی حج کا طواف) کیا اور جن لوگوں نے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی تھی

(یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا) ان لوگوں نے ایک طواف کیا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " فی حجۃ الوداع "

والحدیث مر فی الحج صـ ۲۱۱ صـ ۲۲۱ و مختصر صـ ۲۱۲ و ھنا فی المغازی صـ ۶۳۱

قارن کا طواف اور ائمہ کا اختلاف امام اعظم ابوحنیفہ رح ابراہیم نخعی، حضرت ابن مسعود رض کے نزدیک قارن یعنی قران کرنے والا دو طواف اور دو سعی کریگا ایک طواف اور ایک سعی عمرہ کا دوسرا طواف وسعی حج کا کما فی الہدایہ "القارن عندنا یطوف طوافین ویسعیٰ سعیین (ہدایہ صـ ۲۴۷)

ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک قارن ایک ہی طواف ایک ہی سعی کریگا کیونکہ عمرہ کے ارکان یعنی طواف فرض وسعی بین الصفا والمروہ حج کے طواف زیارت (طواف رکن) میں شریک ہو گئے اسلئے الگ الگ طواف کی ضرورت نہیں رہی حضرت عائشہ رض اور حضرت ابن عمر رض سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی وجہ سے شوافع کے نزدیک افراد افضل ہے چونکہ افراد کرنے والا دو طواف اور دو سعی الگ الگ کریگا۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث اور ترمذی کی حدیث ابن عمر رض وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر قران کرنے والوں نے صرف ایک طواف کیا۔ لیکن حضرات ائمہ کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قران کرنے والے صحابہ کرام نے اوّل سے آخر تک ایک طواف کیا یہ روایات صحیحہ معتبرہ کے خلاف ہے اور خود ائمہ ثلاثہ کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ ذی الحجہ کو دخول مکہ کے روز طواف قدوم کیا پھر ۱۰ ذی الحجہ کو طواف زیارت یعنی طواف رکن ادا فرمایا اور ۱۴ ذی الحجہ کو طواف وداع۔

ان طوافوں میں اختلاف بھی نہیں ہے اسلئے ایک طواف والی روایت کے معنی ومفہوم میں محدثین عظام کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے یہ تاویل کی کہ طواف واحد سے مراد طواف زیارت ہے یعنی عمرہ کا طواف فرض اور حج کا طواف فرض ملا کر ایک کیا مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ارکان حج کے ارکان میں شریک ہو گئے۔

لیکن حافظ عسقلانی رح سے انسب اور اقرب الی الصواب وہ ہے جو علامہ ابن ہمام رح نے فرمایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول مکہ کے وقت جو طواف کیا تھا وہ طواف عمرہ تھا آپ نے اس وقت طواف قدوم نہیں کیا اس توجیہ پر حدیث کا مطلب صاف ہو گیا کہ آپ نے ایک طواف کیا۔

حضرت شیخ الہند رح فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض کی اس حدیث سے مقصود طواف کی وحدت یا تعدد بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اصل غرض یہ بیان کرنا ہے کہ متمتع کے لئے دو طوافوں کے درمیان تحلل ہوگا اور قارن کے لئے درمیان میں تحلل نہ ہوگا لہٰذا طافوا طوافا واحداً کے معنی یہ ہیں کہ حج وعمرہ دونوں سے حلال ہونے کے لئے قران کرنے والوں نے ایک ہی طواف کیا یعنی طواف زیارت کرکے دونوں سے حلال ہوئے

خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت اور اس طرح کی طواف واحد والی روایات میں کثیر احتمالات ہیں اس لئے ان سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا برخلاف اس کے حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم

کی روایات سے واضح طور پر دو طوافوں کا ثبوت ہوتا ہے۔

عـ قال محمد بن الحسن فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفۃؒ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابراہیم النخعی عن ابی نصر السلمی عن علی رضؓ قال اذا اھللت بالحج والعمرۃ فطف لھما طوافین وسع لھما سعیین بالصفا والمروۃ الخ (فتح القدیر کتاب الحج)

نوٹ:۔ علامہ ابن ہمام ؒ نے حضرت عمران وغیرہ کی روایات بھی اس جگہ لائے ہیں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ نیز عینی الہدایہ نے بھی ان روایتوں کو ذکر کیا ہے

۳۹۵ حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا ابن جریج قال حدثنی عطاءٌ عن ابن عباس اذا طاف بالبیت فقد حلّ فقلت من این قال ھٰذا ابن عباس قال من قول اللّٰہ تعالیٰ ثم محلھا الی البیت العتیق ومن امر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ ان یحلوا فی حجۃ الوداع قلت انما کان ذالک بعد المعرف قال کان ابن عباس یراہ قبل وبعد۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (عمرہ کرنے والا) جب خانہ کعبہ کا طواف کرلے تو حلال ہو سکتا ہے (خواہ صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو یا حج اور عمرہ دونوں کا، اگرچہ ابھی تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی پھر بھی احرام سے حلال ہو جاتا ہے) فقلت الخ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ ابن عباسؓ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا؟ (یعنی کس دلیل سے کہا ہے؟) عطاء نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ثم محلھا الی البیت العتیق" (سورۂ حج) میں سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی وجہ سے جو آپؐ نے اپنے اصحاب کو حجۃ الوداع میں احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔ راوی ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ یہ حکم (احرام کھول ڈالنا) تو وقوف عرفہ کے بعد کے لئے ہے انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ اسے (یعنی احرام کھولنے کو) وقوف عرفہ سے پہلے اور وقوف عرفہ کے بعد ہر حال میں درست سمجھتے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "حجۃ الوداع" وھٰذا الحدیث فی المغازی ط۳۲ واخرجہ مسلم فی المناسک۔

کان ذالک بعد المعرف بتشدید الراء المفتوحۃ ای الوقوف بعرفۃ۔

یہ مسلک ابن عباسؓ کا مشہور تھا لیکن جمہور صحابہ کے خلاف ہے والتفصیل فی الحج۔

۳۹۶ (حدثنی) بیان قال حدثنا النضر قال اخبرنا شعبۃ عن قیس قال سمعت طارقا عن ابی موسی الاشعری قال قدمت علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالبطحاء فقال احججت قلت نعم قال کیف اھللت قلت لبیک باھلال کاھلال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال طف بالبیت وبالصفا والمروۃ ثم حلّ فطفت بالبیت وبالصفا والمروۃ واتیت امرأۃ من قیس ففلت رأسی۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ وادی بطحا میں قیام فرما تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو نے حج کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا "اس طرح لبیک باھلال کاھلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں اس طرح احرام باندھتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہو۔

آنحضورؐ نے فرمایا "بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو پھر حلال ہو جاؤ (یعنی عمرہ کر کے حلال ہو جاؤ) چنانچہ میں بیت اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ کر کے قبیلہ قیس کی ایک عورت کے یہاں آیا اس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ توخذ فی قولہ" قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس لئے کہ ابوموسیٰ کی یہ آمد خدمتِ نبوی میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر تھی۔ والحدیث مضیٰ فی الحج صلا۲۱ وھنا صلا۶۳

قولہ بالبطحاء حال ای قدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حال کونہ نازلا بالبطحاء وھو لسیل وادی مکۃ (عمدۃ)

باب حجۃ الوداع) امرأۃ من قیس علامہ قسطلانی فرماتے ہیں "لم تسم" یعنی نام معلوم نہیں، حضرت محدث سہارنپوری حاشیہ بخاری میں لکھتے ہیں "انھا کانت محرما لہ" فلا اشکال بالاجنبیۃ۔

۳۹۷ حدثنا ابراہیم بن المنذر قال اخبرنا انس بن عیاض قال حدثنا موسیٰ بن عقبۃ عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ازواجہ ان یحللن عام حجۃ الوداع فقالت حفصۃ فما یمنعک فقال لبدت راسی وقلدت ھدیی فلست احل حتی انحر ھدیی۔

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ازواج کو حکم دیا کہ (عمرہ کے ارکان ادا کرنے کے بعد) حلال ہو جائیں (یعنی احرام کھول ڈالیں) حفصہؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ! پھر آپ کو احرام کھولنے سے کیا مانع ہے؟ یعنی آپ کیوں نہیں احرام کھولتے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند وغیرہ سے جمالیا ہے اور اپنے ہدی (قربانی کے جانور) کو قلادہ پہنا دیا ہے (یعنی ہدی کو قلادہ ڈال کر ساتھ لایا) اس لئے میں جب تک قربانی نہ کرلوں حلال نہیں ہوسکتا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "عام حجۃ الوداع" والحدیث مضی فی الحج ص۲۱۲ تا ص۲۱۳ وھنا فی المغازی ص۶۳۱

استنباط مسائل | اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سائق الہدی ارکانِ عمرہ یعنی طواف وسعی کے بعد حلال نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اپنی ہدی کی قربانی نہ کرے یہی مسلک ہے علماء احناف وحنابلہ رحمہم اللہ کا۔

وفیہ دلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان قارناً والتفصیل فی الحج۔

۳۹۸ حدثنا ابو الیمان قال حدثنی شعیبؒ عن الزھری ح وقال محمد بن یوسف حدثنا الاوزاعی قال اخبرنی ابن شھاب عن سلیمان بن یسار عن ابن عباس ان امرأۃ من خثعم استفتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع والفضل بن عباس ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان فریضۃ اللہ علی عبادہ ادرکت ابی شیخا کبیرا لا یستطیع ان یستوی علی الراحلۃ فھل یقضی ان احج عنہ قال نعم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت (نام نامعلوم) نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا (ایک مسئلہ پوچھا) اور فضل بن عباس (آپؐ کے چچازاد بھائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے (یعنی آنحضورؐ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خثعمی عورت نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا جو فریضہ اس کے بندوں پر ہے (یعنی فریضۂ حج) اس فریضہ نے میرے باپ کو پالیا ہے اس حال میں کہ وہ بہت بوڑھا ہے کہ وہ سواری پر بھی سیدھے نہیں بیٹھ سکتے، توکیا یہ کافی ہوگا کہ میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں کافی ہے!

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی حجۃ الوداع" والحدیث مضی فی الحج ص۲۰۵ وھنا فی المغازی ص۶۳۱

۳۹۹۔ حدثنی محمد قال حدثنا سریج بن النعمان قال حدثنا فلیح عن نافع عن ابن عمر قال اقبل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح وھو مردف اسامة علی القصواء ومعه بلال وعثمان بن طلحة حتی اناخ عند البیت ثم قال لعثمان ائتنا بالمفتاح فجاءه بالمفتاح ففتح له الباب فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم واسامة وبلال وعثمان ثم اغلقوا علیھم الباب فمکث نھارا طویلا ثم خرج فابتدر الناس الدخول فسبقتھم فوجدت بلالا قائما من وراء الباب فقلت له این صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی بین ذینک العمودین المقدمین وکان البیت علی ستة اعمدة سطرین صلی بین العمودین من السطر المقدم وجعل باب البیت خلف ظھره واستقبل بوجھه الذی یستقبلک حین تلج البیت بینه وبین الجدار قال ونسیت ان اسأله کم صلی وعند المکان الذی صلی فیه مرمرة حمراء۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال (مکہ معظمہ) تشریف لائے اور آپؐ حضرت اسامہ کو اپنی اونٹنی قصواء پر پیچھے بٹھائے ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلال، حضرت عثمان بن طلحؓ (کعبہ کے کلید بردار) بھی تھے۔ آخر آپؐ نے بیت اللہ کے پاس اپنی اونٹنی بٹھادی پھر عثمان سے فرمایا کہ کنجی لاؤ وہ کنجی لائے اور آپؐ کے واسطے دروازہ کھولا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ اور بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم اندر داخل ہوئے پھر دروازہ اندر سے بند کر لیا اور دیر تک دن کو وہاں ٹھہرے رہے پھر باہر تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا اور میں نے دیکھا بلالؓ دروازے کے پیچھے کھڑے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کہاں پڑھی؟ انہوں نے بتایا کہ آگے کے ان دو ستونوں کے درمیان آپؐ نے نماز ادا فرمائی، ان دنوں بیت اللہ میں چھ ستون تھے دو سطروں میں تین تین ستون دو قطاروں میں تھے، آنحضورؐ نے اگلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی آپؐ نے بیت اللہ کا دروازہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا اور چہرۂ مبارک اس طرف کیا جدھر بیت اللہ میں اندر داخل ہوتے وقت تمہارا چہرہ ہوتا ہے، آنحضورؐ اور اس دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کے قریب فاصلہ تھا) ابن عمر نے بیان کیا میں بلالؓ سے یہ پوچھنا بھی بھول گیا کہ آنحضورؐ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھیں، آنحضورؐ نے جس جگہ نماز پڑھی وہاں سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

تشریحات مطابقته للترجمة الخ؟

ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مناسبت بظاہر معلوم نہیں ہوتی چنانچہ حافظ قسطلانیؒ فرماتے ہیں "قد اشکل دخول ھذا الحدیث فی باب حجة الوداع لان فیه التصریح بان القصة کانت عام الفتح وعام الفتح کان سنة ثمان وحجة الوداع کانت سنة عشر" (فتح الباری ص۸۶)

یعنی اس حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں لانا باعث اشکال ہے کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ واقعہ فتح مکہ کا ہے جو سنہ ۸ھ میں ہوا اور حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں جیسا کہ اس باب کے شروع میں گذر چکا ہے۔

علامہ عسقلانیؒ نے بھی یہی لکھا ہے (ارشاد الساری ص۲۴۴ حجۃ الوداع) نیز حاشیہ بخاری میں یہی مذکور ہے (حاشیہ بخاری ص۶۳۱) لیکن اثبات بالا ولویت کے اصول پر ترجمۃ الباب سے مناسب ہوسکتی ہے اور اس طرح کہ امام ایک مختلف فیہ مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اختلاف یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے سال آپؐ کا

دخول فی البیت ہوا یا نہیں؟ امام نے اس حدیث سے یہ بتایا کہ جب فتح مکہ کے موقعہ پر دخول بیت ثابت ہے جو بیت اللہ کا قصد نہیں تھا پھر بھی دخول ہوا تو اس حجۃ الوداع کا سفر تو بیت اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا اس میں دخول فی البیت بطریق اولیٰ ہوگا۔!

قصواء بفتح القاف وسکون المھملہ محدوداً ناقۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام (قسطلانی)

مرمرۃ حمراء بسکون الراء بین المیمین المفتوحتین، سنگ مرمر ایک نفیس نہایت عمدہ پتھر ہوتا ہے۔

والحدیث مضیٰ الی الصلوٰۃ ص۷۲ فی الحج ص۲۱۷ وفی الجھاد ص۴۱۹ وھنا فی المغازی ص۶۳۱ بینہ وبین الجدار بخاری اول ص۷۲ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

وبینہ وبین الجدار الذی قبل وجھہ قریبا من ثلثۃ اذرع "یعنی آپؐ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔

۴۰۰ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال حدثنی عروۃ بن الزبیر وابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتھما ان صفیۃ بنت حیی زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضت فی حجۃ الوداع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احابستنا ھی فقلت انھا قد افاضت یا رسول اللہ وطافت بالبیت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتنفر۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت صفیہ بنت حُیّیؓ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حائضہ ہوگئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "کیا ان کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ (آپ سمجھے کہ انہوں نے ابھی طواف نہیں کیا ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ کیا مدینہ جانے سے ابھی صفیہ کی وجہ سے رکنا پڑے گا؟) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو مکہ پہنچ کر طواف زیارت کر چکی ہیں" تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو کوچ کرلینا چاہئے (یعنی مدینہ چلنا چاہئے اس لئے کہ طواف زیارت جو فرض تھا وہ ادا کر چکی ہے اور طواف وداع فرض نہیں ہے حیض کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔

طواف کے اقسام واحکام | مکہ معظمہ پہنچکر جو طواف کرتے ہیں وہ طواف قدوم ہے اور اس کو طواف التحیۃ بھی کہتے ہیں یہ سنت ہے، دوسرا طواف افاضہ ہے جس کو طوافِ زیارت طوافِ رکن اور طوافِ یوم النحر بھی کہتے ہیں یہی طواف فرض ہے اور تیسرا طواف طوافِ وداع ہے جس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک واجب ہے، حائضہ کیلئے طوافِ قدوم اور طوافِ وداع بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ " فی حجۃ الوداع "

والحدیث مضیٰ فی الحج ص۲۳۷ وھنا فی المغازی ص۶۳۱

حضرت صفیہؓ کے متعلق حدیث ص۲۳۷ کی تشریحات ملاحظہ فرمالیں۔

۴۰۱ حدثنا یحییٰ بن سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال حدثنی عمر بن محمد ان اباہ حدثہ عن ابن عمر قال کنا نتحدث بحجۃ الوداع والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھرنا ولا ندری ما حجۃ الوداع فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم ذکر المسیح الدجال فاطنب فی ذکرہ وقال ما بعث اللہ من نبی الا انذر امتہ انذر

نوح والنبیّون من بعدہ وانہ یخرج فیکم فما خفی علیکم من شانہ فلیس یخفٰی علیکم ان ربکم لیس علی ما یخفٰی علیکم ثلاثاان ربکم لیس باعور وانہ اعور عین الیمنٰی کان عینہ عنبۃ طافیۃ الا ان اللہ حرم علیکم دماءکم واموالکم کحرمۃ یومکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا فی شہرکم ھٰذا الاھل بلغت قالوا نعم قال اللّٰھم اشھد ثلٰثا ویلکم اوویحکم انظروا ولا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم حجۃ الوداع کا تذکرہ کرتے تھے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان (باحیات) تھے اور ہم نہیں سمجھتے تھے کہ حجۃ الوداع (وداعی حج) کا مفہوم کیا ہوگا یعنی ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وداعی حج کا مطلب آنحضورؐ کا وداع ہے یا مکہ معظمہ کا وداع؟ آخر کچھ ہی دنوں کے بعد آنحضورؐ کا انتقال ہوگیا تو وداع کا مفہوم سمجھ میں آیا کہ آنحضورؐ کا دنیا سے انتقال تھا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد بیان کی اور تعریف کی اس کے بعد مسیح دجّال کا ذکر فرمایا اور اس کے بیان میں طول دیا یعنی بہت تفصیل سے بیان فرمایا آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو (یعنی سب نے اپنی امت کو کانا دجال سے ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے پیغمبروں نے بھی ڈرایا اور وہ تم ہی (مسلمانوں) میں سے نکلے گا (یعنی قیامت کے قریب کانا دجال ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا) پس اگر اس کا کچھ حال تم پر پوشیدہ رہے (یعنی اگر تمہیں اس کے متعلق اشتباہ ہو اور اس کے جھوٹے ہونے کی کوئی دلیل نہ معلوم ہو) تو تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے اور وہ (دجّال) بلاشبہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا اس کی آنکھ ایسی ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور، خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم (مسلمانوں) پر تمہارے خون اور تمہارے اموال اسی طرح حرام کئے ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے، ہاں کیا میں نے تم کو خدا کا حکم پہنچا دیا صحابہ نے عرض کیا "جی ہاں" آپؐ نے فرمایا خداوندا گواہ رہ آپؐ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا آپؐ نے ویلکم یا ویحکم (شک راوی) یعنی تمہاری خرابی یا تم پر افسوس دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

تشریحات: مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "نتحدث بحجۃ الوداع"

والحدیث اخرجہ البخاری فی الحج ص۲۳۵ وفی الادب ص۸۹۲ وفی الحدود ص۱۰۰۳ وفی الأیات ص۱۰۱۳ وفی الفتن ص۱۰۴۵ وھنا فی المغازی ص۶۳۱۔

لاندری ماحجۃ الوداع ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کا مفہوم و مراد کیا ہے؟ علامہ عینی رح فرماتے ہیں۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ذکرھا فقط فتواجھا ولکنھم ما فھموا المراد من الوداع ھل ھو وداع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام غیرہ حتی توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بیان فرمایا تو صحابہ کرام رضا اس سلسلے میں آپس کے اندر باتیں کرنے لگے اور مقصد و مراد نہ سمجھ سکے کہ اس میں دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وداع یعنی انتقال کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں حضور اقدسؐ

کی وفات ہو گئی تو صحابہ نے حجۃ الوداع کا مفہوم و مراد سمجھا۔
حافظ عسقلانی بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ جب سورۂ نصر (اذا جاء نصر اللہ الخ) ایام تشریق میں نازل ہوئی تو آنحضورؐ نے دنیا سے اپنی رخصتی سمجھا چنانچہ آپؐ اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگوں کو خطاب فرما کر خطبہ دیا اس خطبہ کی نقل کرنے والے بہت سارے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں لیکن کسی نے دجال کا ذکر نہیں کیا ہے سوائے ابن عمرؓ کے بلکہ اکثر نے تو صرف ان اموالکم علیکم حرام الخ پر اقتصار کیا ہے (فتح الباری)
فما خفی ما شرطیۃ ای ان خفی علیکم بعض شانہ الخ فحمد اللہ واثنی علیہ فیہ حذف تقدیرہ رکب واجتمع الناس الیہ وخطب فحمد اللہ واثنی علیہ۔
وانہ اعور عین الیمنی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کانا دجال مردود دائیں آنکھ کا کانا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے اعور العین الیسری علامہ نوویؒ تطبیق بین الروایات میں فرماتے ہیں کہ کانا دجال کی دونوں آنکھیں کانی اور عیب دار ہوں گی ایک آنکھ تو بالکل ممسوح اور بے نور ہوگی اور دوسری کانی ہوگی اور عور کے معنیٰ عیب دار کے ہیں وکلا عینی الدجال معیبۃ عوراء فاحداھما بذھابھا والاخری بعیبھا (شرح نووی ص ۹۶)
لا ترجعوا بعدی ای لاتکن افعالکم تشبہ افعال الکفار فی ضرب رقاب المسلمین یعنی تمہارے افعال مسلمانوں کی گردنیں مارنے میں کافروں جیسے نہ ہو جائیں (قسطلانی ص ۴۵۵) بعض حضرات نے بجائے تشبیہ کے حقیقت پر محمول کیا ہے کہ ارتداد سے نہی ہے یعنی میرے بعد تم مرتد نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اور بعض حضرات نے اس جملہ کو تغلیظ و تشدید پر محمول کیا ہے۔

۴۰۲ حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زہیر قال حدثنا ابو اسحق قال حدثنی زید بن ارقم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غزا تسع عشرۃ غزوۃ وانہ حج بعد ما ہاجر حجۃ واحدۃ لم یحج بعدھا حجۃ الوداع قال ابو اسحق وبمکۃ اخری۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس۱۹ غزوے کئے اور ہجرت کے بعد آپؐ نے صرف ایک حج کیا حجۃ الوداع اس کے بعد آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ابو اسحاق نے بیان کیا کہ دوسرا حج آپؐ نے مکہ میں کیا تھا (یعنی ہجرت سے قبل قیام مکہ کے زمانے میں ایک حج کیا تھا۔)

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "حجۃ الوداع"
والحدیث مضیٰ فی اول المغازی ص ۵۶۳ وھنا ص ۶۳۲
لم یحج بعدھا ہجرت کے بعد حج کی نفی سے حج اصغر یعنی عمرہ کی نفی نہیں ہے کیونکہ اپنی جگہ ثابت شدہ اور مسلم امر ہے کہ حجۃ الوداع سے قبل اور ہجرت کے بعد آپؐ نے متعدد بار عمرہ کیا ہے تفصیل کے لئے حدیث ۱۸۳ کی تشریحات دیکھئے۔
ابو اسحاق کا بیان کہ "دوسرا حج آپؐ نے ہجرت سے پہلے کیا تھا" اس سے تو یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ہجرت سے قبل صرف ایک ہی حج کیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے متعدد بار حج فرمایا ہے۔ کما قال قسطلانیؒ ولیس کذالک فالمروی انہ لم یترک وھو بمکۃ الحج قط (قسطلانی ص ۲۴۲)

اور تحقیق یہ ہے کہ آپ جب تک مکہ معظمہ میں رہے کبھی کوئی حج نہیں چھوڑا کیونکہ کفار قریش کافر ہونے کے باوجود حج کی بہت ہی زیادہ پابندی کرتے تھے سوائے معذوری اور مجبوری کے کوئی کافر حج نہیں چھوڑتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے چھوڑ دیتے، پھر مختلف روایات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ حج کے موسم آنے والوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور مسلسل تین سال وفود مدینہ کو آپ نے دعوت دی اور مشرف باسلام کیا (فتح)۔

۴۰۳ حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبة عن علی بن مدرک عن ابی زرعة بن عمرو بن جریر عن جریر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حجة الوداع لجریر استنصت الناس فقال لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

ترجمہ:۔ حضرت جریر (ابن عبد اللہ البجلی) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جریرؓ سے فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کر دو (تاکہ میری بات سنیں) پھر فرمایا "میرے بعد تم لوگ کافر نہ بن جانا (یعنی کافروں کے مثل نہ ہو جانا) کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی حجۃ الوداع"

والحدیث مضی فی العلم صـ۲۳ وھنا فی المغازی صـ۶۳۲

حضرت جریرؓ آپ صحابی ہیں آپ دراز قامت وخوبصورت تھے آنحضورؐ نے ان کو یوسف ھذہ الامۃ کا لقب دیا، قد اتنا بلند تھا کہ اونٹ کے کوہان کے برابر آتے ان کے پیر کا جوتا ایک ذراع کا ہوتا تھا۔ رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ میں مشرف باسلام ہوئے صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں "اسلم فی السنة التی توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیھا قال جریر اسلمت قبل موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم باربعین یوما ونزل الکوفة وسکنھا زمانا ثم انتقل الی قرسیا ومات بھا سنة احدی وخمسین (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ج)

صاحب مشکوٰۃ کے اکمال سے معلوم ہوا کہ جریرؓ آنحضورؐ کی وفات سے چالیس روز قبل اسلام لائے اس حدیث ۴۰۳ سے معلوم ہوا کہ یہ قول درست نہیں کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت جریر حجۃ الوداع میں شریک تھے اس کے کم از کم اکیاسی ۸۱ روز کے بعد ۱۲ ربیع الاول میں آپ کی وفات ہوئی۔

۴۰۴ حدثنی محمد بن المثنی قال حدثنا عبد الوھاب قال حدثنا ایوب عن محمد عن ابن ابی بکرة عن ابی بکرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموٰت والارض السنة اثنا عشر شھرا منھا اربعة حرم ثلث متوالیات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان ای شھر ھذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ سیسمیہ بغیر اسمہ قال الیس ذا الحجة قلنا بلی قال فای بلد ھذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ سیسمیہ بغیر اسمہ قال الیس البلدة قلنا بلی قال فای یوم ھذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ سیسمیہ بغیر اسمہ قال الیس یوم النحر قلنا بلی قال فان دماءکم واموالکم قال محمد واحسبہ قال واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض الا لیبلغ الشاھد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان یکون اوعی لہ من بعض من سمعہ فکان محمد اذا ذکرہ یقول صدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال الا ھل بلغت مرتین۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حجۃ الوداع میں)۔
زمانہ گھوم کر اسی حال پر آگیا جس حال پر اس دن تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق کی تھی۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے ان میں سے چار حرمت والے مہینے (یعنی اشہر حرم) ہیں تین مہینے مسلسل ذیقعدہ، ذالحجہ، محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہوتا ہے (پھر آپ نے دریافت فرمایا) یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے اس پر آپ خاموش ہوگئے ہم لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے (مشہور نام کے علاوہ) پھر آپ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ آپ نے فرمایا "یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا" اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ آپ پھر خاموش ہوگئے ہم نے سمجھا شاید آپ اس شہر کا کوئی اور نام بیان کریں گے (یعنی مشہور نام کے علاوہ) لیکن آپ نے فرمایا" کیا یہ وہی شہر (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا جی ہاں (مکہ ہی ہے) پھر آپ نے فرمایا اچھا یہ دن کونسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے پھر آپ خاموش ہوگئے ہم نے سمجھا شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے (اس کے مشہور نام کے علاوہ) لیکن آپ نے فرمایا" کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا" جی ہاں یوم النحر ہے آپ نے فرمایا (اب سن لو) تمہارے خون اور اموال محمد (ابن سیرین) نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ابوبکرہؓ نے یہ بھی فرمایا" اور تمہاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں اور تم عنقریب (بروز قیامت) اپنے پروردگار سے ملوگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا سو خبردار میرے بعد گمراہی میں نہ مبتلا ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور سنو تم میں سے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ (یہ حدیث) ان لوگوں کو پہنچادیں جو موجود نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ پہنچائیں گے ان میں سے کوئی ایسا بھی ہو جو یہاں بعض سننے والوں سے اس حدیث کو زیادہ محفوظ رکھ سکتا ہو، محمد بن سیرین جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دیکھو میں نے (خدا کا حکم) پہنچا دیا آپ نے دو مرتبہ یہ جملہ فرمایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ، چونکہ حضرت ابوبکرہؓ کی اس حدیث میں وہ خطبہ ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر دیا تھا یہ خطبہ بہت طویل ہے امام بخاریؒ نے اس کا کوئی کوئی جز مختلف ابواب میں لایا ہے کہیں یکجا پورا خطبہ نہیں لایا ہے۔

والحدیث مضی فی العلم ص۱۹ ایضاً ص۲۳۴ و ص۲۳۵ وھنا ص۶۳۲ اس حدیث میں ضلال لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قتل مسلم سے کوئی شخص خارج از اسلام نہیں ہوتا ہے تو الحدیث یفسر بعضہ بعضا کے اصول پر جس روایت میں کفار کا لفظ آیا ہے اس کی تاویل کی جائے گی کہ مسلمانوں کو سبق دیا ہے کہ جس طرح اس وقت باہم مل جل کر بھائیوں کی طرح رہتے ہیں میرے بعد بھی اسی طرح رہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد مسلمان باہم دست و گریباں ہو کر کافروں کا شعار اپنالیں، البتہ قتل مسلم کو حلال سمجھنا بلاشبہ کفر ہے۔

۴۰۵ حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا سفیان الثوری عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب ان اناسا من الیہود قالوا لو نزلت ھذہ الآیۃ فینا لاتخذنا ذٰلک الیوم عیدا فقال عمر ایۃ آیۃ فقالوا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی فقال عمر انی لاعلم ای مکان انزلت انزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف بعرفۃ

ترجمہ:۔ حضرت طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن منا لیتے اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ تو انہوں نے کہا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" اس پر عمرؓ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی تھی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف فرما تھے۔

تشریحات | مطابقتہ للترجمۃ توخذ" ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف بعرفۃ" لانہ فی حجۃ الوداع۔

والحدیث قد مضی فی الایمان ص۱۱ ویاتی فی التفسیر ص۶۶۲ وفی الاعتصام ص۱۰۷۹ وھنا فی المغازی ص۶۳۳

طارق بن شہاب | یعنی ابن عبد الشمس الصحابی المتوفی ثلاث وعشرین ومائۃ وقال المزی سنۃ ثلاث وثمانین وقیل سنۃ اثنتین وقیل سنۃ اربع (قسطلانی ص۱۲۹)

ان اناسا من الیہود یہود میں سے کچھ لوگوں نے کہا، چند یہود۔ بعض روایت میں ہے رجلا من الیہود بخاری ص۱۱ اور کتاب التفسیر ص۶۶۲ میں ہے قالت الیہود۔

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ یہ کہنے والے کعب احبار تھے تطبیق بین الروایات کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کعب احبار کے ساتھ اور بھی لوگ تھے فلا اشکال لو نزلت ھذہ الآیۃ فینا اگر یہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جیسا کہ کتاب الایمان ص۱۱ میں رجلا من الیہود کی تصریح ہے بعض حضرات سے منقول ہے کہ کعب احبار عہد نبوی میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے شارح بخاری علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "فیہ نظر لان کعب الاحبار اسلم زمن عمرؓ قالہ الذھبی وغیرہ (عمدۃ) ص۲۳۰/۸۔

عرفۃ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اشکال وجواب | اشکال یہ ہے کہ بظاہر حضرت عمر فاروقؓ کا جواب یہود کے سوال کے مطابق نہیں ہے کیونکہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم اس آیت کے نزول کے دن عید کا دن بنا لیتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں "انی لاعلم الخ یعنی میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آیت کہاں اور کس دن نازل ہوئی" جواب تو یہ ہونا چاہیے کہ اس دن کو عید بنایا یا نہیں اگر نہیں بنایا تو کیوں۔؟

جواب:۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا جواب نہایت حکیمانہ ہے جواب کی تقریر دو طرح سے کی جا سکتی ہے ۱: یہاں روایت مختصر ہے طبرانی وغیرہ میں آپ کے پورے الفاظ مذکور ہیں۔

نزلت یوم جمعة یوم عرفة یہ آیت جمعہ کے دن اور یوم عرفہ میں نازل ہوئی اور یہ دونوں وھما لنا عیدان ہمارے لئے عید ہیں۔

ترمذی میں بروایت ابن عباس رضی یہ الفاظ منقول ہیں۔

نزلت فی یوم عید ین یوم الجمعة یہ آیت دو عیدوں والے دن نازل ہوئی جمعہ دیوم عرفہ اور عرفہ کے دن۔

جواب کا حاصل یہ ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تم عید منانے کو کہتے ہو ارے ہیں تو عید منانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی بلکہ وہ تو پہلے ہی سے یوم عید ہے کیونکہ وہ دن جمعہ کا ہے جو ہفتہ کی عید ہے اور یوم عرفہ جو سال کی عید ہے پھر تم عید بناتے تو تمہاری عید خود ساختہ ہوتی اور ہماری عید من جانب اللہ ہے خود ساختہ عید کو من جانب اللہ عید سے کیا نسبت؟ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ دن جس میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تمام فرقوں کی عید کا دن تھا چنانچہ یہود نصاریٰ اور مجوس سب ہی اس روز عید منا رہے تھے۔ وفی المعالم قال ابن عباس کان ذلک خمسة اعیاد جمعة وعرفة وعید الیہود والنصاری والمجوس ولم یجتمع اعیاد اھل الملل فی یوم قبلہ ولا بعدہ (حاشیہ ترمذی) ص۱۳۰

دوسری تقریر اس طرح کی جاتی ہے کہ تم کیا سمجھتے ہو ذرا غور تو کرو ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ آیت مبارکہ کہاں نازل ہوئی؟ کب نازل ہوئی اور کس حال میں نازل ہوئی میدان عرفات میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر تشریف فرما تھے جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر ہم ایسے نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے جو دن چاہیں عید کا دن مقرر کرلیں بلکہ ہم تو اللہ اور اس کے رسول کے تابع ہیں ہم تو صرف علم کے مکلف ہیں کہ احکام کو معلوم کریں جس کی طرف حضرت عمرؓ نے انی لاعلم یا قد عرفنا ذالک الیوم سے لطیف انداز میں حکیمانہ جواب دیا۔

۴۰۶ حدثنا عبد اللہ بن مسلمة عن مالک عن ابی الاسود محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل عن عروة عن عائشة قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنا من اھل بعمرة ومنا من اھل بحجة ومنا من اھل بحج وعمرة واھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحج فاما من اھل بالحج او جمع الحج والعمرة فلم یحلوا حتی یوم النحر۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم (حجة الوداع) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور کچھ نے حج کا اور کچھ نے حج اور عمرہ دونوں (یعنی قران) کا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا جنہوں نے حج اور عمرہ (قران) کا احرام باندھا تھا وہ سب یوم نحر (دسویں ذی الحجہ) میں حلال ہوئے۔

تشریحات: مطابقتہ للترجمة من حیث انہ کان فی حجة الوداع لانہ صرح بذلک فی ھذا الحدیث الذی قد مضی فی کتاب الحج۔

اھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرہ کو داخل کرکے آپ قارن ہو گئے تھے۔

دا الحدیث مضیٰ فی الحج ۲۱۳ ایضاً مفصلاً ۲۳۱ وھنا ۶۳۱۔

۴۰۷۔ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک وقال مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع۔

۴۰۸۔ حدثنا اسمٰعیل حدثنی مالک مثلہ۔

ترجمہ ۴۰۷:۔ ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا اور مالکؒ نے اپنی روایت سند مذکور یعنی عن عبد الرحمن بن نوفل عن عروۃ بن الزبیر عن عائشہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔

ترجمہ ۴۰۸:۔ ہم اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے حدیث مذکور کی طرح بیان کیا۔

تشریحات: دراصل حدیث ۴۰۶ تا ۴۰۸ تینوں روایات حجۃ الوداع سے متعلق ہیں امام بخاریؒ نے امام مالکؒ سے مختلف طریقوں سے حجۃ الوداع کی روایت نقل کی ہے۔

۴۰۸۔ حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابراھیم ھو ابن سعد قال حدثنا ابن شھاب عن عامر بن سعد عن ابیہ قال عادنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع من وجع اشفیت منہ علی الموت فقلت یارسول اللہ بلغ بی من الوجع ما تریٰ وانا ذومال ولا یرثنی الاّ ابنۃ فاتصدق بثلثی مالی قال لا قلت افاتصدق بشطرہ قال لا قلت فالثلث قال والثلث کثیر انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکفّفون الناس ولست تنفق نفقۃ تبتغی بھا وجہ اللہ الا اجرت بھا حتی اللقمۃ تجعلھا فی فی امرأتک قلت یا رسول اللہ اخلف بعد اصحابی قال انّک لن تخلف فتعمل عملا تبتغی بہ وجہ اللہ الا ازددت بہ درجۃ ورفعۃ ولعلک تخلف حتی ینتفع بک اقوام ویضربک آخرون اللھم امض لاصحابی ھجرتھم ولا تردھم علی اعقابھم لکنّ البائس سعد بن خولۃ رثیٰ لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان توفی بمکۃ.

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اس بیماری میں کہ جس سے میں موت کے قریب ہوگیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیماری اس حد کو پہنچ گئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی اب بچنے کی امید نہیں رہی) اور میں صاحب مال ہوں، اور ایک بیٹی کے سوا کوئی میرا وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا "نصف مال صدقہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا تو پھر ایک تہائی مال؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں تہائی (خیرات کر سکتا ہے) اور تہائی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو صاحب مال چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو کچھ بھی اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کروگے تمہیں اس پر اجر ملے گا یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی تمہیں ثواب ملیگا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھوگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں کے (مدینہ جانے کے) بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤنگا (یعنی کیا میں بیماری کی وجہ سے آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ نہیں جا سکونگا) آپؐ نے فرمایا تو ہرگز پیچھے نہیں چھوڑا جائیگا اگر رہ بھی گئے تو کیا ہے اللہ کی رضا جوئی کیلئے جو عمل کریگا اس سے درجہ اور مرتبہ

بلند ہوگا اور امید ہے کہ تو پیچھے چھوڑا جائیگا (یعنی ابھی تو زندہ رہیگا) اور تم سے کچھ لوگوں (مسلمانوں) کو نفع پہونچے گا اور کچھ لوگوں (دشمنان اسلام) کو نقصان۔ اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو کامل کردے (ناقص نہ کر) لیکن محتاج اور ضرورت مند تو سعد بن خولہ ہیں (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے کی وجہ سے اظہار غم کیا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فی حجۃ الوداع"۔

والحدیث مضی فی الجنائز ص۱۷۳ وفی الوصایا ص۳۸۳ وھنا فی المغازی ص۶۳۲

لکن البائس الذی علیہ اثر البؤس من شدۃ الفقر والحاجۃ عالۃ جمع عائل وھو الفقیر۔

سعد بن خولہ :- ھو المہاجر البدری ومات بمکۃ فی حجۃ الوداع

۴۰۹ :- حدثنی ابراھیم بن المنذر قال حدثنا ابو ضمرۃ قال حدثنا موسیٰ بن عُقبۃ عن نافع ان ابن عمر اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلق راسہ فی حجۃ الوداع۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فی حجۃ الوداع"۔

حلق وتقصیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جمرہ کی رمی کے بعد قربانی کر کے طواف زیارت سے پہلے سر مبارک کا حلق کرایا۔ حلق کرنے والے کا نام معمر بن عبد اللہ تھا۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں "وفی الصحیحین انہ حلق الشق الایمن فقسمہ بین من یلیہ الخ قسطلانی ص۴۴۹ ج۶" یعنی آپ نے سر مبارک کے دائیں جانب کا حلق کرایا تو لوگوں کے درمیان تقسیم کروادیا اور بائیں جانب کا موئے مبارک ابو طلحہؓ کو عنایت کردیا۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ احرام کھولتے وقت حلق یعنی بال منڈوانا یا تقصیر یعنی بال کٹوانا ضروری ہے اور حلق افضل ہے چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرایا، البتہ عورتوں کیلئے حلق ممنوع ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حلق سے منع فرمایا (ترمذی) نیز اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کا بال پاک ہے، نیز تبرکات اکابر کا جواز بھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۴۱۰ :- حدثنا عُبید اللہ بن سعید قال حدثنا محمد بن بکر قال حدثنا ابن جُریج اخبرنی موسیٰ بن عُقبۃ عن نافع اخبرہ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلق فی حجۃ الوداع واناس من اصحابہ وقصر بعضھم۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض اصحاب نے حجۃ الوداع میں سر منڈوایا اور بعض نے قصر کیا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "فی حجۃ الوداع"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلق وتقصیر دونوں جائز ہے البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کی وجہ سے حلق افضل ہے نیز عقلاً بھی حلق افضل ہے کہ حج میں تذلل جتنا زیادہ ہو وہ افضل وباعث اجر ہوگا۔

۴۱۱ ۔ حدثنا یحییٰ بنُ قزعة قال حدثنا مالكٌ عن ابن شهاب ح وقال اللیث حدثنی یونسُ عن ابن شهاب قال حدثنی عُبیدُ اللہ بنُ عبد اللہ اَنَّ عبد اللہ بن عباسٍ اخبرہ انہ اقبل یسیرُ علی حمارٍ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم بمنی فی حجة الوداع یصلی بالناس فسار الحمارُ بین یدی بعض الصف ثم نزل عنه فصفّ مع الناس۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ وہ (عبد اللہ بن عباس خود) ایک گدھے پر سوار ہو کر اس وقت آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے حجة الوداع کے موقعہ پر آپؓ کا گدھا صف کے کچھ حصے سے بھی گزرا پھر آپؓ گدھا سے اتر کر لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو گئے۔

تشریحات مطابقة للترجمة فی قوله "من حجة الوداع"

والحدیث مضیٰ فی الصلوٰۃ ص۷۱ وھھنا فی المغازی ص۶۳۳

اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع الصلوٰۃ المرأۃ والحمار والکلب الخ (مسلم ص۱۹۷)

مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت، گدھا اور کتا یہ تینوں چیزیں نماز کو قطع کر دیتی ہیں، اور حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت مذکورہ حدیث ص۴۱۱ سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گذرنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی، مزید برآں یہ کہ عبد اللہ بن عباس رضؓ کی اسی حدیث میں جو بخاری ص۷۱ میں ہے یہ یہ اضافہ بھی منقول ہے فلم ینکر ذالك علی احد "

(یعنی اور کسی نے اس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض نہیں کیا) بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

جواب ۱: یہ ہے کہ قطع صلوٰۃ والی حدیث منسوخ ہے اور حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ وغیرہ کی روایات اس کی ناسخ ہیں فلا تعارض ولا اشکال۔

۲: دوسرا جواب اور یہی بہتر جواب ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی حدیث میں قطع سے مراد قطع صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ اس وصلہ اور تعلق، خشوع اور توجہ کا قطع کرنا مراد ہے جو نماز کے وقت نمازی اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہو کر اپنے خیال و توجہ کو مرکوز کر دیتا ہے، ہر طرف سے ہٹ کر اپنے رب سے ایک خاص تعلق قائم کر لیتا ہے اب گدھا یا عورت کے گذرنے سے وہ یکسوئی اور توجہ ختم ہو جاتی ہے اور خیال ہٹ جاتا ہے اسی کو ابو ہریرہ رضؓ کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ نماز میں خلل آجاتا ہے یعنی نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک کسی چیز کے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی صرف امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کلب اسود سے نماز فاسد ہو جائیگی۔

البتہ اصحاب ظواہر کے نزدیک مذکورہ تینوں چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۴۱۲ ۔ حدثنا مُسَدَّدٌ قال حدثنا یحییٰ عن هشام قال حدثنی اَبی قال سُئل اُسامةُ وانا شاهدٌ عن سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حَجَّتِهٖ فقال العنق اذا وجد فجوۃ نص۔

ترجمہ: ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ میرے والد عروہ بن زبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ اسامہ رضہ سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے متعلق پوچھا گیا (یعنی کسی نے اسامہ سے پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے سفر میں اپنی سواری کس طرح چلاتے تھے) اسامہ نے فرمایا، متوسط چال (درمیانہ چال) پھر جب کشادگی (خالی جگہ) پاتے تو تیز چلتے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ، عن سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ،، ای حجۃ الوداع۔

والحدیث مضی فی الحج ص۲۲۶ وہنا فی المغازی ص۶۳۳

العنق بفتح العین والنون والقاف ضرب من السیر متوسط (قسطلانی ص۲۴۹)

فجوۃ بفتح الفاء والواؤ وبینھما جیم ساکنت فرجۃ۔ نص بنون وصاد مہملت مشددۃ مفتوحتین سار سیرا شدیدا (ایضاً قسطلانی)

۴۱۳: حدثنا عبدُ اللہِ بنُ مسلمۃَ عن مالکٍ عن یحییٰ بنِ سعیدٍ عن عدیِّ بنِ ثابتٍ عن عبدِ اللہِ بنِ یزیدَ الخطمیِّ انّ ابا ایوبَ اخبرہ انہ صلّی مع رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فی حَجّۃِ الوداعِ المغربَ والعشاءَ جمیعًا۔

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضہ نے بیان کیا کہ انھوں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھی (یعنی ایک وقت میں)

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ،، حجۃ الوداع،،

والحدیث مضی فی الحج ص۲۲۷ وھنا فی المغازی ص۶۳۳

یہ جمع تاخیر ہے یعنی مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء پڑھا جاتا ہے جیسے عرفات میں ظہر اور عصر ظہر کے وقت پڑھا جاتا ہے اور اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔

جمیعا یعنی جمع کر کے، مطلب یہ ہے کہ مغرب اور عشاء دونوں کے درمیان آپ نے کوئی نفل نماز نہیں پڑھی تفصیلی بحث کا محل کتاب الحج ہے۔

باب غزوۃ تبوک وھی غزوۃ العُسرۃ (بخاری ص۶۳۳)

یہ باب غزوہ تبوک کے بیان میں ہے اور اس غزوہ کا نام غزوہ عُسرۃ (تنگی وسختی کا غزوہ) بھی ہے

غزوہ تبوک حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے

حافظ عسقلانی رحہ فرماتے ہیں،، اورد المصنف ھٰذہ الترجمۃ بعد حجۃ الوداع وہو خطأ وما اظن ذالک الامن النساخ (فتح)

یعنی امام بخاری رحہ نے غزوہ تبوک کا باب حجۃ الوداع کے بعد لایا ہے اور یہ ترتیب کے لحاظ سے درست نہیں معلوم ہوتا ہے غالب گمان یہ ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے حجۃ الوداع کے بعد نقل ہوا ہے اصل محل اس کا حجۃ الوداع سے قبل ہونا چاہئے اسلئے کہ غزوہ تبوک کا واقعہ بالاتفاق ماہ رجب سنہ۹ھ

کا ہے اور حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے۔
تبوک بفتح التاء المثناۃ وضم الباء الموحدہ وسکون الواؤ وفی آخرہ کاف۔
تبوک غیر منصرف ہے تانیث اور علمیت کی وجہ سے (عمدہ) یہ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک مشہور مقام ہے حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں، "وتبوک مکان معروف ہو نصف طریق المدینۃ الی دمشق (فتح الباری ص۹م

وجہ تسمیہ حدیثوں میں اس غزوہ کے تین نام آئے ہیں ۱ اس غزوہ کو غزوہ تبوک کہتے ہیں اور سب سے مشہور ترین نام یہی ہے چونکہ اس غزوہ کا محل ومقام تبوک تھا۔
۲ اس غزوہ میں سواری کی کمی سخت گرمی کا زمانہ، راستہ کی دوری اور کھانے پینے کی تنگی وتکلیف کی وجہ سے غزوہ عُسرت یعنی تنگی اور سختی کا غزوہ کہتے ہیں ۳ اس غزوہ میں منافقوں کو شرمساری ہوئی تھی اور ان کا نفاق ظاہر ہوگیا تھا اسلئے اس کو غزوہ فاضحہ بھی کہتے ہیں۔

غزوہ تبوک معجم طبرانی میں عمران بن حصین رض سے مروی ہے کہ نصارائے عرب نے ہرقل شاہ روم کے پاس لکھکر بھیجا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا تھا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں، ان کے اموال ضائع ہوگئے ہیں عرب پر حملہ کیلئے یہ موقع نہایت مناسب ہے، ہرقل نے فوراً ایک رومی سردار قباد کو چالیس ہزار لشکر جرار دے کر مدینہ پر چڑھائی کا حکم دیا (فتح ص۹
شام کے ایک نبطی سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل نے ایک عظیم الشان لشکر آپ ص کے مقابلہ کیلئے تیار کیا ہے جس کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کردیا ہے۔
اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا (عمدہ ص۴۲۳ ج۸) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے لیکن اس غزوہ میں چونکہ دور کا سفر تھا اور گرمی کا موسم، قحط وفاقہ کا زمانہ تھا اور دشمنوں کی تعداد بہت تھی اسلئے آپ ص نے ظاہر کردیا کہ ہرقل روم سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیاری کرسکیں اور دشمنوں کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کرسکیں۔
آپ ص نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انفاق فی سبیل اللہ کی تقریر فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنا کل مال لاکر آپ ص کے سامنے پیش کردیا، آپ ص نے دریافت فرمایا کہ اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑا؟ ابوبکر رض نے کہا صرف اللہ اور اس کے رسول کا نام۔ حضرت عمر فاروق رض نے اپنا نصف مال لاکر حاضر خدمت کیا، اسی طرح حضرت عبدالرحمان بن عوف رض نے بہت سامال پیش کیا مگر اس روز جو نفقہ عظیم حضرت عثمان غنی رض نے

پیش خدمت کیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا تین سو اونٹ مع لدے ہوئے سازوسامان اور ایک ہزار اشرفی نقد بارگاہ نبوی میں پیش کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل مضر نہیں پہنچا سکے گا اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو۔
اور اکثر صحابہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس مہم کیلئے پیش کیا، نادار صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا حاضر خدمت کیا عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر حاضر کر دئے۔
مگر پھر بھی سواری اور زاد راہ کا پورا سامان نہ ہو سکا چند صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم بالکل نادار ہیں اگر سواری کا کچھ تھوڑا بہت ہم کو سہارا ہو جائے تو ہم اس سعادت سے محروم نہ رہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں کہ تمہیں دے سکوں، اس پر وہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے تو ان ہی کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں،

ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون (توبہ)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئے کہ آپ ان کو جہاد میں جانے کیلئے کوئی سواری عطا فرمائیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ اس وقت کوئی چیز نہیں پاتا ہوں کہ جس پر تمکو سوار کر دوں تو وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے کہ آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں اس غم کی وجہ سے کہ ان کو کوئی چیز میسر نہیں کہ جسے خرچ کر سکیں۔

الغرض جب آپ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا تو محمد بن مسلمہ انصاری رض کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی رض کو اہل بیت کی نگرانی و خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا اور تیس ہزار فوج دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔

منافقین اور متخلفین اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس غزوہ کے وقت گرمی کا موسم اور قحط کا زمانہ تھا دوسرے درختوں میں پھل تیار تھے ایسے وقت میں ہر شخص اقامت کو پسند کرتا تھا، ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود شیدایان اسلام و جان نثاران محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفر کی تیاری میں کوشش فرما رہے تھے لیکن منافقوں کی ایک جماعت نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا اور کہا کہ ایسی شدید گرمی میں سفر نہ کرو، ان منافقوں کا ذکر حق تعالیٰ نے کیا ہے۔
وقالوا لا تنفروا في الحر (توبہ) اور منافقین کہنے لگے ایسی گرمی میں مت نکلو۔
اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے ان میں حضرات تھے کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ ابن ربیع رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کا مفصل قصہ صرف دو حدیثوں کے بعد مستقل باب میں آرہا ہے۔

مقام حجر راستہ میں وہ عبرتناک مقام حجر بھی پڑتا تھا جہاں قوم ثمود پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ چہرۂ انور پر کپڑا ڈال لیا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ سے فرمایا کہ کوئی شخص ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو، یہاں کا پانی نہ پیو اور نہ اس سے نماز کیلئے وضو کرو بس سرنگوں روتے ہوئے اس مقام سے گذر جاؤ جس نے اس مقام سے پانی لے لیا وہ

پانی گرادیں اور جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلادے خود بالکل نہ کھائے۔
ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سارا پانی پھینکدیا گیا آگے چل کر جب ایک منزل پر ٹھہرے تو کسی کے پاس پانی نہ تھا صحابہ رضنے حضور اکرم م سے شکایت کی، حضورؐ نے دعا کی پانی برسا جس سے سب کی حاجتیں پوری ہوئیں وہاں سے چلے تو کسی مقام میں حضورؐ کا اونٹ گم ہو گیا ایک منافق (زید بن لُصَیب بضم اللام وبفتح الصاد وبسکون الیاء بعدہ باء الموحدہ) نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی خبریں تو بتاتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان کا اونٹ کہاں ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ کو کسی چیز کا علم نہیں سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلادیا اور اب اونٹ کا حال ہمیں حق تعالیٰ نے بتادیا وہ اونٹ فلاں وادی میں ہے اسکی رسی (ڈوری) ایک درخت سے پھنس گئی ہے جس سے وہ رکی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ رضجاکر اس اونٹنی کو لے آئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے ایک روز پہلے صحابہ سے فرمایا کہ انشاء اللہ کل تم لوگ چاشت کے وقت تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے کوئی شخص اس چشمہ سے پانی نہ لے جب تک کہ میں نہ آجاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو پانی کا ایک قطرہ اس میں سے رس رہا تھا حضور اقدسؐ نے بدقت تمام اس میں سے تھوڑا تھوڑا کر کے پانی جمع کیا اور اس پانی سے اپنا ہاتھ اور منہ دھوکر پھر اس کو اس چشمہ میں ڈال دیا اس پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ فوارہ بن گیا جس سے تمام لشکر سیراب ہوا، اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اے معاذ اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا کہ اس پانی سے یہاں کے تمام باغات سرسبز وشاداب ہو جائیں گے (مسلم شریف) تبوک پہنچ کر آپؐ نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا لیکن آپؐ کا آنا بیکار نہیں گیا دشمن مرعوب ہو گئے، اور آس پاس کے قبائل نے حاضر خدمت ہو کر سر تسلیم خم کیا اور صلح کر کے جزیہ دینا منظور کیا اور آپؐ نے صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا۔
اسی تبوک سے آپؐ نے خالد بن ولید رضکو چار سو بیس ۴۲۰ سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر بن عبد الملک نصرانی کے پاس بھیجا جب حضرت خالد رضجانے لگے تو حضورؐ نے ان سے کہا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملیگا اس کو قتل نہ کرنا گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا ہاں اگر وہ انکار کرے تو قتل کر دینا۔
خالد رضچاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک نیل گائے آئی اور دروازہ پر دھکا مارنے لگی، اکیدر فوراً ہی مع اپنے بھائی حسان اور چند عزیزوں کے شکار کے لیئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس شکار کے پیچھے دوڑے تو ان کو حضرت خالد رضاور مسلمانوں کی جماعت ملی، اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور حضرت خالد رضنے اکیدر سے کہا کہ میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو اکیدر نے اس کو منظور کیا، خالد بن ولید رضاکیدر کو لیکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اکیدر نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو ۴۰۰ زرہیں اور چار سو ۴۰۰ نیزے دے کر صلح کی۔

مسجد ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی آوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ منورہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک جانے سے پہلے کچھ منافقوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی اور حضورؐ کے پاس آئے تھے کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چل کر اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھادیں تاکہ وہ مقبول اور متبرک ہو جائے، آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس وقت تو میں تبوک جارہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائیگا۔

تبوک سے واپسی پر ذی آوان میں آپؐ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپؐ کو مطلع کیا گیا۔ آپؐ نے مالک بن دخشم رضؓ (بضم الدال والشین وبسکون الخاء) اور معن بن عدیؓ کو حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرادو اور جلادو، اسی مسجد کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین ۔ الی آخر القصہ سورۃ توبہ

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو مشتاقانِ جمالِ نبوی ماہتاب نبوت ورسالت کے استقبال کیلئے نکلے یہاں تک کہ پردہ نشینانِ حرم بھی نکل پڑیں، لڑکیاں اور بچے شوق میں پڑھتے تھے۔

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا	جئت بالامر المطاع

جب مدینہ کے مکانات نظر آنے لگے تو فرمایا "ھٰذہ طابۃ" یہ مدینہ طیبہ ہے

اور جبل احد پر نظر پڑی تو فرمایا "ھذا جبل احد یحبنا ونحبہ"

یہ جبل احد ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۴۱۴ ـــ حدثنا محمدُ بنُ العلاء قال حدثنا ابو اُسامۃَ عن بُرَیدِ بنِ عبدِ اللّٰہِ بنِ ابی بُردۃَ عن ابی موسیٰ قال ارسلنی اصحابی الی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَسئلُہ الحُملانَ لھم اِذ ھُوَمَعَہ فی جیشِ العُسرۃِ وھی غزوۃُ تبوکَ فقلتُ یانبیَّ اللّٰہِ اِنّ اصحابی اَرسلونی اِلیکَ لِتَحمِلَھُم فقالَ وَاللّٰہِ لااَحمِلُکم علی شیءٍ ووافقتُہ وھو غضبان ولااَشعُرُ ورجعتُ حزیناً من مَنعِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومِن مخافۃِ اَن یکونَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجَدَ فی نفسِہ عَلَیَّ فرجعتُ الی اصحابی فاخبرتُھم الذی قال النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم اَلبَث اِلّا سُوَیعَۃً اِذ سمعتُ بلالاً ینادی اَینَ عبدُ اللّٰہِ بنُ قیسٍ فاجبتُہ فقال اَجِب رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدعوکَ فلمّا اتیتُہ قال خُذ ھٰذینِ القرینینِ وھٰذینِ القرینینِ لِسِتّۃِ اَبعِرۃٍ ابتاعَھُنَّ حینئذٍ من سَعدٍ فانطلِق بھنّ اِلی اَصحابِکَ فقل اِنّ اللّٰہ او قال اِنّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحمِلُکم علیٰ ھٰؤلاءِ فارکبوھنّ فانطلقتُ الیھم بھنّ فقلتُ انّ النبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحمِلُکم علیٰ ھٰؤلاءِ ولٰکنّی واللّٰہ لااَدَعُکم حتی ینطلِقَ مَعی بعضُکم الی مَن سَمِعَ مقالۃَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا لی وَاللّٰہِ اِنّکَ عندنا لَمُصَدَّقٌ ولنفعلَنَّ ما احببتَ فانطلقَ ابوموسیٰ بنَفَرٍ منھم حتی اَتَوا الذین سَمِعوا قولَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ

علیہ وسلم مَنَعہ ایاھُوثم اِعطاءَھم بَعْدُ فَحَدّ ثوھم بمثلِ ماحدّ ثھُو بہ ابوموسیٰ۔

ترجمہ :- حضرت ابوموسیٰ اشعری رض سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے ساتھیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ سے ان کے لئے سواری کے جانور کی درخواست کروں، وہ لوگ آپ کے ساتھ جیش العُسرۃ میں جانے والے تھے اور یہی غزوۂ تبوک ہے، چنانچہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انھیں سواری کا جانور عنایت فرمائیں، آنحضور ؐ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تملوگوں کو کوئی سواری نہیں دے سکتا۔ میں جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت آپؐ غصہ میں تھے لیکن میں محسوس نہیں کرسکا تھا اور میں غمگین لوٹ گیا۔ ایک غم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری نہ دینے کی وجہ سے تھا اور دوسرا غم اس خوف کا تھا کہ کہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض نہ ہوگئے ہوں۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا میں نے انھیں خبر دی، پھر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ میں نے بلال رض کی آواز سنی وہ پکار رہے تھے "عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟" میں نے جواب دیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں بلا رہے ہیں جاؤ، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے فرمایا۔ یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے لے لو (غالباً آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا، راوی نے اختصاراً دو مرتبہ پر اکتفا کیا) اس طرح آپؐ نے چھ اونٹ عنایت فرمائے، ان اونٹوں کو آپ ؐ نے اسی وقت سعد بن عبادہ رض سے خریدا تھا اور آپؐ نے فرمایا کہ ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یا آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ تمھاری سواری کے لئے دیئے ہیں سو ان پر سوار ہو جاؤ میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ تمھاری سواری کے لئے دیئے ہیں لیکن خدا کی قسم میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تم میں سے کچھ آدمی میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا ارشاد (کہ میں تم لوگوں کو کوئی سواری نہیں دے سکتا) سنا تھا، کہیں تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ میں نے تم سے (اپنے دل سے) ایک بات کہہ دی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی، ان لوگوں نے مجھ سے کہا (اس کی کوئی ضرورت نہیں) بلاشبہ ہم لوگ آپ کو سچا سمجھتے ہیں، لیکن ہم آپ کے چاہنے اور کہنے پر ایسا بھی کرلیں گے (یعنی ہمیں آپ کی صداقت وسچائی میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو ہم ایسا بھی کرلیں گے کہ چند آدمی آپ کے ساتھ بھیج دینگے) چنانچہ ابوموسیٰ رض ان میں سے چند حضرات کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس آئے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سنا تھا کہ آنحضور ؐ نے پہلے تو دینے سے انکار کیا تھا پھر بعد میں عنایت فرمایا، تو ان حضرات نے اسی طرح بیان کیا جو ابوموسیٰ رض نے لوگوں سے بیان کیا تھا۔

تشریحات :- مطابقتہ للترجمۃ "اذھم معہ فی جیش العُسرۃ وھی غزوۃ تبوک" والحدیث اخرجہ

البخاری فی الجهاد ص۴۴۲ وهنا فی المغازی ص۶۳۳ و فی الایمان والنذور ص۹۸۔

واللہ لا ادعکوا الخ حضرت ابوموسیٰ رض کو یہ خوف ہوا کہ میرے اصحاب مجھ کو جھوٹا نہ سمجھیں کہ ابھی تو ابوموسیٰ نے یہ کہا تھا کہ آنحضور ؐ نے سواری دینے سے انکار فرمایا پھر ابھی ہی سواری لے کر آیا، شاید آنحضور ؐ نے سواری دینے سے انکار نہ کیا ہوگا اس نے اپنے دل سے بات بناکر کہہ دی کہ آنحضرت ؐ سواری دینے سے انکار فرماتے ہیں، اس لئے ابوموسیٰ رض نے اپنی صداقت وسچائی ظاہر کرنے کے لئے چند حضرات کو ہمراہ لے کر تحقیق کروادی۔

اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ کتاب الجہاد کی روایت میں پانچ اونٹ مذکور ہیں اور کتاب الایمان والنذور میں تین اونٹ اور یہاں مغازی میں چھ اونٹ، فکیف التطبیق؟

جواب ۱ کسی ایک عدد میں دوسرے کی نفی نہیں ہے ۲ راوی نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا، ۳ بعض حضرات نے تعدد واقعہ کا احتمال بھی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۴۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَىٰ تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضَىٰ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبًا۔

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو علی رض کو (مدینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا، حضرت علی رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، ابوداؤد طیالسی نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ان سے حکم اور حکم نے مصعب سے سُنا۔

تشریحات مطابقة للترجمة: خرج الی تبوك" والحدیث فی المغازی ص۶۳۳۔

عن الحکم: بفتح الحاء المهملة والکاف

قال ابوداؤد: ابوداؤد طیالسی کی اس سند کی نقل سے امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ اس میں اس بات کی تشریح ہے کہ مصعب سے حکم کا سماع ثابت ہے چونکہ حدیث مذکور کی سند معنعن تھی۔ عن الحکم عن مصعب بن سعد الخ

شیعہ کا غلط استدلال اس حدیث سے شیعہ حضرات حضرت علی رض کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں جاتے وقت حضرت علی رض کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور علی رض سے یہ فرمایا تھا "الا ترضیٰ ان تکون منی الخ

یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام کیلئے تھے:۔
اور جس وقت حضور اکرم ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت حضور اقدس ﷺ کو بلاشبہ یہ معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے برسوں پہلے ہارون ؑ کا انتقال ہوا ہے پھر حضور ﷺ کے جملہ سے یہ مطلب نکالنا کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہوگے، صریح جہالت بلکہ حماقت ہے۔

آنحضور ﷺ کی یہ جانشینی تو غزوہ سے واپسی تک محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر میں جاتے وقت کسی کو اپنا جانشین و نائب السلطنت مقرر کر جائے تو وہ نیابت واپسی تک محدود رہے گی، واپسی کے بعد خود بخود یہ نیابت ختم ہو جائے گی اور یہ وقتی جانشینی و وقتی نیابت قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوگی کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا، البتہ اس جانشینی اور نیابت سے نائب کی اہلیت اور قابلیت ثابت ہوتی ہے، سو علماء اہل سنت کو اس کا انکار نہیں کہ حضرت علی رضؓ میں خلافت کی اہلیت اور قابلیت نہ تھی، علماء اہل سنت والجماعت دل وجان سے حضرت علی رضؓ کی اہلیت و قابلیت کے قائل ہیں لیکن اس میں دوسرے خلفاء کی اہلیت و قابلیت کا انکار نہیں، ان کی کمال اہلیت اور قابلیت دوسری احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علی رضؓ کو حضرت ہارون ؑ سے تشبیہ دی ہے اس سے تو عدم خلافت کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ اور جانشین نہیں ہوئے

نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اگر حضرت علی رضؓ کو حضرت ہارون ؑ سے تشبیہ دی ہے تو اسارائے بدر کے بارے میں آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی جیسا کہ حدیث ۱۴۳ کی تشریحات میں مفصل مذکور ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہارون ؑ سے کہیں افضل تھے۔

۱۴۶ :۔ حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بنُ سَعِيدٍ قال حدثنا محمدُ بنُ بكرٍ قال اخبرنا ابنُ جُرَيْجٍ قال سمعتُ عطاءً يُخْبِرُ قال اخبرني صفوانُ بنُ يَعْلَى بن اميةَ عن ابيه قال غزوتُ مع النبيِّ صلى الله عليه وسلم العُسْرَةَ قال كان يَعلَى يقولُ تِلْكَ الغزوةُ اوثقُ اَعْمالي عندي قال عطاءٌ فقال صفوانُ قال يعلى فكان لي اجيرٌ فقاتل انسانا فعضَّ احدُهما يدَ الآخرِ قال عطاءٌ فلقد اخبرني صفوانُ اَيُّهما عضَّ الآخرَ فنسيتُه قال فانتزع المعضوضُ يدَه من فِي العاضِّ فانتزعَ اِحدى ثَنِيَّتَيْهِ فاتيا النبيَّ صلى الله عليه وسلم فاهدرَ ثنيتَه فقال النبيُّ صلى الله عليه وسلم افيدَعُ يدَه في فِيك تقضمها كانها في فِي فحلٍ يقضمُها۔

ترجمہ :- حضرت یعلی بن امیہ رضؓ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ عُسرت (یعنی غزوۂ تبوک) میں شریک تھا، صفوان نے بیان کیا کہ یعلی رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے تمام اعمال میں اسی غزوہ پر سب سے زیادہ اعتماد ہے (یعنی اپنے تمام اعمال صالحہ میں سب سے زیادہ ثواب کی امید اسی میں ہے) عطاء نے بیان کیا کہ صفوان نے بیان کیا کہ یعلی رضؓ نے فرمایا کہ میرا ایک نوکر تھا (یعنی تبوک کے سفر میں ایک غلام ساتھ لے لیا تھا) وہ ایک شخص سے لڑ پڑا تو دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا۔ عطاء نے بیان کیا کہ مجھے صفوان نے خبر دی کہ ان دونوں میں سے کس نے دوسرے (یعنی اپنے مقابل) کا ہاتھ کاٹا؟ اس کو میں بھول گیا، بہرحال جس کا ہاتھ دانت سے کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس (کاٹنے والے) کا اگلا ایک دانت نکل پڑا (یعنی ہاتھ کھینچنے میں آگے کا ایک دانت بھی ساتھ چلا آیا) پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (فیصلہ کے لئے) حاضر ہوئے، آپؐ نے اس کے دانت کا اکارت کیا (یعنی تاوان دیت نہیں دلوائی) عطاء نے بیان کیا میرا خیال ہے کہ صفوان نے یہ بھی کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تم اسے اونٹ کی طرح چباڈالتے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ " غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العسرۃ " لان العسرۃ ہی غزوۃ تبوک کمامر۔ والحدیث مضی فی الجہاد ص۴۱۷ وھنا فی المغازی ص۶۳۳ ویاتی فی الدیات ص۱۰۱۸۔ تقضمہا :- از باب سمع قضماً دانت کاٹنا، چبانا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں " فی مسلم ان العاض ہو یعلی " (قسطلانی ص۲۵۴)

مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت یعلی بن امیہ رضؓ کا اپنے خادم کے ساتھ پیش آیا ہے اور دانت کاٹنے والے حضرت یعلی رضؓ ہیں، واللہ اعلم، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مکروہ فعل کو بتانا ہو تو جانور سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

بخاری ص۶۳۴ :- باب حدیث کعب بن مالک وقول اللہ عزوجل وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔ کعب بن مالکؓ کا قصہ (جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد " وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا، اور ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔

(۴۱۷) حدثنا یحیی بن بُکَیرٍ قال حدثنا اللیثُ عن عُقَیلٍ عن ابنِ شہاب عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بنِ مالک اَنَّ عبدَاللہِ بنَ کعب بن مالک وکان قائدَ کعب مِن بَنِیہِ حِین عَمِیَ قال سَمِعتُ کعبَ بنَ مالک یُحَدِّثُ حِین تَخَلَّفَ عن قِصَّۃِ تبوکَ قال کعبٌ لم اَتَخَلَّفْ عن رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃٍ غزاہا الا فی غزوۃِ تبوکَ غیرَ اَنِّی کنتُ تخلفتُ فی غزوۃِ بدرٍ ولم یعاتَبْ احدٌ تخلَّفَ عنہا اِنّما

خرج رسولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم يُرِيدُ عِيرَ قريشٍ حتى جمعَ اللهُ بينهم و بين عدوّهم على غيرِ ميعادٍ ولقد شهدتُ مع رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ليلةَ العقبةِ حين تواثقنا على الاسلام وما أُحِبُّ أنّ لي بها مشهدَ بدرٍ وإنْ كانت بدرٌ أذكرُ في الناسِ منها كان مِن خبري اني لم أكن قطّ أقوى ولا أيسرَ حين تخلفتُ عنه في تلك الغزوةِ واللهِ ما اجتمعتْ عندى قبلَه راحلتانِ قطّ حتى جمعتُهما في تلك الغزاةِ ولم يكن رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يُرِيد غزوةً إلّا ورّى بغيرِها حتى كانت تلك الغزوةُ غزاها رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم في حرٍّ شديدٍ واستقبلَ سفراً بعيداً ومفازاً وعدوّاً كثيراً فجلّى للمسلمين أمرَهم ليتأهّبوا أُهبةَ غزوِهم فأخبرَهم بوجهه الذي يُرِيدُ والمسلمون مع رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كثيرٌ ولا يجمعهم كتاب حافظ يُرِيد الدّيوان قال كعبٌ فما رجلٌ يُرِيدُ ان يتغيّبَ إلّا ظنّ انّه سيُخفى له مالم يُنزل فيه وحيُ اللهِ وغزا رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم تلك الغزوة حين طابتِ الثمارُ والظلالُ وتجهّز رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم والمسلمون معَه فطفقتُ أغدُو لكي أتجهّزَ معهم فارجعُ ولم اقضِ شيئًا فاقولُ في نفسي انا قادرٌ عليه فلم يزل يتمادى بي حتى اشتدّ بالناس الجدُّ فاصبحَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم والمسلمون معَه ولم اقضِ مِن جهازي شيئًا فقلتُ اتجهّزُ بعده بيومٍ او يومينِ ثم ألحقُهم فغدوتُ بعدَ أن فصلوا لِاتجهّزَ فرجعتُ ولم اقضِ شيئًا فلم يزل بي حتى اسرعوا وتفارطَ الغزوُ وهممتُ أنْ أرتحلَ فأُدرِكَهم وليتني فعلتُ فلم يُقدّرْ لي ذالك فكنتُ إذا خرجتُ في الناسِ بعدَ خروجِ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فطفقتُ فيهم أحزنني اني لا أرى إلّا رجلاً مغموصاً عليه النّفاقُ او رجلاً ممّن عذرَ اللهُ مِن الضعفاءِ ولم يذكرْني رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حتى بلغ تبوكا فقال وهو جالسٌ في القومِ بتبوك مافعل كعبٌ؟ فقال رجلٌ من بني سلِمةَ يارسولَ الله حبَسَه بُرداهُ ونظرُه في عِطفَيْه فقال معاذُ بنُ جبلٍ بئسَ ماقلتَ واللهِ يارسولَ اللهِ ما علِمنا إلّا خيراً فسكت رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قال كعبُ بنُ مالكٍ فلمّا بلغني انه توجّه قافِلاً حضرَني همّي وطفقتُ أتذكّرُ الكذبَ واقولُ بماذا اخرجُ من سخطِه غداً واستعنتُ على ذالك بكلِّ ذي رايٍ من اهلي فلما قيل إنّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قد اظلّ قادماً زاحَ عنّي الباطلُ ——— وعرفتُ اني لن اخرجَ منه ابداً بشيءٍ فيه كذبٌ فاجمعتُ صدقَه واصبحَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قادماً وكان اذا قدِم من سفرٍ بدأ بالمسجدِ فيركعُ فيه

رَكعتين ثم جلس للناس فلمّا فعل ذالك جاءه المُخلّفون فطفِقوا يعتذِرُون اليه و
يحلفُون له وكانوا بِضعةً وثمانين رجُلاً فقبِلَ مِنهم رسولُ الله صلى الله عليه
وسلم علانيتهم وبايعهم واستغفرَ لهُمْ ووَكلَ سرائرهم الى الله فجئتُه فلمّا
سلّمتُ عليه تبسّم تبسُّمَ المُغْضَبِ ثم قال تعالَ فجئتُ أمشِي حتى جلستُ
بَيْنَ يَدَيْهِ فقال لِي ماخلّفكَ الم تكن قدِ ابتعتَ ظهركَ فقلتُ بلىٰ إنّي
والله لوجلستُ عندَ غيركَ من اهلِ الدُّنيا لرأيتُ ان ساخرُج من سَخطِه بعُذرٍ
ولقداُعطِيتُ جَدَلاً ولكنّي والله لقد علمتُ لئِنْ حدّثتُكَ اليومَ حديثَ
كَذِبٍ ترضىٰ به عنّي ليُوشِكَنّ الله انْ يُسخِطَكَ عليّ ولئِن حدّثتُكَ حديثَ
صِدقٍ تجدُ عليّ فيه إنّي لَأَرجُوا فيه عفوَ الله لا والله ماكان لي مِن عُذرٍ
والله ماكنتُ قطّ اقوىٰ ولا ايسَرَ منّي حين تخلّفتُ عنكَ فقال رسولُ الله صلى
الله عليه وسلم امّا هٰذا فقد صَدَق فقُم حتى يقضِيَ الله فيكَ فقمتُ وثارَ
رجالٌ من بني سَلِمةَ فاتّبعوني فقالوا لي والله ما عَلِمناكَ كنتَ اذنبتَ ذنبًا
قبل هذا ولقد عجزتَ انْ لّاتكونَ اعتذرتَ إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم
بما اعتذرَ اليه المتخلّفونَ قد كان كافِيكَ ذنبكَ استغفارُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم
لك فوالله ما زالوا يؤنّبونَني حتى اردتُ انْ ارجعَ فاكذِّبَ نفسي ثم قلتُ لهم هل
لقي هذا معي احَدٌ قالوا نعم رجلان قالا مِثلَ ماقلتَ فقيل لهُما مِثلُ ما قيلَ لك
فقلتُ مَن هُما قالوا مُرارةُ بنُ الرّبيع العَمرِيُّ وهلالُ بنُ اُمَيّةَ الواقفيُّ فذكروا
الىّ رجُلَينِ صالحِينِ قد شهِدَا بدرًا فيهما اسوةٌ فمضيتُ حين ذكروهما لي ونهىٰ
رسولُ الله صلى الله عليه وسلم المسلمين عن كلامِنا ايُّها الثلاثةُ من بينِ مَنْ
تخلّف عنه فاجتنبنا الناسُ وتغيّروا لنا حتى تنكّرتْ في نفسي الارضُ فما هي
التي اَعرِف فلبِثنا على ذالك خمسين ليلةً فامّا صاحِبايَ فاستكانا وقعدا في
بيوتِهما يَبْكِيانِ، وامّا انا فكنتُ اشبَّ القومِ واَجلَدَهم فكنتُ اخرُجُ فاشهَدُ
الصلوٰةَ مع المسلمين واطوفُ في الاسواقِ ولا يُكلّمُني احدٌ وآتي رسولَ الله صلى
الله عليه وسلم فاُسلّمُ عليه وهو في مجلسه بعدَ الصلوٰة فاقولُ في نفسي هل
حرّكَ شفتَيهِ بردِّ السّلامِ عليّ ام لا ثم اُصلّي قريبًا منه فاُسارِقُهُ النظرَ فاذا
اقبلتُ على صلوتي اقبلَ اِلَيّ واذا التفتُّ نحوَهُ اعرَضَ عنّي حتى اذا طال عليّ ذالك
مِن جَفوةِ الناسِ مَشَيتُ حتى تسوّرتُ جِدارَ حائطِ ابي قتادةَ وهو ابنُ عمّي واَحبُّ

الناس إلىّ فسلمت عليه فوالله ما ردّ علىّ السلام فقلت يا ابا قتادة انشدك بالله هل تعلمني أحب الله ورسوله فسكت فعدت له فنشدته فسكت فعدت له فنشدته فقال الله ورسوله أعلم ففاضت عيناى وتوليت حتى تسوّرت الجدار قال فبينا أنا أمشي بسوق المدينة اذا نبطي من أنباط اهل الشام ممن قدم بالطعام يبيعه بالمدينة يقول من يدل على كعب بن مالك فطفق الناس يشيرون له حتى إذا جاءني دفع إلىّ كتابا من ملك غسان فاذا فيه أما بعد فانه قد بلغني أن صاحبك قد جفاك ولم يجعلك الله بدار هوان ولا مضيعة فالحق بنا نواسك فقلت لما قرأتها وهذا ايضا من البلاء فتيممت بها التنور فسجرته بها حتى إذا مضت اربعون ليلة من الخمسين إذا رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتيني فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرك أن تعتزل امرأتك فقلت أطلقها أم ماذا أفعل قال لا بل اعتزلها ولا تقربها وأرسل الى صاحبيّ مثل ذالك فقلت لامرأتى الحقى بأهلك فتكونى عندهم حتى يقضى الله فى هذا الامر قال كعب فجاءت امرأة هلال بن أمية رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان هلال بن امية شيخ ضائع ليس له خادم فهل تكره أن أخدمه قال لا ولكن لا يقربك قالت إنه والله ما به حركة إلى شيء والله ما زال يبكى منذ كان من امره ما كان إلى يومه هذا فقال لى بعض أهلى لو استاذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى إمرأتك كما أذن لامرأة هلال بن امية ان تخدمه فقلت والله لا أستاذن فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يدريني ما يقول رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استاذنته فيها وانا رجل شاب فلبثت بعد ذلك عشر ليال حتى كملت لنا خمسون ليلة من حين نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا فلما صليت صلوة الفجر صبح خمسين ليلة وانا على ظهر بيت من بيوتنا فبينا انا جالس على الحال التى ذكر الله قد ضاقت علىّ نفسى وضاقت علىّ الارض بما رحبت سمعت صوت صارخ اوفى اعلى جبل سلع باعلى صوته يا كعب بن مالك أبشر فخررت ساجدا وعرفت ان قد جاء فرج وآذن رسول الله صلى الله عليه وسلم

بتوبةِ اللهِ علينا حين صَلّى صلوة الفجر فذهبَ الناسُ يُبَشِّرُونَنَا وذهبَ قِبَلَ صاحِبَيَّ مُبَشِّرون ورَكضَ إلىّ رجلٌ فرسًا وسعى ساعٍ من اسلمَ فاوفى على الجبلِ وكان الصوتُ اسرعَ مِنَ الفرسِ فلما جاءَنى الذى سَمِعتُ صوتَهُ يُبشّرنى نزعتُ له ثوبىَّ فكسوتُه اياهما ببُشراه واللهِ ما اَملِكُ غيرَهُما يومئذٍ واستعرتُ ثوبَيْنِ فلبستُهُما وانطلقتُ إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيتلقّانى الناسُ فوجًا فوجًا يُهنّئونى بالتوبةِ يقولون لتَهنِئكَ توبةُ اللهِ عليكَ قال كعبٌ حتى دخلتُ المسجدَ فاذا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم جالسٌ حولَه الناسُ فقامَ الىّ طلحةُ بن عُبيدِ اللهِ يُهَروِلُ حتى صافحنى وهنّانى واللهِ ما قامَ إلىّ رجلٌ مِنَ المهاجرين غيرُه ولا اَنساها لِطلحةَ قال كعبٌ فلما سلّمتُ على رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يَبرُقُ وَجهُهُ مِنَ السُّرورِ اَبشِر بخيرِ يومٍ مرَّ عليكَ مُنذُ وَلَدَتكَ اُمُّكَ قال قلتُ اَمِن عِندِكَ يا رسولَ اللهِ اَم مِن عِندِ اللهِ قال لا بل مِن عندِ اللهِ وكان رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إذا سُرَّ استنارَ وجهُهُ حتى كانَّه قِطعةُ قمرٍ وكنّا نعرِفُ ذالكَ منه فلما جلستُ بينَ يدَيهِ قلتُ يا رسولَ اللهِ إنّ مِن توبتى اَن اَنخلِعَ مِن مالى صدقةً إلى اللهِ وإلى رسولِ اللهِ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اَمسِك عليكَ بعضَ مالِكَ فهو خيرٌ لَكَ قلتُ فانّى اُمسِكُ سهمى الذى بخيبرَ فقلتُ يا رسولَ اللهِ إنّ اللهَ إنّما نجّانى بالصِّدقِ وإنّ مِن توبتى اَن لا اُحدِّثَ إلّا صِدقًا ما بَقيتُ فواللهِ ما اَعلمُ اَحدًا مِنَ المسلمين ابتلاهُ اللهُ فى صِدقِ الحديثِ مُنذُ ذكرتُ ذالكَ لِرسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الى يومى هذا احسنَ مِمّا ابتلانى وما تعمّدتُ مُنذُ ذكرتُ ذالكَ لِرسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الى يومى هذا كَذِبًا وانّى لَاَرجوا ان يحفظنىَ اللهُ فيما بقيتُ وانزلَ اللهُ على رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لقد تابَ اللهُ على النبىِّ والمهاجرين الى قوله وكونوا مع الصّادقين فواللهِ ما انعمَ اللهُ علىَّ مِن نعمةٍ قطّ بعدَ اَن هدانى لِلاسلامِ اَعظمَ فى نفسى من صدقى لرسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ان لا اكونَ كذبتُه فاُهلِكَ كما هلكَ الذين كذبوا فانّ اللهَ قالَ لِلّذين كذبوا حين اَنزلَ الوحىَ شرَّ ما قالَ لِاَحدٍ فقال اللهُ تبارك وتعالى

سَيَحْلِفُونَ بِاللهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّ اللهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ قال كعبٌ وكنّا تخلّفنا أيُّها الثلثةُ عن امرِ اولئك الذين قبلَ منهم رسولُ الله صلى الله عليه وسلّم حين حلفوا له فبايعهم واستغفر لهم وأرجأ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم امرنا حتى قضى اللهُ فيه فبذالك قال اللهُ وعلى الثلثةِ الّذين خُلّفوا وليس الذى ذكر اللهُ مِمّا خُلّفْنَا عن الغزوِ وانّما هو تخليفه ايّانا وارجاؤه امرنا عمّن حلفَ واعتذرَ اليه فقبلَ منه۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن کعب سے روایت ہے اور جب کعب بن مالک رضؓ نابینا ہوگئے تھے تو کعب کے صاحبزادوں میں سے یہی (عبداللہ) کعب رضؓ کو راستے میں لے کر چلا کرتے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالک رضؓ سے ان کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کا قصہ سنا، کعب رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوے کئے میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک کے، البتہ غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا، لیکن جو لوگ غزوۂ بدر میں پیچھے رہے کسی پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (غزوہ بدر میں) قافلۂ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے (یعنی جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا اس لئے اعلان بھی صحابہ میں نہ ہوا) اتفاقاً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جمع کردیا (یعنی لڑائی ہوگئی) اور میں لیلۃ العقبہ میں (انصار کے ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا اس وقت ہم نے (مکہ میں) اسلام پر قائم رہنے (اور آنحضورؐ کی نصرت) کا مضبوط عہد کیا تھا اور میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ مجھ کو اس کے بدلے غزوۂ بدر ہو (مطلب یہ ہے کہ یہ غزوہ تو مجھ کو غزوۂ بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے) اگرچہ لوگوں میں بدر کا چرچا اس رات سے زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور مالدار نہیں ہوا تھا، جتنا اس موقعہ میں، جب کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوسکا تھا، خدا کی قسم کبھی اس سے پہلے میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے، لیکن اس غزوہ کے موقعہ پر میرے پاس دو اونٹ جمع تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ (جنگ) کا ارادہ فرماتے تو اس کو اس غزوہ کے غیر کے ساتھ چھپاتے تھے، یعنی اس کے لئے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے اور صاف نہیں بیان کرتے تاکہ معاملہ راز میں رہے) لیکن جب اس غزوہ کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ سخت گرمی میں کیا ہے اور ایسے سفر کا سامنا ہوا جو بہت دور راور (بے آب وگیاہ) جنگل ہے اور ایسے دشمن کا جس کی تعداد کثیر

ہے، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا حال مسلمانوں سے صراحت کے ساتھ بتا دیا تاکہ اس کے مطابق پوری تیاری کرلیں (اور مناسب زادِ راہ و سواری کا انتظام کرلیں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سمت کی طرف بھی نشان دہی کردی جو آپ کا ارادہ تھا (یعنی تبوک کا ارادہ صاف بیان کردیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بھی بہت تھے، اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا اندراج بھی مشکل تھا (یعنی مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی) کعب رضؓ نے بیان کیا کہ کوئی مسلمان اگر اس غزوہ میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو خیال کرسکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک نہ ہوگا (لشکر کی کثرت کی وجہ سے) جب تک کہ اس کے متعلق اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ (تبوک) کا اس وقت قصد کیا جب درختوں کے میوے (پھل) پک گئے تھے، اور لوگوں کو سایہ میں رہنا بہت پسند تھا (یعنی سخت گرمی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی سامانِ سفر کی تیاری شروع کردی اور میں بھی صبح کو جانے لگا کہ ان سب کے ساتھ سفر کا سامان تیار کروں پھر کچھ تیاری کئے بغیر ہی واپس لوٹ آتا، اور میں اپنے دل میں یہ کہتا (یعنی سوچتا) کہ میں ہر وقت سامان تیار کرسکتا ہوں (مجھے ذرائع میسر ہیں پھر جلدی کیا ہے؟) میرے دن اسی طرح گذرتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے محنت و مشقت اٹھا کر تیاری کرلی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر صبح کو روانہ ہوگئے اس وقت تک بھی میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی، لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن یا دو دن جانے کے بعد تیاری کرلوں گا اور لشکر سے جا ملوں گا، جب وہ سب روانہ ہوگئے تو (دوسرے دن) صبح کو تیاری کرنا چاہا، لیکن اس روز بھی کوئی تیاری نہ کرسکا اور واپس لوٹ آیا، پھر تیسری صبح کو سوچا لیکن لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہیں کی، میرا برابر یہی حال رہا (کہ آج نکلتا ہوں، کل نکلتا ہوں) آخر وہ لوگ جلدی جلدی کرکے (یعنی تیزی سے) نکل گئے، اور غزوہ فوت ہوگیا (یعنی میرے لئے غزوہ میں شرکت بہت دور کی بات ہوگئی) اور میں نے بارہا سفر کا ارادہ کیا کہ سفر کروں اور ان حضرات سے مل جاؤں، کاش میں نے ایسا کرلیا ہوتا، لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا (بلکہ تقدیر میں تو یہی تھا کہ پیچھے رہ جاؤں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد (مدینہ میں) جب میں باہر نکلتا اور لوگوں میں گھومتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے

جن پر نفاق کا عیب لگایا جا چکا ہے، یا پھر وہ لوگ جنھیں اللہ نے معذور وضعیف قرار دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (راستے میں) یاد نہیں فرمایا (یعنی تبوک پہونچنے تک کسی سے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا) جب آپؐ تبوک پہونچ گئے، تو تبوک کی ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا "کعب نے کیا کیا؟" (یعنی کعب کہاں ہے ؟) تو بنی سلمہ کے ایک شخص (عبداللہ بن انیس سلمی) نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے کبر وغرور نے اسے آنے نہیں دیا، اس پر معاذ بن جبل نے کہا تم نے بری بات کہی خدا کی قسم یا رسول اللہ ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں (یعنی ہم تو کعب کو اچھا مسلمان سمجھتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے. کعب بن مالکؓ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (تبوک سے) واپس تشریف لا رہے ہیں تو میرا غم تازہ ہوگیا (مجھے فکر دامنگیر ہوئی کہ اب کیا بہانہ کروں گا) اور میں جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا (یعنی یہ عذر کروں وہ عذر کروں) اور میں سوچنے لگا کہ اے کعب اب کل حضورؐ کی ناراضگی سے کیونکر بچیگا اور میں نے اپنے گھر کے ہر ذی رائے سے مشورہ لیا، لیکن جب یہ خبر آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں تو جھوٹے خیالات میرے ذہن سے چھٹ گئے اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ کسی جھوٹ کے ذریعہ میں آپؐ کی ناراضگی سے بالکل نہیں بچ سکتا (کیونکہ حق تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے وہ پیغمبرؐ کو اصل حال کی خبر کردے گا) چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کرلیا، صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور آپؐ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپؐ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے سامنے مجلس میں بیٹھتے، دستور کے مطابق جب آپؐ یہ کرچکے تو آپؐ کے سامنے وہ سب آئے گئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور آپ کے سامنے قسمیں کھا کھاکر اپنے اعذار بیان کرنے لگے، ایسے لوگ اسّی سے زائد آدمی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا، اور ان سے بیعت لی (یعنی عہد لیا) اور ان کے لئے مغفرت کی دعاء کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا، پھر میں حاضر ہوا، جب میں نے سلام کیا تو آپؐ مسکرائے مگر جیسے غصہ میں کوئی شخص مسکراتا ہے، پھر آپؐ نے فرمایا "آؤ" تو میں چند قدم چل کر آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں نہیں شریک ہوئے ؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی ؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں نے خریدی تھی، خدا کی قسم اگر میں آپ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی عذر گھڑ کر (باتیں بناکر) ان کی ناراضگی سے بچ جاتا مجھے قوت کلام بھی حاصل ہے لیکن خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرلوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) آپ کو مجھ سے ناراض کردے گا۔ -

(پھر اس سے فائدہ ہی کیا ہے) اور اگر میں آپ سے سچی بات بیان کر دوں تو گو آپ اس سلسلے میں مجھ پر ناراض ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید رکھتا ہوں، نہیں خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہیں تھا (میں سراسر قصور وار ہوں) خدا کی قسم اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا قوی اور مال دار نہ تھا جس وقت میں پیچھے رہ گیا (یعنی شریک غزوہ نہ ہو سکا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے سچی بات بتادی ہے، اچھا اب تم جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے چنانچہ میں اٹھ گیا، اور بنو سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں تمہارے متعلق معلوم نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے، تم نے بڑی کوتاہی کی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ویسا ہی کوئی عذر بیان نہیں کیا جیسا کہ دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا، اور تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار ہی کافی ہو جاتا خدا کی قسم وہ لوگ مجھے جھڑکتے اور ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر جاؤں اور اپنی اگلی بات (قصور کے اقرار) کو جھٹلا کر بہانہ نکالوں (یعنی کوئی جھوٹا عذر کر آؤں) پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح قصور کا اقرار کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں جنھوں نے تیری طرح قصور کا اقرار کیا ہے اور ان دونوں سے وہی کہا گیا ہے جو تم سے کہا گیا ہے (یعنی اس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ نہ فرما دے) میں نے پوچھا کہ وہ دونوں کون ہیں؟، انھوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما ہیں انھوں نے دو ایسے نیک شخصوں کا نام بیان کیا جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے، ان دونوں (کے طرز عمل) میں نمونہ ہے (یعنی نظیر و نمونہ ملنے پر تسلی ہو گئی) چنانچہ جب ان لوگوں نے مجھ سے ان حضرات کا نام بیان کیا تو میں گھر چلا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی ان تمام لوگوں میں سے جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے صرف ہم تینوں سے اس لئے سارے لوگ ہم سے الگ تھلگ رہنے لگے اور سارے لوگ بدل گئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے حق میں زمین ہی بدل گئی، جیسے میرا ان سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، پھر ہم پچاس رات اسی طرح (پریشان حال و بائیکاٹ) رہے اور میرے دونوں ساتھی (مرارہ اور ہلال) عاجز ہو گئے اور گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن میں مضبوط جوان اور باہمت تھا میں باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا

اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا اور جب آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے تو میں آپ کو سلام کرتا اور اپنے دل میں سوچتا (جستجو میں لگا رہتا) کہ میرے سلام کے جواب میں آپ کے لبہائے مبارک ہلے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور کنکھیوں سے آپ کو دیکھتا رہتا، جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو آنحضور میری طرف دیکھتے لیکن جوں ہی میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ چہرہ پھیر لیتے، آخر جب لوگوں کی یہ بے رخی طویل ہو گئی تو میں (ایک روز) چلا ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھ کو سب سے زیادہ محبت ان سے تھی میں نے ان کو سلام کیا تو خدا کی قسم اس نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا (جواب کیسے دیتے فرمان نبوی صادر ہو چکا تھا کہ کوئی ان سے سلام کلام نہ کرے، سبحان اللہ ہم قربان ہوں صحابہ کی تابعداری اور فرماں برداری پر) میں نے کہا ابو قتادہ تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے دوبارہ ان سے یہی کہا خدا کا واسطہ دے کر لیکن وہ پھر خاموش رہے پھر میں نے خدا کا واسطہ دے کر (تیسری مرتبہ) ان سے کہا تو اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے اس پر میری آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے اور میں دیوار پر چڑھکر واپس چلا آیا (یعنی باہر اتر آیا) کعب نے بیان کیا کہ میں ایک روز مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا اتنے میں ملک شام کا ایک (نصرانی) کاشتکار جو غلہ فروخت کرنے مدینہ آیا تھا وہ دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں؟ لوگ اس کو اشارہ سے بتانے لگے آخر وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھ کو دیا اس خط میں یہ مضمون تھا اما بعد! مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جفا کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل نہیں بنایا ہے اور نہ ہی بیکار (یعنی تم تو کام کے آدمی ہو) تم ہم لوگوں سے ملو ہم تم سے ہمدردی کریں گے میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا یہ ایک اور بلا ہے، میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا بالآخر پچاس دنوں میں سے چالیس دن گذر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد (خزیمہ بن ثابت) میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں (یعنی طلاق نہ دو) صرف علیحدہ رہو ان کے قریب نہ جاؤ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی آپ نے یہی حکم بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور اس وقت تک ان لوگوں کے پاس ہی رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کر دے کعب نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگی یا رسول اللہ ہلال بن امیہ (میرا شوہر) بوڑھے ناتواں ہیں اور ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو کیا آپ ناپسند فرمائیں گے؟ حضور نے فرمایا "نہیں" لیکن وہ تم سے صحبت نہ کرے اس نے عرض کیا خدا کی قسم وہ تو کسی چیز کے لئے حرکت بھی نہیں کرتے خدا کی قسم جب سے یہ عتاب کا معاملہ ہوا ہے وہ آج تک ہمیشہ روتے رہتے ہیں (کعب کا بیان ہے کہ) میرے گھر کے بعض افراد نے مجھ سے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت آنحضور نے دے دی ہے اگر آپ

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی اجازت اپنی بیوی کے متعلق لے لیجئے (تو بہتر ہوگا) میں نے کہا خدا کی قسم میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے جب میں آپ سے اجازت طلب کروں گا دراں حالیکہ میں جوان آدمی ہوں (یعنی میں خدمت کا محتاج نہیں اور ہلال تو بوڑھے ضعیف تھے ان پر قیاس کر کے کیسے اجازت طلب کروں) پھر اس کے بعد دس دن اور گذارے اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بات چیت کی ممانعت فرمائی تھی اس کے پچاس دن پورے ہو گئے تو ٹھیک پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور میں اپنے مکان کی چھت پر اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جو اللہ نے ذکر کیا ہے" قد ضاقت علیّ نفسی" الخ (توبہ) یعنی میرا دل مجھ پر تنگ ہو گیا تھا (یعنی دم گھٹا جا رہا تھا) اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکار نے والے کی آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک تمہیں بشارت ہو کعبؓ نے بیان کیا کہ میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا اور میں سمجھ گیا کہ بلاشبہ کشادگی آگئی (خلاصی ہوئی) اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان عام کر دیا پھر لوگ ہمیں بشارت دینے کے لئے جانے لگے اور ایک شخص (زبیر بن العوامؓ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور قبیلہ اسلم کا ایک شخص (حمزہ بن عمرو الاسلمی) دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا (اور آواز دی) اور (پہاڑ پر والی) آواز گھوڑے سے جلد پہنچی پھر جب وہ شخص جس کی آواز میں نے سنی تھی میرے پاس خوشخبری دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں ان کو دیدئے اور خدا کی قسم اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (کپڑوں کی قسم میں سے) میری ملکیت میں کچھ نہ تھا اور میں نے (ابوقتادہؓ سے) دو کپڑے بطور عاریت لے کر پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلا تو راستے میں جوق درجوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے اور توبہ کی قبولیت پر مبارک بادی دیتے اور کہتے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی مقبولیت مبارک ہو، کعبؓ نے بیان کیا آخر میں مسجد میں داخل ہوا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے گرد لوگ جمع ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی خدا کی قسم مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا اور میں طلحہؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کعبؓ نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اس وقت چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا کعب اس مبارک دن کی تمہیں بشارت ہو جو ان سب دنوں میں بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا۔

کعب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بشارت (معافی کی) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک منور ہو جاتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم لوگ آپ کی مسرت چہرہ مبارک سے معلوم کر لیتے تھے پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی مقبولیت توبہ کے شکریہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے بہتر

ہے کہ کچھ مال اپنے لئے بھی رکھو میں نے عرض کیا تو میں خیبر کا اپنا حصہ رکھ لیتا ہوں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی اب میری توبہ یہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا پس خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنے نوازشات وانعامات سچ بولنے کی وجہ سے مجھ پر کئے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ تک نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ توبہ کی یہ آیتیں نازل فرمائیں "لقد تاب اللّٰہ علی النبیّ والمھٰجرین ارشاد باری وکونوا مع الصّٰدقین تک خدا کی قسم اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اس سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھ کو سچ بولنے کی توفیق دی کہ میں جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں بھی ہلاک ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے (منافقین) ہلاک ہوئے نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی ہے جتنی شدید کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سیحلفون باللّٰہ لکم اذا انقلبتم ارشاد الٰہی فان اللّٰہ لا یرضی عن القوم الفٰسقین تک (سورہ توبہ) کعبؓ نے بیان کیا اور خاص کر کے ہم تینوں پیچھے رکھے گئے (یعنی ہمارا معاملہ موخر وملتوی کر دیا گیا) ان لوگوں کے معاملے سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں آپؐ نے ان کی بات مان بھی لی تھی اور آپؐ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے طلب مغفرت بھی فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملے کو موخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے "وعلی الثلٰثة الذین خلفوا" میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے غزوہ میں شریک نہ ہو سکنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیں مؤخر کرنا اور ہمارے معاملے کو ملتوی کرنا ان لوگوں سے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنا عذر پیش کیا کہ حضورؐ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

تشریحات

مطابقة للترجمة فی قولہ "قصة تبوك"

والحدیث اخرجہ البخاری فی عشرة مواضع مطولا ومختصرا وسبق بعضها مثلا علی صـ ۴۱۴ وهٰهنا فی المغازی صـ ۶۳۴ وسیاتی صـ ۶۷۵ و صـ ۶۷۶ و صـ ۹۲۵ و صـ ۱۰۷۳ ۔

حبسه برداه ونظره الخ برداه برد کا تثنیہ بمعنی چادر عطفیه بکسر العین والتثنیة ای جانبیه کنایة معجب بنفسه یعنی تکبر وغرور سے کنایہ ہے۔ استکانا دونوں عاجز ہو گئے، کون مادہ سے استکان عاجزی ظاہر کرنا۔

اشبّ القوم از ضرب شبابًا جوان ہونا۔ اسم تفضیل میں یعنی ان تینوں میں جوان اور قوی تر تھا۔

جفوة الناس لوگوں کا اعراض۔ از نصر جفوًا وجفاءً لوگوں کا اعراض کرنا، بدسلوکی سے پیش آنا۔ فعلی کسان

اشکال و جواب اشکال یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے کما فی الہدایہ جلد رابع کتاب السیر۔ پھر بعض کا تخلّف و شریک نہ ہونا موجب عتاب نہیں ہونا چاہیئے۔

ایک جواب یہ ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لئے عام اعلان ہوجائے تو جہاد فرض عین ہوجائیگا اور کسی شخص کے لئے رکنا جائز نہیں تخلّف پر ہر ہر فرد مستحق عتاب ہوگا (فتح ص۱۰۱)

البتہ اگر کوئی شخص امام سے اجازت حاصل کرلے یا امام خصوصی طور پر کسی کو روک دے وہ مستثنیٰ ہوگا تو چونکہ عام اعلان کے بعد جہاد فرض عین ہوجاتا ہے اس لئے حضرت کعب بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم مجرم قرار دیئے گئے۔

دوسرا جواب علامہ عینیؒ دیتے ہیں "قلت کان الجہاد فرض عین فی حق الانصار لانہم بایعوہ علی ذالک فغضبہ علی المتخلفین فی محلہ" (عمدہ ص۴۳۳) تقریباً یہی حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں "قال السہیلی" الخ (فتح الباری ص۱۰۱) خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ جہاد فرض کفایہ ہے لیکن خاص کر انصارؓ کے حق میں فرض عین تھا اس لئے کہ انصارؓ نے اس پر بیعت کی تھی جیساکہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ان حضرات کا قول ہے۔ ؎

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابدا

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں جہاد کریں گے۔
اب جہاد میں نہ جانا بیعت توڑنے کا مرادف ہوگا جو عظیم جرم و موجب عتاب ہوگا۔

مسائل واحکام علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پچاسؔ سے بھی زائد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند مشتے نمونہ از خروارے ذکر کئے جاتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھیے (عمدۃ القاری ص۴۳۳)۔

ع۱ شہرِ حرام میں جہاد کا جواز، اس لئے کہ یہ غزوہ آپؐ نے رجب میں کیا ہے۔
ع۲ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت پر بلا طلب بھی قسم کھانا جائز ہے۔
ع۳ کسی نیکی کے فوت ہونے پر اظہار افسوس کرنا جائز ہے۔
ع۴ نیز اس حدیث سے یہ بھی بخوبی معلوم ہوا کہ حضرت ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما بدری صحابی ہیں۔ وغیرہ ذلک۔

۶۳۷ - باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحِجْر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر میں نزول

حِجر بکسر الحاء المہملہ وسکون الجیم وفی آخرہ راء۔

حجر، مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم ثمود بستی تھی ان ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب زلزلہ، شدید دھماکہ اور بجلی کی کڑک کی صورت میں نازل ہوا تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں یہ مقام پڑا تھا جب آپؐ اس عبرتناک مقام پر پہنچے اور قوم ثمود کے اجڑے ہوے مکانات ملے تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ چہرہ انور پر چادر ڈال لیا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص ان ظالموں کے گھروں میں داخل نہ ہوں اور نہ یہاں کا پانی پئے بس سرنگوں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کرکے روتے ہوئے گذر جاؤ اور جن لوگوں نے لاعلمی اور غلطی سے پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرادو اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلادو جیساکہ اس باب کی حدیث آرہی ہے ۔

۴۱۸ - حدثنا عبدُ اللّٰہ بن محمّدِ الجُعْفِيُّ قال حدثنا عبدُ الرزّاقِ قال اخبرنا مَعْمَرٌ عنِ الزهريِّ عن سالمٍ عنِ ابنِ عُمرَ قال لمّا مرّ النبيُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحِجرِ قال لا تدخلوا مسَاكِنَ الذين ظلموا انفُسَهُم اَن يُّصِيبَكم ما اصابهُم اِلّا اَن تكونوا باكين ثم قنّع راسه واَسْرَع السَّيرَ حتی اَجازَ الوادِيَ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گذرے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو بس روتے ہوئے ہی گذرو ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا پھر آپؐ نے سر مبارک کو چھپالیا اور چلنے میں تیزی کر دی یہاں تک کہ اس وادی سے نکل پڑے ۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "مرّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحجر"
علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "مطابقۃ للترجمۃ تو خذ من قولہ" "حتی اجاز الوادی"
پھر ایک اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر ترجمۃ الباب اس طرح ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا "باب مرور النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحجر" لیکن علامہ موصوف نے اپنی رائے عالی کی کوئی وجہ ترجیح بیان نہیں فرمائی احقر کا خیال یہ ہے کہ علامہ موصوفؒ کی رائے عالی بالکل درست ہے اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں نزول نہیں فرمایا بلکہ تیزی سے گذر گئے اس لئے مرور کا لانا الفاظ حدیث کے پیش نظر بہتر ہوتا چونکہ نزول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے قیام کا شبہ ہوتا ہے واللہ اعلم ۔
حافظ عسقلانیؒ اعتراض پر اعتراض کرتے ہیں " زعم بعضہم انہ مرّ بہم ولم ینزل ویردہ التصریح فی حدیث ابن عمر بانہ لما نزل الحجر امرھم" الخ (فتح صـ۸۸)
لیکن حافظ عسقلانیؒ کا اعتراض قابل توجہ نہیں ہے اس لئے کہ ابن عمرؓ کی اکثر روایتوں میں لمّا مر النبیؐ الخ ہے جیساکہ یہاں کتاب المغازی کے اس باب میں فتح الباری، عمدۃ القاری اور قسطلانی میں منقول ہے صرف کتاب الانبیاء کی ایک روایت صـ۴۷۸ میں لما نزل الحجر الخ ہے جب کہ اس صفحہ کی متعدد روایات میں لمّا مرّ الخ ہی ہے ۔ فانظروا ۔
والحدیث مر فی الصلوٰۃ صـ۶۲ وفی کتاب الانبیاء صـ۴۷۸ وھنا فی المغازی صـ۶۳۷ ۔

۴۱۹ - حدثنا یحییٰ بنُ بُکیرٍ قال حدثنا مالکٌ عن عبدِ الله بن دینارٍ عن ابنِ عُمَرَ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا صحابِ الحجرِ لا تدخلوا علیٰ ھٰؤُلاءِ المعذَّبِینَ اِلّا اَنْ تکونوا باکِین اَن یُّصِیْبَکم مِثلُ ما اَصَابَھُمْ -

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر (یعنی قوم ثمود) کے متعلق فرمایا اس معذب قوم کی بستی سے تمہیں گذرنا ہی ہے تو تم روتے ہوئے گذرو کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر اترا تھا۔

تشریحات مطابقت ظاہر ہے کہ حدیث ابن عمر کی دوسری سند ہے۔
لاصحاب الحجر لام جارہ بمعنی عن ہے اور قال کا مقولہ عموم پیدا کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا عبارت اس طرح ہوگی قال لاصحابہ عن اصحاب الحجر، مطلب یہ ہے کہ جب صحابہؓ اصحاب حجر دیار ثمود کے پاس پہنچے تو اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی الخ۔

۶۳۷ - باب

ای ہٰذا باب، بالتنوین۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے کالفصل مما تقدم کیونکہ احادیث مافی الباب غزوہ تبوک ہی سے متعلق ہیں جیسا کہ ترجمہ احادیث سے معلوم ہوگا۔

۴۲۰ - حدثنا یحییٰ بنُ بُکیرٍ عن اللیثِ عن عبدِ العزیز بن اَبی سَلمۃَ عن سَعدِ بنِ ابراھیمَ عن نافِعِ بن جُبَیرٍ عن عُروۃ بنِ المغیرۃ عن ابیہِ المغیرۃ بنِ شعبۃَ قال ذھبَ النبیّ صلی الله علیہ وسلم لبعضِ حاجتِہِ فقمتُ اَسْکبُ علیہ الماءَ لا اعلمُہ اِلّا قال فی غزوۃِ تبوکَ فغسَلَ وجھَہٗ وذھبَ یَغْسِلُ ذِراعَیْہ فضاق علیہ کُمّ الجُبَّۃِ فاخرجھما مِن تحتِ جُبّتِہِ فغسَلھُما ثمّ مسَحَ علی خفّیہ -

ترجمہ: عروہ بن مغیرہ اپنے والد مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر (جب آپؐ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئے تو) میں آپؐ پر پانی ڈالنے کے لئے کھڑا ہوا جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے یہ کہا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے پھر آپؐ نے اپنا چہرہ دھویا اور جب کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا ارادہ کیا تو جبہ کی آستین تنگ نکلی چنانچہ آپؐ نے دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور انہیں دھویا پھر موزوں پر مسح فرمایا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ المتقدمہ "لا اعلمہ الا قال فی غزوۃ تبوک"
والحدیث مضٰی فی الوضوء ص۳۰ ایضاً ص۳۳ وہنا فی المغازی ص۶۳۷
قال الا صحیح نسخہ الا قال ہے (کما فی القسطلانی والعینی وللفتح)

۴۲۱ - حدثنا خالدُ بنُ مَخلدٍ قال حدثنا سليمٰنُ قال حدثنی عمرُو بنُ یحییٰ عن عباسِ بنِ سَہلِ بنِ سعدٍ عن ابی حُمَیدٍ قال اَقبَلنا مع النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِن غزوۃِ تبوکَ حتی اذا اَشرَفنا علی المدینۃِ قال ہٰذِہ طابَۃٌ وہٰذا اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنا ونُحِبُّہٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے یہاں تک کہ جب ہماری نظر مدینہ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا یہ طابہ ہے (طابہ مدینہ کا ایک نام ہے) اور یہ احد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "من غزوۃ تبوک"
والحدیث مضیٰ فی الزکوۃ صـ۲۰۰ فی الحج صـ۲۵۲ وفی الجہاد صـ۴۲۱ وفی المغازی صـ۵۸۵ وہنا صـ۶۳۷۔

طابہ بالالف بعد الطاء وبفتح الباء الموحدۃ وہو اسم من اسماء مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
جبل عطف بیان۔

۴۲۲ - حدثنا احمدُ بنُ محمدٍ قال اخبرنا عبدُ اللّٰہِ قال اخبرَنا حُمَیدٌ الطَّویلُ عن انسِ بن مالکٍ اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رَجع مِن غزوۃِ تبوکَ فدنا من المدینۃ فقال اِنَّ بالمدینۃِ اقوامًا ما سِرتم مَسِیرًا ولا قطعتُم وادِیًا اِلّا کانوا معکم قالوا یارسول اللّٰہ وھُم بالمدینۃِ فقال وھُم بالمدینۃ حَبَسَھُم العذرُ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہونچے تو فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جہاں بھی تم چلے اور جس وادی کو بھی تم نے قطع کیا وہ (اپنے دل سے) تمہارے ساتھ رہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ مدینہ میں رہ کر؟ آپؐ نے فرمایا ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے بھی، وہ عذر کی وجہ سے رُک گئے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "رجع من غزوۃ تبوک"
والحدیث مضیٰ فی الجہاد صـ۳۹۸ وہنا فی المغازی صـ۶۳۷

الا کانوا معکم ای فی حکم النیۃ والثواب - وھم بالمدینۃ الواو فیہ للحال
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کا مدار و ثواب نیت پر ہے و نیۃ المومن خیر من عملہ۔

۶۳۷ - بابُ کتابِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِلٰی کِسریٰ وقَیصَرَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کے پاس مکتوب گرامی

کسریٰ بکسر الکاف وبفتحہا۔ فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔

شاہان عالم کے القاب

اس زمانے میں ہر ملک کے بادشاہوں کے الگ الگ القاب تھے۔ روم کے ہر بادشاہ کا لقب قیصر ہوتا تھا، فارس کا کسریٰ، ترک کا خاقان۔ حبشہ کا نجاشی۔ قبطیوں کے بادشاہ کا لقب فرعون۔ مصر کا عزیز۔ یمن کا تبع۔ صائبین کے بادشاہ کا نمرود۔ چین کا فغفور۔ اسکندریہ کا مقوقس۔ افریقہ کا جرجیر۔ یونان کا بطلیموس اور ہندوستان کے بادشاہوں کا لقب رائے ہوتا تھا۔

۴۲۳۔ حدثنا اسحٰق قال حدثنا یعقوبُ بن ابراهیمَ قال حدثنا اَبی عن صالحٍ عن ابن شهابٍ قال اخبرنی عُبیدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابنَ عباسٍ اخبرهٗ اَنَّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بعث بکتابه اِلٰی کِسریٰ مع عَبْدِ اللّٰهِ بنِ حُذافةَ السَّهمیّ فامرهٗ اَن یّدفعهٗ اِلٰی عظیم البَحْرَینِ فدفعه عظیمُ البَحْرَینِ الٰی کسریٰ فلمّا قرأهٗ مزّقهٗ فحسِبْتُ اَنّ ابنَ المسیّب قال فدعا علیهم رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اَن یُّمزّقوا کلَّ مُمزّقٍ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب گرامی عبد اللہ بن حذافہ کو دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ اس مکتوب کو عظیم البحرین (یعنی بحرین کے حاکم منذر) کو دے دیں چنانچہ عظیم البحرین نے آپؐ کا مکتوب کسریٰ (خسرو پرویز) تک پہنچا دیا، جب کسریٰ نے اسے پڑھا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابن شہاب کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ ابن مسیّب نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بددعا فرمائی کہ وہ بھی پاش پاش ہو جائیں۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی "بعث بکتابه الی کسریٰ"

والحدیث مضیٰ فی العلم ص۱۵ وفی الجہاد ص۴۱۱ وہنا فی المغازی ص۶۳۷ ویاتی علی ص۱۰۷۹

شاہ ایران کسریٰ کے نام مکتوب گرامی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ذی الحجہ ۶ھ میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو مختلف ملوک وسلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلاطین وملوک خطوط نہیں پڑھتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں جن پر مہر نہ ہو، اس مشورہ پر آنحضورؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مبارک کندہ کرایا اس مہر میں تین سطریں تھیں پہلی سطر یعنی سب سے نیچے لفظ محمدؐ اور دوسری سطر یعنی درمیانی لفظ رسول اور تیسری سطر یعنی سب سے اوپر کا لفظ اللہ تھا (محمد رسول اللہ) پھر اس سے خطوط پر مہر لگا کر قاصدوں کے معرفت روانہ فرماتے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز چھ۶ قاصدوں کو روانہ فرمایا۔

(۱) حاطب بن ابی بلتعہؓ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس (۲) شجاع بن وہبؓ کو شاہ غسان حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس (۳) دحیہ کلبیؓ کو قیصر روم کے پاس (۴) سلیط بن عمروؓ کو ہوزہ بن علی الحنفی

کے پاس پیام بھیجا (۵) عمرو بن امیہ ضمریؓ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس (۶) عبد اللہ بن حذافہؓ کو شاہ ایران کسریٰ کے پاس بھیجا۔ (عمدہ ص ۴۳۶/۸)

اس کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا یعنی نوشیرواں کا پوتا۔

مکتوب گرامی بنام کسریٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکفرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔

(عمدہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب محمد رسول اللہ بجانب کسریٰ شاہ فارس سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کے حکم (اسلام) کی طرف بلاتا ہوں اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سارے انسانوں کی طرف تاکہ ڈرے جو زندہ دل ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے اسلام قبول کرو سلامت رہو گے اور اگر تم نے انکار کیا تو تمام مجوس کا گناہ تم پر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہؓ کو یہ مکتوب گرامی دے کر حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو دے دیں۔ بحرین کا علاقہ اس وقت کسریٰ کے ماتحت تھا چنانچہ حاکم بحرین نے مکتوب گرامی کسریٰ کو دیا۔ یہ کسریٰ وہی ہے جو خسرو پرویز کے نام سے مشہور ہے یہ نوشیرواں کا پوتا تھا۔

کسریٰ نے جب اس خط کو سنا تو غصہ میں آکر مکتوب گرامی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور اکرمؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا "خدایا اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے"۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور کسریٰ مارا گیا اور اس کا ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

جس کا قصہ یہ ہے کہ کسریٰ کی بیوی جس کا نام شیریں تھا اس پر کسریٰ کا بیٹا شیرویہ عاشق ہو گیا اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے باپ کو زخمی کروا دیا کسریٰ یعنی خسرو پرویز کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام میرے بیٹے شیرویہ کا ہے تو اس نے اپنے خزانہ خاص میں ایک ڈبہ میں زہر رکھا اور اس پر لکھ دیا "الدواء النافع للجماع" اس کے بعد خسرو پرویز مر گیا۔ عورت (شیریں) کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے زہر کھا لیا اور مر گئی۔ اب شیرویہ نے جب خزانہ خاص کو کھول کر دیکھا تو "الدواء النافع للجماع" دیکھ کر بہت خوش ہوا اور قوت باہ کی دوا سمجھ کر کھا لیا اس میں سمیت تھی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ یہ تو ذوات و اشخاص پر تباہی آئی اور ملک پر یہ آفت آئی

کہ شیرویہ کے مرنے کے بعد اس کی ایک کمسن لڑکی تخت نشیں ہوئی اور طوائف الملوکی اس طرح پھیلی کہ اس کی سلطنت کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

۴۲۴ - حدثنا عثمٰن بن الھیثم قال حدثنا عوف عن الحسن عن ابی بکرۃ قال لقد نفعنی اللّٰہ بکلمۃ سمعتھا من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معھم قال لما بلغ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اھل فارس قد ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنگ جمل کے زمانہ میں نفع پہنچایا اس جملہ سے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کے بعد کہ میں قریب ہوچکا تھا (یعنی میں ارادہ کر رہا تھا) کہ اصحاب جمل (حضرت عائشہؓ اور آپ کے لشکر) کے ساتھ شریک ہوکر (مسلمانوں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے) لڑوں، ابوبکرہ نے بیان کیا (وہ جملہ یہ تھا) کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی (بوران) کو بادشاہ بنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی (پنپ نہیں سکتی) جس نے اپنا حکمراں عورت کو بنا دیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ حدیث شریف کے آخری ٹکڑے سے ہے کیونکہ بنت کسریٰ کی تولیت و حکومت کا قصہ تو مکتوب گرامی کے بعد کا ہے پس یہ حدیث مکتوب گرامی کا تتمہ اور تکملہ ہے

ایام الجمل یتعلق بقولہ نفعنی لان المعنی لایستقیم الا بان یقال نفعنی اللّٰہ ایام الجمل بکلمۃ سمعتھا من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل ذالک (عمدہ) یعنی ایام جمل کا تعلق نفعنی سے ہے نہ کہ سمعت سے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے موقعہ پر وہ جملہ میرے کام آگیا، میرے لئے مفید ہوا جو میں نے حضور اکرمؐ سے پہلے سن رکھا تھا۔

جنگ جمل

جنگ جمل کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر مدینہ میں بیعت ہوئی اس بیعت میں قاتلین عثمان بھی تھے بلکہ وہ آگے آگے تھے۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے جو گروہ دین اسلام کی دشمنی میں بنایا تھا اسی گروہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے سیدنا علی مرتضیٰؓ کو خلافت کے لئے منتخب کیا اہل مدینہ نے بھی بیعت کرلی۔ اس وقت ام المومنین عائشہؓ حج کے لئے تشریف لے گئی تھیں عشرہ مبشرہ میں سے دو صحابی طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما مکہ پہونچ کر ام المومنین کے پاس حاضر ہوئے اور بتلایا کہ خلیفہ وقت حضرت عثمان غنیؓ کو گھر میں تلاوت قرآن کی حالت میں ظلماً شہید کر دیا گیا اور قاتل حضرت علیؓ کی جماعت میں شامل ہوگئے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنا اور قاتلین کو سزا دلوانا چاہیئے، ام المومنینؓ نے تائید فرمائی اس کے بعد یہ حضرات انہیں لے کر بصرہ پہونچے اور وہاں کے لوگوں کو ہم خیال بنایا۔

سیدنا علیؓ کو جب معلوم ہوا کہ اس طرح مقابلہ کی تیاری ہو رہی ہے تو انہوں نے بھی جوابی تیاری کرلی لیکن لڑائی سے پہلے کی گفتگو میں یہ بات طے پاگئی کہ قاتلین عثمانؓ کو حضرت علیؓ اپنے لشکر سے جدا کردیں گے کیونکہ ان سے قصاص لینے کی ابھی گنجائش نہ تھی ان قاتلین نے جب یہ مصالحت کی کارروائی دیکھی تو سوچا کہ یہ کیا ہوا؟ انہوں نے صلح کر لی اور ہم گئے، تو انہوں نے آپس میں سازش کر کے اپنے کچھ آدمی کے ذریعہ رات کے وقت حضرت علیؓ کے لشکر پر پتھراؤ کروایا یہ سمجھے کہ ہم سے غدر کیا گیا، اسی طرح کچھ لوگوں نے ام المومنین کے لشکر پر پتھراؤ کیا انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ ہم سے دھوکہ کیا گیا اس طرح لڑائی شروع ہوگئی اور فریقین کے بہت سے صحابہ شہید ہوگئے، نیز اس معرکہ میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے پورے احترام کے ساتھ ام المومنین کو مدینہ پہنچا دیا۔ اور چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس جنگ میں اونٹ پر سوار تھیں اور اونٹ ہی پر سے لشکر کو دعوت و ہدایت دیتی تھیں اس لئے اس کو جنگ جمل کہتے ہیں (قسطلانی ص ۴۲/۱)

بہرحال ابو بکرہؓ اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور بالکل الگ تھلگ رہے۔

مسائل علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نہ بادشاہ ہوسکتی ہے نہ قاضی۔ بعض محدثین نے علامہ خطابی کا تعاقب بھی کیا ہے مگر جمہور کا فیصلہ یہی ہے کہ عورت حاکم اور قاضی نہیں ہوسکتی ہے امام مالکؒ سے بھی یہی منقول ہے البتہ امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ جن معاملات میں عورت کی گواہی معتبر ہے ان میں عورت کی ولایت بھی معتبر ہوگی واللہ اعلم۔

اشکال و جواب اشکال یہ ہے کہ بعض بعض عورت کی حکومت و حکمرانی کامیاب پائی گئی ہے اور پائیدار بھی جیسے یوروپ کے نصاریٰ نے ملکہ وکٹوریہ اور ایلزبتھ کو بادشاہ بنایا مگر کوئی خلل نہیں آیا، خود ہمارے ہندوستان میں مسز اندرا گاندھی نے عرصہ دراز تک حکومت کی۔

جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو قاعدہ بتایا گیا ہے وہ اکثریہ ہے کیونکہ عورتیں اکثر و بیشتر ناقص العقل ہونے کے ساتھ ساتھ کم علم اور جاہل ہوتی ہیں بالخصوص آنحضورؐ کے دور میں اکثر ممالک کے اندر عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی نظم نہ تھا بلکہ اس دور میں تو عورتیں مثل جانور اور سامان ضرورت کی حیثیت رکھتی تھیں اس لئے عورتوں کی تعلیم کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عورتوں میں سے کسی نے بادشاہت و حکمرانی نہیں کی ہے بلکہ نصاریٰ کے اندر تو ہمیشہ سے بادشاہ برائے نام ہوتا تھا حکومت و حکمرانی تو اصحاب رائے ذی علم کرتے تھے یہی حال ہندوستان کا رہا کہ وزراء کی جماعت مل کر حکومت کرتی ہے۔

۴۲۵ - حدثنا عليُّ بنُ عبدِ اللهِ قال حدثنا سُفيٰنُ قال سمعتُ الزُّهريَّ عن

السائب بن یزید یقول اذکر انی خرجت مع الغلمان الی ثنیۃ الوداع نتلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سفین مرۃ مع الصبیان ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے آپ بیان کرتے تھے کہ مجھے (اب تک) یاد ہے کہ (بچپن میں) میں بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے (جب آپؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے)۔

سفیان بن عیینہ نے (اپنے مذکورہ بالا سند سمعت الزہری عن السائب کے ساتھ بجائے مع الغلمان کے) ایک مرتبہ "مع الصبیان" کہا ہے معنی و مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔

تشریحات یہ روایت اور آنے والی روایت ۴۲۶ ایک ہی حدیث ہے یعنی حضرت سائب بن یزیدؓ کی اس لئے دوسری حدیث کے بعد تشریحات آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

والحدیث مضی ص۴۳۳ وہنا ص۶۳۷۔

۴۲۶ - حدثنا عبد اللہ بن محمد قال حدثنا سفین عن الزہری عن السائب اذکر انی خرجت مع الصبیان نتلقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ثنیۃ الوداع مقدمہ من غزوۃ تبوک ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے گیا تھا جب آپؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔

تشریحات مذکورہ دونوں حدیثیں بظاہر باب سے تعلق نہیں رکھتیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ان حدیثوں کو یہاں لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے خطوط ۹ھ میں روانہ کئے ہیں یعنی غزوہ تبوک سے واپسی پر۔ (فتح الباری، قسطلانی)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے قیصر روم کے پاس ایک مرتبہ صلح حدیبیہ کے سال ۶ھ میں خط بھیجا اور دوسری مرتبہ غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں قیصر و کسریٰ کو خطوط روانہ کئے، نیز امام بخاریؒ نے جو ترتیب قائم کی ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد "باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر" اس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

ثنیۃ الوداع ثنیۃ کے معنی ہیں گھاٹی کا راستہ پہاڑی راستہ۔

اس مقام کو ثنیۃ الوداع اس لئے کہتے تھے کہ مدینہ والے عام طور پر مہمانوں اور مسافروں کو یہاں تک پہنچاتے اور وداع یعنی رخصت کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم کے ایک شبہ کا ازالہ

یہ ثنیۃ مدینہ سے شام کے راستے میں ہے جس کا تذکرہ حضرت سائب بن یزید رضؓ کر رہے ہیں اور وہ ثنیۃ جو مکہ مکرمہ کے راستے میں ہے وہ دوسرا ہے جہاں حضور اقدس ﷺ کے ہجرت کے وقت انصار مدینہ کی لڑکیاں طلع البدر علینا من ثنیات الوداع پڑھ پڑھ کر استقبال کر رہی تھیں۔

اس تقریر سے علامہ ابن قیمؒ کا اشکال ختم ہو جاتا ہے کہ مدینہ درمیان میں ہے جس کے ایک طرف یعنی بجانب شمال شام ہے اور مدینہ سے جنوب میں مکہ مکرمہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو ثنیۃ الوداع کے پاس انصار کی لڑکیوں نے استقبال کیا اس وجہ سے علامہ ابن قیم نے اس روایت ہی کا انکار کر دیا کہ ثنیۃ الوداع مدینہ سے بجانب مکہ ہے نہ کہ بجانب تبوک۔ حالانکہ یہ ثنیۃ جو بجانب تبوک ہے وہ دوسرا ہے یعنی دونوں الگ الگ ہیں فلا اشکال۔ (فتح ص ۱۰۱/۸)

۶۲۷۔ باب مَرَضِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَوَفاتِہ وقولِ اللّٰہ تعالیٰ اِنّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّہم مَیِّتون ثم اِنّکم یومَ القیٰمۃِ عند ربِّکم تختصِمُون۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت کا بیان، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں پھر تم سب قیامت کے روز اپنے پروردگار کے پاس مباحثہ کروگے۔

علالت کی ابتداء

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت صفر کے آخر میں چہار شنبہ کے روز شروع ہوئی یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ کی باری کا دن تھا حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں اما ابتداءہ (المرض) فکان فی بیت میمونۃ۔ (فتح ص ۱۰۵/۸) اسی حالت میں آپ ﷺ باری باری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے یہاں تشریف لے آئے دوشنبہ کے روز حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور آئندہ دوشنبہ کو حضرت عائشہ رضؓ ہی کے حجرہ میں رحلت فرمائے دار البقاء ہوئے تیرہ روز آپ ﷺ علیل رہے واختلف فی مدۃ مرضہ فالاکثر علی انہا ثلاثۃ عشر یوما۔ (فتح الباری ص ۱۰۶/۸)

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی وفات ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ کے روز ہوئی اس میں کسی کا اختلاف نہیں لاخلاف انہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی یوم الاثنین الخ (عمدہ ص ۴۳/۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بارہویں ربیع الاول کو ہوئی یہی قول مشہور بین الناس ہے جس کی ایک دلیل تلقی امت بالقبول ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں ربیع الاول کے مہینہ کو بارہ وفات کہتے ہیں۔

البتہ اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی؟ دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟

امام المغازی ابن اسحٰق اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی علامہ سہیلی اور حافظ عسقلانی رحمہ نے اسی دوم ربیع الاول کو راجح قرار دیا ہے (فتح ص۱۰۶/۸) اس لحاظ سے حجۃ الوداع کے نوے ۹۰ دنوں کے بعد آپؐ کی وفات ہوگی۔

لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپؐ کا وقوف عرفات بالاتفاق جمعہ کے دن تھا جیسا کہ بخاری شریف کتاب الایمان اور ترمذی وغیرہ کی حدیثوں میں تصریح ہے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اور پہلی تاریخ پنجشنبہ کو تھی تو ایسی صورت میں سال آئندہ میں دوشنبہ کو بارہویں ربیع الاول کسی صورت سے نہیں ہو سکتی ہے خواہ تینوں مہینے یعنی ذی الحجہ، محرم اور صفر تیس ۳۰ تیس دن کے مانے جائیں یا انتیس ۲۹ انتیس ۲۹ دن کے یا بعض تیس کے اور بعض انتیس کے۔ لیکن اگر تینوں مہینے انتیس دن کے مان لئے جائیں تو ربیع الاول کی دوسری تاریخ دوشنبہ کے دن صحیح ہو جائے گی اسلئے کہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کو تھی تو ذی الحجہ کی انتیسویں تاریخ بھی پنجشنبہ ہی کو ہوگی اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ جمعہ کو اور انتیسویں تاریخ بھی جمعہ کو ہوگی اسی طرح صفر کی پہلی تاریخ شنبہ کو اور انتیسویں تاریخ بھی شنبہ کو ہی ہوگی اور ربیع الاول کی پہلی تاریخ یکشنبہ کو اور دوسری تاریخ دوشنبہ کو ہوگی اسلئے بعض علماء نے تاریخ وفات دوسری ربیع الاول کو مانی ہے بالخصوص حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ وغیرہ نے اسی دوسری ربیع الاول کو ارجح الاقوال قرار دیا ہے اور بارہویں ربیع الاول کے قائلین فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ کی تاریخوں میں اختلاف مطالع کی وجہ سے اختلاف ہوا ہو اور مدینہ منورہ میں ربیع الاول کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کو ہوئی ہو تو بلاشبہ دوشنبہ کو بارہویں ربیع الاول ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

رہا یہ سوال کہ کس وقت وفات ہوئی؟ مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپؐ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زہری اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح ہے، نیز یہ اختلاف معمولی اختلاف ہے اس لئے کہ چاشت اور زوال میں کچھ زیادہ فصل نہیں۔

تدفین حضور پُرنور روحی فداہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ کے روز بوقت زوال اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے چہارشنبہ کی شب (یعنی منگل اور بدھ کی درمیانی رات) میں آپؐ دفن ہوئے حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے "توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ودفن لیلۃ الاربعاء (عمدہ ص۷۴/۸)

باقی تفصیلات خود روایات واحادیث میں آرہی ہیں۔

وقال يُونسُ عن الزهريِّ قال عروة قالت عائشةُ كان النبي صلى الله عليه وسلم يقولُ في مرضه الذي مات فيه يا عائشةُ ما ازالُ اجدُ الَمَ الطعامِ الذي اكلتُ بخيبرَ فهذا اوانُ وجدتُ انقطاعَ ابهري من ذالك السُّمِّ۔

ترجمہ: اور یونس نے بیان کیا ان سے امام زہری نے ان سے عروہ (یعنی ابن زبیرؓ) نے بیان کیا ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے "اے عائشہ! میں ہمیشہ اس زہر آلود (بکری کا گوشت) کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اس وقت میں محسوس کرتا ہوں کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ (زندگی کی رگ) کٹ رہی ہے۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ ظاہرۃ۔
یہ حدیث یہاں معلق ہے لیکن بزار اور حاکم نے وصل کیا ہے عنبسہ ابن خالد عن یونس بہذا الاسناد۔ (عمدہ)

ما ازال اجد الم الطعام ای احس الالم فی جوفی بسبب الطعام المسموم۔
ھذا اوان مبتدا اور خبر ہے اس صورت میں اوان مرفوع ہوگا۔ لیکن دوسری ترکیب یہ ہے کہ اوان کو ظرفیت کی بنا پر منصوب پڑھا جائے تو اس صورت میں مبنی بر فتحہ ہوگا کیونکہ اوان کی اضافت وجدت ماضی کی طرف ہوگی جو مبنی ہے اور مضاف اور مضاف الیہ بمنزلہ شئی واحد ہوتا ہے۔ (عمدہ)
ابھر بفتح الھمزہ وسکون الباء الموحدہ وفتح الھاء قلب سے متصل ایک رگ ہے جس کے انقطاع سے انسان مرجاتا ہے۔ (فتح)
فتح خیبر کے بعد زینب بنت حارث نے ایک بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا الخ پوری تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے "غزوہ خیبر"

۴۲۷- حدثنا یحیی بنُ بُکیرٍ قال حدثنا اللیثُ عن عُقیلٍ عنِ ابنِ شھابٍ عن عُبیدِ اللہِ بن عبدِ اللہِ عن عبدِ اللہِ بن عباسٍ عن اُمِّ الفضلِ بنتِ الحارثِ قالت سمعتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأُ فی المغربِ بالمرسلاتِ عُرفاً ثُمّ ماصلّی لنا بعدَھا حتی قبضَہُ اللہُ۔

ترجمہ: حضرت امّ فضلؓ بنت حارث (والدہ حضرت ابن عباسؓ) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ والمرسلات عُرفاً پڑھ رہے تھے اس کے بعد آپؐ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کرلی۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "حتی قبضہ اللہ"
والحدیث مضٰی فی الصلوۃ ص۱۰۵ وھنا فی المغازی ص۶۳۷۔

امّ الفضلؓ

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ اور امّ المومنین حضرت میمونہؓ کی ہمشیرہ ہیں ان کا نام لبابہ بنت الحارث ہے۔ مشہور ہے کہ امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

یہ مغرب کی نماز پنجشنبہ کے روز کی نماز تھی جس کے چار روز بعد دوشنبہ کے دن آپؐ کا وصال ہوگیا۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد نماز نہیں پڑھائی، حالانکہ روایت آرہی ہے کہ شنبہ یا یکشنبہ کے روز جب مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے آپؐ مسجد تشریف لائے اس وقت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے آپؐ ابوبکرؓ کی بائیں جانب جاکر بیٹھ گئے اور باقی نماز لوگوں کو آپؐ نے پڑھائی لیکن تعارض نہیں ہے اس لئے کہ ام الفضلؓ کی روایت میں جو یہ گذرا ہے کہ حضورؐ کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی اس سے مستقل امامت مراد ہے کہ از اول تا آخر جس نماز میں امامت اور قرأت فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے۔

۴۲۸ - حدثنا محمدُ بنُ عرعرةَ قال حدثنا شُعْبَةُ عن ابی بِشرٍ عن سعیدِ بن جُبَیرٍ عن ابنِ عباسٍ قال کان عُمَرُ بنُ الخطابِ یُدْنِی ابنَ عباسٍ فقال لہ عبدُ الرحمٰنِ بن عوفٍ اِنَّ لنا ابناءً مِثلَہ فقال اِنّہ مِن حیثُ تعلمُ فسأل عُمَرُ ابنَ عباسٍ عن ھٰذِہِ الاٰیۃِ اذا جاءَ نصرُ اللّٰہِ والفتحُ فقال اَجَلُ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَعْلَمَہ اِیّاہُ فقال ما اَعْلَمُ منھا اِلا ما تعلمُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ابن عباس کو (یعنی مجھ کو مجالس میں) اپنے قریب بٹھاتے تھے اس پر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں (یعنی انہیں بھی اپنے پاس بیٹھائے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ طرز عمل جس وجہ سے ہے وہ آپ کو معلوم ہے (یعنی ابن عباس صاحب علم ہے) پھر حضرت عمرؓ نے ابن عباس سے اس آیت "اذا جاء نصر اللہ والفتح" کے متعلق پوچھا، ابن عباس نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو (یہ سورہ نازل فرماکر) خبر کردی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اس آیت کا مطلب وہی سمجھتا ہوں جو تم نے سمجھا ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ تؤخذ من قولہ " فقال اجل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" والحدیث قدمضی فی المناقب ص۵۱۲ و فی المغازی ص۶۱۵ وایضاً ص۶۲۷ تا ص۶۳۸۔

ما اعلم منھا الخ اس سے عبداللہ بن عباسؓ کی قرآن فہمی ثابت ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی "اللھم علّمہ الکتاب"۔
حضرت عمر فاروقؓ نے ان کی قدر و عزت اس لئے کی کہ اس کم عمری کے باوجود بڑے عالم تھے تفقہ فی الدین میں امتیازی مقام رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ علم ایسی دولت و نعمت ہے کہ اس کی تعظیم سب کو کرنی چاہئے۔ بزرگی بہ علم است نہ بسال۔
دوسرے اس وجہ سے بھی کہ ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

۴۲۹ - حدثنا قُتَیبَۃُ قال حدثنا سُفیٰنُ عن سُلیمٰنَ الاحولِ عن سَعیدِ بنِ جُبیرٍ

قال قال ابنُ عباسٍ یومُ الخَمِیْسِ ومایومُ الخمیسِ اشتَدَّ برسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَجَعُہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلّوا بعدَہ ابدًا فتنازعوا ولا ینبغی عِندَ نبیٍّ تَنَازعٌ فقالوا ماشانُہ اَھَجَرَ استفہموہ فذھبوا یردّون علیہ فقال دَعونی فالذی انا فیہ خیرٌ ممّا تدعُونِّی اِلَیْہِ وَاَوصاھم بثلٰثٍ قال اَخرِجُوا المشرکین مِن جزیرۃ العرب واَجِیْزُوا الوفدَ بنحو ماکنتُ اُجِیْزُھم وسکتَ عن الثالثۃِ اوقال فنسیتُھا۔

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جمعرات کا دن ہے (یوم الخمیس بتدا محذوف کی خبر ہے أی ہذا یوم الخمیس ویجوز العکس) اور جمعرات کے دن کیا ہوا؟ (اظہار تعجب ہے عظمت شدت کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت اسی دن ہوئی تھی اس وقت آپؐ نے فرمایا آؤ میرے پاس کہ میں تمہارے واسطے ایک تحریر (وصیت نامہ) لکھ دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے، یہ سن کر اہل مجلس جھگڑنے لگے، اختلاف کرنے لگے (کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شدت کی حالت میں لکھوانے کی تکلیف دینی چاہئے یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ حضورؐ کا حکم ہے کاغذ قلم دو اور بعض نے کہا کہ حضورؐ کو اس وقت تکلیف سخت ہے ایسے وقت میں لکھنے لکھوانے کی تکلیف مناسب نہیں ہے) حالانکہ نبی کے سامنے اختلاف وجھگڑا مناسب نہیں، اس پر کچھ لوگوں نے کہا "آپؐ کا کیا حال ہے کیا آپؐ نے بیماری کی شدت میں اور بیہوشی میں معاذ اللہ کوئی لغو اور ہذیان کی بات کہی ہے؟ خود آپؐ سے دریافت کرلو (کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے یا آپؐ کی تکلیف کے پیش نظر اسے ملتوی کر دیا جائے) پھر یہ جملہ آپؐ کے نزدیک بار بار دہرانے لگے تو آپؐ نے فرمایا" مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں (یعنی مراقبہ فی اللہ اور لقاء باری تعالیٰ کی تیاری) وہ اس سے بہتر ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کے بعد آپؐ نے (زبانی) تین باتوں کی وصیت کی فرمایا ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوم یہ کہ وفد کو (جو قبائل عرب کے تمہارے پاس آئیں) اسی طرح جائزہ (تحفہ، ہدیہ) دیا کرو جس طرح میں انہیں دیا کرتا تھا، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ تیسری بات ابن عباسؓ نے بیان نہیں کی یا ابن عباس نے بیان کی ہو میں اسے بھول گیا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "اشتد برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجعہ" والحدیث مرّ فی العلم صـ۲۲ـ وفی الجہاد صـ۴۲۹ـ و صـ۴۴۹ـ وہنا فی المغازی صـ۶۳۸ـ و صـ۸۴۶ـ و صـ۱۰۹۵ـ۔

واقعہ قرطاس وفات سے چار یوم پیشتر بروز پنجشنبہ جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے ان سے فرمایا "کاغذ قلم دوات لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپؐ بیمار ہیں، درد کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں اور

کتاب اللہ ہمارے پاس ہے جو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، حاضرین مجلس میں اس کے متعلق اختلاف ہوا بعض نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ دوات قلم لاکر لکھوالینا چاہئے اور یہ کہا " اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ "۔

علامہ عینی اور امام نووی فرماتے ہیں ہو بہمزۃ الاستفہام الانکاری اور ہجر ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ہذیان، وہ بے جوڑ اور بے ربط کلام جو مریض شدت مرض میں بولتا یعنی بڑبڑاتا ہے، تیمار دار نیز سارے گھر والے اس کو ہذیان محسوس کرتے ہیں اور اس کو غیر معتبر قرار دے کر تعمیل نہیں کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس معنی کر کے سید الانبیاء حضور اقدس ﷺ کی طرف اس کی نسبت محال اور ناممکن ہے کما فی العمدہ قلت لنسبۃ مثل ہذا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایجوز لان وقوع مثل ہذا الفعل عنہ مستحیل لانہ معصوم فی کل حالۃ فی صحتہ ومرضہ لقولہ تعالی وما ینطق عن الہوی الخ ولقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لااقول فی الغضب والرضا الاحقا " یعنی حالت رضا و غضب میں میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا ۔

یہ جملہ اھجر استفہموہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف تھے ۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ کہا کہ حضورؐ کو تکلیف کا غلبہ ہے اس وقت تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں تو جن لوگوں کی رائے یہ تھی کہ دوات قلم لاکر لکھوالیا جائے ان لوگوں نے سامان کتابت کے روکنے والوں پر رد اور انکار کے طور پر کہا یعنی تم لوگ جو حضورؐ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو آخر کیوں؟ کیا حضورؐ کی بات شدت مرض کی وجہ سے ہذیان ہے؟ حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے پھر تم لوگوں کو تعمیل حکم کرنی چاہئے اور حسب الحکم سامان کتابت حاضر کر دینا چاہئے اس جملہ کے کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے طور پر کہا اور صرف حضرت عمرؓ اور ان کے ہم خیالوں سے محض الزاما کہا ۔

بعض روایتوں میں ھجر حرف استفہام کے بغیر آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہے اور حرف استفہام وہاں مقدر ہے ۔

اس کے علاوہ اھجر استفہموہ کے معنی اور بھی بیان کئے گئے ہیں ۔

۲۔ اھجر فعل ماضی ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے یعنی کیا آپؐ نے دنیاوی حیات چھوڑ دی؟ مقصد مضارع ہے لیکن چونکہ علامات و حالات موت کے ہیں اس لئے مضارع کو ماضی سے تعبیر کر دیا کہ ہونے والی بات اس درجہ یقینی ہے کہ گویا ہو گئی ۔

۳۔ اھجر سے قائل کی مراد مجاز ہو یعنی لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے مطلب یہ ہے کہ شدت مرض میں عام طور پر ہذیان کی نوبت آتی ہے تو یہاں ہذیان بول کر شدت تکلیف مراد لی گئی ہے، اب اس صورت میں اھجر کے معنی ہوئے کیا تکلیف بہت سخت ہے؟ سو حضورؐ سے دریافت کر لو ۔

اور یہ منع کرنے والے اور روکنے والے سیدنا عمر فاروقؓ ہیں اور یہ معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کے وزیر اور مشیر خاص تھے ان حضرات کا حضورؐ سے قرب بس صاحب ایمان سے

مخفی نہیں، حضرت عمرؓ نے غایت محبت میں مناسب نہیں سمجھا کہ مرض کی اس تکلیف میں کسی طرح کی اور تکلیف دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدسؐ کے جوتے لے کر جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ راستے ہی میں ان کے سینے پر اس زور سے مارا کہ حضرت ابوہریرہؓ سُرین کے بل گر پڑے ابوہریرہؓ حضورؐ کے پاس شکایت کرنے چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور حضورؐ سے فرمانے لگے کہ حضور ایسا نہ فرمائے اس طرح کے واقعات عمر فاروقؓ کے بہت سے ہیں جن سے عمرؓ کا مقام دربار رسالت میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عمر فاروقؓ کا اس موقعہ پر حسبنا کتاب اللہ فرمانا حضرت فاروق کی دقت نظر اور تفقہ فی الدین نیز حب رسول پر دال ہے اس لئے کہ ابھی ابھی تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے اندر میدان عرفات میں الیوم اکملت لکم دینکم کے ذریعہ تکمیل دین کا اعلان ہوچکا ہے پھر ما فرطنا فی الکتاب من شی کتاب اللہ میں موجود ہے ایسی صورت میں پھر اس تکلیف شدید کے وقت کہ ڈول کا ڈول سر مبارک پر پانی ڈالا جارہا ہے اور بار بار ایسی نوبت آرہی ہے لکھنے لکھانے کی تکلیف کسی طرح مناسب نہیں پھر حضرت عمرؓ نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ نوشتہ حضورؐ اپنے اجتہاد وانی رائے سے لکھوانا چاہتے ہیں یا وحی الٰہی سے؟ ہر دو احتمال ہے اور دونوں صورتوں میں حضرت عمرؓ کے روکنے سے حضورؐ ہرگز نہ رکتے اگر نوشتہ دینی اعتبار سے ضروری ہوتا، ممکن ہے کہ وحی الٰہی ہی سے بعد میں آپؐ رک گئے اور شور وغل ہونے پر ارشاد فرمایا "دعونی فالذی انا فیہ" الخ مجھے چھوڑ دو تم لوگ جس بات کی طرف متوجہ کررہے ہو اس سے بہتر حال پر میں ابھی ہوں۔

رہا حضرت ابن عباسؓ کا افسوس کرنا؟ تو ابن عباسؓ کی نظر اور محبت اپنی جگہ ہے لیکن حضرت عمرؓ کا تفقہ ابن عباسؓ سے بلاشبہ بڑھا ہوا ہے۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ دعونی الخ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں "مجھے چھوڑ دو اس وقت نہ چھیڑو میں اپنے لئے حق تعالیٰ کے یہاں جو عظمت اور اسباب راحت دیکھ رہا ہوں یہ بہتر ہے اس دنیاوی زندگی اور اس کے اسباب سے۔

۲۔ یا وہ مراقبہ فی اللہ اور جانے کی تیاری بہتر ہے اس چیز سے جس نوشتہ کی طرف تم لوگ مجھ کو متوجہ کررہے ہو۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ قصہ جمعرات کا ہے حضور اقدسؐ کی وفات دوشنبہ کے روز ہوئی درمیان میں جمعہ، شنبہ اور یکشنبہ آپؐ کا حال پنجشنبہ سے بہتر رہا جیسا کہ خود اس روایت میں ہے کہ آپؐ نے اوصاھم بثلاث الخ تین وصیتیں فرمائیں تو احتمال ہے کہ یہی وصایا جو زبان مبارک سے فرمائے گئے پہلے لکھنے کا ارادہ ہو پھر زبانی بیان کرنے پر اکتفا کرلیا گیا ہو اگرچہ احتمالات اور بھی ہیں۔

تیسری وصیت میں جو سکوت کا لفظ ہے اس میں بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن کریم پر عمل کرنا، یا جیش اسامہ کو روانہ کرنا، یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا۔

۴۳۰ - حدثنا علیُّ بنُ عَبدِ اللہِ قال حدثنا عبدُ الرزّاقِ قال اخبرنا معمرٌ عن الزہریِّ عن عبیدِ اللہِ بنِ عبد اللہِ بن عتبۃَ عن ابنِ عباسٍ قال لمّا حُضِرَ رسولُ اللہِ صلی اللہ

علیه وسلم وفی البیتِ رجالٌ فقال النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم هَلمّوا اکتُب لکم کتابا لا تضِلّوا بعدَہ قال بعضهم اِنّ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قد غلبَه الوَجَعُ و عندکم القراٰنُ حسبُنا کتابُ اللّٰه فاختلفَ اهلُ البیتِ فاختصموا فمنهم مّن یقولُ قرِّبوا یکتب لکم کتابا لا تضِلّوا بعدَہ ومنهم من یقول غیر ذالك فلمّا اکثروا اللغوَ والاختلاف قال رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قوموا قال عُبیدُ اللّٰه فکان یقول ابنُ عباسٍ اِنّ الرَّزیّه ماحال بینَ رسولِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وبینَ اَن یّکتبَ لهم ذالك الکتابَ لاختلافِهم ولَغَطِهم ۔

ترجمۂ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا اس وقت گھر میں بہت سے صحابہ موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ (وصیت نامہ) لکھدوں کہ تم اس کے بعد گمراہ نہ ہوگے اس پر بعض صحابہ (حضرت عمرؓ) کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور تم لوگوں کے پاس قرآن (اللہ کی کتاب) موجود ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے پھر اہل بیت (حاضرین) میں اختلاف ہوا اور سب جھگڑنے لگے بعض کہنے لگے سامان کتابت حضور کے سامنے کردو کہ تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے اور بعض ان میں سے اس رائے کے خلاف کہنے لگے (یعنی حضورؐ پر بیماری کا زور ہے اس لکھنے لکھانے کی کوئی تکلیف نہ دی جائے) پھر جب اختلاف و نزاع زیادہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چلو اٹھو"

عبید اللہ نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے بیشک مصیبت بہت بڑی مصیبت وہ ہے جو لوگوں کے اختلاف اور شور کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس نوشتہ (تحریر) کے درمیان حائل ہوئی۔

تشریحات

ہذا طریق آخر فی حدیث ابن عباس المذکور۔

نیز مطابقت حدیث کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے "لما حُضر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم"

حُضر بضم الحاء علی صیغۃ المجہول حُضر اور احتضر قریب المرگ ہونا۔

یہ حدیث حدیثِ قرطاس کے نام سے مشہور ہے امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں سات جگہ اس کو لایا ہے حوالہ صفحات کے لئے حدیث سابق ص۴۲۹ کی تشریحات دیکھئے۔

روافض کی تردید

روافض (شیعوں) نے اس حدیث کو لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان گرامی میں جو گستاخیاں کی ہیں اور غیر معمولی پروپیگنڈا کیا ہے وہ یا تو ناسمجھی ہے یا فاروق اعظمؓ سے عداوت و سبائی انجکشن کے زہریلے اثرات کا مظاہرہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

روافض کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و حکم پر اپنی رائے دی اور حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی اس سے حکم نبوی کا انکار لازم آتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ انکار نہیں بلکہ عرض مصلحت ہے فاروق اعظمؓ کا جملہ تو یہ ہے کہ حضور اقدسؐ پر بیماری

کا غلبہ ہے ایسا غلبہ کہ ڈول کے ڈول پانی ڈالے جارہے ہیں ایسی ناقابل برداشت تکلیف کے وقت لکھنے لکھانے کی مزید تکلیف دینا مناسب نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود تھا، حضور اقدسؐ فرما چکے تھے "ترکتکم علی ملة بیضاء لیلہا ونہارھا سواء" میں تمہیں ایسی روشن ملت پر چھوڑے جاتا ہوں جس کا دن اور رات برابر ہے۔

ایسے وقت میں حضرت عمر فاروقؓ نے ایک گذارش کی، اپنی رائے پیش کی اب حضرت عمرؓ کی اس گذارش کے بعد حضور اقدسؐ نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے قبول کرلی گئی اور حضرت عمرؓ کی رائے وگذارش کے سلسلے میں یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بارہا ایسے مواقع پیش آچکے تھے کہ حضورؐ نے ایک حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے گذارش کی تو حضورؐ نے گذارش قبول فرمالی جیساکہ مسلم شریف کتاب الایمان کی روایت ہے کہ جب ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے لے کر ہر مومن کو جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں ابوہریرہؓ کے سینے پر اس زور سے ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے، یہ حضورؐ کے پاس شکایت کرنے چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے کہ حضور ایسا نہ فرمائے چنانچہ آنحضورؐ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق فرمالیا۔

ایسے واقعات حضرت عمر فاروقؓ کے درجنوں ہیں، ہر صاحب ایمان سیدنا عمر فاروقؓ کے مرتبے سے واقف ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور وزیر تھے۔

ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرائیل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر۔

ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(ترمذی جلد ثانی ص۲۰۸)

ایسے معتمد اور صاحب الرائے وزیر نے اگر کوئی رائے پیش کی اور وہ دربار رسالت میں قبول بھی ہوگئی تو اب وزیر پر اعتراض دراصل سلطان پر اعتراض ہے۔

کیونکہ اگر ہر حکم پر رائے پیش کرنا اور عرض مصلحت، عدول حکمی ہے تو حضرت علیؓ کے بارے میں یہ روافض کیا جواب دیں گے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت علیؓ نے رسول اللہ کا لفظ صلح نامہ میں تحریر فرمایا اور قریش نے اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس لفظ کو مٹادو مگر حضرت علیؓ نے نہیں مانا پھر آنحضورؐ نے صلح نامہ اپنے ہاتھ میں لیا اور خود مٹایا لیکن کسی نے بھی حضرت علیؓ کو مخالفت پیغمبر کا الزام نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ ہر عرض مصلحت عدول حکمی اور مخالفت نہیں ہے، صورتاً اگرچہ مخالفت ومعصیت ہو مگر درحقیقت کمال محبت اور کمال عظمت ہے جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ کے روکنے پر سارے اصحاب کیوں رک گئے؟ بالخصوص اہل بیت حضرات تو ہر وقت

رہتے تھے دوسرے وقت لکھوالیتے لیکن تمام حضرات سمجھ چکے تھے کہ حضرت عمرؓ کی رائے حضور اکرمؐ نے قبول فرمائی اور بات ختم ہوگئی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کئی روز جمعہ، سنیچر اور اتوار تک باحیات رہے مگر پھر آپؐ نے کوئی تحریر لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔

روافض کی ایک اور جہالت

روافض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضورؐ اس نوشتہ میں حضرت علیؓ کی امارت و خلافت بلافصل لکھنا یا لکھوانا چاہتے تھے۔

جواباً عرض ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے سلسلے میں نہ اس حدیث میں اور نہ کسی حدیث میں کوئی اشارہ ملتا ہے البتہ خلافت بلافصل کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے متعلق ثبوت ہے اور واضح ثبوت ہے مسلم شریف جلد ثانی ص۲۷۳ کی حدیث ہے "آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی (عبدالرحمٰن) کو بلائے تاکہ میں ایک تحریر (وصیت نامہ) لکھ دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہے کہ میں سب سے زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہیں" نیز تقریباً یہی مضمون بخاری شریف جلد ثانی ص۱۰۷۲ پر ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خلافت بلافصل لکھوانی تھی تو افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابی بکر الصدیقؓ کی خلافت لکھوانی تھی امام بخاریؒ کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے صدیق اکبرؓ کی خلافت لکھوانا مقصود تھا اس لئے کہ امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو ترجمہ قائم کیا ہے وہ ہے "باب الاستخلاف" ان ہدایات کے باوجود اگر روافض کو ضد و عناد ہے تو صرف عبداللہ بن سبا کے زہریلے انجکشنوں کا اثر ہے حق تعالیٰ ان گمراہوں کو ہدایت مرحمت فرمائے۔

۱۳۴۴ - حدثنا يَسَرَةُ بنُ صَفوانَ بنِ جَمِيلٍ اللخمِيُّ قال حدثنا ابراهيمُ بنُ سَعدٍ عن ابيه عن عروةَ عن عائشةَ قالت دعا النبيُّ صلى الله عليه وسلم فاطمةَ فى شكواهُ الذى قُبِضَ فيه فسارَّها بشيءٍ فبكت ثمّ دعاها فسارَّها بشيءٍ فضحِكت فسألنا عن ذالك فقالتْ سَارَّنى النبيُّ صلى الله عليه وسلم انّه يُقبَضُ فى وجعِهِ الذى تُوُفِّيَ فيه فبكيتُ ثم سَارَّنى فاخبرَنى انّى اوّلُ اهلِه يتبعُه فضحِكتُ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی (پوشیدہ گفتگو) کی جس پر وہ رو پڑیں پھر بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو حضرت فاطمہؓ ہنس پڑیں (عائشہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی وفات کے بعد) ہم لوگوں نے اس (رونے اور ہنسنے) کا سبب پوچھا تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اسی بیماری میں آپؐ کی وفات ہو جائے گی یہ سن کر میں رو پڑی پھر آپؐ نے (دوبارہ) مجھ سے سرگوشی کی اور مجھ سے فرمایا کہ (حضورؐ کے) گھر والوں میں سب سے پہلے میں آپ سے جا ملوں گی اس پر میں ہنس پڑی۔

تشریحات "مطابقتہ للترجمۃ" "فی شکواہ الذی قبض فیہ"
والحدیث مر فی المناقب ص۵۱۲ وہنا فی المغازی ص۶۳۸
یسرۃ بفتح الیاء والسین والراء۔ فی شکواہ ای فی مرضہ۔

فوائد اس سلسلے کی ایک روایت مسروق سے ہے جس کے شروع میں اتنی زیادتی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کی چال حضور اکرمؐ کی چال کے مشابہ تھی جب حضرت فاطمہ رضؓ آئیں تو حضور اکرمؐ نے فرمایا خوش آمدید میری بیٹی پھر آپؐ نے اپنے دائیں یا بائیں بیٹھایا اور سرگوشی فرمائی یعنی پوشیدہ طور پر فاطمہ رضؓ سے کوئی بات فرمائی جس پر وہ رو پڑیں الخ۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضؓ سے پوچھا کہ آنحضورؐ نے کیا کہا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی جب حضورؐ کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان سے پھر پوچھا انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضورؐ نے سرگوشی فرمائی کہ ہر سال جبرئیلؑ مجھ پر ایک مرتبہ قرآن پیش کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ میرے انتقال کا وقت قریب آگیا اور میرے اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی اس پر میں روئی تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تم بہشتی عورتوں کی سردار ہوگی تو اس پر میں ہنسنے لگی۔ (بخاری ص۵۱۲)

اس پر دونوں روایتوں کا اتفاق ہے کہ حضور اقدسؐ نے پہلی بار جو سرگوشی فرمائی وہ یہ تھی کہ اس بیماری میں آپؐ کا انتقال ہوگا۔

البتہ دوسری سرگوشی میں اختلاف روایات ہے جس میں حضرت فاطمہ رضؓ ہنسنے لگیں، عروہ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فاطمہ رضؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ اور مسروق کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ خبر دی کہ فاطمہ بہشتی عورتوں کی سردار ہوں گی، ممکن ہے کہ آپؐ نے دوسری سرگوشی میں دونوں باتیں فرمائی ہوں اس لئے کہ مسروق کی روایت میں زیادتی ہے جو عروہ کی روایت میں نہیں ہے اور ثقات کی زیادتی مقبول ہے۔

اس حدیث میں اخبار من الغیب ہے کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضؓ کے متعلق جو پیشین گوئی حضورؐ نے کی تھی وہ قطعاً پوری ہوئی کہ بالاتفاق اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضؓ ہی کا انتقال ہوا۔

۴۳۲- حدثنی محمدُ بنُ بَشارٍ قال حدثنا غندرٌ قال حدثنا شعبةُ عن سعدٍ عن عروةَ عن عائشۃَ قالتْ کنتُ اسمعُ اَنّہ لایموتُ نبیٌّ حتی یُخیّرَ بینَ الدنیا والآخرۃِ سمعتُ النبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقولُ فی مرضہ الذی ماتَ فیہ وَاَخَذَتہ بُحّۃٌ یقولُ مع الذین انعمَ اللّٰہ علیہم الآیۃ فظننتُ انّہ خُیّرَ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ میں سنا کرتی تھی کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے دنیا اور آخرت کے

بارے میں اختیار دیا جاتا ہے، پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنا آپؐ اپنے مرض الوفات میں فرما رہے تھے آپؐ کی آواز بھاری ہو چکی تھی، آپؐ آیت کریمہ مع الذین انعم اللہ علیہم الخ تلاوت کر رہے تھے (یعنی ان لوگوں کے ساتھ کہ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے) پس میں سمجھ گئی (یعنی مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپؐ کو بھی اختیار دے دیا گیا ہے (اور آپؐ نے آخرت کی زندگی پسند فرمائی ہے)۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "فی مرضہ الذی مات فیہ"
والحدیث ہنا فی المغازی ص۶۳۸ وسیاتی فی التفسیر ص۶۶۰۔

بحۃ: بضم الباء وتشدید الحاء خشونت، بھاری پن۔
واقدی سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلام کیا شیر خوارگی میں وہ اللہ اکبر ہے اور سب سے آخری کلمہ آپؐ کا الرفیق الاعلیٰ تھا جیسا کہ اس کے بعد حدیث آرہی ہے۔

۴۳۳ - حدثنا مُسْلِمٌ قال حدثنا شعبةُ عن سعدٍ عن عروةَ عن عائشۃ قالتْ لمّا مَرِضَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم المرضَ الذی ماتَ فیہ جعَل یقولُ فی الرفیقِ الاعلیٰ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں فرماتے تھے "فی الرفیق الاعلیٰ"، اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کی جماعت میں جانا چاہتا ہوں جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ یہ بھی حضرت عائشہؓ کی حدیث مذکور ہے دوسری سند سے۔

۴۳۴ - حدثنا ابو الیمانِ قال اخبرنا شعیبٌ عنِ الزہریِّ قال اخبرنی عروۃُ بنُ الزبیرِ ان عائشۃَ قالتْ کان رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو صحیحٌ یقولُ اِنّہ لَمْ یُقْبَضْ نبیٌّ قطُّ حتی یریٰ مقعدَہ مِنَ الجنّۃِ ثمّ یُحَیّٰی او یُخیَّرُ فلمّا اشتکیٰ وحضرہ القبضُ ورأسُہ علیٰ فخذِ عائشۃ غُشِیَ علیہ فلمّا افاق شخصَ بصرہ نحو سقفِ البیتِ ثمّ قال اللّٰہمّ فی الرفیقِ الاعلیٰ فقلتُ اِذاً لایُجاوِرُنا فعرفتُ انّہ حدیثُہ الذی کان یُحدّثنا وہو صحیحٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی اور صحت کے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ بلاشبہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے پھر اسے (دنیا یا آخرت کی زندگی کے منتخب کرنے کا) اختیار دیا جاتا ہے (راوی کو شک تھا کہ لفظ یحیّا ہے یا یخیّر؟ مفہوم دونوں کا ایک ہے) پھر جب حضور اقدسؐ بیمار پڑے اور موت کا وقت قریب ہوا اور آپؐ کا سر مبارک عائشہؓ کی ران پر تھا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ کی آنکھیں گھر کی چھت کی طرف اٹھ گئیں اور آپؐ نے فرمایا "اللّٰہمّ فی الرفیق الاعلیٰ"، (اے اللہ میں رفیق اعلیٰ

میں جانا چاہتا ہوں) تو میں نے (اپنے دل میں) کہا اب آپؐ ہم لوگوں کے پاس نہیں رہیں گے (یعنی دنیاوی زندگی چھوڑ دیں گے) پس میں سمجھ گئی کہ یہی حدیث ہے جو آپؐ صحت کے زمانے میں بیان فرماتے تھے (یعنی پیغمبروں کو مرنے جینے کا اختیار دیا جاتا ہے چنانچہ آپؐ کو بھی اختیار دیا گیا)۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فلما اشتکی وحضرہ القبض"

یحیا بضم الیاء الاولیٰ وتشدید الثانیۃ مفتوحۃ بینہما حاء مہملۃ مفتوحۃ ای یسلم الیہ الامر۔

نوٹ: یہ اختیار انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک اعزاز ہے ورنہ دراصل ہوتا وہی ہے جو خدا کا حکم ہوتا ہے۔

۴۲۵ - حدثنا محمدٌ قال حدثنا عفّانُ عن صَخرِ بنِ جُوَیرِیَۃَ عن عبدِ الرحمٰنِ بن القاسم عن ابیہ عن عائِشَۃَ دخل عبدُ الرحمٰنِ بنُ ابی بکرٍ علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وَانَا مُسْنِدَتُہٗ اِلیٰ صَدرِی وَمَعَ عبدِ الرحمٰنِ سِوَاکٌ رَطبٌ یَسْتَنُّ بہ فابَدَّہٗ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَصَرَہٗ فاخذتُ السِّواکَ فقضمتُہٗ وَطَیَّبْتُہٗ ثمّ دفعتُہ اِلی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فاستَنَّ بہ فما رأیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استَنَّ استنانًا قطّ احسنَ مِنہ فما عدا اَنْ فرَغ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفعَ یَدَہٗ او اِصْبَعَہ ثمّ قال فی الرفیقِ الاعلیٰ ثلثاً ثمّ قضیٰ وکانت تقولُ ماتَ بین حاقِنَتی وذاقِنَتی۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (میرے بھائی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آئے اور حضور اقدسؐ (مرض الموت میں) میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور عبدالرحمٰن کے پاس (یعنی ہاتھ میں) ایک تازہ مسواک استعمال کے لئے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسواک کو دیر تک دیکھا چنانچہ میں نے ان سے مسواک لے لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر اچھی طرح جھاڑنے اور صاف کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپؐ نے اس سے مسواک کی اور اتنے عمدہ طریقے سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقہ پر مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا مسواک سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر نہیں گذری (یعنی فوراً) آپؐ نے اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی اٹھائی پھر تین مرتبہ یہ فرمایا "فی الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپؐ کا انتقال ہو گیا، حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "ثم قضیٰ وکانت تقول مات الخ" والحدیث ص۶۳۸

حدثنا محمد ہو ابن یحیی الذہلی، علامہ عینی فرماتے ہیں "روی عنہ البخاری فی غیر موضع فی قریب من ثلاثین موضعا ولم یقل حدثنا محمد بن یحیی الذہلی مصرحا یقول حدثنا محمد ولا یزید علیہ ویقول محمد بن عبد اللہ فینسبہ الی جدہ ویقول محمد بن خالد فینسبہ الی جدّ ابیہ والسبب فی ذالک ان البخاری لما دخل نیشاپور شغب علیہ محمد بن یحیی الذہلی فی

مسئلۃ خلق اللفظ وکان قد سمع منہ فلم یترک الروایۃ عنہ ولم یصرح باسمہ مات بعد البخاری سنۃ سبع وخمسین ومائتین (عمدہ ص ۱۸/۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بطور تحدیث بالنعمۃ فرمایا کرتی تھیں کہ حق تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آب دہن آپ کے آب دہن کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان ہوئی۔

دفع اشکال یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہے کہ جس میں ہے کہ آپ کا سر مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر تھا، اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ران اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا، البتہ اس حدیث سے اس روایت کی تردید ضرور ہوتی ہے جو حاکم اور ابن سعد نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بوقت وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گود میں تھا۔ حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان روایات کا کوئی طریق (سند) روافض سے خالی نہیں ہے۔ (فتح الباری)

۴۳۶ - حدثنی حِبّانُ قال اخبرنا عبدُ اللّٰہِ قال اخبرنا یونُسُ عن ابنِ شہابٍ قال اخبرنی عُروۃُ انّ عائشۃَ اخبرتْہ انّ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اِذا اشتکیٰ نفث علی نفسِہ بالمُعوِّذاتِ ومَسَحَ عنہ بیدِہٖ فلمّا اشتکی وجعَہُ الذی تُوُفِّیَ فیہ طفقتُ انفِثُ علیٰ نفسِہ بالمُعوِّذاتِ التی کان ینفِثُ وامسَحُ بِیدِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنہ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوّذات (یعنی سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتے (یعنی اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے) اور اس ہاتھ کو اپنے جسم پر پھیر لیتے پھر جب آپ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو میں آپ پر معوّذات (سورتیں پڑھ کر) دم کرتی جن معوذات سے آپ دم کیا کرتے تھے اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر آپ کے جسم مبارک پر پھیرا کرتی تھی (اس امید پر کہ دست مبارک کی برکت سے شاید تندرست ہو جائیں)۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "فلما اشتکی وجعہ الذی توفی فیہ"
والحدیث اخرجہ البخاری ص ۷۵ وص ۸۵۵ وہنا فی المغازی ص ۶۳۹۔

معوّذات بکسر الواو المشددۃ والمراد بالمعوذات اما المعوذتین علی ان اقل الجمع اثنان او ہما والاخلاص علی التغلیب وہو المعتمد (حاشیہ بخاری ص ۷۵)

مطلب یہ ہے کہ معوذات کا اطلاق اصل میں تو سورہ فلق اور سورہ ناس پر ہوتا ہے اور ان دونوں کو معوذتین کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں معوذات جمع لایا گیا ہے اس لئے تیسری سورہ بطور تغلیب سورہ اخلاص مراد ہے چنانچہ بخاری ص ۷۵ پر تصریح ہے کہ جمع کفیہ ثم نفث فیہما فقرأ فیہما قل ہو اللہ احد

وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس ثم یمسح بہما ما استطاع من جسدہ الخ۔ نیز ص۸۵۵ کی حدیث میں بھی تصریح ہے نفث فی کفیہ بقل ھو اللہ احد و بالمعوذتین جمیعا ثم یمسح بہما وجہہ وما بلغت یداہ من جسدہ الخ۔

۴۳۷ - حدثنا مُعلّی بنُ اَسَدٍ قال حدثنا عبدُ العزیز بن مختارٍ قال حدثنا ھشامُ بنُ عُروۃَ عن عبّاد بنِ عبد اللہ بن الزبیر اَنّ عائشۃ اخبرتْہ اَنّہا سمعتِ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم واصغتْ الیہ قبلَ اَن یّموت و ھو مُسنِدٌ الیّ ظہرَہ یقول اللّٰھُمّ اغفِرلیْ وارحمْنی و اَلحِقنی بالرّفیق۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضورؐ وفات سے پہلے اپنی پشت مبارک سے میرا سہارا لئے ہوئے تھے حضرت عائشہؓ نے یعنی میں نے کان لگا کر سنا کہ حضورؐ فرمارہے تھے اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر اور رفیقوں سے مجھے ملا دیجئے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ تو خذ "قبل ان یموت"

۴۳۸ - حدثنا الصّلتُ بنُ محمّدٍ قال حدثنا ابو عوانۃَ عن ھِلالٍ الوزّانِ عن عُروۃَ بنِ الزبیرِ عن عائشۃ قالتْ قال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی لم یَقُمْ مِنْہُ لعَن اللہ الیہودَ اِتّخذوا قبورَ اَنبیائِہم مَساجدَ قالت عائشۃ لولا ذالکَ لأُبرِزَ قبرہ خشِیَ اَن یُّتّخذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں جس سے (اچھے ہوکر) اٹھ نہ سکے (یعنی مرض الوفات میں) فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہودیوں پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپؐ کی قبر کھلی رکھی جاتی لیکن آپؐ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فی مرضہ الذی لم یقم منہ"
والحدیث مر فی الجنائز ص۱۷۷ وہنا فی المغازی ص۶۳۹۔

۴۳۹ - حدثنا سَعیدُ بنُ عُفَیرٍ قال حدثنی اللیثُ قال حدثنی عُقیلٌ عن ابنِ شِہابٍ قال اخبرنی عُبیدُ اللہِ بنُ عَبدِ اللہ بن عُتبۃَ بن مسعودٍ اَنّ عائشۃَ زوجَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قالتْ لمّا ثقُل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشتدّ بہ وجعُہ استاذنَ ازواجہ ان یُّمرّضَ فی بیتی فاَذِنّ لہ فخرجَ و ھو بین الرّجلین تخُطُّ رِجلاہُ فی الارض بینَ عباسٍ بنِ عبدِ المطلبِ و بینَ رجلٍ اٰخرَ قال عُبیدُ اللہ فاخبرتُ عبدَ اللہ بالذی قالتْ عائشۃ فقال لی عبدُ اللہِ بنُ عباسٍ ھل تدری مَنِ الرّجلُ الاٰخرُ الذی لم تُسَمِّ عائشۃ

قال قلتُ لا قال ابنُ عباس هو علیؓ فکانت عائشة زوجُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحدِّث اَنّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما دخل بیتی واشتدّ به وجعُه قال هرِیقوا علیّ من سبعِ قِرَبٍ لم تحلَلْ اوکیتهنّ لعلّی اَعهدُ اِلی الناس فاجلسناہ فی مِخضَبٍ لحفصة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمّ طفقنا نصُبُّ علیه من تلک القِرَب حتی طفق یُشیر الینا بیدِہ اَن قد فعلتنّ قالت ثم خرجَ الی الناسِ فصلّی لهم وخطبهم واخبرنی عبیدُ اللہ بن عبدِ اللہ بنِ عُتبة انّ عائشة وعبدَ اللہ بنَ عباسٍ قالا لمّا نزل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طفِقَ یطرَحُ خمِیْصةً له علیٰ وجهه فاذا اغتمّ کشفها عن وجهه وهو کذالک یقولُ لعنةُ اللہِ علی الیهودِ والنصاری اتّخذوا قبورَ انبیائهم مساجدَ یُحذِّرُ ماصنعوا اخبرنی عبیدُ اللہ اَنّ عائشة قالت لقد راجعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک وماحملنی علیٰ کثرة مراجعته اِلّا انّه لم یقع فی قلبی اَن یُحبَّ الناسُ بعدَہ رجلا قامَ مقامَه ابدًا ولاکنتُ اریٰ انّه لن یقومَ احدٌ مقامَه الّا تشاءمَ الناسُ به فاردتُ اَنْ یَعدِلَ ذالک رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ابی بکرٍ قال ابو عبد اللہ رواہ ابنُ عمر وابو موسیٰ وابنُ عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کے مرض نے شدت اختیار کرلی تو آپؐ نے اپنی دوسری بیویوں سے اس بات کی اجازت لی کہ آپؐ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے انہوں نے آپؐ کو اجازت دے دی تو آپؐ (حضرت میمونہؓ کے گھر سے) دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر نکلے آپؐ کے دونوں پاؤں (کمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھسٹ رہے تھے، آپؐ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور دوسرے آدمی کے درمیان سہارا لے کر نکلے تھے عبیداللہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ پھر میں نے عائشہؓ کی یہ حدیث عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کیا تو عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے کہا "کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا آدمی جن کا نام عائشہؓ نے نہیں لیا کون تھا؟ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ نہیں، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ علیؓ تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپؐ کا مرض بڑھ گیا تو آپؐ نے فرمایا" میرے اوپر ایسے سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے بندھن کھولے گئے ہوں شاید کہ کچھ تخفیف پر میں لوگوں کو وصیت کرسکوں چنانچہ ہم نے آپؐ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہؓ کے لگن میں بٹھایا اور ہم آپؐ پر ان مشکوں سے پانی ڈالنے لگے آخر آنحضورؐ اپنے ہاتھ سے ہماری طرف اشارہ کرنے لگے کہ بس کرو تم نے حکم کی تعمیل کردی، عائشہؓ نے بیان کیا کہ پھر آپؐ لوگوں کے طرف نکلے اور انہیں نماز پڑھائی اور خطاب کیا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری نازل ہوئی تو اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈال لیتے تھے پھر جب (گرمی سے) گھبراتے تو چہرے سے

ہٹا دیتے اور آپؐ اسی حالت میں فرماتے تھے "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا آپؐ اپنی امت کو اس عمل سے ڈراتے تھے (متنبہ کرتے تھے) جو یہود و نصاریٰ نے کیا، زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے عبید اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ (یعنی ایام مرض میں ابو بکرؓ کی امامت کے سلسلے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھا اور میں آپؐ سے بار بار صرف اس وجہ سے رجوع کررہی تھی کہ میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ آپؐ کے بعد جو کوئی آپؐ کے قائم مقام (جانشین) ہوگا اس سے لوگ محبت رکھیں گے بلکہ میرا خیال تھا کہ لوگ اس سے بدفالی لیں گے (منحوس سمجھیں گے) اس لئے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر سے اعراض کرلیں (یعنی امامت سے معاف رکھیں اور دوسرے کو امامت کا حکم دیں)۔
ابو عبد اللہ یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن عمر اور ابو موسیٰ اشعری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔
نوٹ: ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت بخاری جلد اول ص۹۳ پر اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی روایت ص۹۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "واشتد بہ وجعہ"
والحدیث مضیٰ فی الطہارت ص۳۲ و فی الہبۃ ص۳۵۲ و فی الجہاد ص۴۲۷ وہنا فی المغازی ص۶۳۹

فوائد مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ فضل بن عباس اور اسامہ کے درمیان نکلے، اور ایک روایت میں ہے کہ فضل اور ثوبان کے درمیان نکلے۔
علماء نے تطبیق بین الروایات کے لئے کہا ہے کہ آپ کا خروج ایام مرض میں متعدد بار ہوا ہے اور متعدد حضرات کے سہارے نکلے۔
اور یہ جو فرمایا گیا سات مشک پانی کے متعلق تو اس کی حکمت یہ ہے کہ اس عدد کی خاصیت ہے زہر اور سحر کا ازالہ، چنانچہ ولوغ کلب کے اندر سات مرتبہ دھونے کی وجہ بھی ازالۂ زہر ہے نہ کہ نجاست کیونکہ تین مرتبہ دھونے سے برتن پاک ہوجاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کتے کے لعاب میں زہر ہے جس کے دور کرنے کے لئے سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے۔
نیز حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص صبح کو عجوہ کھجوریں سات عدد کھائے اس کو اس دن نہ سحر اثر کرے گا اور نہ زہر۔ نیز نسائی شریف میں مریض پر سات مرتبہ سورہ فاتحہ دم کرنا آیا ہے۔

۴۴ - حدثنا عبدُ اللّٰہِ بنُ یوسُفَ حدثنا اللیثُ قال حدثنی ابنُ الہادِ عن عبدِالرحمٰنِ بنِ القاسِمِ عن أبیہ عن عائشۃَ قالتْ ماتَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وإنّہ لَبَیْنَ حاقِنَتِی و ذاقِنَتِی فلا أکرہُ شدّۃَ الموتِ لِأحدٍ أبدًا بعدَ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔
ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ میرے حلق اور سینہ کے درمیان (سر رکھے ہوئے) تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ (کی شدت سکرات) کے بعد کسی کی شدت موت

کو کبھی برا نہیں سمجھتی ہوں۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" والحدیث ہنا فی المغازی ج۲ ص۶۳۹۔

۲۲۱ - حدثنی اسحٰق قال اخبرنا بشر بن شعیب بن ابی حمزة قال حدثنی ابی عن الزھری قال اخبرنی عبد اللّٰہ بن کعب بن مالک الانصاری وکان کعب بن مالک احد الثلثة الذین تیب علیھم ان عبد اللّٰہ بن عباس اخبرہ ان علی بن ابی طالب خرج من عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا ابا حسن کیف اصبح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اصبح بحمد اللّٰہ بارئًا فاخذہ بیدہ عباس بن عبد المطلب فقال لہ انت واللّٰہ بعد ثلث عبد العصا وانی واللّٰہ لاری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سوف یتوفی من وجعہ ھذا انی لاعرف وجوہ بنی عبد المطلب عند الموت اذھب بنا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلنسألہ فیمن ھذا الامر ان کان فینا علمنا ذالک وان کان فی غیرنا علمناہ فاوصی بنا فقال علی انا واللّٰہ لئن سألناھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ وانی واللّٰہ لا اسألھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری نے بیان کیا (ان کے والد) کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول ہوئی تھی (یعنی غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنیکا گناہ معاف کر دیا گیا تھا) انہیں عبد اللہ بن عباس نے خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے اس بیماری میں جسمیں آپ نے وفات پائی تھی، لوگوں نے دریافت کیا اے ابوالحسن (کنیت حضرت علیؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حال میں صبح کی؟ (یعنی آج کیا حال ہے؟) حضرت علیؓ نے کہا بحمد اللہ آج آپ اچھے ہیں پھر عباس بن عبد المطلب نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ تو خدا کی قسم تین دن کے بعد لاٹھی کا غلام (محکوم) ہوگا اور خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں (ایسے آثار نظر آرہے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں گے موت کے وقت بنو عبد المطلب کے چہروں کو میں پہچانتا ہوں، تم ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو تاکہ ہم آپ سے دریافت کرلیں کہ یہ معاملہ کس کے ہاتھ میں ہوگا (یعنی آپ کے بعد خلافت کسے ملے گی؟) اگر ہم (بنی ہاشم) میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر ہمارے غیر میں ہوگی تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جائیگا، پھر حضور اکرمؐ ہمارے متعلق (ہونے والے خلیفہ کو) کچھ وصیت کر دیں گے اس پر علیؓ نے کہا خدا کی قسم اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خلافت کے متعلق پوچھا اور آپ نے اس کا انکار کر دیا تو لوگ ہم کو آپ کے بعد کبھی خلافت نہیں دیں گے میں تو خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھوں گا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فی وجعہ الذی توفی فیہ" والحدیث ہنا ص۶۳۹ ویاتی فی الاستیذان ص۹۲۷۔

قوت فراست اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عباسؓ کے تجربات بہت تھے اور ان کی قوت فراست تھی

کہ آثار و علامات سے انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضور نہیں ٹھہریں گے میں خاندان عبد المطلب کے چہرے بوقت مرگ پہچانتا ہوں نیز اس حدیث سے سیدنا حضرت علی بن ابی طالبؓ کی بھی فراست اور دور بینی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کو صحابہ کی جماعت کا اندازہ تھا کہ افضل البشر بعد الانبیاء وغیرہ کی موجودگی کی وجہ سے اگر آنحضورؐ نے ہماری خلافت کا انکار کر دیا تو لوگوں کو ایک سند ہاتھ آجائیگی وہ پھر کبھی ہماری خلافت پر راضی نہیں ہوں گے لیکن اگر معاملہ سکوت کا رہا تو ممکن ہے کہ لوگ ہماری قرابت و فضیلت کا خیال کر کے خلیفہ قبول کرلیں اور بحمد اللہ ایسا ہوا کہ آپ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔

۴۴۲ - حدثنا سَعيدُ بنُ عفيرٍ قال حدثني الليثُ قال حدثني عُقيلٌ عن ابنِ شهابٍ قال حدثني انسُ بنُ مالكٍ أنَّ المسلمين بيناهم في صلوةِ الفجرِ من يومِ الاثنينِ وابوبكر يُصلّي لهم لم يفجأهم إلّا رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم قد كشفَ سِترَ حجرةِ عائشةَ فنظرَ اليهم وهم في صفوفِ الصّلوةِ ثمّ تبسّم يضحكُ فنكصَ ابوبكرٍ على عَقِبَيْهِ ليَصِلَ الصّفَّ وظنَّ أنّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُريدُ ان يخرجَ الى الصّلوةِ فقال انسٌ وهمَّ المسلمون أن يَفتتِنوا في صلاتِهم فرحًا برسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فاشارَ اليهم بيدِه رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أن اتمّوا صلاتَكم ثمّ دخل الحُجرةَ وارخَى السِّترَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ مسلمان دوشنبہ کے دن فجر کی نماز میں تھے اور حضرت ابوبکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے آپؐ نے عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا صحابہ نماز میں صف بستہ کھڑے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ہنستے ہوئے مسکرایا حضرت ابوبکرؓ اپنے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں پہنچ جائیں (یعنی ابوبکر ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ قبلہ سے انحراف نہ ہو) ابوبکر نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ انسؓ نے بیان کیا قریب تھا کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ اپنی نماز کے بارے میں آزمائش میں پڑ جاتے (یعنی حضور اکرمؐ کو دیکھتے ہی مارے خوشی کے نماز کو گڑبڑ کر کے توڑ دیتے) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کرو، پھر آپؐ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال لیا۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "توخذ من تمت لهذا الحديث من رواية ابى اليمان عن شعيب" "فتوفى من يومه" یعنی حضرت انسؓ کی روایت کو امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں بھی لایا ہے جس میں یہ اضافہ ہے "وارخى الستر فتوفى من يومه صلى الله عليه وسلم"

والحديث مضى فى الصلوٰة ص۹۳ تا ص۹۴ وهنا فى المغازى ص۶۴۰۔

فوائد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آخری روز آنحضورؐ نے نماز نہیں پڑھائی اور اسی روز آپؐ نے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

۴۴۳ - حدثني محمّدُ بنُ عُبيدٍ قال حدثنا عيسى بنُ يونُسَ عن عُمرَ بنِ سعيدٍ قال اخبرني ابنُ أبي مُليكةَ أنّ اباعمرٍو ذكوانَ مولى عائشةَ اخبره أنّ عائشةَ كانت تقولُ إنّ مِن نِعَمِ اللهِ عليَّ أنّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم تُوُفّيَ في بيتي وفي يومي وبينَ سَحري ونحري وأنّ اللهَ جمعَ بينَ ريقي وريقِه عندَ موتِه دخلَ عليَّ عبدُ الرحمٰنِ وبيدِه

السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فرأیتُه ینظرُ الیہِ وَعرفتُ اَنَّه یُحِبُّ السِّوَاکَ فقلتُ اٰخُذُہ لکَ فاشار براسِہ اَنْ نعم فتناولتُہ فاشتدَّ علیہ وقلتُ اُلَیِّنُہ لکَ فاشارَ براسِہ اَنْ نعم فلیَّنتُہ فامرہ وبینَ یدیہِ رَکوۃٌ اوعُلبَۃ یشکُ عمرُ فیہا ماءٌ فجعلَ یُدخِلُ یدَیہ فی الماءِ فیَمسحُ بہما وجہَہ یقول لاالٰہ الا اللّٰہ اِنَّ لِلموتِ سکراتٍ ثمّ نصبَ یدَہ فجعلَ یقول فی الرفیقِ الاعلیٰ حتی قُبِضَ ومَالتْ یدُہ ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ کے انعامات میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں اور میری باری کے دن ہوئی اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان ہوئی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کی وفات کے وقت میرا لعاب دہن آپؐ کے لعاب دہن کے ساتھ ملا دیا تھا۔

(جس کا بیان اس طرح ہے) کہ عبدالرحمٰن (میرے بھائی) میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپؐ اس مسواک کو دیکھ رہے ہیں میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں اس لئے میں نے آپؐ سے پوچھا کہ کیا یہ مسواک آپ کے لئے لے لوں؟ آپؐ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں میں نے وہ مسواک ان سے لے لی آنحضورؐ اسے چبا نہ سکے میں نے پوچھا آپ کے لئے میں اسے نرم کردوں؟ آپؐ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں چنانچہ میں نے مسواک نرم کردی، آپؐ کے سامنے ایک بڑا پیالہ تھا چمڑے کا یا لکڑی کا (راوی حدیث) عمر کو اس سلسلے میں شک تھا اس کے اندر پانی تھا آپؐ بار بار اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے اور پھر اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے لاالٰہ الا اللّٰہ ان للموت سکرات۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور فرمانے لگے "فی الرفیق الاعلیٰ" یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی اور ہاتھ نیچے آگیا۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "حتی قبض"
والحدیث مضی صـ۶۳۸ وہنا صـ۶۴۰ ۔

۴۴۴ - حدثنا اسمٰعیلُ قال حدثنی سُلیمانُ بنُ بِلالٍ قال حدثنا ہشامُ بن عُروۃ قال اخبرنی ابی عن عائشۃَ اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یَسألُ فی مَرَضِہ الذی ماتَ فیہ یقول اَینَ اَنا غدًا اَینَ اَنا غدًا اُرِیدُ یومَ عائشۃَ فاذِنَّ لہ ازواجُہ یکونُ حیثُ شاءَ فکان فی بیتِ عائشۃَ حتی ماتَ عندہا قالتْ عائشۃُ فماتَ فی الیومِ الذی کان یدورُ علیَّ فی بیتی فقبضَہ اللّٰہ واِنَّ راسَہ لبینَ نحرِی وسحرِی وخالطَ رِیقُہ رِیقی ثُمّ قالتْ دخل عبدُ الرحمٰنِ بنُ ابی بکرٍ ومعَہ سواکٌ یَستَنُّ بہ فنظرَ الیہ رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ لہ اَعطِنی ہٰذا السِّواکَ یا عبدَ الرحمٰنِ فاعطانِیہ فقضمتُہ ثم مَضغتُہ فاعطیتُہ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستَنَّ بہ وہو مستندٌ اِلیٰ صَدرِی ۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے کہ کل میں کہاں ہوں گا، کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ آپؐ عائشہؓ کی باری کے منتظر تھے تو ازواج مطہرات نے آپؐ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں چنانچہ آپؐ وفات تک حضرت عائشہؓ ہی کے مکان میں رہے۔

عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپؐ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن قاعدے کے مطابق میرے یہاں آپؐ کے قیام کی باری تھی، رحلت کے وقت سر مبارک میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان تھا اور آپؐ کا لعاب مبارک میرے تھوک کے ساتھ ملا تھا، عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں استعمال کے قابل مسواک تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسواک کو دیکھا تو میں نے کہا عبد الرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دو انھوں نے مسواک مجھے دے دی میں نے اسے تراش کر دانتوں سے چبایا (یعنی نرم کیا) پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی پھر آپؐ نے وہ مسواک کی اس وقت آپؐ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "فی مرضہ الذی مات فیہ" "فاذن" بتخفیف النون وفی نسخۃ بتشدید النون بصیغۃ الجمع المونث وازواجہ فاعلہ "فالطریقہ" ای بسبب السواک۔

۴۴۵:- حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابن ابی مُلیکۃ عن عائشۃ قالت توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری وکان احدنا یعوذہ بدعاء اذا مرض فذھبت اعوذہ فرفع راسہ الی السماء وقال فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ ومر عبد الرحمٰن بن ابی بکر وفی یدہ جریدۃ رطبۃ فنظر الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فظننت ان لہ بھا حاجۃ فاخذتھا فنفضت راسھا ونفضتھا فدفعتھا الیہ فاستن بھا کاحسن ما کان مستنا ثم ناولنیھا فسقطت یدہ او سقطت من یدہ فجمع اللہ بین ریقی وریقہ فی اٰخر یوم من الدنیا واول یوم من الاٰخرۃ۔

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن میرے سینے اور ہنسلی کے درمیان ہوئی۔ ہم لوگوں کا قاعدہ تھا کہ جب آپؐ بیمار پڑتے تو ہم آپؐ کی صحت کے لئے دعائیں کرتے۔ میں نے آپؐ کے لئے (اس بیماری میں) دعا کرنی شروع کردی (یعنی معوذات پڑھ کر) پھر آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمانے لگے فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ اور عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک تازہ ٹہنی (مسواک) تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ آپؐ کو اس کی ضرورت ہے (یعنی آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں) چنانچہ میں نے اس سے ٹہنی لے لی پھر میں نے اس کا سر چبا کر اس کو جھاڑا پھر میں نے آپؐ کو دی پھر آپؐ نے اس سے مسواک کی جس طرح آپ پہلے مسواک کیا کرتے تھے اس سے اچھی طرح سے کی پھر آپؐ وہ مسواک مجھے دینے لگے تو آپؐ کا ہاتھ گر گیا یا (راوی کو شک ہے کہ) یا عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ مسواک آپؐ کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب اور آپؐ کے لعابِ مبارک کو اس دن جمع کر دیا جو آپؐ کی دنیا کی زندگی کا آخری دن اور آخرت کی زندگی کا سب سے پہلا دن تھا۔

تشریحات:- مطابقتہ للترجمۃ "توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی"۔

۴۴۶۴ حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی ابو سلمۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان ابا بکر اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مغشی بثوب حبرۃ فکشف عن وجھہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکی ثم قال بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا قال الزھری وحدثنی ابو سلمۃ عن عبد اللہ بن عباس ان ابا بکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر فابی عمر ان یجلس فاقبل الناس الیہ وترکوا عمر فقال ابو بکر اما بعد من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الی الشاکرین وقال واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھذہ الآیۃ حتی تلاھا ابو بکر فتلقاھا منہ الناس کلھم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوھا فاخبرنی سعید بن المسیب ان عمر قال واللہ ما ھو الا ان سمعت ابا بکر تلاھا فعقرت حتی ما تقلنی رجلای وحتی اھویت الی الارض حین سمعتہ تلاھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد مات

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب حضور اقدسؐ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ اپنی قیام گاہ سُنح سے گھوڑے پر آئے اور گھوڑے سے اتر کر مسجد میں گئے، آپؓ نے کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی اور آپ عائشہ کے پاس (یعنی میرے حجرہ میں) آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے آنحضورؐ ایک یمنی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے ابوبکرؓ نے آپ کا چہرۂ انور کھولا اور جھک کر بوسہ لیا اور رونے لگے پھر فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا بس ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی (ارشاد الٰہی اِنَّكَ مَيِّتٌ) وہ ہوچکی۔

زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوسلمہ نے عبد اللہ بن عباس سے یہ روایت بیان کی کہ ابوبکر حجرہ شریفہ سے باہر آئے اس وقت عمرؓ (جوش میں بھرے ہوئے) لوگوں سے باتیں کر رہے تھے (یعنی عمر کہہ رہے تھے کہ حضورؐ کا ابھی انتقال نہیں ہوا ہے جو ایسا کہے گا اس کی گردن اڑا دوں گا) ابوبکرؓ نے کہا کہ عمر بیٹھ جاؤ لیکن عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا پھر سارے لوگ حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا امّا بعد! تم میں سے جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بیشک اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں ارشاد شاکرین تک حضرت عباسؓ کا بیان ہے (جب ابوبکرؓ نے یہ تلاوت کی تو) خدا کی قسم ایسا معلوم ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابوبکر نے اس آیت کی تلاوت کی تو سب نے آپؓ سے یہ آیت سیکھی ہے، اب یہ حال تھا کہ جس کو دیکھو سب اسی آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ (زہری) نے بیان کیا کہ پھر مجھ سعید بن مسیّب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم ایسا محسوس ہوا

کہ میرے علم میں یہ آیت تھی ہی نہیں یعنی میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی، جب ابو بکرؓ نے اس کی تلاوت کی تو میں نے سنا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی پھر تو میں کانپ اٹھا یعنی میرا ہوش جاتا رہا میں سکتہ میں آگیا یہاں تک کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے تھے جس وقت میں نے ابو بکر کو تلاوت کرتے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں زمین پر گر پڑا۔

تشریحات

مطابقتہ للترجمۃ أما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متہا۔

والحدیث قد مضیٰ فی کتاب الجنائز ص۱۶۶ وھنا فی المغازی ص۶۴۰ علیٰ فرس من مسکنہ ای مسکنہ زوجتہ بنت خارجۃ وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن لہ فی الذھاب الیہ ا.۱ السنح بضم السین المھملۃ بعدھا نون ساکنۃ وبضمھا فحاء مھملۃ عوالی المدینۃ فی منازل بنی الحارث بن الخزرج وھو مغشی بضم المیم وفتح الغین والشین المشددۃ ای مغطی۔ بثوب حبرۃ بکسر الحاء المھملۃ وفتح الموحدۃ واضافت ثوب الیہ وبتنوین ثوب فحبرۃ صفت وھو من ثیاب الیمن (قسطلانی)

یوم الوصال اور صحابہ کا اضطراب

دوشنبہ کا دن یوم الوصال ہے جس میں سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کے وقت اپنی قیام گاہ حجرہ عائشہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کو جماعت سے نماز پڑھتے دیکھا اور تبسم فرمایا "کان وجھہ ورقۃ مصحف" چہرۂ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سفید اور منور ہوگیا ہے حضرت ابو بکرؓ نماز فجر پڑھا رہے تھے، ابو بکر صدیقؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں مل جائیں کیونکہ ابو بکرؓ نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شریک ہونا چاہتے ہیں صحابہ کا تو یہ حال ہوا کہ فرط مسرت سے کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں مگر حضور اکرمؐ نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضعف و ناتوانی کی وجہ سے زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ گرا کر اندر تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب صبح نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرہ مبارکہ میں گئے اور آپ کو دیکھ کر عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب و بےچینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی، اور چونکہ یہ دن ابو بکرؓ کی دو بیویوں میں سے حبیبہ بنت خارجہ کی نوبت کا دن تھا جو مدینہ سے باہر مسجد نبوی سے ایک کوس کے فاصلہ پر بمقام سنح رہتی تھی ابو بکرؓ حضور اکرم سے اجازت لے کر سنح چلے گئے ادھر اسی روز زوال کے وقت روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صحابہ کا اضطراب

اس خبر قیامت کا اثر کانوں میں پہنچنا تھا کہ قیامت آگئی اس جانگداز واقعہ کو سنتے ہی صحابہ کے ہوش اڑ گئے اور مدینہ کے حالات کیا سے کیا ہوگئے؟ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر بنا اور آپ منبر پر تشریف

نے گئے تو بے جان لکڑی اس فراق کو برداشت نہ کرسکی رونے لگی اور اتنے زور سے روئی کہ صحابہ نے اس کے رونے کی آواز سنی جب اتنے سے فراق کا بے جان لکڑی پر یہ اثر ہوا تو ظاہر ہے کہ صحابہؓ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا؟ صحابہ کرام کی زبان حال یہ کہہ رہی تھی۔

؎ وكنت ارى كالموت من بين ساعة ۔ فكيف ببين كان موعده الحشر

میں تو ایک گھڑی بھی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا بس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں بقا کا وعدہ حشر ہو۔ جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ حواس کھو بیٹھے عقلیں گم ہوگئیں، حضرت عثمانؓ پر سکتہ کی حالت ہوگئی حضرت علیؓ بیٹھ گئے اور زار و قطار روتے روتے بے ہوش ہوگئے، ایک صحابی عبداللہ بن انیسؓ کے قلب کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ برداشت نہ کرسکے جس سے ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی پریشانی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ عقل بھی غائب ہوگئی انہوں نے تلوار کھینچ لی اور بآواز بلند کہنے لگے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے تو اس کو قتل کردونگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا تعالیٰ کے پاس گئے اور پھر واپس آگئے خدا کی قسم آپ بھی اسی طرح واپس آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ وفات کے وقت موجود نہ تھے وہ سُنح میں تھے، جب سنح میں اس جانگداز حادثہ کی خبر پہنچی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی کے پاس اتر کر حضرت عائشہؓ کی اجازت سے حجرہ میں داخل ہوئے اور چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائیگا۔ حضرت ابوبکرؓ کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ پھر زندہ ہوں گے

۱۴۴۷۔ حدثني عبد الله بن ابي شيبة قال حدثنا يحيى بن سعيد عن سفيان عن موسى بن ابي عائشة عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن عائشة وابن عباس ان ابا بكر قبل النبي صلى الله عليه وسلم بعد موته۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکرؓ نے آپ کو بوسہ دیا۔

تشریحات

مطابقته للترجمة في قوله "بعد موته" والحديث هذا ص ۶۳۱ ايضا يأتي متصلا

۱۴۴۸۔ حدثنا علي قال حدثنا يحيى وزاد قالت عائشة لددناه في مرضه فجعل يشير الينا ان لا تلدوني فقلنا كراهية المريض للدواء فلما افاق قال الم انهكم ان تلدوني قلنا كراهية المريض فقال لا يبقى احد في البيت الا لد وانا انظر الا العباس فانه لم يشهدكم رواه ابن ابي الزناد عن هشام عن ابيه عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ :۔ ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا (عبداللہ بن ابی شیبہ کی حدیث بالا کی طرح لیکن علی بن عبداللہ نے اپنی اس روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضورؐ کے مرض میں ہم لوگوں نے آپ کے منہ میں دوا ڈالی تو آپؐ اشارہ سے بتانے لگے کہ میرے منہ میں دوا مت ڈالو، مگر ہم نے سمجھا کہ منع کرنا ایسا ہے جیسا کہ مریض عام طور پر دوا کو ناپسند کرتا ہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا "کیا میں نے تم لوگوں کو دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے عرض کیا کہ (آپؐ نے منع ضرور کیا تھا) لیکن ہم لوگوں نے یہ سمجھا کہ منع ایسا ہی ہے جیسے مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے آپؐ نے فرمایا اب تمہاری سزا یہ ہے، گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کے منہ میں میرے سامنے دوا ڈالی جائے سوائے عباس کے کہ وہ دوا ڈالتے وقت تمہارے ساتھ شریک نہیں تھے۔

اس حدیث کو عبدالرحمن بن ابی الزناد نے بھی ہشام سے اور انہوں نے اپنے والد عروہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ فی قولہ "فی مرضہ" والحدیث. ص۱۴۱

ونزاد" اس کا فاعل یحییٰ بن سعید القطان ہے مطلب یہ ہے کہ علی بن مدینی نے عبداللہ بن ابی شیبہ کی موافقت کی ہے عن یحییٰ بن سعید القطان، صرف علی بن مدنی کی روایت عن یحییٰ میں واقعہ لدود کی زیادتی ہے جو عبداللہ بن ابی شیبہ کی روایت میں نہیں ہے۔

لددنا بدالین مہملتین ای جعلنا الدواء فی احد جانبی فمہ. لدود بفتح اللام وہ دوا جو منہ کے کنارے سے ڈالی جائے جیسے سعوط وہ دوا جو ناک میں ڈالی جائے۔

کراھیۃ المریض قال عیاض ضبطناہ بالرفع ای ھذا منہ کراھیۃ المریض۔ وقال ابو البقاء ھو خبر مبتدا محذوف ای ھذا الامتناع کراھیۃ المریض۔ و یجوز النصب علی انہ مفعول لہ ای لاجل کراھیۃ المریض۔ ویجوز انتصابہ علی مصدریۃ ای کراھیۃ المریض الدواء۔

فوائد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدلہ لینا جائز ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف ورزی کی سزا میں فرمایا کہ جن لوگوں نے باوجود منع کے بلا اجازت دوا ڈالی ان کی سزا یہ ہے کہ سب کے منہ میں میرے سامنے دوا ڈالی جائے تو جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے دوا ڈالی اس کی سزا تو ظاہر ہے لیکن جن لوگوں نے دوا نہیں ڈالی صرف دیکھا تو ان کو اس لئے سزا دی گئی کہ ان دیکھنے والوں نے منع نہیں کیا حالانکہ نہی عن المنکر لازم تھا۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں سے غایت محبت کی بناء پر سزا دے دی تاکہ کل قیامت کے روز مواخذہ سے محفوظ رہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ یہ سزا نہیں تھی کیونکہ حضور اکرمؐ اپنی ذاتی تکالیف کے معاملے میں سزا نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے یہاں مقصود تادیب اور تنبیہ ہے نہ کہ سزا۔

۴۴۹ - حدثنا عبدُ اللهِ بن محمّدٍ قال اخبرنا ازهرُ قال اخبرنا ابنُ عَونٍ عن ابراهیمَ عن الاسود قال ذُکِرَ عند عائشۃ اَنّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم اَوصٰی اِلٰی علی فقالت مَن قاله لقد رأیتُ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم واِنّی لمُسنِدَتُه اِلٰی صدری فدعا بالطستِ فانخنث فمات وما شعرتُ فکیف اَوصٰی اِلٰی علیّ ۔

ترجمہ: اسود (یعنی ابن یزید نخعی ابراہیم نخعی کے ماموں) نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ کو اپنا وصی بنایا تھا (یعنی وفات کے وقت خلیفہ مقرر کیا تھا) عائشہ رضؓ نے کہا، وہ یہ کون کہتا ہے؟ میں نے تو خود دیکھا، میں تو آنحضورؐ کو (آخر وقت تک) اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی آپؐ نے طشت منگوایا پھر ایک طرف جھک گئے اور انتقال فرمایا اور مجھ کو معلوم نہیں کہ آپؐ نے علی رضؓ کو کب وصی بنایا؟

حضرت عائشہ رضؓ کا مقصد یہ ہے کہ مرض الموت میں وفات تک تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی پھر آپؐ علی رضؓ کو کیسے اور کس وقت وصی بنایا؟ میں نے تو نہ دیکھا نہ جانا حالانکہ حضورؐ کی وفات میرے سینے پر ہوئی۔

تشریحات

مطابقۃ للترجمۃ "فمات"

والحدیث مرّ فی الوصایا ص۳۸۲ وههنا فی المغازی ص۶۴۱ ۔

مسئلہ خلافت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی اس صحیح ترین حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے لئے خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی اور نہ کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا ہوتا تو ناممکن اور محال تھا کہ صحابہ کرام اس پر عمل نہ کرتے۔

اہل سنت اور اہل تشیع کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مسئلۂ خلافت ہے اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اختلاف کا منشا اور مدار کیا ہے؟

شیعوں کے نزدیک خلافت کا دار و مدار قرابت اور علاقۂ مصاہرت (یعنی دامادی) پر ہے اس لئے شیعوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سیدنا علی رضؓ کو ملنی چاہئے تھی کہ وہ آپؐ کے قریبی رشتہ دار تھے اور داماد تھے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ خلافت نبوی کا دار و مدار تقرب پر ہے نہ کہ قرابت (رشتہ داری) پر، جو شخص سب سے زیادہ خدا اور اس کے رسول کا مقرب ہوگا وہی رسول خدا کا خلیفہ اور جانشین ہوگا۔

خلافت نبوت کا دار و مدار اگر قرابت نسبی پر ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہوتے یا آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضؓ ہوتیں بلکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضؓ ہی ہوتیں اور کوئی مرد ان کی طرف سے کار خلافت کو انجام دیتا جیسا کہ دنیا کا دستور ہے اور حضرت فاطمہ رضؓ کے بعد حضرت حسن رضؓ پھر حضرت حسین رضؓ ہوتے اس کے بعد چوتھے خلیفہ حضرت علی رضؓ

ہوتے، اور اگر علاقہ مصاہرت پر خلافت کا دار و مدار ہوتا تو حضرت عثمان غنی رضؓ زیادہ مستحق تھے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے۔

معلوم ہوا کہ خلافت کا دار و مدار تقرب و تقویٰ پر ہے اور چونکہ صحابہ کرام دیکھ چکے تھے کہ آنحضورؐ نے مرض الوفات میں حضرت ابوبکرؓ کو نماز کا امام مقرر کیا، اور بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ نماز کا امام ایسے شخص کو مقرر کریں جو علم و قرأت اور ورع و تقویٰ میں سب سے فائق ہو۔ حضرات شیعہ کے نزدیک تو سوائے افضل و اشرف کے کسی کو امام بنانا جائز ہی نہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگہ ابوبکرؓ کو امام مقرر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور اقدسؐ کی نظر میں ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ اعلم اور اتقیٰ ہے جیساکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ سورہ لیل کی اس آیت سیجنبها الاتقى الخ میں اتقی (سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار) سے مراد ابوبکرؓ ہیں اور قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے انّ اکرمکم عند الله اتقاکم۔

حضرات شیعہ کو اس امر کا اقرار ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں برابر آمد و رفت رکھتے تھے مگر آپؐ نے سوائے ابوبکرؓ کے کسی اور شخص کو امامت کا حکم نہیں دیا۔

صحابہ کرامؓ نے اس امامت سے صدیق اکبر کی خلافت پر استدلال کیا، یہی وجہ ہے کہ جب دوشنبہ کے دن شام کے وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات انصار نے جمع ہوکر مسئلہ خلافت پر گفتگو کی اور کہا کہ ایک امیر ہم انصار میں سے اور ایک امیر مہاجرین میں سے ہو تو حضرت ابوبکرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا "الائمة من قریش"، یعنی خلفاء اور امراء قریش میں سے ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انصار نے یہ کہا "منا امیر و منکم امیر" تو فاروق اعظمؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تین خصوصیتیں بیان کی اور علی الاعلان فرمایا کہ بتلاؤ کہ یہ تین خصوصیتیں سوائے ابوبکر کے کسی اور شخص میں بھی جاتی ہیں؟

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو قرآن میں ثانی اثنین اذهما فی الغار فرمایا ابوبکر کو نبی اکرمؐ کا ثانی بتلایا اور آپؐ کا یار غار بتایا۔ دوم یہ کہ ابوبکر کو آپؐ کا صاحب خاص اور محب باختصاص فرمایا اذ یقول لصاحبه لا تحزن۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اپنی معیت خاصہ کو ذکر فرمایا ان الله معنا فرمایا، یہ تین فضیلتیں ابوبکرؓ کے لئے نص قرآن سے ثابت ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابوبکر ہی سب سے افضل ہیں اور وہی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔

چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ باجماع مہاجرین و انصار خلیفہ منتخب ہوگئے اور سیدنا علیؓ نے بھی صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی (ماخوذ از سیرت مصطفیٰ وغیرہ)۔

۴۵۰ - حدثنا ابو نُعَيم قال حدثنا مالكُ بنُ مِغوَلٍ عن طلحةَ قال سألتُ عبدَ اللهِ بنَ أبي أوفى أوصى النبيُّ صلى الله عليه وسلم فقال لا فقلتُ كيف كتب على الناسِ الوصيةَ أو أُمِروا

بِہا قال اَوْصیٰ بِکتابِ اللّٰہ ۔

ترجمہ: طلحہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی؟ (یعنی کیا علی رضؓ کو وصی بنایا تھا؟) انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے پوچھا پھر لوگوں پر وصیت کرنا کیسے فرض ہے؟ یا وصیت کرنے کا حکم کیسے دیا گیا؟ (یعنی وصیت کا مسئلہ پھر کہاں سے آیا جب حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں ہے) انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ من حیث انہ مطابق للحدیث السابق ۔
والحدیث مضیٰ فی الوصایا ص۳۸۲ وہنا فی المغازی ص۶۴۱ ۔

فوائد قولہ فقال لا یعنی ما اوصیٰ ۔ اور چونکہ یہاں وصیت کی نفی سے مراد وصی بالامامت یا وصیت بالمال کی نفی ہے اور اوصیٰ بکتاب اللہ سے وصیت بکتاب اللہ کا اثبات ہے اس لئے کوئی تعارض و منافات نہیں ہے ۔

۴۵۱ - حدثنا قُتَیْبَۃُ قال حدثنا ابوالاَحْوَصِ عن اَبی اسحٰقَ عن عَمرِو بنِ الحارِثِ قال ماتَرَکَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دینارًا ولا دِرھمًا ولا عبدًا ولا اَمَۃً اِلَّا بَغْلَتَہٗ البَیْضاءَ التی کان یَرْکَبُہا وسِلاحَہٗ واَرْضًا جعَلَہا لِابنِ السَّبِیلِ صَدَقَۃً ۔

ترجمہ: عمرو بن الحارث (ام المومنین جویریہ بنت حارث کے بھائی) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا تھا نہ درہم، نہ کوئی غلام نہ باندی سوائے اپنے سفید خچر کے جس پر آپ ﷺ سوار ہوا کرتے تھے اور اپنا ہتھیار اور وہ زمین (خیبر و فدک میں) جو آپ ﷺ نے مسافروں کے لئے صدقہ کردیا تھا۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ مثل مطابقۃ الحدیث السابق ۔
والحدیث مر فی الوصایا ص۳۸۲ وہنا فی المغازی ص۶۴۱ ۔

۴۵۲ - حدثنا سلیمٰنُ بنُ حَرْبٍ قال حدثنا حمّادٌ عن ثابتٍ عن انسٍ قال لمّا ثقُلَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جعَل یتغَشّاہُ فقالتْ فاطمۃُ واکَرْبَ اباہُ فقال لہا لیس علیٰ اَبِیْكِ کَرْبٌ بعدَ الیومِ فلمّا ماتَ قالتْ یا ابتاہُ اجابَ ربًّا دعاہ یا ابتاہ مَن جنّۃُ الفِردَوسِ ماواہ یا ابتاہ اِلیٰ جبریلَ نَنْعاہ فلمّا دُفِنَ قالتْ فاطمۃُ یاانسُ اَطابتْ اَنفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا علیٰ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التُّرابَ ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہوگئی اور آپ ﷺ پر غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا "آہ اباجان کی بے چینی" اس پر آنحضور ﷺ نے فاطمہ سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی بے چینی نہیں رہے گی، پھر جب آنحضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا ہائے ابا جان آپ نے پروردگار کے بلاوے کو قبول کرلیا اے ابا جان جس کا مقام جنت الفردوس ہے، اے ابا جان ہم اس

موت کی خبر جبریلؑ کو سناتے ہیں پھر جب آنحضورؐ دفن کر دیئے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا "اے انس کیا تمہارے دل کوا چھا لگا (یعنی تمہارا دل کیسے آمادہ ہوا؟) کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ " فلمّا مات "

۶۴۱- بابُ اٰخِرِ ما تکلّمَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا

۴۵۳- حدثنا بِشرُ بنُ محمّدٍ قال اخبرنا عبدُ اللہِ قال یونسُ قال الزھریُّ اخبرنی سعیدُ بنُ المسیّبِ فی رجالٍ مِّن اھلِ العلمِ اَنّ عائِشۃَ قالتْ کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ وھو صحیحٌ اِنّہ لم یُقبَضْ نبیٌّ حتی یَریٰ مَقعدَہ مِن الجنّۃِ ثمّ یُخَیّرُ فلمّا نزَل بہ وراسُہ علیٰ فخِذِی غُشِیَ علیہ ثمّ افاق فاَشخَصَ بصَرَہٗ الی سقفِ البیتِ ثمّ قال اَللّٰھُمّ الرفیقَ الاعلیٰ فقلتُ اِذًا لا یختارُنا وعرفتُ اَنّہ الحدیثُ الذی کان یُحدّثنا وھو صحیحٌ قالتْ وکانت اٰخِرَ کلمۃٍ تکلّمَ بھا اللّٰھُمّ الرفیقَ الاعلیٰ۔

ترجمہ: امام زہری نے بیان کیا کہ سعید بن مسیّب نے مجھ سے کئی عالموں کے سامنے (جیسے عروہ بن زبیر وغیرہ) یہ بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی وفات پانے سے پہلے جنت میں اپنی قیام گاہ دیکھ لیتے ہیں پھر اختیار دیا جاتا ہے (کہ چاہیں تو دنیا میں اور رہیں اور اگر چاہیں تو آخرت کو پسند کریں) پھر جب آپؐ پر بیماری نازل ہوئی اور آپؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا آپؐ پر غشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہوا تو آپؐ نے اپنی نظر گھر کی چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا "اللّٰھمّ الرفیق الاعلیٰ اے اللہ مجھے بلند رفیقوں میں شامل کرلے"، میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپؐ ہم لوگوں میں رہنا پسند نہیں کریں گے (مطلب یہ ہے کہ میں سمجھ گئی کہ آپؐ کو بھی اختیار دیا گیا لیکن آپؐ نے آخرت کو ترجیح دے دی) اور مجھ کو وہ حدیث یاد آگئی جو آپؐ حالت صحت میں ہم سے بیان کرتے تھے (کہ ہر نبی کو وفات سے پہلے اختیار دیا جاتا ہے) حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا "اللّٰھمّ الرفیق الاعلیٰ"

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ " فکانت اٰخر کلمۃ تکلم بھا الخ "

والحدیث اخرجہ البخاری فی الدعوات ص ۹۳۹ و فی الرقاق ص ۹۶۳ تا ص ۹۶۴ وھنا فی المغازی ص ۶۴۱

روافض کے ہفوات وموضوعات

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث سے ہفوات روافض کا پردہ بخوبی چاک ہوجاتا ہے اور روافض نے جو موضوعات پھیلا رکھا ہے اس کی پوری پوری تردید ہوجاتی ہے۔

روافض کے موضوعات میں سے ہے کہ سلمان سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا

حضور! اللہ تعالیٰ ہر پیغمبر کو بتلا دیتا ہے کہ ان کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد کا خلیفہ بتایا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہاں علی بن ابی طالب ؓ۔

ع۲ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے اور بیشک میرا وصی علی ؓ ہے۔

ع۳ ایک روایت میں ہے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور علی ؓ خاتم الاوصیاء ہے۔

ان روایات موضوعہ کو علامہ ابن جوزی ؒ نے اپنے موضوعات میں جمع کر دیا ہے کہ یہ احادیث سب کے سب موضوع ہیں حضرات شیعہ نے گڑھ رکھا ہے۔

۶۴۱- باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

۴۵۴- حدثنا ابو نُعَیمٍ قال حدثنا شیبانُ عن یحیی عن ابی سلمۃ عن عائشۃَ وابنِ عباسٍ اَنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبِثَ بمکۃَ عشرَ سِنِینَ یُنزَلُ علیہ القراٰنُ و بالمدینۃ عشرًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ اور ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت کے بعد) دس سال مکہ میں رہے آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور (ہجرت کے بعد) مدینہ میں دس سال رہے۔

اشکال وجواب

سب سے پہلا اشکال ترجمۃ الباب سے عدم مطابقت کا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت بطریق دلالت التزامی ہے اور وہ اس طرح کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ منورہ میں دس سال رہا اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دس سال کی مدت پوری ہونے کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہوگئی بس مطابقت ہوگئی۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال کی ہوئی اور دوسرے احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کل عمر تریسٹھ برس کی ہوئی۔

جواب یہ ہے کہ روایت مذکورہ میں صرف دہائی کا شمار واعتبار کیا گیا ہے اور کسور کو چھوڑ دیا گیا جمہور علماء کے نزدیک صحیح تر اور مشہور قول تریسٹھ ہی ہے نیز بعد والی روایت میں تصریح آرہی ہے۔

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ قیام مکہ سے مراد فترۃ الوحی کے بعد ہے اور فترۃ الوحی کی مدت تین سال ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے الفاظ ینزل علیہ القراٰن سے اشارہ بھی موجود ہے کہ قیام مکہ کی وہ مدت دس سال ہے جس میں قرآن کا نزول ہوتا رہا اور ظاہر ہے کہ یہ مدت فترۃ الوحی کے بعد ہی ہے فلا اشکال۔

۴۵۵- حدثنا عبدُ اللہِ بن یوسفَ قال حدثنا اللیثُ عن عُقیلٍ عن ابن شہابٍ عن عروۃَ بنِ الزبیرِ عن عائشۃَ اَنَّ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم تُوُفِّیَ وھو ابنُ

ثلٰثٍ وّستّین قال ابنُ شہابٍ واخبرنی سعیدُ بنُ المسیّب مثلَہٗ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کی عمر مبارک ترسٹھ ۶۳ سال کی تھی ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن مسیّب نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توفی"

جمہور علماء کے نزدیک یہی قول اشہر و معتبر ہے کہ انتقال کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ترسٹھ ۶۳ سال کی تھی۔

۶۴۱- بابٌ

یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ فہو کالفصل من الباب السابق۔

۴۵۶- حدثنا قبیصۃُ قال حدثنا سُفیٰنُ عن الاعمش عن ابراھیمَ عن الاسودِ عن عائشۃَ قالتْ توُفی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ودِرْعُہ مرھونۃٌ عندَ یہودیٍّ بثلٰثین صاعًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کی زرہ ایک یہودی (ابوالشحم) کے یہاں تیس ۳۰ صاع جو کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ فی قولہ "توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ"

حیات نبوی کی ایک جھلک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی درویشانہ اور فقیرانہ تھی دو دو مہینے تک گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پر گذر تھا۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپؐ کی ایک زرہ (جس کا نام ذات الفضول تھا یہ لوہے کی زرہ تھی) ایک یہودی کے پاس گرو تھی (یعنی آپؐ نے اہل وعیال کے لئے یہود سے تیس ۳۰ صاع جو یا اس سے کم قرض لئے یہ زرہ ایک سال تک گرو رہی پھر سیدنا ابوبکر رضؓ نے اس یہودی کا قرض ادا کر کے آپؐ کی زرہ چھڑالی۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفات میں اسامہ بن زید کو جہاد کے لئے روانہ کرنا۔

سریّہ اسامہ بن زیدؓ سریّہ اسامہ بن زیدؓ آخری سریّہ تھا جس کے بھیجنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ۲۸ صفر بروز دوشنبہ ۱۱ھ کو آپؐ نے رومیوں

کے مقابلہ کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو بلا کر فرمایا میں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل اُبنیٰ میں جاؤ اور ان پر حملہ کرو یہ مقام اُبنیٰ (بضم ہمزہ وسکون باء) ارض بلقاء کے اطراف میں ایک مقام ہے جہاں غزوہ موتہ یعنی سریہ موتہ کی ۸ھ میں ہوئی تھی جس میں حضرت اسامہ کے والد زید بن حارثہ رضؓ، عبداللہ بن رواحہ رضؓ اور حضرت جعفر طیار رضؓ وغیرہم شہید ہوئے تھے۔

اس کے بعد ۳۰/صفر چہارشنبہ سے آپؐ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن صحت وافاقہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ ۵/ربیع الاول یوم دوشنبہ حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں منتقل ہو گئے جس کی تفصیل باب مرض النبی میں گذر چکی ہے۔

پنجشنبہ کے روز بیماری کی حالت میں آپؐ نے اپنے دست مبارک سے نشان درست فرما کر اسامہ کو دیا اور فرمایا: اغز باسم اللہ وفی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ یعنی اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔

حضرت اسامہ نشان لے کر باہر تشریف لائے اور حضرت بریدہ بن حُصیب (بضم الحاء مصغرا) اسلمی کے سپرد کیا اور فوج کو مقام جرف (بضم جیم وضم راء) میں جمع کیا اور تمام جلیل القدر مہاجرین وانصار بسرعت وہاں آکر جمع ہو گئے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تو آنحضور کی تیمارداری کی غرض سے مدینہ واپس آگئے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما اسامہ امیر فوج سے اجازت لے کر حضور اقدسؐ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے جمعرات کے روز جب مرض میں شدت ہوئی اور حضورؐ نماز عشاء کے لئے مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو ابوبکر رضؓ کو امامت نماز کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا، فوج مقام جُرف میں جمع تھی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے، دوشنبہ کی صبح جب آپؐ کو سکون ہوا اور صحابہ یہ سمجھے کہ حضور پر نور اچھے ہو گئے تو حضرت اسامہ رضؓ نے روانگی کا قصد کیا ابھی تیاری میں تھے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن نے آدمی بھیجا کہ آپؐ حالت نزع میں ہیں کچھ ہی دیر کے بعد یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پہونچی کہ آپؐ کا وصال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام مدینہ میں تہلکہ پڑ گیا اور سب افتاں وخیزاں مدینہ واپس آئے آپؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے جیش اسامہ کو روانہ کیا اور جُرف تک خود مشایعت کے لئے گئے۔

اس طرح جیش اسامہ روانہ ہوا اور چالیس دن کے بعد مظفر ومنصور واپس آیا معرکہ میں جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو تہ تیغ کیا اور اپنے باپ (زید بن حارثہ) کے قاتل کو قتل کیا اور چلتے وقت ان کے مکانات اور باغات کو نذر آتش کیا صدیق اکبر رضؓ نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا جب مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد نبوی میں شکر کا دوگانہ ادا کیا پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

۷۴۵ - حدثنا ابو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بنُ مخلدٍ عنِ الفُضَيلِ بنِ سُلَيمٰنَ قال حدثنا موسی بنُ عُقبَةَ عن سالِمٍ عن ابیہ اِستَعمَلَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامَۃَ فقالوا فیہ فقال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قد بلغنی اَنَّکم قلتُم فی اُسامَۃَ واِنَّہ احبُّ الناسِ اِلیَّ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کو عامل یعنی لشکر کا امیر مقرر کیا تو بعض صحابہ نے ان کے بارے میں باتیں بنائیں (یعنی اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا کہ بزرگوں کی موجودگی میں ایک کم عمر بیس سالہ نوجوان کو امیر لشکر بنا دیا) اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسامہ پر اعتراض کر رہے ہو حالانکہ اسامہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامۃ"
احب الناس الخ ای احب الناس الذین طعنوا فیہ الی یعنی جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے ان تمام لوگوں میں مجھے اسامہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

۴۵۸ - حدثنا اسمٰعیل قال حدثنا مالک عن عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بعثا وامّر علیہم اسامۃ بن زید فطعن الناس فی امارتہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان تطعنوا فی امارتہ فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ وان کان لمن احب الناس الیّ وان ھذا لمن احب الناس الیّ بعدہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روم کی طرف) ایک لشکر روانہ کیا (یعنی لشکر بھیجنے کا حکم دیا) اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو مقرر کیا تو لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا (کہ اکابر مہاجرین و انصار کی موجودگی میں ایک کم عمر نوجوان کس طرح امیر ہو سکتا ہے؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا "اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو (یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) تم اس سے پہلے اس کے والد (زیدؓ) کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم وہ (زید بن حارثہ) امارت کا مستحق تھا (یعنی امیر ہونے کے لائق تھا) اور بلا شبہ مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا اور یہ (اس کا بیٹا اسامہ) ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

تشریحات مطابقۃ للترجمۃ "بعث بعثا وامّر علیہم اسامۃ بن زید"
ایم اللہ من الفاظ القسم جیسے لعمر اللہ اور عہد اللہ وغیرہ۔

خلیق بفتح الخاء یقال ھذا خلیق بہ ای لائق بہ۔ وان کان الخ ای انہ کان الخ مقصد یہ ہے کہ جو میرا محبوب اور عزیز ہو اس کی امارت و سرداری تمہیں بخوشی قبول کرنی چاہیئے۔
نقل ہے کہ جب لوگوں کے اعتراض کا علم سیدنا عمر فاروقؓ کو ہوا تو عمرؓ نے لوگوں کو سخت زجر و توبیخ کی۔

۶۴۲ - باب

بالتنوین بلا ترجمہ۔ فھو کالفصل من الباب السابق۔

۴۵۹ - حدثنا اصبغ قال اخبرنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو عن ابن ابی حبیب

من ابی الخیر عن الصُّنابحی انّه قال له متٰی ھاجرتَ قال خرجْنا من الیمنِ مہاجرین فقدِمنا الجُحْفةَ فاقبل راکبٌ فقلتُ له الخبرَ فقال دفنّا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم منذُ خمسٍ قلتُ ھل سمعتَ فی لیلۃِ القدر شیئًا قال نعم اخبرَنی بلالٌ مؤذّنُ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم انّه فی السّبعِ فی العشرِ الاواخر۔

ترجمہ: ابوالخیر سے روایت ہے انہوں نے عبدالرحمان بن عسیلہ صنابحی سے نقل کیا کہ ابوالخیر نے صنابحی سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہم یمن سے ہجرت کرکے نکلے، جب ہم جحفہ پہونچے تو ایک سوار سامنے آیا (یعنی مدینہ سے آتے ہوئے ایک سوار سے میری ملاقات ہوئی) ہم نے ان سے پوچھا "خبر بتلاؤ" (یعنی مدینہ کی خبر بتلاؤ) اس نے کہا کہ پانچ روز ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دفن کرچکے ہیں (ابوالخیر کا بیان ہے کہ) میں نے صنابحی سے پوچھا آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن بلال نے مجھ سے بیان کیا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کے ساتویں روز (یعنی رمضان کے ستائیسویں کی رات) ہوتی ہے۔

تشریحات ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کے لئے یہ سمجھئے کہ اصل باب "باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ہے یعنی "دفنّا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور بعد کے دو ابواب اصل باب ہی سے متعلق ہیں جو ادنیٰ غور سے معلوم ہو جائے گا۔

صنابحی اسمہ عبدالرحمٰن بن عسیلہ ولیس لہ فی صحیح البخاری سوٰی ہذا الحدیث وعند ابی داوٗد من وجہ آخر عن الصنابحی انہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابا بکر الصدیق۔ فاقبل راکب لم اقف علی اسمہ (فتح ص ۱۲۴/۸)

لیلۃ القدر کی تفصیل کا محل کتاب الصوم ہے۔

۶۴۲ - بابٌ کَمْ غزا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے؟

۴۲۶۰ - حدثنا عبدُ اللہِ بنُ رجاءٍ قال حدثنا اسرائیلُ عن ابی اسحٰقَ قال سألتُ زیدَ بنَ ارقمَ کم غزوتَ مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعَ عشرۃ قلتُ کَمْ غزا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال تسعَ عشرۃ۔

ترجمہ: ابواسحٰق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر کتنے غزوات کئے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ سترہ ۱۷، میں نے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کئے تھے؟ فرمایا "انیس ۱۹"۔

تشریحات مطابقتہ للترجمۃ "کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" والحدیث قد مضٰی فی اول المغازی ص ۵۶۳۔

یعنی کتاب المغازی کی پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیے وہاں تفصیل کردی گئی ہے۔

۴۶۱ - حدثنا عبدُ اللہ بنُ رَجاءٍ قال حدثنا اِسرائیلُ عن ابی اِسحٰقَ قال حدثنا البراءُ قال غزوتُ مع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم خمسَ عَشرۃ۔

ترجمہ: ابواسحاق سے روایت ہے کہ ہم سے براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوے کئے۔

یعنی میں آنحضورؐ کے ساتھ پندرہ غزووں میں شریک رہا۔

تشریحات ہٰذا الاسناد بعینہ ہو الاسناد الذی سبق الخ

اصل میں حضرت ابواسحاق تابعی کو غیر معمولی اور بے انتہا شوق تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد معلوم کریں اس شوق وحرص میں کبھی حضرت زید بن ارقمؓ اور کبھی حضرت براء بن عازبؓ سے دریافت کرتے تھے۔

۴۶۲ - حدثنی احمدُ بنُ الحَسَنِ قال حدثنا احمد بن محمّدِ بنِ حَنبلِ بن ہِلالٍ قال حدثنا معتمِرُ بنُ سُلیمٰنَ عن کَہْمَسٍ عنِ ابنِ بُرَیْدۃ عن اَبیہ قال غزا مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سِتَّ عَشرۃَ غزوۃً۔

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد (بریدہ بن حصیبؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ بریدہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے (یعنی بریدہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوے کئے تھے۔

تشریحات علامہ قسطلانیؒ کتاب المغازی کے آخری باب میں فرماتے ہیں "قالوا کان عدد مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی غزاہا بنفسہ سبعا وعشرین غزوۃ وکانت سرایاہ التی بعث فیہا سبعا واربعین سریۃ الخ۔

وقال العلامۃ العینیؒ "وقال ابن اسحاق جمیع ما غزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ الکریمۃ سبعا وعشرین غزوۃ (عمدۃ ص۴۵۶/۸)

یعنی سرکار دوعالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جن غزوات میں شرکت فرمائی وہ جمہور محدثین ومؤرخین کے نزدیک ستائیس ۲۷ غزوات ہیں۔

تفصیل کے لئے نصر الباری کے ابتدائی صفحات ملاحظہ فرمائیے۔

الحمدللہ کہ آج بخاری شریف کے کتاب المغازی کی شرح مکمل ہوگئی۔

محمد عثمان غنی البہاری غفر اللہ الباری
استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

۲۹/محرم الحرام ۱۴۰۹ھ ستمبر ۱۹۸۸ء